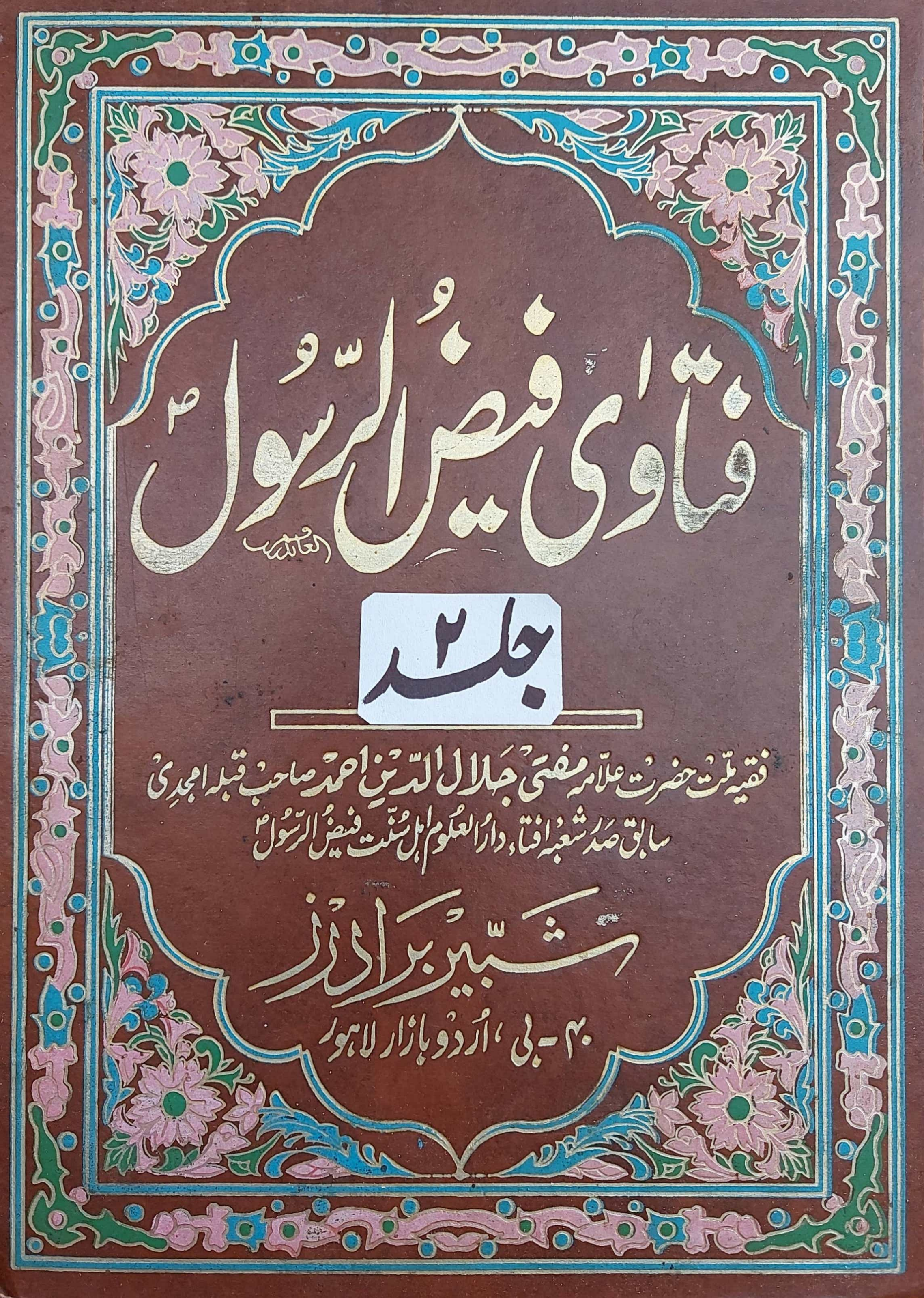

فتاوی فیض الرسول
جلد ۲
فقیہ ملت حضرت علامہ مفتی جلال الدین احمد صاحب قبلہ امجدی
سابق صدر شعبہ افتا، دار العلوم اہل سنت فیض الرسول
شبیر برادرز
۴۰۔بی، اردو بازار لاہور

کتاب الطلاق سے کتاب المیراث تک

دارالافتاء فیض الرسول براؤں شریف سے جاری شدہ ۹۹۵ فتاوی کا مستند ذخیرہ

فتاوی فیض الرسول

(جلد دوم)

تصنیف

فقیہ ملت حضرت علامہ مفتی جلال الدین احمد صاحب قبلہ امجدی

صدر شعبۂ افتاء دارالعلوم اہلسنت فیض الرسول

بسعی واہتمام

پیر طریقت حضرت علامہ الحاج غلام عبدالقادر علوی صاحب قبلہ

سجادہ نشین خانقاہ فیض الرسول و ناظم اعلیٰ دارالعلوم

ناشر

شبیر برادرز۔ لاہور

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نام کتاب ـــــــــ فتاویٰ فیض الرسول جلد دوم

نام مصنف ـــــــــ فقیہ ملت علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی

بسعی واہتمام ـــــــــ شہزادۂ شعیب الاولیاء علامہ غلام عبد القادر علوی سجادہ نشین خانقاہ فیض الرسول وناظم اعلیٰ دار العلوم

ناظم دار الاشاعت ـــــــــ مولانا جمال احمد خاں رضوی

کتابت ـــــــــ مولوی غلام نبی احمد بستوی، رفیع احمد بستوی، فخر الحسن بستوی، حافظ عبد المجیب، خلیق بستوی

تصحیح کتابت ـــــــــ مولانا شہاب الدین احمد نوری، مولوی ابرار احمد امجدی

کل صفحات ـــــــــ ۷۷۶

سن طباعت ـــــــــ ۱۴۱۴ھ م ۱۹۹۳ء

قیمت ـــــــــ



شیخ الاولیا شیخ المشائخ حضور سیدنا شاہ محمد یار علی صاحب قبلہ

قدس سرہ المولیٰ عنہ

۱۳۸۷ھ

بانیٔ دار العلوم اہلسنت فیض الرسول براؤں شریف کے نام جن کی شخصیت اتباع شریعت کی ایسی آئینہ دار تھی کہ تقریباً پچاس سال تک آپ نے سفر و حضر میں نماز با جماعت حتیٰ کہ تکبیر اولیٰ کی پابندی کا اہتمام فرمایا ——— اور دار العلوم فیض الرسول قائم کرکے سنیت کی اشاعت اور بدمذہبیت کے دفاع کا ناقابل فراموش کارنامہ انجام دیا۔

ابر رحمت ان کے مرقد پہ گہر باری کرے
حشر میں شانِ کریمی ناز برداری کرے



فتاوی فیض الرسول (جلد دوم)

فقیہ ملت حضرت علامہ مفتی جلال الدین احمد صاحب قبلہ امجدی کے علاوہ اور بھی جن اساتذہ وافاضل فیض الرسول کے چوہتر فتاوے اس جلد میں شامل ہیں۔

شیخ العلماء حضرت علامہ
غلام جیلانی صاحب قبلہ
اعظمی سابق شیخ الحدیث ادارہ ہذا
۶

حضرت علامہ
عبد المصطفیٰ صاحب قبلہ اعظمی
سابق شیخ الحدیث ادارہ ہذا
۲

حضرت علامہ
بدر الدین احمد قبلہ
رضوی علیہ الرحمہ
۲۴

حضرت علامہ
محمد یونس صاحب قبلہ
نعیمی
۱

حضرت علامہ حکیم عہ
ابو البرکات محمد نعیم الدین
صدیقی صاحب قبلہ
۵

حضرت علامہ
عبد اللہ خاں صاحب
عزیزی سابق
۱

حضرت مولانا
قدرت اللہ صاحب
رضوی
۳

حضرت مولانا
محمد سید احمد صاحب
انجم عثمانی
۲

حضرت مولانا مفتی
محمد الیاس صاحب
سالک بارہ بنکوی
۸

حضرت مولانا
خلق اللہ صاحب
خلیق فیضی
۱

حضرت مولانا
جمال احمد خاں صاحب
رضوی
۵

حضرت مولانا
صوفی محمد صدیق احمد
صاحب
۱

حضرت مولانا
نور محمد صاحب
قادری
۱

حضرت مولانا
محمد عیسیٰ صاحب
رضوی امجدی
۱

حضرت مولانا
رحیم الدین صاحب
رضوی
۱

حضرت مولانا
محمد علی نعیمی صاحب
۱

حضرت مولانا
انوار احمد صاحب
قادری امجدی
۹

حضرت مولانا
محمد احمد صاحب
۱

حضرت مولانا
عبد الجبار صاحب
اشرفی
۱

دار العلوم
فیض الرسول
زندہ باد

عہ فتاوی فیض الرسول جلد اول میں آپ کے گیارہ فتاوے شامل ہیں جو غلطی سے اس مخصوص صفحہ پر درج ہونے سے رہ گئے۔

اجمالی فہرست

عرض حال

شہزادۂ شعیب الاولیاء حضرت علامہ غلام عبد القادر علوی
سجادہ نشین خانقاہ فیض الرسول۔ ناظم اعلیٰ
دار العلوم فیض الرسول

دنیائے سنیت کی مسلّم بزرگ شخصیت **شعیب الاولیاء حضرت شیخ المشائخ الشاہ محمد یار علی علیہ الرحمہ** کی محبوب ترین یادگار اور اہلسنت کی قابل قدر دینی درسگاہ **دار العلوم اہلسنت فیض الرسول** کی ہمہ جہت دینی خدمات کا ایک پہلو گذشتہ برسوں میں **"دار الاشاعت"** کا قیام تھا جس کا اولین اشاعتی شاہکار **فتاویٰ فیض الرسول** (جلد اول) ہے جو کتاب الایمان سے لے کر کتاب الرضاع تک ایک ہزار سے زائد فتاویٰ کا مجموعہ اور بڑی تقطیع کے تقریباً آٹھ سو صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ عالم اسلام کے دینی و علمی حلقوں میں اس کی اشاعت سے مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ بین الاقوامی سطح پر عوام و خواص نے اس دینی خدمت کی یکساں تحسین کی اور ذمہ داران ادارہ کو مبارکباد پیش کی جن میں علامہ شاہ احمد نورانی، علامہ ارشد القادری (ورلڈ اسلامک مشن لندن) علامہ بدر القادری (ہالینڈ) محترم الحاج احمد صدیق (کینیا) مولانا فروغ القادری (ڈربن ساؤتھ افریقہ) مولانا قمر الحسن (بوسٹن امریکہ) محترم ڈاکٹر پروفیسر محمد مسعود احمد، علامہ عبد الحکیم شرف قادری، علامہ الحاج محمد منشا تابش قصوری (پاکستان) قابل ذکر ہیں اور ہندوستان کی تو اکثر قابل ذکر خانقاہوں کے ذمہ داران اور درسگاہوں کے نظماء، دار الافتاء کے مفتیان کرام، اسلامک لاء پہ تحقیقی کام کرنے والے اسکالر اور مسلم قانون دانوں نے **"فتاویٰ فیض الرسول"** کی اشاعت کو وقت کی اہم ضرورت بتلاتے ہوئے دینی لٹریچر میں اسے اہم، عظیم، قابل قدر اور ناقابل فراموش اضافہ قرار دیا اور یہ اعتراف بھی کیا کہ بمقولۂ الفضل للمتقدم **دار العلوم فیض الرسول** ہی کو اہلسنت کے مدارس میں یہ امتیاز و تخصص حاصل ہے کہ اسی نے سب سے پہلے اپنے دار الافتاء سے جاری فتاویٰ کو باب باب منظم و مرتب کر کے نہ صرف شائع کیا بلکہ رہبر و رہنما بن کر دوسرے اداروں کو اس طرح کے کام کی تحریک کی اور ذہن دیا۔

فتاویٰ فیض الرسول کی مقبولیت کا اندازہ لگانے کے لئے یہی بات کافی ہوگی کہ بھارت میں اس کی اشاعت کے چند ماہ کے اندر ہی لاہور پاکستان سے "شبیر برادرز" نے اس ضخیم کتاب کا خوبصورت

ایڈیشن شائع کردیا۔ ارباب ادارہ اپنی اس کاوش کے قبول عام پر بارگاہ رب العزت میں ہدیۂ تشکر پیش کرتے ہیں

اعلان کے مطابق اللہ ورسول کے فضل وکرم اور بزرگان دین بالخصوص بانی ادارہ حضور شعیب الاولیاء علیہ الرحمہ کی روحانیت کے سہارے ہم "فتاویٰ فیض الرسول جلد دوم" کی اشاعت کرنے جارہے ہیں جو کتاب الطلاق سے لے کر کتاب الفرائض تک تقریباً ایک ہزار فتاویٰ کا مجموعہ ہے۔ فقیہ ملت حضرت علامہ الحاج مفتی **جلال الدین احمد** صاحب قبلہ **امجدی** صدر شعبۂ افتاء دار العلوم فیض الرسول کی قلمی خدمات کا شاہکار ہے جس کی ایک ایک نوک پلک سنوارنے میں انھوں نے اپنا خون جگر صرف کیا ہے اور انھیں کی نگرانی میں مرتب ہوکر عالم اسلام کے دین پسند قارئین کی نذر کیا جارہا ہے کہ جن کا نام ہی کسی تصنیف کے مستند ومعتبر ہونے کی ضمانت ہے۔ پروردگار عالم فتاویٰ فیض الرسول جلد اول کی طرح اسے بھی مقبول انام ومفید خاص وعام فرمائے۔

بڑی ناسپاسی ہوگی اگر فتاویٰ کی اشاعت کے سلسلے میں حوصلہ افزائی پہ محترم صوفی ثناء اللہ صاحب ساکن چیتیا ضلع سدھارتھ نگر اور نقل فتاویٰ کے سلسلے میں دار العلوم کے استاذ مولانا قاری خلیق اللہ صاحب **فیضی** و دار العلوم کے فاضل مولانا **سید انور** چشتی پھپھوند شریف ضلع اٹاوہ اور اشاعتی امور میں فاضل عزیز مولانا **جمال احمد** خاں صاحب رضوی استاذ دار العلوم کا شکریہ نہ ادا کیا جائے جنھوں نے بڑی عرق ریزی سے اس خدمت کو انجام دیا۔ اسی طرح ہم محترم مولانا **عبد المبین** صاحب **نعمانی** و ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم صاحب کے ممنون ہیں۔ جنھوں نے اپنے وقیع مقالے اس اشاعت کے لئے ہمیں عنایت فرمائے۔

غلام عبد القادر علوی

سجادہ نشین خانقاہ فیض الرسول وناظم اعلیٰ دار العلوم

فیض الرسول براؤں شریف ضلع سدھارتھ نگر (یوپی)

۱۰ رجمادی الاولیٰ ۱۴۱۴ھ ۲۷ اکتوبر ۱۹۹۳ء

کلمۂ تحسین

از رئیس التحریر حضرت علامہ ارشد القادری صاحب قبلہ بانی و مہتمم جامعہ حضرت نظام الدین اولیاء دہلی

یہ بات تجربات سے ثابت ہے کہ ہر مستند عالم دین کو کسی خاص فن سے طبعی مناسبت ہوتی ہے اسی مناسبت کے نتیجے میں دوسرے فنون کے مقابلے میں اسی فن کے اندر اسے ایک شان امتیاز حاصل ہو جاتی ہے۔

مثال کے طور پر صدر العلماء حضرت مولانا غلام جیلانی میرٹھی کو علم نحو میں شیخ العلماء حضرت مولانا غلام جیلانی اعظمی کو فن صرف میں اور شمس العلماء حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب جونپوری کو معقولات میں جو شان امتیاز حاصل تھی وہ اہل علم پر مخفی نہیں ہے۔

نئی نسل کے اندر فقیہ ملت حضرت مولانا مفتی جلال الدین احمد صاحب امجدی کو فقہ میں جو ایک خاص مہارت و مناسبت اور شان امتیاز حاصل ہے وہ ان کی گرانقدر تصنیفات۔ انوار الحدیث، عجائب الفقہ اور فتاویٰ فیض الرسول سے ظاہر ہے۔

فتاویٰ فیض الرسول جلد اول کی طباعت کے موقعہ پر حضرت مفتی صاحب نے کئی بار اس خواہش کا اظہار فرمایا کہ اپنی دیگر کتابوں کی طرح اس کتاب میں بھی میرا کوئی کلمۂ تقدیم وہ شامل کر دیں لیکن ان کی خواہش کے احترام کے باوجود سخت مصروفیات اور مسلسل اسفار کے باعث میں ان کی اس خواہش کی تکمیل نہ کر سکا اب جبکہ فتاویٰ فیض الرسول کی دوسری جلد پریس کو جاری ہے پھر انھوں نے اس خواہش کا اعادہ فرمایا ہے۔ اس بار ان کی دلجوئی ایک اخلاقی فرض کی طرح میرے اوپر عائد ہو گئی ہے۔ اس لئے ان کی اس گرانقدر تصنیف سے متعلق چند سطریں میں سپرد قلم کر رہا ہوں۔

مجھے فرصت کا وقت میسر آتا تو میں نے سوچا تھا کہ ان کے فتاویٰ کا گہری نظر سے بالاستیعاب میں مطالعہ کرتا اور پیش آنے والے نئے نئے حوادث و مسائل میں انھوں نے فقہی اصول و جزئیات کی روشنی میں

جو جوابات صادر فرمائے ہیں ان پر تبصرہ کر کے ان کی فقہی بصیرت پر روشنی ڈالتا۔

اسی کے ساتھ میرا یہ ارادہ بھی تھا کہ ہمارے یہاں مسائل فقہیہ جو تین طبقات میں منقسم ہیں یعنی مسائل اصول، مسائل ظاہر الروایۃ اور وہ مسائل جو اصحاب مذہب کی مرویات پر مشتمل ہیں ان پر بھی ایک سیر حاصل بحث سپرد قلم کرتا۔

اسی طرح فقہا کے وہ سات طبقات جنھیں ہم

① طبقۃ المجتہدین فی الشرع

② طبقۃ المجتہدین فی المذہب

③ طبقۃ المجتہدین فی المسائل

④ طبقۃ اصحاب التخریج من المقلدین

⑤ طبقۃ اصحاب الترجیح من المقلدین

⑥ طبقۃ المقلدین القادرین علی التمییز

⑦ طبقۃ المقلدین غیر القادرین علی ماذکر

کے ناموں سے جانتے ہیں اور جن کا ما لہ اور ما علیہ کے ساتھ تفصیلی علم ہر صاحب افتاء کے لئے نہایت ضروری ہے ان پر بھی روشنی ڈالتا تاکہ رہنما اصول کے طور پر نو آموز مفتیان کرام ان سے استفادہ کر سکتے۔ لیکن میری فطری کمزوری کہیے یا میری مذہبی حس کی حدت کہ جماعتی زندگی کے کسی شعبے میں بھی میں خلاء برداشت نہیں کر سکتا جس شہر یا جس خطے میں بھی میرا جانا ہوا اور وہاں میں نے مذہبی زندگی کا کوئی خلاء محسوس کیا فوراً کسی تعلیمی یا تبلیغی مرکز کی بنیاد رکھ دی اور وہاں کے فعال و متحرک افراد پر اس کے چلانے کی ذمہ داری ڈال کر آگے بڑھ گیا۔ کسی شاعر کا یہ مصرعہ مجھ جیسے آشفتہ حال جنونیوں کے حق میں کتنا بر محل ہے۔ ؏ ہر جا کہ رفت خیمہ زد و بارگاہ ساخت

الحمد للہ کہ میری مصروفیات کے لئے میری ذات یا میرے خاندان کا کوئی مسئلہ نہ کبھی رہا ہے اور نہ ہے۔ میرے سامنے جو مسئلہ ہے وہ صرف جماعت اور ملک کے طول عرض میں پھیلے ہوئے سُنّی اداروں کا ہے۔ اپنی مصروفیات کے سلسلے میں لگاتار اسفار اور مسلسل نقل و حرکت کے باعث سکون کے ساتھ مجھے دو چار دن بھی کہیں بیٹھنے کا موقعہ نہیں مل سکا کہ اپنے پیش لفظ میں رسوم المفتی سے متعلق ضروری مباحث قلمبند کر سکتا۔

پھر بھی اپنی ان ساری مصروفیات کے باوجود میں نے موقعہ نکال کر فتاوی فیض الرسول کے اوراق کا

جب بھی جستہ جستہ مطالعہ کیا مفتی صاحب کے جوابات سے جزئیات فقہیہ پر ان کے ذہنی استحضار اور نظائر سے استشہاد کے سلسلے میں ان کی فقہی بصیرت کا بھرپور اندازہ ہوا ــــ مولائے قدیر ان کے علم و فضل میں بیشمار برکتیں عطا کرے اور اسلام و مسلمین کی گرانقدر خدمات کی انھیں مزید توفیق مرحمت فرمائے۔

اپنے کلمۂ تحسین کی آخری سطریں لکھتے ہوئے نہایت حسرت کے ساتھ اپنے اس قلق کا اظہار کر رہا ہوں کہ ہماری درسگاہوں میں اب افتار کے کام کی فنی تربیت کا کوئی انتظام نہیں ہے جس کے نتیجے میں افتار کے کام کے لئے اس دور میں صحیح آدمی کا ملنا جوئے شیر لانے سے کم نہیں ہے۔ ضرورت ہے کہ ہمارے دینی مدارس کے منتظمین زندگی کے اس اہم ترین شعبے کی طرف اپنی خصوصی توجہ مبذول فرمائیں ــ خدا کا شکر ہے کہ بےعملی اور دین سے دوری کے باوجود احکام شریعت کے سلسلے میں آج بھی ہمارے معاشرے میں فتووں کو ایک اہم مقام حاصل ہے۔

اس کے ساتھ یہ محسوس کرنا بھی ضروری ہے کہ یہ دور دینی جذبۂ اخلاص کے فقدان کا دور ہے اس لئے جب تک افتار کی فنی صلاحیت کو معاشی آسودگی کے ساتھ جوڑا نہیں جائے گا طلبہ کے اندر اس کی طلب کا جذبۂ شوق پیدا نہیں ہوگا۔ مفتیوں کی پیداوار میں کمی کی سب سے بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ ہمارے یہاں افتار کے اہم ترین کام کو بالکل طفیلی اور ذیلی بنا دیا گیا ہے اور اسی حیثیت سے اس کا بدل خدمت بھی متعین کیا جاتا ہے ــ حالانکہ افتار کا کام کرنے والوں کو نئے نئے مسائل میں علم و فن اور فکر و قیاس کے جن مشکل ترین مراحل سے گذرنا پڑتا ہے اسے وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جو اس مشکل ترین کام سے منسلک ہیں۔ اگر افتار و تدریس کی خدمات کی شایان شان قدردانی اور عزت افزائی کی جائے تو ہمیں یقین ہے کہ ان دونوں طبقوں کی پیداوار میں غیر معمولی اضافہ ہو جائے گا۔

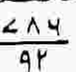
وصلی اللہ تعالیٰ علےٰ خیر خلقہٖ سیدنا المصطفےٰ وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ وحزبہٖ اجمعین

دعاگو

ارشد القادری

نزیل بنارس

۸ جمادی الاولی ۱۴۱۳ھ مطابق ۴ نومبر ۹۲ء



گفتہ آید در حدیث دیگراں

شعیب الاولیاء شیخ المشائخ حضرت سیدنا شاہ محمد یار علی صاحب قبلہ قدس المولیٰ عنہ ۱۳۸۷ھ

بانیٔ دار العلوم فیض الرسول براؤں شریف

صاحبزادہ غلام عبد القادر رابع ایل ، ایل ، بی ۔ ایل ، ایل ، ایم فیکلٹی آف لا مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

اللہ تعالیٰ کی عادت کریمہ جاری ہے کہ جب شیطانی طاقتیں بھولے بھالے افراد انسانی کو گمراہ کرتی ہیں تو وہ علماء وصوفیائے کرام کی جماعتوں کو پیدا فرماتا ہے جو اپنے براہین و دلائل اور اپنی روحانی طاقتوں سے ان شیاطین اور ان کی ذریات کو مغلوب کر دیتی ہیں ان کے مکروفریب کے تار و پود کو بکھیر دیتی ہیں اس طرح بھٹکے ہوئے افراد انسانی راہ راست پر آجاتے ہیں اور ان حضرات نے احیائے دین متین اور اشاعت اسلام میں بڑے بڑے مصائب برداشت کئے اور مخالف حالات کا خندہ پیشانی کے ساتھ مقابلہ کیا مگر ان کی ہمتیں پست نہیں ہوئیں بلکہ اپنے دھن میں لگے رہے آخر کار ان کے مساعی جمیلہ کے نتائج اچھی صورت میں رونما ہوئے یہ انھیں حضرات کی کوششوں کے نتائج ہیں کہ اب تک دین اسلام کے جاننے اور ماننے والے موجود ہیں اور ان مذاہب باطلہ کے اعتراضات کے دنداں شکن جوابات دینے والے اور اپنی روحانی طاقتوں سے دین اسلام کی طرف گمراہوں کا رخ موڑنے والے علماء صلحاء باقی ہیں ان حضرات کے ایمان اور علم وعمل کی قوت درجۂ کمال تک پہونچی ہوئی تھی اس لئے ان کی تعلیم وتدریس اور ان کے مواعظ میں کافی اثر تھا بلکہ ان کی ملاقات ان کی زیارت ان کے چہرۂ انور کا دیدار بھی ہدایت کا سبب بن جاتا تھا[1]

احکام شرعیہ سے ناواقفیت ایک مرض ہے اس کی مضرت جسمانی امراض سے کہیں زیادہ ہے۔ کہا جاتا

[1] غلام جیلانی شیخ العلماء ماہنامہ فیض الرسول جون ۷۶ء

ہے جسمانی امراض کے اطبار خدمت خلق زیادہ کرتے ہیں اور یہ سچ بھی ہے کہ ایمان کے ساتھ رضائے مولیٰ کی نیت سے جو اطبار یہ خدمت انجام دیتے ہیں وہ آخرت میں بڑے ثواب کے مستحق ہیں اس اعتبار سے روحانی علاج کرنے والے روحانی اطبا۔ (علمائے اہلسنت وصوفیائے کرام) نے بہت زبردست خدمت خلق انجام دی۔ لہٰذا یہ لوگ بڑے ثواب کے مستحق ہوں گے ان کی تعلیمی خدمتوں نے کروروں قلوب کی ویران دنیا کو آباد کردیا بے شمار مردہ دلوں کو زندہ کردیا یہ آسمان تعلیم وتدریس کے تابندہ ستارے ہیں جن کی ضیاباریوں سے لاکھوں ظلمت کدے تاباں ودرخشاں ہوگئے ان لوگوں نے اگر امرار واغنیار سے تعلقات استوار کئے تو دنیاوی جاہ وعزت حاصل کرنے کے لئے ان سے سہولتیں مہیا کرائیں اور مدارس دینیہ اور خانقاہوں کو ترقی دینے کے لئے ان کو خادم اور معاون بنایا، اغنیار وغربار دونوں جماعتوں کے ساتھ ان کا تعلق محض رضائے مولیٰ کے لئے تھا۔[1]

صوفیائے کرام وعلمائے عظام کی دعوت اعلائے کلمۃ اللہ کا یہ کرشمہ ہے کہ ہندو پاک کے ہزارہا باشندے دائرۂ اسلام میں داخل ہوگئے، یہاں کے اسلامی سلاطین نے اس طرف توجہ نہیں دی۔ یہ لوگ دوسری اصلاحات میں لگے رہے اس کمی کو اولیائے کرام وعلمائے اسلام نے پورا کیا۔ ان حضرات میں مشائخین قادریہ چشتیہ، سہروردیہ، نقشبندیہ پیش پیش رہے۔ آخری عہد کے صوفیوں میں **شعیب الاولیار شیخ المشائخ خواجہ صوفی شاہ محمد یار علی صاحب قبلہ** قدس سرہٗ العزیز کی ذات گرامی بھی نمایاں نظر آتی ہے آپ نے بوریہ نشینی کے باوجود عوام کی اصلاحات کی دینی تعلیم دلوائی، مسجد بنوائی۔ خانقاہ تعمیر کروائی۔ **دارالعلوم فیض الرسول** کی بنیاد ڈالی۔

زہے مسجد و مدرسہ خانقاہے   کہ دروے بود قیل وقال محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)[2]

شیخ المشائخ حضرت صوفی شاہ الحاج **محمد یار علی** صاحب قبلہ نور اللہ مرقدہٗ کا شمار ان پاکباز نیک نفس اور تقویٰ شعار ہستیوں میں ہوتا ہے جن پر دنیائے سنیت کو بجا طور پر فخر وناز ہے۔ شاہ صاحب نے زہد وتقویٰ کی صبح وشام بسر کرنے کے لئے اپنی خواہشات نفس کو جس انداز میں قابو میں کرلیا تھا اس کی مثال اس دور میں نہایت ہی کمیاب ہے محفل شریعت ہو یا منزل طریقت اپنے احتیاط وتقویٰ کا دامن کہیں بھی ہاتھوں سے نہیں جانے دیا اپنے نفس پر خدا کی عطا فرمودہ طاقتوں سے اس قدر اقتدار حاصل تھا کہ دیکھنے والے

---

[1] غلام جیلانی شیخ العلمار ماہنامہ فیض الرسول جون ۱۹۷۶ء [2] ایضاً

تصویر حیرت بن جاتے آپ کو اسلام کے احکام و فرائض کی ادائیگی اور معرفت و طریقت کے تقاضوں کا اس درجہ پاس و احترام تھا کہ اس کے مقابلہ میں دنیا کی عزیز سے عزیز تر بن چیزوں کو بالکل ہی نظر انداز فرما دیتے تھے آپ نے اپنے روحانی بزرگوں اور حق پسند علماء اہلسنت کی تربیت و تعلیم کی روشنی میں زندگی کی صبح و شام کا جو نظام الاوقات بنا لیا تھا اس پر حیات مستعار کی آخری گھڑیوں تک نہایت سختی کے ساتھ کاربند رہے[1]

اسم شریف۔ القاب۔ سن پیدائش و تاریخ وفات۔ و شجرۂ نسب۔

آپ کا اسم شریف "محمد یار علی" ہے اور آپ کا لقب ... شعیب الاولیاء، و شیخ المشایخ "تھا اہل علم کے طبقہ میں آپ انھیں القاب سے متعارف ہیں۔ آپ کی پیدائش کا سال ۱۳۰۷ھ ہے اور ۲۳ محرم الحرام ۱۳۸۷ھ مطابق ۴ رمئی ۱۹۶۷ء جمعرات کی شب میں ایک بج کر ۲۵ منٹ پر آپ کا انتقال ہوا اس حساب سے آپ کی عمر اسی ۸۰ سال ہوئی۔ شجرۂ نسب مندرجۂ ذیل ہے۔

شعیب الاولیاء حضرت صوفی شاہ محمد یار علی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ بن فجر علی بن خورشید علی بن خان محمد بن عبدالمنان بن عبدالرحمٰن بن خدا بخش بن سالار بخش بن محمد علی بن ہدایت علی بن جان محمد بن تاج محمد غازی بن محمد داؤد بن محمد قاسم بن سالار محمد تاج بن سالار محمد بن سالار سیف الدین سرخرد بن عطاء اللہ غازی بن طاہر غازی بن طیب غازی بن اشرف غازی بن عمر غازی بن ملک آصف غازی۔ بن شاہ بطل غازی۔ بن عبدالمنان غازی عرف فریدالدین بن محمد بن حنفیہ بن سیدنا علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم و رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم[2]

آپ کا حلیہ مبارک

وجیہ و شکیل متوسط قد، چہرۂ مبارک گول، آفتابی رخسار، بھرے ہوئے پیشانی، فراخ روشن، بینی پر نور متوسط، سر مبارک متوسط، رنگ گورا، چشمان مبارک درمیانی، ریش مبارک مشروع گھنی اور گول جس کے اکثر بال سفید ہو چکے تھے کچھ سیاہ بال باقی رہ گئے تھے، دندان مبارک صاف و شفاف، دستہائے مبارک متوسط نرم و نازک، سینۂ مبارک صاف اور فراخ پائے اقدس متوسط نرم و نازک، جسم مبارک نرم و گداز قدرے فربہ، رفتار صوفیانہ، لباس و وضع میں سادگی ہر بات میں بے ساختگی، خلوت و جلوت میں یکساں از سر تا بقدم ہر عضو موزون، آواز شیریں، گفتگو متوسط آواز سے کرتے۔ آپ کا کلام مختصر مگر جامع، ہونٹوں پہ تبسم، چہرے پہ ترحم جب کسی سے خلاف شرع امر

---

[1] فیضان اولیاء مطبوعہ کانپور [2] غلام جیلانی شیخ العلماء ماہنامہ فیض الرسول جون ۱۹۷۶ء

سرزد ہو جاتا تو اس کو آپ سرزنش فرماتے۔ الحب فی اللہ والبغض فی اللہ آپ کا شیوہ تھا۔

آپ کا لباس آپ کی وضع

سر پر سفید مخصوص صوفیائے کرام کی چار گوشوں والی ٹوپی۔ ململ، ادھی یا تنزیب کا سفید کرتا تقریباً نصف پنڈلی تک، المبا کرتے پر کبھی صدری استعمال فرماتے کبھی بغیر صدری کے پیرہن ہی پہ اکتفا فرماتے۔ تہبند مخطط (دھاری دار) اور خانے بڑے بڑے، سفید لباس آپ کو مرغوب تھا، رومال مدراسی جوڑے دار یا سفید تنزیب کا پھولدار رومال استعمال فرماتے جب موسم سرما ہوتا تو آپ اونی جبہ پہن کر نماز کے لئے آتے پنجوقتہ فرائض نماز صافہ باندھ کر پڑھتے۔ صافہ عموماً سفید ہی استعمال فرماتے صرف ٹوپی پہن کر بغیر صافے کے فرض نہیں پڑھتے نماز کے لئے کسی کو امام مقرر فرماتے تو آپ کی ہدایت و تاکید کے سبب صافہ باندھ کر امامت کرتے [1]

استقامت و تصلب فی الدین

استقامت علی الدین وہ کٹھن منزل ہے کہ خود اسے حدیث میں فرمایا گیا کہ کالقابض علی الجمرۃ جیسے ہاتھوں میں چنگاری پکڑنے والا۔ خود اہل معاملہ عارفانِ خدا نے فرمایا الاستقامۃ فوق الکرامۃ استقامت کرامت سے بڑھ کر ہے استقامت و تصلب فی الدین حضرت شاہ محمد یار علی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دفتر فضائل کا یہی سب سے درخشاں باب ہے۔ بستی اور گونڈہ دونوں اضلاع دیوبندیت و غیر مقلدیت کے گڑھ ہیں لیکن مولیٰ عزوجل نے مذہب اہل سنت و جماعت کی حمایت و صیانت، نشر و اشاعت کے لئے اسی خطہ کے ایک گمنام دیہات میں اس مرد حق آگاہ کو پیدا فرمادیا جس نے تنہا صرف اپنی روحانیت سے صرف اس علاقے میں سنیت کو وہ قوت عطا فرمائی کہ آج پورے ہندوستان میں زائد اہلسنت کے دینی مدارس انھیں دو اضلاع میں ہیں حضرت شاہ صاحب قبلہ کی یہ نمایاں خصوصیت ہے کہ انھوں نے ہمیشہ کھلم کھلا رد کو پسند فرمایا اور مہینوں حضرت شیر بیشۂ اہلسنت کو لے کر اپنے مریدین میں بستی بستی وعظ و تقریر کے اجلاس مقرر کرائے یہ سلسلہ ایک دو دن ہفتہ دو ہفتہ مہینہ دو مہینہ نہ رہا بلکہ برسوں قائم رہا سخت سے سخت خطرناک موقع پر بھی ساتھ نہ چھوڑا جس زمانے میں حضرت شیر بیشۂ سنت پر بھدرسہ ضلع فیض آباد کے وہابیوں نے مقدمہ دائر کر رکھا تھا حضرت شاہ صاحب کو جب اس مقدمے کی اطلاع ملی تو ایک خطیر رقم شیر بیشۂ سنت کو نذر کئے [2]۔

آپ کے متصلب فی الدین ہونے کی اس سے بڑی شہادت اور کیا درکار ہو سکتی ہے کہ حضرت

---

[1] غلام جیلانی شیخ العلماء، ماہنامہ فیض الرسول ستمبر ۲۰۰۲ء ملخصاً۔ [2] شریف الحق امجدی مفتی علامہ۔ ماہنامہ فیض الرسول جنوری فروری ۱۹۸۰ء

شیر بیشۂ اہلسنت مظہر اعلیٰ حضرت حضرت مولانا حشمت علی خاں صاحب قبلہ پیلی بھیتی علیہ الرحمۃ جو تصلب فی الدین اور استقامت کے پہاڑ شمار کئے جاتے ہیں برسوں آپ کی تعظیم و احترام فرماتے رہے اور حضرت شیخ العلماء مولانا غلام جیلانی اعظمی صاحب قبلہ شیخ الادب جو خود بھی بلند پایہ صاحب حال صوفی اور جلیل القدر سنی عالم دین تھے برسوں حاضر خدمت رہ کر حضرت موصوف الصدر کی قدم بوسی کرتے رہے اور مذکورہ دونوں بزرگوں سے خود میں نے (علامہ اعظمی علیہ الرحمہ) بلاواسطہ حضرت شیخ المشائخ کے فضائل و مناقب کا تذکرہ بارہا سنا ہے اور آج بھی اس کے سیکڑوں مشاہد زندہ ہیں وکفیٰ باللہِ شہیدا [1]

اتباع شریعت

حضرت شاہ صاحب اتباع شریعت کا پورا پورا خیال رکھتے تھے مجال نہیں کہ خلاف شرع کوئی امر سرزد ہو جائے اور کسی کو خلاف شریعت کوئی کام کرتے دیکھیں تو خاموش رہ جائیں نماز نہ صرف نماز بلکہ جماعت نہ صرف جماعت بلکہ تکبیر اولیٰ کا اتنا اہتمام کہ پینتالیس (۴۵) برس تک کبھی سفر و حضر میں تکبیر اولیٰ فوت نہ ہوئی بہت لمبے لمبے سفر بارہا کئے حرمین طیبین کی حاضری بھی دی بارہا بمبئی بھی گئے اور بیمار بھی رہے لیکن سفر ہو یا حضر۔ مسافرت ہو یا اقامت۔ ٹرین کا سفر ہے یا کسی اور سواری کا آپ کی کبھی نہ جماعت چھوٹی نہ تکبیر اولیٰ فوت ہوئی سفر میں خصوصاً ٹرین اور بسوں کے لمبے سفروں میں صرف نماز پڑھنا دشوار ہوتا ہے چہ جائے کہ جماعت۔ لیکن حضرت شاہ صاحب نے اپنے پینتالیس (۴۵) سالہ عمل سے ثابت کر دیا کہ اگر انسان عزم محکم رکھے خود سستی کاہلی نہ کرے تو جماعت و تکبیر اولیٰ کی پابندی متعذر نہیں حضرت شاہ صاحب کی وہ خصوصیت ہے کہ اس میں وہ اس زمانہ میں بلاشبہ منفرد ہیں اور یہ اتنا بڑا کمال ہے کہ اس کے مقابلہ میں ہزار سالہ خلوت گزینی و چلہ کشی ہیچ ہے۔ حضور سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کاشف الاستار شریف میں فرمایا ہے کہ لوگ اشغال و اذکار کے پیچھے رہتے ہیں سب سے بڑا ذکر مجاہدہ نماز با جماعت ہے۔ اتباع شریعت ہی کا ثمرہ تھا کہ علمائے کرام آپ کے سامنے جھک گئے۔ موجودہ مشائخ اہلسنت میں حضرت مفتئ اعظم ہند کے بعد جتنے علماء شاہ صاحب سے مرید ہیں کسی اور کے نہیں [2]

نماز باجماعت مع تکبیر اولیٰ کی پابندی کا پس منظر یوں ہے کہ حضرت شاہ محمد یار علی صاحب قبلہ ایک بار حضرت (سیدنا شاہ عبد اللطیف علیہ الرحمہ مرشد اجازت) کی خدمت میں حاضر ہوئے تو رخصت ہوتے وقت حضرت نے آپ کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں پکڑ کر فرمایا:۔

---

[1] عبد المصطفیٰ اعظمی علامہ شیخ الحدیث ماہنامہ فیض الرسول بتولی۔ جولائی، اگست ۸۲ء [2] شریف الحق امجدی مفتی علامہ ماہنامہ فیض الرسول جنوری، فروری ۱۹۸۰ء

"میاں نماز تو نماز جماعت تو جماعت جب تکبیر اولیٰ نہ چھوٹے یہی نماز اللہ سے ملادے گی"

حضرت شاہ عبد اللطیف صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے یہ الفاظ حضرت شاہ محمد یار علی صاحب قبلہ کے لئے پتھر کی لکیر بن گئے[1] آپ کا تدین مثالی تھا حتی کہ جن حضرات کو آپ کا فیض محبت ملا ان کو بھی شعیب الاولیاء کے خوان کرم سے دینداری کی مثالی دولت گراں مایہ نصیب ہوئی۔ علامہ بدر الدین احمد صاحب قبلہ رضوی علیہ الرحمہ کا اعتراف ہے کہ

"میں نے بفضلہٖ تعالیٰ ۱۱ سال حضرت کی زندگی مبارکہ کا زمانہ پایا جس سے دین کی تربیت میں مجھے بہت کچھ مدد ملی"[2]

آپ کا تواضع

آپ نرم خو، نرم دل منکسر المزاج، متواضع صفت تھے فروتنی و تواضع آپ کے اندر جذبۂ کمال تک پہونچی ہوئی تھی کبھی مجمع عام میں فرماتے کہ

"ہم گنہ گار سیہ کار ہیں ہم نے کچھ نہیں کیا آپ لوگ دعا کریں کہ آخرت میں نجات مل جائے"

آپ اپنے گھر کے بچوں کو بھی تواضع کی تعلیم دیتے رہے اسی کا اثر ہے کہ آپ کے صاحبزادے مولوی صوفی محمد صدیق احمد صاحب بایں ہمہ عظیم الشان عہدۂ سجادہ نشینی کے عموماً سنی علماء سے ملاقات کے وقت مصافحہ کے ساتھ ساتھ ان کی دست بوسی بھی کرتے اور آپ کے دوسرے صاحبزادے مولوی غلام عبد القادر صاحب بھی بایں ہمہ علم و فضل سنی علماء کی دست بوسی کرتے ہیں یہاں کے شہزادگان میں یہ تواضع حضرت شیخ المشائخ علیہ الرحمہ کی حسن تربیت کا اثر ہے[3]

روحانی تصرف

شعیب الاولیاء حضرت شاہ صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کے روحانی تصرف کے واقعات و کرامات بے شمار ہیں جو آپ کے مقرب بارگاہ خدا ہونے پہ شاہد عدل ہیں مگر کسی بزرگ شخصیت میں کشف و کرامات دیکھنے سے پہلے اس میں اتباع شریعت، استقامت، تصلب فی الدین کی تلاش از بس ضروری ہے کیونکہ در حقیقت وہی معیار بزرگی ہیں اس معیار پہ حضرت شیخ المشائخ کی ذات والاصفات پوری طرح منطبق تھی اور وثوق کے ساتھ یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ آپ مرتاض خاصان خدا میں سے تھے لیکن جہاں تک کشف و کرامات کا تعلق ہے حضرت شاہ صاحب قبلہ علیہ الرحمہ میں اس

---

[1] جلال الدین احمد امجدی مفتی علامہ ماہنامہ فیض الرسول نومبر ۶۵ء [2] غلام یحییٰ انجم ڈاکٹر مولانا تذکرہ علمائے بستی مطبوعہ مبارکپور

[3] غلام جیلانی شیخ العلماء ماہنامہ فیض الرسول نومبر ۷۶ء

کی بھی کمی نہیں حضرت علامہ مفتی شریف الحق امجدی صاحب سربراہ شعبۂ افتاء الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور رقمطراز ہیں کہ " خود میرے ساتھ ایک ایسا واقعہ گزرا ہوا ہے کہ میں اسے سوائے کرامت و تصرف کے اور کچھ نہیں کہہ سکتا۔ ابتداء شوال ۸۵ھ میں مجھے بعض بے بنیاد خبریں ملیں تو میں نے یہ طے کرلیا کہ میں براؤں کبھی نہیں جاؤں گا اگرچہ تحقیق کے بعد یہ خبریں بالکل غلط ثابت ہوئیں اسی سال حضرت مفتیٔ اعظم ہند قبلہ نے بھی فیض الرسول کے سالانہ جلسہ میں شرکت کی دعوت منظور فرمالی تھی جو یکم ذی قعدہ کو ہوا کرتا تھا حضرت کے کلمات سے ایسا ترشح ہوا کہ حضرت اس سفر میں کفش برداری کے لئے مجھی کو لے جانا چاہتے ہیں میں لے واقعہ عرض کرکے نہایت صفائی سے عرض کردیا کہ میں براؤں نہیں جاؤں گا حضرت مفتیٔ اعظم ھند قبلہ سلطان وقت ہیں انھیں خدام کی کیا کمی برادرم محمد ناصر صاحب حضرت کے ساتھ جانے کے لئے تیار ہوگئے لیکن عجب بات ہوئی کہ میں نے اپنی فطری تند مزاجی کی بنا پر یہ کہہ دیا تھا کہ براؤں نہیں جاؤں گا لیکن جب وہ وقت قریب آیا تو عجیب اضطراب پیدا ہوگیا اور دل کھینچنے لگا مگر کسی ہوئی بات کا تقاضا اور اپنی کہی ہوئی بات کا پاس کہ اب میں براؤں جانا بے غیرتی سمجھتا تھا لہٰذا ایک دفعہ منہ سے نکل گیا کہ میں تو نہ جاؤں گا شاہ صاحب، صاحب تصرف ہیں تو خود بلالیں۔ حضرت کی روانگی ۲۹ رشوال کی شب میں لکھنؤ ایکسپریس سے تھی جو تین بجے صبح بریلی سے چھوٹتا تھا۔ ناصر میاں تیار ہوگئے سامان لے کر عشاء کے وقت ہی آگئے اور اب میرے جانے کا کوئی سوال ہی نہیں لیکن دو بجے روانگی کے وقت رکشہ آیا سامان زیادہ تھا اس لئے دو رکشے آئے ایک میں سامان کے ساتھ ناصر میاں بیٹھ گئے دوسرے میں تنہا حضرت مفتی اعظم بیٹھے میرا اسٹیشن بھی جانے کا ارادہ نہیں تھا لیکن حضرت کو رکشے میں تنہا اسٹیشن جانا مجھے مناسب معلوم نہ ہوا میں حضرت کے ہمراہ رکشے میں بیٹھ گیا اس نیت سے کہ گاڑی میں بیٹھا کر میں واپس چلا آؤں گا ناصر میاں اچھے خاصے تندرست تھے جب ہم اسٹیشن پر پہونچے تو وہ کمر پکڑے ہوئے بے چین ہیں معلوم ہوا کہ درد گردہ ہو رہا ہے اب کیا کیا جائے وقت اب اتنا نہیں کہ کسی اور کو ساتھ کیا جائے مجھے خیال آیا کہ یہ اتفاقی بات نہیں بلکہ مجھے بلانے کا بہانہ ہے میں باوجود بے سروسامانی کے نہ بستر ہمراہ ہے اور نہ سوائے بدن کے اور کپڑے ہیں میں حضرت کے ہمراہ براؤں شریف آگیا۔ ناصر میاں اسٹیشن ہی پر ایک صاحب کے حوالے کردیئے گئے کہ وہ انھیں صبح تک آرام سے رکھیں صبح کو گھر پہونچا دیں صبح ہوتے ہوتے ناصر میاں کا درد کافور ہوگیا۔

بتائیے اسے میں سوائے کرامت کے اور کیا کہوں میرے محب و مخلص جناب مولانا مفتی قاضی

عبد الرحیم صاحب بھی گھر جاتے ہوئے ساتھ ہو گئے تھے۔ وہ ان سب باتوں کے چشم دید گواہ ہیں ان وجوہ کی بنا پر میں بلا جھجک کہہ سکتا ہوں کہ حضرت شاہ صاحب کی ذات اس زمانے میں کبریت احمر سے بھی زیادہ قیمتی تھی آپ بلاشبہ مسند ارشاد و ہدایت پر اسلاف کرام کے سچے جانشین تھے [۱]

شیخ المشائخ کا عظیم علمی کارنامہ دار العلوم فیض الرسول کا قیام

علوم دینیہ کی نشر و اشاعت سے آپ کو بڑی دلچسپی تھی مدارس اسلامیہ کی ضرورت و اہمیت پر کافی زور دیتے ہوئے فرماتے۔

"تعلیمی ادارے قائم کرنا بڑے ثواب کا کام ہے اول اس لئے کہ شریعت کے بغیر طریقت نہیں حاصل ہو سکتی۔ دوسرے اس لئے کہ انبیاء و مرسلین صرف نماز روزے اوراد وظائف ہی کے لئے دنیا میں نہیں تشریف لائے بلکہ عبادات و اعمال کے ساتھ دینی تعلیمات کی اشاعت کے لئے بھی بھیجے گئے نماز روزے اور اوراد و وظائف سے آدمی خود تو سنبھل سکتا ہے لیکن دوسروں کو سنبھالنے کے لئے علم دین کی ضرورت ہے۔"

اس ضرورت کے تحت آپ نے اپنی خانقاہ میں دار العلوم فیض الرسول کی بنیاد رکھی اور اپنی حیات ہی میں اسے پروان پڑھانے کی کامیاب جد و جہد کی [۲] ـــــــــ شیخ العلماء علامہ غلام جیلانی اعظمی علیہ الرحمہ نے ایک بار عرض کیا کہ جس دار العلوم کا افتتاح آپ نے کیا اس کا نام دار العلوم فیض الرسول رکھا اس کا نام دار العلوم یار علویہ رکھا جاتا تو کیا حرج تھا؟ اس پر آپ نے ارشاد فرمایا کہ

"درس و تدریس کا یہ دینی ادارہ ہے درحقیقت رسول اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا فیض ہی فیض ہے اس کا نام دار العلوم فیض الرسول ہونا ہی مناسب ہے کہ اسم بامسمیٰ ہو جائے اپنے نام و نمود کو دخل دینے سے اخلاص باقی نہیں رہتا اس سے حُبّ جاہ، حُبّ شہرت پیدا ہوتی ہے عجب و خود پسندی کا ظہور ہوتا ہے کبر و غرور اور رعونت کا تسلط ہو جاتا ہے یہ آفات و بلایا ہیں تواضع نعمت ہے [۳]"

اور اسی جذبۂ اخلاص کی تاثیر تھی کہ جب شہزادۂ سرکار اعلیٰحضرت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ والرضوان

---

[۱] شریف الحق امجدی مفتی علامہ ماہنامہ فیض الرسول جنوری فروری ۱۹۸۰ء [۲] وارث جمال قادری مولانا ماہنامہ قاری دہلی ستمبر ۱۹۸۸ء [۳] غلام جیلانی شیخ العلماء علامہ ماہنامہ فیض الرسول دسمبر ۱۹۷۶ء

براؤں شریف تشریف لائے تو واپس ہو کر بریلی شریف سے اپنا درج ذیل تاثراتی مکتوب حضرت شیخ المشائخ کے نام ارسال فرمایا۔

"محب سنت مخلص مبلغ مذہب اہلسنت مسلک امام اہلسنت اعلیٰحضرت علیہ الرحمہ جناب شاہ محمد یار علی صاحب دام بالمواہب وحضرات مدرسین اساطین دین وجمیع اراکین خدام ملت وطلباء علوم شریعت سلمہم ربہم وصانہم عن الشرور والفتنۃ ۔ وعلیکم السلام ثمہ السلام علیکم رحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔

طالب خیر بحمدہٖ تعالیٰ مع الخیر ________ حضرت شاہ صاحب کی کرم فرمائیوں ان کے صاحبزادہ بلند اقبال کی عنایتوں اور مدرسین واراکین وطلباء وخدام مدرسہ فیض الرسول کی محبتوں کی یاد کو دل کی گہرائیوں میں لئے ہوئے وطن پہنچا فیض الرسول کو دیکھ کر معلوم ہوا کہ واقعی یہ فیض الرسول ہے (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وصحبہ وسلم) مولائے کریم عزوجل اسے روز افزوں ترقیاں بخشے اور اس کے فیوض کو عام تر فرمائے دل بہت مسرور ہوا تعلیم اچھی تربیت بہتر سنیت کی تبلیغ، رضویت کی اشاعت، سنت کی ترویج کا جذبہ جو فیض الرسول میں پایا کہیں نہ پایا۔ اس فقیر بے توقیر کا اعزاز واکرام نسبت اعلیٰحضرت کے سبب فرمایا جو اس کی حیثیت سے کہیں زیادہ تھا اور پھر یہ کہ بعض نے فرمایا کہ ہم کچھ خدمت نہ کر سکے طلبہ سے جو عہد لے کر داخل کیا جاتا ہے بعد فراغ وہ عہد سند میں لکھا ہوتا ہے جو طالب علم پڑھ کر اہل جلسہ کو سنا کر اس پر گواہ کر لیتا ہے یہ ایسی بے مثال چیز ہے جو اور سنی مدارس تو اور خود مرکز اس ضروری امر کی طرف توجہ نہ کر سکا اس سے فقیر بہت زیادہ متاثر ہوا جگہ جگہ اس کا فقیر نے ذکر کیا شاہ صاحب اور مدرسین کو ہر جگہ دعا کے ساتھ یاد کیا۔[1] والسلام

فقیر مصطفیٰ رضا غفرلہٗ ۱۵ ذی الحجہ ۱۳۸۵ھ

آپ نے دار العلوم فیض الرسول کی بنیاد رکھی اور اس کی تعمیر و ترقی پر پوری توجہ دی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑی سی مدت میں یہ ادارہ اہلسنت کا مرکزی ادارہ بن گیا آج اس دار العلوم میں اہلسنت کے وہ ممتاز علماء خدمت درس پہ مامور ہیں جو علم وفضل ورع وتقویٰ وتصلب فی الدین میں ممتاز حیثیت کے مالک

---

[1] مصطفیٰ رضا مفتیٔ اعظم علامہ شہزادۂ اعلیٰحضرت مکتوب بنام شیخ المشائخ ماہنامہ فیض الرسول اگست ۱۹۶۶ء

ہیں جس کی وجہ سے وہاں کے فارغ التحصیل علماء کا ملک میں ایک خاص وقار ہے[1] یہ دینی درسگاہ حضرت کی حیات ظاہری میں آپ کی توجہ کامل سے اور اب آپ کی روحانی تصرفات سے ملک کے ان عظیم اداروں میں ایک جن کی تعلیم و تربیت مثالی حیثیت رکھتی ہے بلکہ طلبہ کی پرورش و پرداخت اور مہمانوں کی ضیافت میں "فیض الرسول" کو اس خصوص میں بھی درجۂ امتیاز حاصل ہے۔ مجھے (مولانا ڈاکٹر فضل الرحمن شرر مصباحی لکچرار طبیہ کالج دہلی اپنا واقعہ تحریر کرتے ہیں) اپنے دور طالب علمی کا ایک واقعہ ہمیشہ یاد رہے گا میں دار العلوم اشرفیہ مبارکپور میں متوسطات کا طالب علم تھا رمضان شریف کی تعطیل کلاں میں ایک طالب علم کسی ضرورت سے مبارکپور آئے اور مدرسہ میں قیام کیا اسی اثناء میں ایک قصباتی تہمد (تہ مند) پہنے ہوئے آ گیا جس کے بخیہ کی سلائی والا حصہ اوپر کو تھا مہمان طالب علم کی نظر پڑ گئی اور قصباتی کو شرعی مسئلہ سے آگاہ کرنے کے لئے کہا کہ قمیص تہمد وغیرہ کو الٹا پہننا مکروہ ہے اور استشہاداً کئی کتابوں کے نام گنا دیئے میں اس مسئلے کو پوری کوشش کے بعد خالص تہذیبی نقطۂ نظر سے دیکھ رہا تھا اور حاصل وہی تھا جو مہمان طالب علم کا مقصود کلام تھا لیکن اس طرح مسائل کے جزئیات کی واقفیت کسی طالب علم کے اعلیٰ معیار کو ظاہر کرتی ہے یہ اسی درسگاہ کے طالب علم تھے جس فیض الرسول کے نام سے ہر کہ و مہ جانتا ہے۔[2]

اور فیض الرسول کے فیضان کی برکت ہے کہ بستی، گونڈہ، نیپال کے بارڈر سے لے کر اندرون نیپال تک علم کا اجالا ہی اجالا ہے، گاؤں گاؤں مدرسے، مکاتب اور علمائے دین کی بہتات ہے۔ علاقائی و ضلعی سطح سے بہت آگے دور دور تک اندرون ملک فیض الرسول کا چشمۂ فیض جاری و ساری ہے اور اب تو بیرون ملک بھی فیض الرسول کے فیض کا چشمۂ سیال لہریں لینے لگا ہے اللھم زد فزد۔ اس مرد خدا مست کے اخلاص بے پایاں کا نتیجہ ہے کہ فیض الرسول آج اسلامی علوم کا ایک شہر بن چکا ہے اپنی چند در چند امتیازی خصوصیات کی بنیاد پر ہندوستان بھر میں وہ اپنی مثال آپ ہے آج پورے ملک میں الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور کے بعد اپنے مالہ و ماعلیہ کے اعتبار سے اپنی نوعیت کا وہ منفرد ادارہ ہے۔ عوام تو دور رہے خواص کو بھی جانے دیجئے اخص المخصصین کا وہ طبقہ جن کی شخصیت آفاقی اور جن کے فکر و نظر پر سواد اعظم اہلسنت و جماعت کو اعتماد ہے ان کا اعتراف و رجوع اس بات کا غماز ہے کہ اس مرد خدا آگاہ کے اخلاص بے پایاں کی جڑیں بہت گہری ہیں۔[3]

---

[1] شریف الحق امجدی مفتی علامہ ماہنامہ فیض الرسول جنوری فروری ۱۹۸۰ء [2] فضل الرحمن شرر مصباحی ڈاکٹر مولانا۔ ماہنامہ فیض الرسول جون، جولائی، اگست ۱۹۸۲ء۔ [3] وارث جمال قادری مولانا ماہنامہ قاری ستمبر ۱۹۸۸ء مطبوعہ دہلی۔

اہل سنت کی یہ امتیازی شان رکھنے والی درسگاہ دینی خدمات کی ایک طویل دستاویز ہے یہ سچ کہ اس کا مل وقوع بعض معمولی دشواریوں اور پیچیدگیوں کا حامل ہے مگر اس سے بڑا سچ یہ ہے کہ شہر کی گھما گھمی اور نیرنگی تعلیم وتربیت میں سخت حارج ہوتی ہے جو قیام مدرسہ کا اولین مقصد ہے آپ نے اس خطہ دورافتادہ کو سارے ہندوستان کا مرجع و مرکز بنا دیا اور اس طرح علماء کو خانقاہ سے اور عوام کو مدرسہ سے قریب ہونے اور فیضیاب ہونے کا موقع فراہم کیا[1]

وصال شعیب الاولیاء شیخ المشائخ نے اپنی پوری زندگی خدمت دین اعلائے کلمۃ الحق اور روحانی فرائض کی بجاآوری میں بسر کرتے ہوئے ۲۲ محرم الحرام ۱۳۸۷ھ مطابق ۴ مئی ۱۹۶۷ء کا دن گذار کر شب میں ایک بجکر ۱۵ منٹ پر نماز عشاء باجماعت ادا کرنے کے بعد ایک بجکر پچیس منٹ پر مالک حقیقی سے وصال فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ براؤں شریف میں آپ کا مزار پاک مرجع خلائق اور منبع فیوض و برکات ہے اور ہر سال ۲۲ محرم کو آپ کا عرس نہایت اعلیٰ پیمانے پہ آپ کے فرزند، خلیفہ جانشین حضرت پیر طریقت علامہ **غلام عبد القادر علوی** صاحب قبلہ سجادہ نشین خانقاہ فیض الرسول و ناظم اعلیٰ دار العلوم کی نگرانی و انتظام میں منایا جاتا ہے جس میں ملک و بیرون ملک کے ہزار ہا ہزار عقیدت مند شریک ہوکر اپنے رہنما کو خراج عقیدت پیش کرتے ہیں اسی موقع پر آپ کی عظیم یادگار دار العلوم فیض الرسول کے تاریخی اجلاس میں فارغ التحصیل علماء و قراء و حفاظ کی رسم دستار بندی بھی ادا کی جاتی ہے۔

آپ کی اولاد آپ کی زوجۂ اولیٰ سے چار صاحبزادے (۱) صاحبزادہ مولوی محمد یعقوب مرحوم (۲) پیر طریقت مولانا صوفی شاہ محمد صدیق احمد صاحب علیہ الرحمہ سابق سجادہ نشین خانقاہ فیض الرسول (۳) مولوی علی حسین مرحوم (۴) صاحبزادہ مولوی فاروق احمد مرحوم سابق منیجر دار العلوم فیض الرسول اور دو صاحبزادیاں ۔ اور زوجۂ ثانیہ سے تین صاحبزادے (۱) پیر طریقت حضرت علامہ غلام عبد القادر علوی صاحب قبلہ سجادہ نشین خانقاہ فیض الرسول و ناظم اعلیٰ دار العلوم مذکور (۲) صاحبزادہ ڈاکٹر غلام عبد القادر ثالث بی، یو، ایم، ایس علیگ (۳) صاحبزادہ غلام عبد القادر رابع ایل، ایل، ایم علیگ اور دو صاحبزادیاں ۔

نورانی خواب اور قطب مدینہ کی تعبیر مولانا محمد حنیف عزیزی اعظمی نائب شیخ الحدیث دار العلوم محمدیہ بمبئی جو ۱۹۸۶ء میں اپنے سفر حج وزیارت پہ تھے بیان کرتے

---

[1] علیم اشرف مولانا سید طرابلس یونیورسٹی لیبیا ماہنامہ فیض الرسول ستمبر اکتوبر ۱۹۸۴ء

ہیں کہ راقم الحروف کو امسال حرمین طیبین کی حاضری نصیب ہوئی وہاں دستور یہ تھا کہ ایک ڈائری میں یومیہ حالات وکوائف پابندی سے درج کرتا ہمارے قافلہ میں ۲۲ زائرین تھے۔ محرم الحرام ۱۳۸۷ھ کے آخری عشرہ میں عارف ربانی مخدومی ومطاعی سیدی شاہ حضرت صوفی محمد یار علی صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان کو خواب میں دیکھا اور خوب جی بھر کر زیارت کی چہرہ انتہائی نورانی وتاباں زیر لب مسکراہٹ۔ عمامہ اور چہار جانب علماء طلبہ عوام وخواص کا بے پناہ مجمع ایسا معلوم ہوتا تھا کہ انوار الٰہی وبرکات نبوی کی مسلسل بارش ہو رہی ہے اور ایک طرف سیدی ومرشدی الحاج علامہ عبد العزیز صاحب قبلہ کھڑے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب قبلہ کا لوگ کھڑے انتظار کر رہے ہیں اور فجر کی نماز کا انتظار ہو رہا ہے یک بیک یہ خیال گذرا کہ اتنا کثیر مجمع اور علماء وعوام کا اجتماع۔ اس مقام پر فوراً ہی جواب بھی سمجھ میں آگیا کہ کیوں نہ ہو کہ ایک عارف باللہ وعاشق رسول کا مسکن ووطن ہے۔ ہمارے قافلہ کے صوفی محمد صدیق صاحب دہلوی نے مجھے بیدار کیا اٹھا اور خواب بیان کیا اور بتایا حرم محترم مکہ میں حضرت کی زیارت مسرت وبرکت ہے اور ان کی مقبولیت کی دلیل ہے لیکن پریشانی بھی ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت قبلہ کا انتقال ہو چکا ہے تاریخ نوٹ کر لی گئی پھر صبح کو اطلاع ملی مدینہ طیبہ روانگی ہے مدینہ پاک میں سیدنا امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ کے خلیفہ برحق حضرت علامہ ضیاء الدین صاحب مہاجر مدینہ کی خدمت میں حاضری دی اور حضرت شاہ صاحب قبلہ کے بارے میں جو خواب دیکھا تھا اس کی تعبیر دریافت کی آپ نے فرمایا "**ہاں ایسا ہی معلوم ہوتا ہے وہ حق تعالیٰ کے ولی ہیں**"۔ بمبئی واپسی ہوئی تو حضرت شاہ صاحب قبلہ (علیہ الرحمہ) کے خلیفہ مولانا محمد صدیق احمد صاحب قبلہ سے ملاقات ہوگئی آپ نے بھی ۲۲ محرم الحرام فرمایا۔ برجستہ میں نے کہا کہ حرمین طیبین کی زیارت وسفر عشق ومحبت وہاں ایک عارف ربانی کی زیارت اور ان کے جلو میں علماء طلبہ اور عوام وخواص کا بے پناہ ہجوم اور چہرہ دمکتا ہوا اور فجر کا وقت اور عمامہ زیب سر اور مسکراہٹ زیر لب گویا یہ سب بتا رہے تھے۔

الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب۔[1]

شعیب الاولیاء کے مشایخ

شیخ المشائخ شعیب الاولیاء حضرت شاہ محمد یار علی صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو سلسلہ عالیہ قادریہ وسلسلۂ چشتیہ نظامیہ وسلسلۂ نقشبندیہ وسہروردیہ کے مشایخ کرام سے خلافت واجازت حاصل تھی آپ کو آپ کے مشایخ کرام نے اپنے کمالات باطنی

---

[1] محمد حنیف عزیزی اعظمی مولانا ماہنامہ فیض الرسول اگست، ستمبر ۱۹۶۷ء

واسرار معنوی سے خوب خوب نوازا تھا جس کا فیضان آج بھی جاری وساری ہے۔

مرشد بیعت حضرت شاہ محبوب علیؒ صاحب قبلہ علیہ الرحمہ آپ کے مرشد بیعت ہیں جو سلسلۂ قادریہ کے مسلم الثبوت بزرگ تھے آپ ان کے دست اقدس پر بیعت ہوئے اور ان سے خلافت و اجازت حاصل کی اور ایک عرصہ تک آپ کی خدمت میں رہ کر روحانی فیوض وبرکات سے مستفید ہوئے حضرت شاہ محبوب علی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کا مزار پاک ڈھلمئو شریف ضلع فیض آباد میں ہے جو مرجع خلائق ہے اور ایک عالم آپ کے فیوض وبرکات سے مالامال ہو رہا ہے۔ آپ نہایت متواضع اور منکسر المزاج بزرگ تھے عزلت پسندی وگوشہ نشینی کے باوجود بھی حیات ظاہری میں آپ کے کشف وکرامات کا ذکر سن کر کشاں کشاں لوگ جوق در جوق آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر بلا واسطہ فیضیاب ہوتے تھے اور بعد وصال بھی حضرت شاہ محمد یار علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی آفاقی شہرت کے سبب لاکھوں لوگ داخل سلسلہ ہوکر بالواسطہ مستفید ہوئے اور رہتی دنیا تک مستفیض ہوتے رہیں گے۔

مرشد اجازت حضرت شعیب الاولیاء کو سلسلۂ عالیہ چشتیہ میں اپنے وقت کے عظیم ترین بزرگ قطب الاقطاب حضرت شاہ عبد اللطیف صاحب قبلہ سے خلافت واجازت حاصل تھی حضرت قطب الاقطاب اتباع سنت اور احیاء ملت کی وجہ سے اپنے معاصر بزرگان دین میں امتیازی شان کے حامل تھے غالباً یہی وجہ تھی کہ حضرت قطب الاقطاب سے (سفر بریلی کے موقع پر) امام اہلسنت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بوقت ملاقات نہایت اعزاز واکرام سے پیش آتے اور پہلو بہ پہلو بیٹھ کر گھنٹوں شریعت و طریقت کے رموز واسرار پر گفتگو فرماتے تھے آپ کی نظر کیمیا اثر ہی کی تاثیر ہے کہ آپ کی بارگاہ سے اکتساب فیض کے بعد حضرت شعیب الاولیاء کی اتباع شریعت واستقامت فی الدین میں وہ نکھار پیدا ہوا کہ اپنے اس وصف میں وہ اپنے اکثر معاصرین واقران پر سبقت لے گئے[۱] ایک سو تیس ۱۳۰ سال کی عمر میں جب کہ آپ مرض الموت میں مبتلا تھے ضعف ونقاہت اس درجہ کہ دوسرے کے سہارے پر بھی دو قدم چلنے سے معذور تھے مگر اس حالت میں بھی نماز باجماعت کے اس قدر پابند تھے کہ کبھی تکبیر اولیٰ نہ فوت ہوئی۔ آپ باکرامت بزرگ اور خدا رسیدہ ولی تھے آپ سے سیکڑوں کرامتوں کا ظہور ہوا انھیں کرامتوں میں سے ایک روشن کرامت یہ ہے کہ حضرت شعیب الاولیا شاہ محمد یار علی علیہ الرحمہ جب ایک بار آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو رخصت

---

[۱] عارف اللہ ملک مولانا ماہنامہ فیض الرسول ستمبر، اکتوبر ۸۴ء

ہوتے وقت آپ نے حضرت شاہ صاحب کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر اس طرح ارشاد فرمایا کہ
"میاں نماز تو نماز، جماعت تو جماعت، جب تکبیر اولیٰ نہ چھوٹے اور یہی نماز اللہ تعالیٰ سے ملادے گی"

حضرت شاہ عبد اللطیف صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کی زبان مبارک سے ادا ہونے والے یہ چند جملے حضرت شاہ محمد یار علی صاحب قبلہ قدس سرہٗ کے لئے پتھر کی لکیر بن گئے اس واقعہ کو کم و بیش اڑتالیس سال گذر گئے تھے لیکن سفر و حضر اور سخت سی سخت بیماری کی حالت میں بھی شیخ طریقت کے ناصحانہ کلمات کو اپنی زندگی کا اہم معمول بنائے رہے یعنی نماز تو نماز، جماعت تو جماعت کبھی تکبیر اولیٰ بھی آپ سے فوت نہ ہوئی[1]

جو بات دل سے نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

(۲) سلسلۂ نقشبندیہ سہروردیہ میں آپ کو حضرت شاہ عبد الشکور صاحب قبلہ جھونسوی علیہ الرحمۃ والرضوان سے بھی خلافت و اجازت حاصل تھی حضرت شاہ عبد الشکور صاحب قبلہ علیہ الرحمہ اپنے وقت کے صاحب کشف و کرامت و صاحب تصرف بزرگ تھے۔ جھونسی شریف اتر پردیش کے مشہور شہر الہ آباد کے قریب ایک مشہور قصبہ ہے[2]

آپ کے خلفاء

حضرت شیخ المشائخ نے صرف چند ہی خوش نصیب حضرات کو اپنی اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا جن کے اسماء مختصر تعارف کے ساتھ درج ذیل ہیں۔

(۱) پیر طریقت مجاہد سنیت حضرت صوفی شاہ محمد صدیق احمد صاحب علیہ الرحمہ (سابق سجادہ نشین خانقاہ فیض الرسول و ناظم اعلیٰ دار العلوم)

آپ کی شخصیت حضرت شعیب الاولیاء کی بہت سی خصوصیات کے مظہر تھی آپ کی عبادت و ریاضت تقویٰ و طہارت تصلب فی الدین یہ وہ آئینے ہیں جن میں حضرت شاہ صاحب قبلہ کی جھلک ملتی تھی آپ نے ان تمام روایات کو زندہ رکھنے کی کوشش کی جو حضرت علیہ الرحمہ کے اخلاق و کردار کے لئے طرۂ امتیاز تھیں۔ سلسلہ عالیہ قادریہ، چشتیہ، یار علویہ کی توسیع میں آپ کا نمایاں کردار رہے۔ آپ کی عبادت و ریاضت و تصلب فی الدین کو

---

[1] جلال الدین احمد امجدی مفتی علامہ ماہنامہ فیض الرسول نومبر ۶۵ء
[2] عارف اللہ ملک مولانا ماہنامہ فیض الرسول ستمبر، اکتوبر ۹۴ء

دیکھ کر حضرت شیر بیشۂ اہلسنت مولانا حشمت علی خان صاحب و حضرت علامہ الحاج الشاہ مصطفےٰ رضا خاں صاحب مفتیٔ اعظم ہند رحمہا اللہ تعالیٰ علیہ نے خلافت وا جازت مرحمت فرمائی آپ یار علوی حضرات اور عام مسلمانان اہلسنت کے ماحول میں حضرت خلیفہ صاحب قبلہ کے لقب سے معروف ومشہور ہیں [۱] آپ نے طویل علالت کے بعد ۱۸ رجب المرجب ۱۴۱۲ھ مطابق ۲۴ جنوری ۱۹۹۲ء جمعہ کا دن گذار کر شب میں تقریباً ۲ بجے داعی اجل کو لبیک کہا اور مالک حقیقی سے وصال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ٥ ـــــ دار العلوم اور اس کے متعلق اداروں اور محبین ومتوسلین کے لئے یہ حادثہ قیامت سے کم نہ تھا کیونکہ دار العلوم کا وہ عظیم محسن اس سے رخصت ہوگیا جس نے اپنی پوری زندگی ادارہ کی ترقی وفروغ کے لئے مسلسل جدوجہد کے ساتھ وقف کر رکھی تھی [۲] ـــــ حضرت خلیفہ صاحب کے انتقال کے بعد صاحبزادہ اکبر وخلیفہ ومجاز مولانا غلام عبد القادر صاحب چشتی نائب مہتمم دار العلوم آپ کے جانشین ہیں۔

(۲) پیر طریقت حضرت پیر عبد المتین صاحب قبلہ مدظلہ۔ آپ حضرت شعیب الاولیاء کے مرشد بیعت حضرت شاہ محبوب علی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کے چھوٹے صاحبزادے ہیں اس خصوصیت کی بناء پر حضرت شعیب الاولیاء کی خصوصی توجہ ان پر رہی چنانچہ موصوف براؤں شریف میں شعیب الاولیاء کے زیر تربیت رہ کر ظاہری وباطنی علوم ومعارف سے بہرہ مند ہوئے اور حضرت شعیب الاولیاء نے ان کو خلافت واجازت مرحمت فرما کر نوازا اور آپ محبوبی وعلوی فیوض وبرکات کے طفیل ایسے نکھرے کہ تقویٰ و طہارت مزاج کی سادگی کی علامت بن گئے۔ تقدس آپ کے چہرے سے مترشح ہوتا رہتا ہے عوام سے دوری اور ایک طرح کی بروقت عزلت نشینی کے باوجود خواص کے ایک کثیر طبقہ کے مرجع عقیدت ہیں اور عوام وخواص میں یکساں عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں مولیٰ تعالیٰ آپ کے سایۂ عاطفت کو وابستگان سلسلہ پر دراز فرمائے (آمین) [۳]

(۳) پیر طریقت قائد اہلسنت حضرت علامہ غلام عبد القادر صاحب قبلہ علوی سجادہ نشین خانقاہ فیض الرسول وناظم اعلیٰ دار العلوم

حضور شعیب الاولیاء نے انھیں اپنے دور اخیر میں اجازت وخلافت کی گراں بہا نعمت واعزاز سے نوازا چنانچہ

---

[۱] عارف باللہ ملک مولانا ماہنامہ فیض الرسول ستمبر، اکتوبر ۱۹۸۳ء [۲] روداد دار العلوم فیض الرسول فروری ۱۹۹۱ء تا دسمبر ۱۹۹۱ء [۳] عارف باللہ ملک مولانا ماہنامہ فیض الرسول ستمبر، اکتوبر ۱۹۸۳ء

ہی سے موصوف پر حضرت علیہ الرحمہ کی خصوصی شفقت وغایت درجہ محبت کا غیر معمولی انداز جہاں دیگر معتقدین کے لئے باعث حیرت تھا وہیں دیگر صاحبزادگان کے لئے باعث رشک بھی تھا حضور کی اس غیر معمولی شفقت وپیار پر متحیر حضرات کے تحیر کو دور کرنے کے لئے ایک بار حضرت نے مریدین معتقدین کے بیچ "بچو میاں" کو اپنی آغوش شفقت میں لے کر پیار کرتے ہوئے فرمایا کہ

"مجھے اپنے اس بچے پر ناز ہے اور دینی خدمات کے سلسلہ میں میری اس سے بہت سی توقعات وابستہ ہیں۔"

غالباً شعیب الاولیاء کی روحانیت کا یہ صدقہ ہے کہ موصوف کو علوم ظاہری میں ایسا کمال حاصل ہے جو آج کل کے خانقاہی صاحبزادگان کی موجودہ علمی صلاحیت وقابلیت کو دیکھتے ہوئے ایک انوکھی بات ہے۔[1] آپ نے ۱۳۹۵ھ میں درس نظامی کی تکمیل کی مولانا علوی صاحب کو سند فضیلت کے ساتھ ساتھ سند تجوید و قرأت بھی تفویض ہوئی موصوف نے فراغت کے بعد بھی حصول علم کا جذبہ جوان رکھا اور فراغت سے پہلے اور بعد آپ نے مندرجہ ذیل امتحانات دیئے۔ مولوی، عالم، فاضل (دینیات) فاضل (ادب) فاضل (معقولات) فاضل (طب)، منشی، کامل (تاریخ ادبیات ایران ومعقولات) کامل (انگلش) کامل (ہندی)۔ ان اسناد سے آپ کے علمی ذوق وشوق کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ موصوف نے یوں تو ہر فن کو محنت اور لگن سے پڑھا ہے مگر منطق سے خصوصی دلچسپی رہی ہے چنانچہ جب آپ نے فراغت کے بعد اسی ادارہ میں بحیثیت استاد کام کرنا شروع کیا تو اکثر معقولات ہی کی کتابیں زیر تدریس تھیں جب تمام مروجہ درسی کتب پڑھا چکے تو دفعتہً مزاج میں کچھ اس طرح تبدیلی ہوئی کہ بجائے منطق وفلسفہ کے علوم نقلیہ بالخصوص فقہ سے طبیعت مانوس ہوئی اور تمام تدریسی زور اسی پر صرف کرنا شروع کیا اس فن سے اس قدر مانوس ہوئے کہ ایک سال کی عبوری مدت میں بحیثیت مفتی دارالعلوم کے افتاء کی ذمہ داری بھی سنبھالی مگر اپنے تبلیغی دوروں اور دیگر مصروفیات کے سبب یہ خدمت ایک سال سے زیادہ انجام نہ دے سکے۔ دارالعلوم فیض الرسول میں آپ نے کل دس سال تک تدریسی خدمات انجام دیں[2] اپنی مدت تدریس کے دوران متوسطات و منتہیات کی اکثر کتابیں عمدہ طریقے پر پڑھا چکے ہیں انداز تفہیم کیا کہنا سبحان اللہ اور صرف تدریس ہی نہیں بلکہ صحافت میں ملک وبیرون ملک رسائل وجرائد میں وقتاً فوقتاً آپ کے مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں

---

[1] عارف اللہ ملک مولانا ماہنامہ فیض الرسول ستمبر اکتوبر ۱۹۹۴ء [2] غلام یحییٰ انجم ڈاکٹر مولانا تذکرہ علمائے بستی مطبوعہ مبارکپور

اور بحیثیت مدیر ماہنامہ فیض الرسول کو نکھارنے اور اس کا معیار بلند کرنے میں آپ کی ذات کلیدی ہے۔
دارالعلوم فیض الرسول کی تعلیمی و تعمیری سرگرمیوں کو تیز تر کرنے کے لئے جامعہ کی منزل تک پہنچانے میں شب و روز مصروف عمل ہیں لیے اشاعت دین حق کی خاطر تبلیغی دورے بھی کرتے ہیں بیرون ہند کا بھی تبلیغی سفر کرتے ہیں مسلک اعلیحضرت کے دفاع میں ہونے والے مناظروں میں بھی پہنچتے رہتے ہیں بیھن گا واں اشکرولی کا تاریخی مناظرہ اس میں بھی آپ کی شرکت رہی، چوکھڑا اور بڑھنی جھنڈا نگر کے مناظرے میں بھی آپ کی عمودی حیثیت رہی بارہا آپ نے سیاسی و قومی اجتماعات میں بھی شریک ہوکر موقف اہلسنت کی وضاحت کی۔
موصوف مستحکم عزم و ارادہ کے مالک ہیں اور اسلام و سنیت کی ہمہ گیر پیمانے پر نشر و اشاعت کا عزم رکھتے ہیں تمام سلاسل کی اجازت و خلافت آپ کو حاصل ہے والد ماجد کے علاوہ سید العلماء حضرت سید شاہ آل مصطفٰے صاحب قبلہ برکاتی علیہ الرحمہ سے بھی اجازت ملی ہے حضرت شیخ العلماء نے رسالہ مبارکہ "النور والبہا فی اسانید الحدیث وسلاسل الاولیاء" کی جملہ اجازتیں عطا فرمائیں [۱] اسی طرح سلسلۂ رضویہ ضیائیہ و سلسلۂ رضویہ مصطفویہ کی بھی آپ کو اجازت حاصل ہے۔
پیر طریقت مولانا صوفی شاہ محمد صدیق احمد صاحب سجادہ نشین خانقاہ فیض الرسول (وقف) کے انتقال کے بعد حضرت شعیب الاولیاء علیہ الرحمہ کی رجسٹری بابت خانقاہ ۶۱-۵-۲ کے مطابق ارکان مجلس عاملہ خانقاہ فیض الرسول کی ہنگامی میٹنگ ۶ر فروری ۱۹۹۲ء کو منعقد ہوئی جس میں بمطابق رجسٹری بانئ خانقاہ انتخاب سجادہ نشینی کے لئے چالیس آدمیوں پر مشتمل علماء و صلحاء متبعین شریعت کا وفد تشکیل دینے کے لئے ۴ر مئی ۹۲ء کی تاریخ مقرر کی گئی [۳] یاد رہے اس میٹنگ میں بشمول دیگر سبھی معزز ارکان کے حضرت علامہ بدرالدین احمد صاحب قبلہ علیہ الرحمہ (متوفی ۷ر رمضان المبارک ۱۴۱۲ھ) شریک تھے انھیں کی نگرانی و تائید سے مذکورہ فیصلہ ہوا۔ اور اسے پوسٹر، پمفلٹ، اخبارات کے ذریعہ مشتہر کیا گیا پھر تاریخ متعینہ پر آئی ہوئی جماعت مسلمین کے اجلاس میں ارکان مجلس عاملہ خانقاہ کی نگرانی میں چالیس آدمیوں کا وفد مطابق ہدایات بانئ خانقاہ تشکیل دیا گیا جس نے پانچ مئی کو اپنے اجلاس میں جو زیر صدارت شیخ الحدیث حضرت علامہ محمد یونس نعیمی اشرفی منعقد ہوا جس میں اتفاق رائے سے حضرت شہزادۂ شعیب الاولیاء

---

[۱] عارف اللہ ملک مولانا ماہنامہ فیض الرسول سنبر اکتوبر ۸۴ء [۲] غلام یحیٰی انجم ڈاکٹر مولانا تذکرہ علمائے بستی مطبوعہ مبارکپور
[۳] رجسٹری کارروائی خانقاہ فیض الرسول

علامہ غلام عبد القادر علوی مدظلہ کو خانقاہ فیض الرسول کا سجادہ نشین منتخب کیا گیا[1] جب کہ فقیہ ملت حضرت علامہ مفتی جلال الدین احمد صاحب قبلہ امجدی نے جو وفد کے ایک رکن تھے یہ کہتے ہوئے حضرت صاحبزادہ صاحب کی تائید کی۔

"ایک راہی سے بھی پوچھا جائے تو وہ بھی آپ ہی کی تائید کرے گا۔ حضرت شاہ صاحب کی نسل میں تو کیا بلکہ پورے خاندان میں ان سے زیادہ بیدار مغز اور باصلاحیت کون ہے؟"[2]

سجادہ نشینی کے منصب پہ فائز ہونے کے بعد صاحبزادہ موصوف حضرت شعیب الاولیاء کے نقش قدم کو مشعل راہ بنا کر خانقاہ کی دیرینہ روایات کو زندہ و تابندہ رکھنے میں کوشاں ہیں خانقاہ کے سبھی مروج و معمول تقریبات بالخصوص عرس یار علوی میں آپ کی نگرانی و حسن انتظام نے نمایاں نکھار پیدا کر دیا ہے۔ آپ کے سجادہ نشین منتخب ہونے کے بعد ہند و بیرون ہند کے موقر خانقاہوں کے مشایخ بین الاقوامی شہرت کے حامل قائدین اہلسنت، علماء و دانشوروں نے مبارکباد پیش کی اور اپنی مسرت کا اظہار کیا۔ دنیائے سنیت کی مشہور شخصیت علامہ ارشد القادری کے مکتوب کے چند جملے ملاحظہ ہوں۔

حضرت صاحبزادہ محترم مولانا غلام عبد القادر علوی دامت برکاتہ سجادہ نشین آستانہ علویہ فیض الرسول براؤں شریف السلام علیکم رحمتہ و برکاتہ۔

"مولانا جمال صاحب کی زبانی مجلس عاملہ خانقاہ فیض الرسول کے فیصلے کی اطلاع ملی۔ آپ کے انتخاب سے مسرت حاصل ہوئی کہ اس روحانی منصب پہ ایک علمی و دینی شخصیت فائز کی گئی ہے مولائے قدیر اس انتخاب کو باعث خیر و برکت بنائے اور خانقاہ کا وقار بلند ہو۔ حج و زیارت کے مبارک سفر پر ہدیہ تبریک قبول فرمائیں۔ ارشد القادری۔

راقم سطور اخیر میں حضرت شعیب الاولیاء علیہ الرحمہ کی رجسٹری بابت خانقاہ کی نقل پیش کر دینا از بس ضروری سمجھتا ہے۔ تاکہ شعیب الاولیاء کی بے نفسی ایثار، خلوص و للہیت نیز عاشق رسول مجدد اعظم امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی ذات اور ان کے مسلک سے وارفتگی کا اندازہ لگایا جا سکے۔

نقل رجسٹری خانقاہ فیض الرسول براؤں شریف

میں کہ مولوی محمد یار علی ولد فجر علی ساکن براؤں نانکار تپہ بکھیرا پرگنہ بانسی پورب ڈاکخانہ سکھوئی ضلع بستی کا ہوں۔ جو مقر خاندان قادریہ چشتیہ فخریہ نظامیہ کا صاحب سلسلہ پیر ہوں مقر

---

[1] رجسٹر کارروائی وفد منتخب برائے انتخاب سجادہ نشین خانقاہ۔ و پوسٹر شائع کردہ مولانا غلام عبد القادر چشتی رکن مجلس عاملہ و دیگر ارکان خانقاہ فیض الرسول مطبوعہ ۹۲-۵-۹

[2] بعد سماعت از ارکان وفد مصدقہ فقیہ ملت

سلسلۂ مذکورہ میں مسلمانوں کو بیعت کر کے دینِ اسلام کی اشاعت کرتا ہے۔ مقر نے مسلمانوں کی دینی ملی مفاد کے پیش نظر خانقاہِ فیض الرسول تعمیر کرایا جس میں مکتب، مسجد، دار العلوم نیز خود مقر کا رہائشی مکان ہے۔ چوں کہ مقر اب ضعیف العمر ہو چکا ہے اور نہیں معلوم کہ پیمانۂ عمر کب لبریز ہو جائے اس لئے مقر بحالت درستگی ہوش و حواس چند ضروری باتیں سپرد قلم کرتا ہے تاکہ آئندہ مقر کی عدم موجودگی میں کسی قسم کا کوئی رخنہ پیدا نہ ہو سکے۔ مقر کی زوجۂ اولیٰ سے چار لڑکے مسمیان محمد یعقوب و محمد صدیق و علی حسین و فاروق احمد اور زوجۂ ثانیہ سے دو لڑکے مسمیان (غلام عبد القادر) سیف اللہ ثانی اور (غلام عبد القادر) سیف اللہ ثالث ہیں[1] مقر نے اپنی جائداد کا ترکہ اور حقوق اپنی اولادوں کو تقسیم کرتے ہوئے زوجۂ اولیٰ کے مذکورہ بالا لڑکوں کو دو قطعہ مکان سفالہ پوش و گھاری واقع براؤں نانکار واسنگواتپہ بچھر و پرگنہ مذکور اور زوجۂ ثانیہ کے دونوں لڑکوں کو ایک قطعہ مکان جو احاطۂ فیض الرسول کی مسجد کے شمالی جانب ملحق خانقاہِ فیض الرسول واقع ہے دے دیا ہے۔ اب رہا خانقاہ فیض الرسول کا مسئلہ تو اس کے بارے میں قوانین درج ذیل کئے جاتے ہیں۔

۱۔ چوں کہ **خانقاہ فیض الرسول** عام مسلمانوں کی فلاح و بہبودی سے متعلق ہے اور مقر نے اس کو مسلمانانِ اہلسنت ہم عقیدہ اعلیٰحضرت امام احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ملکیت فی سبیل اللہ قرار دے دیا ہے لہذا خانقاہِ فیض الرسول کی جائداد کسی شخصِ واحد کی ملکیت ہرگز قرار نہ پائے گی۔

۲۔ خانقاہِ مذکور کی سجادہ نشینی کا اہل وہ شخص ہوگا جو اعلیٰحضرت امام احمد رضا بریلوی کا ہم عقیدہ ہونے کے ساتھ مستند عالم باعمل اور انتظامی امور میں بیدار مغز اور ہوشیار ہو۔ سندی عالم نہ ہونے کی صورت میں باقی اوصاف کا حامل ہونے کے کم از کم اتنا ضروری ہے کہ وہ عقائد حقۂ اہلسنت سے آگاہ ہو اور کتابوں کی مدد سے حسب ضرورت دینی مسائل کو بتا سکے۔

۳۔ **سجادہ نشینی کے انتخاب** کا طریقۂ کار یہ ہوگا کہ پہلے مسئلہ انتخاب کی تاریخ کا میرے مریدوں، معتقدوں اور عام مسلمانوں میں اعلان کیا جائے پھر اس تاریخ میں آئی ہوئی جماعت مسلمین ایسے چالیس آدمیوں کا ایک وفد تیار کرے جو **اہلسنت** کے علماء صلحاء و متبعین شریعت ہم عقیدہ اعلیٰحضرت امام احمد رضا پر مشتمل ہو یہی وفد عوام کے جذبات کا لحاظ رکھتے ہوئے اپنی متفقہ رائے سے سجادہ نشین کا انتخاب کرے۔ وفد

---

[1] جس وقت یہ رجسٹری ہوئی راقم کی پیدائش نہ ہوئی تھی راقم

مذکور کے درمیان اختلاف رائے کی صورت میں وہ شخص سجادہ نشین متصور ہوگا جس کے حق میں کثرت رائے ہوگی۔

۴۔ اگر میری نسل میں کوئی ایسا شخص موجود ہو جو وفد مذکور کے نزدیک دفعہ ۲ ر کے مطابق اوصاف سجادگی کا حامل ہے تو وفد مذکور اسی کو سجادہ نشین مقرر کرے۔ اور اگر متعدد اشخاص ہوں تو وفد مذکور باتفاق رائے یا کثرت رائے سے جس کا انتخاب کر دے وہ سجادہ نشین متصور ہوگا۔ پھر اگر میری نسل میں اوصافِ سجادگی کا کوئی شخص حامل نہ ہو تو وفد مذکور میرے مریدوں میں کسی کو منتخب کرے۔ پھر ان میں بھی کوئی اہل نہ ہو تو عامۂ اہلسنت میں کسی کا انتخاب کرے۔ سجادگی کی نامزدگی کے وقت دفعہ ۲ کی پابندی بہر حال لازم ہے۔

۵۔ اگر سجادہ نشین اپنا ولی عہد مقرر کرنا چاہے تو دفعہ ۱ اور دفعہ ۲ کی شرائط کی پابندی لازمی ہوگی۔

۶۔ سلسلۂ عالیہ محبوبیہ لطیفیہ یا علویہ میں وہی سجادہ نشین بیعت کر سکتا ہے جو میری جانب سے بالذات یا بالواسطہ اجازت و خلافت پا چکا ہو۔

۷۔ دارالعلوم فیض الرسول کی نظامت علیا کے فرائض کی انجام دہی اور اس کا انتظام و انصرام ہمیشہ خانقاہ فیض الرسول کے سجادہ نشین ہی کو کرنا ہوگا نیز ربیع الاول شریف و رجب شریف اور عرس بابو مرحوم کی تقریبات جیسا کہ خانقاہِ مذکور میں رائج ہے قائم رکھنا سجادہ نشین کے لئے لازم و ضروری ہے۔

۸۔ مقرِ الحال اپنے لڑکے محمد صدیق احمد کو اس خانقاہ کا سجادہ نشین مقرر کرتا ہے لیکن ان کے بعد سجادگی کا تقرر دفعہ ۳ کے مطابق ہی ہوتا رہے گا۔

۹۔ خانقاہ فیض الرسول و دارالعلوم فیض الرسول کے داخلی و خارجی معاملات کی نگرانی کے لئے مقر حسب ذیل حضرات مسمیان چودھری دوست محمد ساکن دھنورہ (اب ان کی جگہ پہ مولانا غلام عبدالقادر چشتی نائب منیجر دارالعلوم مذکور رکن ہیں) و مولانا بدرالدین احمد صدر المدرسین دارالعلوم مذکور (اب ان کی جگہ پہ مولانا غلام غوث صاحب علوی صدر المدرسین دارالعلوم دارالعلوم مسکینہ دھوراجی گجرات) و مولانا محمد حنیف صاحب و مولوی فاروق احمد (اب ان کی وفات کے بعد ان کی جگہ صاحبزادہ علامہ غلام عبدالقادر علوی مہتمم فیض الرسول رکن ہیں) و مولوی محمد اسحاق ساکنان براؤں و مولوی محمد یوسف ساکن نانپارہ و بابو شفیق احمد صاحب ساکن کٹھوتیا عالم پہ مشتمل ایک کمیٹی بناتا ہے اور اس کا نام مجلس عاملہ رکھتا ہے۔ خلیفہ مولانا صدیق احمد کے لئے مجلسِ عاملہ کا مشورہ لازم العمل رہے گا اور اسی طرح ان کے بعد دیگر سجادہ نشینان کے لئے بھی۔

۱۰۔ میرے مقرر کردہ سجادہ نشین یا آئندہ سجادہ نشین میں اگر معاذ اللہ کوئی مذہبی خرابی پیدا ہو جائے یا

اس کے کسی حرکت سے مقاصد خانقاہ کو ٹھیس پہونچے تو اس سجادہ نشین کو مجلس عاملہ معزول کر کے خانقاہ کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے کر دفعہ ۳ کے مطابق کسی سجادہ نشین کا تقرر کردے۔

۱۱۔ مجلس عاملہ میں سے اگر کوئی شخص استعفیٰ دیدے یا انتقال کر جائے تو اکیس ۲۱ صاحب بصیرت دیندار سُنّی صحیح العقیدہ مسلمانوں کے انتخاب سے وہ جگہ پر کی جائے۔

۱۲۔ ارکان مجلس عاملہ کے لئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کا ہم عقیدہ ہونا ضروری ہے ورنہ وہ منصب رکنیت سے خارج ہے اور اس کی جگہ دفعہ ۱۱ کے مطابق پر کی جائے۔

۱۳۔ مریدین معتقدین اور عام مسلمانان اہلسنت اس نظام کو مثل خلافت راشدہ قائم رکھیں اور ہر سجادہ نشین کو بوریہ نشین ہو کر صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرنا ہوگا۔

نوٹ۔ اس کے بعد دستاویز کے شروع میں مذکور مکانات وجائداد کی تفصیل اور چوہدی وغیرہ درج ہے۔

دستخط محمد یار علی بقلم خود
گواہ محمد یوسف بقلم خود
گواہ محمد اسحاق بقلم خود

تاریخ رجسٹری ۶۱-۵-۲

از۔ حضرت مولانا محمد عبد المبین نعمانی
المجمع الاسلامی۔ مبارکپور

تعارف

فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی صاحب فتاویٰ فیض الرسول

استاذ گرامی فقیہ ملت حضرت علامہ مفتی جلال الدین احمد صاحب قبلہ امجدی سربراہ شعبۂ افتاء کی قد آور فقہی بصیرت کی حامل شخصیت ادارۂ فیض الرسول کے اس گوہر نایاب کی حیثیت رکھتی ہے جس کی تابانی سے دور دور تک لوگ مستفیض ہو رہے ہیں۔ ان کی شخصیت پر برصغیر میں اپنی مذہبی خدمات اور دینی وفکری نگارشات کے لئے معروف صاحب طرز قلمکار حضرت مولانا عبد المبین صاحب نعمانی رکن المجمع الاسلامی مبارکپور (اعظم گڈھ) نے ارباب دار الاشاعت فیض الرسول کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے معلومات افزا مقالہ تحریر فرما کر مفتی صاحب قبلہ کا تعارف کراتے ہوئے ان کی علمی وفقہی خدمات کو اجاگر کرنے کی بھرپور اور کامیاب کوشش کی ہے۔ جسے ہم مولانا نعمانی صاحب کے شکریے کے ساتھ شامل اشاعت کر رہے ہیں۔ ادارہ

فقیہ ملت محسن اہلسنت حضرت علامہ الحاج حافظ مفتی جلال الدین احمد امجدی دامت برکاتہم، مفتی واستاذ دار العلوم فیض الرسول براؤں شریف کی ذات بابرکات، معاصرین اہلسنت میں اس لحاظ سے بڑی منفرد وممتاز ہے کہ آپ بیک وقت ایک جید عالم، محقق مفتی، مایۂ ناز مدرس، خوش بیان مقرر اور شاندار مصنف ہیں، اتنی ساری خوبیاں کسی ایک انسان میں شاذ ونادر ہی جمع ہو پاتی ہیں۔

فتاویٰ فیض الرسول کے مصنف حضرت علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی مدظلہ العالی اپنے ذی علم تلامذہ اور گرانقدر اصلاحی وعلمی تصانیف کے ذریعہ ہند وپاک ہی نہیں دیگر بیرون ممالک میں بھی متعارف ومعروف ہو چکے ہیں تاہم آپ کی سب سے عظیم فقہی خدمت فتاویٰ فیض الرسول (حصۂ اول) کی شکل میں جب منظر عام پر جلوہ گر ہوئی تو بعض اہل علم کی خواہش ہوئی کہ مصنف مدظلہ العالی کا تعارف اس میں شامل ہوتا تو بہتر

تھا بنا بریں شہزادۂ شعیب الاولیا حضرت علامہ غلام عبدالقادر علوی مہتمم دارالعلوم فیض الرسول اور بعض دوسرے احباب کی درخواست پر اس مجموعۂ فتاویٰ کے حصۂ دوم میں ناچیز حضرت فقیہ ملت کی حیات وخدمات کا ایک مختصر جائزہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ جس میں خاص طور سے علمی واصلاحی اور فقہی پہلوؤں پر روشنی ڈالی جائے گی۔

اساتذہ وتلامذہ اور دیگر حالات زندگی کے تفصیلی ذکر سے قصداً صرف نظر کیا جا رہا ہے کہ کہیں یہ تذکرہ کافی طویل نہ ہو جائے تاہم مختصراً تمام ہی گوشوں پر روشنی ڈالی جائے گی۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)

ذیل میں سب سے پہلے عام حالات مختصر ملاحظہ کریں پھر فتاویٰ فیض الرسول و دیگر قلمی خدمات کا بیان ہوگا۔

پیدائش ونسب

۱۳۵۲ھ/۱۹۳۳ء کی کسی تاریخ کو اوجھاگنج ضلع بستی یوپی (ھند) میں فقیہ ملت حضرت علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی مدظلہ العالی کی پیدائش ہوئی۔ مختصر نسب نامہ یہ ہے۔

جلال الدین احمد بن جان محمد بن عبدالرحیم بن غلام رسول بن ضیاء الدین بن محمد سالک بن محمد صادق بن عبدالقادر بن مراد علی۔ آپ کے مورث اعلیٰ جناب مراد علی صاحب پہلے راجپوت گھرانے کے ایک فرد تھے۔ اور نام مراد سنگھ تھا۔ بعد میں آپ اسلامی انوار سے اپنے سینے کو جگمگا کر مراد علی ہو گئے۔ علاقہ بڑہر ضلع فیض آباد کے رہنے والے تھے۔ بعد ایمان دشمنان اسلام کی ستم رانیوں سے تنگ آ کر شہزادپور ضلع فیض آباد میں سکونت اختیار کی پھر آپ کی اولاد میں ضیاء الدین صاحب وہاں سے منتقل ہو کر اوجھاگنج چلے آئے۔

حضرت علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی مدظلہ العالی نے چونکہ ایک مذہبی اور خالص اسلامی ماحول میں آنکھ کھولی۔ والد والدہ وغیرہ دیندار اور دین پرور تھے۔ چنانچہ مذہبی ماحول کا اثر آپ پر بھی بھرپور پڑا جو آگے چل کر عظیم فوائد وبرکات کا موجب بنا۔

تعلیم وتدریس

قرآن شریف ناظرہ اور حفظ کی تعلیم اپنے والد کے شاگرد مولوی محمد زکریا صاحب مرحوم سے اوجھا گنج ہی میں حاصل کی ساتویں سال میں ناظرہ اور ساڑھے دس سال کی عمر میں حفظ مکمل کیا، فارسی آمدنامہ مولانا عبدالرؤف التفات گنجوی سے پڑھا اور فارسی کی دیگر کتابوں کی تعلیم مولانا عبدالباری ساکن ڈھلمئو (فیض آباد) سے حاصل کی۔ مؤخرالذکر سے عربی کی ابتدائی کتب کا بھی درس لیا۔ اسی دوران پے درپے حادثات پیش آئے گھر میں دو بار چوریاں ہوئیں اور ایسی کہ پانی پینے کا گلاس تک نہ چھوڑا۔ آپ کے بڑے بھائی نظام الدین مرحوم بھی ۱۳۶۳ھ میں انتقال کر گئے۔ والد پر ایسی بجلی گری جس سے جان تو بچ گئی مگر زیادہ کام کاج کے نہ رہے گویا بڑی تنگ دستی اور مفلسی کے دور کا سامنا کرنا پڑا حتی کہ تعلیم کے ساتھ ایک رئیس کے وہاں دس روپئے ماہانہ پر ملازمت بھی کرنی پڑی مگر تعلیم کا سلسلہ منقطع نہیں ہونے دیا ۱۹۴۷ء کے ہنگامے کے بعد آپ ناگپور تشریف لے گئے جہاں دن بھر کام کرتے جس سے والدین کی خدمت بجالاتے اور بعد مغرب سے بارہ بجے رات تک اپنے شفیق استاذ سیاح ایشیا و یورپ رئیس التحریر مناظر اہلسنت حضرت علامہ ارشد القادری صاحب سے اپنے گیارہ ساتھیوں سمیت مدرسہ شمس العلوم ناگپور میں درس لیتے وہیں ۴؍ شعبان ۱۳۷۱ھ ۱۹؍ مئی ۱۹۵۲ء کو سند فراغت و دستار فضیلت سے سرفراز ہوئے۔

فراغت کے بعد دوبولیا بازار (ضلع بستی) میں اپنے ہی قائم کردہ مدرسہ میں مدرس ہو گئے مگر وہاں سے ترقی کی راہ مسدود دیکھ کر مستعفی ہو گئے۔ پھر جب حضرت علامہ ارشد القادری صاحب نے جمشید پور (ٹاٹانگر) بہار میں جاکر مدرسہ فیض العلوم قائم کیا تو ۱۳۷۴ھ/۱۹۵۴ء میں آپ کی طلب پر حضرت مفتی صاحب وہاں بحیثیت مدرس تشریف لے گئے۔ لیکن وہاں بالکل ابتدائی مکتب کی تعلیم پر مامور کئے جانے کی وجہ سے دل برداشتہ ہو کر علامہ کی اجازت سے گھر واپس آگئے۔ پھر مدرسہ قادریہ رضویہ بھاؤپور ضلع بستی میں مدرس مقرر ہوئے۔ پھر جب براؤں شریف میں شعیب الاولیاء حضرت شاہ صوفی محمد یار علی صاحب علیہ الرحمہ والرضوان نے مکتب فیض الرسول کو دارالعلوم بنا دیا تو حضرت شاہ صاحب کی طلب پر آپ دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف ضلع بستی (جواب سدھارتھ نگر ہو گیا)

میں بحیثیت مدرس شعبۂ عربی تشریف لے گئے جہاں ۱۳۷۵ھ/۱۹۵۶ء سے بحسن وخوبی تدریس وافتار کی خدمات انجام دے رہے ہیں ۔ جس کو اڑتیس سال ہو چکے ہیں اس دوران آپ نے بے شمار تلامذہ بھی علمائے دین کی شکل میں پیدا فرمائے اور خطابت و وعظ کے ذریعہ قوم میں تبلیغ دین و مسلک اہلسنت وجماعت کی ترویج واشاعت بھی کرتے رہے ۔ اور ساتھ ہی تصنیف وتالیف کا سلسلہ بھی قائم رکھا جس سے آپ نے دور دراز کے پڑھے لکھے مسلمانوں کو مستفید فرمایا اور تدریس کے ساتھ سالوں تک دوسرا بڑا کارنامہ جو آپ نے انجام دیا وہ افتار کا ہے انشار اللہ آئندہ صفحات میں اس پر بھر پور روشنی ڈالی جائے گی ۔

اساتذہ وتلامذہ

دار العلوم فیض الرسول جیسی عظیم درسگاہ کے بھی فارغ شدگان تقریباً حضرت مفتی صاحب کے شاگرد اور تربیت یافتہ ہیں جو ملک وبیرون ملک دینی خدمات انجام دے رہے ہیں اساتذہ میں بعض ابتدائی اساتذہ کو چھوڑ کر (جن کا تذکرہ اوپر ہو چکا ہے) پورے درس نظامی کی تکمیل آپ نے رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری صاحب مدظلہ العالی ہی سے کی جو اس زمانے میں ایک بڑی خصوصیت کی بات ہے ۔ اسی وجہ سے دونوں استاذ وشاگرد میں جو شفقت ومحبت اور عقیدت پائی جاتی ہے اس کی مثال بھی مشکل سے ملے گی ۔ ثبوت کے طور پر حضرت علامہ کے ایک مکتوب کا اقتباس پیش کیا جاتا ہے جو حضرت فقیہ ملت کے نام ہے ۔

" کسی سو علمار میں صرف تنہا آپ کی ذات ہے جس نے شاگردی اور استاذی کا رشتہ نباہا ہے اور اب تک نباہ رہا ہے ورنہ نئی نسل کی خودسری ، سرکشی اور احسان فراموشی سے خدا کی پناہ ،،

(محررہ ۱۷ صفر سنہ ۱۴۰۱ھ)

مقدمہ عجائب الفقہ میں حضرت علامہ موصوف حضرت فقیہ ملت کے بارے میں اپنے تاثرات اس طرح سپرد قلم فرماتے ہیں ۔

> عزیز گرامی ! حضرت علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی دامت برکاتہم کو خداوند کریم نے بہت سی خوبیوں سے نوازا ہے وہ بلند پایہ اور راسخ العلم

مدرس بھی ہیں، حاضر دماغ اور بالغ نظر مفتی بھی، خوش بیان اور زیرک ترین خطیب بھی ہیں اور فکر انگیز وحقائق نگار مصنف بھی اور ان ساری خوبیوں کے ساتھ ساتھ متواضع شریف النفس اور عالم باعمل بھی، ان کے بیشمار تلامذہ ان کے دینی تصلب اور ان کی تقویٰ شعار زندگی کا آئینہ ہیں،،

(مقدمہ الغاز الفقہ ص ۱۵ مطبوعہ کراچی)

استاذ سے آپ کی عقیدت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ الغاز الفقہ پر حضرت علامہ سے مقدمہ لکھوانے کے لئے آپ نے جمشید پور اور پھر وہاں سے رائپور کا سفر کیا جبکہ براؤں شریف سے جمشید پور پھر وہاں سے رائپور کی مسافت کافی طویل ہے۔

حضرت علامہ ارشد القادری جو علمائے اہلسنت میں عالمی شہرت کے مالک ہیں اور معاصرین میں وہ اپنے قلم کا جواب نہیں رکھتے ہند وبیرون ہند متعدد دینی، علمی، تبلیغی مراکز کے قیام نے بھی آپ کو خاصا امتیاز بخشا ہے۔ بایں فضل وکمال آپ حضرت فقیہ ملت کے علم وتقویٰ پر بھرپور اعتماد رکھتے ہیں۔ بلکہ ان کے انتساب تلمذ کو باعث افتخار محسوس کرتے ہیں۔ جیسا کہ فقیہ ملت کے نام آپ کے مکتوبات کے دیکھنے سے پتہ چلتا ہے ایک مکتوب میں حضرت علامہ نے کھلے لفظوں میں آپ کو مظہر اسلاف سے یاد فرمایا ہے اسی میں تحریر فرماتے ہیں۔

"خدائے قدیر آپ کو اسلاف کا مظہر بنا دے ...... میرا خیال ہے کہ آج کے علماء میں ام الامراض کی حیثیت سے پیسے کی لالچ گھس گئی ہے، یہ بیماری تنہا نہیں بیشمار نقائص وعلل کو اپنے ساتھ لاتی ہے۔ توکل، ایثار اور استغنا اسلاف کا طرۂ امتیاز رہا ہے اور ماشاء المولیٰ تعالیٰ آپ بھی اسی راہ پر چل رہے ہیں لیکن اور استحکام وپختگی کی ضرورت ہے۔

آپ کی کتاب پر مقدمہ آج سے شروع کر رہا ہوں تاخیر جو کچھ بھی ہوتی ہے ابتدا کرنے میں ہوتی ہے جہاں ابتدا ہوگئی تو پھر کام آسان ہوجاتا ہے۔ آپ اطمینان رکھیں۔ آپ کو میں اپنی نجات اخروی کی پونجی سمجھتا ہوں۔ میں تو سیاہ کار کا سیاہ کار ہی رہا لیکن آپ نے مرضیات الٰہی کو پالیا۔

آپ کی ذات سے دین کو جو تقویت حاصل ہوئی ہے وہ میرے لئے باعث افتخار ہے۔ الدّال علی الخیر کفاعلہ۔ جزاکم المولیٰ تعالیٰ احسن الجزاء"

دعاگو۔ ارشد القادری۔ نئی دہلی

۱۶ ــ ۲ ــ ۸۴ء

دینی خدمات

حضرت فقیہ ملت کی دینی خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے بلکہ بستی ضلع کی تاریخ میں آپ کا اس حیثیت سے کوئی شریک وسہیم نظر نہیں آتا کہ آپ نے ہر محاذ پر انمٹ نقوش چھوڑے ہیں۔

بیالیس سالہ تدریس کا ایک طویل سلسلہ ہے جو ہنوز جاری ہے تصنیف وتالیف کے میدان میں بھی آپ اپنے تمام ہموطنوں سے فائق ہیں۔ مصلحانہ وعظ وخطابت پر بھی آپ کو خوب ملکہ اور دارالافتار کی تو گویا آپ زینت ہیں آپ جیسا مفتی پورے ضلع میں دوسرا کوئی نہیں۔ آج جبکہ آپ نے افتار کی ذمہ داریوں سے سبکدوشی حاصل کرلی ہے پھر بھی اہل علم کسی نہ کسی طرح آپ سے استفادہ واستشارہ کرتے رہتے ہیں۔ تدریس کا اوپر ذکر ہوچکا ہے۔ اب ذیل میں بالخصوص تین شعبوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ افتار۔ (فتویٰ نویسی) تصنیف وتالیف، اصلاح واعلان حق۔

فتویٰ نویسی

فتویٰ نویسی کا کام تو ایسا ہے کہ بظاہر بھی کوئی اس کو آسان نہیں سمجھتا اور حقیقۃً یہ کام بہت اہم اور مشکل ہے ہی، یہی وجہ ہے کہ علماء میں اکثر حضرات اس خدمت سے گھبراتے ہیں اور طلبہ بالعموم اس کی طرف کوئی رغبت نہیں کرتے اس کار اہم کی انجام دہی کے لئے علوم اسلامیہ کے تمام ہی شعبوں پر مہارت ومزاولت کی ضرورت ہوتی ہے بالخصوص تفسیر وحدیث پر مکمل عبور کے ساتھ اصول فقہ اور جزئیات فقہیہ کا استحضار بھی لازمی ہے اور کسی ماہر مفتی کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کئے بغیر تو مفتی بننا تقریباً ناممکن ہے ہاں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے خصوصی فضل سے کسی کو فقہ وحکمت کی دولت اور فتویٰ نویسی کی بصیرت عطا فرمائے جیسا کہ حدیث پاک میں ہے۔ مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِى الدِّيْنِ (بخاری ج ۱ ص ۱۶)

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کو دین کا فقیہ بناتا ہے۔

یوں تو ہر عالم دین کو فقیہ کہا جاسکتا ہے مگر مفتی وہی ہوتا ہے جو فقیہ کامل ہو اور اصول و فروع پر اس کی نظر حاوی ہو اس خصوص میں حضرت فقیہ ملت علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی دامت برکاتہم القدسیہ کی ذات گرامی بھی منفرد و ممتاز ہے کہ آپ نے کسی مفتی کے سامنے باضابطہ فتویٰ نویسی سیکھی نہیں محض اپنی علمی صلاحیتوں اور کوششوں سے فتویٰ نویسی پر عبور حاصل کرلیا ہاں اپنے بعض معاصرین واکابر سے وقتاً فوقتاً استصواب واستفادہ ضرور کیا ہے آپ اپنی فتویٰ نویسی کی تاریخ بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

"۲۴ر صفر ۱۳۷۷ھ / ۱۹۵۷ء کو ۲۴ر سال کی عمر میں پہلا فتویٰ لکھا پھر ۲۵ر سال تک ملک اور بیرون ملک پاکستان اور ہالینڈ وغیرہ سے آئے ہوئے ہزاروں سوالات کے جوابات بڑی محنت سے لکھے جو ماہنامہ فیض الرسول کے علاوہ دوسرے موقر ماہناموں میں عرصۂ دراز تک شائع ہوتے رہے اور قدر کی نگاہوں سے دیکھے گئے۔ یہ ہمارے لئے باعث مسرت کی بات ہے کہ مدینہ منورہ جو مذہب اسلام کا منبع و مرکز ہے وہاں کے بعض لوگوں نے بھی فتویٰ کیلئے ہماری طرف رجوع کیا جن کا مدلل جواب لکھ کر روانہ کیا گیا۔ ربیع الاول ۱۴۰۳ھ / ۱۹۸۳ء میں دماغی کمزوری کے سبب فتویٰ نویسی سے مستعفی ہوکر اب دارالعلوم فیض الرسول کے صرف شعبۂ تعلیم کی خدمت انجام دے رہا ہوں"

حضرت فقیہ ملت قبلہ صرف فتویٰ نویس ہی نہیں ہیں جب کہ مفتی کا کام صرف یہی ہے کہ وہ استفتا کے مطابق فتویٰ لکھ دے یعنی حکم بیان کردے بلکہ آپ کو جہاں کہیں بھی شبہہ ہوتا وہاں اصل واقعہ کی تحقیق بھی کرنے کی کوشش کرتے۔ جو اصلاً قاضی کی ذمہ داری ہے نہ کہ مفتی کی لیکن چونکہ آج کل بہت سے مکار مفتی حضرات کے بھولے پن سے فائدہ اٹھاکر اپنا ناجائز مقصد پورا کرتے رہتے ہیں اسی لئے حضرت فقیہ ملت مدظلہ العالی کی عادت کریمہ تھی کہ حتی الامکان واقعات کی تحقیق فرما کر ہی فتویٰ لکھتے تاکہ ایک طرف تو احکام شرع کی تبلیغ واشاعت ہو دوسری طرف سدِ مفاسد۔ گویا آپ صرف مفتی نہیں بلکہ ایک مصلح و ناصح بھی ہیں اور بخاری شریف کی حدیث

الدِّيْنُ النصحُ لكلِّ مسلمٍ (دین یہ ہے کہ ہر مسلمان کے ساتھ اس کی بھلائی کا کام کیا جائے)
پرعمل پیرا بھی۔

حضرت فقیہ ملت مدظلہ العالی کے فتویٰ نویسی کی ایک بڑی خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ حتی الامکان جواب لکھتے وقت کتاب وسنت اور اقوال ائمہ کو بطور سند پیش کرتے ہیں صرف بیان حکم پر اکتفا نہیں فرماتے۔ اگرچہ مفتی کی ذمہ داری تو اس قدر ہے کہ حکم شرع بیان کردے آگے سائل کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ عالم شرع کے حکم پر عمل پیرا ہو یا شیطان کے کسی وسوسہ پر عمل کرتے ہوئے مسترد کردے اور اپنا ٹھکانہ جہنم بنائے چنانچہ آجکل بہت دیکھا جاتا ہے کہ منشا کے مطابق اور فائدے کے موافق فتویٰ ہوا تو مانا ورنہ ردی کی ٹوکری میں ڈال دیا۔ مگر حضرت فقیہ ملت مدظلہ العالی عوام کو حتی الامکان مطمئن کرنے کی غرض سے بیان حکم کے ساتھ دلائل شرع بھی پیش کرتے ہیں کہ شاید سائل کو دلائل کا وزن محسوس ہو اور انکار کی جرأت نہ کرے ہاں جو پورے ہی دین سے کورے اور حیا کے دشمن ہیں ان کو مطمئن کرنے کیلئے دفتر کے دفتر بیکار ہیں۔ لہذا ایمان وعقیدت کی کمزوری اور علماء سے دوری کے اس دور میں مناسب یہی سمجھتا ہوں کہ مفتیان کرام مختصر ہی سہی دلائل ضرور دیا کریں تاکہ فتاویٰ کی وقعت عوام کے دلوں میں اور دوبالا ہوجائے۔

مولانا ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم بستوی مصباحی استاذ ہمدرد یونیورسٹی (نئی دہلی) حضرت فقیہ ملت کی فتویٰ نویسی اور فتویٰ میں مرجعیت کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"بستی ضلع کے آپ واحد مرجع فتاویٰ، جید مفتی ہیں جن کو نہ صرف روح فتویٰ نویسی کا مکمل ادراک ہے بلکہ فقہ کے غامض مسائل اور جزئیات پر عبور حاصل ہے اور ملک کے صف اول کے مفتیان کرام میں آپ کا شمار ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ آپ کی شہرت ملک کی سرحد پار کر گئی ہے"
(تذکرہ علمائے بستی ص ۹، مطبوعہ المجمع الاسلامی مبارکپور)

میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ حضرت فقیہ ملت نے باضابطہ کسی سے فتویٰ نویسی نہیں سیکھی مگر علمی صلاحیت کو کام میں لاکر لوگوں کو دینی احکام سے روشناس کرانے اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے جذبۂ صادق کی وجہ سے حضرت فقیہ ملت نے مسند افتاء کو سنبھالا اور خوب خوب

اسے زینت بخشی۔ اس میں جہاں آپ کی انتھک کوششوں اور وسعت مطالعہ کی کارفرمائیوں کو دخل ہے وہیں حضور صدر الشریعہ علامہ شاہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رضوی خلیفۂ مفتیِ عالم امام احمد رضا بریلوی (قدس سرہما) مصنف بہار شریعت سے سچی عقیدت ومحبت اور نسبت و ارادت کا روحانی فیضان بھی ہے۔ جس کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت فقیہ ملت خود ارشاد فرماتے ہیں۔

> مرید کو اگر پیر سے حقیقت میں خلوص ہو تو پیر کے وصف خاص کا عکس مرید میں پایا جانا ضروری ہے اسی لئے پیر کے وصف خاص کی جھلک اگر مرید میں نہ پائی جائے تو ہم اسے مرید صادق نہیں سمجھتے۔ سیدی مرشدی صدر الشریعہ علامہ مولانا حکیم ابو العلا محمد امجد علی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جملہ علوم وفنون میں کامل دستگاہ رکھتے تھے، فقاہت کا وصف ان میں سب سے ممتاز تھا، تو یہ حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ ہی کا فیض ہے کہ درس وتدریس تصنیف وتالیف اور دار العلوم کی دیگر مصروفیات کے ساتھ پچیس سال میں ڈیڑھ ہزار سے زائد فتاوے لکھے جو فل اسکیپ سائز کے ایک ہزار سے زائد صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں،،
>
> (انوار الحدیث مصنف کے حالات ص۵۰ رضا پبلی کیشنز لاہور)

شروع میں مفتی صاحب یہ کام خارج اوقات میں کیا کرتے تھے مگر جب کام بڑھ گیا تو اوقات تعلیم میں سے ایک گھنٹہ پھر دو گھنٹے اور تین گھنٹے فتویٰ نویسی کے لئے مختص کر دیئے گئے مگر پھر بھی اس کے باقی ماندہ کام خارج اوقات کیا کرتے تدریس وتعلیم اور وعظ کے ساتھ اس قدر تعداد میں فتاویٰ تحریر کرنا اور انھیں دلائل سے مُبرہن کرنا ایسا کام نہیں جو بغیر تائید غیبی و فیض روحانی کے انجام پا جائے۔

فتاویٰ فیض الرسول

فتاویٰ فیض الرسول جو حضرت فقیہ ملت کے فتووں کا مجموعہ اور فقہی جزئیات کا انمول ذخیرہ ہے۔ اس کی جلد اول دار الاشاعت فیض الرسول (براؤں شریف) کی طرف سے ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۱ء میں شائع ہوگئی ہے اس میں کل ۱۰۱۲

(ایک ہزار بارہ) فتاوے ہیں صفحات ۷۷۶ اور سائز ۸ = ۳۰ × ۲۰ ہے اس میں ۸۳ (تراسی فتاوے دیگر علماء واساتذۂ فیض الرسول کے ہیں جن میں سب سے زیادہ یعنی ۴۴ (چوالیس) فتاوے بدرالعلماء حضرت علامہ مفتی بدرالدین احمد صدیقی رضوی علیہ الرحمہ والرضوان (متوفی ۱۴۱۲ھ ۱۹۹۲ء) کے ہیں ان کے علاوہ تمام فتاوے فقیہ ملت محقق عصر حضرت علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی مدظلہ العالی کے تحریر فرمودہ ہیں اس طرح آپ ہی فتاوی فیض الرسول کے مصنف قرار پائے — اس کی دوسری جلد بھی آپ ہی کے تحریر کردہ فتاوے پر مشتمل ہے۔ جو اس مقدمے کے ساتھ منظر عام پر آرہی ہے — اس کا مسودہ سامنے نہیں ورنہ اس پر بھی کچھ تحریر کرتا — تاہم جلد اول ہی کے فتاوے حضرت فقیہ ملت کی فقہی بصیرت — ژرف نگاہی اور محققانہ طرز تحریر کی منہ بولتی تصویر ہیں اس جلد میں مندرجہ ذیل ابواب کے مسائل ہیں۔

کتاب العقائد، کتاب الطہارت، باب الاذان والاقامۃ، کتاب الصلوٰۃ، کتاب الجنائز، کتاب الزکوٰۃ، کتاب الصوم، کتاب الحج، کتاب النکاح، کتاب الرضاع (رضاعت یعنی دودھ کے رشتے کا بیان) اس مجموعہ فتاوی کی مندرجہ ذیل خصوصیات نمایاں ہیں۔

(۱) زبان نہایت سہل اور آسان استعمال کی گئی ہے کہ عام اردو داں حضرات بھی پورا پورا استفادہ کرسکیں۔
(۲) عام فہم انداز ہوتے ہوئے بھی علمی وتحقیقی مواد سے صرف نظر نہیں کیا گیا ہے۔
(۳) بالعموم جوابات کے ساتھ شرعی دلائل مع حوالہ درج ہیں- اور صفحات وجلد کی نشاندہی بھی کردی گئی ہے۔
(۴) بہت سارے مقامات پر فتاوی رضویہ امام احمد رضا فاضل بریلوی و فتاوی امجدیہ حضور صدرالشریعہ اعظمی قدس سرہ سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔
(۵) جدید مسائل پر بھی نہایت محققانہ انداز سے روشنی ڈالی گئی ہے۔
(۶) مختلف فیہ مسائل پر بھی نہایت سنجیدگی سے قلم اٹھایا گیا ہے۔ اور تہذیب کے دامن

کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا گیا ہے، یہی وجہ ہے کہ کٹر سے کٹر مخالف بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

(۷) دیگر فقہی کتب کیطرح آیات اور احادیث کے حوالے بھی مکمل دیئے گئے ہیں تاکہ مراجعت میں کسی قسم کی دشواری نہ ہو۔

دیگر بعض خصوصیات کا ذرا تفصیلی ذکر بھی ملاحظہ کریں ــــ حضرت مفتی صاحب قبلہ نے اپنے فتاوٰی میں جہاں ضرورت محسوس کی مبلغانہ انداز بھی اختیار کیا ہے، جبکہ مفتی کی ذمہ داری صرف نفس سوال کا جواب ہی دینا ہے۔ لیکن آج کے حالات چونکہ اس کے متقاضی ہیں کہ عوام کو حسب موقع تنبیہ و تبلیغ بھی کی جائے اس لئے حضرت فقیہ ملت نے جگہ جگہ اس رنگ کو اختیار کیا ہے ــــ نکاح کے بیان میں خصوصاً اور دیگر عنوانات کے تحت بھی جہاں کہیں کسی بڑے گناہ کی نشاندہی کی گئی ہے حضرت نے زور دیکر توبہ، تجدید ایمان و تجدید نکاح کا حکم صادر فرمایا ہے اور پھر بعد توبہ اکثر ایسے مجرموں کو صدقہ و خیرات وغیرہ کی بھی تلقین فرمائی ہے ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں۔

> برسہا برس (بے نکاحی عورت کے ساتھ) جو حرام کاریاں کی ہیں العیاذ باللہ تعالیٰ ان سے علانیہ توبہ و استغفار کرے نماز کی پابندی کا عہد کرے اور میلاد شریف و قرآن خوانی کرے غربا و مساکین کو کھانا کھلائے، اور مسجد میں لوٹا و چٹائی رکھے کہ یہ چیزیں قبول (توبہ) میں معاون ہوں گی قال اللہ تعالیٰ (اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا) ومن تاب وعمل صالحاً فانہ یتوب الی اللہ متابا (پ۱۹ ع ۴) (ترجمہ۔۔ اور جو توبہ کرے اور نیک کام کرے تو وہ اللہ کی طرف رجوع لایا جیسی چاہئے تھی) عورت کو گھر سے نکالنے اور توبہ کرنے کے بعد مسلمان اس کے ساتھ کھانا پینا جاری کریں اگر وہ شخص شرعی طور پر نکاح کے بغیر اس عورت کو رکھے تو سب مسلمان اس سے دور رہیں اس کے کسی کام میں شریک نہ ہوں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ قَالَ اللّٰہُ تعالیٰ۔ وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ

الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ (پ ع ۱۴)

(ترجمہ:۔ اور جو کہیں تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ)

(فتاویٰ فیض الرسول جلد اول ص ۶۳۶ باضافۂ ترجمہ)

اس مجموعۂ فتاویٰ میں متعدد جدید مسائل پر بھی بحث کی گئی اور ان کے شرعی و محققانہ جوابات سپرد قلم کئے گئے ہیں مثلاً،

لاؤڈ اسپیکر پر نماز، انجکشن سے روزہ نہ ٹوٹنے کی بحث، ریڈیو ٹیلیفون سے رویت ہلال کا عدم ثبوت، چلتی ٹرین پر نماز، ایسے مقامات پر نماز کا حکم جہاں کچھ ایام عشاء کا وقت نہیں آتا، ٹیلیفون پر نکاح، صاع کی تحقیق اور موجودہ اعشاری اوزان سے اس کی مطابقت،

چند فتاوے تحقیقی اعتبار سے بڑی اہمیت کے حامل ہیں، کہ ایجاز و اختصار کے باوجود عام فہم انداز میں ایسی تحقیقی بحثیں کہ عام سے عام آدمی بھی بہ آسانی سمجھ لے۔ اردو زباں میں بہت کم ہی ملیں گے۔ اس ضمن میں مندرجہ ذیل مباحث ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں۔

اذان ثانی جمعہ، مسئلۂ اقامت، تقبیل ابہامین، تثویب (اذان کے بعد صلاۃ پکارنا) اذان واقامت کے وقت درود شریف، بیس رکعت تراویح، اذان قبر۔ وغیرہ یہ سارے مباحث فتاویٰ میں اپنے اپنے مقامات پر دیکھے جاسکتے ہیں۔

طویل تحقیقی فتاوے

(۱) بعض فتاوے کافی طویل اور تحقیقی ہیں جو بجائے خود رسالے کی حیثیت رکھتے ہیں مثلاً

لاؤڈ اسپیکر پر نماز، جو ص ۳۵۸ سے ۳۶۸ تک پھیلا ہوا ہے اس میں سائنس دانوں کے اقوال سے بھی یہ ثابت کیا گیا ہے کہ لاؤڈ اسپیکر سے سنی جانے والی آواز امام کی عین آواز نہیں ہوتی اس کی نقل ہوتی ہے۔ اور نماز میں امام کی اقتدا فرض ہے نہ کہ خارج سے کسی شخص یا شے کی۔ اس لئے لاؤڈ اسپیکر کی اقتداء میں نماز ادا کرنا جائز نہیں۔ سائنس دانوں

کے اقوال کو انگریزی ٹائپ میں دے دیا گیا ہے۔

(۲) آیت وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ اور لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ میں ذنب کا معنیٰ اور یہ کہ اس کی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت سے کیا مراد ہے؟ چونکہ ان آیات کا ظاہری معنیٰ عصمت انبیاء کے خلاف جاتا ہے، تفاسیر کی روشنی میں حضرت فقیہ ملت نے بڑی اچھوتی بحث کی ہے جس سے تمام اعتراضات اور شبہات یکلخت دور ہو جاتے ہیں، یہ طویل فتوٰی ص ۴۶ سے ۵۴ تک پھیلا ہوا ہے جو اپنے موضوع پر بڑا ہی پُر مغز اور اطمینان بخش ہے۔

(۳) افضلیت صدیق اکبر اور زمانۂ جاہلیت میں بھی کفر و شرک سے آپ کی براءت پر بھی ایک نہایت تحقیقی فتوٰی ہے، جو ص ۵۴ سے ۸۸ تک پھیلا ہوا ہے اور دلائل و براہین سے پر ہے۔

(۴) مسئلہ باغ فدک اہل سنت اور روافض کے درمیان ہمیشہ سے موضوع بحث اور معرکہ آرا رہا ہے، حضرت فقیہ ملت دامت برکاتہم نے اس موضوع پر بھی سیر حاصل بحث کی ہے اور عقلی و نقلی دلائل کا انبار لگا دیا ہے جس سے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت بالکل بے غبار ہو کر سامنے آجاتی ہے، اور شکوک و شبہات کے سارے تار و پود بکھرتے نظر آتے ہیں۔ یہ طویل فتوٰی ص ۹۰ سے ۱۰۴ تک ۱۵ (پندرہ) صفحات پر مشتمل ہے۔

(۵) حدیث قرطاس بھی روافض و اہلسنت میں معرکہ آرا بحث کی حیثیت سے معروف ہے روافض یہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض وصال میں کاغذ مانگا تاکہ حضرت علی کی خلافت کا پروانہ لکھ دیں لیکن حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لکھنے سے روک دیا۔ اس فتوے میں حدیث قرطاس پر ایسی شاندار بحث فرمائی ہے اور روافض کو ایسے دندان شکن جواب دئیے ہیں کہ ان کے تمام اعتراضات دھواں ہو جاتے ہیں۔ یہ طویل فتوٰی بھی ص ۱۰۴ سے ۱۲۳ تک بیس صفحات پر مشتمل ہے جو دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ دونوں فتاوے باغ فدک اور حدیث قرطاس کے نام سے علیحدہ کتابی شکل میں بھی شائع ہو گئے ہیں۔

(۶) عام طور سے تو یہی مشہور ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ذبیح اللہ ہیں لیکن یہ

بحث بھی عرصہ سے چلی آرہی ہے کہ واقعی آپ ہی ذبیح اللہ ہیں یا حضرت اسحاق علیہ السلام؟ ص ۳۲ پر اس سلسلے میں ایک سوال کا جواب بھی نہایت تحقیقی فتوای مرقوم ہے جس میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ہی ذبیح اللہ ثابت کیا گیا ہے۔ یہ بحث بھی اہل تحقیق کے لئے لائق مطالعہ ہے جو فتاوای کے سات صفحات پر مشتمل ہے۔

(۷) نکاح زلیخا از یوسف علیہ السلام ص ۵۵۴ تا ص ۵۵۶۔ اور ان کے علاوہ بعض دیگر فتاوے۔

تطبیق اقوال فقہاء

بہت سے فتاوے ایسے بھی ہیں جو تطبیق اقوال و رفع اشکال سے متعلق ہیں مثلاً۔

(۱) باب الاوقات ص ۱۴۷ پر ایک اشکال یہ پیش کیا گیا کہ نماز عشاء کو تہائی رات تک مؤخر کرنے کو فقہائے کرام نے مستحب فرمایا ہے اور یہی احادیث سے بھی ثابت ہے۔ بعض فقہا نے مطلق تاخیر کا قول کیا ہے بعض نے جاڑے کی قید لگائی ہے اور گرمی میں تعجیل کو مستحب قرار دیا ہے۔ تو اصل حکم کیا ہے اور آج کل بعض نے مطلق تعجیل کو مستحب قرار دیا ہے۔ اسکی کہانتک گنجائش ہے اس پر حضرت فقیہ ملت نے جو عالمانہ بحث کی ہے وہ قابل دید ہے۔ خلاصہ یہ کہ اصل حکم تو تاخیر عشاء ہی کا ہے۔ اور وہ ہر موسم کیلئے برابر۔ ہاں اگر کسی گاؤں کے لوگ عام طور پر اول وقت کھا پی کر سو جانے کے عادی ہوں اور تہائی رات تک عشاء کے مؤخر کرنے میں اکثر لوگوں کی جماعت ترک ہو جاتی ہو تو خاص کر اس صورت میں تعجیل (یعنی جلد پڑھ لینے) کو مستحب ضرور قرار دیا جائے گا۔ جیسا کہ طحطاوی کی تعلیل لِئَلاَّ تَقِلَّ الْجَمَاعَةُ سے ظاہر ہے۔ (ص ۱۷۷)

(۲) فاسق کی اذان کے اعادہ و عدم اعادہ کے متعلق فتاوی مصطفویہ سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ والرضوان اور انوار الحدیث مصنفہ حضرت فقیہ ملت دامت برکاتہم میں اختلاف کا ذکر کرتے ہوئے ایک صاحب نے تعارض و اشکال پیش کیا اور جواب کے طالب ہوئے۔ اس پر ڈھائی صفحے کی بحث کرتے ہوئے حضرت مفتی صاحب نے جو محاکمہ فرمایا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے۔

حضرت مفتی اعظم دامت برکاتہم القدسیہ نے جو تحریر فرمایا ہے کہ "فاسق کی اذان مکروہ ہے مگر دے تو ہو جائے گی۔ عالمگیری میں ہے یُکْرَہُ اَذَانُ الْفَاسِقِ وَلَا یُعَادُ" اس کا مطلب یہ ہے کہ

فاسق اذان نہ کہے اس کی اذان مکروہ ہے مگر کہہ دے تو ہو جائے گی اعادہ واجب نہیں۔
اور انوار الحدیث میں جو درمختار اور بہار شریعت کے حوالے سے ہے کہ فاسق کی اذان کا اعادہ کیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اعادہ مستحب و مندوب ہے۔ اور اعادہ واجب نہ ہو مگر مستحب و مندوب ہو اس میں تعارض نہیں۔" پھر فتاوی رضویہ جلد دوم ص۳۸۸ اور ردالمحتار (شامی) جلد اول ص۲۶۴ سے اس پر دلیل بھی لائے ہیں کہ فاسق کی اذان کا اعادہ محض مندوب ہے۔

(۳) یوں ہی نماز میں کاندھے سے چادر اوڑھنے سے نماز مکروہ ہوگی یا نہیں۔ مصنف بہار شریعت حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے فتاوی امجدیہ جلد اول ص۲۰۰ اور فتاوی رضویہ جلد سوم ص۴۱۷ سے دو اقوال پیش کئے گئے اول سے کراہت کی نفی ہوتی ہے دوم سے کراہت پر دلیل مستفاد ہوتی ہے۔ اس اشکال کو حضرت مفتی صاحب یوں دور فرمایا ہے۔

چادر سر سے اوڑھ کر نماز پڑھنا سنت ہے۔ کندھے سے اوڑھ کر پڑھنا خلاف سنت ہے فتاوی امجدیہ میں "کراہت نہیں" سے مراد کراہت تحریمی ہے اور فتاوی رضویہ میں کراہت سے مراد تنزیہی ہے۔ کہ اعلیحضرت علیہ الرحمہ والرضوان نے جو حدیث نقل فرمائی ہے وہ کراہت تحریم کے اثبات کے لئے کافی نہیں کہ مکروہ تحریمی کا اثبات اس سنت کے ترک سے ہوگا جو سنت ھدیٰ مثل اذان وجماعت کے ہو۔ (فتاوی فیض الرسول اول ص۳۷۵)

حضرت فقیہ ملت دامت برکاتہم العالیہ کے علاوہ بعض اساتذۂ فیض الرسول کے بعض فتاوے بھی بڑے تحقیقی اور علمی ہیں جن کا تفصیلی ذکر طوالت کے خوف سے فی الحال نظر انداز کیا جاتا ہے۔ غرض یہ پورا مجموعۂ فتاوی نادر تحقیقات، عمدہ تفہیمات اور فقہی جزئیات کا ایک انمول خزانہ اور سدابہار گلدستہ ہے۔ جو قیامت تک ان شاء اللہ تعالیٰ اپنے موتی لٹاتا رہے گا۔ اور اہل ذوق کے مشام جام کو معطر کرتا رہے گا۔ جو نہ صرف عوام کیلئے مفید ترین ہے بلکہ عصر حاضر کے مفتیان کرام کے لئے بھی نہایت درجہ کار آمد اور ممد و معین ہے۔

تصنیفی خدمات

حضرت فقیہ ملت علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی دامت برکاتہم العالیہ کی علمی و دینی خدمات میں تصنیفی و قلمی خدمات کو جو نمایاں مقام حاصل ہے وہ اہل علم و شائقین مطالعہ سے پوشیدہ نہیں۔ تدریس وافتا اور تبلیغی دوروں کے ساتھ ساتھ آپ نے اتنی کثیر علمی و اصلاحی کتب تصنیف کر ڈالی ہیں کہ حیرت ہوتی ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ خدائے تعالیٰ نے آپ کے اوقات میں اسلاف کی سی برکت عطا فرمائی ہے۔ جبکہ تصنیف و تالیف کا یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ آپ کی تمام تصانیف کا تذکرہ اور ان پر تفصیلی تبصرہ کثیر صفحات کا متقاضی ہے اس لئے سر دست صرف اجمالی ذکر پر ہی اکتفا کیا جا رہا ہے۔

(۱) فتاویٰ فیض الرسول : اس عظیم و جلیل فقہی شاہکار پر تفصیلی تبصرہ ابھی گذرا ہے۔

(۲) انوار الحدیث : ایک سو تیرہ عنوانات پر ۴۵۵ احادیث اور ساتھ ہی ۴۷۴ مسائل کا یہ ایک مستند و با مقصد ذخیرہ ہے جسمیں حدیث تفسیر فقہ اور اصول فقہ وغیرہ کی ۷۵ کتابوں کی اصل عبارتیں درج ہیں۔ حدیث شریف کی عربی عبارت پر اعراب بھی لگائے گئے ہیں تاکہ عام قارئین بہ سہولت مطالعہ کر سکیں۔ اور جگہ جگہ شارحین حدیث کے اقوال بھی مندرج ہیں اور ان میں اکثر کے تراجم بھی۔ یہ کتاب اتنی مقبول ہوئی کہ ملک و بیرون ملک اب تک اس کے بیس کے قریب ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔ حضرت فقیہ ملت کی اکثر تصانیف اہم ہیں مگر انوار الحدیث اپنی انفرادیت اور ضرورت کی وجہ سے سب پر بھاری ہے، اس کے کل صفحات ۵۰۰ ہیں اور سائز متوسط، اس پر ۲۷ صفحات کا ایک شاندار و جاندار مقدمہ ہے جسے مصنف کے استاذ گرامی حضرت علامہ ارشد القادری صاحب مہتمم و بانی جامعہ فیض العلوم جمشید پور (بہار) نے اپنے قلم زرنگار سے سپرد قرطاس فرمایا ہے۔ جو حدیث اور حجیت حدیث پر ایک نہایت قیمتی سرمایا ہے اور منکرین حدیث کے سروں پر زبردست تازیانہ بھی۔ مقدمہ کے

کے آغاز میں حضرت علامہ تحریر فرماتے ہیں۔

ایک عرصہ سے اس امر کی ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ عامۂ مسلمین اہلسنت کیلئے اردو زبان میں احادیث مقدسہ کا کوئی مستند مجموعہ تیار کیا جائے لیکن کسی بھی زبان کے مطالب و معانی کو دوسری زبان میں منتقل کرنا جتنا مشکل کام ہے وہ اہل علم و بصیرت پر مخفی نہیں خصوصیت کے ساتھ احادیث نبویہ کا اردو ترجمہ تو اس لحاظ سے اور بھی زیادہ مشکل ہے۔ کہ ایمان واسلام کی تفصیلات اور شریعت کے احکام کا وہ اصل ماخذ بھی ہے۔ اس لئے مطالب و معنی کی تعبیر میں الفاظ و بیان کی ذرا بھی لغزش ہوگئی تو نہ صرف یہ کہ اسلام کے شارح کا مقصود و مدعا ادا ہونے سے رہ جائے گا۔ ۔ ۔ ۔ ترجمۂ احادیث کے سلسلے میں صرف اردو زبان کی واقفیت کافی نہیں بلکہ مطالب و معانی کی صحیح تعبیر پر قدرت کے ساتھ ساتھ حدیث فہمی کی فقہی بصیرت شروح و تاویلات کا گہرا مطالعہ اسلاف کے دینی و فکری مزاج اور ذات نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ غایت درجہ عشق و عقیدت اور والہانہ جذبہ و احترام کا تعلق بھی نہایت ضروری ہے۔

خدا کا شکر ہے کہ فاضل جلیل حضرت مولانا مفتی جلال الدین احمد امجدی زید مجدہم اس عظیم خدمت کی انجام دہی کے لئے آمادہ ہوگئے اور سالہا سال کی محنت و عرق ریزی کے بعد انھوں نے مستند حدیثوں کا ایک اردو مجموعہ مرتب کرکے قوم کے سامنے پیش کیا۔ میں اپنے علم و یقین کی حد تک کہہ سکتا ہوں کہ مولانا موصوف اپنے علم و تقویٰ، بصیرت و ذکاوت اور عشق و وجدان کی لطافتوں، طہارتوں اور سعادتوں کے اعتبار سے قطعاً اس خدمت کے اہل ہیں۔ اور بلاشبہہ ان کی یہ خدمت احترام و اعتماد کی نظر سے دیکھے جانے کے قابل ہے۔

(مقدمہ انوارالحدیث ص ۵۶-۵۷)

اس کتاب میں بھی مفتی صاحب نے تمام عبارتیں مکمل حوالوں کے ساتھ سپرد قلم کی ہیں۔ البتہ صرف احادیث میں کتب حدیث کے نام ہی پر اکتفا کیا ہے۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ زیادہ تر حدیثیں مشکوٰۃ المصابیح ہی سے لی گئی ہیں۔ انوارالحدیث اردو کے علاوہ ہندی میں بھی چھپ کر مقبول ہو چکی ہے۔ اب ضرورت ہے اس کے انگریزی ترجمے کی۔ کاش کوئی فاضل

اس کی طرف متوجہ ہوں اور یہ اہم کام کر ڈالیں تو اس کی افادیت انگریزی داں طبقے تک عام ہو جائے اسی طرح بنگلہ اور گجراتی ترجمے کی بھی ضرورت ہے۔ ان زبانوں کے ماہر سنی اہل علم سے گذارش ہے کہ اس کی طرف توجہ دیں اور سعادت ابدی کے حامل بنیں۔

(۳) عجائب الفقہ عرف فقہی پہیلیاں: یہ کتاب فقہ حنفی کی اڑتیس (۳۸) مستند کتابوں کے حوالے سے بطور پہیلی مرتب کی گئی ہے۔ اور حیرت انگیز فقہی مسائل پر مشتمل ہے۔ قاری اس کے ہر سوال کو پڑھ کر اُلجھن میں پڑ جاتا ہے۔ پھر جواب پڑھ کر حیران رہ جاتا ہے کہ آخر مسئلے کا یہ پہلو مجھ سے کہاں پوشیدہ رہ گیا تھا۔ فقہ کے مختلف ابواب کے مطابق ۵۲۳ سوالات اور پھر ان کے جوابات فقہ کی کتابوں سے صفحہ و جلد کے ساتھ دیئے گئے ہیں۔ اس کا ایک بہت بڑا فائدہ یہ ہے کہ ذہن کھلتا جاتا ہے۔ اور بہت سے فقہی مسائل ازبر ہو جاتے ہیں۔ یہ اپنے طرز کی بالکل اچھوتی کتاب ہے اور عوام و طلبہ اور شائقین علم ہر ایک کے لئے یکساں مفید۔ اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس کے مطالعہ سے فقہی مسائل جاننے کا شوق پیدا ہو جاتا ہے۔ اور احکام مسائل کے تلاش کیطرف طبیعت بے اختیار مائل ہو جاتی ہے، اس کے صفحات ۲۸۰ ہیں اور سائز متوسط ہے۔ اس کے شروع میں بھی رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری صاحب کا ایک نہایت پر مغز مقدمہ ہے جو پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ مقدمہ نگار نے اس میں فقہ کی اہمیت بیان کرتے ہوئے منکرین فقہ کی اچھی طرح خبر لی ہے۔

(۴) خطباتِ محرم: اس کتاب میں فقیہ ملت نے محرم کے واعظین کے لئے خاص طور سے بارہ وعظ تحریر فرما دیئے ہیں جن کا مقصد اصلی عام واعظین کو غلط روایات اور غیر مستند حکایات سے بچانا ہے۔ پہلا وعظ فضائل شہادت پر ہے دوسرا وصال رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے تذکرے میں اور تیسرا چوتھا پانچواں چھٹا بالترتیب خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ذکر پر مشتمل ہے۔ ساتواں آٹھواں فضائل و مناقب اہل بیت پر۔ نواں حضرت امیر معاویہ صحابی رسول رضی اللہ عنہ، دسواں گیارہواں حضرت امام عالی مقام سید نا سرکار حسین و شہدائے کربلا کے دلدوز تذکرے پر۔ بارہواں واقعات بعد شہادت پر۔ متوسط سائز کے ۳۴۵ صفحات پر یہ کتاب پھیلی ہوئی ہے۔ اور اپنے موضوع پر بے نظیر ولاجواب ہے۔ آخر میں تعزیہ اور دیگر محرم کی غلط رسوم پر فتاوے کا ایک مجموعہ بھی شامل ہے جو بڑا مفید ہے۔ اور آخر ہی کے صفحہ ۲۵۷ سے

۴۴ء تک حضرت فقیہ ملت دامت برکاتہم العالیہ کے حالات وہدایات ہیں جو آج کل کے علماء وطلبہ کیلئے خاص طور پر بہترین درس عبرت اور نمونۂ عمل ہیں حالات مصنف کی اجمالی فہرست ملاحظہ ہو تاکہ اس کے مندرجات کا اندازہ لگانا آسان ہو، پیدائش ونسب، خاندانی حالات، تحصیل علم شرف بیعت، اعلیحضرت مجدد دین وملت سے عقیدت، تدریس وطریقۂ تدریس، بڑے طلبہ فتویٰ نویسی کی زندگی کے چند واقعات، تصنیف وتالیف، کتب خانہ امجدیہ، ایک اہم خدمت (تصحیح قرآن مجید) حق گوئی وبے باکی، تقریر اور اس کا نذرانہ، اوجھاگنج کی غلط باتیں اور ان کی اصلاح نماز کے لئے غیبی تائید، شاگردوں کو وصیت۔ میرا خیال ہے اس میں حالات مصنف تو کم ہیں۔ اصلاح وتربیت کے پہلو زیادہ نمایاں ہیں، اور خاص بات یہ کہ انداز بیان بھی خشک نہیں ہے۔ جب کہ سوانح حیات سے متعلق بالعموم مضمون خشک ہی ہوتا ہے۔

(۵) انوار شریعت عرف اچھی نماز، یہ کتاب عام لوگوں کیلئے ایک بیش بہا دینی خزانہ ہے جسمیں ،، عنوانات کے تحت اکثر ان ضروری مسائل کو پیش کر دیا گیا ہے جن کی عام طور سے مسلمانوں کو ضرورت پڑتی ہے۔ اجمالی فہرست ملاحظہ ہو۔ عقائد اور کفر وشرک کا بیان۔ وضو غسل تیمم اور نماز کا بیان۔ جمعہ وعیدین کے خطبے، قربانی عقیقہ، نماز جنازہ، زکوٰۃ وعشر، صدقۂ فطر روزہ۔ نکاح وطلاق، عدت کے مسائل کھانے پینے، لباس وزینت اور سونے اٹھنے کے آداب، فاتحہ کا آسان طریقہ اور اسلامی کلمے- گویا حضرت فقیہ ملت نے دریا کو کوزہ میں بند کر دیا ہے- چھوٹے سائز کی یہ کتاب اردو ہندی دونوں زبانوں میں دستیاب ہے۔ بعض مدارس کے نصاب میں بھی داخل ہے۔ یہ ایک ایسی کتاب ہے کہ اس کا ہر گھر میں ہونا ضروری ہے۔

(۶) تعظیم نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) صحابۂ کرام اور اسلاف عظام کے اقوال واحوال کی روشنی میں شرعی دلائل کو سامنے رکھتے ہوئے۔ تعظیم واحترام اس کا نہایت دلنشیں اور ایمان افروز تذکرہ جس کو پڑھنے کے بعد دل میں عظمت رسول کا چراغ روشن تر ہو جاتا ہے۔ شرعی اور فقہی اعتبار سے توہین وتعظیم کا کیا مدار ہے۔ اور تعظیم رسول پر کیا کیا اعتراضات کئے جاتے ہیں۔ ان سب کا جواب بھی آپ کو اس کتاب میں ملے گا۔ یہ کتاب چھوٹے سائز کے ۹۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ اور اپنے موضوع پر اردو میں حرف آخر کا درجہ رکھتی ہے۔

(۷) حج و زیارت : یہ کتاب حضرت فقیہ ملت دامت برکاتہم نے ۱۳۹۶ھ میں حرمین شریفین کی زیارت و حج سے مشرف ہونے کے بعد تحریر فرمائی جو ایک طرف تو حج و زیارت کے مسائل دوسری طرف تجربات پر مشتمل ہے آج کے زمانے میں اس کتاب کا مطالعہ ہر حاجی کے لئے نہایت درجہ کارآمد ہے کیوں کہ اس میں مسائل کے ساتھ حج کے سفر کی دیگر ضروریات کو بھی بیان کر دیا گیا ہے۔ کتاب کا انداز بیان اس قدر دلنشین ہے کہ اس کو پڑھنے والا تھوڑی دیر کیلئے اپنے آپ کو دیار حرم کی سیر کرتا ہوا محسوس کرنے لگتا ہے۔

(۸) باغ فدک اور حدیث قرطاس : باغ فدک اور حدیث قرطاس سے متعلق رافضیوں کے اعتراضات کے تحقیقی و مسکت جوابات دیتے ہوئے حضرت فقیہ ملت نے شیخین کریمین سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شخصیت کو بالکل بے غبار ثابت کیا ہے۔

(۹) معارف القرآن : ایمان و عقیدے کو سنوارنے والی چند آیات کریمہ کا انتخاب کر کے ان کا ترجمہ اور تفسیر پیش کی گئی ہے۔ نہایت عام فہم اور مفید کتاب ہے۔ ۴۸ صفحات۔

(۱۰) اوجھڑی کا مسئلہ : اوجھڑی وغیرہ سے متعلق مفتیان کرام کے فتاوے کا مجموعہ ۳۲ صفحات

(۱۱) علم اور علما : قرآنی آیات اور احادیث طیبہ نیز اقوال بزرگان دین کی روشنی میں علم علما اور طلبہ کی فضیلت، بے اعمال اور دنیا دار نیز بدعقیدہ عالم کی مذمت پر بے نظیر کتاب، جو بلاشبہ دریا کو کوزہ میں بند کرنے کے مترادف ہے، علما، طلبہ اور عوام سب کے لئے یکساں مفید۔ احادیث حوالے کے ساتھ اور عربی متن مع اعراب درج ہے۔

(۱۲) بدمذہبوں سے رشتے : آج کل بدمذہب بالخصوص وہابی سنی گھروں میں شادیاں کر کے وہابی تحریک کو فروغ دے رہے ہیں اور بھولے بھالے جاہل مسلمان اکثر ان کے دام مکر میں آ بھی جاتے۔ اس لئے اس کی سخت ضرورت تھی کہ قرآن و حدیث کی روشنی میں عام لوگوں کو بدمذہبوں سے ملنے جلنے اور شادی بیاہ کرنے کی مذمت و قباحت بتائی جائے۔ حضرت مفتی صاحب قبلہ نے یہ کتاب لکھ کر امت مسلمہ پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ اہل خیر حضرات کو چاہئے کہ اس کی ہزاروں کاپیاں خرید کر مفت تقسیم کریں تاکہ اس اہم حکم شرعی کی زیادہ سے زیادہ تبلیغ ہو اور مسلمان عصر حاضر کے ایک بڑے فتنے سے محفوظ ہو جائیں۔

(۱۳) نورانی تعلیم : یہ بچوں کی دینی تعلیم کا ایک بہترین نصاب ہے۔ جو پہلے چار حصوں پر مشتمل تھا۔ اب مفتی صاحب نے دو حصوں کا اضافہ کر دیا ہے۔ قاعدہ اور حصہ اول اس طرح یہ کتاب چھ حصوں پر تقسیم ہے۔ سوال وجواب کے طرز پر مکمل کئی کتابوں میں ایک نہایت ممتاز ومستند اور مفید سلسلہ۔

(۱۴) بزرگوں کے عقیدے : اس کتاب میں مختلف فیہ مسائل پر مستند حوالہ جات کی روشنی میں بزرگان دین واسلاف کرام کے عقائد ونظریات پیش کر کے مسلک اہلسنت وجماعت کی حقانیت ثابت کی گئی ہے اپنے موضوع پر منفرد کتاب، جس سے ہر ایک انصاف پسند کا متاثر ہونا لازمی ہے۔ اہلسنت کے معمولات وعقائد پر کفر وشرک اور بدعت کا فتویٰ لگانے والوں کے لئے یہ کتاب بطور خاص تازیانۂ عبرت اور درس ہدایت ہے۔ صفحات ۲۱۴۔ سائز متوسط۔

(۱۵) محققانہ فیصلہ : یہ کتاب ان آٹھ مختلف فیہ مسائل پر دلائل کا نچوڑ ہے جو آئے دن موضوع بحث ہوا کرتے ہیں، اس کے عنوانات ملاحظہ ہوں۔ بدعت، صلاۃ وسلام، انگوٹھا چومنا، نذر ونیاز، اقامت کے وقت بیٹھنا، اذان خطبہ کی جگہ، بزرگوں کے ہاتھ پاؤں کو بوسہ دینا، ایصال ثواب اور فاتحہ — یہ کتاب ہند وپاکستان میں اب تک تقریباً پچاس ہزار کی تعداد میں چھپ کر مقبول ہو چکی ہے، سائز خورد، صفحات اردو ۴۸ ۔ ہندی ۶۴۔

(۱۶) سید الاولیا : یہ حضرت سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حالات، کرامات اور ملفوظات پر مشتمل ہے۔ جو حضور سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے زمانۂ مبارک کے مشہور بزرگ اور آپ کے مداحین میں سے ہیں۔ کتاب میں خاص کر ملفوظات کا حصہ نہایت مفید گرانقدر اور اس قابل ہے کہ اسے بار بار پڑھا جائے۔ صفحات ۶۴۔ سائز متوسط۔

(۱۷) ضروری مسائل : چند ضروری اہم مسائل پر تحقیقی فتاوے کا مجموعہ جن کے موضوعات یہ ہیں انجکشن سے روزہ ٹوٹتا ہے یا نہیں، نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال کیسا ہے؟ غیر صحابہ کے لئے رضی اللہ عنہ کا حکم، اردو اور دوسری غیر عربی زبانوں میں خطبۂ جمعہ کا حکم، مسجد میں نماز جنازہ جائز یا ناجائز؟ مسلمانوں کی قبر کیسی ہونی چاہئے؟ قبروں کو سجدہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ عرب میں کافروں کے وجود پر بحث، صفحات ۸۰ سائز خورد،

(۱۸) حرمت سجدۂ تعظیم : غیر خدا کو سجدۂ تعظیمی کے حرام اور سجدۂ تعبدی کے کفر ہونے پر شافی بحث اور تحقیقی دلائل پر مشتمل نہایت مفید رسالہ، صفحات ۱۶،

(۱۹) گلدستۂ مثنوی : مولانا جلال الدین محمد رومی جو مولانا روم کے نام سے مشہور ہیں ان کی مثنوی معنوی کو جو شہرت و مقبولیت حاصل ہے محتاج بیان نہیں، یہ مثنوی آپ کے مرید خاص حسن حسام الدین چلپی کی فرمائش پر لکھی گئی اور دس سال کے عرصہ میں پایۂ تکمیل کو پہونچی مولانا کی ولادت ۶ ربیع الاول ۶۰۴ھ کو بلخ میں ہوئی اور وفات ۶۷۲ھ کو بتاریخ ۵ جمادی الآخرہ بمقام قونیہ (ترکی) واقع ہوئی۔

گلدستۂ مثنوی اسی مشہور عالم مثنوی معنوی کی ایک انتخابی کوشش ہے۔ جسے پہلے مفتی صاحب نے گلدستۂ مثنوی اور گلزار مثنوی کے نام سے دو قسطوں میں شائع کیا تھا۔ پھر بعد میں دونوں کو یکجا کر کے گلدستۂ مثنوی کے نام شائع فرمایا، مثنوی مولانائے روم جو دلچسپ ایمان افروز حکایات و نکات پر مشتمل ہے اور حد درجہ سبق آموز۔ یہ مجموعہ اس کا گویا عطر ہے۔ اسی سے اس کی افادیت و اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، ہر حکایات اصل فارسی میں اعراب (زبر زیر پیش) کے ساتھ ہے تاکہ اردو داں حضرات بھی بہ آسانی پڑھ سکیں پھر اس کا دلنشیں اور عام فہم ترجمہ کر کے حضرت فقیہ ملت نے اس کو عام تر اور مفید تر بنا دیا ہے، صفحات ۹۶، سائز متوسط۔

(۲۰) سوانح لطیف : یہ شعیب الاولیا حضرت شاہ محمد یار علی صاحب قبلہ قدس سرہ بانی ادارہ فیض الرسول براؤں شریف کے مرشد اجازت قطب وقت حضرت شاہ عبد اللطیف صاحب ستھنوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے مختصر حالات زندگی پر مشتمل ہے، صفحات ۱۶۔

حضرت فقیہ ملت دامت برکاتہم کی تصانیف کی ایک بہت بڑی خصوصیت یہ ہے کہ عام فہم ہوتی ہیں اور علمی مباحث بھی حضرت فقیہ ملت آسان اسلوب میں پیش فرماتے ہیں یہی وجہ ہے کہ آپ کی تمام تصانیف ہاتھوں ہاتھ نکل رہی ہیں اور ہندوستان کے علاوہ پاکستان میں بھی اکثر تصانیف چھپ کر مقبول ہو چکی ہیں۔ کئی کتابیں ہندی زبان میں بھی منتقل ہو چکی ہیں، مثلاً انوار الحدیث، انوار شریعت، محققانہ فیصلہ، یہ کتابیں تو چھپ چکی ہیں۔ اور بد مذہبوں سے رشتے ہندی میں زیر طبع ہے۔ ضرورت ہے کہ حضرت فقیہ ملت کی دیگر کتابیں بھی

ہندی بلکہ انگریزی و گجراتی اور بنگالی زبانوں میں شائع ہوں۔

بچوں کے دینی نصاب پر لکھی ہوئی آپ کی کتاب "نورانی تعلیم" قاعدہ اول تا پنجم پرائمری درجات میں نہایت مقبول ہے اور براعظم ایشیا کے علاوہ امریکہ، افریقہ، انگلینڈ اور ہالینڈ وغیرہ ممالک میں بھی داخل نصاب ہو چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے اور مقبولیت عطا فرمائے۔ آمین۔

اصلاحی خدمات

حضرت فقیہ ملت دامت برکاتہم العالیہ اس حدیث رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پر بڑی حد تک عامل ہیں۔

مَنْ رَاٰی مِنْکُمْ مُنْکَرًا فَلْیُغَیِّرْہُ بِیَدِہٖ وَمَنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِہٖ فَمَنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِہٖ وَذٰلِکَ اَضْعَفُ الْاِیْمَانِ۔ (مشکوٰۃ)

تم میں جو کوئی خلاف شرع بات دیکھے تو چاہئے کہ اس کو اپنے ہاتھ سے مٹا دے اور اگر اس کی استطاعت نہیں تو اس کو زبان سے رد کرے اور اگر اسمیں بھی عاجز ہو تو دل سے اس کو برا جانے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔

حضرت مفتی صاحب کے پیش نظر یہ حدیث بھی ہے۔

اِذَا ظَهَرَتِ الْفِتَنُ اَوْ قَالَ الْبِدَعُ وَلَمْ یُظْهِرِ الْعَالِمُ عِلْمَہٗ فَعَلَیْہِ لَعْنَۃُ اللّٰہِ وَالْمَلَائِکَۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ لَا یَقْبَلُ اللّٰہُ مِنْہُ صَرْفًا وَّلَا عَدْلًا۔ (صواعق محرقہ ص ۲)

جب فتنے ظاہر ہوں اور بے دینی پھیلنے لگے اور ایسے موقع پر عالم اپنا علم نہ ظاہر کرے تو اس پر اللہ کی فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے اللہ تعالیٰ نہ اس کا فرض قبول کرے گا اور نہ نفل۔

ان دونوں مذکورہ حدیثوں کی روشنی میں حضرت فقیہ ملت پوری قوت اور توجہ سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر کاربند ہیں۔ اور مداہنت و مصلحت سے دور رہ کر اعلان حق میں کسی کی پروا نہیں فرماتے۔ اس کے لئے تصانیف بھی گواہ ہیں۔ اور آپ کے کھلم کھلا مواعظ بھی، خاص طور

سے آپ نے اپنے گاؤں اوجھا گنج کو بہت سی بدعات اور خلاف شرع رسموں سے پاک کرنے میں جو کوشش فرمائی ہے وہ قابل رشک اور لائق تقلید ہے۔ آپ نے جن بدعات و خرافات کا تقریرًا و تحریرًا رد فرمایا ہے ان کی مختصر فہرست پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

(۱) غیر خدا کو سجدۂ تعظیمی حرام اور سجدۂ تعبدی کفر ہے۔

(۲) گستاخان رسول، علمائے دیوبند اور ان کے پیروکاروں کی تردید۔

(۳) تعزیہ اور اس سے متعلق محرم کی خرافات کا رد۔

(۴) فاسق و بدعمل اور شریعت کا مذاق اڑانے والے پیروں کی مخالفت۔

(۵) بدمذہبوں اور بدعقیدوں کے وہاں رشتہ داری کی حرمت و مذمت بیان کرنا اور اس سلسلے میں سنیوں کی رہنمائی کرنا۔

(۶) شادی کی بری رسموں کے خلاف اعلان حق۔

(۷) خواجہ خضر کے تہوار کے نام سے پھیلائی ہوئی برائیوں کا قلع قمع کرنا۔

(۸) اوجھڑی اور دیگر حرام ناجائز اشیاء جنھیں لوگ عام طور سے کھاتے ہیں ان کی حرمت و مذمت فرمائی اور کتاب چھاپ کر اس کے مسئلے کو عام سے عام تر کیا۔

(۹) سوم، چہلم وغیرہ کے موقع پر عام مُردوں کے نام ایصال ثواب کی دعوت کی روک تھام کرنا اور صحیح مسئلے پر عمل کی تلقین کرنا۔

(۱۰) دیوبندیوں اور دیگر گمراہ مصنفوں کی مروجہ کتب مثلاً بہشتی زیور، مفتاح الجنہ، راہ نجات وغیرہ کے خلاف تحریک چلا کر سنی کتب بالخصوص بہار شریعت، قانون شریعت، انوار شریعت وغیرہ کو رواج دینا۔

(۱۱) قرآن شریف مع ترجمہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ اور بہار شریعت از صدر الشریعہ علیہ الرحمہ میں عرصہ سے جو کتابت کی اغلاط چلی آرہی تھیں آپ نے ان کی نشاندہی فرمائی اور رسائل و اخبارات کے ذریعہ قوم کو آگاہ کیا۔

اصلاحی پیغام طالبان علوم دینیہ کے نام

حضرت فقیہ ملت دامت برکاتہم نے طالبان علوم دینیہ کے نام جو اصلاحی پیغام نشر فرمایا ہر وہ آب زر سے لکھنے کے لائق ہے۔ ذیل میں اس کا اختصار پیش کیا جاتا ہے۔

① خلوص کے ساتھ خدمتِ دین کو زندگی کا مقصد قرار دو حصول زر کو مقصد زندگی نہ بناؤ۔

② مسجد یا مدرسہ کے ملازم کے معنی میں عالم نہ بنو نائب رسول کے معنی میں عالم بنو۔

③ قرآن مجید اور حدیث شریف کے ساتھ فقہ کا زیادہ مطالعہ کرو۔

④ علمائے اہلسنت خصوصًا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ والرضوان کی تصنیفات کا مطالعہ کرو۔

⑤ عالم کی سند مل جانے کو کافی نہ سمجھو بلکہ زندگی بھر تحصیل علم میں لگے رہو کہ حقیقت میں علم حاصل کرنے کا زمانہ فراغت کے بعد ہی ہے۔

⑥ خود بھی باعمل عالم بنو اور دوسروں کو بھی باعمل بنانے کی دن رات کوشش کرتے رہو۔

⑦ بدمذہب اور دنیادار عالم سے دور بھاگو جیسے شیر سے بلکہ اس سے بھی زیادہ کہ وہ جان لیتا ہر اور یہ ایمان برباد کرتا ہے۔

⑧ گورنمنٹ کے الحاق سے مدارس کو بچاؤ کہ اس سے اکثر دینی مدارس دنیادار ہوگئے اور تعلیم بھی برباد ہوگئی، اور مکر و فریب سے گورنمنٹ کا بھی پیسہ نہ لو کہ غدر و بدعہدی مطلقًا سب سے حرام ہے۔

⑨ دین میں کبھی مداہنت اختیار نہ کرو، بلکہ حق گوئی اور بے باکی اپنا شعار بناؤ۔

⑩ اپنے روپئے کو بینک میں رکھنے اور دوسرے کاروبار میں لگانے کی بجائے دینی کام میں لگاؤ، کتابیں تصنیف کرو اور انھیں چھپوا کر اسلام کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کرو۔

⑪ اساتذہ کے حقوق کو تمام مسلمانوں کے حقوق پر مقدم رکھو اور انھیں کسی طرح کی ایذا نہ پہنچاؤ ورنہ علم کی برکت سے محروم ہو جاؤ گے۔ (خطبات محرم ۵۴۲ - ۵۴۳ ملخصًا)

محمد عبد المبین نعمانی قادری رکن المجمع الاسلامی مبارکپور،

۲۰ ذی قعدہ ۱۴۱۳ھ - ۱۳ مئی ۱۹۹۳ء

وارد حال۔ آستانہ امام احمد رضا قدس سرہ، سوداگران، بریلی شریف

ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم
ریڈر اسلامک اسٹڈیز
ہمدرد یونیورسٹی نئی دلی

مولانا غلام عبد القادر علوی
شخصیت کا تحلیلی جائزہ

فاضل مقالہ نگار ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم (پی ایچ ڈی علیگ) کی شخصیت علمی حلقوں میں کسی تعارف کی محتاج نہیں جدید و قدیم علوم کے ماہر، تصنیف و تالیف میں اعلیٰ معیار تحقیق پیش کرنے والے مصنف، بالغ نظر اسکالر کی حیثیت سے برصغیر ہندو پاک میں عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھے اور پڑھے جاتے ہیں۔ ان کی نگارشات میں قدیم صالح اور جدید نافع کی جلوہ گری واضح طور پہ محسوس کی جاسکتی ہے۔ خانقاہ فیض الرسول سے تعلق خاطر بانیٔ خانقاہ سے والہانہ عقیدت، دارالعلوم فیض الرسول کی خدمات کا اعتراف اور شہزادۂ شعیب الاولیاء علامہ علوی صاحب کی ہمہ جہت شخصیت سے تاثر یہی وہ محرکات ہیں جنھوں نے موصوف کو حقائق کے برملا اظہار پہ آمادہ کیا اور آپ نے یہ گرانقدر اور وقیع مقالہ سپرد قلم فرمایا جسے فاضل مقالہ نگار کے شکریہ کے ساتھ قارئین کی نذر کیا جارہا ہے تاکہ "فیض الرسول" کی بین الاقوامی علمی، دینی، اشاعتی خدمات میں کلیدی اور مرکزی کردار کی حامل شخصیات سے تعارف ہو سکے۔ (جمال احمد خاں رضوی ناظم دارالاشاعت)

بیسویں صدی کے اوائل میں ہندوستان بطور خاص صوبہ اتر پردیش میں مذہب کی نشر و اشاعت جس اعلیٰ پیمانے پر ہوئی اس کا شاید ہی کوئی فرد بشر منکر ہو علمائے فرنگی محل، علمائے خیرآباد، علمائے روہیل کھنڈ علمائے اودھ، علمائے چریا کوٹ، علمائے گھوسی (مدینۃ العلماء) نے مذہب کے فروغ کے سلسلہ میں جو قربانیاں دی ہیں اس کی تفصیلات تاریخ کے سینوں میں محفوظ ہیں جس کا مطالعہ اب بھی دلوں کو سکون اور نگاہوں کو سرور ہی صرف نہیں بخشتا بلکہ ان نفوس قدسیہ کے نقوش قدم پر چلنے کا صالح جذبہ بھی پیدا کرتا ہے۔

ضلع بستی صوبہ اتر پردیش کا کثیر آبادی والا ضلع ہے یہ ضلع بھی اپنے پڑوسی اضلاع کی طرح کئی لحاظ سے پس ماندہ ہے البتہ مذہب سے لگاؤ اور دین سے وابستگی اس ضلع کے لوگوں کی ہر دور میں ضرب المثل

رہی ہے۔ پندرہویں صدی عیسوی میں جب بھگتی تحریک کا ہندوستان میں فروغ ہوا تو اس وقت مشہور بھگت کبیر داس (م ۱۵۱۵ء) نے بستی ہی میں موضع مگہر کے مقام پر اپنی زندگی کا آخری لمحہ گذارا وہیں انتقال کیا اور وہیں دفن ہوئے۔[۱]

ضلع بستی اور ملک نیپال کی سرحد پر لمبنی جو علاقہ کپل وستو سے مشہور ہے بودھ دھرم کے بانی گوتم بودھ جن کا اصل نام سدھارتھا تھا وہیں پیدا ہوئے ان کی تعلیمات سے ان کی شخصیت کے تقدس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے اسی تقدس کے پیش نظر بعض اہل الرائے نے قرآن پاک میں ذوالکفل سے مراد کپل وستو میں پیدا ہونے والے گوتم بدھ ہی کو لیا ہے اس ضلع کی قدیم آبادی ان ہی کے معتقدین پر مشتمل تھی یہاں کے بیشتر مقامات پر پائے جانے والے کھنڈرات اب بھی بودھ دھرم کی عظمت رفتہ کے غماز ہیں۔ اس عظیم شخصیت کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے حکومت اتر پردیش نے ۱۹۸۸ء میں ضلع بستی کو دو حصوں میں تقسیم کر کے وہ حصہ جو سرحد نیپال سے ملتا تھا اس کا نام "سدھارتھ نگر" رکھدیا ہے۔[۲]

ضلع سدھارتھ نگر میں اشاعت دین حق کا سہرا علمائے ربانیین اور بزرگانِ دین کے سر ہے ایک زمانے میں سید احمد رائے بریلوی کے کچھ معتقدین اسلام کے نام پر اپنے افکار و نظریات کی ترویج و اشاعت میں ضرور منہمک تھے لیکن باضابطہ اسلام کی شمع حق و صداقت سے اس ضلع کو روشن و تابناک کرنے میں ان بزرگانِ دین کا کلیدی کردار رہا ہے جو گوشۂ عزلت میں بیٹھ کر خاموش انداز میں اشاعت دین متین میں مصروف تھے اسی لئے ان کے کردار ساز کارناموں کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا۔ البتہ وہ صوفی علماء جنھیں ہمہ جہت فروغ اسلام دیکھنے کی تمنا نے چین سے نہ بیٹھنے دیا، شبانہ روز جد و جہد کر کے قریہ قریہ دعوت اسلام سے متعلق "وما علینا الا البلاغ" کا اہم فریضہ انجام دیتے رہے۔ ایسے لوگوں میں تقریباً پچاس سال تک مسلسل تکبیر اولیٰ کے ساتھ ہر نماز باجماعت ادا کرنے والے عابد شب زندہ دار، شعیب الاولیا صوفی شاہ محمد یار علی لقدر رضی المولیٰ عنہ (۱۳۸۷ھ) کی ذات گرامی سر فہرست ہے۔ اس دعوی کی دلیل میں حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م۔ ۱۹۹۰ء) کا یہ قول بر محل ہوگا۔

"شیخ المشائخ، شعیب الاولیاء عارف حق حضرت صوفی شاہ محمد یار علی علیہ الرحمۃ والرضوان اس

---

(۱) ڈاکٹر غلام یحیٰ انجم :۔ تذکرہ علمائے بستی ص۲۰ فیض آباد ۱۹۸۸ء

(۲) ڈاکٹر غلام یحیٰ انجم :۔ جغرافیہ ضلع سدھارتھ نگر ص۱۸ بستی ۱۹۹۲ء

صدی کے ان بزرگوں میں ہیں جن کی ولایت و بزرگی کو اکثر علماء و مشائخ اور بے شمار عوام و خواص نے تسلیم کیا ہے۔ (۱)

شیخ المشائخ حضرت شاہ صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے کبھی تنہا اور کبھی شیر بیشۂ سنت حضرت علامہ حشمت علی خاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م ۱۳۸۰ھ) اور دیگر علمائے اہل سنت و جماعت کو ہمراہ لے کر ضلع بستی اور اس کے نواحی اضلاع میں اشاعت دین اسلام کا جو اہم فریضہ انجام دیا ہے وہ قابل تقلید کارنامہ ہے۔ مرکز علم و فن "دارالعلوم فیض الرسول" کے علاوہ بیشتر دینی مدارس کئی اہم مذہبی تنظیمیں انہی کے ایما پر وجود میں آئیں ہزاروں لوگ ان کے دامنِ عقیدت سے وابستہ ہوئے ۲۲ محرم ۱۳۸۷ھ کو وصال ہوا دارالعلوم فیض الرسول کے وسیع احاطہ میں ان کا مزار پُر انوار مرجع خلائق ہے۔

ولادت صاحب تذکرہ حضرت مولانا غلام عبدالقادر علوی کی ولادت جمادی الاولیٰ ۱۳۷۳ھ فروری ۱۹۵۴ء میں اسی خدا ترس و خدا رسیدہ بزرگ کے گھر میں ہوئی۔ سلسلۂ نسب چونکہ ۲۹ واسطوں سے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم تک پہنچتا ہے غالباً اسی وجہ سے "عَلَوِی" نام کے جزکی حیثیت سے لکھتے ہیں۔ آباء و اجداد بیرون ہند سے آکر ہندوستان میں مقیم ہوئے قصبہ میر پور ضلع بہرائچ رہائش کے لئے منتخب ہوا لیکن ۱۸۵۷ء کے رستاخیز زمانے میں خاندان کے کچھ لوگ نہ جانے کس طرح براؤں پہنچ گئے وہاں ضیاء الدین نامی ایک شخص نے کچھ اس طرح ان کی خاطر مدارات کی کہ خورشید علی اس سے متاثر ہو کر ہمیشہ کے لئے وہاں کی سرزمین کو اپنا وطن بنا لیا اور خود بھی مہمان نوازی میں طاق ہوئے (۲)

تعلیم و تربیت غلام عبدالقادر علوی اسی خانوادہ کے روشن چراغ ہیں ابتدائی تعلیم آغوشِ مادر میں حاصل کی پھر بعد میں والد ماجد کے قائم کردہ ادارہ "دارالعلوم فیض الرّسول" کے درجات پرائمری سے وابستہ ہو گئے، جغرافیہ، سائنس، ریاضی، سماجیات ہندی اور دیگر جدید مضامین کے ساتھ درجہ پنجم تک باضابطہ تعلیم حاصل کی پھر اسی ادارہ کے درجات عالیہ میں داخلہ لے کر عربی و فارسی کی تعلیم حاصل کرنے میں منہمک ہو گئے۔ شیخ العلماء حضرت علامہ غلام جیلانی رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۹۷ھ م ۱۹۷۷ء) حضرت مولانا بدرالدین احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۴۱۲ھ م ۱۹۹۲ء) حضرت علامہ عبداللہ خاں عزیزی، حضرت مولانا محمد یونس

---

(۱) مولانا محمد نسیم بستوی سوانح شیخ المشائخ ص ۹ ۱۹۷۷ء

(۲) ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ ص ۲۴ اگست ۱۹۸۸ء

نعیمی، حضرت مولانا نعیم الدین احمد رضوی، حضرت مولانا مفتی جلال الدین احمد امجدی، اور حضرت قاری علی حسن نعیمی جیسے ارباب فضل وکمال کے زیر سایہ رہ کر درس نظامی کی تکمیل کی اور ۱۳۹۵ھ میں علمائے ربانیین کے مقدس ہاتھوں سند و دستار فضیلت سے نوازے گئے۔(۱)

تدریسی و تنظیمی ذمہ داریاں

درس نظامی کی تکمیل کے بعد علوی صاحب کی گوناگوں صلاحیت کے پیش نظر ادارہ کے اراکین نے ۱۹۷۵ء میں آپ کو منصب تدریس سپرد کردیا۔ آپ نے اسی ادارہ میں متوسطات سے لے کر منتہی کتابوں تک بڑی خود اعتمادی کے ساتھ درس دیا ۱۹۸۵ء میں جب ادارہ فیض الرسول کے منیجر عالی جناب مولوی محمد فاروق یار علوی کا انتقال ہوگیا تو ایک بار پھر ادارہ کے اراکین کی نگاہ انتخاب اس اہم ذمہ داری کی بحسن وخوبی انجام دہی کے لئے آپ پر پڑی اور جولائی ۱۹۸۵ء میں تدریسی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہوکر باضابطہ منیجر کے عہدہ کو سنبھال لیا جسے آپ تادم تحریر حسن وخوبی کے ساتھ انجام دے کر ادارہ کو دن دونی رات چوگنی ترقی بخش رہے ہیں۔

ادارہ کے نظم ونسق کو بہتر چلانے کے لئے دو عہدے بڑے اہم ہوتے ہیں ایک منیجر دوسرا ناظم اعلیٰ۔ حضرت مولانا صوفی شاہ محمد صدیق یار علوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۹۲ء) تادم حیات سجادہ نشینی کے اہم منصب پر فائز ہونے کے ساتھ ناظم اعلیٰ کے اہم فرائض بھی انجام دیتے رہے لیکن ۱۸ رجب المرجب ۱۴۱۲ھ مطابق ۴ جنوری ۱۹۹۲ء کو جب ان کا وصال ہوگیا تو ارکان مجلس عاملہ خانقاہ فیض الرسول نے بانی خانقاہ شعیب الاولیاء حضور سیدنا شاہ محمد یار علی قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کی رجسٹری بابت خانقاہ مورخہ ۲ر۵ر۱۹۶۱ء کی ہدایات کے مطابق ۴ر مئی ۱۹۹۲ء کو بذریعہ اعلان مریدین، معتقدین اور عام مسلمین کو جمع کیا پھر حسب ضابطہ رجسٹری آئی ہوئی جماعت مسلمین میں سے چالیس افراد پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی جس نے ۵ر مئی ۱۹۹۲ء باتفاق رائے آپ کو خانقاہ فیض الرسول کا سجادہ نشین نامزد کردیا۔(۲)

ادارہ کے اصول وضوابط کے مطابق چونکہ سجادہ نشین ہی ادارہ کا ناظم اعلیٰ ہوتا ہے اس لئے ناظم اعلیٰ کی اہم ذمہ داری بھی آپ کے سپرد ہوگئی اس وقت علوی صاحب ادارہ اور خانقاہ دونوں کے اہم عہدوں پر فائز ہوکر ترویج وارتقار کے سلسلہ میں کلیدی کردار ادا کر رہے ہیں۔ بحمدہ تعالیٰ آپ کی

---

(۱) ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم۔ تذکرہ علمائے بستی ص ۱۸۸ (۲) فیض الرسول پاکٹ جنتری ۱۹۹۳ء ص ۶

مستحکم قیادت میں ادارہ ان دنوں تعلیمی، تعمیری، اشاعتی اور تبلیغی ہر محاذ پر پوری طرح سرگرم عمل ہے۔

تعمیری سرگرمیاں

سابق سجادہ نشین حضرت مولانا صوفی محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد سجادگی اور نظامت کے مسئلہ کو لے کر ادارہ فیض الرسول کچھ دنوں افرا تفری کا شکار رہا لیکن فضل خداوندی سے کچھ ہی دنوں بعد یہ افراتفری دور ہو گئی اور علوی صاحب بہمہ وجوہ ادارہ کو فروغ دینے میں مصروف ہو گئے بعض ناقص عمارتوں کو مکمل کروایا اور بعض عمارتوں کی از سر نو تعمیر کروائی۔ تعمیراتی سرگرمیوں کے حوالے سے انھیں کئی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا خاص طور سے ادارہ کی باؤنڈری سے متعلق گاؤں کے لوگوں نے کئی محاذ پر آپ کے مستحکم ارادے کو متزلزل کرنا چاہا مگر آپ ہر طرح ان شرپسند عناصر کے لئے کوہ گراں ثابت ہوئے مولیٰ تعالیٰ نے غیبی مدد فرمائی اور ادارہ کی کل زمینوں کا احاطہ جو کئی ایکڑ پر مشتمل ہے باؤنڈری کرا کے ہی دم لیا۔ اس کے علاوہ ادارہ کا صدر گیٹ، مسجد کی توسیع دارالتفسیر کی دو منزلہ عمارت، اور چوبیس ۲۴ وسیع وعریض کمروں پر مشتمل ادارہ کی جدید درسگاہ کی تعمیر کروا کے براؤں شریف کی سرزمین پر علوم وفنون کا ایک شہر بسا دیا ہے اور مزید اس شہر کو خوب سے خوب تر بنانے کا عزم محکم رکھتے ہیں۔

تعلیمی سرگرمیاں

جس زمانے میں حضرت مولانا بدرالدین احمد رضوی دارالعلوم فیض الرسول میں مدرس اول تھے اس زمانے میں ادارہ کا تعلیمی معیار بڑا اونچا تھا ملک کے طول وعرض میں اس ادارہ کی شہرت جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی تھی۔ لیکن جب آپ اس ادارہ سے سبکدوش ہو کر مدرسہ غوثیہ فیض العلوم بڑھیا چلے گئے تو ادارہ کا تعلیمی معیار بھی روز افزوں فروتر ہوتا گیا حتیٰ کہ طلبہ کی تعداد میں بھی ایک حد تک کمی کا احساس ہونے لگا تھا۔ حضرت مولانا غلام عبدالقادر علوی نے جب ۱۹۸۵ء میں عہدۂ اہتمام سنبھالا اور بحیثیت منیجر کام کرنا شروع کیا تو ادارہ کے تمام امور پر آپ نے یکساں توجہ فرمائی جس میں آپ تقریباً ہر محاذ پر کامیاب رہے ادارہ کے تعلیمی معیار ہی کو صرف نہیں اونچا کیا بلکہ آپ کی کوششوں سے کچھ نئے تعلیمی شعبے بھی منصۂ شہود پر آئے۔

علوی صاحب کے عہدۂ اہتمام سنبھالنے کے قبل دارالعلوم فیض الرسول میں درجۂ حفظ کے طلبہ تجوید کی رعایت کئے بغیر حفظ کرتے رہے لیکن علوی صاحب ورتل القرآن ترتیلا (۱) کی اہمیت کے پیش نظر

---

(۱) المزمل۔ ۴

ہر طالب علم کے لئے تجوید کا جاننا لازم قرار دے دیا اور اس کے لئے عمدہ مجوّدین کا انتخاب کرکے شعبہ تجوید کو کافی اہم بنادیا۔ اور اس کے علاوہ درس نظامی کے متوسط درجات تک کے طلبہ کو تجوید بحیثیت ایک مضمون کے بھی پڑھایا جانے لگا تاکہ ادارہ کا ہر سند یافتہ طالب علم مسائل شرعیہ سے صحیح واقفیت کے ساتھ مجود قرآن بن کر بطور احسن فریضۂ امامت بھی انجام دے سکے۔

تعلیمی سرگرمیوں کے حوالے سے یہ بات انتہائی قابل ذکر ہے کہ مولانا غلام عبد القادر علوی ادارہ فیض الرسول میں اس نظام تعلیم کو بھی رائج کرنا چاہتے ہیں۔ جسے عصر حاضر کے تقاضوں کو مدنظر رکھ کر تیار کیا گیا ہے تاکہ اس ادارہ کے ہر فارغ شدہ طالب علم کا رشتہ دولت دین کے حصول کے ساتھ دولت دنیا سے مربوط رہے مگر علوی صاحب اپنے ان ذہنی خاکوں میں رنگ بھرنے میں کامیاب ہوگئے تو بلاشبہ یہ ادارہ دنیائے سنیت ہی کا نہیں بلکہ عالم اسلام کے ان چند اداروں میں سے ایک ہو جائے گا جنھیں انگلیوں پر گنا جا سکے گا۔

قلمی واشاعتی خدمات

عصر حاضر کیا ہر دور میں تصنیف و تالیف کا مشغلہ دشوار طلب رہا ہے تصنیف و تالیف جیسی خارزار وادی میں قدم رکھنا اور ہر موڑ پر دامن بچاتے ہوئے مصنفین کی اس کاوش کو قارئین کے ہاتھوں تک پہنچا دینا ہر کس و ناکس کی بس کی بات نہیں۔

کوئی معیاری کام کرنا یوں ہی مشکل ہے لیکن اس سے کہیں زیادہ طباعت کی تمام تر خوبیوں کے ساتھ اس کاوش کو منظر عام پر لانا ہے خوشی کی بات یہ ہے کہ غلام عبد القادر علوی تصنیف و تالیف سے صرف دلچسپی ہی نہیں رکھتے بلکہ طباعت کی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ اسے شائع کرنے کا حوصلہ بھی رکھتے ہیں۔ شاید انہی وجوہ کے پیش نظر دار العلوم فیض الرسول میں باضابطہ دار المصنفین اور دار الاشاعت کے قیام کا اعلان ہوا اگرچہ ان دونوں شعبوں کا بنیادی خاکہ حضرت مولانا بدر الدین احمد رضوی نے تیار کیا تھا مگر کسی وجہ سے ان خاکوں میں بھرپور رنگ نہ بھرا جا سکا اس لئے امتداد زمانہ کے ساتھ وہ خاکے نسیا منسیا ہوگئے لیکن اس اشاعتی شعبہ کی اہمیت اپنی جگہ مسلم رہی حضرت مولانا مفتی جلال الدین احمد امجدی نے اس مسئلہ کو پھر سے اٹھایا۔ اس سے متعلق ارباب علم و فضل کی کئی نشستیں منعقد ہوئیں امجدی صاحب نے اس کی دائمی اہمیت و ضرورت سے ارکان مجلس کو صرف روشناس ہی نہیں کرایا بلکہ اس شعبہ کے قیام کی خاطر ہر طرح قائدانہ جدوجہد بھی کرنے لگے۔ مفتی صاحب کی مسلسل جدوجہد سے علوی صاحب کو اپنی گوناگوں مصروفیات سے کچھ وقت اس کے

ئے مخصوص کرنا پڑا علوی صاحب کی اس مخلصانہ توجہ اور قابل قدر کاوش نے پھول پر شبنم اور سونے پر سہاگہ کا کام کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ علوی صاحب نے امجدی صاحب کی سرپرستی میں حضرت مولانا بدرالدین احمد رضوی کا وہ خواب جو انھوں نے ادارۂ تصنیف و تالیف سے متعلق دیکھا تھا شرمندۂ تعبیر کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

مولانا علوی کے اس عظیم الشان کارنامے کو جس قدر سراہا جائے کم ہے اگر ان کی توجہ اس طرف نہ ہوتی تو یہ فتاوے جسے حضرت مولانا مفتی جلال الدین احمد امجدی نے کئی سال مسلسل محنت کر کے مستفتین کو مسائل شرعیہ سے آگاہ کیا تھا قارئین کو تسکین نظر فراہم کرنے کے بجائے زمانے کے دست برد کا شکار ہو جاتے۔ فتاویٰ فیض الرسول جلد ثانی اسی اشاعتی سلسلہ کی دوسری کڑی ہے۔ مولیٰ تعالیٰ جلد اول کی طرح اس جلد ثانی کو بھی قبولیت عامہ کا درجہ عنایت فرمائے۔ (آمین)

ماہنامہ فیض الرسول جس کا اجراء محرم الحرام ۱۳۸۵ھ جون ۱۹۶۵ء میں ہوا تھا اسی ادارہ کا آرگن ہے جو اسلامی، اخلاقی، ادبی مضامین کا حسین گلدستہ لے کر شائع ہوتا ہے مولانا علوی اس موقر جریدے کی ادارت ایک عرصہ سے فرما رہے ہیں۔ اس جریدے میں چھپنے والے چیدہ و چنیدہ مضامین سے ان کی فکر انگیز صلاحیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

بیک وقت تین اہم عہدوں کی ذمہ داری سنبھالتے ہوئے کوئی معیاری کام کرنا مشکل ہی نہیں بلکہ مشکل ترین ہے لیکن اس کے باوجود جریدہ کی ادارت بحسن و خوبی انجام دینے کے علاوہ ایک پاکستانی مصنف حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم ہزاروی کی عربی تصنیف "وسیلہ" کا سلیس اردو میں ترجمہ بھی کر کے شائع کیا ہے "مرقات" کی نامکمل شرح بھی ان کی تصنیفی مصروفیت کی ایک کڑی ہے اگر علوی صاحب اپنی گوناگوں مصروفیات کا تھوڑا سا حصہ تصنیفی امور کی طرف لگا دیں تو منطق کی مایۂ ناز کتاب مرقات کی شرح کی تکمیل کے علاوہ بیشتر ایسی معیاری کتابیں منصۂ شہود پر آسکتی ہیں جن سے عوام و خواص اور طلبہ و اساتذہ یکساں مستفید ہو سکیں گے۔

بیعت و خلافت

حضرت مولانا غلام عبدالقادر علوی کو قادریہ، چشتیہ دونوں سلسلوں میں بیعت و خلافت حاصل ہے آپ کے والد ماجد شیخ المشائخ حضرت شاہ صاحب قبلہ نے سلسلہ عالیہ قادریہ محبوبیہ و چشتیہ لطیفیہ میں بیعت کرنے کے بعد خلافت جیسی انمول دولت سے سرفراز فرماتے ہوئے کہا تھا۔

آں عزیز کو سلسلۂ عالیہ قادریہ محبوبیہ وچشتیہ لطیفیہ کی اجازت وخلافت دیتا ہے کہ جو مرد یا عورت ان کے پاس توبہ وبیعت کے لئے حاضر ہو اس سے توبہ لے کر ان مبارک سلسلوں میں داخل کریں اور مسلک اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ عنہ کے مطابق اسلام وسنیت کا متبع بنائیں۔(۱)

سید العلماء حضرت علامہ سید آل مصطفےٰ مارہروی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۹۴ھ / ۱۹۷۴ء) نے بھی علوی صاحب کے سر پر تاج فضیلت رکھتے وقت سلسلہ برکاتیہ کی عظیم دولت سے سرفراز فرمایا تھا۔ تذکرہ علمائے بستی میں ہے۔

(مولانا غلام عبد القادر علوی نے) ۱۳۹۵ھ میں درس نظامی کی تکمیل کی اور اسی سال سالانہ جشن دستار بندی کے موقع پر سید العلماء اور ملک کے اکابر علماء ومشائخ کی موجودگی میں سند دستار فضیلت سے نوازے گئے اور اسی موقع سے سید العلماء علیہ الرحمۃ نے دستار باندھنے کے فوراً بعد ہزاروں کے مجمع عام میں سلسلۂ برکاتیہ کی اجازت وخلافت عطا کی اور آپ کے لئے خاص طور پر دعائیں کیں راقم الحروف اس وقت معراج العلوم (بھدوکھر بازار) میں زیر تعلیم تھا اور حسن اتفاق سے اس تقریب میں موجود تھا،،(۲)

حضرت مولانا شاہ صوفی محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ جب تک بہ قید حیات تھے اس وقت تک مولانا غلام عبد القادر علوی کی فکر ادارہ کے فلاح وبہبود تک تھی لیکن ان کے وصال فرماتے ہی مجلس عاملہ خانقاہ فیض الرسول نے سجادہ نشینی کا اہم منصب بھی آپ کو پاکیزہ طینت، علمی عبقریت، شرافتِ نفس اور حسن تدبر کے پیش نظر مجمع عام میں سپرد کر دیا۔ مولانا علوی اب بحیثیت ناظم اعلیٰ ومنیجر دار العلوم فیض الرسول اگر ایک طرف ادارہ کی ہمہ جہت ترقیاتی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں تو دوسری طرف دامنِ ارادت سے وابستہ ہونے والے مریدین کے علاوہ عامۃ المسلمین کو رشد وہدایت کا پیغام پہنچا کر سجادہ نشینی کا اہم فریضہ بھی نبھا رہے ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ مولانا غلام عبد القادر علوی کو عمر خضر عطا کرنے کے ساتھ ساتھ غیبی مدد بھی فرمائے۔ تاکہ خانقاہ وادارہ دونوں مراکز سے اشاعت دین حق کا اہم فریضہ انجام دے کر والد ماجد شیخ المشائخ شعیب الاولیاء حضرت صوفی شاہ محمد یار علی رحمۃ اللہ علیہ کے مشن کو فروغ دینے میں نمایاں کردار ادا کر سکیں۔ (آمین)

---

(۱) مفتی جلال الدین احمد امجدی ۔ فتاویٰ فیض الرسول جلد اول ص ۱۲ دہلی ۱۹۹۱ء

(۲) ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم تذکرہ علمائے بستی جلد اول ص ۱۸۹

فہرست مضامین فتاویٰ فیض الرسول جلد دوم

فہرست مضامین

بَابُ النَّسَبُ

ثبوت نسب کا بیان

فہرست مضامین	صفحہ

فہرست مضامین	صفحہ

فہرست مضامین	صفحہ

کتاب الحظر والاباحۃ

حظر و اباحت اور متفرق مسائل

فتویٰ متعلق سجدۂ تعظیم

فہرست مضامین ۱۰	صفحہ

فہرست مضامین	صفحہ

فہرست مضامین	صفحہ
کتاب الفرائض	۷۲۲
وراثت کا بیان	

فہرست مضامین	صفحہ

کتاب الطلاق

طلاق کا بیان

مسئلہ :- از رجب قاسم پیر اسمعیل پوسٹ فتحپور ضلع گونڈہ

زید جوکہ نابالغ ہے اپنے باپ سے اجازت لئے بغیر اپنی بیوی ہندہ کو طلاق دیدی تو یہ طلاق واقع ہوئی یا نہیں ؟

الجواب :- جبکہ زید نابالغ ہے تو اس کی بیوی ہندہ پر طلاق نہیں واقع ہوئی اور اپنے باپ سے اجازت لے کر دیتا تب بھی واقع نہ ہوتی اس لئے کہ نابالغ کی طلاق شرعاً صحیح نہیں ہوتی فتاوی عالمگیری جلد اول مطبوعہ مصر ص۳۳۳ میں فتح القدیر سے ہے۔ لایقع طلاق الصبی وان کان یعقل اھ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ : جلال الدین احمد الامجدی

۳۰ محرم الحرام ۱۳۸۹ھ

مسئلہ :- از عبد العزیز رائی بلرام پور ضلع گونڈہ

زید نے اپنی زوجہ منکوحہ ہندہ کو شادی سے لیکر عرصہ کئی سال تک رخصت نہیں کروایا اور خود شرابی بھی ہے۔ ہندہ کے والدین نے زید کو بلا کر کہا کہ میری لڑکی کو رخصت کروانے کا انتظام کرکے لے جاؤ اگر نہ لے جانا ہو تو طلاق دیدو۔ زید نے بایں الفاظ وعدہ کیا کہ میں اپنی شراب نوشی کی عادت چھوڑ دوں گا اور ہندہ کے رہنے کے لئے گھر کا انتظام کروں گا اور ۳۰ جنوری ۸۰ء سے قبل رخصت کروالوں گا اگر ایسا نہ کرسکوں گا تو ۳۱ جنوری ۸۰ء کو تین بار طلاق سمجھا جائے اب جبکہ زید اپنا وعدہ پورا نہ کرسکا اور نہ ہی خسر کے یہاں آیا کیا الفاظ مذکورہ سے طلاق واقع ہوگئی ؟ ہندہ کا عقد نابالغی میں ہوا تھا اور اب بالغ ہے مگر عقد سے اب تک

زید کے گھر نہیں گئی ہے۔ ایسی صورت میں عدت ہے یا نہیں؟ بیان فرماکر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب ــــــ صورت مستفسرہ میں زید کی بیوی پر طلاق نہیں واقع ہوئی ــــ فتاوی رضویہ جلد پنجم ص۶۱۷ میں ہے کہ شوہر کے اس جملہ سے کہ "میری زوجہ کو طلاق سمجھی جائے"، طلاق واقع نہ ہوئی اور فتاوی قاضی خاں میں ہے۔ امرأة قالت لزوجها مرا طلاق ده فقال الزوج داده انگار او قال کرده انگار لایقع الطلاق وان نوی کانه قال لها بالعربیة احسبی انك طالق وان قال ذلك لایقع الطلاق وان نوی اھ وهو تعالیٰ اعلم بالصواب والیه المرجع والمآب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۱۳ ربیع الاول ۱۴۰۰ھ

مسئلہ: از حاجی یاد علی قصبہ ہنداول ضلع بستی

ہندہ کے گھر والوں نے ایک طلاق نامہ مرتب کرکے اس کے شوہر زید کو مار پیٹ کی دھمکی دے کر مجبور کیا اور طلاق نامہ پر دستخط کرالیا تو اس صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

الجواب ــــــ صورت مستفسرہ میں اگر اکراہ شرعی پایا گیا یعنی زید کو کسی عضو کے کاٹے جانے کا یا ضرب شدید کا صحیح اندیشہ ہوگیا تھا اور اس صورت میں اس نے طلاق نامہ پر دستخط کردیا مگر زبان سے اس نے طلاق نہ دی تو طلاق واقع نہ ہوئی اور اگر زبان سے طلاق دی یا اکراہ شرعی کے بغیر طلاق نامہ پر دستخط کردیا تو طلاق واقع ہوگئی فتاوی قاضی خاں مع ہندیہ جلد اول ص۴۷۲ میں ہے رجل اکرہ بالضرب والحبس علیٰ ان یکتب طلاق امرأته فلانة بنت فلان بن فلان فکتب امرأته فلانة بنت فلان بن فلان طالق لاتطلق امرأته لان الکتابة اقیمت مقام العبارة باعتبار الحاجة ولاحاجة ھھنا وفی البزازیة اکرہ علیٰ طلاقها فکتب فلانة بنت فلان طالق لم یقع اور کنزالدقائق میں ہے یقع طلاق کل زوج عاقل بالغ ولو مکرھا۔ بحرالرائق میں ہے۔ قوله ولو مکرھا ای ولو کان الزوج مکرھا علیٰ انشاء الطلاق لفظا۔ وهو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ :- از محمد عبداللہ محلہ ڈہیہ پور کھیری

ایک صاحب عقل بالغ نے ایک مطلقہ عورت سے نکاح کرلیا اور اپنے مکان پر لاکر رکھا چند یوم کے بعد اپنے خوشی سے طلاق دیدیا تو بعد عدت وہ عورت اپنے پہلے شوہر سے نکاح کرسکتی ہے یا نہیں؟ حلالہ شدہ عورت و مرد ہمبستری نہ کریں صرف بوس وکنارا اور اس کے بدن کو خلوت میں چھولیں بعد کو طلاق دیں اور بعد میعاد عدت اپنے شوہر سابق سے نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب :- بعون الملک الوھاب اگر شوہر اول نے تین طلاق دی تھی تو اس صورت میں اگر شوہر ثانی نے ہمبستری کے بعد طلاق دی ہو تو انقضائے عدت کے بعد شوہر اول سے نکاح کرسکتی ہے۔ اور اگر شوہر ثانی نے ہمبستری نہ کی صرف بوس وکنار پر اکتفا کیا تو عورت مذکور شوہر اول سے نکاح نہیں کرسکتی قرآن کریم پارۂ دوم رکوع ۱۲ میں ہے فان طلقھا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ حدیث شریف میں ہے جاءت امراۃ رفاعۃ القرظی الی رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فقالت انی کنت عند رفاعۃ فطلقنی فبت طلاقی فتزوجت بعدہ عبد الرحمن بن زبیر ومامعہ الامثل ھدبۃ الثوب فقال اتریدان ترجع الی رفاعۃ قالت نعم قال لاحتی تذوقی عسیلتہ ویذوق عسیلتک رواہ البخاری والمسلم (مشکوۃ شریف ص۲۸۴) اور فتاوی عالمگیری جلد اول مصری ص۴۳۱ میں ہے۔ ان کانت الطلاق ثلاثا لم تحل لہ حتی تنکح زوجا غیرہ نکاحا صحیحا ویدخل بھا ثم یطلقھا او یموت عنھا کذا فی الھدایۃ ملخصًا۔

اور اگر شوہر اول نے ایک یا دو طلاق دی تھی تو شوہر ثانی سے ہمبستری کئے بغیر بھی شوہر اول سے نکاح کرسکتی ہے۔ ھکذا فی کتب الفقہ واللہ تعالی ورسولہ الاعلی اعلم جل جلالہ وصلی اللہ تعالی علیہ وسلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۹ر صفر المظفر ۱۳۸۶ھ

مسئلہ :- از حافظ ریاض الدین مالدہ (بنگال)

خدیجہ زید کے نکاح میں تھی پھر زید نے زبیدہ سے شادی کرنی چاہی تو بکر نے ایک اقرارنامہ مرتب کیا کہ اگر خدیجہ کو زید مکان پر لاکر رکھے تو خدیجہ کو لاتے ہی تین طلاق پڑجائے اور اس اقرارنامہ پر زید کا دستخط مع چند گواہوں کے لے لیا۔ اب زید خدیجہ کو لاکر اپنے مکان میں رکھے ہوئے ہے اور اقرارنامہ کے بارے

یں کہتا ہے کہ مجھے علم نہیں کہ اس میں کیا لکھا ہے بلکہ زید اور اس کے ہمنوا جو دستخط کر چکے ہیں وہ عدم علم پر حلف لینے کے لئے تیار ہیں اور بکر بحلف بیان کرتا ہے کہ میں حاضرین مجلس اور نہ زید بلکہ اس کے ولی کو بھی اقرار نامہ سنانے کے بعد دستخط لیا ہوں۔ تو اس صورت میں خدیجہ پر طلاق واقع ہوئی کہ نہیں ؟

الجواب حدیث شریف میں ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر لہٰذا صورت مسئولہ میں بکر کے حلف اٹھانے سے خدیجہ پر طلاق واقع ہونے کا حکم نہیں کیا جائے گا جب تک کہ گواہان شرعی سے ثابت نہ ہو جائے کہ زید نے لکھایا لکھوایا ہے یا مضمون سن کر دستخط کیا ہے۔ وھو اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۱۸ جمادی الاولی ۸۶ ۱۳ھ

مسئلہ:۔ از عبد المجید مقام و پوسٹ رودر نگر ضلع بستی

محمد یعقوب نے ایک تحریر لکھوا کر اپنے خسر کو روانہ کیا جو مندرجہ ذیل ہے طلاق نامہ بھیجنے والے محمد یعقوب محمد یعقوب کے طرف سے جناب محمد سعید ماموں صاحب! السلام علیکم۔ بعد سلام کے معلوم ہو کہ آپ کی لڑکی صوبیہ یعنی اپنی بیوی صوبیہ کو میں نے اپنی مرضی سے طلاق دیدیا۔ طلاق دیدیا۔ طلاق دیدیا۔ یعنی وجہ اس میں یہ ہے کہ آپ کی لڑکی صوبیہ کو ٹی وی کا مرض ہے اس وجہ سے طلاق دیدیا۔ محمد یعقوب رودر نگر ۸ فروری ۸۲ء۔
دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس تحریر سے محمد یعقوب کی بیوی پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں ؟ اگر واقع ہوئی اور محمد یعقوب اسے پھر رکھنا چاہے تو کیا صورت ہے۔ اور دوبارہ نہ رکھنا چاہے تو کیا حکم ہے؟ صوبیہ کو جہیز واپس ملے گا یا نہیں ؟

الجواب تحریر مذکور اگر واقعی محمد یعقوب نے لکھوا کر اپنے خسر کو روانہ کی ہے اور اس کی بیوی مدخولہ ہے تو اس پر طلاق مغلظہ واقع ہو گئی۔ محمد یعقوب توبہ کرے کہ بیک وقت تین طلاق واقع کرنا گناہ ہے اگر وہ صوبیہ کو دوبارہ رکھنا چاہے تو حلالہ کرنا پڑے گا۔ اس کی صورت یہ ہے کہ عدت گزرنے کے بعد صوبیہ دوسرے شخص سے نکاح کرے وہ شخص اس سے ہمبستری کرے پھر وہ مر جائے یا طلاق دیدے تو دوبارہ عدت گزرنے کے بعد یعقوب اس سے نکاح کر سکتا ہے۔ اگر دوسرے شخص نے بغیر ہمبستری کئے اسے طلاق دیدی اس صورت میں شوہر اول اس سے نکاح نہیں کر سکتا۔ یعنی حلالہ صحیح

ہونے کے لئے دوسرے شوہر کا ہمبستری کرنا ضروری ہے کما فی حدیث العسیلۃ وقال اللہ تعالیٰ فان طلقہا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ (پ۲ ع ۱۳) اور اگر محمد یعقوب صوبیہ کو دوبارہ نہ رکھنا چاہے تو جہیز کا سامان صوبیہ کے سپرد کر دے کہ جہیز کی مالک عورت ہی ہوتی ہے فتاویٰ رضویہ جلد پنجم ص۳۴۹ میں ردالمحتار سے ہے ـــــ الجھاز ملک المرأۃ وانہ اذا طلقہا تاخذ ہ کلہ اھ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۵؍ ربیع الآخر ۱۴۰۲ھ

مسئلہ:- از جمال الدین ۔ بالاپور ۔ ضلع پرتاب گڑھ

زید کی لڑکی ہندہ جس کا نکاح شاہد کے ساتھ ہوا تھا کچھ عرصہ تک دونوں میں اتفاق رہا اس کے بعد ہندہ اور شاہد میں نااتفاقی پیدا ہوگئی جس پر شاہد نے ہندہ کو زید کے گھر بھیج دیا بعد میں ایک معتبر شخص ملنے والے کے ہاتھ ہندہ کا طلاق نامہ زید کے گھر بھیج دیا اور کچھ عرصہ کے بعد شاہد نے پھر زید کے گھر سے تعلقات پیدا کیا اور زید نے پھر ہندہ کو شاہد کے ساتھ رخصت کر دیا۔ پھر برابر ہندہ اور شاہد کا زید کے گھر آنا جانا جاری رہا اور بغیر نکاح کے ہی ہندہ کو بچہ پیدا ہوا۔ اب پھر زید کسی وجہ سے ناراض ہوکر یا شرعی پکڑ کی وجہ سے ہندہ کو شاہد کے گھر بھیج دیا۔ اب ہندہ شاہد کے گھر موجود ہے اور برادری نے شرعی پکڑ کی وجہ سے جماعت سے خارج کر دیا۔ اب علمائے دین زید، ہندہ اور شاہد کے اوپر کیا الزام فرماتے ہیں اور تلافی کی صورت کیا ہے؟ تحریر فرمائیں عین نوازش ہوگی۔

الجواب ـــــ سوال میں طلاق نامہ کی نقل بھی روانہ کریں اور اگر طلاق نامہ ضائع ہوگیا ہو تو شوہر سے دریافت کرکے لکھیں کہ اس نے کن لفظوں کے ساتھ طلاق نامہ لکھا تھا لیکن اگر شوہر سے دریافت کر کے تحریر کریں تو جن لوگوں نے اس کے طلاق نامہ کو دیکھا تھا ان کی تصدیق بھی شوہر کے بیان کے ساتھ ہونا ضروری ہے۔ جب طلاق نامہ کی عبارت کے ساتھ سوال آئے گا تو جواب لکھا جائیگا۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۴؍ ربیع الآخر ۱۴۰۲ھ

مسئلہ:- از شمس اللہ موضع نبھوا پوسٹ بیروا ضلع بستی

(۱) زید نے اپنی بیوی ہندہ کو غصہ میں بحالت حمل لاعلمی کی بنا پر ایک ہی مجلس میں تین طلاق لکھ کر

ہندہ کے پاس بذریعہ ڈاک روانہ کر دیا۔ ڈیڑھ سال کے بعد اب دونوں پشیمان ہیں اور ایک ساتھ رہنے کے لئے راضی ہیں۔ کیا صورت اختیار کریں جس سے دونوں ساتھ رہنے لگیں؟

(۲) مندرجہ ذیل جواب پر از روئے شرع عمل کرنا کیسا ہے؟

الجواب ـــــ بسم اللہ الرحمن الرحیم کوئی آدمی اپنی بیوی سے خوش ہو کر طلاق نہیں دیتا ہر آدمی غصہ ہی کی حالت میں طلاق دیتا ہے اس لئے یہ کہنا غصہ میں غلط ہے۔ لاعلمی کیا تھی کیا اسے اتنا نہیں معلوم تھا کہ اگر میں اپنی بیوی کو طلاق دوں گا تو مجھ سے جدا ہو جائے گی یہ سب بیکار کا عذر ہے طلاق ہو جانے کے بعد اب اس کی تاویلیں کی جارہی ہیں زید نے حالت حمل میں اپنی بیوی کو طلاق دیا ہے اس لئے اس کی عدت وضع حمل تھی جب اس کی بیوی کے پیدائش ہو گئی تو رجعت کا حق بھی ختم ہو گیا لیکن ایک وقت کی تین طلاق حدیث صحیحہ کے رو سے ایک طلاق رجعی واقع ہوئی ہے اور طلاق رجعی میں عدت ختم ہو جانے کے بعد اگر شوہر اپنی بیوی کو رکھنا چاہے تو قرآن پاک کی آیت واذ طلقتم النساء فبلغن اجلهن فلا تعضلوهن ان ينكحن ازواجهن اذا تراضوا بينهم بالمعروف کی رو سے نیا نکاح کر کے اس کو اپنی زوجیت میں رکھ سکتا ہے چونکہ زید کی بیوی کی عدت ختم ہو چکی ہے اس لئے بیوی کی رضامندی کی صورت میں زید بھی نیا نکاح کر کے اس کو اپنی زوجیت میں رکھ سکتا ہے هذا ما عندی واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

حررہ محمد ادریس آزاد رحمانی

مہر مرکزی دار العلوم دار الافتا بنارس

الجواب ـــــ (۱) صورت مستفسرہ میں زید کی بیوی ہندہ پر تین طلاقیں واقع ہو گئیں کہ بحالت حمل اور غصہ میں بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے بلکہ اکثر طلاق غصہ ہی میں دی جاتی ہے اور وقوع طلاق کے بارے میں لاعلمی شرعاً مسموع نہیں ہندہ پر طلاق مغلظہ واقع ہو گئی کہ اب بغیر حلالہ زید کے لئے حلال نہیں۔

قال اللہ تعالیٰ فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره (پارہ دوم رکوع ۱۳)

(۲) آزاد کا جواب فتویٰ نہیں ہے بلکہ گمراہ گری ہے اس پر عمل کرنا حرام ہے۔ فتاویٰ رضویہ جلد پنجم ص۶۲۹ میں ہے کہ "ایک جلسہ میں تین طلاق ہو جانے پر جمہور صحابہ و تابعین وائمہ اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اجماع ہے اور امام اجل ابو زکریا نووی شافعی شرح مسلم شریف جلد اول ص۴۷۸ میں تحریر فرماتے ہیں قال الشافعی ومالك وابو حنيفة واحمد وجماهير العلماء من السلف والخلف يقع الثلاث اھ یعنی امام شافعی

امام مالک، امام اعظم ابو حنیفہ امام احمد اور جمہور علمائے سلف و خلف کا یہی مذہب ہے کہ ایک مجلس میں تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں اور فتح القدیر جلد ثالث صـ۳۳ میں ہے ذھب جمھور الصحابۃ والتابعین ومن بعدھم من ائمۃ المسلمین الی انہ یقع الثلاث ومن الادلۃ فی ذلک ما فی مصنف ابن ابی شیبۃ والدارقطنی فی حدیث ابن عمر قلت یارسول اللہ ارأیت لو طلقتھا ثلاثا قال اذا قد عصیت ربک وبانت منک امرأتک وفی سنن ابی داؤد عن مجاھد قال کنت عند ابن عباس فجاءہ رجل فقال انہ طلق امرأتہ ثلاثا قال فسکت حتی ظننت انہ رادھا الیہ ثم قال ایطلق احدکم فیرکب الحموقۃ ثم یقول یا ابن عباس یا ابن عباس فان اللہ عزوجل قال ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا عصیت ربک وبانت منک امرأتک۔ وفی مؤطا مالک بلغہ ان رجلا قال لعبد اللہ بن عباس انی طلقت امرأتی مائۃ تطلیقۃ فماذا تری علی۔ فقال ابن عباس طلقت منک ثلاثا وسبع وتسعون اتخذت بھا آیات اللہ ھزوا۔ وفی المؤطا ایضا بلغہ ان رجلا جاء الی ابن مسعود فقال انی طلقت امرأتی ثمانی تطلیقات فقال ما قیل لک فقال قیل لی بانت منک قال صدقوا۔ ھو مثل ما یقولون وظاھرہ الاجماع علی ھذا الجواب۔ اسی طرح ایک مجلس میں تین طلاقیں واقع ہو جانے کی تائید میں صاحب فتح القدیر نے کئی حدیثوں کو نقل کرنے کے بعد آخر میں تحریر فرمایا قد اثبتنا النقل عن اکثرھم صریحا بایقاع الثلث ولم یظھر لھم مخالف فماذا بعد الحق الا الضلال وعن ھذا قلنا لو حکم حاکم بان الثلاث بفم واحد واحدۃ لم ینفذ حکمہ لانہ لایسوغ الاجتھاد فیہ فھو خلاف لا اختلاف اھ خلاصہ یہ کہ جمہور صحابہ کرام، تابعین عظام اور ائمہ اسلام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا اس بات پر اجماع ہے کہ مجلس واحد میں دی ہوئی تین طلاقیں تین ہی واقع ہوں گی وہابی کا فتویٰ غلط اور باطل ہے۔ اس پر عمل کرنا حرام و ناجائز ہے۔ وہابی اپنے عقائد کفریہ قطعیہ کے سبب کافر ہیں اور کفار سے شرعی فتویٰ حاصل کرنا حرام و گناہ کبیرہ ہے۔ ھذا ما عندی وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۲۰؍ رجب المرجب ۱۳۹۸ھ

مسئلہ:۔ از فاروق احمد پو مرینہ بستی

زید نے اپنے ماموں کے نام اپنی مدخولہ بیوی کے بارے میں مندرجہ ذیل تحریر بھیجی۔ اس تحریر کے بموجب اس کی بیوی پر کونسی طلاق واقع ہوئی۔ محترم المقام جناب ماموں صاحب السلام علیکم

بعدۂ تحریر یہ ہے کہ نہ آپ ہمارے لائق ہیں نہ ہم آپ کے لائق ہیں لہذا ہم آپ کی لڑکی کو طلاق دینا چاہتے ہیں۔ طلاق، طلاق، طلاق طلاق، طلاق، طلاق۔

الجواب ـــــــــ صورت مسئولہ میں زید کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی کہ اب بغیر حلالہ وہ زید کے لئے حلال نہیں۔ قال اللہ تعالیٰ فان طلقها فلاتحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔ کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۴، رمضان المبارک ۱۴۰۲ھ

مسئلہ:۔ از محمد حنیف شاہ موضع چترنگر پوسٹ جمنی کلاں ضلع گونڈہ

پیر بخش نے اپنی بیوی طیب النساء کو ایک ساتھ تین طلاق لکھوا کر دی۔ طیب النساء کو دو لڑکے پیر بخش سے ہیں۔ طلاق کے وقت طیب النساء کو حمل نہیں تھا۔ طلاق کے تقریباً بیس دن بعد طیب النساء نے پیر بخش کے بھائی میاں بخش سے نکاح کیا پھر فوراً بغیر ہمبستری اسے طلاق دیدی پھر تین منٹ کے بعد پیر بخش نے طیب النساء کے ساتھ دوبارہ نکاح کر لیا۔ اس صورت میں بعض لوگ کہتے ہیں کہ پیر بخش کا نکاح نہیں ہوا مگر نکاح پڑھنے والے کا نکاح ٹوٹ گیا تو اس کے بارے میں شریعت کا جو حکم ہو تحریر فرمائیں؟

الجواب ـــــــــ صورت مسئولہ میں بیک وقت تین طلاقیں دینے کے سبب پیر بخش گنہگار ہوا توبہ کرے اور طیب النساء کا جو نکاح کہ طلاق کے بیس دن بعد عدت گذرنے سے پہلے میاں بخش سے ہوا وہ سراسر غلط اور باطل ہے ہرگز منعقد نہ ہوا۔ لہذا اس کا طلاق دینا فضول ہوا اور پھر پیر بخش نے جو اس عورت کے ساتھ دوبارہ نکاح کیا وہ بھی ہرگز منعقد نہ ہوا۔ لہذا نئے نکاح کے بعد اگر پیر بخش نے طیب النساء سے میاں بیوی جیسا تعلق رکھا تو وہ دونوں سخت گنہگار ہوئے علانیہ توبہ واستغفار کریں اور ایک دوسرے سے الگ رہیں۔ ہرگز آپس میں میاں بیوی جیسا تعلق نہ رکھیں۔ اگر وہ ایسا نہ کریں تو سب مسلمان ان دونوں کا بائیکاٹ کریں۔ اور پیر بخش اگر اس عورت کو دوبارہ رکھنا چاہے تو اس کی صورت یہ ہے کہ طیب النساء پہلی طلاق سے تین حیض آنے کے بعد اور اگر اس درمیان میں اسے حمل ظاہر ہوا ہو تو بچہ پیدا ہونے کے بعد کسی سنی صحیح العقیدہ سے نکاح صحیح کرے وہ شخص طیب النساء کے ساتھ ہمبستری کرے پھر مر جائے یا طلاق دیدے تو دوبارہ عدت گذارنے کے بعد پیر بخش سے

نکاح کرسکتی ہے۔ اور اگر دوسرے شخص نے بغیر ہمبستری طلاق دیدی تو پیر بخش اس عورت سے نکاح دوبارہ نہیں سکتا کماثی حدیث العسیلتہ اور میاں بخش و پیر بخش کے ساتھ عدت کے اندر دوسرا نکاح پڑھنے والے کا نکاح نہیں ٹوٹا مگر وہ سخت گنہگار ہوا مسلمانوں کے سامنے علانیہ توبہ و استغفار کرے اور نکاحانہ پیسہ بھی واپس کرے کہ پیسہ ہی کے لئے غلط نکاح پڑھایا ہے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو سب مسلمان اس۰ کا بھی بائیکاٹ کریں ھٰذا ما عندی وھو تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم جل شانہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۰ر جمادی الاخریٰ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ:۔ روشن علی ساکن نرائن پور بستی

زید نے بکر سے زبردستی ایک سادے کاغذ پر اس ارادے سے انگوٹھا لگوالیا کہ اس کا مضمون یعنی طلاق لکھوا دیا جائے گا پھر یہ امر مشہور ہو گیا کہ بکر نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی دریافت طلب یہ مسئلہ ہے کہ صرف انگوٹھا لے لینے سے بغیر طلاق کا لفظ زبان سے کہلوانے سے طلاق واقع ہو گی کہ نہیں ؟

الجواب ـــــــــــ صورت مسئولہ میں انگوٹھا لگوانے کے وقت اگر صرف ارادہ تھا کہ بعد میں طلاق کا مضمون لکھوا دیا جائے گا اگر شوہر سے یہ نہیں کہا گیا کہ اس سادہ کاغذ پر انگوٹھا لگاؤ اس پر تمہاری بیوی کو طلاق لکھی جائے گی اور نہ شوہر نے زبانی ہی طلاق دی ہے تو صرف سادہ کاغذ پر انگوٹھا لگوانے اور لوگوں کے مشہور کر دینے سے طلاق نہیں پڑی۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد امجدی
۲۲ر شوال المکرم ۱۴۰۱ھ

مسئلہ:۔ از صاحبزادہ شعیب الاولیاء مولوی فاروق احمد چشتی منیجر دار العلوم فیض الرسول براؤں شریف

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مندرجہ ذیل مسائل میں۔

(۱) زید نے اپنی بیوی ہندہ جو کہ حاملہ ہے اس سے یوں کہا کہ نکل جا ہم تجھے طلاق دیتے ہیں نکل جا ہم تجھے طلاق دیتے ہیں۔ نکل جا ہم تجھے طلاق دیتے ہیں تو ہندہ پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں ؟

(۲) طلاق پڑ جانے کی صورت میں زید ہندہ کے نان و نفقہ کا ذمہ دار کب تک ہے ؟

(۳) اگر زید نے ہندہ کی مہر نہ ادا کی ہو تو اسے کتنی مہر دینی واجب ہے ؟

(۴) ہندہ کے جہیز کا اور ان زیوروں کا جو کہ ہندہ کو میکے سے ملے ہیں شرعاً حقدار کون ہے؟
(۵) ہندہ حاملہ کو جب بچہ پیدا ہوگا تو اس کی پرورش کا خرچ کس پر ہے اور کب تک ہے؟

الجواب ـــــــ اللھم ھدایۃ الحق والصواب (۱) ہندہ پر طلاق مغلظہ واقع ہوئی۔ لان الطلاق قد بلغ الی النہایۃ۔ (۲) مطلقہ حاملہ کی عدت چونکہ تا وضع حمل ہے اس لئے زید کو ہندہ کا نان ونفقہ اس کے وضع حمل تک دینا پڑے گا۔ لان وضع الحمل حد انقطاع عدتھا۔ (۳) زید پر پوری مہر دینی شرعاً واجب ہے لان المطلقۃ المدخولۃ بھا تستحق المھر کلہ۔ (۴) ان زیوروں اور جہیز کے سامان کی حقدار صرف ہندہ ہے۔ (۵) بچہ کی پرورش کا خرچ شرعاً زید پر لازم ہے۔ اور اس کی پرورش کا حق ہندہ کو ہے۔ پرورش کی میعاد شریعت طاہرہ نے سات برس تک رکھی ہے یعنی زید کو اپنے بچے کی پرورش کا خرچ سات برس تک دینا ہوگا لیکن اگر بچہ سات برس سے پہلے ہی اپنے آپ کھاتا پیتا پہنتا استنجا کر لیتا ہے تو زید سات برس سے پہلے بھی وہ بچہ ہندہ سے لے سکتا ہے۔ فقط۔ واللہ ورسولہ اعلم اجل جلالہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

کتبہ: بدرالدین احمد رضوی مدرس دارالعلوم براؤں شریف
ضلع بستی۔ ۲۱ر جولائی ۷۵ء

مسئلہ: از غلام حسین شاہ پور ضلع بستی

زید نے ہندہ سے کہا کہ اگر تم کہو تو میں کل جا کر اپنی بیوی کو طلاق دیدوں تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس جملہ سے طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

الجواب ـــــــ اللھم ھدایۃ الحق والصواب صورت مسئولہ میں زید کے اس قول سے کہ اگر تم کہو تو میں کل جا کر اپنی بیوی کو طلاق دیدوں اس کی بیوی پر طلاق واقع نہیں ہوئی۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۲۴ر صفر المظفر ۷۷ھ

مسئلہ: از تصویر علی براؤں شریف بستی

جب ہندہ کی طلاق کے بارے میں بکر نے زید سے پوچھا تو معاً زید نے کہا کہ ہم نے طلاق دے دیا تب بکر نے ایک آدمی کو بازار میں گواہی کے لئے تلاش کرنے کے لئے گیا تو النور علی ملے بکر نے کہا کہ طلاق

دے رہا ہے تم بھی سن لو اس پر زید نے نور علی سے کہا کہ ایک مرتبہ نہیں دس مرتبہ طلاق دیدیا ہے تب انور علی نے کہا کہ کاغذ پر لکھ دو تب زید نے کہا کہ زبان سے تو ہم نے طلاق دیدیا اب کاغذ پر کیا لکھوں طلاق ہوگیا بیان فرمایئے کہ طلاق واقع ہوئی یا نہیں ؟

الجواب ــــــــــ اللھم ھدایۃ الحق والصواب صورت مستفسرہ میں ہندہ پر طلاق واقع ہوگئی۔ واللہ ورسولہ اعلم (جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

کتبہ: بدر الدین احمد رضوی من اساتذہ دار العلوم براؤں شریف

مسئلہ :۔ از محمد یوسف مرزا تحصیل نوگڑھ بستی

زید نے اپنی مدخولہ بیوی کے بارے میں ایک بار کہا "میں طلاق دیتا ہوں" تو طلاق واقع ہوئی یا نہیں ؟ اگر زید اپنی بیوی کے ساتھ پھر رہنا چاہے تو کیا صورت ہوگی ؟

الجواب ــــــــــ اللھم ھدایۃ الحق والصواب صورت مسئولہ میں زید کی بیوی پر ایک طلاق رجعی واقع ہوئی اب اگر زید پھر اسی عورت کو رکھنا چاہتا ہے تو عدت ختم ہونے سے پہلے رجعت کرے یعنی بغیر نکاح کئے اس کے ساتھ رہے اور اگر عدت ختم ہوگئی تو اب اس کے ساتھ پھر سے نئے مہر کے ساتھ نکاح کرے حلالہ کی کوئی ضرورت نہیں۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ :۔ از غفور علی ساکن کٹری ضلع بستی

بکر نے اپنی بیوی کے بارے میں یہ تحریر لکھی کہ اگر میں تم کو کسی قسم کی تکلیف دوں یعنی کھانے اور کپڑے میں یا میرے اندر نامردی کی شکایت پائی جاوے تو یہ اقرار نامہ نہ سمجھا جاوے بلکہ طلاق نامہ سمجھا جائے گا اس میں مجھے کوئی عذر نہیں ہے تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اگر ان شرطوں میں سے کوئی بھی شرط پائی جاوے تو کونسی طلاق پڑے گی ؟

الجواب ــــــــــ اللھم ھدایۃ الحق والصواب یہ تحریر کہ اگر میں تم کو کسی قسم کی تکلیف دوں ــــ الی ــــ تو یہ اقرار نامہ نہ سمجھا جاوے بلکہ طلاق نامہ سمجھا جائے گا۔ بیکار بے اعتبار ہے خانیہ میں ہے۔ ولو قال الزوج دادہ انگار او قال کردہ انگار لا یقع الطلاق وان نوی کانہ قال لھا بالعربیۃ احسبی انک طالق وان قال ذلک لا یقع

وان نوی واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۲۰ رجب ۱۳۷۸ھ

مسئلہ:۔ از محمد حسین اوجھا گنج ضلع بستی

زید اپنی بیوی سے ناراض تھا اسی دوران میں اسی کے والد آگئے وہ اپنے والد کے ساتھ میکے چلی گئی چند دن گذرنے کے بعد زید و بکر سے لانے کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی زید بیوی سے ناراض تو تھا ہی اس نے بکر سے کہا میں نے اس کو طلاق دیا تین مرتبہ یہی لفظ کہا ان سب باتوں کی اطلاع زید کی بیوی کو نہیں ہے تو طلاق ہوئی یا نہیں اب زید اس کو رکھنا چاہتا ہے؟

الجواب صورت مستفسرہ میں زید کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی اب اگر زید اس کو پھر رکھنا چاہتا ہے تو عورت عدت گذارنے کے بعد دوسرے سے نکاح صحیح کے بعد ہمبستری کرے اور پھر طلاق حاصل کرے یا شوہر ثانی مر جائے پھر دوبارہ عدت گذارنے کے بعد شوہر اول کے ساتھ عقد کر سکتی ہے۔ اگر شوہر ثانی نے بغیر مجامعت کئے ہوئے طلاق دیدی تو شوہر اول کے ساتھ ہرگز ہرگز نکاح جائز نہیں ہو سکتا۔ کما قال اللہ تعالیٰ فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ۔ واللہ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۲۹ ذوالقعدہ ۱۳۷۸ھ

مسئلہ:۔ از برکت اللہ مقام و پوسٹ چوکھڑا بازار ضلع بستی یوپی

زید کی منکوحہ ہندہ کے ورثا نے زید کو کمرہ میں بند کر کے طلاق نامہ لکھ کر طلاق پر زبردستی زید کا انگوٹھا لے لیا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ صورت مذکورہ میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب کمرہ میں بند کرنے پر اگر اکراہ شرعی پایا گیا یعنی زید کو ضرر رسانی کا اندیشہ ہوا اور اس نے بند کرنے والوں کو ضرر پر قادر بھی سمجھا اس صورت میں اگر اس نے طلاق نامہ پر انگوٹھا لگا دیا مگر نہ دل میں طلاق دینے کا ارادہ کیا اور نہ زبان سے طلاق کا لفظ کہا تو طلاق واقع نہ ہوئی۔ اور اگر زید کو ضرر رسانی کا اندیشہ نہ ہوا تھا یا دستخط کے وقت دل میں طلاق کا لفظ ارادہ کر لیا تھا یا دستخط کرنے کے ساتھ اسی وقت یا بعد میں زبان سے طلاق دینے کا اقرار کیا تو ان تمام صورتوں میں طلاق واقع ہوگئی۔ درمختار میں ہے یقع طلاق کل زوج بالغ عاقل ولو مکرھا اھ اور ردالمحتار جلد دوم صفحہ ۴۲۱ میں ہے

فی البحر ان المراد الاکراہ علی التلفظ بالطلاق فلو اکرہ علی ان یکتب طلاق امراتہ فکتب لا تطلق لان الکتابۃ اقیمت مقام العبارۃ باعتبار الحاجۃ ولا حاجۃ ھنا کذا فی الخانیۃ اھ ھذا ما عندی والعلم بالصواب عند اللہ تعالیٰ ورسولہ عز اسمہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۴ ربیع الاول ۱۴۰۰ھ

مسئلہ:۔ محمد شکیل احمد رضا قادری

زید نے اپنی مدخولہ بیوی ہندہ کو عرصہ دو سال قبل تین طلاقیں زبانی دی تھی ہندہ کے پاس کوئی طلاق کی تحریر نہیں کیا زبانی طلاق معتبر ہوتی ہے۔ اب ایسی صورت میں کیا ہندہ دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟ اب زید نہ تو تحریری طلاق دیتا ہے اور نہ لے جاتا ہے۔ اب ہندہ کیا کرے۔ قرآن و حدیث اور اجماع امت کا جو اصل راستہ ہے اس سے آگاہ فرما کر قوم کو رہنمائی کا راستہ دکھائیں تاکہ قوم اور خاص کر ہندہ راہ راست پر گامزن رہے؟

الجواب: صورت مستفسرہ میں بر صدق مستفتی زید نے اگر واقعی تین طلاقیں زبانی دی ہیں تو اس کی بیوی ہندہ زید پر حرام ہوگئی وقوع طلاق کے لئے تحریر ضروری نہیں ہندہ عدت گزارنے کے بعد دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے۔ ھذا ما عندی والعلم عند اللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۸ شوال المکرم ۱۳۹۸ھ

مسئلہ:۔ از احمد علی انصاری محلہ مومن پورہ خلیل آباد ضلع بستی

عرض یہ ہے کہ کنیز عید کے موقعہ پر دولہا کی اجازت سے اپنے میکے آئی اور دولہا عید کے دوسرے دن کنیز کو بلانے آئے کنیز کے وارثین نے کہا "آج رخصت نہیں کریں گے چونکہ شام ہوگئی ہے لہذا آج نہیں کل جائیے۔" معاملہ کچھ من مٹاؤ کا تھا اس لئے کل کا وعدہ کیا گیا تاکہ کل دونوں کو سمجھا بجھا کر رخصت کر دیا جائے گا لیکن دولہا صاحب اسی بات کو لیکر اکڑ گئے اور کہا بھیجنا ہو ابھی بھیجو ورنہ طلاق لے لو۔ کنیز کے وارثین نے دولہا کو سمجھانے کی کوشش کی لیکن ہر کوشش کے بعد یہی کہا دیا کہ بھیجنا ہو ابھی بھیجو ورنہ طلاق لے لو

کنیز کے گھر والوں نے یہ کیفیت دیکھ کر کہا طلاق لکھ کر دو۔ دولہا نے کہا "مجھے کاغذ قلم دو میں طلاق لکھ دوں" کنیز کے گھر والوں نے دوبارہ جواب دیا کہ کاغذ ہم لوگ کیوں دیں کیا آپ کاغذ کے محتاج ہیں اتنا سن کر دولہا صاحب کو اور طیش آگیا اور گھر کا رخ کیا اور کہا میں جا رہا ہوں آوں گا تو طلاق نامہ لیکر آؤں گا یہ کہہ کر چلا گیا۔ اب چار مہینہ گزر جانے کے بعد دولہا کے وارثین کنیز کی رخصتی کے بارے میں کنیز کے گھر والوں سے بات چیت کرتے ہیں تو سوال یہ ہے کہ دولہا کی باتوں سے طلاق پڑی یا نہیں؟ اگر نہیں پڑی تو طلاق لینا مناسب ہے یا نہیں۔

الجواب ـــــــــ اگر شوہر نے وہی جملے کہے جو سوال میں ظاہر کئے گئے ہیں تو شوہر کی باتوں سے زبانی طلاق نہیں واقع ہوئی۔ اور بلا وجہ شرعی طلاق دینا یا لینا اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند مبغوض اور مکروہ ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔ ابغض الحلال الی اللہ تعالیٰ الطلاق لہٰذا صرف اتنی سی بات پر جو سوال میں مذکور ہے طلاق لینا مناسب نہیں۔ وھو اعلم وعلمہ اتم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۴؍ ربیع الاول ۱۴۰۰ھ

مسئلہ: از نظام الدین احمد خیاط موضع کندھئی بڑھر ابوسٹ پور ندر پور ضلع گورکھپور

زید اور ہندہ کی شادی ہوئی ہے۔ ہندہ بالغہ ہے اور زید نابالغ ہے۔ زید کے والدین کہتے ہیں کہ ہم طلاق دے دیں گے۔ تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کے نابالغ ہونے کی حالت میں اس کے والدین کا دیا ہوا طلاق واقع ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ـــــــــ نابالغ کی بیوی کو اس کے والدین کی دی ہوئی طلاق واقع نہ ہوگی اور خود نابالغ کی بھی طلاق واقع نہ ہوگی۔ بہار شریعت حصہ ہشتم صـ۶ میں ہے۔ "نابالغ نہ خود طلاق دے سکتا ہے نہ اس کی طرف سے اس کا ولی" اور فتاویٰ عالمگیری جلد اول مصری صـ۳۳۳ میں ہے۔ لا یقع طلاق الصبی وان کان یعقل ھکذا فی فتح القدیر۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۱؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از حاجی عظمت علی شاہ بھوہنی پوسٹ دلدلہ ضلع بستی

زید نے اپنی بیوی ہندہ کو بایں الفاظ طلاق نامہ تحریر کیا دیا کہ میں اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہوں۔

میں طلاق دیتا ہوں میں طلاق دیتا ہوں۔ نیز ہندہ کو مطلقہ ہوئے تقریباً آٹھ یا دس ماہ کے گذر رہا ہے۔ اب اتنے دنوں کے بعد دونوں میاں بیوی راضی ورضامند ہیں۔ حضور دریافت یہ کرنا ہے کیا کوئی صورت ہے جس سے دوبارہ دونوں کا عقد ہوجائے۔ مع حوالہ قرآن وحدیث کے جواب جلدی ارسال کرنے کی زحمت گوارہ فرمائیں اور مذکورہ بالا تحریر سے کون سی طلاق ہوئی۔ بینوا توجروا بالثواب

الجواب صورت مسئولہ میں ہندہ اگر زید کی مدخولہ ہے تو اس پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی اب اگر زید اسے پھر اپنے نکاح میں لانا چاہتا ہے تو اس کی صورت یہ ہے کہ عدت گذر جانے کے بعد دوسرے سے نکاح صحیح کرے دوسرا شوہر اسے ہمبستری کے بعد طلاق دے پھر دوبارہ عدت گذار کر زید سے نکاح کرسکتی ہے جیسا کہ پارۂ دوم میں ہے۔ فان طلقھا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ وکما جاء فی حدیث العُسیلۃ۔ اور اگر زید کی مدخولہ نہیں تھی تو اس پر ایک طلاق بائن واقع ہوئی اس صورت میں بغیر حلالہ زید سے دوبارہ نکاح کرسکتی ہے۔ واضح ہو کہ طلاق والی عورت اگر نابالغہ یا آئسہ یعنی پچپن ۵۵ سالہ ہو تو اس کی عدت تین ماہ ہے اور اگر حاملہ ہو تو اس کی عدت وضع حمل ہے (سورۂ طلاق) اور اگر نابالغہ آئسہ اور حاملہ نہ ہو تو اس کی عدت تین حیض ہے خواہ یہ تین حیض تین ماہ یا تین سال یا اس سے زیادہ میں آئیں۔ پارۂ دوم میں ہے۔ والمطلقت یتربصن بانفسھن ثلثۃ قروء۔ لہذا عوام میں جو مشہور ہے کہ مطلقہ کی عدت تین مہینہ تیرہ دن ہے غلط ہے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۵ر جمادی الاولیٰ ۱۳۸۹ھ

مسئلہ از محمد ابراہیم موضع برئینیاں پوسٹ دودھارا ضلع بستی

زید نے اپنی بیوی ہندہ کے پاس ایک خط بھیجا جس میں لکھا ہوا تھا کہ اب مجھ سے اور تجھ سے کوئی مطلب نہیں آخر میں لکھا تھا کہ میں نے تجھے جواب دیا میں نے تجھے جواب دیا میں نے تجھے جواب دیا تو اس صورت میں ہندہ پر طلاق پڑیگی؟ بینوا توجروا

الجواب بیشک مدخولہ عورت پر تین طلاق یعنی طلاق مغلظہ پڑ گئی۔ اب ایسی صورت میں ہندہ کو عام اجازت ہے کہ وہ دوسرے سے نکاح کرلے۔ ہاں اگر وہ اسی شوہر کے ساتھ رہنا چاہتی ہے تو دوسرے سے نکاح کرے اب وہ شوہر اس کو طلاق دے اب عورت عدت کا دن گذارنے کے بعد شوہر اول پر حلال ہوسکتی ہے ورنہ اور کوئی صورت نہیں میں نے تجھے جواب دیا اور میں نے تجھے طلاق دیا دونوں کا ایک ہی مفہوم ہے۔ اور اگر

ہندہ غیر مدخولہ ہے تو اس کو صرف ایک طلاق بائن پڑے گی۔ لہٰذا ہندہ اگر زید کے ساتھ رہنا چاہتی ہے تو صرف نکاح کر لے گی اس صورت میں حلالہ کی کوئی ضرورت نہیں اور نہ اس پر عدت ہے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کتبہ محمد سید احمد انجم بستوی
۷ر صفر المظفر ۱۳۹۰ھ

مسئلہ

از رمضان علی عرف بھگو ۹۵/۹۱ امین گنج مکان ۳۴ کانپور

زید و ہندہ دونوں تنہا مکان میں رہتے ہیں زید نے کچھ کشیدگی کے باعث اپنی منکوحہ ہندہ کو تین بار کہا کہ میں نے تم کو طلاق دیا اور اس قسم کی تحریر بھی ہندی رسم الخط میں لکھی اور دستخط بھی کیا۔ اور ہندہ کو دیا تو ہندہ نے لینے سے انکار کیا تو زید نے تحریر شدہ کاغذ پھاڑ دیا اور باہر چلا گیا۔ بعد کو ہندہ نے کاغذ اٹھا کر جوڑا اور پڑھا تو اس میں بھی ایک بار لکھا تھا کہ "میں خوشی سے طلاق دے رہا ہوں" اس کے بعد زید نے اپنے رشتہ داروں سے جاکر کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تو ان عزیز داروں نے ہندہ کے والدین سے جاکر کہا۔ چنانچہ والدین اپنی لڑکی ہندہ اپنے گھر لے گئے اب زید کہتا ہے کہ میں نے طلاق دی ہی نہیں اور جو تحریر لکھی تھی اس سے بھی انکار کرتا ہے۔ ہندہ کہتی ہے کہ اس نے طلاق دی کے الفاظ کہے اور تحریر بھی اس کی ہے۔ ایسی صورت میں دریافت طلب امر یہ ہے کہ طلاق ہوئی یا نہیں؟ اگر طلاق ہوئی تو رجعی یا بائن یا مغلظہ۔ جواب سے نوازا جائے۔

الجواب

اگر یہ بیان صرف عورت کا ہے کہ شوہر نے اس سے تین بار کہا کہ تم کو طلاق دی اور اس بات پر دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں عادل ثقہ گواہ نہیں ہیں اور شوہر انکار کرتا ہے تو طلاق ثابت نہ ہوگی اور تحریر سے بھی طلاق ثابت نہ ہوگی جب تک حجت شرعیہ قائم نہ ہو لان الخط یشبہ الخط فلا یعتبر و القاضی یقضی بالحجة لا بمجرد الخط۔ البتہ جن رشتہ داروں سے اس نے کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی ان کی گواہیوں سے رجعی، بائن یا مغلظہ بیان کے مطابق طلاق ثابت ہو جائے گی بشرطیکہ ان میں دو عادل اور ثقہ ہوں ورنہ نہیں پھر شوہر اگر انکار کرتا ہے تو اس سے حلف لی جائے بعد حلف اس کی بات مان لی جائے کہ حدیث شریف میں ہے البینة علی المدعی والیمین علی من انکر۔ شوہر اگر جھوٹی قسم کھا جائے گا تو اس کا وبال اس کے اوپر ہوگا لیکن عورت اگر جانتی ہے کہ شوہر نے اسے تین طلاقیں دی ہیں تو جس طرح بھی ہو سکے روپیہ وغیرہ دے کر اس سے علانیہ طلاق حاصل کرے اگر شوہر کسی طرح راضی نہ ہو تو اس سے دور رہے کبھی اس کے ساتھ میاں بیوی جیسا برتاؤ نہ کرے اور نہ اس کے مجبور کرنے پر اس سے راضی ہو ورنہ شوہر کے ساتھ وہ بھی سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہوگی۔ وھو تعالیٰ

اعلم بالصواب۔

کتبہ جلال الدین احمد امجدی
۲۵ر شوال المکرم سنہ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ

از محمد بشیر رہرابازار ضلع گونڈہ

زید کا عقد بکر کی لڑکی زینب کے ساتھ ہوا تھا طرفین کے مابین رنجش اور نا اتفاقی ہوگئی اور زن وشوہر میں بھی نا اتفاقی ہوگئی۔ کچھ عرصہ گذر جانے کے بعد زید اپنی بیوی زینب کو لینے آیا بکر نے کہا زینب تمہارے گھر جانے کے لئے تیار نہیں ہے لہٰذا تم اسے طلاق دیدو۔ تو زید نے کہا کہ میں طلاق نہیں دوں گا بلکہ اسے لے جاؤں گا بکر نے کہا اگر نہیں طلاق دوگے تو تمہیں ماروں گا اور گریبان پکڑ کر مارنے کے لئے بھی آمادہ ہوگیا اور اس سے پہلے بکر کی والدہ ایک تحریری طلاق نامہ لکھوا کر رکھے ہوئے تھی لکھنے والا فاسق معلن تھا اور اس پر غیر مسلم کی شہادت تھی اب بکر نے کہا کہ اس پر تم دستخط کرو تو زید نے کہا کہ یہ طلاق نامہ ہے میں اس پر دستخط ہرگز نہیں کروں گا پھر بکر نے سختی کی تو زید نے ڈر کی وجہ سے اس پر دستخط کر دیا پھر بکر نے کہا کہ تم کہو کہ میں خدا اور رسول کے یہاں سے طلاق دیتا ہوں تو زید نے اس جملے کے کہنے سے بھی صاف صاف انکار کر دیا مگر بکر نے کہا کہ تم کو زبانی بھی کہنا ہوگا۔ تو بکر کے قول بالا پر زید نے دو مرتبہ صرف ہوں کہا اور تیسری مرتبہ اس قول کا اس نے اقرار کر لیا تو ایسی صورت ہوجانے کے بعد اپنے گھر آکر زید کہتا ہے کہ میں نے طلاق نہیں دی ہے اور یہ بھی کہتا ہے کہ اس وقت ڈر کی وجہ سے نہ سمجھ سکا کہ کیا کہتا ہوں تو ایسی صورت میں طلاق واقع ہوئی کہ نہیں؟ اگر واقع ہوئی تو کون سی؟ رجعی، بائن یا مغلظہ۔ بینوا توجروا

الجواب

زید نے دو مرتبہ ہوں" اگر ایسے لہجے میں کہا کہ جس سے انکار سمجھا جاتا ہے تو صورت مستفسرہ میں صرف ایک طلاق رجعی واقع ہوئی اور اگر ایسے انداز میں کہا جس سے اقرار سمجھا جاتا ہے تو طلاق مغلظہ واقع ہوئی۔ بشرطیکہ عورت مدخولہ ہو اس لئے کہ زبان سے کہنے میں اکراہ شرعی کی صورت میں بھی طلاق واقع ہوجاتی ہے جیسا کہ تنویر الابصار و درمختار میں ہے یقع طلاق کل زوج بالغ عاقل ولو مکرھا اھ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۵ر صفر المظفر سنہ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ

از شریف الدین ولد صغیر الدین کہاروں کا اڈا رائے بریلی

زید کی اپنی والدہ سے گھریلو معاملہ میں کافی بحث ہوتی رہی۔ محض یہ بحث زید اور اس کی بیوی سے تعلق رکھتی تھی زید کی والدہ نے جب زید کی بیوی کا نام لیا کہ تیری بیوی تو ایسی۔ بس اتنی بات میں زید نے سخت غصے کی حالت

میں کہا کہ بیوی اپنی ایسی کی تیسی میں گئی اور میں نے طلاق دی طلاق دی طلاق دی زید نے اس موقع پر بیوی کا نام نہیں لیا اور نہ ہی بیوی موقع پر موجود تھی زید کی بیوی اپنے میکے میں تقریباً پندرہ یوم ہوئے گئی ہوئی ہے۔ لہٰذا ایسی صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں ؟

الجواب صورت مسئولہ میں اگر زید نے اپنی بیوی کا نام نہیں لیا مگر جب کہ اس نے یہ کہا کہ بیوی اپنی تیسی میں گئی اور میں نے طلاق دی تو قضاءً وقوع طلاق کا حکم کریں گے اس لئے کہ قرینہ یہ ہے کہ اس نے اپنی بیوی ہی کو طلاق دی ہے فتاویٰ رضویہ جلد پنجم صفحہ ۲۰۰ میں ہے چوں لفظ از ہمہ وجوہ اضافت تہی باشد آنگاہ بنگرند اگر ایں جا قرینہ باشد کہ با او راجح تر ارادۂ اضافت ست قضاءً حکم طلاق کنند نظر" الی الظاہر واللہ یتولی السرائر۔ اور غصہ میں بھی طلاق واقع ہو جائے گی بلکہ اکثر طلاق غصّہ ہی میں دی جاتی ہے البتہ اگر شدت غیظ و جوش غضب اس حد کو پہنچ جائے کہ اس سے عقل زائل ہو جائے خبر نہ رہے کہ کیا کہتا ہوں اور کیا زبان سے نکلتا ہے تو بیشک یہ صورت ضرور مانع طلاق ہے اور اگر اس حالت کو نہ پہنچے تو صرف غصہ ہی ہونا شوہر کو مفید نہیں طلاق واقع ہو جائے گی۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد امجدی
۲۸ محرم الحرام ۱۴۰۲ھ

مسئلہ از محمد مسلم حبیبی قادری مقام و پوسٹ بدھیا دھر پور تحصیل بستہ ضلع بالاسور (اڑیسہ)

زید نے ہندہ سے شادی کیا کچھ دنوں کے بعد آپس میں دونوں نے جھگڑا کیا زید نے ہندہ کو مارا ہندہ پڑوس کے ایک گھر کو چلی گئی پڑوس نے ہندہ سے کہا تم اپنے شوہر سے طلاق لے لو میں تمہیں دوسری جگہ نکاح کرادوں گا اور ہندہ کی ماں اور دادی آکر کہنے لگی تم اپنے شوہر سے طلاق لے کر ہمارے گھر چلو ان کی ضد میں آکر ہندہ نے اپنے شوہر سے طلاق کا مطالبہ کیا اور شوہر نے بھی تین طلاقیں دیدیا اور یہاں سے نکل کر دوسری جگہ چلا گیا کچھ دنوں بعد لڑکی جا کر زید کے پاس پہونچی اور پھر سے دونوں بغیر کسی اصلاح کے آپس میں مل کر ازدواجی زندگی گذارنے لگے مثل میاں بی بی کے اور پھر ابھی گاؤں میں مل کر رہنا چاہتے ہیں گاؤں والے ان کے اس ناجائز تعلقات پر گرفت کئے تو دونوں نے کہا شریعت کا جو حکم ہے اس پر ہم عمل کر کے رہنا چاہتے ہیں درخواست ہے کہ دونوں کے متعلق حکم شرع کیا ہے اور کس طرح مل کر رہیں گے تفصیلی بیان فرمائیں ؟

الجواب صورت مستفسرہ میں ان دونوں کے لئے شریعت مطہرہ کا یہ حکم ہے کہ فوراً ایک دوسرے سے الگ ہو جائیں ہرگز ہرگز ایک دوسرے سے میاں بیوی کا تعلق نہ رکھیں پھر عدت گذرنے کے بعد یعنی

وقت طلاق وہ حاملہ تھی تو بچہ پیدا ہونے کے بعد اور اگر حاملہ نہ تھی تو تین حیض آنے کے بعد دوسرے سے نکاح کرے خواہ تین حیض تین ماہ یا تین سال یا اس سے زیادہ میں آئیں اور شوہر ثانی اس سے ہمبستری بھی کرے بعدہ طلاق دیدے یا مرجائے پھر عورت عدت گذار کر زید کے ساتھ نکاح کرسکتی ہے کما قال اللہ تعالیٰ فان طلقہا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۵ رجمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۹۶ھ

مسئلہ

از شیخ محمد ہتھیا بزرگ۔ ضلع بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عورت مرد ساتھ رہتے تھے دونوں نے جھگڑا کیا مرد نے اپنی عورت کو تین بار سے زیادہ کہا کہ میں نے تجھے طلاق دی" پھر اس کے بعد مرد اسی عورت کو رکھے ہوئے ہے اس کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب

مرد وعورت پر لازم ہے کہ فوراً ایک دوسرے سے الگ ہو جائیں اور دونوں علانیہ توبہ واستغفار کریں اگر مرد پھر اس عورت کو رکھنا چاہتا ہے تو بعد حلالہ اس سے نکاح کرے قال اللہ تعالیٰ فان طلقہا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ۔ اور اگر بغیر حلالہ رکھے تو سب مسلمان اس کا بائیکاٹ کریں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۱ رجمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۹۶ھ

مسئلہ

از صوبیدار خاں بکونی کلاں ضلع بستی

ہمارے بھائی چھ سال ہوگیا دماغ کی خرابی کی وجہ سے گھر چھوڑ کر نکل گئے کچھ دن کے بعد پھر گھر آگئے۔ دو چار روز ادھر اُدھر رہتے ہیں پھر چلے جاتے ہیں ان کا یہی کام ہے۔ بات چیت سے پتہ چلتا ہے کہ دماغ نہیں خراب ہے ان کی بیوی کہتی ہے کہ نہ ہو وہ کہتے ہیں کہ ہم سے گھر سے کوئی واسطہ نہیں ہے دو چار آدمی بلا کر ان کے سامنے طلاق دے دی ہے بیوی نوجوان ہے ایک لڑکا ایک لڑکی ہے دوسری شادی کرنا چاہتی ہے ایسی حالت میں شرع کیا حکم دیتی ہے؟

الجواب

آپ کے بھائی نے جن لوگوں کے سامنے طلاق دی ہے اگر وہ لوگ طلاق کا دینا ہوش وحواس کی درستگی میں یقینی طور پر سمجھتے ہیں تو طلاق واقع ہوگئی۔ اس کی بیوی عدت گذار کر دوسرے سے نکاح کرسکتی ہے ورنہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم جل جلالہ وصلی المولیٰ

تعالیٰ علیہ وسلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۶ر رجب المرجب ۱۳۸۱ھ

مسئلہ از حاجی مشوق علی شہر اعظم گڈھ

ایک شخص نے شراب کے نشہ کی حالت میں اپنی بیوی سے کہا کہ جا تجھ کو طلاق دیا جا تجھ کو طلاق دیا یہی جملہ پانچ چھ مرتبہ کہا نشہ ختم ہونے پر اس شخص نے بتایا کہ میں نے کئی بار طلاق دیا ہے مگر تعداد یاد نہیں اور طلاق دینے کی نیت بھی نہیں تھی دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس صورت میں شخص مذکور کی بیوی پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں ؟ بینوا توجروا

الجواب صورت مسئولہ میں شخص مذکور کی بیوی پر طلاق واقع ہوگئی فتاویٰ عالمگیری جلد اول ص۳۳۱ میں ہے طلاق السکران واقع اذا سکر من الخمر او النبیذ هو مذهب اصحابنا رحمهم الله تعالیٰ کذا فی المحیط ۔ یعنی اگر کسی نے شراب یا نبیذ کے نشہ کی حالت میں طلاق دی تو ہمارے ائمہ کرام کے نزدیک طلاق پڑ جائے گی ایسا ہی محیط میں ہے اور پھر چونکہ پانچ چھ بار طلاق دی تو اگر وہ عورت شخص مذکور کی مدخولہ ہے تو طلاق مغلظہ واقع ہوئی ورنہ ایک بائن اور مذکورہ بالا الفاظ سے طلاق پڑنے کے لئے نیت کی حاجت نہیں لانہ صریح والصریح مستغن عن النیۃ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد امجدی

مسئلہ از سبیل احمد مقام پورندرپور ضلع گورکھپور

زید نے غصہ کی حالت میں اپنی بیوی سے کہا میں تم کو نہیں رکھوں گا بلکہ کئی بار یہ کہا کہ میں تم کو طلاق دے دوں گا اور کہا خدا کی قسم اپنی لڑکی کو رکھوں گا مگر تم کو نہیں رکھوں گا تو اس صورت میں طلاق پڑی یا نہیں ؟ زید ایسا کہنے کے بعد اپنی اس بیوی کو رکھے ہوئے ہے ۔

الجواب زید کی بیوی پر طلاق نہیں واقع ہوئی لیکن چونکہ قسم کھانے کے بعد اپنی اس بیوی کو رکھا اس لئے زید پر قسم کا کفارہ واجب ہوا قسم کا کفارہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کھانا کھلائے یا دس مسکینوں کو کپڑا پہنائے اور اگر ان میں سے کسی ایک کی استطاعت نہ ہو تو بحالت مجبوری پے درپے تین روزے رکھے پارہ ۷ رکوع اول میں ہے لا یؤاخذکم الله باللغو فی ایمانکم ولکن یؤاخذکم بما عقدتم الایمان فکفارته اطعام عشرة مساکین من اوسط ما تطعمون اهلیکم او کسوتهم او تحریر رقبة ط فمن لم یجد فصیام ثلثة ایام ط اور فتاویٰ عالمگیری جلد دوم ص۵۷ میں ہے فان لم یقدر علی احد هذه الاشیاء

الثلاثۃ صام ثلثۃ ایام متتابعات اور زید کا یہ کہنا کہ میں اپنی لڑکی کو رکھوں گا (معاذ اللہ) گناہ سخت گناہ ہے زید اس بات سے علانیہ توبہ کرے واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد امجدی

مسئلہ

از بہار الدین مقام نرائن پور ضلع فیض آباد

زید نے اپنی بیوی کے بارے میں ایک کارڈ پر طلاق لکھوا کر ہوش و حواس کی درستگی میں اس پر دستخط کیا اور دو گواہوں نے بھی دستخط کئے زید کی ماں کو اس بات کا علم ہوا تو وہ زید پر ناراض ہوئی تو اس نے کارڈ کو پھاڑ دیا اور کہتا ہے کہ طلاق نہیں پڑی تو اس صورت میں زید کی بیوی پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

صورت مستفسرہ میں زید کی بیوی پر طلاق واقع ہو گئی رد المحتار جلد دوم ص۴۲۹ پر ہے لو قال للکاتب اکتب طلاق امرأتی کان اقرارا بالطلاق واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد امجدی

مسئلہ

از منشی محب الحسن صدیقی نواب جوت پوسٹ چمر ویورہ۔ گونڈہ

شوہر نے اپنی بیوی کو طلاق نہیں دی ہے اس نے گونڈہ کورٹ سے طلاق حاصل کی ہے تو اس عورت کو دوسرا نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

کورٹ کی طلاق سے عورت کو دوسرا نکاح کرنا حرام اشد حرام ہے ہرگز جائز نہیں کہ طلاق دینے کا اختیار شوہر کو ہے نہ کہ کورٹ کو۔ حدیث شریف میں ہے الطلاق لمن اخذ بالساق وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۲۰ / جمادی الاخری ۱۴۰۱ھ

مسئلہ

از محمد مسلم قادری مدرسہ اہلسنت فیض العلوم علیمیہ مقام و پوسٹ ہنومان گنج بازار بستی

بکر اپنے بیوی اور پانچ بچوں کو چھوڑ کر کلکتہ چلا گیا کمائی حاصل کرنے کے لئے بکر کلکتہ سے غالباً ڈیڑھ سال کے بعد آیا اسی درمیان میں اس کی بیوی ہندہ کو ناجائز حمل ہو گیا اور اس کے قبل بھی شادی کے بعد تین ناجائز حمل لوگوں کے جانکاری میں زائل ہوا ایک تو بچہ پیدا ہو گیا تھا اور اب کی بار بھی بچہ پیدا ہو گیا ہے اس کا شوہر بکر کلکتہ سے آیا ہوا ہے وہ کہتا ہے کہ میں رکھوں گا تو رکھنے کی کیا صورت ہے؟ اور بکر کا والد کہتا ہے کہ ہم ہرگز ایسے شخص کو

گھر میں رہنے نہیں دیں گے اگر تم کو رکھنا ہے تو میرے گھر سے لے کر نکل جاؤ ایک بار ہو ایک بار طوائف کا کام کرنے لگی ہے سامنے چار پانچ اولاد ہوتے ہوئے غلط کام ایسے شخص کے ہاتھ سے کھانا پینا درست نہیں ہے تو بکر کے والد کا یہ کہنا کہاں تک جائز اور درست ہے اور مذکورہ معاملہ میں بکر کے خاندان والے ہاتھ بٹا رہے ہیں صرف بکر کا باپ ادھر اُدھر مارا مارا پھر رہا ہے اور بکر اس کے خاندان والے یعنی چچا اور چچازاد بھائی وغیرہ بکر کے بیوی کو جو پہلے ادھر اُدھر چھپایا گیا تھا زبردستی بکر کے والد سے والد کے گھر میں کر دیئے ہیں اب والد گھر کو چھوڑے ہوئے ہے کھانا پینا دوسرے کے وہاں کھاتا پیتا ہے ایسی حالت میں صاف اور صریح فیصلہ عطا فرمائیں اور کون کون کس پکڑ میں گرفتار ہے؟

الجواب ہندہ سے اگر واقعی زنا سرزد ہوا تو ایسی عورت کو طلاق دیدینا بہتر ہے مگر ضروری نہیں یعنی شوہر اگر اسے طلاق نہ دینا چاہے تو طلاق نہ دینے کے سبب وہ گنہگار نہیں ہوگا عورت کو علانیہ توبہ واستغفار کرایا جائے اسے پابندی کے ساتھ نماز پڑھنے کی تاکید کی جائے غیر مردوں سے میل جول رکھنے اور ان سے بات چیت کرنے سے سختی کے ساتھ روکا جائے قرآن خوانی اور میلاد شریف کرنے اعزا و مساکین کو کھانا کھلانے اور مسجد میں لوٹا و چٹائی رکھنے کی تلقین کی جائے پھر اس کے بعد اگر بکر کا باپ اس عورت کا پکایا ہوا کھائے تو شرعاً اس پر کوئی مواخذہ نہ ہوگا اور جن لوگوں نے ہندہ کی ناجائز حمایت کی ہے ان سب کو بھی علانیہ توبہ واستغفار کرایا جائے۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۲۹ / جمادی الاولیٰ ۱۴۰۰ھ

مسئلہ از محمد یوسف بھٹیاں پوسٹ چوکھرہ ضلع بستی

زید کی لڑکی کی شادی خالد کے ساتھ ہوئی تھی لڑکے کی عمر قریب سات سال تھی۔ پھر نو سال کی عمر میں لڑکے کے خسر نے لڑکے سے طلاق لے لی۔ اور لڑکی کی شادی دوسری جگہ کر دی اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ لڑکی کی دوسری شادی عند الشرع درست ہے یا نہیں اور پہلے شوہر کے پاس جانے کی کیا سبیل ہے؟

الجواب اللھم ھدایۃ الحق والصواب صورت مسئولہ خالد چونکہ نابالغ ہے اس لئے اس کی طلاق عند الشرع نافذ نہ ہوئی۔ اور نہ لڑکی کی دوسری شادی عند الشرع صحیح ہے لڑکی بدستور سابق اپنے پہلے شوہر کے نکاح میں باقی ہے اور وہ جب چاہے خالد کے پاس جا سکتی ہے بہار شریعت میں ہے کہ طلاق کے لئے شرط یہ ہے کہ شوہر عاقل بالغ ہو نابالغ یا مجنون نہ خود طلاق دے سکتا ہے نہ اس کی

طرف سے اس کا کوئی ولی۔ ھذا ما ظھر لی والعلم عند اللہ و رسولہ

کتبہ
محمد الیاس خاں سالک بارہ بنکوی
۱۰ر ذوالقعدہ ۱۳۹۳ھ

مسئلہ

از عاشق علی مقام و پوسٹ روپ گڈہ بستی

مہدی حسن نے اپنی مدخولہ بیوی کے بارے میں مندرجہ ذیل تحریر لکھ کر اپنے خسر ولی دین کے نام رجسٹری کی جناب مہدی حسن کی طرف سے جمعرات النساء کو ہماری مرضی کے خلاف رہنے کی وجہ سے ہم نے ان کو طلاق دیا طلاق دیا طلاق دیا۔ دستخط مہدی حسن دریافت یہ کرنا ہے کہ اس تحریر سے طلاق پڑی یا نہیں؟ اگر طلاق پڑ گئی اور مہدی حسن پھر اس عورت کو رکھنا چاہے، اس کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب

تحریر مذکور اگر واقعی مہدی حسن نے لکھی ہے تو اس کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہو گئی مہدی حسن توبہ کرے کہ بیک وقت تین طلاق دینا گناہ ہے مہدی حسن پھر اسی عورت کو رکھنا چاہے تو حلالہ کرانا پڑے گا یعنی عدت گذرنے کے بعد عورت دوسرے سے نکاح صحیح کرے وہ شخص اس کے ساتھ ہمبستری کرے پھر مر جائے یا طلاق دے تو دوبارہ عدت گذرنے کے بعد مہدی حسن اس سے نکاح کر سکتا ہے۔ کما فی حدیث العسیلۃ وھو تعالیٰ و رسولہ الاعلیٰ اعلم بالصواب

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۲۶ر ربیع الآخر ۱۴۰۲ھ

مسئلہ

از عبد الغفور نعیمی کھرگو پور ضلع گونڈہ

شوہر اگر طلاق نہ دے اور لڑکی کے ماں باپ کچہری سے طلاق نامہ لکھوالیں تو وہ طلاق قابل قبول ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

کسی کی بیوی کے لئے کچہری کے حکام کی طلاق ہرگز قابل قبول نہیں کہ طلاق دینے کا اختیار شوہر کو ہے نہ کہ حکام کو حدیث شریف میں ہے الطلاق لمن اخذ بالساق۔ ھذا ما عندی و ھو اعلم بالصواب

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۱۷ر جمادی الاولیٰ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ

از محمد اسرائیل رضوی مدرسہ حشمت العلوم گائے ڈیہہ پوسٹ جمروپور گونڈہ

بکر کی شادی ہوئی ہندہ کے ساتھ اور ہندہ ابھی غیر مدخولہ تھی کہ بکر نے طلاق دے دی پھر ہندہ راضی ہو گئی کہ

میں رہوں گی تو بکر کے ساتھ ہی رہوں گی دوسرے کے ساتھ میرا نکاح نہ کیجئے تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ بکر بغیر حلالہ کے دوبارہ ہندہ کو نکاح میں لاسکتا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں لاسکتا ہے بغیر حلالہ کے تو حامد نے ہندہ کا نکاح بکر کے ساتھ کردیا بغیر حلالہ کے تو یہ نکاح درست ہوا یا نہیں اگر نہیں تو حامد کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب بکر نے اگر طلاق مغلظہ نہیں دی تھی تو وہ بغیر حلالہ ہندہ سے دوبارہ نکاح کرسکتا ہے اس صورت میں حامد پر کوئی جرم نہیں اور اگر اس نے طلاق مغلظہ دی تھی تو بغیر حلالہ کے وہ ہندہ سے دوبارہ نکاح نہیں کرسکتا۔ قال اللہ تعالیٰ فان طلقہا فلا تحل لہ من بعد حتیٰ تنکح زوجا غیرہ (پ ۲ ع ۱۲) اس صورت میں بکر کا نکاح ہندہ کے ساتھ بغیر حلالہ پڑھنے والا حامد سخت گنہگار ہوا اس پر لازم ہے کہ نکاح مذکور کے ناجائز ہونے کا اعلان عام کرے علانیہ توبہ و استغفار کرے اور نکاحانہ پیسہ بھی واپس کرے اگر وہ ایسا نہ کرے تو سب مسلمان اس کا بائیکاٹ کریں۔ قال اللہ تعالیٰ وَمَا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ (پ ۷ ع ۱۴) وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۸؍ شوال المکرم ۱۴۰۲ھ

مسئلہ از محمد ذاکر حسین مغلہوی متعلم دار العلوم تنویر الاسلام امرڈوبھا ضلع بستی۔

زید کی شادی ہندہ سے ہوئی اور زید صاحب داڑھی ہے اور ابھی علم دین بھی حاصل کر رہا ہے شادی کے چند دن گذر جانے کے بعد ہندہ نے زید سے کہا کہ آپ شادی کے وقت میرے میکے میں داڑھی لیکر کیوں گئے تھے زید کو بہت زیادہ غصہ آیا اور ہندہ کو ڈانٹا سمجھایا اب جب ہندہ دوسری مرتبہ آئی تو اس نے کہا کہ آپ اپنے والدین اور بھائی سے کبھی بھی الگ نہیں ہوں گے؟ اس پر زید بہت خفا ہوا اور کہا کہ اس سے زیادہ اب مت بولنا وہ خاموش ہوگئی۔ زید کا غصہ ٹھنڈا ہوا اور ہندہ کو سمجھایا چنانچہ اس نے اقرار کیا کہ اچھا اب ایسا کبھی نہیں کہوں گی اب اس کے بعد سے خوشی سے رہنے لگی چنانچہ زید مدرسہ پر پڑھنے چلا گیا اب ہندہ کو گاؤں کی دو چار عورتیں مل کر سمجھانے لگیں کہ کسی کا کہنا نہ مانو چنانچہ ہندہ زید کے والدین کی بہت بڑی نافرمان بن گئی یہاں تک کہ زید جب گھر پر نہیں رہتا تھا تو ہندہ کے والدین سے زبان درازی کرنے لگتی تھی تو والدین کو اس سے بہت بڑی تکلیف ہوگئی یہاں تک کہ زید کے والدین نے اس سے کہدیا کہ اگر آپ کو اس کو رکھنا ہے تو میرے گھر سے نکل جاؤ۔ جب زید نے اتنا سنا تو اس کے دل میں آگ لگ گئی اور سوچا اب میرے والدین مجھ سے ناراض ہوجائیں گے تو آپ ہی بتائیے کہ جب وہ روٹھ جائیں گے تو دنیا اور عقبیٰ میں کہیں بھی ٹھکانہ مل سکتا ہے؟ اب زید نے یہاں پر طلاق دینا واجب سمجھ لیا یہ نہ سمجھے گا کہ صرف ماں باپ ہی کی نافرمانی

کرتی تھی بلکہ زید کی بھی نافرمان تھی وہ یہ کہ ایک مرتبہ زید ٹیٹیش کی بیماری میں اس طرح مبتلا ہو گیا کہ چارپائی سے کوئی اٹھاکر بیٹھاتا تب جاکر بیٹھ پاتا تھا حتی کہ جینے کی کوئی امید نہ رہ گئی تھی ایسے عالم میں بھی ہندہ زید کے پاس آنا مناسب نہیں سمجھتی تھی والدین رات بھر شب بیدار کر کے سینکائی اور دیکھ بھال کیا کرتے تھے اور ہندہ کو بھی تو معلوم ہوتا تھا کہ جیسے کسی نے سکھادیا ہو کہ اس کے قریب مت جانا۔ چنانچہ جب زید چند روز کے بعد کچھ صحت مند ہوا تو ہندہ کے پاس جاکر ایک بات کی تحقیق کرنے لگا تو وہ بتانے سے انکار کرتی تھی چنانچہ زید نے غصّے میں آکر ہندہ کو ماردیا اور کوئی زیادہ مارا بھی نہیں اس پر ہندہ پوری رات روتی رہ گئی اور ہفتوں تک ہندہ نے زید سے بات چیت کرنا ترک رکھا چنانچہ ایک روز زید کی بھابھی نے ہندہ سے کہا کہ جاکر ان سے معافی مانگ لو تو ہندہ نے کہا کہ اگر ان کو ستائیس مرتبہ غرض ہوگی تو وہ آکر مجھ سے بولیں گے اب زید نے اتنا سنا تو اور بھی زیادہ غصہ لگا اور اسی غصے کے عالم میں اس نے ہندہ کو بیک وقت تین طلاقیں دیدیا۔ سوچا کہ میری وجہ سے میرے والدین مجھ سے ناراض ہو جائیں گے تو جب والدین ناراض ہوجائیں گے تو دنیا بھی خراب اور عقبیٰ بھی خراب میری رائے تو تھی ہی میرے والدین کی بھی یہی مرضی تھی کہ ہندہ کو طلاق دیدو چنانچہ زید نے اپنا کام تمام کردیا بات ختم۔ اب دوسری بات یہ بھی ہے کہ جب اس کے بارے میں فیصلہ ہوا تو گاؤں کے ایک مولانا صاحب تھے ان لوگوں نے بلوایا تو مولانا صاحب کہنے لگے کہ لڑکی چاہے ہزار غلطی کرے مگر پھر بھی وہ طلاق کے لائق نہیں ہے مولانا صاحب زبانی دلیل پیش کرنے لگے کہ میں اس بات کو مصطفےٰ کے سامنے کہہ سکتا ہوں۔ اور ہندہ کے اندر یہ بھی صفت تھی کہ ایک دم جاہل اور ان پڑھ تھی نماز پڑھنے کا طریقہ معلوم نہیں تھا تو زید نے سوچا کہ اس کو کم از کم اتنا تو پڑھادیں کہ نماز پڑھ سکے اور کچھ دن تک پڑھایا بھی بغدادی قاعدہ ختم ہونے والا تھا مگر جب زید نے دیکھا کہ مکروفریب اور دغابازی میں لگ گئی تو سوچا کہ اب نہیں پڑھ پائے گی اور نماز میرے ذمے ہو جائے گی اس طرح کی تمام باتیں ہیں تو بیان فرمائیں کہ اب اس حال میں طلاق دینا کیسا ہے؟ اور جو یہ کہے کہ لڑکی چاہے ہزار بار غلطی کرے مگر وہ طلاق کے لائق نہیں ہے اور دلیل پیش کرے کہ اس بات کو مصطفےٰ کے سامنے کہہ سکتا ہوں اس پر کیا حکم ہے اور وہ کیسا ہے اور ایسا کام کرنے سے جو حضرات مخالف ہو جائیں وہ کیسے ہیں مدلل تحریر فرمائیں؟

الجواب

ہندہ کے بارے میں جو باتیں سوال میں درج ہیں اگر صحیح ہیں تو بیشک ہندہ اپنے شوہر زید اور اس کے والدین کو ایذا دینے والی تھی اور لائق طلاق بھی طلاق دینے کے سبب زید مستحق ملامت نہ ہوا لہٰذا جو شخص یہ کہتا ہے کہ لڑکی ہزار بار غلطی کرے مگر وہ لائق طلاق نہیں اور جو لوگ ایسی نافرمان عورت کو

طلاق دینے کے سبب مخالف ہو گئے وہ سب غلطی پر ہیں بہار شریعت میں ہے کہ عورت شوہر کو یا اوروں کو ایذا دیتی ہو تو طلاق دینا مستحب ہے البتہ بیک وقت تین طلاق واقع کر دینے کے سبب زید گنہگار ہوا وہ توبہ کرے۔ ھٰذا ما عندی والعلم بالحق عند اللہ تعالیٰ

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۹ رجمادی الاولیٰ ۹۹ھ

مسئلہ

از مولانا محمد یعقوب صاحب رضوی جامعہ غازیہ سید العلوم بڑی تکیہ بہرائچ (یوپی)

زید اپنی لڑکی ہندہ کی شادی ایک جگہ کرنا چاہتا تھا مگر چند وجوہات کی وجہ سے اس کی شادی الگ کر دی گئی۔ چونکہ لڑکے کے والدین کا انتقال ہو گیا تھا۔ لڑکے کے ذمہ دار اس کے چچا وغیرہ تھے۔ عقد کے وقت جانبین میں نباہ وغیرہ کے متعلق کچھ باتیں ہوئیں کہ لڑکے کو پتہ نہیں حصے ملے یا نہ ملے۔ اس کے چچا وغیرہ اس لڑکی کو تنگ کریں۔ پھر اس کا پرسان حال کون ہوگا۔ لہٰذا طے پایا کہ ایک کاغذ پر یہ لوگ لکھ دیں کہ اگر ان لوگوں نے لڑکی یا اس کے شوہر کو پریشان کیا تو لڑکی اپنے میکے میں بیٹھ کر اپنا کھانا کپڑا لے سکتی ہے۔ اس پر لڑکے والوں نے کہا کہ اس مضمون کا جو چاہو لکھ لو ہم لوگ اس پر تیار ہیں کہ لڑکے کے حصے کے متعلق جو چاہو لکھوا لو۔ پھر لوگوں نے کہا کاغذ پر دستخط کر دو بعد میں مضمون لکھ دیا جائے گا ایک سادہ کاغذ پر اس کے چچا
گواہان نے دستخط کر دیئے۔ عقد ہو گیا لڑکی اپنے سسرال گئی چند بار آئی گئی۔ پھر کچھ دنوں بعد (چونکہ لڑکی کا ایک بھائی مولانا ہے اس نے کاغذ پر بعد میں اس طرح مضمون لکھ لیا کہ لڑکے نے طلاق کا مالک بھی لڑکی کو بنا دیا تھا کہ جب لڑکی چاہے گی طلاق لے لے گی) دونوں گھروں میں جھگڑا ہو گیا خاندان میں کچھ لوگ آپس میں لڑ گئے۔ کچھ نے کہا بھیجنا پڑے گا کچھ نے کہا کہ نہیں بھیجا جائے گا پھر یہ ہوا کہ دونوں جانب سے سامان کی واپسی ہو جائے اور شریعت کے مطابق طلاق ہو جائے۔ مگر لڑکی کے بھائی وغیرہ نے کہا کہ زیور مہر میں ہو گیا۔ اور طلاق کی ضرورت نہیں ہے طلاق اسی کاغذ پر لکھ دیا گیا اسی پرانے دستخط کے مطابق۔ اور چپکے سے عدالت سے طلاق لے کر لڑکی کی شادی دوسری جگہ کر دی اب پورے علاقہ میں رواج بن گیا ہے کہ مولانا صاحب نے عدالت سے طلاق لے کر الگ نکاح کر دیا ہے لہٰذا ہم لوگ بھی کریں گے اور انہیں کو دیکھ کر دو تین واقعات اور ہو چکے ہیں لہٰذا اور لڑکے کے وارثان و گواہان قسم کھاتے ہیں کہ طلاق وغیرہ کی کوئی بات ہی نہیں ہوئی تھی اور نہ موجود لوگوں میں سے اور کوئی کہتا ہے لہٰذا اس کا جواب مفصل تحریر کیا جائے۔ تاکہ لوگوں کو اطمینان ہو جائے اور یہ رواج ختم ہو کہ جو چاہے اپنی لڑکی کا عقد عدالت سے طلاق لے کر الگ کر دے۔ اور جن لوگوں نے اس مضمون بنانے اور اس لڑکی کا الگ عقد کرنے میں حصہ لیا ہے ان کے بارے میں کیا

حکم ہے؟

الجواب اگر یہ بات صحیح ہے کہ لڑکے نے لڑکی کو طلاق کا مالک نہیں بنایا تھا تو اس کے بھائی کے لکھ دینے سے لڑکی اپنے اوپر طلاق نہیں واقع کر سکتی اگرچہ شوہر کے چچا وغیرہ نے لڑکی کو طلاق کا مالک بنا بھی دیا ہو کہ لڑکا جب نابالغ ہو اس صورت میں بھی ولی طلاق کا مالک نہیں ہوتا اور کچہری سے طلاق لینا بے کار ہے۔ عند الشرع ہرگز معتبر نہیں کہ طلاق کا اختیار شوہر کو ہے نہ کہ کچہری کو حدیث شریف میں ہے الطلاق لمن اخذ بالساق لہذا مولوی نے کچہری سے طلاق لے کر اپنی بہن کی شادی دوسری جگہ کردی تو اس نے اپنی بہن کو حرام کاری وزنا کاری کے لئے دیا العیاذ باللہ تعالیٰ۔ اور اس مولوی کی اتباع میں کچہری سے طلاق لے کر دوسری جگہ شادیاں کرنے والے نکاح خواں، گواہ اور میاں بیوی بننے والے سب کے سب سخت گنہگار ہیں اور سب کے برابر اس برائی کا دروازہ کھولنے والا مولوی تنہا گنہگار ہے حدیث شریف میں ہے من سن فی الاسلام سنۃ سیئۃ کان علیہ وزرھا ووزر من عمل بھا من بعدہ من غیر ان ینقص من اوزارھم شیئ۔ یعنی جو شخص کہ مذہب اسلام میں کسی برے طریقہ کو رائج کرے گا تو اس پر اس کے رائج کرنے کا بھی گناہ ہوگا اور ان لوگوں کے عمل کرنے کا بھی گناہ ہوگا جو اس کے بعد اس طریقہ پر عمل کرتے رہیں گے اور عمل کرنے والوں کے گناہ میں کوئی کمی نہ ہوگی (مسلم شریف) لہذا مولوی مذکور پر لازم ہے کہ وہ اپنی بہن کو واپس لاکر یا تو اس کے شوہر اول کے پاس بھیجے اور یا تو باقاعدہ طلاق لے کر شرعی طریقہ سے دوسری جگہ شادی کرے اور کچہری کی طلاق کے باطل ہونے کا اعلان عام کرے۔ اور مولوی وغیرہ جتنے ناجائز عقد کرنے والے ہیں اور جو لوگ اس میں کسی طرح حصہ لینے والے ہیں سب علانیہ توبہ واستغفار کریں۔ اگر وہ لوگ ایسا نہ کریں تو سب مسلمان ان کا بائیکاٹ کریں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے قال اللہ تعالیٰ واما ینسینک الشیطن فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظلمین (پ ۷ ع ۱۴) وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ
جلال الدین احمد امجدی
۱۳؍ ذی القعدہ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ از قسیم النساء، ہولاپور قاضی

میرا شوہر دولت علی ولد جان محمد شرابی ہے نشہ کی حالت میں دو دو تین تین یوم تک پڑا رہتا ہے اور شراب پینے سے روکنے پر مارتا پیٹتا ہے اور بہت سخت اذیت دیتا ہے میرا ہاتھ پکڑ کر بار بار گھر سے نکال دیتا ہے اور بار بار کہتا ہے کہ جا میں نے تجھے طلاق دیدیا۔ جب کئی مرتبہ ایسا کر چکا اور میں اپنی جگہ پر اٹل رہی تو آخر مرتبہ اس نے مجھے پھر

گھر سے نکال باہر کر دیا اور خود گھر کا دروازہ بند کر کے کسی دوسری جگہ چلا گیا۔ پانچ یوم تک میں ایک نواب صاحب کے یہاں رہی۔ انھوں نے مجھے اپنے کرایہ سے میرے میکے پہونچا دیا۔ میں نے دو گواہوں کے سامنے بحلف بیان دیا۔ از روئے شرع کیا حکم ہوتا ہے؟ آیا مجھ پر طلاق پڑی یا نہیں؟ بحکم شرع صاف صاف تحریر فرمائیں عین مہربانی ہوگی۔

الجواب صورت مسئولہ میں اگر واقعی دولت علی نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہے اگرچہ شراب کے نشہ میں دی ہے تو طلاق واقع ہو گئی جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری جلد اول مصری ص۳۳۱ میں ہے طلاق السکران واقع اذا سکر من الخمر او النبیذ وھو مذھب اصحابنا رحمھم اللہ تعالیٰ کذا فی المحیط۔ وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۳۰/ شوال ۱۳۸۹ھ

مسئلہ

از محمد رئیس ساکن کٹیا۔ شاہ پور ضلع بستی

زید اپنی بیوی ہندہ کو عرصہ آٹھ سال سے چھوڑے ہوئے ہے۔ حد درجہ انتظار کے بعد ہندہ نے اپنے کسی عزیز رشتہ دار کو زید کے پاس بھیجا۔ زید نے ساری باتوں کے جواب میں یہ کہا کہ میں اس کو نہیں رکھوں گا بلکہ تین مرتبہ یہی جملہ کہتا رہا تو اس صورت میں ہندہ پر طلاق واقع ہو گئی یا نہیں؟ اگر واقع ہو گئی تو ہندہ شرعاً دوسری شادی کر سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب بیوی کے بارے میں یہ کہنا کہ میں اس کو نہیں رکھوں گا اس جملہ سے طلاق نہیں پڑتی۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں زید کی بیوی ہندہ پر طلاق نہیں واقع ہوئی۔ اور طلاق یا شوہر کی موت کے بغیر ہندہ کا دوسرا نکاح جائز نہیں۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۱۷/ ربیع الاول ۱۴۰۳ھ

مسئلہ

از ہارون رشید ہریا تحصیل خاص ضلع بستی

ہمارے بھائی محمد اسلام کو جب غصہ چڑھتا ہے تو جنونی کیفیت طاری ہو جاتی ہے ایک دن اس کو اسی قسم کا غصہ سوار ہوا تو انھوں نے اپنی مدخولہ بیوی کو بہت مارا اور پھر کئی بار کہا کہ جا ہم تجھ کو طلاق دیتے ہیں۔ جب غصہ اترا تو روتے ہیں، توبہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم سے غضب ہو گیا۔ سوال یہ ہے کہ اس حالت میں ان کی بیوی پر طلاق پڑی یا نہیں؟ اگر اس بیوی کو محمد اسلام پھر رکھنا چاہیں تو کیا صورت ہوگی؟ بینوا توجروا

الجواب اگر غصہ اس حد کو پہونچ گیا تھا کہ عقل زائل ہو گئی تھی اور محمد اسلام کو خبر

نہیں تھی کہ میں کیا کہتا ہوں اور زبان سے کیا نکلتا ہے تو اس صورت میں طلاق نہیں پڑی۔ اور اگر یہ حالت نہیں پیدا ہوئی تھی تو طلاق مغلظہ پڑ گئی کہ غصہ میں بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے بلکہ اکثر طلاق غصہ ہی میں دی جاتی ہے۔ اور محمد اسلام کی اس بات سے کہ "ہم سے غضب ہو گیا" ظاہر یہی ہے کہ ہوش و حواس کی درستگی میں طلاق دی ہے لہذا اب اس صورت میں بغیر حلالہ عورت مذکورہ محمد اسلام کے لئے حلال نہیں قال اللہ تعالیٰ فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیره (پ ۲ ع ۱۳) حلالہ کی صورت یہ ہے کہ عدت گذرنے کے بعد عورت دوسرے سے نکاح صحیح کرے۔ دوسرا شوہر اس کے ساتھ کم سے کم ایک بار ہمبستری کرے پھر وہ مرجائے یا طلاق دیدے تو عورت دوبارہ عدت گذارنے کے بعد پھر محمد اسلام سے نکاح کر سکتی ہے۔ اگر دوسرے شوہر نے بغیر ہمبستری طلاق دیدی تو محمد اسلام سے وہ دوبارہ نکاح نہیں کر سکتی کما فی حدیث العسیلة۔ هذا ما عندی والعلم بالحق عند اللہ تعالیٰ ورسوله جل جلاله وصلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۰ رصفر المظفر ۱۴۰۳ھ

مسئلہ

از مسماۃ امیرہ بیگم مقام و پوسٹ صمدہ۔ گوشائیں گنج ضلع فیض آباد

میری شادی محمد شمیم ولد آغا حسن کے ساتھ عرصہ سات سال پہلے ہوئی تھی اور رخصتی بھی ہو گئی تھی۔ میں تین سال تک ان کے گھر آتی جاتی رہی اسی دوران ایک لڑکا جس کا نام محمد نسیم خاں ہے پیدا ہوا۔ جب محمد نسیم مذکور میرے بطن میں تھا میرے شوہر نے مجھ کو میرے میکہ بھیج دیا۔ بچہ کی پیدائش کے بعد محمد شمیم نہیں آیا۔ قریب ایک سال سے زیادہ ہوا بقر عید سے تین چار دن قبل میرا شوہر میرے میکہ آیا اور دروازہ پر کھڑا ہو کر مجھ سے چاندی سونے کی جو مجھے بوقت شادی دی گئی تھی مانگا۔ میرے یہ کہنے پر کہ جب میرے بڑے باپ آئیں گے تب دی جائے گی۔ اس نے بلند آواز سے تین بار مجھے طلاق دیدی اور چلا گیا۔ اور اس کے بعد سے نہیں آیا۔ کیا مذکورہ حالات میں طلاق بائن واقع ہو گئی اور میں دوسرا نکاح کر سکتی ہوں؟

الجواب

اگر واقعی محمد شمیم نے تین طلاق دی ہے تو صورت مسئولہ میں طلاق مغلظہ واقع ہو گئی۔ البتہ شوہر بیک وقت تین طلاق واقع کرنے کے سبب گنہگار ہوا توبہ کرے۔ عورت عدت گذرنے کے بعد کسی دوسرے سنی صحیح العقیدہ سے نکاح کر سکتی ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۶ رجمادی الاولیٰ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ
از ابرار احمد اشرفی مقام و پوسٹ جمنہا بازار ضلع بہرائچ شریف (یوپی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط السلام علیکم ۔ عرض یہ ہے کہ زید نے نہایت ہی غصہ کی حالت میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں بیک وقت دیں ۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ طلاق ایک ہی واقع ہوئی یا کہ تینوں؟ بغیر حلالہ کے کوئی صورت نکل سکتی ہے یا نہیں؟ اگر میاں بیوی رجوع ہو سکتے ہیں تو کتنی مدت میں؟ مفصل تحریر فرما کر شکریہ کا موقع دیں ۔

الجواب
وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔ اگر عورت شخص مذکور کی مدخولہ ہے تو اس پر تینوں طلاقیں واقع ہوگئیں کہ اب وہ عورت بغیر حلالہ شوہر اول کے لئے حلال نہیں ہوسکتی ۔ اور اگر مدخولہ نہیں ہے مگر بیک لفظ تین طلاقیں دیں مثلاً یوں کہا کہ تجھے تین طلاق ۔ تو اس صورت میں بھی طلاق مغلظہ واقع ہوگئی ارشاد باری تعالیٰ ہے فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ (پ۲ ع ۱۳) اور شوہر بیک وقت تین طلاقیں دینے کے سبب گنہگار ہوا توبہ کرے ۔ اور غصہ میں بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے بلکہ اکثر طلاق غصہ ہی میں دی جاتی ہے ۔ البتہ اگر شدت غیظ اور جوش غضب اس حد کو پہونچ جائے کہ اس سے عقل زائل ہو جائے خبر نہ رہے کہ زبان سے کیا کہتا ہوں اور کیا نکلتا ہے تو بیشک یہ صورت ضرور مانع طلاق ہے مگر اس طرح کا غصہ بہت نادر ہے ۔ لہذا شخص مذکور اگر اس حالت کو نہیں پہونچا تھا تو صرف غصہ ہونا اسے مفید نہیں طلاق واقع ہو گئی ھکذا فی الجزء الخامس من الفتاوی الرضویۃ ۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۲۸ / جمادی الاولیٰ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ
از عبد الجلیل موضع کول پور ضلع بستی

زید نے اپنی بیوی ہندہ کی چند غلطیاں ہندہ کے والد عمر اور اس کی والدہ کے سامنے شمار کرایا اور پھر تحریر لکھ کر دیا کہ میں عمر کی لڑکی ہندہ کو طلاق دیتا ہوں ۔ میں عمر کی لڑکی ہندہ کو طلاق دیتا ہوں ۔ میں عمر کی لڑکی ہندہ کو طلاق دیتا ہوں ۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ ہندہ پہ کوئی طلاق واقع ہوئی کہ نہیں اگر واقع ہوئی تو کونسی طلاق واقع ہوئی اور اب اس کو اپنے نکاح میں کیسے رکھے کیا صورت ہے؟ بیان فرمائیں ۔

الجواب
صورت مسئولہ میں ہندہ اگر زید کی مدخولہ ہے تو اس پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی کہ اب بغیر حلالہ وہ زید کے لئے حلال نہیں ۔ قال اللہ تعالیٰ فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ (پ۲ ع ۱۳) حلالہ کی صورت یہ ہے کہ بعد عدت ہندہ دوسرے سے نکاح صحیح کرے دوسرا

شوہر اس کے ساتھ ہمبستری کرے پھر مرجائے یا طلاق دیدے تو عدت گذرنے کے بعد پہلے شوہر سے نکاح کرسکتی ہے۔ اور اگر دوسرے شوہر نے بغیر ہمبستری کے طلاق دیدی تو ہندہ اس صورت میں پہلے شوہر سے نکاح نہیں کرسکتی کما فی حدیث العسیلۃ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۲ ذی الحجہ ۱۴۰۰ھ

مسئلہ علی حسین آڑھتدار دکھن دروازہ بستی

ہندہ عرصہ بیس سال سے اپنے شوہر سے الگ ہو کر ایک دوسرے شخص کے ساتھ رہنے لگی اور بچے بھی پیدا ہوئے۔ شوہر نے انواع واقسام کی تکلیفیں پہونچائیں اس بنا پر اس سے الگ ہوگئی تھی مگر اس وقت ہندہ نے یہ نہیں بتلایا کہ میرے شوہر نے مجھکو طلاق دے دیا تھا آجکل وہ بحلف بیان دیتی ہے کہ حلفیہ بیان دیتی ہوں اور قسم کھاتی ہوں کہ میرے شوہر نے مجھکو طلاق دیدی تھی تو کیا یہ اس کا بحلف قسم کھانا اس سلسلے میں کہ میری طلاق ہو چکی تھی شریعت طاہرہ کے بموجب صحیح ہے اور شوہر بھی عرصہ ہوا فوت کر گیا ہے دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا ہندہ دوبارہ نکاح کرسکتی ہے زید عالم دین ہے وہ کہتا ہے کہ ہندہ کا بحلف بیان کرنا کہ میرے شوہر نے مجھکو طلاق دے دی تھی شریعت طاہرہ کے بموجب صحیح تسلیم کیا جائے گا۔ بینوا توجروا۔

الجواب صورت مسئولہ میں اگر گواہ نہیں ہیں تو طلاق دینے کے بارے میں عورت کی قسم فضول ہے شرعاً معتبر نہیں کہ وہ طلاق کی مدعی ہے اور اپنے دعوے کے ثبوت میں مدعی کی قسم شریعت کے نزدیک قابل تسلیم نہیں حدیث شریف میں ہے البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر اخرج البیہقی وھو مخرج فی الصحیحین بلفظ البینۃ علی المدعی والیمین علی المدعی علیہ واخرج دار قطنی مرفوعا البینۃ علی من ادعی والیمین علی من انکر لہٰذا ہندہ کی قسم سے طلاق ثابت نہ ہوگی۔ پھر جو عورت ایسی بے باک ہو کہ بغیر نکاح دوسرے شخص کے ساتھ بیوی کی طرح رہے اللہ ورسول سے نہ ڈرے، جہنم کے عذاب کی پروا نہ کرے اور پھر بیس سال تک طلاق دینے کو بیان نہ کرے ایسی عورت کا بیان کیونکر قابل تسلیم ہوگا۔ خلاصہ یہ ہے کہ طلاق دینے کے بارے میں صرف ہندہ کا بیان اور اس کی قسم فضول وبیکار ہیں شرعاً معتبر نہیں۔ ہاں اگر شوہر مرگیا تو موت کی عدت گذرنے کے بعد ہندہ دوسرا نکاح کرسکتی ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۳ رجمادی الاخریٰ ۹۸ھ

مسئلہ

از عبد اللطیف خاں سینگوں ضلع فیض آباد

علن خاں ساکن محمد پور ضلع فیض آباد نے اپنی بیوی نور جہاں کو زبانی تین طلاق دی جس کے گواہ حاجی محبوب گوشائیں گنج و حاجی یار محمد گوشائیں گنج فیض آباد وغیرہ ہیں۔ کیا نور جہاں پر مغلظہ طلاق واقع ہوگئی؟ بینوا توجروا

الجواب

اگر واقعی علن خاں نے اپنی بیوی نور جہاں کو زبانی تین طلاق دی ہے اور وہ علن خاں کی مدخولہ ہے تو اس پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی کہ وقوع طلاق کے لئے لکھنا ضروری نہیں زبانی بھی طلاق واقع ہوجاتی ہے۔ اور حاجی محبوب وحاجی یار محمد وغیرہ جن کے سامنے علن خان نے طلاق دی ہے اگر وہ لوگ عادل ہیں تو ان کی گواہیوں سے طلاق ثابت ہوجائے گی۔ ھٰذا ما عندی وھو اعلم بالصواب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۸ رجمادی الاخریٰ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ

از مشتاق احمد مدرس مدرسہ خادم الاسلام ہتھیا گڈھ۔ ضلع گونڈہ

زید اپنے پڑوسی کے یہاں چند لوگوں کے ہمراہ بیٹھا ہوا تھا اور زید کی بیوی بھی بروقت موجود تھی طلاق کے مسئلہ پر گفتگو ہو رہی تھی۔ دوران گفتگو زید کی بیوی نے کہا کہ کوئی زید سے نہیں پوچھتا کہ وہ ہمیں روز طلاق دیتا ہے۔ یہ سن کر زید نے قبلہ رو کھڑے ہوکر یہ کہا کہ لوگو! سن لو۔ ہمیں طلاق دیتے ہوئے اس کو دو سال کا عرصہ ہوگیا ہے۔ اب زید یہ کہتا ہے کہ میری نیت طلاق کی نہ تھی بلکہ دھمکی کے طور پر ڈرانے کے لئے ایسا کہا تھا۔ لہٰذا اس صورت میں زید کی بیوی پر طلاق واقع ہوئی کہ نہیں؟ جیسا ہو ویسا مسلک اعلیٰ حضرت پر جواب دیں۔

الجواب

زید نے اگر دو سال کے عرصہ میں کم سے کم تین طلاقیں دی ہیں جیسا کہ اس کی بیوی کے کلام سے سمجھ میں آتا ہے تو اس پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی کہ اب بغیر حلالہ شوہر اول کے لئے حلال نہیں قال اللہ تعالیٰ فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ (پ۲ ع ۱۳) اور اگر زید نے زمانۂ سابق میں طلاق نہیں دی ہے تو جب اس نے یہ کہا کہ "ہمیں طلاق دیتے ہوئے اس کو دو سال کا عرصہ گذر گیا" تو اس وقت طلاق واقع ہوگئی۔ اور اس قسم کے الفاظ کہنے پر طلاق پڑنے کے لئے نیت کی ضرورت نہیں۔ ھٰذا ما ظهر لی وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۸ رجب المرجب ۱۴۰۲ھ

مسئلہ

از عبدالقیوم ساکن بتھریا پوسٹ مرد ٹیا بازار ضلع بستی

زید نے اپنی مدخولہ بیوی کے بارے میں ایک مجمع میں کہا کہ ہم اپنی بیوی کو طلاق دیتے ہیں۔ طلاق دیتے ہیں۔ طلاق دیتے ہیں۔ طلاق نامہ لکھ کر تیار کیا گیا۔ زید کے باپ نے زید سے کہا کہ یہاں سے چلو زید کا دستخط طلاق نامہ پر نہیں ہوا کاغذ پھاڑ کر پھینک دیا گیا۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ صرف منھ سے بولنے پر طلاق پڑتی ہے یا نہیں؟ اور صورت مذکورہ میں زید کی بیوی پر طلاق پڑی یا نہیں جب کہ طلاق نامہ پر زید نے دستخط نہیں کیا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں زید نے اگر واقعی یہ کہا کہ ہم اپنے بیوی کو طلاق دیتے ہیں۔ طلاق دیتے ہیں۔ طلاق دیتے ہیں۔ تو اس کی بیوی پر طلاق واقع ہو گئی اگرچہ زید نے طلاق نامہ پر دستخط نہیں کیا اس لئے کہ وقوع طلاق کے لئے طلاق نامہ لکھنا یا طلاق نامہ پر دستخط کرنا ضروری نہیں۔ صرف زبان سے کہنے پر بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ عورت مذکورہ عدت گذار کر دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے۔ وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
یکم ربیع الآخر ۱۳۸۹ھ

مسئلہ

از محمد شریف۔ ماہم بمبئی

محمد شریف کے پہلی بیوی کے والد نے ایک طلاق نامہ محمد شریف کو دیا جس کی نقل درج ہے تاکہ محمد شریف اسے اپنے ہاتھوں سے نقل کر کے اس پر اپنی دستخط ثبت کر دے تاکہ اس کی دوسری زوجہ نجمہ اس کے نکاح سے خارج ہو جائے لیکن شریف چونکہ اپنی زوجۂ ثانیہ کو طلاق نہیں دینا چاہتا تھا اس لئے اس نے اپنے سسر سے پیچھا چھڑانے کی غرض سے اس طلاق نامہ کو ان کی غیر موجودگی میں ایک دوسرے شخص کے ہاتھوں نقل کروا کر اسی شخص سے اس پر اپنی نقلی دستخط کروائی اور طلاق نامہ اپنے سسر کے حوالے کیا محمد شریف کا ارادہ قطعی طلاق دینے کا نہ تھا اور نہ ہی اس نے اپنے زبان سے طلاق کے الفاظ ہی کہے اور نہ تو اس نے اس طلاق نامہ کو اپنے ہاتھوں سے لکھا اور نہ ہی اس کے کوئی گواہ ہیں کیا ایسی صورت میں طلاق واقع ہو گئی۔ بینوا توجروا

نقل طلاق نامہ

محمد شریف ابن غلام محمد بمقام ماہم بمبئی ۱۶ کا رہنے والا ہوں چونکہ میری شادی نجم النساء بنت محمد شریف سے ہوئی تھی جو کہ پندرہ ماہ کا عرصہ ہوا اب تک کسی طرح نباہ کرتا رہا لیکن اب نباہ کی کوئی صورت نظر نہیں آتی

مناسب سمجھا کہ ایسی تلخ زندگی سے بہتر جدائی ہے لہذا آج بتاریخ ۶ جنوری ۱۹۷۸ء میں نے اپنی بیوی نجم النساء بنت محمد شریف کو طلاق دیا طلاق دیا طلاق دیا۔

(نوٹ) مہر دین میں نے اپنی مطلقہ بیوی کو پہلے ہی ادا کر دیا ہے۔ رہا خرچ عدت جس وقت چاہے مجھ سے لے لے۔

دستخط انگلش

الجواب شوہر خود طلاق لکھے یا دوسرے کو لکھنے کا حکم کرے دونوں صورتوں میں طلاق واقع ہو جاتی ہے ردالمحتار میں ہے۔ لوقال للکاتب اکتب طلاق امرأتی کان اقرارا بالطلاق وان لم یکتب اھ۔ تو صورت مستفسرہ میں شوہر اگر خود لکھتا تو واقع ہو جاتی اور دوسرے کو لکھنے کا حکم کیا تو بھی طلاق واقع ہو گئی۔ شامی میں تاتارخانیہ سے ہے۔ کتب فی قرطاس اذا اتاک کتابی ھذا فانت طالق ثم نسخہ فی اخر او امر غیرہ بنسخہ ولم یملہ علیہ فاتاھا الکتابان طلقت ثنتین قضاء ان اقر انھما کتاباہ او برھنت وفی الدیانۃ تقع واحدۃ بایھما اتاھا ویبطل الآخر اھ اور شوہر کا اقرار کہ میں نے لکھنے کا حکم کیا وقوع طلاق کے لئے کافی ہے اگرچہ دستخط و گواہ نہیں۔ حدیث شریف میں ہے المرأ یوخذ باقرارہ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۲ رجب المرجب ۹۸ھ

مسئلہ از نظام الدین انصاری مومن پور اندر پور گورکھپور

جناب قبلہ گاہ مفتی صاحب!

علمائے دین اس مسئلے میں کیا فرماتے ہیں کہ زید کہتا ہے کہ ہم اللہ سے نہیں ڈرتے اور بہنوں کی گالی بھی دیتا ہے اسلام کو برا بھلا بھی کہتا ہے زید کی تعلیم عربی، فارسی کی بھی ہے جان بوجھ کر یہ سب باتیں زید کرتا ہے سال بھر کے پہلے زید یہ سب باتیں کر چکا ہے اس کے بعد اپنی بیوی کو تین ۳ طلاق ایک دفعہ دے دیا یہ طلاق ہوا یا نہیں اب پھر اپنی بیوی کو زید رکھنا چاہتا ہے مذکورہ بالا سوالات کا تفصیل بیان عنایت فرمائیں؟

الجواب سال بھر پہلے جب زید نے خدائے تعالیٰ کی شان میں گستاخی کی اور مذہب اسلام کو برا بھلا کہا تو اس وقت کسی دارالافتاء سے فتویٰ پوچھا گیا یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیوں۔؟ اور اگر فتویٰ پوچھا گیا تو اس پر عمل کیا گیا یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیوں؟ اگر عمل کیا گیا تو زید سے اس کی بیوی کا کیسے تعلق رہا کہ اس کو طلاق دینے کی ضرورت پیش آئی۔؟ پہلے آپ ان سوالوں کا جواب صحیح طور پر لکھیں تو پھر

دارالافتاء فیض الرسول سے فتویٰ تحریر کیا جائے گا۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۰ رصفر المظفر ۹۷ھ

مسئلہ ازاقبال احمد ساکن جوارہ پوسٹ رہرہ بازار ضلع گونڈہ۔

زید نے ایک لکھنے والے سے کہا کہ چل کر ہماری بیوی ہندہ کو طلاق لکھ دیجئے ہندہ زید کی مدخولہ ہے کاتب آیا اس کو معلوم ہوا کہ ہندہ حاملہ ہے تو اس نے کہا کہ تا وضع حمل طلاق نہ دی جائے یہ کہکر چلا گیا اور طلاق نامہ نہیں لکھا کچھ دن بعد زید نے ہوش وحواس کی درستگی میں ایک طلاق نامہ لکھا جس میں صرف ایک طلاق لکھی کیا اب زید بغیر حلالہ ہندہ سے دوبارہ نکاح کر سکتا ہے؟

الجواب صورت مستفسرہ میں جس وقت کہ زید نے کاتب سے کہا کہ چل کر ہماری بیوی کو طلاق لکھ دیجئے اسی وقت ایک طلاق رجعی واقع ہوگئی اگرچہ اس نے طلاق نامہ نہیں لکھا بہار شریعت حصہ ہشتم ص۹ میں ہے لکھنے والے سے کہا میری عورت کو طلاق لکھ دے تو یہ اقرار طلاق ہے یعنی طلاق ہو جائے گی اگرچہ وہ نہ لکھے اور ردالمحتار جلد ثانی ص۴۲۹ میں ہے لو قال للکاتب اکتب طلاق امرأتی کان اقرارًا بالطلاق وان لم یکتب اھ پھر اگر وضع حمل یعنی عدت گذرنے سے پہلے زید نے ہندہ سے زبانی یا وطی وغیرہ کے ذریعہ رجعت کر لی تو رجعت ہوگئی پھر بعد وضع حمل اگر زید نے طلاق نامہ میں ایک طلاق لکھی اور اس درمیان میں کوئی زبانی یا تحریری طلاق اس عورت کو نہیں دی تو دوسری طلاق رجعی واقع ہوئی عدت گذرنے سے پہلے پھر رجعت کر سکتا ہے اور بعد عدت عورت کی مرضی سے بغیر حلالہ دوبارہ نکاح کر سکتا ہے اور اگر زمانہ حمل میں کسی طرح رجعت نہ کی تو بعد وضع حمل دوسری طلاق واقع نہ ہوئی اس صورت میں بھی بغیر حلالہ عورت کی مرضی سے دوبارہ نکاح کر سکتا ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲ ربیع الآخر ۱۳۹۷ھ

مسئلہ ازعید و پہلوان وجمن وغیرہ کالپی سبزی فروشان ضلع جالون

ایک شخص اپنے دو لڑکوں کی بارات لیکر لڑکی والے کے گھر گیا۔ لڑکی والے نے بارات کا استقبال کیا اور بڑی خوشی سے بارات کو لیا اور ساری برادری کے لوگ جمع ہوئے چونکہ دونوں لڑکے نابالغ تھے ایک کی عمر تقریبًا چودہ ۱۴ سال کی تھی دوسرا اس سے بھی کم عمر کا تھا اسی طرح ایک لڑکی کی عمر تقریبًا تیرہ ۱۳ سال کی تھی دوسری اس سے بھی کم عمر کی تھی اس لئے دونوں کے والد کی اجازت سے نکاح ہوا اور قاضی صاحب نے لڑکوں کو قبولیت کرائی اور لڑکیوں

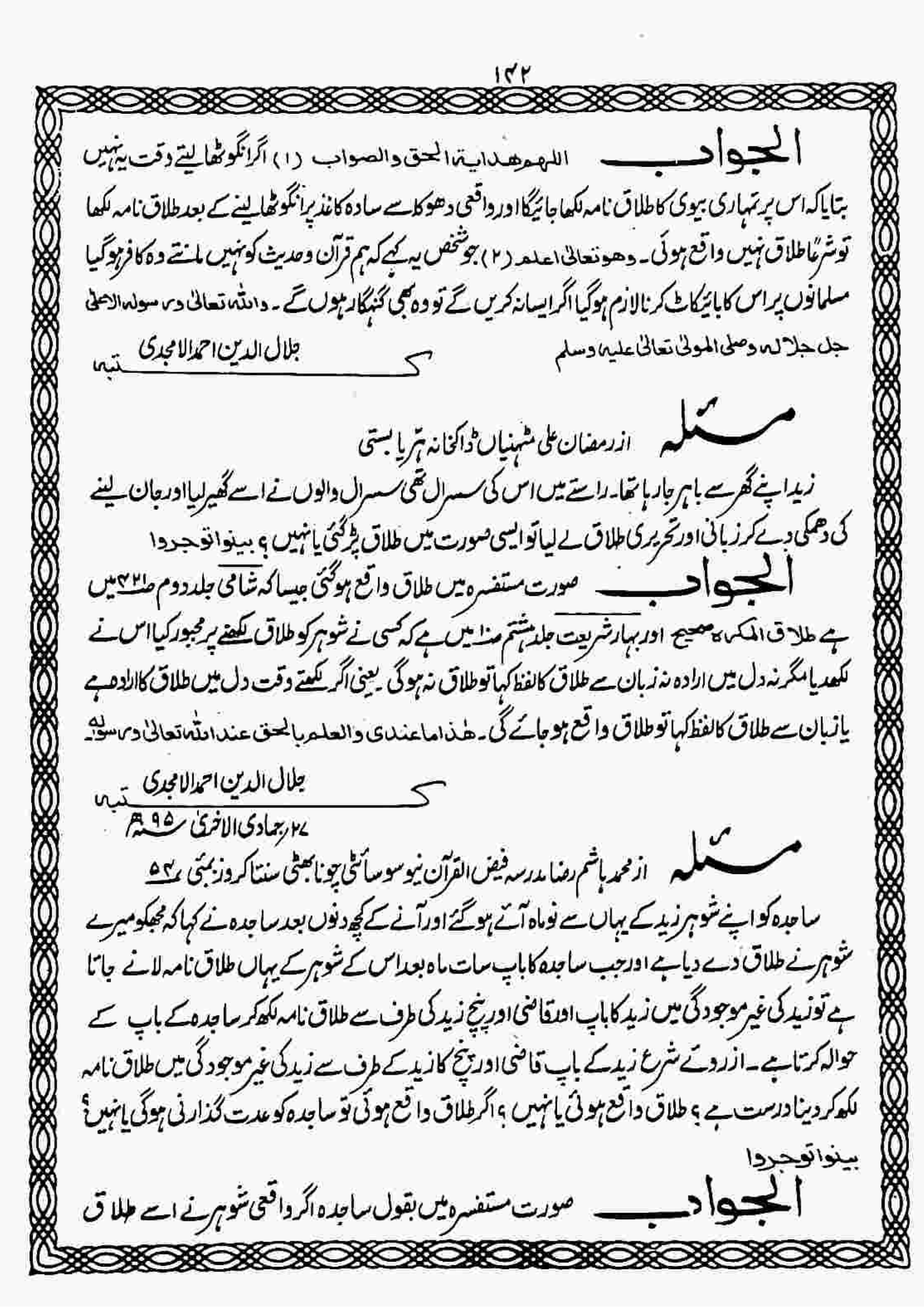
کی اجازت ذریعہ وکیل حاصل کی اس کے بعد صبح ہوکر دعوت ہوئی سب نے کھانا کھایا بعدہ رخصتی کی تیاری شروع ہوئی جہیز کا سامان باہر رکھا گیا لڑکے والوں سے پنچایتی حق لینے دینے پر تکرار ہوگئی اب نوبت یہاں تک پہونچی کہ لڑائی جھگڑا ہوا مجبور ہوکر لڑکے والوں نے لڑکی والے کی حسب منشا حق دیدیا مگر کچھ درمیانی لوگوں نے جھگڑا بڑھادیا لڑکے والے سارے حق دے کر اپنی جائے قیام پر چلے گئے بعد میں لڑکی والے نے ان کو بلایا اور کہا کہ ہماری اور آپ کی یہ رشتہ داری چلنے والی نہیں ہے اس لئے آپ ہماری لڑکیوں کو طلاق دیدیجئے چنانچہ لڑکے والوں پر دباؤ ڈال کر اسٹامپ منگوائے گئے اور لڑکی والے نے اپنی حسب منشا لکھوایا بعد میں لڑکوں کے والد سے اس پر دستخط کرالئے بعد میں لڑکوں کے والد کے کہنے پر اسٹامپ پڑھ کر سنائے گئے تو معلوم ہوا کہ یہ طلاق نامہ ہے اسٹامپ پر نہ لڑکوں کے دستخط ہی اور نہ ان کو معلوم ہے کہ ہماری بیویوں کی طلاق ہوگئی اور لڑکیوں کی بھی دستخط نہیں ہیں اور نہ ان کو معلوم ہوا کہ ہماری، طلاق ہو رہی ہے اور نہ لڑکوں کے باپ سے لفظ طلاق کہلایا گیا صرف کاتب نے لکھ دیا اور ان سے دستخط کرالئے گئے۔ جواب طلب امر یہ ہے کہ ایسی صورت میں جب کہ لڑکے اور لڑکیاں نابالغ ہیں صرف ان کے والد نے یہ طلاق نامہ پر دستخط کر دیئے اور لڑکوں کو اس کا علم بھی نہ ہوا تو کیا ایسی صورت میں طلاق واقع ہوگئی؟ بینوا توجروا

الجواب صورت مستفسرہ میں اگر واقعی لڑکے نابالغ ہیں اور طلاق نامہ پر ان کے ولی نے دستخط کی تو طلاق واقع نہ ہوئی جیسا کہ بہار شریعت جلد ہشتم صہ۶ پر ہے " نابالغ یا مجنون نہ خود طلاق دے سکتا ہے نہ اس کی طرف سے اس کا ولی اھ۔ اور فتاوی عالمگیری جلد اول مطبوعہ مصر صہ۳۳۰ میں ہے۔ لا یقع طلاق الصبی وان کان یعقل ھکذا فی فتح القدیر۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۹ رصفر سنہ ۱۳۹۷ھ

مسئلہ ازپنچان پنچایت گرام پائر خاص۔ گونڈہ۔

(۱) زید اور ہندہ کا نکاح ان کے والدین نے دونوں کے بچپن ہی میں کر دیا تھا۔ بعد بلوغ ہندہ کے گھر والوں نے رخصتی سے انکار کر دیا اور دھوکہ سے سادہ کاغذ پر زید سے انگوٹھا لیکر اس پر طلاق نامہ لکھا۔ ایسی صورت میں ہندہ پر طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ (۲) بکر نے پنچایت میں گفتگو کے دوران جب کہ پنچ صاحبان نے اس کو معاملات قرآن وحدیث کی روشنی میں نپٹانے کے لئے کہا۔ تو بکر نے کہا کہ ہم قرآن وحدیث کو نہیں مانتے۔ تو بکر کے بارے میں شرعاً کیا حکم عائد ہوتا ہے؟



الجواب اللھم ھدایۃ الحق والصواب (۱) اگر انگوٹھا لیتے وقت یہ نہیں بتایا کہ اس پر تمہاری بیوی کا طلاق نامہ لکھا جائیگا اور واقعی دھوکا سے سادہ کاغذ پر انگوٹھا لینے کے بعد طلاق نامہ لکھا تو شرعاً طلاق نہیں واقع ہوئی۔ وھو تعالیٰ اعلم (۲) جو شخص یہ کہے کہ ہم قرآن وحدیث کو نہیں مانتے وہ کافر ہو گیا مسلمانوں پر اس کا بائیکاٹ کرنا لازم ہو گیا اگر ایسا نہ کریں گے تو وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ جل جلالہ وصلی المولیٰ تعالیٰ علیہ وسلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ از رمضان علی مٹھنیاں ڈاکخانہ ہریا بستی

زید اپنے گھر سے باہر جا رہا تھا۔ راستے میں اس کی سسرال تھی سسرال والوں نے اسے گھیر لیا اور جان لینے کی دھمکی دے کر زبانی اور تحریری طلاق لے لیا تو ایسی صورت میں طلاق پڑ گئی یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب صورت مستفسرہ میں طلاق واقع ہو گئی جیسا کہ شامی جلد دوم صـ۴۲۱ میں ہے طلاق المکرہ صحیح اور بہار شریعت جلد ہشتم صـ۱ میں ہے کہ کسی نے شوہر کو طلاق لکھنے پر مجبور کیا اس نے لکھ دیا مگر نہ دل میں ارادہ نہ زبان سے طلاق کا لفظ کہا تو طلاق نہ ہوگی۔ یعنی اگر لکھتے وقت دل میں طلاق کا ارادہ ہے یا زبان سے طلاق کا لفظ کہا تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ ھذا ما عندی والعلم بالحق عند اللہ تعالیٰ ورسولہ۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۷ جمادی الاخریٰ ۹۵ھ

مسئلہ از محمد ہاشم رضا مدرسہ فیض القرآن نیو سوسائٹی جونا بھٹی سنتا کروز بمبئی ۵۴

ساجدہ کو اپنے شوہر زید کے یہاں سے نو ماہ آئے ہو گئے اور آنے کے کچھ دنوں بعد ساجدہ نے کہا کہ مجھکو میرے شوہر نے طلاق دے دیا ہے اور جب ساجدہ کا باپ سات ماہ بعد اس کے شوہر کے یہاں طلاق نامہ لانے جاتا ہے تو زید کی غیر موجودگی میں زید کا باپ اور قاضی اور پنچ زید کی طرف سے طلاق نامہ لکھ کر ساجدہ کے باپ کے حوالہ کرتا ہے۔ از روئے شرع زید کے باپ قاضی اور پنچ کا زید کے طرف سے زید کی غیر موجودگی میں طلاق نامہ لکھ کر دینا درست ہے؟ طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اگر طلاق واقع ہوئی تو ساجدہ کو عدت گذارنی ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب صورت مستفسرہ میں بقول ساجدہ اگر واقعی شوہر نے اسے طلاق

دی ہے تو جس وقت دی اس وقت طلاق واقع ہو گئی۔ طلاق واقع ہونے کے لئے طلاق نامہ ضروری نہیں زبانی بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ زید کے باپ اور قاضی وغیرہ نے اگر زید کی زبانی طلاق کی تحریری گواہی دی ہے تو یہ تحریر وقوع طلاق کے لئے مزید ثبوت بنے گی اور طلاق واقع ہونے کی صورت میں عدت گذارنی واجب ہے جس کا زمانہ وقوع طلاق سے محسوب ہوگا۔ اور اگر شوہر نے طلاق نہیں دی تھی اس کے باپ اور قاضی وغیرہ نے زید کی طرف سے طلاق نامہ لکھ دیا تو ساجدہ پر طلاق واقع نہ ہوئی۔ از روئے شرع زید کے باپ اور قاضی اور پنچ کو زید کی غیر موجودگی میں طلاق نامہ لکھنا اور ساجدہ کے باپ کے حوالہ کرنا ہرگز درست نہیں۔ ھذا ما عندی والعلم بالحق عند اللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۱۰ رجب ۱۳۸۸ھ

مسئلہ

از محمد فصیح اللہ گورا بازار ضلع بستی

ابراہیم نے اپنی مدخولہ بیوی بشیر النساء کے بارے میں ایک تحریر لوگوں کی موجودگی میں اپنے ہاتھ سے مرتب کی جس میں تین بار طلاق لکھی پھر اس طرف ایک مولوی صاحب کا گذر ہوا لوگوں نے کہا کہ مولوی صاحب طلاق نامہ آپ ٹھیک سے لکھ دیجئے۔ تو مولوی صاحب نے ایک تحریر مرتب کی جس میں صرف ایک طلاق لکھی مولوی صاحب کی لکھی ہوئی تحریر پر ابراہیم نے اپنا دستخط کیا اور اپنے مرتب کردہ تحریر کو پھاڑ کر پھینک دیا۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ بشیر النساء پر کونسی طلاق ہوئی؟ ابراہیم نے عدت گذارنے سے پہلے بشیر النساء کو پھر رکھ لیا تو جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو جائز ہونے کی کیا صورت ہے۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں ابراہیم کی مرتب کی ہوئی تحریر سے بشیر النساء پر تین طلاق واقع ہو گئیں۔ اگرچہ وہ پھاڑ دی گئی۔ بعد میں مولوی صاحب مذکور کا طلاق نامہ میں صرف ایک طلاق لکھنا اور ابراہیم کا اس دوسرے طلاق نامہ پر دستخط کرنا لغو ہے۔ ابراہیم و بشیر النساء کا ایک دوسرے کے ساتھ رہنا اور آپس میں میاں بیوی کے تعلقات رکھنا حرام حرام سخت حرام ہے۔ دونوں پر واجب ہے کہ فوراً ایک دوسرے سے الگ ہو جائیں اور علانیہ توبہ واستغفار کریں۔ اگر وہ دونوں ایسا نہ کریں تو تمام مسلمان ان کا بائیکاٹ کریں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ بغیر حلالہ بشیر النساء ابراہیم کے لئے حلال نہ ہوگی۔ حلالہ کی صورت یہ ہے کہ بشیر النساء عدت گذرنے کے بعد کسی دوسرے سے نکاح صحیح کرے دوسرا شوہر ہمبستری کے بعد اسے طلاق دے یا فوت ہو جائے تو بشیر النساء پھر عدت گذارنے کے بعد ابراہیم سے نکاح کر سکتی ہے۔ اگر دوسرے شوہر نے بشیر النساء سے ہمبستری نہیں کی اور طلاق دیدی

تو ابراہیم کے لئے حلال نہ ہوگی جیسا کہ پارہ دوم رکوع ۱۳ میں ہے۔ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدُ حَتّٰی تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ط هٰذا ما عندی والعلم عند اللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۶ ذی الحجہ سنہ ۱۳۸۸ھ

مسئلہ

از حیثیت دار موضع سہری ڈاکخانہ بڑھنی چاپھا ضلع بستی

محمد نسیم کی شادی ابرالنسار کے ساتھ اس وقت ہوئی جب کہ دونوں نابالغ تھے جب دونوں بالغ ہوئے تو ابرالنسا دوبارہ رخصت ہو کر محمد نسیم کے یہاں آئی اور دونوں میاں بیوی کے طور پر رہتے تھے پھر آپس میں کچھ جھگڑا ہوا تو ابرالنسار جب کہ اپنے میکے میں تھی تو محمد نسیم نے ایک میاں صاحب سے اپنی بیوی کے بارے میں تین طلاق لکھوائی جب محمد نسیم کے والد نے اس طلاق نامہ کو لیکر ابرالنسار کے میکے گئے وہاں پنچایت ہوئی تو ابرالنسار محمد نسیم کے ساتھ رہنے کو راضی ہوگئی اور محمد نسیم بھی اپنے بیوی کو رکھنے کے لئے راضی ہوگیا اور طلاق نامہ محمد نسیم کے والد نے پھاڑ کر پھینک دیا ابرالنسار اور اس کے گھر والوں کو اس طلاق نامہ کی اطلاع تک نہ ہوئی تو اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ابرالنسار پر طلاق واقع ہوئی کہ نہیں اگر واقع ہوئی تو کون سی طلاق اگر محمد نسیم ابرالنسار کو پھر رکھنا چاہے تو کیا صورت ہوگی؟

الجواب

صورت مسئولہ میں محمد نسیم نے جس وقت میاں صاحب سے اپنی بیوی کے بارے میں تین طلاق لکھوائی اسی وقت اس کی بیوی ابرالنسار پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی کہ اب بغیر حلالہ ابرالنسار محمد نسیم کے لئے حلال نہیں رد المحتار میں ہے "لو قال للکاتب اکتب طلاق امرأتی کان اقرارا بالطلاق وان لم یکتب اھ" وقال اللہ تعالیٰ فان طلقها فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ" اور حلالہ کی صورت یہ ہے کہ عدت گذرنے کے بعد ابرالنسار کسی دوسرے مرد سے صحیح نکاح کرے اور یہ دوسرا شوہر ابرالنسار سے ہمبستری بھی کرے پھر دوسرے شوہر کی موت یا طلاق کے بعد عدت پوری کرنے پر ابرالنسار دوبارہ محمد نسیم سے نکاح کر سکتی ہے۔ اور دوسرے شوہر نے اگر ہمبستری کئے بغیر ابرالنسار کو طلاق دیدی تو وہ محمد نسیم سے نکاح نہیں کر سکتی۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۳۰ ذی القعدہ سنہ ۹۸ھ

مسئلہ

از ذاکر حسین تتری بازار۔ نوگڈھ بستی

زید نے اپنی عورت مدخولہ ہندہ کو ایک طلاق نامہ بصورت و بزبان ہندی لکھا جس کی نقل مندرجہ ذیل ہے

جواب شرعی سے آگاہ فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہم کہ محمد حنیف پتہ تحصیلدار گرام بلوا اودے راج گنج بستی کے نواسی ہیں میری شادی طریق النساء بنت ذاکر حسین گرام حسین گنج تتری بازار ضلع بستی نوگڈھ کی لڑکی کے ساتھ ہوئی تھی آپس میں میل و ملاپ نہ ہونے کے کارن اس سے ہم سے کوئی مطلب نہیں ہے تلک نامہ لکھا ہنسی خوشی سے جس سے سمے پر کام آوے۔

محمد حنیف بلوا اودے راج گنج بستی

الجواب مذکورہ بالا تحریر سے محمد حنیف کی بیوی پر طلاق نہیں واقع ہوئی اگرچہ اس نے طلاق کی نیت کی ہو بہار شریعت حصہ ہشتم صـ۲۳ پر فتاوی رضویہ کے حوالہ سے ہے کہ "ان الفاظ سے طلاق نہ ہوگی اگرچہ نیت کرے مجھے تیری حاجت نہیں، مجھے تجھ سے سروکار نہیں، تجھ سے مجھے کام نہیں۔ غرض نہیں، مطلب نہیں" رہی یہ بات کہ اس نے اپنی تحریر کو طلاق نامہ کہا تو جس تحریر میں طلاق نہ ہو اسے طلاق نامہ کہنے سے طلاق نہیں پڑتی۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۳ رشوال المکرم سنہ ۹۸ھ

مسئلہ از فیض اللہ ساکن رسول آباد امر ڈوبھا۔ پوسٹ بکھرہ۔ بستی

ہندہ کے بھائی نے ہندہ کے شوہر سے حسب ذیل گواہان کی موجودگی میں پانچ روپئے کے اسٹامپ پر طلاق نامہ لکھوا کر شوہر مذکور سے دستخط لے کر ہندہ کے پاس بھیج دیا۔ طلاق نامہ کی عبارت حسب ذیل ہے۔

۷۸۶ تاریخ ۱۲-۷-۷۸ء

اصغر علی ولد ناظر علی میں راضی خوشی سے اپنے عورت عیر النساء کو طلاق دے رہا ہوں اور ہمارے اوپر کسی طرح کا دباؤ نہیں ہے اور نہ کسی چیز کا لین دین رہ گیا ہے اصغر علی میں راضی خوشی سے طلاق دے رہا ہوں۔ میں راضی خوشی سے طلاق دے رہا ہوں۔ میں راضی خوشی سے طلاق دے رہا ہوں۔ ان گواہوں کے سامنے کی بات ہے۔

(۱) اسلام ولد بقر عیدی موضع پرسا
(۲) قدرت ولد حوصلدار موضع محلہ
(۳) رمضان موضع بیلا

اصغر علی
نشانی انگوٹھا

مذکورہ بالا تحریر کی روشنی میں ہندہ کا طلاق از روئے شرع واقع ہوا کہ نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں نمازی پرہیزگار ثقہ عادل قابل قبول شرع

کی شرعی گواہی سے طلاق ثابت ہوتی ہے لہذا صورت مستفسرہ میں تا وقتیکہ شرعی گواہی سے طلاق دینا ثابت نہ ہو وقوعِ طلاق کا حکم نہیں کریں گے۔ ھٰکذا فی الجزء الخامس من الفتاوی الرضویۃ۔ وھو تعالٰی اعلم

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۲۲/ شوال المکرم ۹۸ھ

مسئلہ

از قاضی محمد ابراہیم امام مسجد جین آباد ضلع سوریندر نگر

ایک شخص جس کی شادی ہوئے کئی سال ہوئے بیوی اس کے گھر آئی اور رہتی تھی درمیان زن و شوہر کے نااتفاقی ہوئی جس کی بنا پر لڑکی کے میکے کے لوگ شخص مذکور کو راستے میں پکڑ کر چاقو چھری لے کر اس شخص کو مار ڈالنے پر تیار ہوئے اور کہا کہ اس صورت پر تم کو چھوڑیں گے کہ تم اپنی عورت کو طلاق دے دو اور فوراً جائے وقوع پر ہی کاغذ پر طلاق نامہ لکھ کر دستخط کرا کر اس کو چھوڑ دیا حالانکہ نہ یہ شخص طلاق دینا چاہتا ہے اور نہ لڑکی طلاق چاہتی تھی ایسی صورت میں کیا یہ طلاق واقع ہو گئی اور اس کی عورت اس کے نکاح سے نکل گئی اور اب یہ عورت دوسری جگہ اس ماں باپ کی رضامندی پر دوسرا نکاح کر سکتی ہے؟

الجواب

صورت مستفسرہ میں اگر شخص مذکور نے طلاق نامہ پر دستخط کرنے کے ساتھ زبان سے بھی طلاق دی تو طلاق واقع ہو گئی اور اگر صرف طلاق نامہ پر دستخط کر دیا مگر دل میں نہ طلاق کا ارادہ ہوا اور نہ زبان سے طلاق کا لفظ کہا تو طلاق واقع نہ ہوئی فتاوی رضویہ جلد پنجم ص۲۳۳ میں ہے "طلاق بخوشی دی جائے خواہ بجبر واقع ہو جائے گی نکاح شیشہ ہے اور طلاق سنگ شیشہ پر پتھر خوشی سے پھینکے یا جبر سے یا خود ہاتھ سے چھٹ پڑے شیشہ ہر طرح ٹوٹ جائیگا مگر یہ زبان سے الفاظ طلاق کہنے میں ہے۔ اگر کسی کے جبر یا اکراہ سے عورت کو خطرہ میں طلاق لکھی یا طلاق نامہ لکھدیا اور زبان سے الفاظ طلاق نہ کہے تو طلاق نہ پڑے گی تنویر الابصار میں ہے یقع طلاق کل زوج بالغ عاقل ولو مکرھا او مخطئا و فی رد المحتار عن البحر ان المراد الاکراہ علی تلفظ بالطلاق فلو اکرہ علی ان یکتب طلاق امرأتہ فکتب لا تطلق لان الکتابۃ اقیمت مقام العبارۃ باعتبار الحاجۃ ولا حاجۃ ھنا۔ مگر یہ سب اس صورت میں جب کہ اکراہ اکراہ شرعی ہو کہ اس سے ضرر رسانی کا اندیشہ ہوا اور وہ ایذا پر قادر ہو صرف اس قدر کہ اسے اپنے سخت اصرار سے مجبور کر دیا اور اس کے لحاظ پاس سے لکھتے بنی اکراہ کے لئے کافی نہیں یوں لکھے گا تو طلاق ہو جائے گی" انتہی کلامہ اور بہار شریعت ہشتم ص۱۰ پر ہے "کسی نے شوہر کو طلاق لکھنے پر مجبور کیا اس نے لکھدیا مگر نہ دل میں ارادہ ہے نہ زبان سے طلاق کا لفظ کہا تو طلاق نہ ہو گی مجبوری سے مراد شرعی مجبوری ہے۔

انتہٰی کلامہ بالفاظہ۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

جلال الدین احمد الامجدی
کتبہ
۱۹ر محرم الحرام ۹۹ھ

مسئلہ
از رحمت اللہ انصاری، شہرت گڈھ، بستی

زید اور اس کی مدخولہ بیوی ہندہ کے مابین کچھ نا اتفاقی ہوگئی تھی کچھ ہی ایام گذرے تھے کہ زید نے کہا کہ تم مجھ سے معافی مانگ لو تاکہ سارا معاملہ ختم ہو جائے عورت نے جواب دیا کہ میری کوئی غلطی نہیں ہے میں کیوں معافی مانگوں شوہر نے ڈانٹا اور اس کی غلطیاں بتا کر کہا کہ یا تو تم معافی مانگو یا مجھ سے طلاق رجعی لے لو لیکن اگر میں طلاق دوں گا تو ایک مجلس میں ایک ہی طلاق دوں گا یہی جملہ اس نے دو یا تین بار دہرایا بعدہٗ عورت نے معافی مانگ لی اور اب دونوں میں اتفاق ہوگیا ہے۔ تو جواب طلب امر یہ ہے کہ زید کی بیوی ہندہ پر کوئی طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اور اگر واقع ہوئی تو کون سی طلاق واقع ہوئی براہ کرم جواب عنایت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

الجواب
شوہر نے اگر صرف وہی جملے کہے ہیں جو سوال میں مذکور ہیں تو اس کی بیوی پر کسی قسم کی کوئی طلاق نہیں واقع ہوئی۔ لیکن اگر وہ غلط بیانی سے کام لے رہا ہے تو اللہ واحد قہار کی پکڑ بہت سخت ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

جلال الدین احمد الامجدی
کتبہ
۲۸ر صفر المظفر ۹۹ھ

مسئلہ
از نذیر الدین سلطان پور (یوپی)

مندرجہ ذیل تحریر سے طلاق واقع ہوئی کہ نہیں؟ میں شمع بیگم آج ۸ ۲/۸۲ء دن سوموار کو اپنی خوشی سے طلاق دیتی ہوں کیونکہ میرے شوہر شری زاہد علی ولد امتیاز احمد سے آپس میں میل جول اور آپسی محبت نہ ہونے کی وجہ سے میں شمع بیگم پتری نسین احمد اپنی مرضی سے طلاق دیتی ہوں اور اس بارے میں عدالت میں شری زاہد علی ولد امتیاز احمد کے نام کوئی کارروائی نہ کروں گی کیونکہ میں اپنی خوشی سے طلاق دیتی ہوں۔ اور جو لڑکا اظہار عالم ہم دونوں کی شادی کے بعد پیدا ہوا ہے اس کا فیصلہ عدالت کرے گی کیونکہ اس کی عمر تک بھگ چار مہینے ہے۔ کسی طرح کے لین دین کے بارے میں عدالت میں کوئی کارروائی نہیں کروں گی۔ میں شمع بیگم پتا کا نام نسین احمد اپنی خوشی سے طلاق دیتی ہوں۔

نشانی انگوٹھا زاہد علی۔

الجواب
تحریر مذکور لغو اور بے کار ہے اس سے شمع بیگم پر طلاق نہیں واقع ہوئی۔ وہ بدستور اپنے شوہر زاہد علی کی بیوی ہے اس لئے کہ طلاق دینے کا اختیار شوہر کو ہے نہ کہ عورت کو جیسا کہ پارہ دوم ع ۱۵

میں ہے بیدہ عقدۃ النکاح۔ اور حدیث شریف میں ہے الطلاق لمن اخذ بالساق۔ اور تحریر مذکور پر شوہر کے دستخط کرنے سے طلاق واقع ہونے کو سمجھنا غلط ہے۔ اس لئے کہ جب وہ طلاق نامہ پر دستخط کرے گا تو پڑے گی اور تحریر مذکور چونکہ عورت کی طرف سے ہے اس لئے وہ طلاق نامہ نہیں ہے۔ ھذا ما ظھر لی والعلم بالحق عند اللہ تعالیٰ و رسولہ جل شانہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۱۴؍ شوال المکرم ۱۴۰۲ھ

مسئلہ

از محمد حسین خاں موضع برکھنڈی جوت۔ پوسٹ اموڑھا ضلع بستی

ہندہ کا نکاح زید کے ساتھ ہوا اور نکاح کے بعد جب رخصتی کا وقت ہوا تو ہندہ اور زید کے وارثین کے درمیان کچھ جھگڑا ہو گیا یہاں تک کہ مارپیٹ کی نوبت آ گئی۔ زید کے والد نے ہندہ کے والد کو گالیاں وغیرہ دیں جس سے بات بڑھ گئی اور زید اپنی بارات لے کر واپس چلا یہ کہتے ہوئے کہ میں رخصت کرا کے نہیں لے جاؤں گا جس پر ہندہ نے بھی کہا کہ میں اب اس گھر نہیں جاؤں گی۔ جہیز وغیرہ کے سامان واپس کر لئے اور زید کو بلا کر ایک سادہ کاغذ پر دستخط لے لیے اور چند گواہان کے سامنے زید سے یہ کہا کہ اگر تم واپس نہیں آئے تو اسی دستخط پر طلاق نامہ لکھ لیا جائے گا مگر زید بالکل خاموش رہا اور کوئی جواب نہ دے کر چلا گیا۔ اب عرصہ دو سال کا ہوا زید واپس نہیں آیا۔ ایک بار پنچایت ہوئی جس میں پنچ نے کہا کہ تم دونوں فریق آپس میں مصافحہ کر لو جس پر زید کے والد نے جواب دیا کہ قیامت تک نہیں ملوں گا چونکہ ہندہ سن بلوغ کو پہونچ چکی ہے زید نہ اب تک آیا اور نہ ہی ہندہ جانے کے لئے تیار ہے تو اس صورت میں ہندہ کی طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اگر طلاق واقع ہو گئی تو عدت بھی واجب ہو گی یا نہیں؟ اور اگر طلاق نہیں ہوئی تو چھٹکارا کی کیا صورت ہے؟

الجواب

صورت مسئولہ میں ہندہ پر طلاق نہیں واقع ہوئی کہ سادہ کاغذ پر دستخط کرنا عند الشرع بے کار ہے۔ ہاں جب کہ شوہر یہ کہتا کہ اگر میں فلاں وقت تک نہ آؤں تو میری بیوی کو طلاق۔ اس صورت میں فلاں وقت تک نہ آنے پر طلاق واقع ہو جاتی اور ثبوت کے لئے اس کاغذ پر لکھ لینا طلاق صحیح ہو جاتا لیکن جب شوہر سے یہ کہا گیا کہ اگر تم واپس نہیں آئے تو اس دستخط پر طلاق نامہ لکھ لیا جائے گا اور اس نے اس بات کی تائید نہیں کی بلکہ خاموش رہا تو اس کاغذ پر طلاق لکھنا بے کار و لغو ہوا۔ خلاصہ یہ کہ طلاق حاصل کئے بغیر عورت کا دوسرا نکاح کرنا ہرگز جائز نہیں کہ نکاح بدستور باقی ہے۔ اگر زید کے ساتھ ہندہ کے گذارے کی صورت نہ ہو اور اس کے ساتھ نہ رہنا

چاہے تو جس طرح بھی ہو سکے اس سے طلاق حاصل کی جائے۔ بغیر طلاق لئے اگر دوسرا نکاح کیا جائے تو نکاح کرنے والوں کا سب مسلمان بائیکاٹ کریں۔ قال اللہ تعالیٰ واما ینسینک الشیطن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین (پ ۷ ع ۱۴) ھذا ما عندی وھو اعلم بالصواب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲/ ذوالقعدہ سنہ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ

از محمد احسان اعظمی صدر مدرس مدرسہ فیض الاسلام قصبہ بھنڈاول ضلع بستی

زید نے اپنی بیوی ہندہ کو طلاق مغلظہ دی ہندہ نے عدت گذاری پھر دوسرے شخص سے نکاح کیا اس نے بھی طلاق مغلظہ دی اس کی بھی عدت گذاری لیکن ہر دو عدت اس نے شوہر اول کے گھر میں ہی گذاری نیز جس طرح کام کاج پہلے کیا کرتی تھی اس طرح بعد طلاق بھی کرتی رہی یعنی کھانے پکانے رہنا سہنا اول ہی شوہر کے گھر اور ہر طرح کی پرسش کے بعد زوجین یقین دلاتے ہیں کہ ہم نے حدود شرعیہ کے خلاف اس مدت میں کوئی قدم نہیں اٹھایا اب فرمائیں کہ حکم شرع کیا ہے کیا اول شوہر سے نکاح ہندہ کر سکتی ہے یا نہیں ہر دو صورت سے آگاہ فرمایا جائے؟

الجواب

صورت مستفسرہ میں اگر ہندہ نے زید کے طلاق دینے کے بعد عدت گذار کر دوسرے شخص سے نکاح صحیح کیا ہو اور دوسرے نے بعد وطی (ہمبستری) طلاق دی ہو اور ہندہ نے پھر دوبارہ عدت گذاری تو اب وہ شوہر اول زید سے دوبارہ نکاح کر سکتی ہے اگر کوئی دوسری وجہ مانع نکاح نہ ہو اور زمانہ عدت میں شوہر اول کے گھر رہ کر کاروبار کرنا جواز نکاح کو مانع نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کتبہ جلال الدین احمد امجدی
۲۲/ صفر المظفر سنہ ۱۳۸۲ھ

مسئلہ

از عبد الغفور اسسٹنٹ اسٹیشن ماسٹر بردنی جنکشن

زید نے گھریلو جھگڑے کی وجہ سے اپنے بھائی اور والد کو خوش کرنے کے واسطے اپنی بیوی کو غصہ میں اٹھ کر لگاتار تین بار زبانی کہا کہ میں نے تم کو طلاق دیا۔ طلاق دیا۔ طلاق دیا۔ ہندہ کے گود میں ایک بچی قریب ۱½ سال کی ہے۔ ہندہ ابھی بھی زید کے گھر میں پہلے کی طرح ہنسی خوشی رہتی ہے اور سارا خرچ زید دیتا ہے۔ ہندہ اور زید میں پہلے اور آج بھی کسی قسم کا کوئی جھگڑا نہیں تھا اور نہ ہے۔ طلاق کے واقعہ کے بعد ہندہ کو حیض آیا۔ زید غصہ کی غلطی پر بہت شرمندہ ہے۔ زید اور ہندہ ایک ساتھ رہ کر ہنسی خوشی زندگی گذارنا چاہتے ہیں۔ ایسی حالت میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب

غصہ کی حالت میں بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے بلکہ اکثر طلاق غصہ ہی کے سبب دی جاتی ہے۔ ہاں اگر غصہ اس حد کو پہونچ جائے کہ اس کے سبب عقل زائل ہو جائے خبر نہ رہے کہ کیا کہتا ہوں اور زبان سے کیا نکلتا ہے تو اس صورت میں بیشک طلاق نہیں واقع ہوگی۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں زید اگر اس حالت کو نہیں پہونچا تھا تو صرف غصہ ہونا اسے مفید نہیں اس کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہو گئی۔ ہندہ کی گود میں بچی کا ہونا اس کا ہنسی خوشی سے رہنا، زید و ہندہ کے درمیان پہلے کسی جھگڑے کا نہ ہونا، طلاق کے بعد ہندہ کو حیض آنا اور زید کا اپنی غلطی پر شرمندہ ہونا۔ یہ ساری باتیں طلاق کے اثر کو زائل نہیں کر سکتیں شخص مذکور پر لازم ہے کہ اس عورت کے ساتھ میاں بیوی جیسا تعلق نہ رکھے اس سے ہمبستری کرنا زنا ہوگا مسئلہ معلوم ہے تو زانی قرار دیا جائے گا شرعاً زنا کی سزا کا مستحق ہوگا، اولاد ولد الزنا ہوگی اور ترکۂ پدری سے محروم۔ اگر اس عورت کو دوبارہ اپنے نکاح میں لانا چاہتا ہے تو حلالہ کے بعد لا سکتا ہے قال اللہ تعالیٰ فان طلقها فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجاً غیرہٗ (پ۲ ع ۱۳) اگر شخص مذکور اس عورت سے میاں بیوی جیسا تعلق رکھے تو سب مسلمانوں خصوصاً رشتہ داروں پر لازم ہے کہ اس کا بائیکاٹ کریں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے قال اللہ تعالیٰ واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظٰلمین (پ۷ ع ۱۴)

ھٰذا ما عندی وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۹ ذو القعدہ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ

از عبد الرشید مقام و پوسٹ التفات گنج ضلع فیض آباد (یوپی)

ایک شخص نے اپنی بیوی کے بارے میں لکھا کہ تیلاکھ لو اپنا انتظام کرو۔ جاؤ چھوڑ رہا ہوں اب نہیں رکھوں گا تیلاکھ لو دیدوں گا دیدیا ہے۔ تیلاکھ دے رہا ہوں۔ تمہارا رشتہ ختم ہو گیا ہے۔ تجھے چھوڑ دیا ہے۔ تم کہیں اپنا اور دیکھو۔ ہم سے تیلاکھ اب لے لو۔ میں تیلاکھ دے رہا ہوں۔ دے رہا ہوں۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ مذکورہ تحریر سے طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اگر واقع ہوئی تو کونسی طلاق؟ جواب تحریر فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب

عورت اگر شخص مذکور کی مدخولہ ہے تو اس پر طلاق مغلظہ واقع ہو گئی کہ اب بغیر حلالہ شوہر اول کے لئے حلال نہیں قال اللہ تعالیٰ فان طلقها فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجاً غیرہٗ (پ۲ ع ۱۳) وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۵ ذو القعدہ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ

از عبدالرؤف قادری رضوی موضع ایدہا۔ سعد اللہ نگر ضلع گونڈہ

زید پڑھا لکھا نہیں ہے اس نے اپنی بیوی ہندہ کو ایک طویل مضمون پر مشتمل طلاق نامہ لکھایا۔ لکھانے کے بعد شروع سے آخر تک طلاق نامہ کو پڑھوا کر سنا بعدہ اس طلاق نامہ پر اپنا نشانی انگوٹھا ثبت کیا۔ طلاق نامہ میں اس صراحت کے ساتھ جملے تحریر ہیں کہ "ہندہ کو طلاق لکھا، ہندہ کو طلاق دیا، ہندہ کو طلاق دیا۔ اس صورت میں کونسی طلاق واقع ہوئی؟ جواب عطا فرما کر بندہ نوازی فرمائیں۔

الجواب

اگر ہندہ زید کی مدخولہ ہے تو صورت مسئولہ میں اس کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی کہ اب بغیر حلالہ وہ شوہر اول کے لئے حلال نہیں قال اللہ تعالیٰ فان طلقها فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ (پ ۲ ع ۱۳) ھذا ما ظھر لی والعلم بالحق عند اللہ تعالیٰ ورسولہ جل شانہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
یکم محرم الحرام ۱۴۰۲ھ

مسئلہ

از غلام اللہ۔ پرسومیا۔ پوسٹ پورندرپور۔ ضلع گورکھپور

عظیم اللہ نے اپنی شادی عدالت کی لڑکی زیب النساء سے کی رخصتی ہونے میں جھگڑا پیدا ہوا عظیم اللہ کے باپ عباس علی نے کچھ روپے عدالت سے بطور قرض لیا تھا دینے سے انکار کیا یہی جھگڑے کا سبب بنا عدالت نے کہا ہم اپنی لڑکی تمہارے یہاں نہیں بھیجیں گے تو عظیم اللہ نے کہا ہم طلاق دیدیں گے عدالت کے ساتھ بھی پور بازار میں پانچ آدمی بات میں اور شامل تھے جو دونوں فریق کے طرفدار تھے عدالت نے کہا اول تو ایسا نہ کرو اور اگر نہیں مانتے ہو تو طلاق دیدو ساتھ کے لوگ بھی موجود تھے اتنے میں عظیم اللہ نے کہا طلاق دیتا ہوں اور جواب لکھتا ہوں۔ یہ کہہ کر کاغذ نکال کر لکھنے لگا۔ لکھنے کے بعد عظیم اللہ نے زیور مانگا کہ زیور دیدو اور جواب کا کاغذ لو۔ اتنے میں ساتھیوں نے کہا اب کیسا زیور کچھ نہیں دیا جائے گا تو عظیم اللہ نے طلاق نامہ کا کاغذ پھاڑ ڈالا۔ یہ نہ معلوم ہوسکا کہ کیا لکھا تھا۔ کیونکہ موجود آدمی سب جاہل ان پڑھ تھے۔ دوسری بات یہ کہ کاغذ عظیم اللہ کے ہاتھ ہی میں تھا۔ اور وہیں ختم بھی ہوگیا۔ اب تو خدا ہی جانتا ہے کہ کیا لکھا تھا یا لکھنے والا جانے اس کے بعد عدالت کے بڑے بھائی اسالت نے صلح کی اور کہا کہ عظیم اللہ کان پکڑیں اور توبہ کریں تو ہم لڑکی کو رخصت کردیں گے مگر عدالت راضی نہ ہوئے عظیم اللہ نے کان پکڑ کر توبہ کیا تو اسالت نے اپنے یہاں بلوا کر عدالت کی لڑکی زبردستی رخصت کرادی کیونکہ عدالت بہت غریب اور ضعیف ہیں تین سال کے بعد اب پھر میاں بیوی میں نباہ نہ ہوسکا لڑکی شوہر کے یہاں سے چلی آئی اور عدالت کے پاس ہے

اب جنھوں نے بھیجا تھا یعنی اسالت وہی دوسری جگہ کر دینا چاہتے ہیں اور بغیر جواب لئے طے کیا ہے کہ دو ہفتہ میں دوسرے شوہر کے حوالہ کر دیں گے عظیم اللہ جواب دینے پر تیار نہیں۔ اگر تیار ہوتا ہے تو کافی رقم مانگتا ہے عدالت بالکل غریب سے دے نہیں پائے گا ایسی حالت میں بتایا جائے کہ اگلا طلاق ہو گیا کہ نہیں اگر ہو گیا ہے تو دوسرا نکاح کر دیں یا نہیں؟ اگر نہیں ہوا تو کیا صورت اختیار کیا جاوے؟

الجواب صورت مستفسرہ میں عظیم اللہ سے پوچھا جائے کہ اس نے کاغذ میں کیسی طلاق لکھی تھی۔ اگر طلاق مغلظہ یا تین طلاق لکھی تھی اور عورت مدخولہ تھی تو طلاق مغلظہ واقع ہوئی۔ بغیر طلالہ عظیم اللہ کے ساتھ رخصت کرنے کے سبب اسالت نیز زیب النساء، عظیم اللہ اور جو لوگ اس رخصتی سے راضی تھے سب لوگ علانیہ توبہ واستغفار کریں۔ اور اس صورت میں بغیر طلاق زیب النساء کا دوسرا نکاح کر سکتے ہیں۔ اگر زیب النساء عظیم اللہ کی مدخولہ نہیں تھی تو خواہ کاغذ میں کچھ بھی لکھا ہو اس کے اس جملے سے کہ میں طلاق دیتا ہوں ایک طلاق بائن واقع ہوئی اور بس۔ اس صورت میں بھی مذکورہ بالا رخصتی کے سبب توبہ کریں۔ اور طلاق حاصل کرنے کی ضرورت نہیں۔ دوسرا نکاح کر سکتے ہیں۔ اور اگر زیب النساء عظیم اللہ کی مدخولہ تھی اور اس نے کاغذ میں ایک یا دو طلاق لکھی تھی یا کتنی طلاق لکھی تھی بتاتا نہیں ہے تو اس صورت میں طلاق رجعی واقع ہونے کا حکم کیا جائے گا لیکن جب کہ عدت گذرنے سے قبل زیب النساء رخصت ہو کر عظیم اللہ کے یہاں گئی تو رجعت ہو گئی۔ اس صورت میں اب طلاق حاصل کئے بغیر دوسرا نکاح ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اگر دوسرا نکاح کریں گے تو جائز نہ ہوگا۔ اور نکاح کرنے والے گنہگار مستحق عذاب نار ہوں گے اور مسلمانوں پر ان کا بائیکاٹ کرنا لازم ہوگا ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ ھٰذا ما عندی والعلم بالحق عند اللہ تعالیٰ ورسولہ جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۵ر جمادی الاولیٰ ۹۶ھ

مسئلہ

از قسمت داراسٹیشن ماسٹر این۔ ای ریلوے برہمن گنج ضلع گورکھپور۔ (یوپی)

محترم حضرت شیخ الحدیث قبلہ! السلام علیکم۔ گذارش خدمت اینکہ ایک اہم مسئلہ آپڑا وہ یہ کہ اعجاز النساء کے شوہر شمیم احمد خاں نے یونہی ہنسی مذاق کے طور پر لکھتے ہیں کہ چونکہ ہمارے تعلقات میں کوئی خاص سدھار نہیں ہوا ہے اس لئے میں آپ کو خط کے ذریعہ طلاق بھیج رہا ہوں۔ طلاق کا اعادہ تین بار کیا ہے نیز ایک بینک ڈرافٹ ایک ہزار روپے کا بطور مہر بھیج دیا ہے اعجاز النساء کے ایک لڑکی کی عمر چار سال ہے دو بچے فوت کر گئے اور سات ماہ کا حمل بھی ہے شمیم احمد اب بہت نادم اور پریشان ہے اور بہر صورت اعجاز النساء کو بلانا چاہتا ہے۔ طلاق کا مضمون اعجاز النساء نے نہیں پڑھا

ہے ان کے بھائی نے پڑھا اور اپنی ماں کو اشارہ کے ذریعہ بتایا کہ کیا واقعہ ہے ابھی تک اس کا علم اعجاز النساء کو نہیں ہے ایسی صورت میں وضاحت فرمائیں کہ کیا طلاق پڑ گئی؟

الجواب اللهم هداية الحق والصواب صورت مستفسرہ میں اعجاز النساء پر تین طلاق مغلظہ پڑ گئیں۔ اور وہ شمیم احمد خاں کے نکاح سے نکل گئی۔ اور شمیم احمد خاں پر حرام ہو گئی۔ اب بغیر حلالہ کرائے شمیم سے دوبارہ اس کا نکاح بھی نہیں ہو سکتا۔ شوہر جب طلاق دیدے تو عورت اس کو جانے یا نہ جانے ہر حالت میں طلاق پڑ جاتی ہے۔ اسی طرح حمل کی حالت میں بھی طلاق پڑ جاتی ہے۔ اسی طرح مذاق کے طور پر طلاق دینے سے بھی طلاق پڑ جاتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

عبد المصطفیٰ الاعظمی عفی عنہٗ
شیخ الحدیث دار العلوم فیض الرسول براؤں شریف ضلع بستی۔
۲۱ / شوال المکرم ۱۳۹۹ھ

مسئلہ از محمد چھیبہ گلمنڈی۔ بھیلواڑہ۔ راجستھان۔

محمد یونس نے اپنی برادری کی پنچایت کے صدر کو ایک خط لکھا جس میں اس نے اپنی بیوی کے متعلق تحریر کیا کہ میری شادی فلاں تاریخ کو ہوئی لڑکی کی وجہ سے میرا گھر تباہ و برباد ہو رہا ہے میرے دونوں بھائی ایک تو یہاں ہیں جن کا نام محمد احمد ہے اور دوسرے بھائی جو پاکستان میں ہیں جن کا نام فرید محمد ہے ناراض ہیں اس لئے مجھے تباہی سے بچایا جائے آپ حضرات مجھے طلاق کی اجازت دیں۔ اگر آپ نے طلاق کی اجازت نہ دی تو بذریعہ عدالت طلاق حاصل کر لوں گا اور ساتھ ہی محمد یونس نے ایک طلاق نامہ بھی لکھ کر الگ کاغذ پر لکھ کر بھیج دیا جو بعینہٖ نقل کر رہا ہوں وہ بھی اسی لفافے میں ہے۔

نقل مطابق اصل طلاق نامہ

(۱) میں محمد یونس ولد مرحوم حکیم غلام محمد تہہ دل سے زبیدہ بانو بنت محمد قاسم جمال الدین کو طلاق دیتا ہوں۔

(۲) میں محمد یونس ولد مرحوم حکیم غلام محمد تہہ دل سے زبیدہ بانو بنت محمد قاسم جمال الدین کو طلاق دیتا ہوں۔

(۳) میں محمد یونس ولد مرحوم حکیم غلام محمد تہہ دل سے زبیدہ بانو بنت محمد قاسم جمال الدین کو طلاق دیتا ہوں۔

صورت مسئولہ مذکورہ میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں اور طلاق ہوئی تو کونسی جب کہ لڑکی حاملہ ہے جو یہ کہہ کر میاں بیوی کے تعلقات قائم کرائے کہ زبان سے نہیں کہا اور صیغۂ حال کا استعمال کیا اس لئے طلاق نہیں ہوئی اور دونوں کو ساتھ رہنے کی اجازت دے تو شریعت کے نزدیک کیا حکم ہے بیان فرمایا جائے۔

الجواب صورت مسئولہ میں محمد یونس کی بیوی زبیدہ بانو پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی کہ تحریر سے بھی واقع ہو جاتی ہے اور صیغۂ حال سے بھی (ردالمحتار، عالمگیری، بہار شریعت) لہٰذا جو شخص یہ کہتا ہے کہ تحریر مذکور سے طلاق نہیں واقع ہوئی وہ سخت غلطی پر ہے اور لازم ہے کہ اپنے قول سے رجوع کرے اور محمد یونس و زبیدہ ایک دوسرے سے الگ رہیں میاں بیوی کے تعلقات ہرگز نہ قائم کریں اگر یہ لوگ ایسا نہ کریں تو سب مسلمان ان کا بائیکاٹ کریں۔

قال اللہ تعالیٰ واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظٰلمین الآیۃ۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۲۹/ جمادی الاخریٰ ۹۹ھ

مسئلہ از رفاقت خاں مؤذن جامع مسجد شاہ آباد ضلع ہردوئی (یوپی)

زید نے اپنی عورت سے معمولی تکرار کے بعد عورت کے کہنے پر یہ الفاظ تین بار اپنی زبان سے ادا کئے میں نے جواب دیا۔ میں نے جواب دیا۔ میں نے جواب دیا۔ حالانکہ شوہر کا ارادہ اور نیت طلاق دینے کا نہیں تھا۔ کیا شرعاً ان الفاظ کے کہنے سے طلاق واقع ہوگئی؟ اگر طلاق ہوگئی تو اب وہ عورت اس شوہر کے لئے کیسے حلال ہوگی؟

الجواب جواب دینا اگر وہاں کے محاورہ میں طلاق کے الفاظ صریحہ سے سمجھا جاتا ہے کہ جب عورت کی نسبت اس کو بولا جاتا ہے طلاق ہی مفہوم ہوتی ہے تو زید کی عورت اگر اس کی مدخولہ ہے تو اس پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی اگرچہ شوہر نے طلاق کی نیت نہ کی ہو اس لئے کہ صریح میں نیت کی ضرورت نہیں اور شوہر بیک وقت تین طلاقیں واقع کرنے کے سبب گنہگار ہوا توبہ کرے اور اب بغیر حلالہ عورت مذکورہ شوہر اول کے لئے حلال نہیں۔

بہار شریعت حصہ ہشتم صفحہ ۱۰ پر ہے کہ صریح وہ ہے جس سے طلاق مراد ہونا ظاہر ہو اکثر طلاق میں اس کا استعمال ہو اگرچہ وہ کسی زبان کا لفظ ہو اھ۔ ماظھر لی والعلم بالحق عند اللہ تعالیٰ ورسولہ عز شانہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۲۰/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ از محبت علی موضع اُدے پور بانسی ضلع بستی

محبت علی کی مدخولہ بیوی تعلیم النساء اپنے میکے میں تھی تو محبت علی نے ایک طلاق نامہ ان لفظوں کے ساتھ لکھ کر تعلیم النساء کے باپ کے نام بذریعہ ڈاک روانہ کیا مگر وہ طلاق نامہ تعلیم النساء کے باپ کو نہیں ملا اور عورت کا حاملہ ہونا بھی ظاہر ہوتا ہے تو ایسی صورت میں عورت پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ طلاق نامہ کے الفاظ یہ ہیں کہ میں ہوش

دحواس کے درستگی میں تمہاری لڑکی کو طلاق دیتا ہوں ۔ طلاق دیتا ہوں ۔ طلاق دیتا ہوں ۔ ایسی صورت میں محبت علی اگر پھر دوبارہ اس کو رکھنا چاہے تو اس کے لئے شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے بیان فرمائیں ؟

الجواب طلاق نامہ عورت کے باپ کو ملے یا نہ ملے اور عورت حاملہ ہو یا حاملہ نہ ہو بہر صورت تعلیم النساء پر طلاق مغلظہ واقع ہو گئی کہ اب بغیر حلالہ وہ محبت علی کے لئے حلال نہیں قال اللہ تعالیٰ فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ الآیہ (پارہ ۲ دوم رکوع ۱۳) عورت اگر حاملہ ہے تو اس کی عدت بچہ پیدا ہونا ہے بچہ پیدا ہونے سے پہلے اس کی عدت ختم نہ ہوگی ۔ قال اللہ تعالیٰ واولات الاحمال اجلهن ان یضعن حملهن الآیہ (پارہ ۲۸ سورۂ طلاق) حلالہ کا مطلب یہ ہے کہ عدت گذرنے کے بعد عورت دوسرے سے صحیح نکاح کرے دوسرا شوہر اس کے ساتھ ہمبستری کرے پھر اگر وہ طلاق دیدے یا مر جائے تو پھر دوسری عدت گذرنے کے بعد پہلے شوہر سے نکاح کر سکتی ہے ۔ اگر دوسرے شوہر نے بغیر ہمبستری طلاق دیدی تو پہلے شوہر سے نکاح کرنا حرام ہے ہرگز ہرگز جائز نہیں ۔ اور تین طلاق یک وقت دینے کے سبب محبت علی گنہگار ہوا علانیہ توبہ واستغفار کرے ۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۶ رذی الحجہ سنہ ۹۹ ھ

مسئلہ از حسام الدین شاہ موضع بیلی ضلع بستی

زید نے اپنی بیوی سلمہ پر بے انتہا ظلم کیا ۔ سلمہ اپنے میکہ چلی آئی ۔ سلمہ کا بیان ہے کہ اس کے شوہر نے اسے چار پانچ مرتبہ طلاق دی ہے ۔ مگر عورت کے پاس طلاق کے بارے میں کوئی گواہ نہیں ہے ۔ اور شوہر طلاق دینے کا اقرار نہیں کرتا تو اس صورت میں سلمہ کیا کرے ؟

الجواب سلمہ اگر اپنے شوہر زید کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی ہے اور شوہر طلاق دینے کا اقرار نہیں کرتا ہے تو سلمہ صبر کرے اور یا تو جس طرح بھی ممکن ہو اس سے طلاق حاصل کرے کہ جب عورت کے پاس کوئی گواہ نہ ہو تو صرف اس کا بیان کہ میرے شوہر نے مجھے چار پانچ مرتبہ طلاق دی ہے فضول ہے ۔ تاوقتیکہ شوہر اقرار نہ کرے اور سلمہ کو طلاق دینے کا یقین ہے تو جس طرح بھی ہو سکے روپیہ وغیرہ دے کر زید سے چھٹکارہ حاصل کرے ۔ اگر اس طرح بھی نہ چھوڑے تو جیسے بھی ممکن ہو اس سے دور رہے ۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۵ ربیع الاول سنہ ۱۴۰۰ ھ

مسئلہ

از انصار الحق انصاری پوسٹ ومقام سندور۔ ضلع بستی۔

ہندہ کی شادی زید کے ساتھ ہوئی تھی ازدواجی زندگی بسر کر رہے تھے اب ہندہ زید کے ساتھ رہنے کے لئے تیار نہیں ہے اور ہندہ کے گھر والے کہتے ہیں کہ زید نے طلاق دیدی ہے لیکن یہ بات ہندہ خود نہیں کہتی ہے اور ایک آدمی کہتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ زید نے مجھ سے کہا تھا کہ میں نے ایک طلاق محرم کے چاند میں دیا تھا اور ایک طلاق کسی اور مہینہ میں بتاتا ہے اور زید کہتا ہے کہ میں قسم کھا سکتا ہوں کہ میں نے طلاق نہیں دی ہے تو اس صورت میں کس کی بات مانی جائے گی زید کی یا گواہ کی۔ جو گواہی دینے کے لئے تیار ہے حافظ قرآن ہے لیکن ساتھ ہی وہ چور ہے اور چوری میں پکڑا گیا ہے لیکن قرآن لے کر قسم کھالیا کہ میں نے چوری نہیں کی بعد میں بتایا کہ ہاں میں نے ہی چوری کی تھی اور نہ نماز کا پابند ہے اور جھوٹ بھی بولتا ہے تو اس صورت میں اس گواہ کی بات مانی جائے گی یا نہیں؟ اور اگر دو گواہ ہوں ایک تو یہ اور پرہیزگار ہے اور دوسرا کوئی اور ہے اب دو گواہوں کے سامنے بھی زید کہتا ہے کہ میں قرآن لے کر قسم کھا سکتا ہوں کہ میں نے طلاق نہیں دی ہے تو زید کی بات مانی جائے گی یا دونوں گواہوں کی؟

الجواب

دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں جو متقی اور پرہیزگار ہوں ان کی گواہیوں سے طلاق ثابت ہوگی ایک شخص کی گواہی سے ہرگز نہ ہوگی اگرچہ وہ کتنا ہی بڑا متقی و پرہیزگار ہو لہٰذا شخص مذکور جو گواہی دیتا ہے اگرچہ وہ حافظ قرآن ہے لیکن نماز کا پابند نہیں اور جھوٹ بھی بولتا ہے تو اس کے ساتھ دوسرا اگر متقی بھی ہو تب بھی طلاق ثابت نہ ہوگی۔ اور شوہر اگر طلاق دینے کا انکار کرتا ہے تو بعد قسم اس کی بات مان لی جائے گی حدیث شریف میں ہے البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر۔ شوہر اگر جھوٹی قسم کھائے گا تو اس کا وبال اس پر ہوگا اور ہندہ اگر جانتی ہے کہ شوہر نے اسے ایک یا دو طلاق بائن دی ہے تو اسے تجدید نکاح پر مجبور کرے اور اگر جانتی ہے کہ اس نے تین طلاقیں دی ہیں تو جس طرح بھی ہو سکے اس سے دور رہے یا علانیہ طلاق حاصل کرے۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد امجدی
۲۵؍ شوال ۱۴۰۰ھ

مسئلہ

از لیث محمد جمن انصاری۔ پوکھر بھٹوا اتری بازار سدھارتھ نگر

زید نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر آج میکے چلی گئی تو تم کو طلاق دے دوں گا اور اپنی ماں سے بھی کہا کہ اگر یہ آج میکے چلی گئی تو اس کو طلاق دے دوں گا۔ زید کی بیوی یہ سن کر اس روز میکے نہیں گئی لیکن اس کے میکے نہ جانے کے باوجود زید نے اپنی ماں سے بیوی کی طرف اشارہ کر کے کہا یہ کیوں بیٹھی ہوئی ہے اس کو میں نے طلاق دے دیا ہے اور بیوی کو بھی

مخاطب کیا کہ کیوں بیٹھی ہوئی ہے تم کو میں نے طلاق دیدیا۔ لہذا گذارش ہے کہ اس کا مکمل جواب دیں کہ طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اور ہوئی تو کون سی ہوئی!

الجواب صورت مسئولہ میں برصدق مستفتی عورت پر طلاق رجعی واقع ہوئی۔ شوہر عدت کے اندر عورت کے مرضی کے بغیر رجعت کر سکتا ہے اور بعد عدت عورت کی مرضی سے دوبارہ نکاح کر سکتا ہے حلالہ کی ضرورت نہیں۔ قال اللہ تعالٰی الطلاق مرتان فامساك بمعروف او تسریح باحسان (پ۲ ع ۱۳) وھو تعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۱۴ ربیع الآخر ۱۴۱۱ھ

مسئلہ از محمد صدیق خاں بڑھرا ضلع بستی (یوپی)

زید کی شادی ہندہ سے ہوئی دورات کے لئے ہندہ اپنے شوہر زید کے گھر گئی رخصتی میں تو زید نے کہا کہ فلاں فلاں سامان نہیں لائی تو ہندہ نے کہا کہ میرے باپ دیں گے تب میں لاؤں گی ورنہ نہیں تو زید نے کہا پھر اب میرے یہاں مت آنا اور جاؤ اب میرا تعلق تم سے ختم ہے تمہیں میں نہیں رکھ سکتا یہی لفظ زید نے چار پانچ مرتبہ کہا۔ پھر اس کو بلایا گیا یہاں تک کہ کافی لوگوں نے سمجھایا مگر وہ یہی لفظ کہتا ہے کہ میں نے اس کو چھوڑ دیا۔ اب نہیں رکھ سکتا۔ تو اب ہندہ زید کے پاس جانا نہیں چاہتی ہے اور نہ وہ لے جانا چاہتا ہے وہ ہر دم یہی لفظ کہتا ہے کہ میں نے اس کو چھوڑ دیا اس لئے اب ہندہ بغیر طلاق کے دوسرا نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ کے بارے میں شریعت کا حکم کیا ہے؟ شریعت مطہرہ کے مطابق حکم صادر فرمائیں۔

الجواب صورت مسئولہ میں زید کی بیوی ہندہ پر طلاق واقع ہو گئی۔ عدت گذارنے کے بعد وہ کسی سنی صحیح العقیدہ سے دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔ وھو سبحانہ اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۲۳ ذی الحجہ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ از مبارک حسین قادری بھوا ضلع بستی۔

زید کی بیوی زینب ہے لیکن زینب ایک ہندو کافر کے ساتھ فرار ہو گئی اور اس کے ساتھ ہندو ہو گئی۔ یعنی مرتد اور اب پھر وہ مسلمان بننا چاہتی ہے اور دوسرے کے ساتھ شادی کرنا چاہتی ہے تو اب ایسی صورت میں شوہر اول سے طلاق لیا جائے گا یا نہیں؟ جیسا ہو حضور تحریر فرمادیں۔

الجواب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز فتاوی رضویہ جلد پنجم ص۲۲۱ میں تحریر فرماتے ہیں۔ اگر عورت معاذ اللہ ان میں کی ہوگئی۔ (یعنی مرتد ہوگئی) اور مرد سُنّی رہا تو نکاح تو فسخ نہ ہوا۔ علی ما فی النوادر وحققناہ الافتاء بہا فی ہذا الزمان فی فتاوانا۔ مگر مرد کو اس سے قربت حرام ہوگئی جب تک اسلام نہ لے آئے لان المرتدۃ لیست باھل ان یطأھا مسلم او کافر اذا حدان مسائل کی تحقیق ردالرفضہ میں ہے انتہی کلامہ اس سے معلوم ہوا کہ صورت مستفسرہ میں طلاق حاصل کرنا ضروری ہے۔ پھر اگر مدخولہ ہے تو بغیر عدت دوسرے سے نکاح نہیں کرسکتی وھو تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم

جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ

یکم رجب المرجب ۹۵ سنہ ھ

مسئلہ از غلام غوث مدرس مدرسہ رضویہ اشرفیہ معین العلوم گورڈیہہ بازار۔ ضلع بستی

عمرو نے کفری جملہ استعمال کیا یعنی خداوند قدوس جل جلالہ کی شان اقدس میں کہا کہ اللہ چور ہے (نعوذ باللہ من ذلک) اس کفری جملہ سے عمرو کا نکاح اس کی بیوی ہندہ سے ٹوٹا یا نہیں؟ اور اس کی بیعت برقرار رہی یا ختم ہوگئی؟ (۲) عمرو کے مذکورہ بالا کفری جملہ کی اس کے پیر زید کو اطلاع ہوئی لیکن اس اپنے مرید عمرو کو براہ راست توبہ کی تلقین نہ کی ایک عالم نے عمرو کو توبہ تجدید اسلام تجدید نکاح و تجدید بیعت شرعی کا حکم دیا پہلے تو عمرو اکڑا رہا پھر عام مسلمانوں کے دباؤ سے متاثر ہوکر اور اپنے پیر زید کے کہنے پر توبہ، تجدید اسلام کیا پھر جب عمرو سے لوگوں نے تجدید نکاح کا مطالبہ کیا تو اس نے جواب دیا کہ میرے پیر زید نے تجدید نکاح اور تجدید بیعت سے روک دیا ہے اور کہا ہے کہ نکاح اور بیعت برقرار ہے گھبرانے کی ضرورت نہیں ہم لوگ فقیری لائن کے آدمی ہیں شریعت پر اتنا کہاں عمل کرسکتے ہیں فقیری اور شریعت میں بہت دوری ہے دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کا کھلے مرتد کے نکاح کو برقرار ماننا اور تجدید نکاح سے روک دینا اور شریعت کو فقیری سے دور ٹھہرانا شرعاً کیسا ہے اور زید پر شرعاً کیا حکم ہے ان حالات میں زید کو نماز کا امام بنانا اور اس کے ہاتھ پر بیعت ہونا کیسا ہے؟

الجواب (۱) کلمۂ مذکورہ سے عمرو کا نکاح اس کی بیوی ہندہ سے ٹوٹ گیا اور اس کی بیعت ختم ہوگئی وھو تعالیٰ اعلم۔

(۲) خدائے تعالیٰ کو چور کہنے والے کے نکاح کو برقرار ماننا اور تجدید نکاح سے روک دینا اور شریعت کو فقیری سے دور ٹھہرانا گمراہی ہے۔ زید بدمذہب اور گمراہ ہے اس کو نماز کا امام بنانا اور اس سے بیعت ہونا جائز نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲؍ ذی الحجہ ۹۸ سنہ ھ

مسئلہ از رشید احمد منکاپور بازار ضلع گونڈہ (یوپی)

زید نے اپنی بیوی ہندہ کو جھگڑے کے درمیان صرف ایک مرتبہ کہا کہ تجھے طلاق ہے اتنے میں ہندہ طلاق کا نام سنتے ہی تیزی کے ساتھ اپنے کمرے میں چلی گئی زید وہاں سے اپنے گھر چلا آیا یہ واقعہ ہندہ کے میکے میں واقع ہوا قریب دو مہینہ گذر گیا اب پھر زید ہندہ کو رکھنا چاہتا ہے اور وہ رہنا بھی چاہتی ہے تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ ہندہ پر اس ایک لفظ طلاق سے کونسی طلاق واقع ہوئی۔ اور زید کس صورت میں رکھ سکتا ہے از روئے شرع آگاہ فرمائیں ؟

الجواب اگر واقعہ ایسا ہی ہے جیسا کہ سوال میں ظاہر کیا گیا ہے اور غلط بیانی سے کام نہیں لیا گیا ہے یعنی زید نے صرف ایک ہی مرتبہ کہا کہ تجھے طلاق ہے تو مدخولہ ہونے کی صورت میں ایک طلاق رجعی واقع ہوئی۔ اس صورت میں عدت کے اندر رجعت کرسکتا ہے قال اللہ تعالیٰ الطلاق مرتان فامساک بمعروف اوتسریح باحسان (پ ۲ ع ۱۴) اور اگر عدت گذر گئی تو ہندہ کی مرضی سے نئے مہر کے ساتھ دوبارہ نکاح کرسکتا ہے حلالہ کی ضرورت نہیں اور اگر مدخولہ نہیں ہے تو ایک طلاق بائن واقع ہوئی اس صورت میں رجعت نہیں کرسکتا ہاں عورت کی مرضی سے نئے مہر کے ساتھ دوبارہ نکاح کرسکتا ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۷؍ ربیع الاول ۱۴۰۱ سنہ ھ

مسئلہ از عبد المعید پوکھر بھٹوا نوگڈھ ضلع بستی (یوپی)

زید نے اپنی بیوی ہندہ کو بقول خود اپنی زبان سے دوران جھگڑا غصہ میں آکر طلاق دی اور یوں کہا کہ اے ہندہ میں تجھ کو طلاق دیتا ہوں۔ اے ہندہ تجھ کو طلاق دیتا ہوں اور اس کے ڈر سے کہ وہ تیسری بار دیکر طلاق مغلظہ نہ کردے۔ زید کی ماں نے اس کا منہ دبا دیا اس طرح بات ختم ہوگئی۔ زید کا کہنا ہے کہ میری نیت صرف ڈرانے کی تھی۔ طلاق دینے کا قطعی کوئی ارادہ دل میں نہ تھا اور میں اس خیال میں تھا دو بار طلاق دینے سے طلاق پڑتی ہی نہیں۔ ماں کے منہہ دباتے وقت اس کی زبان تیسرے طلاق کی کوئی آواز نہ تھی اور نہ وہ بولنے والا تھا۔ اس صورت میں ہندہ پر کسی قسم کی کوئی طلاق ہوئی یا نہیں ؟ یہ واقعہ یادداشت درست کے اعتبار سے ۲۸؍ سے ۳۰ محرم تک یا صفر کے پہلے چند دنوں کا ثابت ہو رہا ہے اس طرح اگر کسی قسم کی طلاق ہوئی تو عدت کی مدت ختم ہوگئی۔

یا ہونے والی ہے بالغرض حالات مشکوک ہیں اس صورت میں طلاق کی مدت کو کیا باور کیا جائے۔

(نوٹ) بعد طلاق جو زید نے ہندہ کو دی دونوں میں میاں بیوی کا رشتہ بھی قائم رہا اور دونوں میں باہم کسی طرح کے دیوار نہ تھے البتہ زید نے زبان سے رجوع نہ کیا تھا جواب شرعی سے مع عدت کی مدت کے بابت مطلع فرما کے زید اور ہندہ کا مسئلہ حل فرمادیں۔ اللہ رب العزت اجر عظیم عطا کرے گا۔

الجواب بعون الملک الوہاب صورت مستفسرہ میں اگر واقعی زید نے صرف دو بار کہا کہ میں طلاق دیتا ہوں اور عورت مدخولہ ہے تو دو طلاق رجعی واقع ہوئی۔ اس صورت میں زید نے اگر عدت گذرنے سے پہلے ہندہ سے ہمبستری کرلی یا شہوت کے ساتھ بوسہ لیا تو رجعت ہوگئی اگرچہ رجعت کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ لفظ سے رجعت کرے اور رجعت پر دو عادل شخصوں کو گواہ بھی کرلے۔ اور اگر عدت گذرنے سے پہلے کسی لفظ یا ہمبستری وغیرہ سے رجعت نہ کی تو بعد عدت عورت کی رضا سے دوبارہ نکاح کرسکتا ہے حلالہ کی ضرورت نہیں اور اگر تین طلاق دی ہے تو عورت پر طلاق مغلظہ واقع ہوگی اس صورت میں بغیر حلالہ شوہر اول کے لئے حلال نہیں عورت اگر حاملہ ہے تو اس کی عدت وضع حمل ہے اور طلاق والی عورت اگر نابالغہ یا پچپن سالہ ہے تو اس کی عدت تین ماہ ہے اگر مطلقہ حاملہ نابالغہ یا پچپن سالہ نہیں ہے بلکہ حیض والی ہے تو اس کی عدت تین حیض ہے۔ خواہ تین حیض تین ماہ تین سال یا اس سے زیادہ میں آئیں۔ جیسا کہ پارہ دوم رکوع ۱۲ میں ہے وَالْمُطَلَّقٰتُ یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ اور عوام میں جو مشہور ہے کہ طلاق والی عورت کی عدت تین مہینہ تیرہ دن ہے تو یہ بالکل غلط اور بے بنیاد ہے جس کی شروع میں کوئی اصل نہیں۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۱۰ رجمادی الاولیٰ ۱۳۹۳ھ

مسئلہ مسئولہ عثمان غنی ولد شکر اللہ موضع راج منڈل خرد عرف برگدہی ضلع گورکھپور

زید نے اپنی مدخولہ بیوی ہندہ کو طلاق دی۔ پھر اس کی تحریر بھی لکھ دی۔ الفاظ طلاق درج ذیل ہیں۔ میں اپنی خوشی و رضامندی سے اپنی عورت کو طلاق دے رہا ہوں اور کاغذ پر لکھ دیتا ہوں تاکہ وقت ضرورت الخ دریافت طلب امر یہ ہے کہ صورت مسئولہ میں کون سی طلاق واقع ہوئی نیز زید رجعت کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب صورت مسئولہ میں برصدق مستفتی زید کی بیوی ہندہ پر ایک طلاق رجعی واقع ہوئی لہٰذا زید عدت کے اندر ہندہ کی رضا کے بغیر بھی رجعت کرسکتا ہے اور بعد عدت ہندہ کی رضا سے نکاح

کرسکتا ہے وھو سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

جلال الدین احمد الامجدی
کتبہ
۷/ ذی القعدہ ۱۳۸۱ھ

مسئلہ

از نذیر محمد منکاپور گونڈہ

زید کی منکوحہ بیوی (ہندہ) بغیر اپنے شوہر مذکور سے طلاق لئے ہوئے ایک غیر مسلم کے ساتھ فرار ہوگئی اور اس کے ساتھ اپنی شادی کرلی اور اس کے مذہب میں بلاشبہہ داخل ہوگئی حالت کفر میں تقریباً ایک سال تک رہی اس کے بعد وہ افعال کفریہ سے تائب ہوکر اور کلمۂ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صدق دل سے پڑھ کر مسلمان ہوگئی۔ اب وہ پھر اپنے شوہر اول کے پاس بدستور سابق رہنا چاہتی ہے ایسی حالت میں وہ دوبارہ نکاح کرے گی یا بغیر دوبارہ نکاح کے رہ سکتی ہے؟ یا اگر کسی دوسرے مسلمان سے شادی کرنی چاہے تو وہ اپنے شوہر مذکور یعنی زید سے بغیر طلاق لئے شادی کرسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب

بعون الملک الوھاب اگر معاذ اللہ تعالیٰ عورت مرتد ہو جائے تو شوہر پر وہ حرام ضرور ہو جائے گی لیکن ارتداد سے نکاح نہیں ٹوٹے گا۔ اسی لئے دوبارہ اسلام قبول کرنے کے بعد وہ کسی دوسرے مسلمان سے نکاح نہیں کرسکتی بلکہ اپنے پہلے شوہر کے ساتھ رہنے پر مجبور کی جائے گی۔ صورت مسئولہ میں جب کہ ہندہ بفضلہ تعالیٰ مسلمان ہوگئی ہے تو اس کو مجبور کیا جائے کہ وہ اپنے شوہر اول کے ساتھ رہے اور دونوں کے درمیان نکاح دہرا دیا جائے ہاں اگر شوہر اول ہندہ کو اپنی زوجیت میں رکھنے پر تیار نہ ہو تو وہ ہندہ کو طلاق دیدے۔ عدت گذارنے کے بعد ہندہ جس سنی مسلمان سے چاہے نکاح کرسکتی ہے درمختار مع شامی ص ۴۰۳ میں ہے وافتی مشائخ بلخ بعدم الفرقۃ بردتھا زجرا او تیسیرا" یعنی بلخ کے علمائے کرام نے (فتنۂ ارتداد زن کو) روکنے اور (احکام شرعیہ میں) سہولت برقرار رکھنے کے لئے فتویٰ دیا کہ معاذ اللہ تعالیٰ عورت مرتد ہو جائے تو اس سے نکاح نہ ٹوٹے گا بحر الرائق ص ۲۱۴ میں ہے بعض مشائخ بلخ وسمرقند افتی بعدم الفرقۃ بردتھا حسما لباب المعصیۃ والحیلۃ للخلاص منہ یعنی بلخ اور سمرقند کے بعض علماء نے عورت کے مرتد ہو جانے سے نکاح فسخ نہ ہونے کا فتویٰ دیا ہے تاکہ معصیت اور شوہر سے چھٹکارہ پانے کے حیلہ کا دروازہ بالکل بند ہو جائے حاشیہ فتاویٰ رضویہ جلد اول ص ۳۹۲ میں ہے اب فتویٰ اس پر ہے کہ مسلمان عورت مرتد ہوکر بھی نکاح سے نہیں نکل سکتی وہ بدستور اپنے شوہر مسلمان کے نکاح میں ہے۔ مسلمان ہوکر یا بلا اسلام دوسرے سے نکاح نہیں کرسکتی اھ۔ واللہ ورسولہ اعلم جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نور محمد القادری
کتبہ
۱۰/ رجب ۱۳۸۶ھ

مسئلہ ازنورالحسن شاہ پیڑریا (نیپال)

احمد نے اپنی بیوی کو طلاق لکھ کر چارپائی پر رکھدیا۔ اور کہنے لگا کہ ہم طلاق دیں گے لوگوں نے احمد کو سمجھایا اور طلاق نامہ اس کے بھائی کی پاکٹ میں رکھدیا تو طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اور اب وہ رجعت کرسکتا ہے؟

الجواب صورت مسئولہ میں احمد نے جس وقت طلاق لکھی یا دوسرے کو لکھنے کا حکم دیا اسی وقت اس کی بیوی پر طلاق واقع ہوگئی الاشباہ والنظائر میں ہے الکتاب کالخطاب اھ۔ اگر مدخولہ ہے تو بعد عدت اور غیر مدخولہ ہے تو بلا عدت دوسرے سے نکاح کرسکتی ہے۔ اور تا وقتیکہ طلاق نامہ کے الفاظ کو ظاہر نہ کیا جائے رجعت کے صحیح ہونے نہ ہونے کا حکم نہیں بتایا جاسکتا کہ ہر شق کا حکم بتانا خلاف مصلحت شرعیہ ہے۔ ھکذا قال الامام احمد رضا البریلوی فی الجزء الخامس من الفتاوی الرضویۃ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ از محمد حنیف ساکن دیوریا پوسٹ بھی نگر ضلع دیوریا

عورت تین چار سال سے اپنے میکے میں ہے اس کا بیان ہے کہ شوہر نے مجھے بہت پہلے طلاق دیدی ہے۔ اور دوسرے کئی لوگوں کا بھی بیان ہے کہ شوہر نے ان لوگوں سے کہا ہے کہ ہم نے اپنی بیوی کو چھوڑ دیا ہے اور اس نے دوسرا نکاح بھی کرلیا ہے تو عورت بھی دوسرا نکاح کرسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب طلاق کے بارے میں عورت کا بیان قابل اعتبار نہیں لہذا دو عادل مسلمانوں کے سامنے شوہر سے دریافت کیا جائے کہ اس نے طلاق دی ہے یا نہیں۔ اگر وہ اقرار کرے کہ ہاں طلاق دی ہے تو پھر پوچھا جائے کہ کب طلاق دی ہے۔ جب وہ طلاق دینا بتائے اس وقت سے عورت تین ماہواری آنے کے بعد دوسرا نکاح کرسکتی ہے۔ اور اگر وہ دریافت پر طلاق کا اقرار نہ کرے تو جن لوگوں کے سامنے اس نے کہا ہے کہ ہم نے اپنی بیوی کو چھوڑ دیا ہے ان میں سے دو متقی پرہیزگار مسلمانوں کی گواہی سے عند الشرع طلاق ثابت ہوجائے گی۔ فاسق وفاجر کی گواہیوں سے طلاق ثابت نہ ہوگی۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد امجدی

۱۷ رجمادی الاولی ۱۴۰۱ھ

مسئلہ نور محمد ہرکھری پوسٹ بتھنیاں ضلع گونڈہ (یوپی)

زید کا نکاح ہندہ سے ہوا ہے۔ اب ہندہ کا باپ اس کو رخصت نہیں کرنا چاہتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ زید کے

باپ نے وہابی کی امامت میں جمعہ کی نماز پڑھی ہے جس سے زید کے باپ کا نکاح ٹوٹ گیا اور زید کا بھی نکاح ختم ہو گیا اور واقعی زید کے باپ نے وہابی کے پیچھے نماز پڑھی لیکن ان کو پتہ نہیں تھا کہ یہ شخص جو امامت کر رہا ہے وہابی ہے نادانستگی میں نماز اس کی امامت میں پڑھ لی جواب طلب امر یہ ہے کہ زید کے باپ اور زید کا نکاح شرعاً ٹوٹ گیا؟

بینوا توجروا

الجواب صورت مستفسرہ میں زید اور زید کے باپ کا نکاح شرعاً نہیں ٹوٹا۔ ہندہ کے باپ کا قول غلط ہے۔ البتہ زید کا باپ وہابی کے پیچھے نماز پڑھنے سے توبہ کرے۔ ھذا ما عندی والعلم عند اللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۰ / من جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۹۱ھ

مسئلہ از عبدالرزاق انصاری۔ لہرا بازار گورکھپور

زید نے اپنی بیوی ہندہ کو ۱۱ / ذی الحجہ سنہ ۱۴۰۱ھ کو تین مرتبہ طلاق دیا اس وقت وہاں گواہان موجود تھے یہ بیان حلف کے ساتھ ہندہ دیتی ہے اور معاملہ یہ بمبئی میں پیش ہوا۔ ہندہ اپنے شوہر زید کو چھوڑ کر عمرو کے ساتھ بمبئی سے گورکھپور چلی آئی ہے۔ ہندہ کا گورکھپور میں کوئی گواہ موجود نہیں ہے۔ ایسی صورت میں عمرو کے دوست واحباب نے عمرو سے قطع تعلق کر لیا ہے۔ لہٰذا ہندہ کا عمرو کے ساتھ نکاح درست اور کھانا پینا جائز ہے کہ نہیں؟ شرعی رو سے اطلاع فرمائیں۔

الجواب صورت مسئولہ میں تاوقتیکہ گواہان عادل سے ہندہ کو اس کے شوہر کا طلاق دینا متحقق نہ ہو جائے صرف عورت کے حلفیہ بیان سے عندالشرع طلاق ثابت نہ ہوگی۔ اور نہ عمرو کے ساتھ اس کا دوسرا نکاح کرنا جائز ہوگا۔ لہٰذا عمرو پر لازم ہے کہ اس عورت کو اپنے گھر سے نکال دے اور علانیہ توبہ واستغفار کرے اور اگر وہ ایسا نہ کرے تو سب مسلمان اس سے سلام وکلام اور ہر قسم کے اسلامی تعلقات بند رکھیں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ قال اللہ تعالیٰ وامّا ینسینّک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظّلمین (پ ۷ ع ۱۴) واللہ اعلم بالصواب۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۷ / جمادی الاخریٰ سنہ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ از محمد یوسف سنیٹی بھنان بستی

زید نے اپنی مدخولہ بیوی زینب کو کہا کہ ہم کو تم سے کچھ مطلب نہیں۔ میں تم کو طلاق دیتا ہوں اس کے بارے

میں شرع کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب — اللھم ھدایۃ الحق والصواب صورت مستفسرہ میں برصدقِ مستفتی زید کی بیوی زینب پر ایک طلاق رجعی واقع ہوئی اور زید کے اس جملہ سے کہ ہم کو تم سے کچھ مطلب نہیں کسی قسم کی کوئی طلاق نہیں واقع ہوئی ھکذا قال صدر الشریعۃ فی بہار شریعت ناقلا عن الفتاوی الرضویۃ اب اگر زید زینب کو اپنے نکاح میں رکھنا چاہتا ہے اور ابھی عدت نہیں ختم ہوئی ہے تو رجعت کرلے اور اگر عدت ختم ہوگئی ہو تو زینب کی مرضی سے نئے مہر کے ساتھ دوبارہ نکاح کرلے۔ ھذا ما عندی والعلم بالحق عند اللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ جل جلالہ وصلی المولیٰ تعالیٰ علیہ وسلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۶/ ذی الحجہ سنہ ۱۳۸۶ھ

مسئلہ از عبد الغفار سنولی بازار۔ ضلع گورکھپور

زید کی بیوی بکر کے ساتھ فرار ہوگئی۔ پھر بکر کے یہاں سے ایک غیر مسلم کے ساتھ چلی گئی اور ہندو دھرم قبول کرلیا اور اس دھرم کے مطابق پوجا پاٹ کرنے لگی پھر کچھ دنوں بعد خالد کے ساتھ چلی گئی اور دوبارہ مذہب اسلام قبول کیا اب وہ خالد کے ساتھ نکاح کرنا چاہتی ہے تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب — مذہب اسلام قبول کرنے کے بعد ہندہ زید ہی سے تجدید نکاح پر مجبور کی جائے گی احتیاطا لاصل المذھب۔ لہٰذا ہندہ اگر زید کے ساتھ نہ رہنا چاہے تو جس طرح بھی ہو سکے اس سے طلاق حاصل کرے۔ تاوقتیکہ زید طلاق نہ دے ہندہ کسی دوسرے کے ساتھ نکاح نہیں کرسکتی۔ درمختار میں ہے۔ تجبر علی الاسلام وعلی تجدید النکاح زجرا لھا بمھر یسیر کدینار وعلیہ الفتویٰ اھ۔ وھو تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۰/ ذی الحجہ سنہ ۹۹ھ

مسئلہ از مولوی احسان علی مدرس مدرسہ نور العلوم بھیرہوا ضلع بٹول۔ ریاست نیپال

اگر کسی عورت نے اپنے شوہر کو گالی دی یا شوہر کا نام لے لیا تو کیا عورت اپنے شوہر کے نکاح سے نکل گئی؟

الجواب — عورت اپنے شوہر کو گالی دے یا اس کا نام لے دونوں صورتوں میں نکاح سے باہر نہ ہوئی لیکن شوہر کو گالی دینے اور اس کا تحقیراً نام لینے سے گنہ گار ہوگی۔ اس پر توبہ لازم ہے اور اگر اس بات سے شوہر واقف ہوگیا تو اس سے معافی بھی مانگنی ضروری ہوگی اور اگر عورت نے کسی ضرورت سے اپنے شوہر کا نام

لیاہے تو اس صورت میں وہ محرم نہیں۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ محمد صدیق
۶؍ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۴ھ

مسئلہ

از انور علی بردھان اہڑوا۔ ضلع بستی۔

زید نے اپنی سسرال والوں کو اپنی بیوی کے بارے میں خط لکھا کہ آپ لوگ چلتے ہیں جواب لینے کو تو میں خوشی سے جواب دیتا ہوں آپ کا دل جہاں چاہے وہاں کر دو۔ تو اس جملہ سے زید کی بیوی ہندہ پر طلاق پڑی یا نہیں؟

الجواب

جملۂ مذکورہ سے زید کی بیوی ہندہ پر طلاق واقع ہو گئی لان قولہ جواب دیتا ہوں بمعنی قولہ طلقتھا عرفاً۔ ھٰذا ما عندی والعلم بالحق عند اللہ تعالیٰ ورسولہ جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
یکم محرم الحرام ۱۳۸۷ھ

مسئلہ

عبدالمعید صوفی موضع پوکھر بھٹوا ڈاکخانہ تری بازار بستی۔

ہندہ بحلف بیان کرتی ہے کہ میرے شوہر نے رات میں مجھے پانچ چھ طلاق دی ہے اور شوہر بھی حلف کے ساتھ بیان کرتا ہے کہ میں نے طلاق نہیں دی ہے تو اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ بیان فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب

شوہر نے اگر واقعی تین طلاق دیدی ہے تو اس کی عورت ہندہ اس پر حرام ہو گئی بغیر حلالہ کے دوبارہ وہ اس کے نکاح میں نہیں آسکتی۔ قال اللہ تعالیٰ فان طلقھا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ (پ۲ ع۱۳) اور طلاق دے کر شوہر کا انکار کرنا خدائے تعالیٰ کے یہاں کچھ فائدہ نہ دے گا بلکہ وہ زانی ہوگا اور سخت عذاب میں مبتلا ہوگا۔ لیکن صرف عورت کے بیان سے طلاق ثابت نہ ہوگی تاوقتیکہ شوہر اقرار نہ کرے۔ اور اس معاملہ میں عورت کی قسم فضول ہے اس لئے کہ وہ مدعیہ ہے اور مرد کی قسم معتبر ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر۔ لیکن عورت کو اگر یقین ہے کہ وہ تین طلاقیں دے چکا ہے تو جس طرح بھی ممکن ہو پیسہ وغیرہ دے کر اس سے رہائی حاصل کرے۔ اور اگر وہ اس طرح بھی نہ چھوڑے تو عورت اسے اپنے اوپر قابو نہ دے۔ اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو کبھی اپنی خواہش سے اس کے ساتھ میاں بیوی جیسا تعلق نہ قائم کرے ورنہ مرد کے ساتھ وہ بھی سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہوگی۔ قال اللہ تعالیٰ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد امجدی
۱۹؍ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ از شاہ محمد موضع گورا پوسٹ بنگوا۔ ضلع گونڈہ۔

از طرف شاہ محمد بمبئی ۷۷-۳-۳۱ جناب داداصاحب السلام علیکم۔

دیگر احوال یہ ہے کہ ریحانہ کی ماں کو جاکرلے آؤ اور اگر نہیں لاتے ہو تو ایک آنہ نہ دوں گا۔ اور دونوں بچوں کو نہیں سنبھال پاتی ہے اگر نہیں لاتے ہو تو میں اسکو ایک منٹ نہیں رکھوں گا اور وہ پریشان رہے گی۔ جب میں روپیہ نہیں دوں گا تو وہ کھائے بغیر مرجائے گی اور تم خط پاتے ہی فوراً نہیں لاتے ہو تو میں یہاں پر شادی کرلوں گا۔ اور تمہاری لڑکی کو طلاق دیدوں گا کیونکہ تم جانو تمہارا کام جانے۔ میں اس کو اب نہیں رکھ پاؤں گا اور وہ ہمارے قابل نہیں ہے یہ آخری خط ہے میں اس کو طلاق دے رہا ہوں اور جو جہیز تھا وہ تمہارے پاس ہے آج سے ہماری تمہاری رشتہ داری ختم ہوگئی۔ اگر دونوں بچوں کو رکھے تو ٹھیک ہے نہیں تو ہمارے بچوں کو چھوڑ دو یہ ہے طلاق نامہ۔ جو تمہارے دل میں آئے ویسا کرنا اگر نہیں لاتے ہو تو وہاں سے بھی بھگادیں گے۔ والد صاحب کو میں گھر بھی خط لکھ دیا ہوں چاہے تم اب کتنا بھی کرو مگر میں اب نہیں رکھوں گا۔ تمہارے لڑکی کو نہ تو کوئی بات چیت کرنے کا طریقہ ہے اور نہ تو اور کچھ اور میں قسم کھاکر لکھ رہا ہوں کہ میں طلاق دے چکا ہوں یہ خط ہے اور یہ سمجھنا کہ یہ خط طلاق نامہ ہے بلکہ یہ خط نہیں ہے طلاق نامہ ہے میں دے چکا تمہاری لڑکی کو چھوڑ رہا ہوں اور جو کچھ کئے میرے ساتھ وہ اچھا کئے دوسری لڑکی کی شادی کرتے ہو اس کا بھی کہیں ڈھونڈ کر کردو شادی۔ اب میں نہیں رکھوں گا ایک منٹ۔ باقی بدنصیب شاہ محمد

تم لوگ ہم کو پھنسا دیا اور میں اب چھوڑ دیتا ہوں اور اس کے بعد طلاق نامہ لکھ کر بھیج دیتا ہوں۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اوپر لکھے ہوئے خط سے طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ جیسا ہو جواب دیں۔

الجواب صورت مسئولہ میں شاہ محمد کی بیوی پر طلاق واقع ہوگئی۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۷؍ محرم الحرام ۱۴۰۰ھ

مسئلہ از رفاقت خاں مؤذن جامع مسجد شاہ آباد۔ ہردوئی۔

زید نے طلاق کے لفظ اپنی عورت کو اپنی زبان سے نہ کہے اور نہ زید کی نیت اور ارادہ تھا کہ وہ طلاق دے رہا ہے مگر زید نے دوسرے لوگوں کے زیادہ کہنے پر طلاق نامہ پر اپنا انگوٹھا لگادیا تو ایسی صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

الجواب اللھم ھدایۃ الحق والصواب صورت مذکورہ میں اگر زید نے ہوش وحواس کی درستگی میں طلاق نامہ پر انگوٹھا لگادیا تو اس کی بیوی پر طلاق واقع ہوگئی کہ وقوع طلاق کے لئے زبان سے کہنا ضروری نہیں بلکہ تحریر سے بھی طلاق واقع ہوجاتی ہے جیساکہ الاشباہ والنظائر میں ہے الکتاب کالخطاب اور زید کا یہ کہنا کہ میری نیت طلاق دینے کی نہ تھی شرعاً مسموع نہیں کہ جس طرح زبان سے طلاق صریح دینے میں نیت ضروری نہیں اسی طرح تحریری طلاق صریح میں بھی نیت کی حاجت نہیں جب کہ بلاجبر واکراہ شرعی ہو۔ اور دوسرے لوگوں کا زیادہ کہنا اکراہ شرعی نہیں وھو تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم بالصواب

جلال الدین احمد الامجدی
کتبہ
۶؍ محرم الحرام ۱۴۰۰ھ

مسئلہ از محمد یعقوب ساکن دھوبہی ڈاکخانہ کھنڈسری ضلع بستی

زید نے اس طرح پر اپنی بیوی کے حق میں طلاق لکھا کہ میں نواسی بنت محمد شفیق کو طلاق دیتا ہوں، طلاق دیتا ہوں۔ اب اس سے اور مجھ سے کوئی سروکار مطلب نہیں اب وہ میری زوجیت میں نہیں ہے۔ دریافت امر یہ ہے کہ زید کی بیوی پر طلاق رجعی واقع ہوئی یا طلاق مغلظہ؟ بینوا توجروا۔

الجواب صورت مستفسرہ میں اگر نواسی زید کی غیر مدخولہ ہے تو ایک طلاق بائن واقع ہوئی اور اگر مدخولہ ہے تو دو طلاق رجعی واقع ہوئی اس لئے کہ زید کا یہ قول کہ اب اس سے اور مجھ سے کوئی سروکار نہیں اب وہ میری زوجیت میں نہیں'' ماسبق کا بیان ہے اس سے تیسری طلاق نہیں واقع ہوگی۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

جلال الدین احمد الامجدی
کتبہ
۷؍ رجب المرجب ۱۳۹۷ھ

مسئلہ از اصغر گونڈوی سکری کوئیاں پوسٹ ملدہ ضلع گونڈہ

زید کی بہن کی شادی بکر کے ساتھ ہوئی بکر کے ساتھ کچھ دنوں رہی پھر بکر نے دوسری شادی کرنا چاہا تو نکاح خواں نے کہا پہلے زید کی بہن کو طلاق دیدو بکر نے ایک طلاق نامہ مرتب کیا مگر ڈاکخانہ میں نہیں ڈالا بلکہ پھاڑ کے پھینک دیا جب زید کو اس بات کی اطلاع ہوئی تو کچھ دنوں کے بعد اس نے اپنی بہن کا دوسرا نکاح کرنا چاہا قاضی نے زید سے طلاق نامہ طلب کیا تو اس نے کہا میرے پاس طلاق نامہ موجود ہے قاضی نے اعتبار کرلیا اور بغیر طلاق نامہ دیکھے زید کی بہن کا دوسرا نکاح پڑھ دیا جب یہ بات مشہور ہوئی کہ طلاق نامہ نہیں ہے تو تین آدمیوں

کو بکر کے پاس بھیجا گیا کہ اس نے طلاق دی ہے یا نہیں بکر نے دریافت کرنے پر کہا کہ طلاق تو میں نے دیدیا ہے دریافت طلب یہ امر ہے کہ زید کی بہن کا دوسرا عقد ہوگیا؟

الجواب صورت مستفسرہ میں زید کی بہن پر طلاق واقع ہوگئی رہی یہ بات کہ کب واقع ہوئی تو اگر اس طلاق نامہ میں زید کی بہن کو طلاق لکھی تھی کہ جس کو پھاڑ کر بکر نے پھینک دیا اور طلاق کو کسی شرط کے ساتھ معلق نہیں کیا تھا تو طلاق نامہ لکھنے کے وقت طلاق واقع ہوئی اور اگر کسی شرط کے ساتھ معلق کیا تھا تو شرط پائے جانے کے وقت طلاق واقع ہوئی اور طلاق واقع ہونے کے وقت سے پوری عدت گذارنے کے بعد اگر زید کی بہن کا دوسرا نکاح ہوا تو صحیح ہوگیا شرعاً کوئی جرم نہیں اور اگر تحریر میں طلاق نہیں لکھی تھی یا طلاق کو کسی شرط پر معلق کیا تھا اور وہ شرط نہیں پائی گئی تو اس وقت طلاق نہیں واقع ہوئی لیکن جب وہ طلاق دینے کا اقرار کرتا ہے تو درمیان میں جب بھی اس نے طلاق دی اسی وقت واقع ہوئی اور اس صورت میں بھی وقوع طلاق کے وقت سے عدت گذارنے پر اگر زید کی بہن کا دوسرا عقد ہوا تو نکاح صحیح ہوگیا اور تینوں آدمیوں کے دریافت کرنے سے پہلے اس نے طلاق نہیں دی تھی اور جھوٹ کہا کہ "طلاق تو میں نے دے دی ہے" تو اس سے دریافت کرنے کے دن طلاق واقع ہوئی اور اس صورت میں زید کی بہن کا دوسرا نکاح صحیح نہیں ہوا خلاصہ یہ کہ بکر سے دریافت کیا جائے کہ اس نے کب طلاق دی ہے جس وقت وہ طلاق دینا بتائے یا گواہوں سے کسی وقت طلاق دینا ثابت ہو اس وقت سے عدت گذارنے کے بعد اگر دوسرا نکاح ہوا تو صحیح ہوگیا اور عدت گذارنے سے پہلے دوسرا نکاح ہوا تو صحیح نہ ہوا اور جو زید قاضی کے طلاق نامہ طلب کرنے پر جھوٹ بولا کہ میرے پاس طلاق نامہ موجود ہے تو اس جھوٹ کے سبب زید توبہ کرے کہ جھوٹ بولنے والے پر اللہ کی لعنت ہے وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۲ر شعبان المعظم ۱۳۹۷ھ

مسئلہ از عباد اللہ مئو

زید کا کہنا ہے کہ اگر آپ نے ہمارے بھائی کی بے عزتی کی ہے تو بے عزتی کی ہے۔ اس لئے آپ اپنی لڑکی کو بنارس کی ساڑی پہنا دیں میں آپ کی لڑکی کو اسلامی طریقے سے طلاق دیتا ہوں یہ نہ سمجھنا کہ خط دے رہا ہوں بلکہ میں آپ سے بات کر رہا ہوں۔ میں آپ کی لڑکی کو اسلامی طریقے سے طلاق دیتا ہوں۔ خط میں دو جگہ پر طلاق لکھا ہے زید پڑھا لکھا نہیں ہے۔ نہ تو اس پر انگوٹھا ہی لگا ہے اور زید بمبئی ہے۔ اور دوسرے خط میں لکھا ہے کہ غلطی سے میں نے

لکھوادیا اس کی معافی چاہتا ہوں تو اس کا کیا عذر ملنا چاہیئے لڑکا عورت رکھنے پر راضی ہے واضح ہو کہ عورت مدخولہ ہے؟

الجواب صورت مستفسرہ میں اگر شوہر نے دو طلاق لکھنے کا حکم دیا تو اس کی بیوی پر دو طلاق رجعی واقع ہوئی۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ شوہر عورت کی مرضی کے بغیر عدت کے اندر رجعت کر سکتا ہے اور بعد عدت عورت کی مرضی سے دوبارہ نکاح کر سکتا ہے۔ ھٰذا ما عندی والعلم بالحق عند اللہ تعالیٰ ورسولہ جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۴ / ذی قعدہ ۹۰ھ

مسئلہ محمد عطاؤ اللہ مقام ڈوکم امیا تھانہ تلوک پور۔ بستی

زید نے اپنی بیوی کو میکے میں رکھا ایک سال تک رہی اس کے بعد جب زید اپنی مدخولہ بیوی کو لینے آیا تو اس لڑکی کے ماں باپ نے اور زید کی بیوی نے جواب دیا کہ اتنا دن گذر گیا نہ مجھ کو کھانا دیا نہ کپڑا نہ خرچہ دیا اب تمہارے یہاں نہیں جاؤں گی۔ تو زید نے کہا کہ اگر تم کو جانے سے انکار ہے تو میں نے تم کو طلاق دیا اور کئی مرتبہ ایسا کہا اور لوگ بھی وہاں موجود تھے۔ اگر پھر زید چاہے کہ ہم بیوی کو لے جائیں گے تو زید کا حق ہے یا نہیں؟ اس کی طلاق واقع ہوئی کہ نہیں ایسی حالت میں بیوی زید کے گھر بغیر نکاح جا سکتی ہے یا نہیں؟ شریعت کا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

الجواب صورت مسئولہ میں زید کے طلاق بالتعلیق کے بعد اگر عورت نے زید کے گھر جانے سے انکار کیا تو اس پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی۔ اس عورت کو اجازت ہے کہ بعد عدت زید کے علاوہ جس سنی صحیح العقیدہ سے نکاح کرنا چاہے کر سکتی ہے۔ ہاں اگر وہ عورت زید ہی سے نکاح کرنا چاہتی ہے تو اس کے لئے حلالہ شرط ہے۔ حلالہ کی صورت یہ ہے کہ عورت بعد عدت زید کے علاوہ کسی دوسرے سے نکاح کرے اور وہ دوسرا شوہر اس سے وطی کرے پھر طلاق دے۔ اب بعد عدت بیوی شوہر اول سے نکاح کر سکتی ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی صورت نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد سید احمد انجم عثمانی
۱۷ / صفر المظفر ۱۳۹۰ھ

مسئلہ محمد سلیم خاں بندوریا دولت پور گرانٹ ضلع گونڈہ

زید اور زید کی بیوی و گھر والوں سے قریب پندرہ دن سے کچھ نہ کچھ جھگڑا ہوا کرتا تھا ایک دن زید کی بیوی ہندہ نے کچھ بات چیت میں زید سے کہا کہ تم نے ہمارے سات پشت کو گالی دیا ہے۔ زید نے ہندہ سے کہا کہ اگر ہم نے تمہارے

سات پشت کو گالی دیا ہے تو تم سے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگتا ہوں یہ کہتے ہوئے غصہ کے جنون میں یہ بھی کہا کہ ہم تم کو طلاق دیتا ہوں۔ بلکہ ایک مرتبہ نہیں دو چار مرتبہ کچھ لوگوں کے سامنے کہا۔ کہ طلاق دیتا ہوں۔ پوچھنے پر بھی زید نے طلاق دینے کا اقرار کیا کہ غصہ میں ہم نے طلاق دے دیا ہے۔ اور واسطہ ختم کر دیا۔ تو طلاق واقع ہوئی کہ نہیں؟ اگر طلاق واقع ہوئی تو کون سی طلاق ہوئی۔ اور اگر زید پھر ہندہ سے نکاح کرنا چا ہے تو کیسے ہو سکتا ہے شریعت کے قانون سے آگاہ فرمائیں۔

الجواب صورت مستفسرہ میں زید کی بیوی ہندہ پر طلاق مغلظہ واقع ہو گئی۔ اب بغیر حلالہ ہندہ سے دوبارہ نکاح نہیں کر سکتا ہے۔ ھذا ما عندی والعلم عند اللہ تعالیٰ ورسولہ جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۳ ربیع الاول سنہ ۹۰ھ

مسئلہ از محمد یونس ایڈوکیٹ محلہ گھوسی پوروہ شہر گورکھپور۔

زید نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دیا بعد عدت کے زید نے اپنی بیوی کو دوسرے سے حلالہ کے تحت نکاح کر دیا اور ہمبستری نہیں ہوئی اور نہ اس کی بیوی اس بات پر راضی ہے تو کیا بغیر ہمبستری ہوئے حلالہ درست ہو سکتا ہے؟

الجواب حلالہ کے لئے ہمبستری شرط ہے اگر شوہر ثانی نے ہمبستری کئے بغیر طلاق دیدی تو عورت شوہر اول سے نکاح ہرگز نہیں کر سکتی قال اللہ تعالیٰ فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ الآیہ (پ۲ ع ۱۳) اور بخاری و مسلم میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے انھوں نے فرمایا جاءت امراۃ رفاعۃ القرظی الی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقالت انی کنت عند رفاعۃ فطلقنی فبت طلاقی فتزوجت بعدہ عبد الرحمن بن الزبیر وما معہ الا مثل ھدبۃ الثوب (ای وجدتہ عِنّیناً) فقال اتریدین ان ترجعی الی رفاعۃ فقالت نعم قال لا حتی تذوقی عسیلتہ ویذوق عسیلتک۔ یعنی حضرت رفاعہ قرظی کی بیوی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں رفاعہ کے پاس تھی تو انھوں نے مجھ کو تین طلاق دیدی تو اس کے بعد میں نے عبد الرحمن بن زبیر سے نکاح کیا اور نہیں ہے ان کے ساتھ مگر نرم کپڑے کے مثل (یعنی میں نے ان کو نامرد پایا) تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا پھر رفاعہ کے پاس جانا چاہتی ہے تو اس عورت نے کہا ہاں۔ تو سرکار نے فرمایا تو اس وقت تک پہلے شوہر

سے نکاح نہیں کرسکتی تاوقتیکہ تو دوسرے شوہر کا مزانہ چکھ لے اور وہ تیرا مزہ نہ چکھ لے (مشکوٰۃ شریف ص۲۸۲) اور فتاوی عالمگیری جلد اول مصری ص۴۳۱ میں ہے ان کان الطلاق ثلثا لم تحل لہ حتی تنکح زوجا غیرہ نکاحا صحیحا ویدخل بھا ثم یطلقھا او یموت عنھا کذا فی الھدایہ اھ۔ خلاصہ یہ کہ بغیر ہمبستری حلالہ درست نہیں۔ اگر بغیر صحیح حلالہ کے عورت پہلے شوہر سے نکاح کرے تو مسلمان دونوں کا بائیکاٹ کردیں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ قال اللہ تعالیٰ واما ینسینک الشیطن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین (پ ۷ ع ۱۴) وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۲۹ ذی الحجہ ۹۹ھ

مسئلہ

از محمد حقیق پارہ گدی پوسٹ ہنداول ضلع بستی

زید کی دو شادیاں ہوئیں۔ پہلی شادی والے زید کے اوپر تہمت رکھتے ہیں کہ تم نئی شادی والی بیوی کے میکے والوں کو روپئے دیتے رہتے ہو۔ اس پر زید نے قسم بھی کھائی کہ میں تو نئی سسرال والوں کے یہاں نہ جاتا ہوں اور نہ کسی قسم کی کوئی امداد کرتا ہوں اس قسم پر بھی پہلی سسرال والی بیوی کو یقین نہیں۔ جب بار بار تہمت رکھے گئے تو یہ مجبور ہوکر پہلی بیوی کو یہ کہا کہ خدا کی قسم میں تم کو نہیں رکھوں گا۔ نہیں رکھوں گا نہیں رکھوں گا۔ پھر اس کے بعد اس نے کہا کہ میں تم کو جواب دیتا ہوں۔ جواب دیتا ہوں۔ جواب دیتا ہوں۔ یہ تین بار کہدینے کے بعد کہا کہ تم جاؤ اور وہ چلی گئی۔ اب شرع کی رو سے جواب سے مطلع فرمائیں۔

الجواب

جواب دینا ضلع بستی کے محاورہ میں طلاق کے الفاظ صریحہ سے سمجھا جاتا ہے۔ کہ عورت کی نسبت اس کے کہنے سے طلاق ہی مفہوم ہوتی ہے۔ لہٰذا زید کی عورت پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی بشرطیکہ وہ مدخولہ ہو اگرچہ شوہر نے طلاق کی نیت نہ کی ہو۔ اس لئے کہ صریح میں نیت کی ضرورت نہیں۔ فتاوی رضویہ جلد پنجم ص۵۲۴ میں ہے کہ اگر فارغخطی دینا وہاں کے محاورہ میں طلاق کے الفاظ صریحہ سے سمجھا جاتا ہے جیسا کہ یہاں کی بعض اقوام میں ہے کہ عورت کی نسبت اس کے کہنے سے طلاق ہی مفہوم ہوتی ہے جب تو دو طلاقیں رجعی ہوئیں۔ اور بہار شریعت حصہ ہشتم ص۱۰ میں ہے صریح وہ جس سے طلاق مراد ہونا ظاہر ہو اکثر طلاق میں اس کا استعمال ہو اگرچہ وہ کسی زبان کا لفظ ہو اور جوہرہ نیرہ جلد دوم ص۹۰ میں ہے لا یفتقر الی النیۃ یعنی الصریح لغلبتہ الاستعمال۔ فتاوی عالمگیری جلد اول مصری ص۳۵۵ میں ہے۔ اذا قال الرجل لامراتہ بہشتم ترا از زنی فاعلم بان ھذہ اللفظۃ استعملھا اھل خراسان واھل عراق فی الطلاق وانھا صریح عند

ابی یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حتی کان الواقع بہا رجعیا ویقع بدون النیۃ۔ وفی الخلاصۃ وبہ اخذ الفقیہ ابو اللیث وفی التفرید وعلیہ الفتوی کذا فی التاتارخانیہ۔ وھو تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۶/ ربیع الآخر ۱۴۰۲ھ

مسئلہ

از شکر اللہ ضلع گورکھپور

ایک شخص نے اپنی غیر مدخولہ بیوی کے پاس دوسرے سے یہ لکھوا کر روانہ کیا لیکن وہ لفافہ بیوی کو نہیں ملا پھر شوہر کے پاس واپس آیا ہے کہ شکر اللہ ولد سلیمان موضع راجمنڈل خرد بیتہ لہٹرہ پرگنہ حویلی تحصیل پھریندہ تھانہ پورندرپور ضلع گورکھپور کے ہیں آگے بخوشی رضامندی ہوش حواس بلا جبر دباؤ کے میں نے اپنی بیوی نجرون ولد ذکری موضع کمہریا تھانہ نئی کوٹ وبتہ مذکور ضلع گورکھپور طلاق دیا تحریر کر دیا وقت ضرورت پر کام آوے قریب تین سال کے بعد اس بیوی کو مکان پر لے آیا اب ایسی صورت میں کیا کرنا چاہیئے ہے

الجواب

صورت مستفسرہ میں شکر اللہ کی غیر مدخولہ بیوی پر بوقت تحریر ایک طلاق بائن واقع ہوئی لہذا شکر اللہ بغیر حلالہ اس سے دوبارہ نکاح کر سکتا ہے بغیر نکاح دونوں کا آپس میں میاں بیوی کے تعلقات قائم کرنا شرعًا ناجائز اور سخت حرام ہے واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم جل جلالہ وصلی المولیٰ تعالیٰ علیہ وسلم

کتبہ
جلال الدین احمد امجدی
۱۰/ ربیع الآخر ۱۳۸۲ھ

مسئلہ

از جمیل الدین صدیقی شہر بہرائچ

شمس الدین نے اپنے خسر سے غصہ کی حالت میں اپنی مدخولہ حاملہ بیوی کے بارے میں کہا کہ میں نے طلاق دی اسی طرح متعدد بار کہتا ہوا باہر چلا گیا تو طلاق واقع ہوئی کہ نہیں؟ اگر واقع ہوئی تو کون سی طلاق؟

الجواب

شمس الدین کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہو گئی اب بغیر حلالہ شمس الدین کے لئے حلال نہ ہوگی۔ قال اللہ تعالیٰ فان طلقھا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجًا غیرہٗ (پ ۲ ع ۱۳) وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ

از رئیس احمد قادری مقام مسنا پوسٹ شہرت گڈھ بستی۔

زید نے اپنی مدخولہ بیوی زینب کو تین طلاقیں یعنی طلاق مغلظہ دیدیا اب تقریبًا چار ماہ کے بعد زید اپنی مطلقہ بیوی زینب کو اپنے عقد میں لانا چاہتا ہے۔ اور زینب بھی اپنے شوہر اول کے عقد میں آنا چاہتی ہے۔ صورت مسئولہ میں شریعت مطہرہ کا کیا فرمان ہے جو شریعت کا حکم ہو بیان فرمائیں؟

الجواب

جب کہ زید نے اپنی بیوی زینب کو طلاق مغلظہ دیدی تو اب وہ عورت اس پر حرام ہو گئی حلالہ کے بغیر زید اس کو اپنے عقد میں ہرگز نہیں لاسکتا۔ جیسا کہ قرآن مجید پارہ دوم رکوع ۱۲ میں ہے فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجًا غیرہ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ
جمال احمد خاں الرضوی
۲۹ / شوال المکرم سنہ ۹۹ ھ

مسئلہ

از محمد یعقوب رضوی۔ متھرا بازار گونڈہ

زید اور ہندہ کی شادی نابالغی میں ہوئی۔ شادی کے کچھ دنوں بعد زید کا باپ ایک غیر مسلم کی عورت لیکر بھاگ گیا۔ زید مسلمانوں کا طور طریقہ چھوڑ کر غیر مسلموں کا طریقہ اپنا لیا ہے جیسے غسل کے بعد پیپل کو پانی دینا اور کرتن کرانا بھگت کا دھاگا باندھنا وغیرہ وغیرہ۔ اب ایسی حالت میں ہندہ اپنے شوہر کے یہاں جانا نہیں چاہتی ہے۔ تو کیا بغیر طلاق حاصل کئے اپنا عقد غیر سے کرسکتی ہے؟ اور اگر زید پھر سے توبہ کر کے کلمہ پڑھ کے مسلمانوں میں مل جائے تو کیا حکم ہے؟

الجواب

زید نے جب کہ مسلمانوں کا طور طریقہ چھوڑ کر غیر مسلموں کا وہ طریقہ اختیار کیا جس کی تفصیل سوال میں مذکور ہے تو وہ کافر ہو گیا اس کی بیوی نکاح سے نکل گئی۔ زید سے بغیر طلاق حاصل کئے وہ دوسرا نکاح کرسکتی ہے۔ اور اگر زید تائب ہو کر پھر سے مسلمان ہو جائے تو وہ ہندہ سے دوبارہ نکاح کرسکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۱۷ / شوال المکرم سنہ ۱۴۰۲ ھ

مسئلہ

از محمد حسین مقام مرڈیا پوسٹ بھنان ضلع بستی۔

ایک عورت کو اس کے شوہر نے یہ کہہ کر نکالدیا کہ ہمارے گھر سے جاؤ ہم تمہیں طلاق دیتے ہیں تم میرے گھر سے نکل جاؤ۔ وہ عورت پتہ نہیں کیسے کہاں کہاں تھی آج ایک سال کچھ مہینے سے میرے پاس ہے۔ اب ایسی

صورت میں بغیر تحریری طلاق کے وہ عورت نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟ ہم لوگ چار مرتبہ اس سے تحریری طلاق مانگنے گئے اس نے انکار کر دیا اور کہا کہ ہم نہ تحریری طلاق دیں گے اور نہ ہم اس کو رکھیں گے زبانی طلاق دیدی ہے۔ تو اب حکم شرع کیا ہے؟

الجواب صورت مستفسرہ میں اگر شوہر نے زبانی طلاق دیدی ہے تو اس کی بیوی پر طلاق واقع ہو گئی تحریری طلاق کی ضرورت نہیں باقی ہے بعد عدت وہ دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے۔ اور جو شخص اس عورت کو ایک سال کچھ مہینے سے رکھے ہوئے ہے وہ سخت گنہگار لائق عذاب قہار ہے علانیہ توبہ واستغفار کرے واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم بالصواب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۱؍ ربیع الاول ۸۶ھ

مسئلہ از محمد ادریس تنہواں ضلع بستی

زید نے اپنی بیوی ہندہ کو حالت حمل میں تین طلاق دیدی تو طلاق کب واقع ہو گی؟ اور کتنے دنوں کے بعد دوسرا نکاح کر سکتی ہے؟

الجواب حالت حمل میں طلاق واقع ہو گئی۔ بعد وضع حمل دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔ اس لئے کہ اس کی عدت وضع حمل ہی ہے کما قال اللہ تعالیٰ واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن (پارہ ۲۸ سورۂ طلاق) وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۰؍ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۶ھ

مسئلہ از میر محمد انصاری متھرا ضلع بہرائچ شریف

زید کی لڑکی بکر کے ساتھ بیاہی تھی کچھ دنوں تک لڑکی بکر کے ساتھ بسر اوقات کرتی رہی بعد میں زید اپنی لڑکی لینے گیا بکر نے یہ کہا کہ ابھی میں نہیں بھیجوں گا زید نے موقع پاکر لڑکی کو فرار کر کے اپنے گھر لے آیا اس کے بعد بکر بار بار آیا کہ میری عورت بھیجدو ہر دفعہ زید نے انکار کیا پھر جملہ مسلمانان اور برادریوں نے سمجھایا کہ لڑکی کو اس کے گھر بھیجدو زید جواب دیتا ہے کہ میں تمہارے یہاں نہیں بھیجوں گا اور دوسری شادی بھی کر دوں گا تب بکر نے کہا دوسری شادی کیسے کر دو گے میں اپنی عورت کو طلاق نہیں دوں گا تب پھر زید نے کہا کہ اگر تم طلاق نہیں دو گے تو میں بذریعہ عدالت طلاق لے لوں گا چنانچہ زید نے ایسا ہی کیا کہ عدالت میں لڑکی سے درخواست دلاکر نکاح فسخ کرالیا اور دوسری طے بھی کر لی اب ایسی صورت میں زید و بکر پر از روئے شرع شریف کیا حکم ہے۔ صاف تحریر فرمائیں کرم

عظیم ہوگا۔

الجواب بعون الملک الوھاب لڑکی مذکور کو طلاق دینے کا اختیار صرف بکر کو ہے شرعاً کچہری کے حکام کو فسخ نکاح کا ہرگز اختیار نہیں۔ زید پر واجب ہے کہ لڑکی کی دوسری شادی ہرگز نہ کرے۔ اگر وہ نہ مانے تو تمام مسلمان زید اور اس کے ہمنواؤں کے ساتھ کھانا پینا۔ اٹھنا، بیٹھنا اور سلام وکلام بند کردیں۔ اگر مسلمان ایسا نہ کریں گے تو وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم جل جلالہ وصلی المولیٰ تعالیٰ علیہ وسلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
١٧ ربجمادی الاولیٰ سنہ ١٣٨٦ھ

مسئلہ از عبدالرزاق کھتری ٩٢ ر نورانی بلڈنگ ٥ ر منزلہ روم نمبر ٣٠ کیڈل روڈ ماہم بمبئی ١٦

١١ ر سال کی عمر میں نجمہ بنت عبدالرزاق کا عقد حبیب بن عبدالرزاق کے ساتھ ہوا۔ اور جب نجمہ ١٨ ر سال کی ہوئی تو اس کو شوہر کے پاس بھیج دیا گیا ١٥ ر یوم میں نجمہ اپنے شوہر کی ظلم وستم سے تنگ آکر اپنے میکے چلی آئی۔ چار سال تک انتظار کے بعد جب اس کا شوہر اسے لینے نہیں آیا تو نجمہ نے عدالت میں طلاق کے لئے مقدمہ دائر کیا۔ مگر چونکہ مدعیٰ علیہ عدالت میں حاضر نہیں ہوا اس لئے عدالت نے یک طرفہ فیصلہ نجمہ کے حق میں طلاق اور اسے نکاح ثانی کی اجازت دیدی کیا نجمہ عدالت کے فیصلہ کے مطابق عقد ثانی کا شرعاً مجاز رکھتی ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب طلاق کا اختیار شوہر کو ہے نہ کہ کچہری کے مجسٹریٹ کو قرآن مجید پارۂ دوم میں ہے بیدہ عقدۃ النکاح۔ اور حدیث شریف میں ہے الطلاق لمن اخذ بالساق لہٰذا صورت مستفسرہ میں مجسٹریٹ کا نجمہ کے حق میں طلاق کا فیصلہ اور نکاح ثانی کی اجازت شرعاً لغو ہے۔ شوہر کی موت یا اس سے طلاق حاصل کئے بغیر نجمہ کا دوسرا عقد کرنا حرام ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
٢٩ ر جمادی الاولیٰ سنہ ١٤٠٠ھ

مسئلہ از منشی رضا ساکن کھورہریا ضلع لومبنی ریاست نیپال

زید کی عورت ہندہ ایک ہندو کے ساتھ فرار ہوگئی کچھ دنوں بعد زید کے پاس آئی تو کیا زید بلا نکاح جدید اسے اپنی زوجیت میں رکھ سکتا ہے؟

الجواب صورت مسئولہ میں زید ہندہ کو بلا تجدید نکاح اپنی زوجیت میں رکھ سکتا ہے۔ پھر چونکہ ہندہ نے شدید ترین فسق وعظیم ترین گناہ کا ارتکاب کیا ہے اس لئے اس پر توبہ واستغفار فرض ہے

اور دیانۃً تجدید ایمان بھی ضروری ہے یونہی تجدید نکاح کر لینا مناسب ہے۔ اور اگر معاذ اللہ ایک مشرک کے ساتھ بھاگ جانے کے درمیان ہندہ سے کوئی کفری قول یا مشرکانہ فعل صادر ہوا تو اس صورت میں اس پر توبہ تجدید ایمان اور تجدید نکاح فرض ہے۔ محض گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے بندۂ مومن خارج از ایمان نہیں ہوتا شرح عقائد نسفی ص ۸۲ میں ہے الکبیرۃ لا تخرج العبد المؤمن من الایمان۔ واللہ تعالیٰ و رسولہ الاعلیٰ اعلم جل جلالہٗ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

کتبہ: محمد الیاس خاں السالک البارہ بنکوی
۱۹/ ربیع الآخر ۱۳۹۱ھ

مسئلہ

از منور حسین سسوا بازار ضلع بستی

بکر نے اپنی بیوی ہندہ کو سن بلوغ میں ہوش و حواس کے ساتھ تین طلاقیں الگ الگ دیں۔ ہندہ کی رخصتی بکر کے گھر نہیں ہوئی تھی۔ شادی نابالغی میں ہوئی تھی۔ طلاق بکر نے بالغ ہونے کے بعد دی ہے۔ اور بعد شادی میاں بیوی ایک ہی جگہ رہتے تھے نابالغی کے عالم میں اور بالغ ہونے کے بعد بھی کچھ روز ساتھ میں رہے۔ بکر کا بیان ہے کہ خلوت صحیحہ نہیں ہوئی ہے اور ہندہ بھی اسی طرح بیان دیتی ہے۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ اب بکر پھر اس لڑکی سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو صرف نکاح سے کام چل سکتا ہے یا حلالہ کی ضرورت ہے؟

الجواب

بکر اور ہندہ قبل بلوغ اور بعد بلوغ ایک ساتھ رہتے تھے پھر بعد طلاق بکر اور ہندہ کا یہ کہنا کہ خلوت صحیحہ نہیں ہوئی ہے۔ یہ بات قرین قیاس نہیں۔ بکر اور ہندہ اللہ واحد قہار کے عذاب سے ڈریں جھوٹ اور مکر و فریب سے کام نہ لیں۔ اگر ہمبستری یا خلوت صحیحہ ہوئی ہو تو اقرار کریں۔ پھر حسب بیان سوال لکھ کر روانہ کریں۔ اور اگر اقرار نہ کریں تو دار الافتاء فیض الرسول میں حاضر کریں۔ اس کے بعد فتویٰ دیا جائے گا۔ فقط

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۴/ ربیع الآخر ۱۴۰۲ھ

مسئلہ

از عباس علی امام مسجد مومن پور گورکھپور

بکر کا کہنا ہے کہ اللہ سے ہم بالکل نہیں ڈرتے اور اللہ کو ماں بہن کی گالی دیتا ہے۔ مذہب اسلام کو برا بھلا بھی کہتا ہے۔ کہتا ہے ہندو دھرم اچھا ہے ہندو دھرم کی تعریف کرتا ہے اور یہ بھی کہتا ہے کہ رمضان کا روزہ وہ رکھے جس کے گھر میں کھانا نہ ہو۔ عالم حافظ مولوی کو بہت بہت سا گالی دیتا ہے یہاں تک کہ گاؤں کے پورے مسلمانوں کو گالی دیتا ہے اور ان سے جھگڑتا ہے۔ جب کہ بکر کی تعلیم اور عربی جانکاری اچھی ہے یہاں تک کہ نصف مولوی ہے

جان بوجھ کر دل وجان سے شرارت کرتا ہے بکر کی اس حرکت کے بارے میں پوری تاکید کے ساتھ حکم فرمائیں کیا بکر کا نکاح ٹوٹ گیا؟ اس بالا مذکورہ مضمون کا جواب جلد سے جلد عنایت فرمائیں۔

الجواب بکر نے اگر واقعی اس قسم کی بکواسیں کی ہیں جیسا کہ سوال میں مذکور ہے تو وہ مرتد ہوگیا، اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی۔ عدت گذارنے کے بعد وہ کسی دوسرے سنی صحیح العقیدہ سے نکاح کر سکتی ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۲/ شعبان المعظم ۱۳۹۶ھ

مسئلہ

از غازی سید ابرار اشرف صالح پور بستی

زید نے غصہ میں آکر اپنی مدخولہ بیوی ہندہ کو تین طلاق دی پھر دونوں ساتھ رہنا چاہتے ہیں تو اس کی کیا صورت ہے؟

الجواب صورت مسئولہ میں ہندہ پر طلاق مغلظہ ہوئی لہٰذا ہندہ عدت گذار کر دوسرے شخص سے نکاح کرے شخص آخر کا ہندہ سے مجامعت (ہمبستری) ضروری ہے اس کے بعد شخص ثانی طلاق دے پھر ہندہ عدت گذارے اب شوہر اول سے نکاح کر سکتی ہے کما قال اللہ تعالیٰ فی القرآن المجید فان طلقھا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ (سورۂ بقرہ رکوع ۲۸) وھو تعالیٰ وسبحانہ اعلم بالصواب۔

کتبہ محمد علی نعیمی
۲۳/ شعبان المعظم ۱۳۸۵ھ

مسئلہ

از خان محمد بردھان موضع مرو ڈیا پوسٹ بھان بازار ضلع بستی

زید نے اپنی بیوی ہندہ کو طلاق دیا تو اس لفظ میں کہ میں ہوش وحواس درست کر کے آج کی تاریخ سے اس کو طلاق دے رہا ہوں اور میرے اس کے آج کی تاریخ سے شرعی حقوق سب ختم ہو گئے اس کو یعنی ہندہ کو اختیار ہے کہ دنیا میں شادی کر کے اپنی زندگی گذارے مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ مذکورہ بالا لفظ سے کونسی طلاق واقع ہوئی اور مورخہ ۱۲/۱۲ کو طلاق دیا اس کے بعد پھر ہندہ اپنے میکے تقریباً دو سال رہی پھر اس کے بعد زید نے اپنے پاس رکھ لیا اور آج مورخہ ۲۴/۱۲/۸ سے تقریباً سات ماہ پہلے ہندہ کے بطن سے زید کے ذریعے ایک بچہ بھی پیدا ہوا اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا دوبارہ زید کے ساتھ ہندہ کا نکاح کیا جائے یا بغیر نکاح کے وہ زید کی بیوی قرار پائے گی؟

الجواب زید نے اگر اپنی بیوی ہندہ کو مذکورہ بالا الفاظ میں طلاق دی اور طلاق کے وقت ہندہ زید کی مدخولہ تھی تو ایک طلاق رجعی واقع ہوئی عدت کے اندر اگر زید نے رجعت نہ کی تو بعد عدت وہ بائنہ ہو گئی اور اگر ہندہ زید کی مدخولہ نہ تھی تو مذکورہ بالا الفاظ سے طلاق بائن واقع ہوئی ان دونوں صورتوں میں اگر زید پھر اسی عورت کو رکھنا چاہتا تھا تو دوبارہ نکاح کرنا ضروری تھا کہ بغیر نکاح وہ زید کی بیوی ہرگز نہیں قرار پائے گی لہذا زید پر فرض ہے کہ بغیر نکاح اسے ہرگز نہ رکھے اور زید و ہندہ بغیر نکاح میاں بیوی کی طرح رہنے کے سبب جو پہلے گنہگار ہوئے اس سے دونوں کو علانیہ توبہ و استغفار کرایا جائے ان کو نماز کی پابندی کی تاکید کی جائے اور قرآن خوانی اور میلاد شریف کرنے غربا و مساکین کو کھانا کھلانے اور مسجد میں لوٹا چٹائی رکھنے کی تلقین کی جائے کہ یہ چیزیں قبول توبہ میں معاون ہوں گی۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
یکم ربیع الاول ۱۴۰۱ھ

مسئلہ از نور حسن میاں موضع پڑریا پوسٹ مہراج گنج بازار ضلع کپلوستو لوہوا (نیپال)

زبیدہ کا نکاح احمد کے ساتھ ہوا زبیدہ ایک لڑکا کی ماں بھی ہو گئی۔ کچھ دنوں بعد میاں بیوی میں اختلاف ہوا تو احمد نے زبیدہ کے والد کے پاس دوبار خبر دی کہ اپنی لڑکی کو لے جاؤ ہم اسے رکھنا نہیں چاہتے ہیں ہم نے اس کو جواب دیدیا۔ زبیدہ کے والد اسے لینے کے لئے نہ جا سکے کہ وہ خود اپنے میکہ آ گئی تو زبیدہ کے والد دو چار آدمی کو ساتھ لے کر احمد کے گھر گئے احمد سے ملاقات نہ ہو سکی اس کے پڑوسیوں اور اس کے گھر والوں کا بیان ہے کہ احمد نے زبیدہ کو جواب دے کر بھیجا ہے۔ پانچ سال کا عرصہ ہو گیا احمد طلاق نامہ دینے سے ٹال مٹول کرتا ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ صورت مذکورہ میں زبیدہ دوسرا نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب صورت مسئولہ میں احمد نے اگر واقعی یہ خبر بھجوائی تھی کہ "اپنی لڑکی کو لے جاؤ ہم اسے رکھنا نہیں چاہتے اور ہم نے اس کو جواب دیدیا" یا احمد کے پڑوسیوں اور اس کے گھر والوں کا بیان صحیح ہے کہ احمد نے اپنی بیوی کو جواب دے کر اس کے میکے بھیجا ہے تو زبیدہ عدت گذار کر دوسرا نکاح کر سکتی ہے کہ طلاق واقع ہونے کے لئے طلاق نامہ ضروری نہیں بلکہ زبانی بھی طلاق پڑ جاتی ہے مگر بہتر یہ ہے کہ جن لوگوں کا بیان ہے کہ احمد نے زبیدہ کو طلاق دی ہے ان لوگوں سے تحریری گواہی لیکر اپنے پاس رکھ لے تاکہ وقت ضرورت کام آئے وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۴ جمادی الآخری ۱۴۰۰ھ

(احمد آباد ۲)

مسئلہ از زاہد حسین نوتن سائیکل ورکس اسٹیشن روڈ متصل چار توڑا قبرستان سارنگ پور دروازہ باہر

ایک شخص نے غصہ میں آکر اپنی بیوی کو لاتعداد مرتبہ کہہ دیا کہ میں نے تم کو طلاق دیدی لیکن بعد میں اپنے کئے پر ازحد نادم ہوا تو اس کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب اگر بیوی شخص مذکور کی مدخولہ نہیں ہے تو ایک طلاق بائن واقع ہوئی اس صورت میں عورت کی مرضی سے نئے مہر کے ساتھ دوبارہ نکاح کرسکتا ہے فتاویٰ عالمگیری جلد اول مطبوعہ مصر صفحہ ۳۴۹ میں ہے اذا طلق الرجل امرأتہ ثلثا قبل الدخول بھا وقعن علیھا فان فرق الطلاق بانت بالاولیٰ ولم تقع الثانیۃ والثالثۃ وذلک مثل ان یقول انتِ طالق طالق طالق۔ اگر عورت شخص مذکور کی مدخولہ تو اس پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی کہ اب بغیر حلالہ شوہر اول کے لئے حلال نہیں قال اللہ فان طلقھا فلا تحل لہ من بعد حتیٰ تنکح زوجاً غیرہٗ (پ ۲ ع ۱۳) اور شوہر بیک وقت تین طلاق دینے کے سبب گنہگار ہوا توبہ کرے۔ اور غصہ میں بھی طلاق واقع ہوجاتی ہے بلکہ اکثر طلاق غصہ ہی میں دی جاتی ہے خوشی میں نہیں دی جاتی البتہ اگر شدت غیظ وجوش وغضب اس حد کو پہونچ جائے کہ اس سے عقل زائل ہوجائے خبر نہ رہے کیا کہتا ہوں زبان سے کیا نکلتا ہے تو بے شک یہ صورت ضرور مانع طلاق ہے۔ اور اگر اس حالت کو شخص مذکور نہ پہونچا تھا تو صرف غصہ ہونا اسے مفید نہیں طلاق واقع ہوگئی۔ ھٰکذا فی جزء الخامس من الفتاویٰ الرضویہ۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد امجدی
یکم ذی الحجہ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ از شاہ محمد سمری نیپال

زید اور سلمہ کا نکاح ہوا کچھ دن دونوں میاں اور بیوی ہنسی اور خوشی سے آپس میں زندگی گذاری کچھ عرصہ کے بعد زید نے سلمہ کے ساتھ ایسا ظلم ڈھایا جو ناقابل برداشت ہوئی اور جب سلمہ اپنے میکے آئی تو اس کے ماں باپ نے کہا کہ کیوں چلی آئی تو اس نے صریح جواب دیا کہ ہمارے شوہر نے ہم کو طلاق دیدی ہے اسی وجہ سے میں چلی آئی سلمہ کے والد اور ان کے احباب زید کے یہاں پہونچے تو پتہ چلا کہ زید نہیں ہے تو سلمہ کے والد نے کہا کہ میری لڑکی سلمہ سے کیا سلوک کیا ہے اس وقت یہ ظاہر ہوا کہ زید نے سلمہ کو طلاق دی اور ٹولہ محلہ والوں کے کانوں میں یہ بھی آواز آئی کہ زید نے سلمہ کو ایک مرتبہ نہیں بلکہ کئی مرتبہ طلاق دی اور ہم لوگوں نے سنا اور زید کی بوڑھی ماں ملی ان سے پوچھا گیا کہ زید نے واقعی طلاق دی تو ان کی بوڑھی ماں نے کہا کہ صحیح بات ہے زید نے طلاق دی ہے۔ تو صورت مذکورہ میں طلاق

واقع ہوئی یا نہیں؟ ان لوگوں کے سامنے طلاق دی گئی۔ گواہوں کے نام۔ محمد حنیف۔ محمد حبیب۔ محمد امین۔ بسم اللہ محمد سعید۔

الجواب بعون الملک العزیز الوھاب طلاق شوہر کے اقرار سے ثابت ہوتی ہے یا کم سے کم دو عادل شرعی گواہوں کی شہادت سے یعنی فاسق و فاجر کی شہادت سے طلاق ثابت نہیں ہوتی۔ لہذا صورت مستفسرہ میں اگر سلمہ کا شوہر طلاق دینے کا اقرار کرلے یا وہ گواہان عادل ہوں تو طلاق کے واقع ہونے کا حکم کیا جائے گا۔ اور اگر گواہان مذکور فاسق و فاجر ہوں تو ان کی شہادت سے وقوع طلاق کا حکم نہیں کیا جائے گا۔ ھذہٖ خلاصۃ ما فی کتب الفقہ۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ جمال احمد خاں الرضوی
۲۸ رجمادی الاولیٰ ۱۴۰۰ھ

مسئلہ

از غلام غوث شہر بستی یوپی

ہندہ زید کی بیوی ہے آپس میں نا اتفاقی کی وجہ سے زید نے ہندہ کے رشتہ دار بکر سے کہا کہ اسٹامپ لاؤ طلاق دے دوں در آنحالیکہ وہ حاملہ تھی کچھ وقفہ کے بعد زید نے کہا کہ "لے جاؤ میں نے طلاق دیا، لے جاؤ میں نے طلاق دیا" آیا اس جملہ سے ہندہ پر کون سی طلاق واقع ہوئی ہندہ کو پھر زید کے عقد میں آنے کے لئے کیا طریقہ ہوگا؟

الجواب صورت مسئولہ میں شوہر نے اگر لفظ "لے جاؤ" سے بھی طلاق کی نیت کی ہے تو اس کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہو گئی لان اذھبی وما فی معناھا یحتمل ردا فیتوقف الطلاق علی النیۃ۔ اس صورت میں زید ہندہ کو حلالہ کے بعد نکاح میں دوبارہ لاسکتا ہے۔ اور اگر شوہر نے صرف دوبار یہ جملہ کہا کہ "لے جاؤ میں نے طلاق دی۔ لے جاؤ میں نے طلاق دی" اور لفظ "لے جاؤ" سے اس نے طلاق کی نیت نہیں کی ہے تو قسم کے ساتھ اس کا قول مان لیا جائے گا۔ اس صورت میں اس کی بیوی پر دو طلاق رجعی واقع ہوئی۔ وقت طلاق اگر بیوی حاملہ تھی تو بچہ پیدا ہونے سے پہلے رجعت کرسکتا ہے اس کی بہتر صورت یہ ہے کہ دو گواہوں کے سامنے کہدے کہ میں نے اپنی بیوی سے رجعت کرلی تو وہ عورت بدستور اس کی بیوی رہے گی اس صورت میں دوبارہ نکاح کی بھی ضرورت نہیں۔ اور اگر بچہ پیدا ہوگیا ہو تو عورت کی مرضی سے نئے مہر کے ساتھ دوبارہ نکاح کرسکتا ہے حلالہ کی ضرورت نہیں قال اللہ تعالیٰ الطلاق مرتان فامساک بمعروف او تسریح باحسان ط (پ ع ۱۳)

وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۳ر جمادی الاخریٰ ۱۴۰۰ھ

مسئلہ از محمد طیب علی منبر سابور ندرپور ضلع گورکھپور

زید اور اس کی بیوی ہندہ سے لڑائی ہوئی اس نے اپنی بیوی سے غصہ کی حالت میں طلاق کے کچھ الفاظ بولے چند ہی منٹ کے بعد محمود نے پوچھا کہ آپ نے کیا کہا ہے تو اس نے جواب دیا کہ میں نے اپنی بیوی کا نام لے کر سات یا دس مرتبہ کہا ہے کہ اے فلانی جا ہم تو کا طلاق دیت ہے مگر گواہوں کے ذریعہ یہ پتہ چلتا ہے کہ اس نے اس طرح کہا کہ جاؤ اکٹر وہ ہم تہیں راکھب نہیں۔ ہمرے گھر سے جا۔ ہم توریں طلاق دیدیب۔ ہمرے گھر سے نکل جا اس طرح گواہی دینے والی ایک عورت ہے۔ ایک گواہ اس طرح نقل کرتا ہے کہ اے اکٹر وہ نکل جا ہمرے گھر سے تو کا طلاق دیب بھاگ ہمرے گھر سے۔ ایک گواہ اس طرح کہتا ہے اے اکٹر وہ تو کا راکھب نہیں۔ چھوڑ دیب موقع پر تینوں موجود تھے ان تینوں سے کئی آدمیوں کے سامنے قسم لی گئی ہے ان سبھوں کا کہنا ہے کہ اس طرح نہیں کہا ہے بلکہ ہم لوگوں نے جس طرح کہا اسی طرح زید نے اپنی بیوی سے کہا۔ اب زید کہتا ہے کہ ہم کو یاد نہیں کہ ہم نے کیا کیا کہہ دیا ہم ہوش میں نہ تھے ہماری بات کو نہ پکڑا جائے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ہندہ پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں مع حوالہ کتب تحریر کیا جائے۔

الجواب صورت مسئولہ میں گواہوں کی گواہی لینے اور ان سے قسم کھلانے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ واقعہ کے بعد محمود کے دریافت کرنے پر جب اس نے کہا ”میں نے اپنی بیوی کا نام لے کر کہا ہے کہ اے فلانی جا ہم تو کا طلاق دیت ہے“، تو اگر واقعی اس نے پہلے طلاق دی تھی تو واقع ہوگئی اور اگر پہلے نہ دی تھی تو اس اقرار سے اس کی بیوی پر طلاق واقع ہونے کا حکم کیا جائے گا اگرچہ اس نے جھوٹ بیان دیا ہو فتاویٰ رضویہ جلد پنجم صفحہ ۴۳۲ میں ہے اقرار سے طلاق ہو جانے کا حکم دیا جائے گا اگرچہ عند اللہ طلاق نہ ہو جب کہ جھوٹ کہا ہو کما فی الفتاوی الخیریۃ فیمن اقر بالطلاق کاذبا اھ ملخصا۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۳ر جمادی الاخریٰ ۱۴۰۰ھ

مسئلہ از محی الدین صدیقی رضوی موضع بھانپور ڈاکخانہ بنگور ضلع گونڈہ۔

عیدو نے اپنی مدخولہ عورت کے لئے کہا کہ ”جب وہ بھاگی اور آنے سے انکار کیا تبھی میں نے یہ کہدیا تھا کہ میں

جنت النساء کو طلاق دیتا ہوں ۔ سوال یہ ہے کہ جب عیدو کو اقرار ہے کہ میں بہت پہلے کہہ چکا ہوں کہ میں جنت النساء کو طلاق دیتا ہوں تو اگر وہ تحریر طلاق نہ دے تو جنت النساء دوسرا نکاح کر سکتی ہے یا نہیں ؟

الجواب طلاق کے لئے تحریر ضروری نہیں زبانی بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے لہذا جبکہ عیدو کو اقرار ہے کہ جب وہ بھاگی اور آنے سے انکار کیا تبھی میں نے کہدیا تھا کہ میں جنت النساء کو طلاق دیتا ہوں" تو اس کی بیوی پر طلاق واقع ہو گئی ۔ عدت گذارنے کے بعد وہ دوسرا نکاح کر سکتی ہے ۔ اگر شوہر نے واقعی جنت النساء کے آنے سے انکار کرنے کے وقت جملۂ مذکور کہا تھا تو اسی وقت سے عدت کا زمانہ شمار کیا جائے گا اور اگر اس وقت نہ کہا تھا تو جب شوہر نے اقرار کیا اس وقت سے عدت گذار کر دوسرا نکاح کر سکتی ہے اور عورت مذکور اگر حاملہ نہ ہو تو اس کی عدت تین حیض ہے خواہ وہ تین ماہ یا تین سال یا اس سے زیادہ میں آئیں ۔ اور عوام میں جو مشہور ہے کہ طلاق والی عورت کی عدت تین مہینہ تیرہ دن ہے تو وہ بالکل غلط ہے ۔ قال اللہ تعالیٰ والمطلّقٰت یتربصن بانفسھنّ ثلٰثۃ قروء (پ ۲ ع ۱۲) وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد امجدی
۲۹ رجب المرجب ۱۴۰۱ھ

مسئلہ از محمد چراغ الدین تانسین نیپال

زید کی بیوی ہندہ زید کے گھر سے فرار ہو گئی کسی طرح سے زید ہندہ کو اپنے مکان پر واپس لایا اور دھوکہ سے اس تحریر پر انگوٹھے کا نشان لے لیا کہ شوہر کی جائداد میں میرا کوئی حق نہیں ہے میں کسی قسم کا شوہر کی جائداد پر دعویٰ نہیں کر سکتی ۔ بعدہٗ اس کو مکان سے باہر کر دیا نان نفقہ بھی دینا بند کر دیا اب ہندہ چاہتی ہے کہ زید سے طلاق حاصل کر کے دوسرے سے نکاح کرے اور زید کہتا ہے کہ میں ہندہ کو کبھی طلاق نہیں دوں گا اور نہ نان نفقہ دوں گا اب ایسی صورت میں ہندہ زید سے کس طرح چھٹکارا حاصل کرے ۔

الجواب گرام پنچائت یا مقامی حکام کے دباؤ سے جس طرح بھی ہو سکے طلاق حاصل کرے اور زید پر لازم ہے کہ جب وہ ہندہ کو رکھنا نہیں چاہتا ہے تو اسے طلاق دیدے ۔ اگر زید ہندہ کے رکھنے پر بھی راضی نہ ہو اور نہ ہی طلاق دینے پر تیار ہو تو سب مسلمان اس کا مکمل بائیکاٹ کریں اس کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا، بند کر دیں ورنہ ظالم زید کے ساتھ وہ لوگ بھی گنہگار ہوں گے قال اللہ تعالیٰ واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظّٰلمین (پ ۷ ع ۱۴) وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۵ رجمادی الاولیٰ ۱۴۰۰ھ

مسئلہ از محمد رفیق و محمد سعید موضع تنہواں پوسٹ بھنداول ضلع بستی

زید کے بدن میں ایک خطرناک پھوڑا نکلا تھا۔ شدت درد سے بے قرار ہوکر ڈاکٹر سے کوئی زود اثر دوا مانگی۔ ڈاکٹر نے نشہ آور ٹیبلٹ دے دی۔ نشہ کی وجہ سے کچھ لوگوں سے تو تو میں میں بھی ہوگئی اسی نشہ کی کیفیت میں گھر آیا مگر بیوی گھر پر موجود نہ تھی کچھ ہی دور پر زید کی دوکان تھی وہیں اس کی بیوی اپنے بچوں سمیت بیٹھی ہوئی تھی چھوٹے بچے نے بڑا استنجاء کر دیا تھا اس کے صاف کرنے میں دس منٹ کی دیر گئی۔ لہٰذا نشہ اور غصہ کی حالت میں زید نے اپنی مدخولہ بیوی سے کہا کہ ہم تم کو طلاق دے رہے ہیں۔ دے رہے ہیں۔ دے رہے ہیں۔ ہوش میں آنے کے بعد زید نے کہا کہ نشہ اور غصہ ایسی چیز ہیں جو گھر کو برباد کر دیں گی۔ اس نے لوگوں سے کہا میری غلطی کو معاف کریں۔ ہم اور بیوی دونوں راضی ہیں۔ دونوں راضی ہیں۔ اللہ و رسول اس بات پر گواہ ہیں کہ مذکورہ بالا تمام باتیں صحیح ہیں۔ بینوا وتوجروا

الجواب صورت مستفسرہ میں اگر واقعی زید نے اپنی بیوی سے یہی کہا کہ "ہم تم کو طلاق دے رہے ہیں" دے رہے ہیں۔ دے رہے ہیں۔ تو اس کی بیوی پر ایک طلاق رجعی واقع ہوئی اب اگر زید اسے اپنے نکاح میں رکھنا چاہتا ہے تو عدت کے اندر رجعت کر سکتا ہے نکاح کی ضرورت نہیں۔ اور رجعت کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ کسی لفظ سے رجعت کرے مثلاً یوں کہے کہ میں نے اپنی فلاں بیوی سے رجعت کر لی اور رجعت پر دو عادل شخصوں کو گواہ بھی کرے۔ اور اگر عدت گذر چکی ہے تو عورت کی مرضی سے دوبارہ نکاح کر سکتا ہے۔ ھٰذا ما ظھر لی والعلم عند اللہ و رسولہ جل جلالہ وصلی المولیٰ تعالیٰ علیہ وسلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۶/ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۳ھ

مسئلہ از محمد یونس نوری متعلم دار العلوم فیض الرسول براؤں شریف ضلع بستی (یوپی)

زید شادی شدہ ہے البتہ ابھی اس کی بیوی اس کے گھر آتی جاتی نہیں ہے لیکن زید کو اس کا باپ اس بات پر مجبور کرتا ہے کہ زید اپنی بیوی کو بغیر کسی غلطی کے طلاق دے تو ایسی صورت میں زید طلاق دے یا نہیں؟ اگر نہیں تو اس میں باپ کی نافرمانی ہوتی ہے۔ بینوا وتوجروا

الجواب صورت مستفسرہ میں زید پر طلاق دینا لازم ہے اگر نہیں طلاق دے گا تو باپ کا نافرمان قرار دیا جائے گا اس لئے کہ طلاق امر مباحات میں سے ہے اور امر مباح میں باپ کی اطاعت

لازم ہے ھذا ما ظہر لی والعلم عند اللہ تعالیٰ ورسولہ وصلی المولیٰ تعالیٰ علیہ وسلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۵/رجب المرجب ۱۳۹۳ھ

مسئلہ از محمد امین موضع براؤں شریف ضلع بستی

زید نے اپنی لڑکی نابالغہ کو بکر کے نابالغ لڑکے کے ساتھ نکاح کر دیا اب جب لڑکی بالغ ہو گئی اور لڑکا تاہنوز نابالغ ہے۔ زید رخصتی کے لئے بکر کے گھر جاتا ہے تو یہ جواب دیتا ہے کہ میرے لڑکے کے ساتھ نکاح ہی نہیں ہوا ہے متعدد بار اس کے مکان پر زید کئی آدمیوں کے ساتھ گیا لیکن صاف صاف یہ جواب دیتا ہے کہ آپ لوگ کیوں میرے مکان پر آتے ہیں میرے لڑکے کی شادی تمہاری لڑکی کے ساتھ ہوئی ہی نہیں ہے میں کس طرح رخصت کراؤں پانچ مرتبہ جانے پر یہی جواب ملا لہذا ایسی صورت میں علمائے ملت اسلامیہ کا کیا فتویٰ ہے؟ بینوا توجروا

الجواب صورت مستفسرہ میں لڑکی اپنے شوہر کے بالغ ہونے کا انتظار کرے پھر جب شوہر بالغ ہو جائے تو اسے اپنی بیوی کے رخصت کرانے پر مجبور کیا جائے یا کسی طرح اس سے طلاق لی جائے اس لئے کہ نابالغ کی طلاق واقع نہیں ہوتی وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ از منشی مظفر علی مقام بنکس ڈپو۔ گودام ہڈی وچرم روپئی ڈیہا پوسٹ روپئی ڈاہا۔ بہرائچ

زید نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں اور گھر سے نکال دیا ہندہ بعد طلاق اپنے میکے میں تقریباً ایک سال رہی اس کے بعد ہندہ کا نکاح حلالہ کے لئے ایک دوسرے کے ساتھ ہوا۔ نکاح کی صبح اس نے بغیر ہمبستری کئے ہندہ کو طلاق دے دی اب ہندہ عدت زید کے پاس گذار رہی ہے۔ بعض علما نیپال گنج کا کہنا ہے کہ حلالہ درست نہیں ہوا تو اس بارے میں حکم شرع کیا ہے؟

الجواب بے شک صورت مسئولہ میں حلالہ درست نہ ہوا کہ حلالہ صحیح ہونے کے لئے دوسرے شوہر کا ہمبستری کرنا شرط ہے اگر بغیر ہمبستری اس نے طلاق دیدی تو ہندہ شوہر اول سے ہرگز ہرگز نکاح نہیں کر سکتی کما فی حدیث العسیلۃ اور فتاویٰ عالمگیری جلد اول مصری صـ۴۳۱ میں ہے ان کان الطلاق ثلاثا لم تحل لہ حتی تنکح زوجا غیرہ نکاحا صحیحا ویدخل بہا ثم یطلقہا او یموت عنہا۔ اور دوسرے شوہر نے اگر ہمبستری وخلوت صحیحہ کے پہلے طلاق دے دی ہے تو اس طلاق کی عدت نہیں جیسا کہ پارہ ۲۲ رکوع ۳ میں ہے اذا نکحتم

المؤمنٰتِ ثم طلقتموھن من قبل ان تمسوھن فما لکم علیھن من عدۃ اور خلوت صحیحہ کے بعد طلاق دی ہے تو عدت ہے مگر عورت کو شوہر اول کے پاس عدت گذارنا حرام و ناجائز ہے اس پر لازم ہے کہ شوہر ثانی کے گھر عدت گذارے جیسا کہ پارہ ۲۸ سورۂ طلاق میں ہے ولا تخرجوھن من بیوتھن ولا یخرجن الا ان یاتین بفاحشۃ مبینۃ۔ ہاں اگر شوہر ثانی نے طلاق بائن دی ہے اور وہ فاسق ہے اور کوئی وہاں ایسا نہیں کہ اگر اس کی نیت بد ہو تو روک سکے ایسی حالت میں شوہر کے مکان سے قریب جہاں وہ برائیوں سے محفوظ رہ سکے عدت گذارے اگر شوہر اول ہندہ کو اپنے گھر سے نہ نکالے تو سب مسلمان اس کا بائیکاٹ کریں۔ قال اللہ تعالیٰ واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظلمین (پ ع ۱۴) وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد امجدی
۲۳ رشوال ۱۴۰۱ھ

مسئلہ

از محمد ابراہیم خان کالپی محلہ بڑا بازار ضلع جالون

ایک شخص جس کی عمر قریب ۵۵ رسال کی ہے اور اس کی بیوی بھی قریب ۵۰ رسال کی ہے اور لڑکے جوان ہیں نواسے پوتے سب موجود ہیں لڑکے چونکہ نوعمر کی وجہ سے بدزبان ہیں باپ کا لحاظ نہیں کرتے آپس میں ایک لڑکے سے کچھ بات پر کہا سنی ہوئی اور یہاں تک نوبت ہوئی کہ قریب مارپیٹ کی نوبت آگئی لڑکے کی ماں یہ سب سنتی اور دیکھتی رہی ماں نے لڑکے کی کچھ موافقت کی اس پر باپ کو بہت برا معلوم ہوا اور اس نے اپنی بیوی سے یعنی لڑکے کی ماں سے غصہ میں تین سے زیادہ بار لفظ طلاق کہہ دیا حالانکہ نہ طلاق دینا چاہتا تھا اور نہ کوئی طلاق کا محل تھا محض لڑکے کی بدزبانی سننے کے بعد ماں کا خاموش رہنا ناگوار ہوا کاش ماں لڑکے کو ڈانٹ دیتی تو یہ نوبت نہ آتی۔ لفظ طلاق ایک یا دو مرتبہ کہنے کے ساتھ ہی متعدد بار طلاق دی، دی، دی کہہ دیا ایسی صورت میں شرعی حکم سے مطلع فرما کر مشکور فرمائیں؟

الجواب

آج کل جس طرح لوگ بہت سے معاملات میں مکر و فریب کیا کرتے ہیں ویسے ہی طلاق کے معاملہ میں بھی مکر و فریب سے فتویٰ لینا چاہتے ہیں۔ کہ اپنی بیویوں کو تین طلاق دیدیتے ہیں پھر طرح طرح کے حیلے بہانے بنا کر فتویٰ لینا چاہتے ہیں تاکہ بیوی ہاتھ سے جانے نہ پائے۔ صورت مسئولہ میں شخص مذکور اگر طلاق دینا نہیں چاہتا تھا تو طلاق کا لفظ زبان پر کیوں لایا؟ طلاق کی بجائے دوسرے الفاظ سے بھی تو اسے برا بھلا کہہ سکتا تھا۔ لہٰذا وہ طلاق کے لفظ سے طلاق ہی دینا چاہتا تھا۔ اب اس کا انکار عند الشرع ہرگز مسموع نہیں۔ اور یہ کہنا بھی غلط ہے کہ طلاق کا محل نہ تھا اس لئے کہ شرع نے طلاق کے لئے کوئی موقع و محل نہیں مقرر کیا ہے شوہر جب چاہے اسے طلاق دے سکتا ہے۔ اور شخص مذکور کا یہ سوچنا بھی غلط ہے کہ "ماں لڑکے کو ڈانٹ دیتی تو یہ نوبت نہ آتی" اس

لئے کہ جو لڑکا نالائق ہو جائے یہاں تک کہ اپنے باپ سے مار پیٹ کی نوبت پیدا کرے وہ ماں کے ڈانٹ دینے سے کب مان سکتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ صورت مستفسرہ میں شخص مذکور کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہو گئی اگر وہ دونوں بغیر حلالہ و نکاح میاں بیوی جیسا آپس میں تعلق رکھیں تو سب مسلمان ان کا اسلامی بائیکاٹ کریں۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد امجدی
۲۴ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ

از محمد محسن رضا کرلا بمبئی ۷۰

بکر نے اپنی بیوی ہندہ کو ایک مرتبہ تو اس طرح دو مرتبہ کہا کہ میں نے تم کو طلاق دیا۔ پھر کچھ دن کے بعد بذات خود ایک دو اور آدمی کی موجودگی میں تجدید عقد کیا اور یہ معاملہ ابھی تک علاوہ میاں بیوی اور گواہوں کے کسی اور پر ظاہر نہیں کیا۔ آج تقریباً دو سال کے بعد اس طرح سے معاملہ پیش آیا کہ بکر نے اپنی بیوی ہندہ کو اس لفظ کے ساتھ تعبیر کیا کہ اگر میں تجھ کو رکھوں تو اپنی ماں کے ساتھ گھاٹ کروں تین بار۔ اور پھر دونوں کے بعد بزعم خویش اپنے قول کی تردید اس طرح کرتا ہے کہ اگر میں تجھ کو چھوڑوں تو اپنی ماں کے ساتھ گھاٹ کروں تین بار۔ دونوں صورت مذکورہ کے اندر بکر اور ہندہ کے بارے میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ مطلع فرمائیں۔ بینوا توجروا

الجواب

دو طلاق دینے کے بعد جب کہ بکر نے تجدید نکاح کر لیا تو ہندہ بدستور اس کی بیوی ہے جیسا کہ پارۂ دوم رکوع ۱۲ میں ہے۔ الطلاق مرتان فامساک بمعروف او تسریح باحسان۔ لیکن اگر ہندہ بوقت طلاق بکر کی مدخولہ بیوی تھی تو آئندہ ایک ہی طلاق سے وہ مغلظہ ہو جائے گی کہ بغیر حلالہ وہ پھر بکر کے لئے حلال نہ ہوگی کما فی حدیث العسیلۃ۔ وقال اللہ تعالیٰ فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجاً غیرہٗ (پ ۲ ع ۱۳) اور اگر وہ بوقت طلاق بکر کی مدخولہ نہ تھی تو صورت مستفسرہ میں اس پر ایک ہی طلاق واقع ہوئی آئندہ دو طلاق دینے سے مغلظہ ہوگی لانہ فرق الطلاق فبانت بالاولیٰ ولم تقع الثانیۃ ھکذا فی الجزء الاول من الفتاوی العالمگیریہ ص ۳۴۹۔ اور جب کہ طلاق دینا مشہور ہے تو دفع تہمت کے لئے تجدید نکاح کی شہرت بھی ضروری ہے۔ حدیث شریف میں ہے اتقوا مواضع التھم۔ اور جو بکر نے اپنی بیوی سے تین بار یہ کہا کہ اگر میں تجھ کو رکھوں تو اپنی ماں سے گھاٹ کروں" اور پھر دو دن بعد یہ کہا کہ میں تجھ کو چھوڑوں تو اپنی ماں سے گھاٹ کروں"۔ تو یہ الفاظ طلاق نہیں ہیں اور نہ عند الشرع قسم ہیں۔ لہذا پھر ہندہ پر طلاق نہیں پڑی اور نہ بکر پر شرعاً کوئی کفارہ لازم ہوا۔ لیکن الفاظ مذکورہ سے اس نے اپنی ماں کی توہین کی ہے جس کے سبب وہ سخت گنہگار

ہوا اس پر علانیہ توبہ واستغفار کرنا واجب ہے اور ماں اگر زندہ ہے تو اس سے معافی طلب کرنا بھی لازم ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد امجدی
۲۴؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ از محمد مرتضیٰ خاں خالدی صدر مدرس مدرسہ اسلامیہ گنیش پور ضلع بستی

زید کا بیان ہے کہ میں نے اپنی مدخولہ بیوی کو ایک یا دو طلاق دی ہے اور تین طلاق دینے کا اقرار نہیں کرتا ہے تو کیا زید کا بیان تسلیم کر لیا جائے گا اور اس کا بیان تسلیم کر لینے کی صورت میں اگر اسی عورت کو اپنے نکاح میں رکھنا چاہے تو کیا حکم ہے حلالہ کرنا پڑے گا یا نہیں؟

الجواب زید صاحب معاملہ نے شعیب الاولیاء حضرت شاہ محمد یار علی صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے مبارک مزار پر ہاتھ رکھ کر تین مرتبہ قسم کھائی ہے کہ میں نے اپنی بیوی کو تین طلاق نہیں دی ہے۔ لہٰذا اس کا بیان تسلیم کر لیا گیا شوہر عدت کے اندر عورت کی مرضی کے بغیر بھی رجعت کر سکتا ہے قال اللہ تعالیٰ اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ (پ ۲ ع ۱۳) اور اگر عدت گذر چکی ہو تو عورت کی مرضی سے دوبارہ نکاح کر سکتا ہے حلالہ کی ضرورت نہیں۔ ھکذا فی الکتب الفقھیۃ اور اگر عورت حاملہ ہے تو اس کی عدت وضع حمل یعنی بچہ پیدا ہونا ہے قال اللہ تعالیٰ واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن (پ ۲۸ سورۂ طلاق) اور اگر عورت حاملہ نہ ہو اور کمسن سالہ و نابالغہ بھی نہ ہو یعنی حیض والی ہو تو اس کی عدت تین حیض ہے خواہ تین حیض تین ماہ یا تین سال یا اس سے زیادہ میں آئیں۔ قال اللہ تعالیٰ وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ (پ ۲ ع ۱۲) اور عوام میں جو مشہور ہے کہ طلاق والی عورت کی عدت تین مہینہ تیرہ دن ہے تو یہ بالکل غلط اور بے بنیاد ہے جس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں۔ ھٰذا ما عندی وھو اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۱۷؍ ربیع الاول ۱۴۰۰ھ

مسئلہ از کرم علی ساکن گیاس پور پوسٹ گیاس پور ضلع فیض آباد (یوپی)

زید نے اپنی لڑکی کا عقد بکر سے کیا مگر بکر لڑکی کو تقریباً آٹھ سال سے نہ تو لے جاتا ہے نہ طلاق لکھ کر دیتا ہے ویسے اس نے دو آدمی کے سامنے تین طلاق دیا ہے مگر لکھنے سے انکار کر رہا ہے اب ایسی صورت میں زید اپنی لڑکی کا عقد دوسرے سے کر سکتا ہے کہ نہیں؟

الجواب بکر نے اگر واقعی اپنی زبان سے طلاق دیدی ہے تو اس کی بیوی پر طلاق واقع ہوگئی طلاق واقع ہونے کے لئے لکھنا ضروری نہیں لیکن اگر وہ زبان سے بھی طلاق دینے کا اقرار نہیں کرتا یعنی کہتا ہے کہ میں نے طلاق نہیں دی ہے تو دو متقی پرہیزگار اور عادل گواہوں کی گواہی سے طلاق ثابت ہو جائے گی۔ فاسق یعنی بے نمازی اور داڑھی منڈے وغیرہ کی گواہی سے طلاق ثابت نہ ہوگی اور طلاق ثابت ہونے کی صورت میں وہ دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے ورنہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۱۳/ ربیع الآخر ۱۴۰۰ھ

مسئلہ از للن زیات سرسیا ضلع بستی

ہندہ کا شوہر عرصہ دو سال سے بمبئی رہتا ہے اس نے ہندہ کو زبانی کئی بار طلاق دی ہے اور یہ کہا ہے کہ میں تمہارا کوئی نہیں ہوں تم کہیں بھی رہو میں نے تم کو طلاق دی۔ اس کے علاوہ خط کے ذریعہ بھی لکھ کر بھیجا ہے۔ بمبئی سے آنے والے لوگوں سے بھی طلاق کا بیان دیا ہے۔ اب ایسی صورت میں ہندہ دوسرے شوہر سے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب تحریر سے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے اور زبانی بھی الاشباہ میں ہے۔ "الکتاب کالخطاب" لہٰذا اگر شوہر نے واقعی طلاق دی ہے تو ہندہ دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے لیکن اگر شوہر بعد میں کہے کہ میں نے نہ تحریری طلاق دی ہے اور نہ زبانی تو دو ثقہ متقی عادل شرعی گواہوں کے بغیر طلاق ثابت نہ ہوگی۔ شوہر کے قسم کھانے کے بعد ہندہ اسے جبراً واپس دلائی جائے گی اس لئے کہ زبانی طلاق بلا شہادت شرعیہ یا بغیر اقرار شوہر کے ثابت نہیں ہوتی اور یہی حکم تحریری طلاق کا بھی ہے "لان الخط یشبہ الخط والخاتم یشبہ الخاتم کما فی الھندیۃ وغیرھا" وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۱۵/ ربیع الآخر ۱۴۰۰ھ

مسئلہ از محمد یسین خان موضع سہنیاں کلاں پچپڑوا گونڈہ

زید نے اپنی مدخولہ بیوی ہندہ کو کہا میں نے تجھے طلاق دیا، طلاق دیا، طلاق دیا۔ تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ ہندہ پر کون سی طلاق واقع ہوئی۔ اور کیا زید کے لئے ہندہ بغیر حلالہ کے حلال ہے یا نہیں؟

الجواب صورت مسئولہ میں زید کی بیوی ہندہ پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی کہ اب بغیر حلالہ شوہر اول کے لئے حلال نہیں قال اللہ تعالیٰ فان طلقھا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ ۔ (پ۲ ع ۱۳) حلالہ کی صورت یہ ہے کہ ہندہ عدت گذارنے کے بعد دوسرے سے نکاح صحیح کرے اور وہ اس سے ہمبستری کرے پھر شوہر ثانی مرجائے یا طلاق دیدے تو عدت گذارنے کے بعد ہندہ شوہر اول سے نکاح کرسکتی ہے اگر شوہر ثانی نے بغیر ہمبستری طلاق دیدی یا مرگیا تو اس صورت میں ہندہ شوہر اول سے نکاح ہرگز نہیں کرسکتی ۔ کما فی حدیث العسیلۃ ۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد امجدی
۱۸؍ شوال المکرم سنہ ۱۴۰۰ھ

مسئلہ از محمد امین موضع کمہریا مرڈیا بازار ضلع بستی

زید نے اپنی بیوی کو گھر سے نکال دیا کچھ دنوں بعد حدیث نے اسے لاکر رکھ لیا اور زید سے طلاق کی کوشش کی اس نے بھری پنچائت میں کہا کہ ہم نے طلاق دیدی ہے کہا گیا کہ طلاق نامہ لکھ کر دیدو تو اس نے تحریری طلاق دینے سے انکار کردیا۔ سوال یہ ہے کہ اس صورت میں طلاق پڑی یا نہیں ؟ حدیث اس عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے اور حدیث بغیر نکاح جو عورت کو رکھے ہوئے ہے اس کے لئے کیا حکم ہے ؟ بینوا توجروا

الجواب زید نے اگر واقعی بھری پنچائت میں کہا کہ ہم نے طلاق دیدی ہے تو اس کی بیوی پر طلاق پڑ گئی طلاق نامہ لکھنا ضروری نہیں کہ زبانی بھی طلاق واقع ہوجاتی ہے حدیث بعد عدت اس سے نکاح کرسکتا ہے اور تاوقتیکہ نکاح نہ ہو حدیث پر اس عورت کو اپنے سے دور رکھنا واجب ہے ۔ اور حدیث نے اگر اس عورت کے ساتھ میاں بیوی جیسا تعلق رکھا تو دونوں سخت گنہگار ہوئے ان دونوں کو علانیہ توبہ واستغفار کرایا جائے اور پابندی نماز کی تاکید کی جائے اور قرآن خوانی و میلاد شریف کرنے اور غربا و مساکین کو کھانا کھلانے اور مسجد میں چٹائی وغیرہ رکھنے کی تلقین کی جائے کہ یہ چیزیں قبول توبہ میں مددگار ثابت ہوں گی قال اللہ تعالیٰ مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِھِمْ حَسَنٰتٍ (پ۱۹ ع ۴) ھٰذا ما عندی وھو اعلم بالصواب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۰؍ رجب المرجب سنہ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ از قطب الدین ۔ دار العلوم غوثیہ بیروا بنکٹوا پوسٹ کھوریا بازار ضلع گورکھپور (یوپی)

ہندہ کی شادی بکر سے ہوئی بکر کی بہن عابدہ کی شادی ہندہ کے بھائی عمرو سے ہوئی ابھی کسی کی رخصتی نہ ہوئی

تھی کہ جھگڑے کی بنا پر دونوں کا اپنی اپنی بیوی کو طلاق دینا طے ہوا۔ پنچائت میں طلاق نامہ مرتب ہوا عمرو نے کہا پہلے بکر طلاق دیدے تو ہم بھی طلاق دیدیں گے یا دیدیے۔ بکر نے پہلے طلاق دیدی پھر جب عمرو کے سامنے طلاق نامہ پیش ہوا تو وہ دستخط کئے بغیر طلاق نامہ لے کر فرار ہو گیا۔ سوال یہ ہے کہ عمرو نے جو یہ کہا تھا کہ ہم طلاق دیدیں گے یا دیدیے۔ تو اس جملہ سے طلاق واقع ہوئی کہ نہیں؟ اگر نہیں تو آئندہ ایسے موقع پر کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیئے؟

الجواب عمرو کے اس جملہ سے کہ "ہم بھی طلاق دیدیں گے یا دیدیے" طلاق نہیں واقع ہوئی کہ یہ جملہ طلاق کے الفاظ میں سے نہیں ہیں بلکہ طلاق کا وعدہ ہے۔ اور تاوقتیکہ طلاق نہ دے صرف طلاق کے وعدہ سے طلاق نہیں پڑتی۔ آئندہ ایسے موقع پر یہ اختیار کیا جائے کہ ان میں سے ایک کہے کہ اگر فلاں میری بہن کو طلاق دے تو میری بیوی کو طلاق" اس صورت میں جب کہنے والی کی بہن کو فلاں طلاق دے گا تو اس کی بیوی کو طلاق پڑے گی اور اگر نہیں دے گا تو نہیں پڑے گی وھو تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم جل مجدہٗ وصلی اللہ علیہ وسلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۷ رجب المرجب ۱۴۰۱ھ

مسئلہ

از شان اللہ موضع ڈیرہ۔ پوسٹ بشیشر گنج ضلع سلطان پور

زید کی دختر ہندہ سے زنا ہوا تو ہندہ کے شوہر نے طلاق دے دیا ہندہ زید کے مکان پر ہے زید اور ہندہ کے بارے میں کیا ہونا چاہیئے؟

الجواب ہندہ سے اگر واقعی زنا سرزد ہوا العیاذ باللہ تعالیٰ تو وہ سخت گنہ گار مستحق سزا ہے۔ اگر حکومت اسلامیہ ہوتی تو اسے سخت سزا دی جاتی موجودہ صورت حال میں یہ حکم ہے کہ اسے علانیہ توبہ واستغفار کرایا جائے۔ اور اس کا باپ زید اگر اپنی بیٹی کو ادھر اُدھر بے پردہ گھومنے سے منع نہیں کرتا تھا اور جاننے کے باوجود غلط روی سے روکتا نہیں تھا تو اسے بھی توبہ واستغفار کرایا جائے! اور دونوں کو پابندی نماز کی تاکید کی جائے نیز میلاد شریف وغیرہ کرنے، غربا و مساکین کو کھانا کھلانے اور مسجد میں لوٹا و چٹائی رکھنے کی ترغیب دی جائے کہ یہ چیزیں قبول توبہ میں معاون و مددگار ہوں گی۔ قال اللہ تعالیٰ مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (پ ۱۹ ع ۴) ھذا ما ظھر لی وھو اعلم بالصواب۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۲ رجب المرجب ۱۴۰۱ھ

مسئلہ از ماسٹر نثار اللہ موضع تسائل ضلع بستی

سلیم النساء کو اس کے شوہر رحمت اللہ نے طلاق مغلظہ دیدی۔ سلیم النساء غیر مرد کے یہاں عدت گذار رہی تھی کہ اسے حمل ظاہر ہوا تو اب بچہ پیدا ہونے کے بعد اس مرد کے ساتھ نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب زمانۂ عدت میں جو سلیم النساء کو حمل ظاہر ہوا اس بچہ کے پیدا ہونے کے بعد رحمت اللہ کے علاوہ سلیم النساء کسی بھی سنی صحیح العقیدہ کے ساتھ نکاح کر سکتی ہے۔ کہ جب رحمت اللہ نے اسے طلاق مغلظہ دیدی ہے تو بغیر حلالہ اس سے دوبارہ نکاح نہیں کر سکتی اور غیر مرد کے گھر عدت گذارنے کے سبب سلیم النساء سخت گنہگار ہوئی۔ اور اگر اس مرد سے میاں بیوی جیسا تعلق قائم کیا تو دونوں سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہوئے۔ ان دونوں کو توبہ و استغفار کرایا جائے پابندی کے ساتھ نماز پڑھنے کی تاکید کی جائے اور میلاد شریف و قرآن خوانی کرنے، غربا و مساکین کو کھانا کھلانے اور مسجد میں لوٹا چٹائی رکھنے کی تلقین کی جائے کہ یہ امور خیر قبول توبہ میں معاون ہوں گے۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد امجدی
۱۶ر شوال المکرم ۱۴۰۱ھ

مسئلہ از ضمیر الحسن خاں موضع موتی پور بیچپڑوا بازار گونڈہ

زید شوہر طلاق دینے پر تیار تھا بوجہ طلاق نامہ نہ لکھ جانے پر معاملہ ویسے پڑا رہا اور زبانی کئی مرتبہ کہہ چکا کہ میں طلاق دیتا ہوں تو ایسی صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

الجواب طلاق نامہ اگر نہ لکھا جائے اور زبانی طلاق دیدی جائے تو اس صورت میں طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ لہٰذا اگر واقعی شوہر نے کئی مرتبہ کہا کہ میں طلاق دیتا ہوں تو اس کی بیوی پر طلاق واقع ہو گئی البتہ ثبوت طلاق کے لئے تحریر کی ضرورت ہے تو جن لوگوں کے سامنے شوہر نے زبانی طلاق دی ہے وہ لوگ ایک گواہی نامہ لکھ کر عورت کو دیدیں کہ ہم لوگ اس بات کے گواہ ہیں کہ فلاں بن فلاں ساکن موضع فلاں نے اپنی بیوی فلاں بنت فلاں کو فلاں تاریخ و سن میں طلاق دی ہے گواہ اگر عادل ہوں گے تو اس طرح بھی طلاق ثابت ہو جائے گی۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد امجدی
۱۶ر شوال المکرم ۱۴۰۱ھ

مسئلہ از محمد ادریس زید پوری۔

زید نے اپنی بیوی سے جھگڑا کیا بعدہٗ اس کو ان لفظوں سے طلاق دی کہ جا تجھ کو طلاق ہے طلاق، طلاق آیا

اب وہ عورت زید کے نکاح میں ہے یا نہیں؟ دوسرے یہ کہ جس وقت زید نے یہ الفاظ ادا کئے ہیں تقریباً عورت کو ۵/ ماہ کا حمل بھی تھا لہذا اس صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اگر ہوئی تو کونسی؟ مفصل مع اقسام طلاق واحکام تحریر فرمادیں۔ مزید برآں کچھ لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ حمل کی صورت میں طلاق نہیں ہوئی لہذا کیا حمل مانع طلاق ہے جواب سے نوازیں۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں برصدق مستفتی زید کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی اب بغیر حلالہ زید کے لئے حلال نہ ہوگی کہ حمل مانع طلاق نہیں۔ اور اس کی عدت وضع حمل ہے۔ بچہ پیدا ہونے سے پہلے وہ کسی دوسرے سے نکاح نہیں کر سکتی۔ قال اللہ تعالیٰ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ الآیہ (سورۂ طلاق) وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۱۸/ شوال المکرم ۹۹ سنہ ھ

مسئلہ

از محمد منصرف مقام پرسا پوسٹ پوکھر بھنڈا۔ بھریندا۔ ضلع گورکھپور (یوپی)

زید نے اپنی مدخولہ بیوی کو دو طلاق دی اور اب اس کو اپنی زوجیت میں رکھنا چاہتا ہے تو کیا وہ اس سے نکاح کر سکتا ہے؟ یا رجعت کی ضرورت ہے اور یہ بھی فرمائیں کہ طلاق بائن ہوئی یا رجعی یا مغلظہ جواب سے جلد ہی نوازیں عین کرم ہوگا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں زید نے اگر واقعی اپنی مدخولہ بیوی کو صرف دو طلاق دی ہے اور طلاق رجعی دی ہے تو عدت کے اندر عورت کی مرضی کے بغیر بھی رجعت کر سکتا ہے اور بعد عدت عورت کی مرضی سے نئے مہر کے ساتھ دوبارہ نکاح کر سکتا ہے۔ اور اگر طلاق بائن دی ہے تو شوہر عدت کے اندر اور بعد عدت عورت کی مرضی سے دوبارہ نکاح کر سکتا ہے کہ دو طلاق کی صورت میں حلالہ کی ضرورت نہیں۔ لیکن اگر زید غلط بیانی سے کام لیتا ہے کہ حقیقت میں تین طلاق دی ہے مگر صرف دو طلاق بتاتا ہے تو اس صورت میں طلاق مغلظہ واقع ہوگئی کہ بغیر حلالہ عورت زید کے لئے حلال نہیں قال اللہ تعالیٰ فان طلقها فلا تحل له من بعد حتیٰ تنکح زوجا غیرہٗ الآیہ۔ اور سوال میں طلاق کے الفاظ چونکہ مذکور نہیں اس لئے دار الافتاء سے طلاق رجعی یا بائن کی تعیین نہیں کی جا سکتی۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۲۰/ شوال المکرم ۹۹ سنہ ھ

مسئلہ
از محمد ایوب موضع کوڑیا بازار ضلع گونڈہ

زید بکر کا لڑکا ہے آپسی کچھ باتوں میں تو تو میں میں ہو رہی تھی اسی دوران بکر نے اپنے لڑکے سے کہا کہ تم اپنی بیوی لے کر میرے گھر سے نکل جاؤ میرے گھر میں رہنے کے قابل نہیں ہو اس پر زید نے کہا کہ بات مجھ سے اور آپ سے ہو رہی ہے تو اس میں بیوی کا کیا قصور ہے۔ اور اگر آپ گھر سے نکل جانے ہی کو کہہ رہے ہیں تو میں اس کو طلاق دیدوں گا طلاق طلاق طلاق اس کے آگے مجھ کو یاد نہیں کہ کتنی بار طلاق کا لفظ کہا اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ صورت مذکورہ میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب
صورت مسئولہ میں زید کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہو گئی کہ اب بغیر حلالہ زید کے لئے حلال نہ ہوگی قال اللہ تعالیٰ فان طلقہا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ الآیۃ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۸ رجمادی الاخریٰ ۹۹ سنہ ھ

مسئلہ
از شوکت علی گھاٹ کوپر بمبئی

حضرت علامہ مفتی صاحب قبلہ! گذارش ہے کہ صحبت علی عرف شوکت علی جو کہ بمبئی میں رہتا تھا اس نے بمبئی سے طلاق نامہ لکھ کر بھیج دیا اور اپنی ماں کو لکھا کہ بچوں کو لے لو اور اس کا راستہ چھوڑ دو جہاں جی چاہے چلی جائے اور اپنے بہنوئی کے نام سے سات سو روپے دیگر غلہ جات خرید کر دیدینے کو کہا اور کپڑوں کا ایک بنڈل بھی بھیجا اس کے بہنوئی نے جیسا آرڈر تھا کیا۔ صحبت علی کے خسر کو خبر ہوئی تو اس نے بمبئی خط لکھوایا صحبت علی نے بمبئی سے یہ خط تحریر کیا جو کہ ہندی میں ہے انھیں لفظوں کے ساتھ خط لکھا جا رہا ہے وہ خط اب بھی اس کی بیوی کے پاس موجود ہے البتہ پہلا خط گم ہو گیا ہے۔

۷۸۶
۹۲

محترم جناب چچا صاحب السلام علیکم! بعد سلام کے معلوم ہو کہ ایک بار جو رشتہ ٹوٹ جاتا ہے وہ جڑتا نہیں ہے اور میں نے آپ کے پاس جواب دیدیا ہے اگر آپ لوگ اس کو نہ مانیں تو میں کیا کروں اسی لئے سات سو روپے دیا ہوں اور دو جوڑا کپڑا دیا ہوں۔ اب ہمارا تمہارا کوئی رشتہ نہیں ہے جو شریعت سے جائز تھا وہ میں نے کرا دیا باندھے بنیا بازار نہیں لگتی ہے یا تو آپ کہیں کر دو یا اپنے پاس رکھو جیسا سمجھو ویسا کرو اب مجھ سے کوئی مطلب نہیں۔ فقط والسلام

اس کے بعد میرے والد صاحب نے صحبت علی کے گاؤں آکر جہاں میں بھی موجود تھی کئی موضع کے لوگوں کو بلا کر پنچایت کرایا ان دنوں تک صحبت علی بھی گھر آ چکا تھا پنچایت نے صحبت علی کو ذلیل کیا اور یہ کہا کہ رکھے گا کیوں نہیں اور

اس کو باندھ کر مارنے کو بھی پنچایت کے لوگ تیار ہوئے بہر حال کسی طرح پنچوں نے یہ فیصلہ دیا کہ لڑکی یہیں رہے گی صحبت علی رکھے گا اور اخراجات دے گا کچھ دنوں کے بعد صحبت علی پھر بمبئی چلا گیا اور میں کچھ دنوں تک مزدوری کر کے اپنا اور دو بچیوں کا گذارہ کرتی رہی مجبور ہو کر اپنے والد کے گھر آگئی ۲ دو سال سے زائد عرصہ گذر گیا کہ میں اپنے والد صاحب کے پاس ہوں اسی درمیان میرے والد صاحب کا ایک پڑوسی صحبت علی ساکن بمبئی کے پاس سے گھر آنے لگا تو بچیوں کے لئے شیرینی دینے کو کہا تو صحبت علی نے کہا میں کیا جانوں میں کچھ نہیں دوں گا اس نے بمبئی میں دوسری شادی کر لی ہے اور وہیں بود و باش اختیار کر لیا ہے اب میرا گذارا والد صاحب کے پاس کیسے ہو سکتا ہے میں دوسری شادی کرنا چاہتی ہوں تو میرے بارے میں شریعت مطہرہ کا جو حکم ہو بہت جلد تحریر فرما دیں اور یہ بھی واضح فرما دیں کہ بچیاں کس کے سپرد کر دی جائیں؟ فقط والسلام

آمنہ خاتون بنت محمد جلیل موضع سنورا پوسٹ ڈنڑئی ضلع بستی

الجواب

استفتاء میں جو حالات مندرج ہیں اگر وہ صحیح ہیں تو صحبت علی کی بیوی پر طلاق واقع ہو گئی عدت گذارنے کے بعد وہ دوسرے سنی صحیح العقیدہ سے نکاح کر سکتی ہے اور بچیاں حیض آنے تک ماں کی پرورش میں رہیں گی جس کا معاوضہ بچیوں کے باپ کو ادا کرنا ہوگا لیکن ماں عدت کے زمانہ تک پرورش کا معاوضہ نہیں پائے گی اور بچیوں کو حیض آنے سے پہلے اگر ماں نے بچیوں کے غیر محرم سے نکاح کر لیا تو حق پرورش ساقط ہو جائے گا جوہرہ نیرہ میں ہے اذا وقعت الفرقة بين الزوجين فالام احق بالجارية حتى تحيض ملتقطاً۔ واللّٰہ و رسولہ اعلم

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۱۲ر جمادی الاولیٰ ۹۹ھ

مسئلہ

از شبیر حسن موضع ملہورا برگدوا (راج نیپال)

زید بہت کم پڑھا لکھا آدمی ہے اس لئے اس کو صحیح طور پر مضمون نگاری کا سلیقہ معلوم نہیں کم مائیگی علم کی بنا پر اس نے اپنی بیوی کو صرف ایک طلاق دینے کے ارادے سے کاغذ اور قلم اٹھایا اتنے میں لوگوں کی بھیڑ زیادہ ہو گئی لکھنے میں زید کے ہاتھ کانپ گئے اب زید ایک طلاق لکھنے کے بجائے ۲ دو طلاق اس طرح سے تلاک تلاک لکھ کر قلم زد کر دیا اور اس کے بغل میں صرف ایک لفظ طلاق لکھا ایک ہی مجلس میں وہ بھی اس طرح سے تلاک حالانکہ زید کی نیت صرف ایک طلاق کی تھی محض دھمکانے کے لئے۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ زید کے اس تحریر سے اس کی بیوی پر کون سی طلاق واقع ہوئی؟

نقلِ طلاق نامہ

جناب مجیب اللہ چچا صاحب! السلام علیکم کے بعد معلوم ہو کہ آپ کی لڑکی کے ساتھ میرا نکاح ہوا تھا۔ آپ کی لڑکی میرے گھر پر تھی وہاں سے بھاگ آئی آپ کے گھر میں کئی بار آیا لے جانے کے واسطے مگر آپ نے نہیں بھیجا۔ اس لئے آپ کی لڑکی کو میں تلاک تلاک تلاک دے دیتا ہوں۔

دستخط شبیر حسن

الجواب صورت مستفسرہ کا اصل طلاق نامہ دیکھنے سے ظاہر ہوا کہ عورت مدخولہ ہے تو زید کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہو گئی۔ اس لئے کہ طلاق زبان سے دینا یا لکھنا انشاء ہے خبر نہیں اور انشاء غلط نہیں ہوتا لہٰذا قلم زد کرنے کے باوجود دو طلاق واقع ہو گئی پھر جب تیسری طلاق لکھی تو وہ بھی واقع ہو گئی اصول فقہ میں ہے لایجوز التراجوع عن الطلاق لانہ نسخ ولیس للعبد ذلک۔ اور نیت اگرچہ ایک طلاق کی رہی ہو مگر جب تین طلاق لکھی تو تینوں واقع ہو گئیں اور طلاق غلط املا سے بھی واقع ہو جاتی ہے اور ایک مجلس میں بھی تین طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ ھکذا فی الکتب الفقہیۃ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۵ر جمادی الاولیٰ ۹۹ھ

مسئلہ از عبدالجبار محلہ پنچان خیاطاں فیض آباد

زید کا نکاح ہندہ سے ہوا تھا ہندہ حق زوجیت ادا کرتی تھی۔ ازدواجی زندگی دونوں گذار رہے تھے۔ بکر کا عقد شاہ جہاں سے ہوا تھا اور یہ بھی دو سال کے قریب بکر اپنی زوجہ شاہ جہاں کے ساتھ ازدواجی زندگی بسر کر رہا تھا۔ تخمیناً نکاح کے دو، تین سال بعد بکر کی بیوی شاہ جہاں نے پنچوں کے روبرو بحلف بیان دیا کہ میرے شوہر بکر کا تعلق ہندہ سے ہے گواہی اور شہادت سے عیب ثابت ہوا۔ باوجود اس کے بکر کے والدین بروئے حلف بکر کا ہندہ سے ناجائز تعلق کا انکار کرتے تھے۔ اسی درمیان میں ہندہ بکر کے ساتھ کلکتہ چلی گئی تھی بعدہ زید پاکستان چلا گیا اور پاکستان میں موجود ہے۔ ہندہ نے بکر کے ساتھ عقد کر لیا۔ پنچوں نے حقہ پانی بند کر دیا۔ کلکتہ میں دو سال کا عرصہ ہوا بکر کے متعلقین خواہش کرتے ہیں کہ ہم کو شامل برادری کر لیا جائے ایسی صورت میں جب کہ زید پاکستان چلا گیا ہے اور اس کی بیوی نے بکر سے اپنا نکاح کر لیا ہے برادری کے لوگوں نے سخت اعتراض اٹھایا کہ زید نے اپنی منکوحہ

کو طلاق نہیں دیا جو نکاح ہوا ہے وہ ناجائز ہے اس پر ہماری برادری کے ایک فرد نے اپنا مندرجہ ذیل بیان دیا بکر کی پہلی بیوی اب تک اپنے میکہ میں موجود ہے جو اپنے والدین پر بار بنی ہے "آج مورخہ ۲۸ / مارچ ۱۹۶۸ء منجملہ پنچان مسمّی حیات محمد ولد آس محمد بحلف بیان کیا کہ میں نے ان سے یہ سوال کیا کہ ممانی کلکتہ میں اور تم یہاں ہو ایسی صورت میں یہ بات کچھ اچھی نہیں معلوم ہوتی اسے چھوڑ دیجئے ۔ اس وقت انھوں نے جواب دیا کہ میں ان کو دسیوں مرتبہ طلاق دے چکا ہوں" ایسی صورت میں حیات محمد کے حلفیہ بیان سے طلاق ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟

(۲) بکر نے ہندہ سے جو نکاح کیا ہے وہ جائز ہے یا ناجائز؟ (۳) بکر کی بیوی جو اپنے میکہ میں بیٹھی ہے اور بکر سے طلاق چاہتی ہے اس کے لئے کیا حکم ہے؟ (۴) بکر کے والدین کا جھوٹا حلف ثابت ہو تو اس کا کیا کفارہ ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

اللّٰھمّ ھدایۃ الحق والصواب (۱) طلاق کے ثبوت کے لئے دو مسلمان مرد عادل لائق شہادت شرعی کی شہادت شرعیہ درکار ہے لہٰذا صرف حیات کے حلفیہ بیان سے طلاق کا ثبوت نہ ہوگا جیسا کہ تفسیرات احمدیہ مطبوعہ رحیمیہ ص ۱۲۵ میں ہے فی غیر الحدود والقصاص ان کان مما یطلع علیہ الرجل یقبل بشھادۃ رجلین او رجل وامرأتین سواء کان مالا او غیر مال عندنا۔

(۲) صورت مستفسرہ میں بکر کا ہندہ سے نکاح کرنا شرعاً باطل ہے ہرگز ہرگز منعقد نہ ہوا۔ (۳) اگر بکر پہلی بیوی کو نان ونفقہ دے سکتا ہے اور حسن سلوک وعدل وانصاف کے ساتھ شاہ جہاں کو رکھنے کے لئے تیار ہے تو اس پر لازم ہے کہ اپنے شوہر کے ساتھ رہے۔ اور اگر بکر شاہ جہاں کو نان ونفقہ نہیں دے سکتا یا نان ونفقہ تو دے سکتا ہے مگر حسن سلوک وعدل وانصاف کے ساتھ پیش نہیں آئے گا تو بکر پر لازم ہے کہ وہ شاہ جہاں کو طلاق دیدے پھر بعد انقضائے عدت وہ دوسرے سے نکاح کرسکتی ہے۔ طلاق وعدت سے پہلے دوسرے سے نکاح ہرگز ہرگز منعقد نہ ہوگا۔ (۴) زمانۂ آئندہ کے بارے میں قسم کھا کر توڑنے سے کفارہ لازم آتا ہے اور زمانۂ گذشتہ کے بارے میں جھوٹی قسم کھانے پر شرع نے کوئی کفارہ مقرر نہیں فرمایا ہے ہاں جو قسم جھوٹی زمانۂ گذشتہ کے بارے میں علانیہ کھائی گئی ہو اس قسم کے جھوٹی ہونے کا اعلان کرنا اور صدق دل سے علانیہ توبہ واستغفار کرنا واجب ہوگا ھذا ما ظھر لی والعلم بالحق عند اللہ تعالیٰ جل جلالہ وصلی المولیٰ تعالیٰ علیہ وسلم۔

کتبہ

جلال الدین احمد الامجدی

۱۳ / جمادی الاولیٰ ۱۳۸۸ھ

مسئلہ ازخواجہ معین الدین رضوی منجانب چیرمین تنظیم رضا گارڈن بیٹھ ہبلی ضلع دھارواڑ (کرناٹک)

زید کی شادی ماہ جبین آرا سے چھ سال پیشتر ہوئی تھی شادی کے بعد دونوں نے میاں بیوی ایک سال تک زندگی گذاری۔ زید شرابی تھا اور حالت نشہ میں بیوی پر ظلم ڈھایا کرتا تھا پھر بھی ایک سال تک بیوی اپنے شوہر کے ساتھ ظلم سہتے ہوئے برداشت کرتی رہی۔ نوبت یہاں تک پہونچ گئی کہ زید اپنی بیوی کی جان لینے پر آمادہ ہوگیا۔ بالآخر اس نے اپنی بیوی کو گھر سے نکال دیا جس کی وجہ سے وہ چاروناچار اپنے میکہ چلی آئی دریں اثنا لڑکی کے والدین نے اراکین جماعت محلہ کے ذریعہ دونوں میں سمجھوتہ کی کوشش کی لیکن زید نے اپنی بیوی کے ساتھ زندگی گذارنے سے صاف انکار کردیا۔ بیوی کی زبانی معلوم ہوا کہ زید نامرد ہے اور اس سے نہ کوئی اولاد ہوئی۔

مندرجہ بالا تمام حالات کورٹ میں پیش کئے گئے بعدازاں زید کورٹ میں حاضر نہ ہوسکا جس کی وجہ سے منصف نے ماہ جبین آرا کو اس کے شوہر زید سے طلاق دلوایا۔ اب سوال یہ ہے کہ واقعی یہ طلاق عورت پر ثابت ہوئی یا نہیں ؟ از روئے شریعت مطہرہ آگاہ فرمائیں عین نوازش ہوگی۔

الجواب بعون الملک العزیز الوھاب صورت مسئولہ میں زید کورٹ میں حاضر نہ ہوسکا جس کی وجہ سے جج نے ماہ جبین آرا کو اس کے شوہر زید سے طلاق دلوائی" استفتاء کی یہ عبارت محل نظر ہے اس لئے کہ جب زید کورٹ میں حاضر نہ ہوسکا تو جج نے طلاق دی تو واقع نہ ہوئی اس لئے کہ طلاق کا مالک شوہر ہے نہ کہ موجودہ کچہری کا جج حدیث شریف میں ہے اَلطَّلَاقُ لِمَنْ اَخَذَ بِالسَّاقِ پھر اگر شوہر نے طلاق نہ دی اور وہ واقعی نامرد ہے اور طلاق دینے سے انکار کرتا ہے اور بیوی شوہر سے چھٹکارہ چاہتی ہے تو وہ ضلع کے سب سے بڑے سُنی صحیح العقیدہ عالم کے حضور فسخ نکاح کا دعویٰ کرے عالم اس کا دعویٰ سن کر شرع کے مطابق نکاح فسخ کردے گا کہ سلطان اسلام اور قاضی شرع نہ ہونے کی صورت میں ضلع کا سب سے بڑا سنی صحیح العقیدہ عالم ان کے قائم مقام ہے حدیقۂ ندیہ میں ہے اذا خلا الزمان من سلطان ذی کفایۃ فی الامور موکلۃ الی العلماء ویلزم الامۃ الرجوع الیھم ویصیرون ولاۃ فاذا عسر جمعھم علی واحد استقل کل قطر باتباع علمائہ فاذا کثروا فالمتبع اعلمھم فان استووا اقرع بینھم اھ۔ وھو تعالیٰ اعلم والیہ المرجع والمآب۔

کتبہ

جلال الدین احمد الامجدی

۱۲ر شوال المکرم ۹۹ھ

مسئلہ از بسم اللہ مقام گوبند پور پوسٹ پوکھر بھنڈا۔ ضلع گورکھپور۔

زید نے اپنی مدخولہ بیوی ہندہ کو دو طلاق دی زید کا کہنا ہے کہ غصہ کی حالت میں طلاق واقع نہ ہوگی اس وجہ سے ہندہ ابھی تک میری بیوی ہے کیا زید کا کہنا صحیح ہے؟ اور کیا ہندہ پر طلاق واقع ہوگئی؟ اگر واقع ہوئی تو کونسی طلاق اور اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب اللّٰھمّ ھدایۃ الحق والصواب غُصّہ اگر اس حد کو پہونچ جائے کہ اس سے عقل زائل ہو جائے خبر نہ رہے کہ کیا کہتا ہے اور زبان سے کیا نکلتا ہے تو ایسی حالت کی طلاق واقع نہیں ہوگی۔ مگر غصہ کی یہ حالت بہت نادر ہے لہٰذا صورت مسئولہ میں زید اگر اس حالت کو نہ پہونچا تھا تو صرف غصہ ہونا اسے مفید نہیں اس کی بیوی پر دو طلاق واقع ہوگئی کہ طلاق اکثر غصہ ہی میں دیجاتی ہے پھر اگر زید اس سے پہلے اسے اور طلاق نہ دے چکا ہو اور یہ دو طلاق رجعی دی ہو تو شوہر عدت کے اندر عورت کی مرضی کے بغیر بھی رجعت کر سکتا ہے اور بعد عدت عورت کی مرضی سے نئے مہر کے ساتھ دوبارہ نکاح کر سکتا ہے اور اگر دو طلاق بائن دی ہو تو شوہر عدت کے اندر اور بعد عدت عورت کی مرضی سے دوبارہ نکاح کر سکتا ہے رجعت نہیں کر سکتا۔ اور اگر اس سے پہلے اس عورت کو اور طلاق دے چکا ہے یا موقع مذکور پر حقیقت میں تین طلاق دی ہے مگر غلط بیانی سے کام لیتے ہوئے صرف دو طلاق بتاتا ہے تو ان صورتوں میں حلالہ کے بغیر زید کا اس عورت سے دوبارہ نکاح کرنا جائز نہیں قال اللہ تعالیٰ فان طلقھا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ (پارۂ دوم رکوع ۱۳) وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۲۳ر شوال المکرم ۱۳۹۹ھ

مسئلہ از برساتی نیبورہ پوسٹ دوبولیا بازار ضلع بستی

گلشن بانو کی شادی فقیر محمد سے ہوئی۔ گلشن بانو پہلی رخصتی میں ایک رات اپنے شوہر کے ساتھ رہی پھر دوسری رخصتی میں آٹھ رات رہی۔ کچھ نااتفاقی کی بنا پر گلشن بانو کے گھر والوں نے فقیر محمد سے زبردستی طلاق لینی چاہی تو فقیر محمد نے کہا کہ زبردستی طلاق لینا جائز نہیں لیکن آپ لوگ جب چاہتے ہیں تو میں طلاق دیتا ہوں۔ اس پر ایک مولوی صاحب نے کہا کہ تم نام لے کر طلاق دو تو اس نے پھر دوبار اپنی بیوی کا نام لے کر طلاق دی۔ اور کہا میں دل سے طلاق نہیں دے رہا ہوں۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ مذکورہ صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اب گلشن بانو کے گھر والے اسے فقیر محمد کے ساتھ بھیجنا چاہتے ہیں تو اس کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب فقیر محمد نے جس وقت یہ کہا کہ زبردستی طلاق لینا جائز نہیں لیکن جب آپ لوگ چاہتے ہیں تو میں طلاق دیتا ہوں۔ اس جملہ سے ایک طلاق واقع ہوئی۔ پھر جب اس نے دوبار اپنی بیوی کا نام لے کر طلاق دی تو اس پر طلاق مغلظہ واقع ہو گئی کہ اب بغیر حلالہ وہ شوہر اول فقیر محمد کے لئے حلال نہیں۔ قال اللہ تعالیٰ فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ (پ ۲ ع ۱۳) اور زبان سے طلاق دینے پر واقع ہو جاتی ہے اگرچہ زبردستی ہو اور دل سے نہ ہو جیسا کہ درمختار مع شامی جلد دوم صــ۴۲۱ــ میں ہے یقع طلاق کل زوج بالغ عاقل ولو مکرها او هازلا اھ۔ هذا ما ظهر لی والعلم بالحق عند اللہ تعالیٰ ورسوله جل شانہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۱۴ر شوال المکرم ۱۴۰۲ھ

مسئلہ از محمد امین گلزار ہوٹل شاشتری نگر کلیان روڈ بھیونڈی ضلع تھانہ

ایک شخص نے اپنے خسر کے پاس اپنی مدخولہ بیوی کے بارے میں خط لکھا کہ آپ اپنی لڑکی کو اپنے ہمراہ لیتے جاؤ کیونکہ آپ کی لڑکی میرے پسند کی نہیں ہے اور میں اس خط میں جواب بھی دیتا ہوں تعلاق تعلاق تعلاق۔ اب آپ کی لڑکی سے ہمیں کوئی واسطہ نہیں ہے۔ سوال یہ ہے کہ شخص مذکور کی بیوی پر طلاق واقع ہوئی کہ نہیں؟ جب کہ وہ شخص تحریر لکھنے کا پنچایت میں اقرار بھی کر چکا ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ لڑکی طلاق کے وقت چونکہ حاملہ تھی اس لئے طلاق نہیں پڑے گی۔ اگر شخص مذکور پھر اس بیوی کو رکھنا چاہے تو اس کے لئے کیا صورت ہے؟

الجواب صورت مستفسرہ میں شخص مذکور کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہو گئی اگرچہ وہ حالت حمل میں تھی کہ حمل مانع طلاق نہیں۔ یہ سمجھنا کہ "حالت حمل میں طلاق نہیں پڑتی" غلط ہے لہذا اب بغیر حلالہ شخص مذکور اپنی اس بیوی کو دوبارہ نہیں رکھ سکتا قال اللہ تعالیٰ فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ (پ ۲ ع ۱۳) هذا ما ظهر لی وهو اعلم بالصواب

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۱۴ر شوال المکرم ۱۴۰۲ھ

مسئلہ از جمال الدین ساکن بالاپور ضلع پرتاب گڑھ (یوپی)

ایک شخص نے اپنی مدخولہ بیوی کے بارے میں لکھ کر بھیجا کہ زبیدہ میں تمہیں طلاق دے رہا ہوں زبیدہ میں تمہیں طلاق دے رہا ہوں۔ زبیدہ میں تمہیں طلاق دے رہا ہوں۔ تو زبیدہ پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب شخص مذکور نے اگر واقعی اپنی بیوی زبیدہ کو اس قسم کی تحریر لکھ کر روانہ کی ہے تو زبیدہ پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی لان القلم احد اللسانین۔ عدت گذارنے کے بعد زبیدہ کسی سُنّی صحیح العقیدہ سے دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔ ھٰذا ما عندی وھو اعلم بالصواب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۷ ر رجب المرجب ۱۴۰۲ھ

مسئلہ از صاحب علی چرئی بزرگ پوسٹ اسنہر اضلع بستی

ایک شخص نے اپنی مدخولہ بیوی کو تین یا اس سے زیادہ زبانی طلاق دی ہے تو طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اگر زبانی دی اور لکھ کر نہیں دی یا لکھوایا اور خود نہیں لکھا نہ اس پر دستخط کیا تو طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اگر وہی شوہر پھر اس عورت کو رکھنا چاہے تو کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب مذکورہ عورت اگر اپنے شوہر کی مدخولہ ہے اور شوہر نے اس کو کم سے کم تین طلاق دی ہے تو چاہے لکھ کر دی ہو یا زبانی۔ اور خود لکھا ہو یا دوسرے سے لکھنے کے لئے کہا ہو اور لکھنے کے بعد دستخط کیا ہو یا نہ کیا ہو بہر صورت عورت پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی۔ اگر وہی شوہر پھر اس عورت کو رکھنا چاہے تو عورت عدت گذارنے کے بعد دوسرے سے صحیح نکاح کرے دوسرا شوہر اس کے ساتھ ہمبستری کرے پھر وہ مر جائے یا طلاق دیدے۔ تو عورت دوبارہ عدت گذارنے کے بعد پہلے شوہر سے نکاح کر سکتی ہے۔ اگر دوسرے شوہر نے ہمبستری نہیں کی اور مر گیا یا طلاق دیدی تو اس صورت میں پہلا شوہر اس سے نکاح نہیں کر سکتا کما فی حدیث العسیلۃ اس طرح دوسرے کے ساتھ نکاح کرنے کو حلالہ کہتے ہیں۔ اگر حلالہ کے بغیر پہلا شوہر اسے بیوی بنائے تو سب مسلمان اس کا بائیکاٹ کریں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے ارشاد خداوندی ہے واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین (پ ۷ ع ۱۴) وھو سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۸ ر جمادی الاخریٰ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ از علی پور ضلع گونڈہ مرسلہ عبد الغفور

عمرو اپنی بیوی کو کسی بنا پر مار رہا تھا اسی وقت اتفاقاً محکمہ پولیس مقامی کے سپاہی و چوکیدار آ گئے عمرو سے کہا تم نے اپنی بیوی کو کیوں مارا پھر عمرو کو پولیس نے مارا یہ خوف کے مارے بھاگ کر اپنے گھر میں گھس گیا بعدہٗ پولیس

نے اس کو پکڑ کر مکان کے اندر سے نکالا اور اس پر جبراً و قہراً دباؤ ڈالا کہ میرے سامنے تم اپنی بیوی کو طلاق دو ورنہ مار لگا
اور بند بھی کر دونگا اور اس قسم کی بہت سی دھمکیاں دیں بس عمرو نے پولیس کے خوف سے اپنی بیوی کو تین مرتبہ کہا کہ طلاق
دیا میں نے تم کو۔ یہ عمرو نے پولیس کے کہلوانے پر کہا۔ عمرو اپنی بیوی کو اس کے بعد بھی اپنے گھر رکھے ہوئے ہے تو اس
کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب صورت مسئولہ میں جب عمرو نے اپنی بیوی سے تین مرتبہ کہا کہ میں نے تجھے
طلاق دی تو اس کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی لہذا عمرو اس عورت سے میاں بیوی کے تعلقات ہرگز قائم نہ رکھے
ورنہ دونوں سخت حرام کار زناکار لائق عذاب قہار اور دین و دنیا میں روسیاہ و شرمسار ہوں گے بعد حلالہ اسے پھر اپنے
نکاح میں لاسکتا ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۹ محرم الحرام ۱۳۸۲ھ

مسئلہ

از محمد شفیع سگانگر ضلع گونڈہ

ایک شخص نے اپنی مدخولہ بیوی کو پنچایت میں تین مرتبہ کہا کہ میں طلاق دیتا ہوں میں طلاق دیتا ہوں میں طلاق
دیتا ہوں مگر بیوی کا نام نہیں لیا تو طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اب اگر دونوں میاں بیوی کی طرح آپس میں مل کر رہیں
تو شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر دوبارہ ساتھ رہنا چاہیں تو کیا صورت ہو سکتی ہے؟

الجواب شخص مذکور کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی فوراً ایک دوسرے سے
جدا ہو جائیں اور آپس میں میاں بیوی کے تعلقات ہرگز قائم نہ کریں ورنہ دونوں دین و دنیا میں روسیاہ و شرمسار
اور لائق عذاب قہار ہوں گے۔ اگر شخص مذکور اس عورت سے پھر نکاح کرنا چاہتا ہے تو اس کی بیوی عدت گذار کر دوسرے
سے نکاح کرے یہ دوسرا شوہر اس سے ہمبستری کرنے کے بعد طلاق دیدے تو پھر عدت گذار کر شوہر اول کے ساتھ دوبارہ
نکاح کر سکتی ہے اگر شوہر ثانی نے ہمبستری کئے بغیر طلاق دیدی تو شوہر اول کے ساتھ ہرگز ہرگز نکاح نہیں ہو سکتا ہے۔
واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۴ صفر المظفر ۱۳۸۳ھ

مسئلہ

از شیخ محمد یوسف ڈرائیور موضع گورہ پوسٹ گورہ کٹاری ضلع سلطانپور

زید اپنی بیوی ہندہ کو رخصت کرانے کے لئے گیا تو ہندہ کے والد نے کہا کہ تم ہماری لڑکی کو طلاق دیدو ورنہ میں
تم سے زبردستی طلاق لے لوں گا تو زید نے مار کھانے کے ڈر سے مجبوراً طلاق دیدی۔ تو یہ طلاق زید کی بیوی ہندہ پر

واقع ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب اگر اکراہ شرعی پایا گیا مثلاً ہندہ کے والد نے قتل کرنے یا ہاتھ پیر توڑ دینے کی دھمکی دی اور زید نے جانا کہ اگر میں طلاق نہیں دیتا ہوں تو یہ جیسا کہتا ہے کر ڈالے گا۔ تو اس صورت میں اگر زید نے صرف طلاق نامہ لکھ دیا مگر نہ دل میں طلاق کی نیت تھی اور نہ زبان سے کہا تو طلاق واقع نہ ہوئی۔ اور اگر اکراہ شرعی نہیں پایا گیا اور طلاق لکھ دی یا زبان سے طلاق دی ہے تو ان صورتوں میں واقع ہو گئی تنویر الابصار میں ہے یقع طلاق کل زوج بالغ عاقل ولو مکرھا۔ وھو تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۷/ صفر المظفر ۱۴۰۳ھ

مسئلہ از مصطفےٰ حسین موضع چھپیاگڈھ کھرہریا پوسٹ پراسی ضلع بٹول (راج نیپال)

زید نے محمود کی بیوی کو بغیر طلاق لئے رکھ لی محمود نے کچہری میں مقدمہ دائر کیا زید کی گرفتاری ہوئی بہر حال محمود نے ۲۱۰ روپئے لیکر اپنی بیوی کو طلاق دیدی طلاق نامہ لکھا گیا محرر غیر مسلم ہے اور طلاق نامہ بھی اسی کے پاس ہے بغیر روپئے لئے کاغذ دینے سے انکار کر رہا ہے اور محمود بھی انکار کر رہا ہے حالانکہ طلاق نامہ پر دستخط کر چکا ہے گواہ بھی موجود ہیں۔ تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ محمود کی بیوی پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اور یہ دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب صورت مسئولہ میں محمود کی بیوی پر طلاق واقع ہو گئی طلاق نامہ حاصل کئے بغیر عدت گذارنے کے بعد دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۹/ ذی القعدہ ۱۳۸۲ھ

مسئلہ از ہریا ضلع بستی مرسلہ عبد الرزاق خاں

عظیم اللہ نے ہوش وحواس کی درستگی میں اپنی بیوی کریمن کو پہلے تین مرتبہ زبان سے طلاق دی اور پھر مرتب شدہ طلاق نامہ پر خوشی سے اپنی دستخط کی۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ کریمن پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اگر واقع ہوئی تو کونسی طلاق؟

الجواب صورت مسئولہ میں بر صدق مستفتی عظیم اللہ کی بیوی کریمن پر طلاق واقع ہو گئی۔ کریمن اگر عظیم اللہ کی مدخولہ بیوی تھی تو طلاق مغلظہ واقع ہوئی کہ بے حلالہ عظیم اللہ کے لئے حلال نہیں ہو سکتی اور

اگر مدخولہ نہیں تھی تو ایک طلاق بائن واقع ہوئی کہ بغیر حلالہ عظیم اللہ کریمن سے نئے مہر کے ساتھ دوبارہ نکاح کرسکتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۳ھ

مسئلہ

از عبدالرحیم قادری پکورہ ضلع گونڈہ

زید نے اپنی مدخولہ بیوی ہندہ کو بذریعہ خط طلاق لکھوا کر اپنے گھر بھیجا کہ میں خوشی دل سے طلاق دیتا ہوں۔ طلاق دیتا ہوں۔ طلاق دیتا ہوں اور میں ہندہ کو یہاں سے خدا کے گھر تک نہیں رکھوں گا تو ایسی صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اگر ہوئی تو کون سی؟

الجواب

صورت مستفسرہ میں اگر زید نے تین طلاق لکھنے کا حکم دیا۔ یا طلاق لکھنے کا حکم دیا اور تعداد نہیں ذکر کی اور لکھنے والے نے تین طلاق لکھدی اور زید کو پڑھ کر سنایا تو زید نے تصدیق کی یا سکوت اختیار کیا ان تمام صورتوں میں زید کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی ردالمحتار صفحہ ۴۴۲ ج ۲ میں ہے لو قال للکاتب اکتب طلاق امرأتی کان اقرارا بالطلاق وان لم یکتب واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ

از عبدالرحمٰن چودھری قصبہ مہنداول ضلع بستی

شوہر نے ایک ہندو سے کہا کہ تم طلاق لکھدو اس نے ہندی میں طلاق نامہ لکھا کہ پنچ صاحبو! سلام علیکم میں نے غلام رسول کی لڑکی کو طلاق دیا ہم دیا ہمارے اللہ نے دیا یہی تین بار لکھا کاغذ لکھتے وقت ان دونوں کے علاوہ وہاں کوئی نہ تھا۔ شوہر بھی جاہل ہے کاغذ پر نہ تو اس نے دستخط کی اور نہ انگوٹھا ہی لگایا ہے اب پنچایت کے اندر شوہر کہہ رہا ہے کہ میں نے ایک ہی بار طلاق دی ہے عورت اس کی مدخولہ بھی ہے تو کتنی طلاق واقع ہوئی واضح فرمائیں۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں شوہر نے اگر واقعی لکھنے والے سے یوں کہا کہ ایک بار طلاق لکھدو۔ یا طلاق لکھدو۔ اور لکھنے والے نے تین بار طلاق لکھدی اور وہ تحریر شوہر کو پڑھ کر نہیں سنائی یا سنائی مگر شوہر نے تین طلاق کی تصدیق نہیں کی نہ اس پر دستخط کی تو اس کی بیوی پر ایک طلاق رجعی واقع ہوئی۔ اس صورت میں اگر شوہر چاہے تو قبل انقضائے عدت اپنی بیوی سے رجعت کرسکتا ہے نکاح کی ضرورت نہیں اور اگر عدت ختم ہوگئی تو اب عورت کی رضا سے دوبارہ نکاح کرسکتا ہے حلالہ کی ضرورت نہیں ـــــ اور

اگر شوہر نے یوں کہا کہ تین مرتبہ طلاق لکھ دو تو اس کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہو گئی کہ بغیر حلالہ شوہر اول کے لئے حلال نہ ہو گی مگر اس سلسلے میں لکھنے والے ہندو کی گواہی معتبر نہ ہو گی شوہر پر واجب ہے کہ وہ صحیح بیان دے ورنہ سخت گنہگار حرام کار لائق عذاب قہار ہو گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۷ ربیع الاول ۱۳۸۵ھ

مسئلہ

از محمد ادریس موضع شاہ پور ضلع بستی

زید نے اپنی مدخولہ سے کہا کہ میں نے تجھے طلاق دی۔ میں نے تجھے طلاق دی۔ میں نے تجھے طلاق دی۔ اب زید اپنی بیوی کو رکھنا چاہتا ہے تو اس کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب

صورت مسئولہ میں زید کی مدخولہ بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہو گئی بغیر حلالہ وہ زید کے لئے حلال نہ ہو گی ـــــ حلالہ کی صورت یہ ہے کہ عورت مذکور عدت گذارنے کے بعد دوسرے سے نکاح صحیح کرے اور وہ شوہر اس کے ساتھ ہمبستری کرے پھر دوسرا شوہر مر جائے یا طلاق دیدے تو عدت پوری ہو جانے کے بعد زید اس سے نکاح کر سکتا ہے ـــ اگر بغیر ہمبستری کے طلاق دیدی تو زید اس سے نکاح نہیں کر سکتا ہے کما قال اللہ تعالیٰ فان طلقھا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ (پ ۲ ع ۱۳) اور حدیث شریف میں ہے عن عائشۃ قالت جاءت امرأۃ رفاعۃ القرظی الی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقالت انی کنت عند رفاعۃ فطلقنی فبت طلاقی فتزوجت بعدہ عبد الرحمن بن الزبیر ومامعہ الا مثل ھدبۃ الثواب فقال اتریدون ان ترجعی الی رفاعۃ قالت نعم قال لا حتی تذوقی عسیلتہ ویذوق عسیلتک رواہ البخاری والمسلم (مشکوٰۃ شریف) وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد امجدی
۷ شعبان المعظم ۱۴۰۱ھ

مسئلہ

از محمد عباس نیا بازار۔ کوٹلہ باسہ (نیپال)

ہندہ سنی صحیح العقیدہ کی شادی بکر سنی صحیح العقیدہ کے ساتھ ہوئی کچھ عرصہ کے بعد دنیادی گھریلو جھگڑا کے باعث ہندہ اپنے میکے باپ کے پاس چلی گئی ہندہ منکوحہ کے باپ نے اپنے داماد بکر سے کہا کہ تم میری لڑکی ہندہ کو طلاق دیدو لیکن بکر نے طلاق نہیں دیا۔ جب بکر نے طلاق نہیں دیا تو ہندہ کے باپ نے عدالت سے دستی کاغذ نکلوا کر ہندہ کی شادی ایک وہابی زید کے ساتھ کر دی اور ہندہ کو مجبور کر کے زید کے یہاں بھیج دیا۔ اب ہندہ زید کے

یہاں دوبارہ جانے سے انکار کرتی ہے اور کہتی ہے کہ زید وہابی ہے میں وہاں نہیں جاؤں گی۔ میں بکر ہی کے ساتھ رہونگی سوال یہ ہے کہ کیا بکر جو کہ پہلا شوہر ہے ہندہ کو نکاح اول پر رکھ سکتا ہے کہ دوبارہ نکاح کی ضرورت ہے اور زید کے ساتھ بغیر بکر کے طلاق دئے ہوئے ہندہ کا نکاح درست ہوگیا تھا کہ نہیں۔ زید بھی طلاق نہیں دیتاہے۔ بکر کو جو پہلا شوہر ہے ہندہ کو رکھنے میں زید سے جو وہابی ہے طلاق لینے کی ضرورت ہے یا نہیں؟ بینوا وتوجروا

الجواب صورت مستفسرہ میں جب کہ بکر نے اپنی بیوی ہندہ کو طلاق نہیں دی تھی تو اب بھی بدستور وہ بکر کی بیوی ہے کہ طلاق کا اختیار شوہر کو ہے نہ کہ کچہری کو حدیث شریف میں ہے الطلاق لمن اخذ بالساق لہذا طلاق حاصل کئے بغیر جو نکاح زید کے ساتھ ہوا وہ ہرگز درست نہ ہوا اگرچہ وہ سنی ہی کیوں نہ ہو اور جب زید کے ساتھ نکاح نہ ہوا تو اس سے طلاق حاصل کرنے کی ضرورت نہیں اور نہ بکر کے ساتھ دوبارہ نکاح کرنے کی ضرورت ہے۔ البتہ ہندہ زید کے یہاں رخصت ہوکر جانے کے سبب سخت گنہگار ہوئی توبہ کرے اور اس کا باپ جس نے بکر سے طلاق حاصل کئے بغیر اپنی لڑکی کو دوسرے کے یہاں رخصت کردیا وہ بہت بڑا ظالم جفاکار ہے اور مستحق عذاب نار ہے۔ تاوقتیکہ وہ علانیہ توبہ واستغفار نہ کرے اور اپنے گناہ پر نادم وشرمندہ نہ ہو سب مسلمان اس کا اسلامی بائیکاٹ کریں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ قال اللہ تعالیٰ واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظٰلمین وھو تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۵ ذی الحجہ ۹۹ھ

مسئلہ از محمد اسلام گھڑی ساز فاضل نگر ضلع دیوریا (یوپی)

زید ایک سخت مرض میں گرفتار تھا اور اسی مرض میں زید کے پیٹ کا آپریشن بھی ہوا ڈاکٹر نے ایک ایسی دوا کھانے کو دی تھی جس میں نشہ تھا جس وقت زید دوا کھائے ہوئے تھا اس کی بیوی سے ناراضگی ہوگئی زید نے ایک ہی جگہ طلاق طلاق نو یا دس مرتبہ کہدیا۔ طلاق دیتا ہوں یا طلاق دیا اس طرح کا لفظ استعمال نہیں کیا لہذا اس مسئلہ میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ براہ کرم جواب سے نوازیں۔

الجواب حالت نشہ میں بھی طلاق واقع ہوجاتی ہے لہذا شوہر نے جبکہ بیوی سے ناراضگی کی حالت میں طلاق طلاق کا لفظ کئی بار کہا اگرچہ طلاق دیتا ہوں یا دی"، اس طرح کا کوئی لفظ استعمال نہ کیا قضاءً طلاق مغلظہ کے واقع ہونے کا حکم کیا جائے گا مدخولہ کی صورت میں۔ اور غیر مدخولہ کو ایک بائن نظراً الی الظاھر واللہ یتولی السرائر لیکن اگر شوہر حلف کے ساتھ بیان کرے کہ میرے ہوش وحواس بجا تھے اور میری نیت طلاق

واقع کرنے کی ... نہ تھی بلکہ طلاق کا لفظ بول کر بیوی کو ڈرانا مقصود تھا یا یہ مطلب تھا کہ طلاق دے دوں گا۔ تو شوہر کا بیان دیانۃً تسلیم کرلیا جائے گا اور طلاق کے واقع ہونے کا حکم نہ لیا جائے گا لکونہ امینا فی الاخبار عن نفسہ وقد اتی بما یحتملہ کلامہ اگر شوہر غلط بیانی سے کام لے گا تو زندگی بھر زناکاری کا گناہ اور وبال اس کے سر ہوگا۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ وھو سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
یکم ربیع النور ۱۴۰۰ھ

مسئلہ

از عبدالمنان محلہ لال باغ شہر فیض آباد

منتھر عبدالقیوم ولد شبراتی ساکن محلہ لال باغ شہر فیض آباد کا نکاح مسماۃ زیب النساء دختر درگاہی ساکن محلہ بیگم گنج مقبرہ شہر فیض آباد کے ساتھ عرصہ تقریباً آٹھ سال کا ہوتا ہے حسب شرع محمدی و رواج برادری مبلغ ایک سو چھپن روپیہ چھ آنہ چھ پائی مہر پر ہوا تھا بعدہٗ مسماۃ زیب النساء و منتھر بحیثیت زن و شوہر کے منتھر کے مکان پر محلہ لال باغ میں رہنے لگے اور اسی طرح قریب چار سال کا عرصہ گذر گیا اس کے بعد منتھر اور اس کی بیوی زیب النساء کے درمیان تعلقات خراب ہو گئے اور منتھر کی بیوی اپنے میکے چلی گئی اور اب تک واپس نہیں آئی اس درمیان میں منتھر کئی مرتبہ اپنی بیوی کو رخصت کرانے کی غرض سے اپنے سسرال گیا لیکن نہ تو اس کے گھر والوں نے اسے رخصت کیا اور نہ وہ خود میرے ساتھ آنے کے لئے راضی ہوئی۔ بالآخر منتھر نے تاریخ ۱۶ر جنوری ۱۹۶۹ء کو ایک قطعہ نوٹس رجسٹری شدہ اپنی مسماۃ زیب النساء کو دیا جسے اس نے لینے سے انکار کر دیا اس کے بعد بھی منتھر نے لوگوں کو اپنے سسرال اپنی بیوی کو رخصت کرانے کے لئے بھیجا لیکن وہ منتھر کے یہاں آنے کے لئے تیار نہ ہوئی ان تمام حالات کے پیش نظر منتھر اس نتیجے پر پہونچا کہ ہم میاں بیوی میں بحیثیت زن و شوہر کے گذارنے کی کوئی صورت ممکن نہیں ہے لہٰذا ہم دونوں کے لئے بہتر ہے کہ ایک دوسرے سے علیحدگی اختیار کرلیں۔ لہٰذا خوب سوچ سمجھ کر بلا کسی دباؤ کے روبرو گواہان مندرجہ ذیل منتھر کے آج بتاریخ ۲۳ر جولائی ۱۹۶۹ء کو اپنی بیوی مسماۃ زیب النساء کو طلاق دیا، طلاق دیا، طلاق دیا اب تاریخ امروز مسماۃ زیب النساء سے کسی قسم کا واسطہ و سروکار نہیں رہا۔ منتھر مہر مبلغ ایک سو چھپن روپیہ چھ آنا چھ پائی اور خرچ ایام عدت نیز سامان جہیز ہر وقت دینے کے لئے تیار ہے۔ مسماۃ زیب النساء کو اختیار ہے کہ جس وقت بھی وہ چاہے رقم مہر و خرچ عدت اور سامان جہیز آکر لے سکتی ہے۔

دستخط منتھر عبدالقیوم۔

دستخط گواہ محمد عمر بقلم خود ۲۳/۷/۶۹ دستخط گواہ محمد ادریس ۲۳/۷/۶۹

اب کیا فرماتے ہیں علمائے دین صورت مندرجہ بالا میں کہ طلاق واقع ہوئی کہ نہیں جب کہ رجسٹری لینے سے

عورت کے گھر والوں نے انکار کر دیا ہے مگر یہ کہ یہ بات ہر جگہ مشہور ہو گئی ہے کہ عبدالقیوم نے اپنی بیوی زیب النساء کو طلاق دے دیا ہے۔ امید کہ جواب باصواب سے نوازیں گے۔

الجواب صورت مستفسرہ میں برصدق مستفتی زیب النساء پر طلاق مغلظہ واقع ہو گئی۔

واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم بالصواب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۶ ر جمادی الاخریٰ ۱۳۸۹ھ

مسئلہ از مسجد علی۔ سمردھیرا۔ گورکھپور

منشی علی نے اپنی بیوی کو میکے میں چھوڑ رکھا ہے۔ منشی علی کی بیوی جوان ہے تخمیناً ۲۲ بائیس سال کی ہے نہ منشی علی لے جاتا ہے اور نہ ہی طلاق دیتا ہے۔ جب کوئی سوال کرتا ہے کہ کیوں اپنی بیوی نہیں لاتے ہو تو جواب دیتا ہے کہ اس کو طلاق دے دیا ہے۔ جاکر کہیں گھر کرلے تو یہ جواب اس کا صحیح ہے؟ دو آدمی مسلمان لڑکی کے باپ سے کہہ چکے اور تیسرا پھدلول کا ہے جو منشی علی کا رشتہ دار بھی ہے اور گواہ بھی اور گاؤں کے بھی دو چار آدمی تصدیق کرتے ہیں تو لڑکی نے دو سال انتظار کرکے گھر کر گئی ہم لوگ اس کو بلوائے کہ عام پنچ میں طلاق نامہ لکھدے تاکہ یہ حرام کاری چھوٹ جائے مگر منشی علی پنچ میں طلاق دینے سے راضی نہیں وہ چاہتا ہے کہ حرام کاری ہوتی رہے تو کیا اس کے اگلے جواب سے اس کا طلاق ہوا کہ نہیں اگر نہیں تو پھر کیا صورت اختیار کی جائے کہ جس سے حرام کاری چھوٹ جائے عندالشرع جیسا ہو جواب سے نوازیں۔ بینوا و توجروا

الجواب صورت مستفسرہ میں اگر واقعی منشی علی نے زبانی طلاق دی ہے جو کم از کم ۲ دو عادل مرد یا ایک عادل مرد اور ۲ دو عادلہ عورتوں کی گواہی سے ثابت ہے تو طلاق کے واقع ہونے کا حکم کیا جائیگا پھر اگر عورت منشی علی کی مدخولہ ہے تو جس دن پہلی بار اس نے طلاق دی ہے اُس دن سے عدت کا زمانہ شروع ہوگا بعد عدت کسی دوسرے سُنّی صحیح العقیدہ سے نکاح کر سکتی ہے اور اگر منشی علی کی مدخولہ نہیں ہے تو عورت پر عدت لازم نہیں۔ اور اگر وہ لوگ کہ اس کے طلاق دینے کی گواہی دیتے ہیں ان میں کم از کم دو عادل مرد نہ ہوں تو طلاق شرعاً ثابت نہ ہوگی۔ اس صورت میں دو عادل مرد منشی علی سے ملیں اور اس سے کہیں سنا ہے کہ تم نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی ہے اگر وہ کہے ہاں تو اس دن طلاق واقع ہونے کا حکم کیا جائے گا۔ اس صورت میں ان عادل مردوں سے ایک تحریر اس مضمون کی لکھا کر رکھ لی جائے کہ ہم لوگوں نے فلاں تاریخ اور فلاں مہینے میں منشی علی سے کہا کہ سنا ہے کہ تم نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہے تو اس نے کہا کہ ہاں۔ اور اگر کم از کم ۲ دو عادل مرد نہ ملیں

کی گواہیوں سے طلاق دینا ثابت نہ ہو سکے اور منشی علی دو عادل مردوں کے سامنے طلاق دینے کا اقرار بھی نہ کرے تو طلاق واقع ہونے کا حکم نہیں کیا جائے گا۔ اس صورت میں تھانہ یا حکام وغیرہ کے دباؤ سے جس طرح بھی ہو سکے طلاق حاصل کی جائے اور جب تک کہ شرعی طور پر دوسرا نکاح صحیح نہ ہو عورت مذکورہ کو اس کے نئے شوہر سے الگ رکھا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۰ ربیع الآخر ۶۹ھ

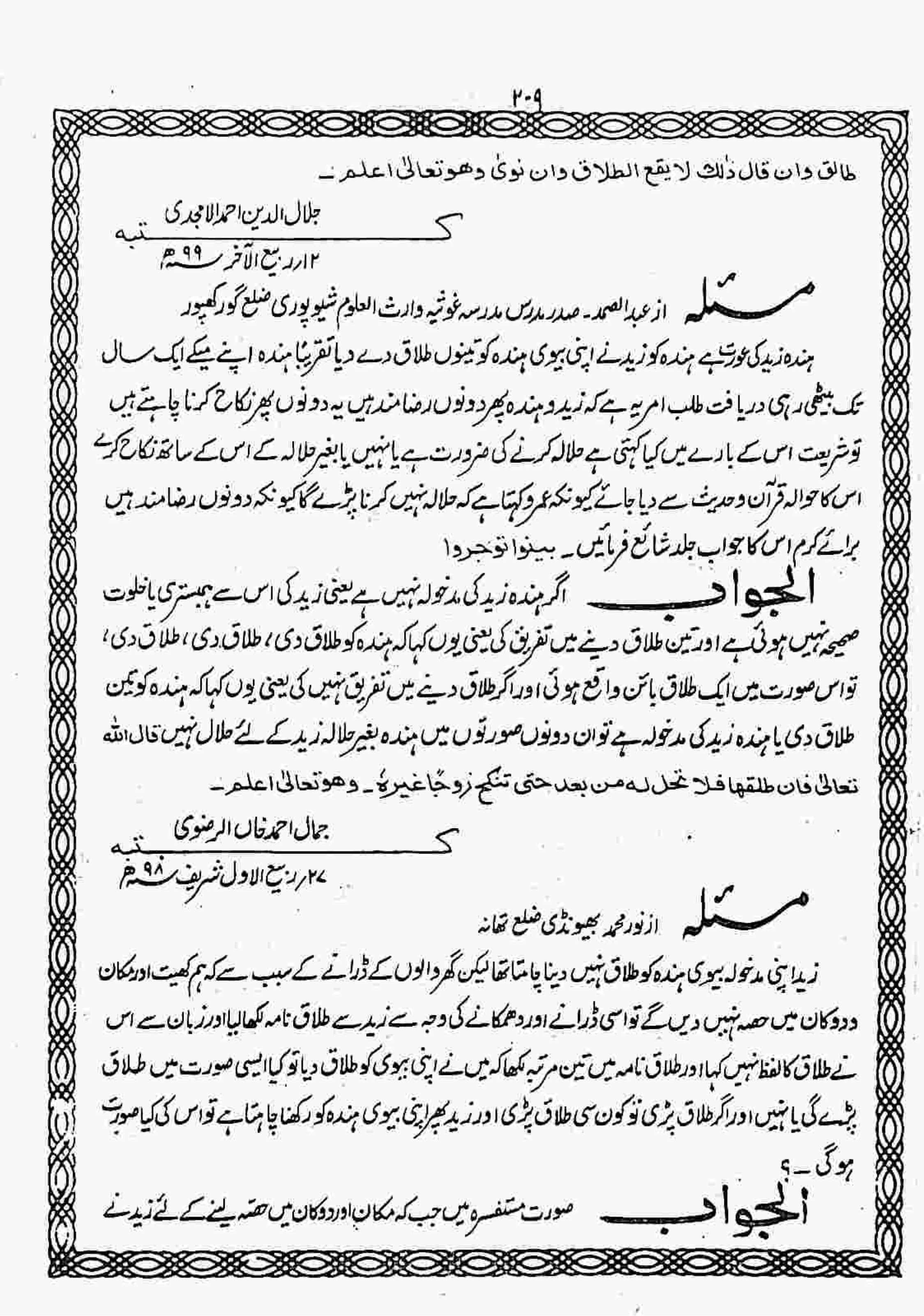
مسئلہ

از جعفر علی کھجری۔ ضلع بستی

ہندہ کا نکاح زید سے بچپن میں بلوغ سے پیشتر کر دیا گیا بعد بلوغ زید کا خط ملا کہ جب تک سائیکل، ریڈیو، گھڑی اور سونے کی انگوٹھی نہ دیں گے مجھے یہ رشتہ منظور نہیں ہے۔ پھر آگے لکھا ہے "کہ شادی میں نہیں کروں گا کیونکہ مجھ میں کچھ ایسے عیب ہیں کہ جس سے میں عورت کے لائق نہیں ہوں۔ بس یہ سمجھ لیجئے کہ میں اپنے حق سے الگ ہوں اب اس عورت پر میری کوئی ذمہ داری نہیں ہے اور نہ کوئی حق باقی ہے۔ سوال یہ ہے کہ صورت مذکورہ میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اگر ہوئی تو کونسی طلاق واضح فرمائیں؟

الجواب

اگر باپ دادا کا سوء اختیار نہ معلوم ہو تو ان کا کیا ہوا نکاح لازم ہو جاتا ہے کہ بعد بلوغ لڑکے کو اس کے توڑنے کا اختیار نہیں ہوتا۔ اور اگر باپ دادا کے غیر نے کیا تو بعد بلوغ فوراً اسی مجلس میں فسخ نکاح کا اختیار ہوتا ہے۔ جس کے لئے قضائے قاضی بھی شرط ہے لہذا اگر مجلس بدلنے کے بعد نامنظوری ظاہر کی تو بے کار ہے کہ مجلس بدلنے سے اختیار فسخ جاتا رہا ہاں طلاق دے سکتا ہے مگر اس صورت میں مقررہ مہر کا نصف اسے دینا پڑے گا کہ طلاق قبل دخول میں مقررہ مہر کا نصف واجب ہوتا ہے درمختار میں ہے لزم النکاح ولو بغبن فاحش بزیادۃ مہرہا او بغیر کفؤ ان کان الولی ابا او جدا لم یعرف منہما سوء الاختیار اھ۔ اور فتاویٰ عالمگیری جلد اول مصری ص۲۶۷ میں ہے ان زوجہما غیر الاب والجد فلکل منہما الخیار اذا بلغ ان شاء اقام علی النکاح وان شاء فسخ وہذا عند ابی حنیفۃ ومحمد رحمہما اللہ تعالیٰ ویشترط فیہ القضاء کذا فی الہدایہ اور زید کا جملہ بس یہ سمجھ لیجئے کہ میں اپنے حق الخ سے بھی طلاق واقع ہونے کا سوال نہیں پیدا ہوتا فتاویٰ رضویہ جلد پنجم ص۱۶۱ میں ہے کہ شوہر کے اس جملہ سے "کہ میری زوجہ کو طلاق سمجھی جائے" طلاق واقع نہ ہوئی اور فتاویٰ قاضی خاں میں ہے امرأۃ قالت لزوجہا مرا طلاق دہ فقال الزوج دادہ انگار او قال کردہ انگار لا یقع الطلاق وان نوی کانہ قال لہا بالعربیۃ احسبی انک.



طالق وان قال ذٰلك لا یقع الطلاق وان نویٰ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۲ ربیع الآخر ۹۹ھ

مسئلہ از عبد الصمد۔ صدر مدرس مدرسہ غوثیہ وارث العلوم شیوپوری ضلع گورکھپور

ہندہ زید کی عورت ہے ہندہ کو زید نے اپنی بیوی ہندہ کو تینوں طلاق دے دیا تقریباً ہندہ اپنے میکے ایک سال تک بیٹھی رہی دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید و ہندہ پھر دونوں رضامند ہیں یہ دونوں پھر نکاح کرنا چاہتے ہیں تو شریعت اس کے بارے میں کیا کہتی ہے حلالہ کرنے کی ضرورت ہے یا نہیں یا بغیر حلالہ کے اس کے ساتھ نکاح کرے اس کا حوالہ قرآن وحدیث سے دیا جائے کیونکہ عمرو کہتا ہے کہ حلالہ نہیں کرنا پڑے گا کیونکہ دونوں رضامند ہیں برائے کرم اس کا جواب جلد شائع فرمائیں۔ بینوا توجروا

الجواب اگر ہندہ زید کی مدخولہ نہیں ہے یعنی زید کی اس سے ہمبستری یا خلوت صحیحہ نہیں ہوئی ہے اور تین طلاق دینے میں تفریق کی یعنی یوں کہا کہ ہندہ کو طلاق دی، طلاق دی، طلاق دی، تو اس صورت میں ایک طلاق بائن واقع ہوئی اور اگر طلاق دینے میں تفریق نہیں کی یعنی یوں کہا کہ ہندہ کو تین طلاق دی یا ہندہ زید کی مدخولہ ہے تو ان دونوں صورتوں میں ہندہ بغیر حلالہ زید کے لئے حلال نہیں قال اللہ تعالیٰ فان طلقھا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجاً غیرہٗ۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ جمال احمد خاں الرضوی
۲۷ ربیع الاول شریف ۹۸ھ

مسئلہ از نور محمد بھیونڈی ضلع تھانہ

زید اپنی مدخولہ بیوی ہندہ کو طلاق نہیں دینا چاہتا تھا لیکن گھر والوں کے ڈرانے کے سبب سے کہ ہم کھیت اور مکان ودوکان میں حصہ نہیں دیں گے تو اسی ڈرانے اور دھمکانے کی وجہ سے زید سے طلاق نامہ لکھا لیا اور زبان سے اس نے طلاق کا لفظ نہیں کہا اور طلاق نامہ میں تین مرتبہ لکھا کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دیا تو کیا ایسی صورت میں طلاق پڑے گی یا نہیں اور اگر طلاق پڑی تو کون سی طلاق پڑی اور زید پھر اپنی بیوی ہندہ کو رکھنا چاہتا ہے تو اس کی کیا صورت ہوگی۔؟

الجواب صورت مستفسرہ میں جب کہ مکان اور دوکان میں حصہ لینے کے لئے زید نے

طلاق نامہ لکھدیا تو اگرچہ زبان سے طلاق کا لفظ نہیں کہا اس کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی کہ اب بغیر حلالہ زید کے لئے حلال نہ ہوگی قال اللہ تعالیٰ فان طلقھا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۲؍ رجب المرجب ۱۳۹۸ھ

مسئلہ از موضع گورڈیہہ بازار ضلع بستی مرسلہ سجاد حسین

یونس جس کی عمر ابھی گیارہ سال ہے نابالغ ہے اس نے اپنی بیوی جھنکہ کو طلاق دی تو طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اگر طلاق واقع ہوگئی تو دوسرے کے ساتھ نکاح کرنے کے لئے عدت گذارنی ضروری ہے یا نہیں؟ نکاح کئے بغیر جھنکہ کو ایک شخص اپنے گھر رکھے ہوئے ہے اس کے لئے شرع کا کیا حکم ہے؟

الجواب صورت مستفسرہ میں یونس جس کی عمر ابھی گیارہ سال ہے اور نابالغ ہے تو اس کی دی ہوئی طلاق واقع نہیں ہوئی اس لئے کہ طلاق واقع ہونے کے لئے طلاق دینے والے کا عاقل بالغ ہونا ضروری ہے بہار شریعت جلد ہشتم صـ۶ پر ہے "طلاق کے لئے شرط یہ ہے کہ شوہر عاقل بالغ ہو نابالغ یا مجنون نہ خود طلاق دے سکتا ہے نہ اس کی طرف سے اس کا ولی۔ فتاویٰ عالمگیری جلد اول مطبوعہ مصر صنـ۳۳ میں ہے لا یقع طلاق الصبی وان کان یعقل ھکذا فی فتح القدیر یعنی بچہ کی دی ہوئی طلاق واقع نہ ہوگی اگرچہ ہوشیار ہو اسی طرح فتح القدیر میں ہے اور بدائع الصنائع جلد سوم صفہ ۹۹ پر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کل طلاق جائز الاطلاق الصبی والمعتوہ یعنی بچہ اور بوہرا کی طلاق کے علاوہ ہر طلاق جائز ہے۔ لہذا یونس بالغ ہونے کے بعد پھر سے طلاق دے گا تو طلاق واقع ہو جائے گی اور اس کے بعد مسماۃ جھنکہ دوسرا نکاح کر سکے گی ورنہ بدستور سابق وہ شرعاً یونس کی بیوی رہے گی ـــــــ جو شخص مسماۃ جھنکہ کو اپنے گھر رکھے ہوئے ہے اس پر لازم ہے کہ فوراً جھنکہ کو اپنے گھر سے نکال دے اور جھنکہ کے ساتھ اگر اس نے میاں بیوی کا تعلق پیدا کیا ہے تو اس زمانہ میں حکم یہ ہے کہ دونوں علانیہ توبہ کریں اگر حکومت اسلامیہ ہوتی تو کوڑا مارا جاتا یا سنگسار کیا جاتا ـــــ اگر شخص مذکور جھنکہ کو اپنے گھر سے نہ نکالے تو مسلمان اس کے ساتھ کھانا، پینا، اٹھنا، بیٹھنا اور ہر قسم کے اسلامی تعلقات ختم کر دیں اگر ایسا نہ کریں گے تو سب مسلمان گنہ گار ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۹؍ محرم الحرام ۱۳۸۴ھ

مسئلہ محمد خلیل اللہ فاروقی موضع بسڈیلہ ضلع بستی

زید کا پہلے سے ارادہ تھا کہ میں اپنی بیوی کو نہیں رکھوں گا اور اس کے گھر والے بار بار زور ڈال رہے تھے کہ تم کو رکھنا پڑے گا بعدہٗ زید تیار ہو گیا یعنی چند دن رکھا تو زید کی والدہ نے کچھ لوگوں سے شکایتیں کیں اور کہا کہ وہ لوفر ہے اسی وجہ سے وہ اپنی بیوی کو نہیں مانتا ہے جب زید نے سنا کہ میری ماں مجھ کو ایسے ہی کہتی ہے تو زید نے اپنی بھابھی سے کہا کہ والدہ میری اس طرح کی شکایتیں لوگوں سے کیا کرتی ہیں تو جاؤ میں نے طلاق دیدیا آپ لوگ اسے رکھیں اور بعینہٖ قریب پندرہ منٹ بعد اپنی چھوٹی بھابھی سے کہا کہ تو جاؤ میں نے طلاق دے دیا آپ لوگ اسے رکھیں پھر تقریباً آدھا گھنٹہ کے بعد اس کی والدہ کہیں سے آئیں تو زید نے اپنی والدہ سے کہا کہ یہ سب کیوں مجھے بدنام کر رہی ہو اور لوگوں سے میری شکایتیں بیان کرتی ہو تو جاؤ میں نے طلاق دے دیا تم اس کو رکھو ــــ تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کی بیوی پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں اور اگر طلاق واقع ہوئی تو کون سی طلاق واقع ہوئی اور زید کے رکھنے کی کوئی صورت ہے یا نہیں؟

الجواب ــــ صورت مستفسرہ میں زید کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہو گئی فتاویٰ رضویہ جلد پنجم ص۶۲۵ میں ہے "تین بار کہا میں اس کو طلاق دے چکا تین طلاق واقع ہو گئیں زید گنہگار ہوا اور عورت بے حلالہ اس کے نکاح میں نہیں آسکتی قال اللہ تعالیٰ فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ اھ۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۲۴ ذی القعدہ ۱۳۹۷ھ

مسئلہ انور علی موضع پیپری بزرگ ضلع بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں عبد الرؤف کی بیوی جو اُن کے ساتھ میں رہتی ہے جھگڑے میں عبد الرؤف کو برا بھلا کہا تو عبد الرؤف نے غصہ میں کہا کہ طلاق، طلاق، طلاق تو اس صورت میں طلاق پڑی یا نہیں اگر پڑی تو کون سی طلاق؟ عبد الرؤف اگر اس بیوی کو رکھنا چاہے تو کیا صورت ہوگی؟

الجواب ــــ عبد الروف نے جو لفظ طلاق تین بار کہا اور اس سے اپنی بیوی کو طلاق دینے کا قصد کیا تو اس کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہو گئی کہ بغیر حلالہ عبد الرؤف کے لئے حلال نہ ہوگی اور اگر وہ طلاق کے قصد کا اقرار نہ کرے تو ان الفاظ سے طلاق کا حکم نہ ہوگا پھر اگر واقعی طلاق کی نیت تھی مگر وہ اقرار نہیں کرتا ہے تو جھوٹ کا وبال اس پر ہوگا مستحق عذاب نار ہوگا اور عورت کے پاس جانا اس کے لئے زنا ہوگا فتاویٰ

عالمگیری پھر فتاویٰ رضویہ میں ہے سکران ھرب منہ امرأتہ فتبعھا ولم یظفر بھا فقال بالفارسیۃ بسہ طلاق ان قال عینت امرأتی یقع وان لم یقل شیئاً لا یقع اھ خلاصہ یہ ہے کہ اگروہ لفظ طلاق سے اپنی بیوی پر طلاق واقع کرنے کی نیت کا اقرار کرے تو تین طلاقیں واقع ہوگئیں ورنہ نہیں۔ ھذا ما عندی وھو اعلم بالصواب

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۲۹ صفر المظفر ۱۳۹۸ھ

مسئلہ

از علی محمد قبرستان مسجد ڈگبوئی (آسام)

زید کی بیوی حلیمہ اور زید کی ماں کے درمیان جھگڑا رہا کرتا تھا۔ ایک دن زید مقدمہ کے سلسلے میں کچہری گیا۔ زید کی ماں وہاں پہلے سے موجود تھی انہوں نے زید سے کہا کہ گھر پر جھگڑا ہورہا ہے تم فوراً چلے جاؤ جب زید چلنے لگا تو کچہری کے منشی نے زید کے سامنے ایک سادہ کاغذ پیش کیا اور کہا کہ اس پر دستخط کرکے جاؤ یہ ضروری کاغذ ہے زید نے اس سادہ کاغذ پر دستخط بنادیا اور گھر چلا آیا زید کی ماں وہیں کچہری رکی رہ گئی۔ پھر چار بجے شام کو زید کی ماں کچہری سے واپس آئی اور اس نے زید کو اس کا دستخط کردہ کاغذ دیا جس کو زید نے پڑھا کہ اس میں اس کی بیوی حلیمہ کا طلاق نامہ ہے۔ زید نے اپنی ماں سے کہا کہ میں نے اپنی بیوی حلیمہ کو کب طلاق دیا ہے کہ تم یہ کاغذ بنوا لائی ہو میں اپنی بیوی کو طلاق نہیں دوں گا۔ پھر زید آسام چلا آیا اور ابھی تک آسام ہی ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کی بیوی حلیمہ پر طلاق پڑی یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

صورت مستفسرہ میں برصدق مستفتی زید کی بیوی حلیمہ پر طلاق نہیں واقع ہوئی ھٰذا ما عندی والعلم عند اللہ تعالیٰ و رسولہ الاعلیٰ جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۱۲ محرم الحرام ۱۳۸۹ھ

مسئلہ

از غلام رسول وجان محمد حجام ہریا چندرسی ضلع گونڈہ

بکر نے اپنی بیوی شاکرہ کو آپس کے جھگڑے میں متعدد بار کہا کہ میں نے تم کو طلاق دی اب تم ہمارے کسی کام کے لائق نہیں ہو۔ اس موقع پر ایک مسلم اور تین کافر موجود تھے یہ گواہ قسم کھانے کے لئے تیار ہیں۔ بکر نے کچھ کپڑے ایک ناک کی کیل اور صرف آٹھ آنے پیسے دیئے تھے۔ مذکورہ سامان کو بڑی سختی کے ساتھ وصول کرلیا۔ اور کہتا ہے کہ جب طلاق دے چکا تو اپنا سامان کیوں نہ لوں اس واقعات کو عرصہ تین سال گذر رہے ہیں۔ اب

کوئی دوسری تحریر طلاق کے بابت یا طلاق سے متعلق کچھ تذکرہ کرتا ہے تو بکر کہتا ہے کہ میری شادی شاکرہ سے ہوئی ہی نہیں پھر طلاق کیسا ہے اور کبھی کہتا ہے کہ طلاق دے چکا ہوں۔ ایسی صورت میں کیا شرعی طور پر طلاق واقع ہوگئی شاکرہ دوسرے سے عقد کر سکتی ہے یا کہ نہیں۔ للہ ہم مسلمانوں پر چشم کرم کرتے ہوئے راہ ثواب سے آگاہ فرماتے ہوئے تشکریہ کا موقع عنایت فرمائیے۔ بینوا توجروا

الجواب صورت مستفسرہ میں اگر بکر نے واقعی اپنی بیوی شاکرہ سے کہا کہ میں نے تم کو طلاق دی یا طلاق کے متعلق تذکرہ کرنے پر کہتا ہے کہ طلاق دے چکا ہوں تو شرعًا طلاق واقع ہوگئی۔ طلاق کے لئے تحریر ضروری نہیں۔ عدت گزر جانے کے بعد شاکرہ دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے۔ ھٰذا ما عندی والعلم عند اللہ تعالیٰ و رسولہ جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۸ ربیع الاول ۸۹ھ

مسئلہ

از شیر علی ساکن سسوا بازار ضلع بستی

محمد سلیم نے اپنی بیوی کنیز فاطمہ کو حالت حمل میں تین طلاق دی تو طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اور اگر واقع ہوئی تو اس کی عدت کیا ہے؟ اور محمد سلیم کنیز فاطمہ کو پھر اپنے نکاح میں لانا چاہے تو اس کی صورت کیا ہے؟

الجواب صورت مستفسرہ میں محمد سلیم کی بیوی کنیز فاطمہ پر طلاق واقع ہوگئی۔ اس کی عدت وضع حمل یعنی بچہ پیدا ہونا ہے۔ جیسا کہ پارہ ۲۸ سورۂ طلاق میں ہے۔ واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن۔ یعنی حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے کنیز فاطمہ حلالہ کے بعد محمد سلیم سے نکاح کر سکتی ہے یعنی بچہ پیدا ہونے کے بعد دوسرے سے نکاح کرے پھر شوہر ثانی اگر ہمبستری کے بعد طلاق دیدے تو عدت گزار کر محمد سلیم سے دوبارہ نکاح کر سکتی ہے۔ اور اگر شوہر ثانی نے ہمبستری نہیں کی اور طلاق دیدی تو کنیز فاطمہ محمد سلیم سے دوبارہ نکاح نہیں کر سکتی۔ جیسا کہ پارۂ دوم رکوع ۱۳ میں ہے۔ فان طلقھا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجًا غیرہ۔

تنبیہ:۔ جو مطلقہ عورت نابالغہ آئسہ یعنی پچپن سالہ اور حاملہ نہ ہو تو اس کی عدت تین حیض ہے خواہ تین حیض تین ماہ تین سال یا تیس برس میں آئیں۔ اللہ تعالیٰ نے پارۂ دوم رکوع ۱۲ میں فرمایا۔ والمطلقات یتربصن بانفسھن ثلثۃ قروء۔ ھٰذا ما عندی والعلم عند اللہ تعالیٰ و رسولہ جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۳ ذی قعدہ ۸۸ھ

مسئلہ از غلام احمد یار علوی مدرسہ قادریہ رضویہ بدر العلوم پوسٹ نند نگر چوری ضلع بستی

زید کہتا ہے کہ بکر نے اپنی بیوی ہندہ کو تین بار طلاق دیا۔ یعنی ان الفاظ سے کہا کہ میں نے اپنی بیوی ہندہ کو طلاق دیا طلاق دیا۔ طلاق دیا۔ لیکن جب بکر سے پوچھا گیا کہ تو نے اپنی بیوی ہندہ کو کن الفاظ سے طلاق دیا۔ بکر کہتا ہے کہ میں نے ان الفاظ سے طلاق نہیں دیا جو مذکورہ بالا زید نے کہا۔ بلکہ میں نے ان الفاظ سے کہا کہ میں اپنی بیوی کو طلاق دوں گا۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کا قول سچا مانا جائے یا کہ بکر کا قول۔ اور اگر طلاق واقع ہوئی تو کون سی طلاق واقع ہوئی؟

الجواب سوال میں مذکور ہے کہ جب بکر سے استفسار کیا گیا تو اس نے یہ کہا کہ "میں نے ان لفظوں سے طلاق نہیں دی" تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ طلاق دی ہے مگر زید کے بیان کردہ الفاظ سے نہیں۔ بہرحال اگر بکر زید کے بیان کردہ الفاظ کے ساتھ طلاق دینے کا اقرار کرلے اور عورت اس کی مدخولہ ہے تو طلاق مغلظہ واقع ہوئی۔ اور اگر بکر طلاق دینے کا اقرار نہ کرے تو صرف ایک مسلمان مرد کی گواہی سے طلاق ثابت نہ ہوگی۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۸ ربیع جمادی الاولی ۹۱ھ

مسئلہ از محمد صالح میران پور ضلع فیض آباد

پندرہ رمضان شریف ۱۳۹۱ھ بوقت گیارہ بجے دن میں زید کی عورت نے زید کو کسی معاملہ میں پریشان کیا رمضان شریف کا زمانہ تھا زید غصہ ہو کر اپنی زوجہ منکوحہ کو تین مرتبہ طلاق دیدیا اور اس کے ساتھ یہ بھی کہا ہے کہ زید پاگل قسم کا آدمی ہے جو اس خمسہ صحیح اور درست نہیں رہتا ہے۔ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ زید نے جو تین مرتبہ طلاق دیا طلاق ہو گیا کہ نہیں اور اس کے ساتھ ہی ساتھ جو شریعت مطہرہ کا حکم ہو ویسے اس کا جواب صاف صاف تحریر فرمایا جاوے اور جس وقت زید نے اپنی منکوحہ عورت کو طلاق دیا ہے اس وقت زید کی عورت ایام ماہواری میں تھی اور زید یہ بھی کہتا ہے کہ کسی حکمت سے میرے عقد میں عورت آجاوے لہذا جس صورت میں ہو اس مسئلہ میں صاف صاف تحریر فرمائیے۔ میں زید کے مکان پر جاکر چند عورتوں کے زبانی کل حالات معلوم کرکے اور سن کر کے اس کو تحریر کیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب اور جو واقعہ مجھے بیان کیا گیا اس کو ویسے تحریر کیا۔ باقاعدہ مہر لگا کر جواب دیا جاوے۔

الجواب غصہ اور ماہواری میں طلاق واقع ہو جاتی ہے اور زید جب کہ یہ کہتا ہے کہ کسی حکمت سے میرے عقد میں عورت پھر آجائے تو وہ پاگل نہیں ہے۔ اس کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہو گئی کہ

اب بغیر حلالہ زید کے لئے پھر حلال نہ ہوگی ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۷؍من شوال ۹۱ھ

مسئلہ از عبد الرحمٰن متعلم مدرسہ غوثیہ فیض العلوم بڑھیا پوسٹ کھنڈسری ۔ بستی

زید کی عورت ہندہ مدخول بھاکو بکرے لے کر فرار ہوگیا کچھ دنوں کے بعد جب کہ لوٹ کر اپنے میکے آئی تو کچھ لوگوں نے زید سے کہا کہ جاکر اپنی بیوی اس کے میکے سے لے آؤ تو اس نے جواب دیا کہ "ہم اوکاں ناہیں رکھبے" (یعنی ہم اس کو نہیں رکھیں گے) اور اس کلمہ کو متعدد بار کہتا رہا تو کیا طلاق واقع ہوگئی یا نہیں؟ اگر ہوگئی تو کون سی طلاق ہوتی ہے مع الحکم واضح فرمائیں ۔

الجواب صورت مستفسرہ میں زید کی عورت پر طلاق نہیں واقع ہوتی ۔ ھٰذا ما عندی والعلم عند اللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۸؍من ذی الحجہ ۹۰ھ

مسئلہ از سید فیاض حسین اشرفی الجیلانی مقام وپوسٹ صالح پور بستی (یوپی)

زید اور اس کی بیوی میں جھگڑا ہوا اور زید نے اپنی بیوی کو مارا اس پر اس کی بیوی نے کہا کہ مجھے مارومت اصل اپنے باپ کے ہو تو مجھے جواب دے دو اس پر زید نے مارا دو تھپڑ اور کہا کہ لے جواب، لے جواب، یعنی دو بار کہا اس وقت زید نشے کی حالت میں تھا اس وقت گاؤں کے چند اشخاص بھی موجود تھے وہ لوگ بھی اس وقت اس کی تصدیق کرتے ہیں ۔ پھر مارتے وقت دوبار زید نے کہا کہ لے جواب، لے جواب اس کے بعد گاؤں سبھا پت نے زید کو بلوایا اور اس کا گریبان پکڑ کر کہا کہ تم نے جواب دے دیا ۔ زید نے کہا جواب دیا ۔ برائے کرم مع مہر کے مطلع فرمادیں کہ ایسی حالت میں کہ زید کی بیوی کا طلاق ہوا کہ نہیں؟

الجواب طلاق واقع ہوگئی وھو تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب ۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۹؍رجب المرجب ۹۶ھ

مسئلہ از محمد عمر صدیقی گنیش پور ۔ بستی

زید کی نابالغ دختر سمیر النساء کا نکاح عرصہ دو سال ہوا محمد سلیم بالغ کے ساتھ ہوا تھا ۔ زید کی دختر سمیر النساء کی

رخصتی نہ ہوئی تھی وہ اس وقت بھی نابالغ ہے اور اپنے میکے ہی میں ہے محمد سلیم بالغ ہے۔ اور ماشاء اللہ بہ درستی ہوش و حواس میں اس نے ایک روز چند آدمیوں کے سامنے جس میں دو مسلمان بھائی بھی اس موقع پر موجود تھے یہ کہا کہ میں نے زید کی دختر سمیر النساء کو طلاق دیا، طلاق دیا، طلاق دیا، اب محمد سلیم کے گھر والے کہتے ہیں کہ طلاق نہیں ہوا اور آپ کو لڑکی ہمارے گھر رخصت کرنا ہے۔ زید کہتا ہے کہ طلاق ہو گئی اب کس طرح میں لڑکی رخصت کردوں، آپ شرعی قانون کے مطابق بتلائیں کہ طلاق ہو گئی کہ نہیں؟ اور سمیر النساء کی رخصتی اب اس کے گھر کی جائے یا نہیں اور لڑکی کے ورثاء لڑکے سے دین مہر کا مطالبہ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب صورت مستفسرہ میں برصدق مستفتی سمیر النساء پر طلاق واقع ہو گئی۔ اب سمیر النساء کو محمد سلیم کے یہاں رخصت کرنا حرام، حرام، سخت حرام ہے۔ محمد سلیم پر نصف مہر دینا واجب ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید پارۂ دوم رکوع ۱۵ میں ہے۔ وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ۔ واللّٰہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم جل جلالہ وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۹ر من صفر المظفر ۹۳ھ

مسئلہ از نور محمد صدیقی موضع پیپری بزرگ پوسٹ اٹوا۔ بستی

زید نے اپنی بیوی کو تین مرتبہ کہا کہ میں تجھ کو جواب دیتا ہوں، جواب دیتا ہوں، جواب دیتا ہوں۔ اس کے بعد پھر کہا کہ میں طلاق دیتا ہوں۔ طلاق دیتا ہوں۔ زید کہتا ہے کہ طلاق کا نام دو مرتبہ لیا ہوں۔ اور زید کی بیوی کہتی ہے کہ میں نے صرف ایک مرتبہ طلاق سنا ہے۔ اور ایک عورت یہ کہتی ہے کہ میں نے تین مرتبہ طلاق دیتے سنا ہے اور دوسری عورت شہادت دیتی ہے کہ میں نے سات آٹھ مرتبہ سنا ہے اور تیسری عورت شہادت دیتی ہے کہ میں نے دس پندرہ مرتبہ سنا ہے اور چوتھی عورت بھی گواہی دیتی ہے کہ میں نے بھی تین مرتبہ طلاق دیتے سنا ہے آپ سے استدعا ہے کہ قرآن و حدیث کی روشنی میں اس کا جواب حق دیں۔ فقط

الجواب صورت مستفسرہ میں برصدق مستفتی زید کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہو گئی کہ اب بغیر حلالہ زید کے لئے ہرگز حلال نہ ہو گی قرآن کریم پارۂ دوم میں ہے۔ فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره ۵ هذا ما عندي والعلم عند الله تعالى ورسوله الاعلى جل جلاله وصلى المولى تعالى عليه وسلم۔

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
یکم ذی قعدہ ۱۳۹۱ھ

مسئلہ
از محمد ادریس موضع تینواں تحصیل ہریا ضلع بستی

زید نے اپنی بیوی ہندہ کو حالت حمل میں تین طلاق دیدی تو طلاق کب واقع ہوگی؟ اور کتنے دنوں کے بعد دوسرا نکاح کر سکتی ہے؟

الجواب
جس وقت زید نے طلاق دی اسی وقت حالت حمل میں فوراً طلاق واقع ہوگئی۔ بچہ پیدا ہونے کے بعد دوسرا نکاح کر سکتی ہے کہ اس کی عدت وضع حمل ہے۔ پارہ ۲۸ سورۂ طلاق میں ہے۔ واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ
از عبد الجبار ساکن پٹوریا ڈاک خانہ سگرہ ضلع بستی

توصل نے اپنی بیوی ثقلین کو ہوش وحواس کی درستگی میں جنوری ۱۹۷۵ء ایک پنچایت میں زبانی طلاق دینے پر گاؤں کے پنچان کی گواہی کا کاغذ ساتھ میں نتھی ہے۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ زبانی طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اگر واقع ہوگئی تو عدت کا زمانہ کب سے مانا جائے گا؟ اور اس وقت اگر ثقلین کو حمل ہو تو جو شخص کہ اس کو جنوری ۷۵ء سے رکھے ہوئے ہے اس کے ساتھ ثقلین کا نکاح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب
صورت مستفسرہ میں اگر گواہ لوگ اپنی گواہی میں سچے ہیں یعنی واقعی توصل نے ہوش وحواس کی درستگی میں اپنی بیوی ثقلین کو زبانی طلاق دی ہے تو طلاق واقع ہوگئی اور عدت کا زمانہ جنوری ۷۵ء سے مانا جائے گا یعنی اگر جنوری ۷۵ء میں طلاق کے وقت حمل تھا تو بچہ پیدا ہونے پر عدت ختم ہوگئی اور اگر حمل نہیں تھا تو جنوری ۷۵ء میں طلاق کے بعد تین ماہواری آنے پر عدت ختم ہوگئی اب اگر اس وقت حمل ہو اور حمل عدت ختم ہونے کے بعد ہوا تو اس کا نکاح حالت حمل میں جائز ہے۔ پھر اگر ایسے شخص کے ساتھ نکاح ہوا کہ جس کا حمل نہیں ہے تو وہ تا وضع حمل ہمبستری نہیں کر سکتا ہے اور اگر ایسے شخص کے ساتھ نکاح ہوا کہ جس کا حمل ہے تو وہ حمل کی حالت میں ہمبستری بھی کر سکتا ہے جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری جلد اول مصری ص۲۶۲ میں ہے قال ابو حنیفۃ ومحمد رحمھما اللہ تعالیٰ یجوز ان یتزوج امرأۃ حاملا من الزنا اور ہدایہ جلد دوم ص۲۹۲ میں ہے ان تزوج حبلیٰ من زنا جاز النکاح۔ اور فتح القدیر جلد سوم ص۱۴۵ میں ہے فان تزوج حبلیٰ من زنا من غیرہ جاز النکاح اور درمختار میں ہے صح نکاح حبلیٰ من زنا اور شرح وقایہ جلد دوم مجیدی ص۱۶ میں ہے صح نکاح حبلیٰ من زنا اسی عبارت کے تحت مولانا عبد الحی فرنگی محلی اپنی کتاب عمدۃ الرعایہ میں لکھتے ہیں فان نکح الزانی بحبلیٰ من

عنا منه جاز النکاح اتفاقاً وحل الوطی ایضاً کذا فی فتح القدیر۔ اور فتاویٰ رضویہ جلد پنجم مطبوعہ پاکستان صفحہ ۱۶۷ میں ہے جو عورت معاذ اللہ زنا سے حاملہ ہو اس سے نکاح صحیح ہے خواہ اس زانی سے ہو یا اس کے غیر سے فرق اتنا ہے کہ زانی جس کا حمل ہے وہ اس سے قربت بھی کر سکتا ہے اور غیر زانی اگر نکاح کرے تو تا وضع حمل قربت نہیں کر سکتا لئلا یسقی ماءہ زرع غیرہ اھ۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۶ رجمادی الاولیٰ ۱۳۹۶ھ

مسئلہ

از محمد مصطفیٰ ساکن پوسٹ اسکا بازار ضلع بستی

ہندہ کا عقد جناب زید سے ہوا تھا کچھ دنوں کے بعد زید نے کسی بنا پر ہندہ کو طلاق دے دی زید نے اپنی دوسری شادی کر لی زید نے تین گواہوں کے سامنے کہا ہے کہ میں طلاق دیتا ہوں، میں طلاق دیتا ہوں، میں طلاق دیتا ہوں۔ گواہوں کے نام یہ ہیں رعایت علی، شکور علی، بابو اللہ اب ہندہ اپنا عقد جناب حامد صاحب سے کرنا چاہتی ہے لیکن حامد کے خاندان کے لوگ کہتے ہیں کہ جب تک زید کسی کاغذ پر لکھ کر نہیں دے گا اس وقت تک ہم لوگ حامد کا عقد ہندہ سے نہیں ہونے دیں گے اور زید صرف زبانی طلاق دیتا ہے اور دے چکا ہے تحریر کرنے سے انکار کرتا ہے اس حالت میں علماء کیا فرماتے ہیں؟

الجواب

صورت مستفسرہ میں اگر زید نے واقعی طلاق دیدی تو ہندہ پر طلاق واقع ہو گئی اگرچہ وہ تحریر نہ لکھے۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۰ رجب المرجب ۹۶ھ

مسئلہ

از غلام غوث مدرس مدرسہ رضویہ اشرفیہ معین الاسلام گورڈیہہ ضلع بستی

زید اور اس کے سسرال کے لوگوں سے عدم اتفاق کی وجہ سے زید نے اپنی ساس ہندہ سے متعدد بار کہا کہ تمہاری بیٹی حسینہ کو نہیں رکھیں گے طلاق دیدیں گے حتی کہ موصوف بازار سے کاغذ لاکر نصف حصہ اپنی بیوی حسینہ کو دیا معافی مہر کی تحریر مرتب کرے اور نصف حصہ طلاق نامہ تحریر کرنے کے لئے اپنے پاس رکھا چند ارباب عقول نے زجر و توبیخ کر کے اس فعل سے روک دیا چنانچہ جانبین سے تحریر مرتب نہ ہو سکی اب زید مکان آیا اس کے متعدد رشتہ داروں نے اہل و عیال کا حال دریافت کیا تو ان سبھی حضرات سے موصوف نے جواب دیا کہ اپنی بیوی حسینہ کو طلاق دے دیا ہے ان لوگوں نے عدم تیقن کی بنا پر دوبارہ دریافت کیا اس وقت زید نے خدا کی قسم کھا کر کہا کہ حقیقۃً میں نے طلاق دے دیا ہے آیا زید کے اس فعل سے حسینہ مطلقہ ہوئی یا نہیں نیز طلاق کا کون سا درجہ متعین

ہوگا اور یہ عورت مذکورہ زید کے لئے کس طرح حلال ہوگی؟ بینوا بالتفصیل توجروا عند المولی الجلیل

الجواب صورت مستفسرہ میں جب زید نے لوگوں سے کہہ دیا کہ میں نے اپنی بیوی حسینہ کو طلاق دے دی تو طلاق واقع ہوگئی لان اقرار الطلاق طلاق ھکذا فی الکتب الفقہیۃ پھر حسینہ اگر زید کی مدخولہ ہے تو طلاق رجعی واقع ہوئی اس صورت میں عدت کے اندر رجعت کر سکتا ہے اور بعد انقضائے عدت حسینہ کی مرضی سے دوبارہ نکاح کر سکتا ہے اور اگر مدخولہ نہیں ہے تو طلاق بائن واقع ہوئی اس صورت میں رجعت نہیں البتہ حسینہ کی رضا سے دوبارہ نکاح کر سکتا ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۹ ربیع الآخر ۱۳۹۷ھ

مسئلہ ازیار محمد۔ چرہوا۔ پوسٹ سکتواں ضلع گونڈہ

(الف) زید نے اپنی بیوی ہندہ کو غصہ کی حالت میں تین طلاق دیا اس وقت ہندہ حمل سے تھی تو کیا اس صورت میں طلاق پڑ جائے گی اگر پڑے گی تو کون سی طلاق پڑے گی شرعاً اس کا حکم کیا ہے؟ (ب) دوسری بات یہ ہے کہ طلاق دینے کے بعد وضع حمل ہوا اور بغیر تفریق و عدت پھر زید ہی کے ذریعہ ہندہ کو دوسرا حمل بھی رہ گیا اس صورت میں دونوں پر شرعاً کیا حکم ہے؟ (ج) اور اگر حکم شرع مطہرہ پر بغیر عمل کئے زید ہندہ کو الگ نہ کرے یا خود الگ نہ ہو تو اس صورت میں زید کے بڑے بھائی بکر کو کیا یہ ضروری ہے کہ زید کو اپنے سے کھانے پینے ہر معاملے میں الگ کر دے شرعی حکم سے آگاہ فرمائیں؟ (د) اور اگر ہندہ زید کے ساتھ رہنا چاہتی ہے تو کیا صورت ہے بینوا توجروا

الجواب (الف) بحالت حمل اور غصہ میں بھی طلاق ہو جاتی ہے بلکہ اکثر طلاق غصہ ہی میں دی جاتی ہے اور جب کی ہندہ زید کی مدخولہ ہے جیسا کہ سوال سے ظاہر ہے اور زید نے تین طلاق دی تو ہندہ پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی کہ اب بغیر حلالہ زید کے لئے کسی طرح حلال نہیں کما قال اللہ تعالیٰ فان طلقھا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ الآیۃ (پارۂ دوم رکوع ۱۲) (ب) دونوں سخت گنہگار حرام کار اور مستحق عذاب نار ہوئے دونوں پر ایک دوسرے سے الگ ہو جانا اور علانیہ توبہ و استغفار کرنا لازم ہے دونوں کو پابندی نماز کی تاکید کی جائے اور میلاد شریف و قرآن خوانی کرنے حسب استطاعت غرباء و مساکین کو کھانا کھلانے اور مسجد میں چٹائی وغیرہ رکھنے کی ان کو تلقین کی جائے یہ چیزیں قبول توبہ میں معاون ہوتی ہیں؟ (ج) اگر زید و ہندہ ایک دوسرے سے الگ نہ ہوں اور علانیہ توبہ و استغفار نہ کریں تو اس کے بڑے بھائی بکر بلکہ ہر مسلمان پر لازم

ہے کہ زید و ہندہ کا بائیکاٹ کریں اور جو اس صورت میں زید ظالم جفا کار کا بائیکاٹ نہ کرے اس کا بائیکاٹ کرنا بھی مسلمانوں پر لازم ہے قال اللہ تعالیٰ و اما ینسینک الشیطن فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظٰلمین الآیۃ۔ (د) ہندہ دوسرے سے نکاح کرے وہ ہندہ کے ساتھ ہمبستری کرے پھر طلاق دے یا مر جائے تو ہندہ عدت گزارنے کے بعد زید سے دوبارہ نکاح کر سکتی ہے کما فی الکتب الفقہیۃ ھٰذا ما ظھر لی والعلم بالحق عند اللہ تعالیٰ و رسولہ جل جلالہ وصلی المولیٰ تعالیٰ علیہ وسلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۰ ذی القعدہ ۹۸ھ

مسئلہ

از سید اعجاز احمد قادری ناڑپتری (آندھرا پردیش)

امیر علی جامدار جو ایک بزرگ عالم تھے انھوں نے کہا "چونکہ حلالہ کی شرط ناگزیر ہے لیکن آپ اس ذلت سے بچنا چاہتے ہیں اس لئے یوں کیجئے کہ کسی نیک نفس اور متقی انسان سے معاملہ طے کر لیجئے کہ وہ شاہ بانو سے رسماً غائبانہ نکاح کرے اور پھر فوراً ہی طلاق دیدے اس طرح حلالہ کی شرط بھی پوری ہو جائے گی اور آپ کی عزت بھی میلی نہ ہوگی" دریافت طلب امر یہ ہے کہ مذکورہ بالا عبارت صحیح ہے یا نہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ غائبانہ نکاح کرنے اور پھر فوراً طلاق دینے سے حلالہ صحیح نہ ہوگا اس لئے کہ حلالہ صحیح ہونے کے لئے ہمبستری شرط ہے لہٰذا صحیح مسئلہ تحریر فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

الجواب

امیر علی جامدار کا قول جو نقل کیا گیا ہے وہ صحیح نہیں۔ کہ اگرچہ غائبانہ نکاح درست ہے جب کہ عورت نے اجازت دیدی ہو یا بعد نکاح عورت نے منظور کر لیا ہو لیکن بغیر ہمبستری فوراً طلاق دینے سے حلالہ صحیح نہ ہوگا۔ کہ صحت حلالہ کے لئے ہمبستری شرط ہے۔ اسی طرح فتاویٰ عالمگیری جلد اول مصری ص ۴۳۱ میں ہدایہ سے ہے۔ اور بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حدیث شریف مروی ہے انھوں نے فرمایا کہ رفاعہ قرظی کی بیوی نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں رفاعہ کے پاس تھی تو انھوں نے مجھے طلاق دی پھر میری طلاق قطعی کر دی (یعنی مجھے تین طلاقیں دیدیں) اس کے بعد میں عبد الرحمن بن زبیر سے نکاح کر لیا۔ اور نہیں ہے ان کا (عضو خاص) مگر کپڑے کے دامن کی طرح (یعنی وہ ہمبستری کی قدرت نہیں رکھتے) تو حضور نے فرمایا کیا تم لوٹ کر رفاعہ کے پاس جانا چاہتی ہو؟ انھوں نے عرض کیا ہاں۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ تم اس وقت تک ان کی طرف لوٹ کر نہیں جا سکتی ہو جب تک کہ عبد الرحمن سے تم اور تم

سے وہ جنسی خط نہ حاصل کرلیں (مشکوٰۃ شریف ص۲۸۴) اور قرآن مجید پارہ دوم رکوع ۱۳ میں ہے فان طلقہا فلا تحل لہ من بعد حتیٰ تنکح زوجاً غیرہ۔ یعنی پھر اگر تیسری طلاق اسے دی تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہوگی جب تک کہ دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے (ترجمہ رضویہ) اس آیت کریمہ کی تفسیر میں صدر الافاضل حضرت مولانا محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ تین طلاقوں کے بعد عورت شوہر پر بحرمت مغلظہ حرام ہو جاتی ہے۔ اب نہ اس سے رجوع کر سکتا ہے نہ دوبارہ نکاح جب تک کہ حلالہ نہ ہو یعنی بعد عدت دوسرے سے نکاح کرے اور وہ بعد صحبت طلاق دے (یا مر جائے) پھر عدت گذارے۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۸ ر ذوالقعدہ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ از شیخ لعل محمد امام اقصیٰ مسجد پوسٹ و مقام پوسد ضلع ایوت محل (مہاراشٹر)

نابالغی میں ایک لڑکی کا نکاح ہوا اس کے شوہر نے نابالغی کی حالت ہی میں تین طلاقیں دیدیں پھر لڑکی بالغ ہوئی اور پہلے ہی شوہر سے نکاح کرنا چاہتی ہے تو کیا بغیر حلالہ کے اس سے نکاح کر سکتی ہے؟

الجواب بعون الملک العزیز الوھاب صورت مذکورہ میں طلاق کے وقت اگر لڑکا نابالغ تھا تو طلاق واقع نہ ہوئی جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری جلد اول مصری ص۳۳۰ میں ہے لا یقع طلاق الصبی وان کان یعقل اھ۔ اور اگر لڑکی نابالغہ تھی مگر لڑکا بالغ تھا تو طلاق واقع ہو گئی کہ وقوع طلاق کے لئے لڑکی کا بالغ ہونا شرط نہیں۔ پھر اگر طلاق کے وقت لڑکی اپنے شوہر کی مدخولہ نہ تھی اور لڑکے نے تینوں طلاق کے الفاظ کو الگ الگ کہا مثلاً میری بیوی کو طلاق طلاق طلاق یا میں اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہوں طلاق دیتا ہوں طلاق دیتا ہوں تو صرف ایک بائن واقع ہوئی اس صورت میں لڑکی بغیر حلالہ شوہر اول سے دوبارہ نکاح کر سکتی ہے۔ فتاویٰ عالمگیری جلد اول ص۳۴۹ میں ہے ان فرق الطلاق بانت بالاولیٰ ولم تقع الثانیۃ والثالثۃ وذلک مثل ان یقول انت طالق طالق طالق اھ۔ اور اگر لڑکی طلاق کے وقت مدخولہ تھی اور شوہر نے تین طلاقیں دیں یا غیر مدخولہ تھی اور شوہر نے بیک لفظ طلاق مغلظہ دی مثلاً یوں کہا کہ میں تین طلاقیں دیتا ہوں یا طلاق مغلظہ دیتا ہوں تو ان صورتوں میں بغیر حلالہ وہ شوہر اول سے نکاح نہیں کر سکتی قال اللہ تعالیٰ فان طلقہا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجاً غیرہ (پ۲ رکوع ۱۳) اور تنویر الابصار و درمختار میں ہے۔ قال لزوجتہ غیر المدخول بہا انت طالق ثلاثاً وقعن

۱ھ ۔ وھو تعالیٰ اعلم ۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۴؍ صفر المظفر ۱۴۰۰ھ

مسئلہ

از کمال احمد صدیقی گھڑی ساز موضع بیروا جنگل ضلع گورکھپور

زید کی شادی ہندہ کے ساتھ ہوئی ۔ ہندہ عرصہ آٹھ سال تک زید کے نکاح میں تھی اور زید کی خدمت کرتی چلی آئی ہے ۔ ہندہ کو اس شوہر سے دو بچے پیدا ہوئے ۔ معمولی سی بات پر زید غصہ میں آکر ہندہ کو طلاق مغلظہ دیدی ۔ اب ہندہ زید کی محبت میں بے قرار ہے اور زید ہندہ سے ۔ زید نے قرب وجوار کے علماء سے مسئلہ دریافت کیا اس پران علما نے جواب دیا کہ بغیر حلالہ کیے ہندہ زید کے نکاح میں نہیں آسکتی ہے ۔ اب زید نے زمانۂ گذشتہ پر غور کیا کہ نکاح پڑھنے والا قاضی غیر مقلد تھا ۔ اب حضور کی بارگاہ میں فریاد پیش ہے کہ ہندہ ابھی تک جو زید کے نکاح میں تھی وہ نکاح صحیح تھا یا نہیں ؟ اور اب زید نے ہندہ کو طلاق دے دیا اور پھر ہندہ کو اپنے نکاح میں لانے کے لئے بے قرار ہے ۔ لہذا حضور اب اس صورت میں حلالہ کروانا ضروری ہے یا ہندہ بغیر حلالہ کیے زید کے نکاح میں آسکتی ہے ۔ شریعت مطہرہ کا جو حکم ہو اسی حکم پر مسئلہ کو بحال فرماکر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں ۔ شان پاک میں جو بے ادبیاں ہوئی ہوں اسے للہ درگذر فرمائیں ۔ (نوٹ) دشمنوں اور مخالفوں کو دکھانے کے لئے فتویٰ تحریر کرنے کے ساتھ دار العلوم کا مہر ضروری ہے ۔

الجواب

صورت مسئولہ میں زید کی بیوی ہندہ پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی کہ اب بغیر حلالہ زید کا نکاح اس سے ہرگز نہیں ہوسکتا قال اللہ تعالیٰ فان طلقھا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ ۔ (پ ۲ ع ۱۳) کیا زید نے زمانۂ گذشتہ پر اس لئے غور کیا کہ آٹھ سال تک اس کو اور ہندہ کو زنا کرنے والا قرار دیا جائے ؟ اور دونوں بچوں کو حرامی ٹھہرایا جائے تو گوارہ ہے مگر ہندہ جو اس کے نکاح سے نکل چکی وہ دوسرے سے نکاح کرلے یہ گوارہ نہیں لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ۔ غیر مقلد سے نکاح پڑھوانا جائز نہیں کہ اس صورت میں بدمذہب کی تعظیم ہے لیکن اگر اس نے پڑھ دیا تو نکاح منعقد ہو جائے گا ھکذا قال الامام احمد رضا البریلوی رضی عنہ ربہ القوی ۔ وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم ۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۴؍ شوال المکرم ۱۳۹۸ھ

مسئلہ

از عین الحق، شہرت گڈھ ضلع بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی مدخولہ بیوی ہندہ کو (بمقام شہرت گڈھ) بذریعہ لفافہ

یہ تحریر روانہ کیا کہ "تم اپنا گھر کرلو میں تم کو آزاد کرتا ہوں" اسی طرح خط کشیدہ جملے کو اس نے تین دفعہ تحریر کیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ تم اپنا دیکھ میں اپنا دیکھ لیتا ہوں ایسی صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں ؟ اگر طلاق واقع ہوئی تو کون سی طلاق واقع ہوئی ؟

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب صورت مسئولہ میں اگر زید نے طلاق کی نیت کی ہے تو طلاق مغلظہ واقع ہوئی مگر تحریر سے طلاق واقع ہونے میں یہ ضروری ہے کہ شوہر اقرار کرے کہ میں نے لکھی یا لکھوائی یا عورت اس پر گواہ پیش کرے، محض اس کے خط سے مشابہ ہونا یا اس کے سے دستخط ہونا یا اس کی سی مہر ہونا کافی نہیں۔ ہاں اگر عورت کو اطمینان اور غالب گمان ہے کہ یہ تحریر اسی کی ہے تو اس پر عمل کرنے کی عورت کو اجازت ہے مگر جب شوہر انکار کرے تو بغیر شہادت چارہ نہیں۔ ھکذا فی کتب الفقہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ محمد عیسیٰ القادری الرضوی

۱۲ر جمادی الاولیٰ ۱۳۹۷ھ

مسئلہ

از محمد عالم موضع بھوتی پوسٹ بیرہوا (گونڈہ)

الیاس کی شادی عابدہ خاتون سے ہوئی شادی کے تیسرے سال جب عابدہ پہلی بار گھر گئی تو الیاس نے پہلے ہی دن زبردستی سے مہر معاف کرالیا اس کے تیسرے چوتھے دن بعد الیاس نے یہ کہا کہ مجھے عورت کی کوئی ضرورت نہیں زبردستی میرے ساتھ شادی کردی گئی تین سال تک عابدہ کو طرح طرح کی تکلیفیں دیتا رہا ان دنوں عابدہ کے دن ایسے گذرے جیسے کہ وہ الیاس کی بیوی نہیں بات بات پر مارنا شروع کردیتا ان تین سال کے دوران الیاس نے کئی بار چند عورتوں کے سامنے عابدہ سے کہا کہ مجھے عورت کی کوئی ضرورت نہیں تم اپنی قسمت پر روؤ میں تمہارے بارے میں کچھ نہیں جانتا میں تمہارا ذمہ دار نہیں مرضی ہو تو رہو یا جاؤ کچھ دنوں بعد الیاس نے عابدہ سے کہا میرے یہاں رہنے کی کوئی ضرورت نہیں اگر تو نہیں جائے گی تو میں اپنا جان دے دوں گا اس پر عابدہ نے کہا اگر میں آپ کے لائق نہیں ہوں تو مجھے چھوڑ دیجئے اس پر الیاس نے کہا تو اپنے بھائیوں کو بلوا کر معاملہ صاف کرالے عابدہ کے بھائیوں کے پوچھنے پر الیاس نے جواب دیا کہ میں اس کا ذمہ دار نہیں اس کی مرضی چاہے رہے یا جائے تین سال تک عابدہ یوں ہی اپنی زندگی گذارتی رہی جب الیاس بری طرح پیش آیا تو عابدہ نے بھائیوں کو بلوا کر کہا اب میں یہاں نہ رہوں گی اس کے بھائیوں کے پوچھنے پر الیاس نے جواب دیا اس کی مرضی چاہے رہے یا جائے عابدہ کے بھائیوں نے اس کو گھر لے آئے تقریباً ایک سال ہو رہا ہے نہ الیاس عابدہ کو طلاق ہی دیتا ہے اور نہ لاتا ہے پوچھنے پر جواب دیتا

ہے کہ نہ میں لاؤں گا نہ طلاق دوں گا غرض ہو تو بھیج دیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ اب عابدہ کیا کرے شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔ بینوا توجروا

الجواب پنچایت یا تھانہ وغیرہ حکام کے دباؤ سے جس طرح بھی ہو سکے طلاق حاصل کی جائے طلاق حاصل کئے بغیر عابدہ خاتون کا دوسرے سے عقد کرنا ہرگز ہرگز جائز نہیں۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۰ رجمادی الاخریٰ ۹۷ھ

مسئلہ

از محمد خلیل پٹھان قادری رحمانی خطیب جامع مسجد درگاہ شریف ماہم بمبئی

خالد نے مندرجہ ذیل تحریر طلاق معلق کے طور پر اپنی بیوی فرزانہ کو لکھ کر دی۔ میں مسمی محمد خالد اپنے ہوش وحواس برقرار رکھتے ہوئے اس بات کی تصدیق کرتا ہوں کہ میں نے مورخہ ۹ر جنوری ۷۷ء کے روز اپنی زوجہ فرزانہ بیگم کو اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے (طلاق معلق دی ہے) کہ اس نے اگر میری اجازت کے بغیر میری عدول حکمی کرتے ہوئے ماہم، بمبئی میں قدم رکھا تو میرے نکاح سے خارج تصور کی جائے گی ــــ مذکورہ بالا تحریر ملنے کے تقریباً ۴ ماہ کے بعد فرزانہ بے خیالی میں ایک ایسی ٹرین پر سوار ہو گئی جو ماہم ریلوے اسٹیشن سے گذرتی ہے اس اسٹیشن پر ماہم کا نام بھی تحریر ہے لیکن مسماۃ فرزانہ اس اسٹیشن پر اتری نہیں اور آگے نکل گئی۔ لہٰذا مذکورہ تحریر طلاق کے پیش نظر تحریر فرمائیں کہ آیا فرزانہ پر اس طلاق معلق کا اطلاق ہو گا یا نہیں اگر ہو گا تو کون سی طلاق ہو گی۔؟ بینوا توجروا۔

الجواب صورت مستفسرہ میں فرزانہ بیگم پر طلاق نہیں واقع ہوئی اس لئے کہ شوہر کا یہ قول کہ "میرے نکاح سے خارج تصور کی جائے گی"، انشائے طلاق میں سے نہیں ہے کہ نکاح سے خارج تصور کرنے سے طلاق نہیں پڑتی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز نے تحریر فرمایا کہ شوہر کے اس قول سے کہ میری زوجہ کو طلاق قطعی سمجھی جائے طلاق نہ ہوئی (فتاویٰ رضویہ جلد خامس ص ۶۱۷) اور فتاویٰ قاضی خاں مع ہندیہ جلد اول ص ۴۲۲ میں ہے امرأۃ قالت لزوجھا مرا طلاق دہ فقال الزوج دادہ انگار او قال کردہ انگار لا یقع الطلاق وان نوی کانہ قال لھا بالعربیۃ احسبی انک طالق وان قال ذٰلک لا یقع وان نوی اھ اور فتاویٰ عالمگیری جلد اول مصری ص ۳۵۵ میں ہے امرأۃ قالت لزوجھا مرا طلاق دہ فقال دادہ انگار او کردہ انگار لا یقع وان نوی اھ۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۵ رذی القعدہ ۱۳۹۷ھ

مسئلہ از عاشق علی ساکن برکھنڈی جوت ڈاکخانہ اموڑھا، ضلع بستی

زید میاں بیوی کچھ عرصہ سے تنازع پیدا ہو گیا جس پر زید نے چند لوگوں کے سامنے اپنی منکوحہ سے کہا کہ تم میرے قابل نہیں ہو منکوحہ نے کہا کہ تم بھی میرے قابل نہیں ہو جس پر زید نے طلاق دینے کو کہا لوگوں نے مہر کے لئے زید کو مجبور کیا جس پر زید نے انکار کیا کہ ہم مہر نہیں دیں گے اگر شریعت مجھے مجبور کرتی ہے تو ہم مہر دینے کے لئے تیار ہیں چونکہ زید کی منکوحہ عرصہ ڈھائی سال سے اپنے میکے رہتی ہے اور زید اس سے دست بردار ہے نہ طلاق ہی دے رہا ہے اور نہ مہر و نان نفقہ ہی دینے کے لئے تیار ہے اب زید کے لئے از روئے شریعت کیا حکم ہے کیا زید کے اوپر مہر و نان نفقہ کی ادائیگی واجب ہے یا نہیں؟

الجواب نان و نفقہ نہ دینا اور طلاق بھی نہ دینا عورت پر ظلم ہے جس کے سبب زید ظالم سخت گنہگار اور حق العبد میں گرفتار ہے قال اللہ تعالیٰ وعلی المولود لہ رزقھن وکسوتھن بالمعروف لہٰذا زید پر لازم ہے کہ اس کو اپنے پاس رکھے اور اس کے حقوق ادا کرے اور یا تو طلاق دے۔ اگر دونوں باتوں میں سے ایک بھی نہ کرے تو سب مسلمان اس کا بائیکاٹ کریں نہ اس کے پاس بیٹھیں اور نہ اس کو اپنے پاس بیٹھنے دیں اگر مسلمان ایسا نہ کریں گے تو وہ بھی گنہگار ہوں گے قال اللہ تعالیٰ واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین۔ رہا مہر کا سوال تو عام طور پر ہندوستان میں رائج یہ ہے کہ موت یا طلاق سے پہلے مہر ادا نہیں ہوتا لہٰذا جب تک طلاق نہ دے یا ان دونوں میں سے کوئی مر نہ جائے مہر کی ادائیگی پر شوہر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ نقایہ میں ہے المعجل والمؤجل ان بینا فذاک والا فالمتعارف۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۹ صفر المظفر ۹۸ھ

مسئلہ از ولی محمد پردھان مسکنواں ضلع گونڈہ۔

زید نے ہندہ سے نکاح کر کے اس کو اپنے گھر رخصت کرا کے لے گیا چند روز زید کے پاس رہ کر ہندہ اپنے میکے آگئی زید نے ہندہ کے والد کو اپنے گھر بلا کر کہا کہ آپ نے مجھ کو دھوکہ دیا ہندہ ڈھائی سال سے بیمار ہے اور آپ اس کا علاج نہیں کرواتے کل شام تک اس کا اکسرا کروا کے اس کی رپورٹ ہم کو دکھا دیں ورنہ پرسوں ہمارا طلاق کا ٹیلی گرام جائے گا اور جو آپ نے جہیز میں سامان دیا ہے اٹھالے جائیے زید نے ہندہ کے متعلق جو بیماری کی بات کہی ہے وہ بالکل غلط تھی ہندہ صحت مند و تندرست تھی زید نے ہندہ کے میکے میں بھی آکر اس کے باپ سے اسی

قسم کی باتیں کہیں ہندہ طلاق وغیرہ کی باتیں سن کر زید کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا اور اس کے والدین بھی اس کو رخصت کرنے پر راضی نہ ہوئے یہ معاملہ پنچوں کے سامنے پیش ہوا زید نے پنچوں سے کہا کہ اگر ہندہ میرے یہاں جانے سے انکار کرتی ہو تو مجھے ہندہ سے الگ بات کر لینے دو اگر وہ رضامند نہ ہو تو طلاق سمجھ لو زید کو ہندہ سے بات کرنے کا موقع دیا گیا مگر ہندہ راضی نہ ہوئی اس پر پنچ کے لوگوں نے زید سے کہا کہ تم طلاق تحریر کر دو زید نے جواب دیا کہ آپ لوگ مجھ کو تین ماہ کی مہلت دیں چاہے مجھ سے کلام پاک اٹھوالو میں خود آکر طلاق دے دوں گا لوگوں نے کہا کہ تم وقت مقرر کرو تمہاری بات کا کوئی ٹھکانہ نہیں تم کسی معتبر آدمی کو ذمہ دار بناؤ زید نے کہا اگر ہم پندرہ دن تک نہ آئیں تو بالکل طلاق سمجھ لیا جائے زید وعدہ کے مطابق پندرہ دن میں نہیں آیا اس کے علاوہ زید نے پنچ کے سامنے ایک اقرار نامہ میں یہاں تک لکھ دیا کہ اگر ہم پندرہ روز کے اندر اپنی بیوی (ہندہ) کو رضامند نہ کر سکیں تو اس اقرار نامہ کو بطور طلاق نامہ مان لیا جائے ایسی صورت میں ہندہ پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ مدلل و مفصل جواب تحریر فرمائیں بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں ہندہ پر طلاق نہیں واقع ہوئی اس لئے کہ زید کے یہ جملے کہ "ہمارا ایلی گرام جائے گا اور میں خود آکر اس کو طلاق دیدوں گا" صرف طلاق دے دینے کے وعدے ہیں جب طلاق دے گا تو واقع ہو گی ورنہ نہیں اور اس کے یہ جملے کہ "اگر وہ رضامند نہ ہو تو طلاق سمجھ لو، اگر ہم پندرہ دن تک نہ آئیں تو بالکل طلاق سمجھ لی جائے اور اگر ہم پندرہ روز کے اندر اپنی بیوی (ہندہ) کو رضامند نہ کر سکیں تو اس اقرار نامہ کو بطور طلاق نامہ مان لیا جائے" یہ سب شرعاً طلاق کی تعلیق نہیں یعنی اگر شرطیں پائی بھی جائیں تو بھی طلاق واقع نہ ہو گی فتاویٰ رضویہ جلد پنجم ص ۶۱۹ میں ہے کوئی کہے اگر میں نہ آؤں تو دیوار کو طلاق سمجھ لینا کیا اس کے کہنے یا کسی کے سمجھ لینے سے دیوار طلاق بن جائے گی لہٰذا وہ اقرار مہمل ہے اور طلاق اصلاً نہ ہوئی اھ ملخصاً اور فتاویٰ قاضی خاں مع ہندیہ جلد اول ص ۴۲۲ میں ہے امرأۃ قالت لزوجها مرا طلاق ده فقال الزوج داده انگار او قال کرده انگار لا یقع الطلاق وان نوی کانه قال لها بالعربیة احسبی انک طالق وان قال ذلک لا یقع الطلاق وان نوی اھ اور فتاویٰ عالمگیری جلد اول ص ۳۵۵ میں ہے امرأۃ قالت لزوجها مرا طلاق ده فقال داده انگار او کرده انگار لا یقع وان نوی اھ۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۲۸ ربیع الاول ۹۸ھ

مسئلہ از اصغر علی ٹیلر ماسٹر موضع نٹوا پوسٹ بہادر پور ضلع بستی

زید کا نکاح ہندہ سے ہوا تھا مگر ابھی اس کی رخصتی نہیں ہوئی تھی کہ زید ایک دوسری عورت کو لے کر کہیں چلا گیا آج پانچ سال سے زیادہ عرصہ گذرا کہ اس کا پتہ نہیں لگ رہا ہے ہندہ کچھ دماغی کمزوری والی ہے اسی وجہ سے زید اس کو اپنے گھر لے جانے پر بھی کسی طرح رضامند نہیں تھا اس کو کہا بھی گیا لیکن اس نے دسیوں بار یہی جواب دیا کہ میں اپنی بیوی ہندہ کو نہیں لے جاؤں گا اور یہ جملہ بار بار کہا کہ میں اس کو طلاق دے دوں گا یوں سمجھو کہ میں نے اپنی بیوی (ہندہ) کو طلاق دے دیا۔ ان جملوں سے طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ براہ کرم مفصل جواب سے پہلی فرصت میں نوازیں سخت انتظاری ہے۔

الجواب مذکورہ بالا دونوں جملوں سے طلاق نہیں واقع ہوئی اس لئے کہ پہلے جملے میں وعدہ ہے اور دوسرا جملہ شرعاً انشائے طلاق نہیں فتاوی قاضی خاں میں ہے امرأۃ قالت لزوجہا مرا طلاق دہ فقال الزوج دادہ انگار او قال کردہ انگار لا یقع الطلاق وان نوی کانہ قال بالعربیۃ احسبی انک طالق وان قال ذلک لا یقع الطلاق وان نوی اھ ھکذا فی الفتاوی الرضویۃ والھندیۃ۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۹ ربیع الاول سنہ ۹۸ھ

مسئلہ از رمضان علی نونہوی ضلع بستی

ہندہ کی شادی زید کے ساتھ ہوئی تھی لیکن زید نے دوسری شادی کر لی اور ہندہ کو اس کے والدین کے سامنے طلاق دیدی لیکن کوئی تحریر نہیں دی تو طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ ہندہ دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب صورت مسئولہ میں ہندہ پر طلاق واقع ہو گئی تحریر دینا ضروری نہیں ہندہ بعد انقضائے عدت دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے واللہ تعالیٰ و رسولہ الاعلیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۰ ذی القعدہ سنہ ۱۳۸۲ھ

مسئلہ از فتح محمد ساکن ڈبولیا بازار ضلع بستی

زید نے اپنے چچا کی لڑکی زینب سے نکاح کیا تقریباً تین سال ہوا ہے دونوں بھائیوں کے درمیان

بٹوارہ ہو جانے کے بعد زن و شوہر میں کچھ خانگی جھگڑا ہوتا رہا مگر دونوں یکجا اپنی زندگی بسر کرتے رہے زینب کا والد خانگی جھگڑوں کو نہ برداشت کر سکا ایک طلاق نامہ بغیر زید کی رضا کے مرتب کرایا جس کا علم زید کو تھا اس سے کہا کہ اس پر انگوٹھا لگا دو زید انگوٹھا لگاتے وقت برابر یہ کہہ رہا تھا کہ چاہے دس طلاق نامہ لکھ کر انگوٹھا کا نشان لے لو مگر میں طلاق نہیں دوں گا اور اس طلاق نامہ پر صرف ایک جاہل فاسق کی دستخط ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ طلاق واقع ہوئی یا نہیں ؟ اور ہوئی تو کون سی اب زید و زینب پھر ساتھ رہنا چاہتے ہیں تو کس طرح رہیں ؟

الجواب صورت مستفسرہ میں زید کی بیوی زینب پر بایں تفصیل طلاق واقع ہو گئی۔ اگر طلاق نامہ پر ایک یا دو طلاق کے الفاظ لکھے گئے ہیں یا ایک طلاق رجعی یا دو طلاق رجعی یا فقط طلاق کا لفظ لکھا گیا ایک یا دو رجعی غیر رجعی کی کوئی قید نہیں لگائی گئی اور مذکورہ بالا الفاظ میں سے جو لکھا گیا زید ان کو جانتا تھا تو پہلی تیسری اور پانچویں صورت میں ایک طلاق رجعی اور دوسری و چوتھی صورت میں دو طلاق رجعی واقع ہو گی جس کا حکم یہ ہے کہ قبل انقضائے عدت شوہر بغیر عورت کی رضا کے بھی رجعت کر سکتا ہے فتاویٰ عالمگیری جلد اول مطبوعہ مصر ص۴۲۸ میں ہے۔ اذا طلق الرجل امرأته تطلیقة رجعیة او تطلیقتین فله ان یراجعها فی عدتها رضیت المرأة بذالك اولم ترض هکذا فی الهدایة یعنی جب مرد نے اپنی عورت کو ایک یا دو طلاق رجعی دی تو عدت کے اندر عورت سے رجعت کر سکتا ہے خواہ عورت راضی ہو یا نہ راضی ہو اسی طرح ہدایہ میں ہے ۔ اور اگر عدت ختم ہو گئی تو اب شوہر کو عورت کی رضا سے نکاح کرنا پڑے گا حلالہ کی ضرورت نہیں ۔ اور اگر ایک طلاق کنایہ یا دو طلاق کنایہ یا ایک طلاق بائن یا دو طلاق بائن لکھی گئی اور زید جانتا تھا تو صورت اولیٰ و ثالثہ میں ایک بائن اور صورت ثانیہ و رابعہ میں دو بائن واقع ہو گی جس کا حکم یہ ہے کہ شوہر قبل انقضائے عدت و بعد انقضائے عدت عورت کی رضا سے دوبارہ نکاح کر سکتا ہے اور اگر تین رجعی یا تین بائن یا دو رجعی ایک بائن یا دو بائن ایک رجعی لکھی گئی تو عورت مغلظہ ہو گئی بغیر حلالہ شوہر اول کے لئے حلال نہ ہو گی کما قال اللہ تعالیٰ فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیره (پارہ دوم رکوع ۱۳) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۵ ربیع الآخر ۱۳۸۲ھ

مسئلہ از عبد المجید ساکن لہرا بازار ضلع گورکھپور

نصر اللہ نے اپنی مدخولہ بیوی کے بارے میں تین مرتبہ سے زائد کہا کہ ہم نے اسے طلاق دیا تو اس کی بیوی کے

وارثین کا نصر اللہ کو مطلقہ بیوی کو لے جانے کے لئے مجبور کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب صورت مسئولہ میں نصر اللہ کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہونے کی وجہ سے وہ بیوی نصر اللہ پر حرام ہوگئی نصر اللہ کو وہ عورت لے جانے کے لئے مجبور کرنا جائز نہیں وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ بدرالدین احمد القادری الرضوی
۲۸ر جمادی الاولیٰ ۷۷ھ

مسئلہ بکر نے اپنی بیوی کے بارے میں یہ تحریر لکھی کہ اگر میں تم کو کسی قسم کی تکلیف دوں یعنی کھانے اور کپڑے میں یا میرے اندر نامردی کی شکایت پائی جائے تو یہ اقرار نامہ نہ سمجھا جاوے بلکہ طلاق نامہ سمجھا جائے گا اس میں مجھے کوئی عذر نہیں ہے تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اگر ان شرطوں میں سے کوئی بھی شرط پائی جاوے تو کون سی طلاق پڑے گی ؟

الجواب یہ تحریر کہ اگر میں تجھ کو کسی قسم کی تکلیف دوں۔ الی۔ تو یہ اقرار نامہ نہ سمجھا جاوے بلکہ طلاق نامہ سمجھا جائے گا۔ بے کار و بے اعتبار ہے خانیہ میں ہے ولو قال الزوج دادہ انگار او قال کردہ انگار لا یقع الطلاق وان نوی کانہ قال لھا بالعربیۃ احسبی انک طالق وان قال ذلک لا یقع وان نوی واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۰ر رجب ۱۳۷۸ھ

مسئلہ از سہنیاں کلاں ضلع گونڈہ مرسلہ عطاء اللہ

ھندہ کی شادی عمر کے ساتھ ہوئی لیکن ایک مقدمہ کے سلسلہ میں حاکم کے سامنے عمرو نے یہ بیان دیا کہ ہماری شادی ابھی نہیں ہوئی ہے مگر ھندہ سے مخاطب ہو کر نہیں کہا تو اس صورت میں طلاق واقع ہوگی یا نہیں ؟

الجواب صورت مسئولہ میں عمر کا یہ بیان جھوٹ پر محمول کیا جائے گا جس سے توبہ لازم ہے طلاق واقع نہ ہوگی واللہ ورسولہ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۵ر ذیقعدہ ۱۳۸۰ھ

مسئلہ از مُلّا عبدالقادر کشیدے والا محلہ مومنان۔ پالی مارواڑ۔

ایک شخص نے حلالہ جائز ہونے کی وجہ سے نکاح پڑھایا اور رات کو عورت سے شرم وحیا کی وجہ سے صحبت نہیں کی اور صبح تین طلاق دے دی اور مرد و عورت اس بات کا اقرار بھی کرتے ہیں تو اب شوہر اول کے

حق میں یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟ بینوا وتوجروا

الجواب اللھم ھدایة الحق والصواب صورت مستفسرہ میں اگر شوہر ثانی نے نکاح کے بعد وطی نہیں کی اور طلاق دے دی تو اس صورت میں شوہر اول کا اس عورت سے نکاح کرنا جائز نہیں۔ اس لئے کہ حلالہ کی صحت کے لئے وطی شرط ہے جیسا کہ بخاری اور مسلم کی حدیث میں ہے عن عائشة قالت جاءت امرأة رفاعة القرظی الی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقالت انی کنت عند رفاعة فطلقنی فبت طلاقی فتزوجت بعدہ عبد الرحمٰن بن الزبیر وما معہ الا مثل ھدبة الثوب فقال اتریدین ان ترجعی الی رفاعة فقالت نعم قال لا حتی تذوقی عسیلته ویذوق عسیلتك اور فتاوی عالمگیری جلد اول مصری ص۴۳۱ میں ہے ان کان الطلاق ثلاثا لم تحل له حتی تنکح زوجا غیرہ نکاحا صحیحا ویدخل بها ثم یطلقها او یموت عنها کذا فی الھدایه وھو تعالٰی اعلم بالصواب۔

کتبہ: خلق اللہ خلیق فیضی
۱۲ شوال المکرم ۹۹ھ

مسئلہ از عبد السلام نعمانی ج ۵۰ امان اللہ پورہ آزاد پارک بنارس

ایک عورت کو اس کے شوہر نے تین طلاق دے کر اس کو میکے پہونچا دیا پھر ایک سال تک خود باہر رہا واپسی کے بعد اس نے کہا کہ میں بحلف کہتا ہوں اپنی بیوی کو طلاق نہیں دی ہے اور لڑکی بحلف اقرار کرتی ہے کہ مجھے طلاق دی ہے لیکن گواہ کوئی نہیں ہے تو طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

الجواب اگر شوہر تین طلاق دے چکا ہے اور اب انکار کرتا ہے تو عورت حتی الامکان اسے وطی نہ کرنے دے اور مال وغیرہ دیکر اس سے پیچھا چھڑائے چنانچہ بہار شریعت حصہ ہشتم ص۲۷ پر بحوالہ درمختار مع زیادہ مرقوم ہے کہ "شوہر نے عورت کو تین طلاقیں دیدیں یا بائن طلاق دی مگر اب انکار کرتا ہے اور عورت کے پاس گواہ نہیں تو جس طرح ممکن ہو عورت اس سے پیچھا چھڑائے مہر معاف کرکے یا اپنا مال دے کر اس سے علٰحدہ ہو جائے غرض جس طرح ممکن ہو اس سے کنارہ کشی کرے اور کسی طرح وہ نہ چھوڑے تو عورت مجبور ہے مگر ہر وقت اسی فکر میں رہے کہ جس طرح ممکن ہو رہائی حاصل کرے اور پوری کوشش اس کی کرے کہ صحبت نہ کرنے پائے یہ حکم نہیں کہ خودکشی کرلے عورت جب ان باتوں پر عمل کرے گی تو معذور ہے اور شوہر بہرحال گنہگار ہے" بالفاظہ الی آخرہ وھو تعالٰی اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۷ ربیع صفر المظفر ۱۳۸۴ھ

مسئلہ از بہاؤ ساکن نرائن پور پوسٹ اتربیتھو ضلع فیض آباد

زید و ہندہ کا عقد نابالغی حالت میں ہوا تھا رخصتی بھی نہیں ہوئی ہے اب جب کہ دونوں بالغ ہو گئے ہیں زید نے ایک کارڈ پر دوسرے آدمی سے طلاق مطلق لکھوا کر دستخط کر دی اور دو گواہوں سے بھی دستخط کرادی۔ چونکہ زید نے یہ طلاق نامہ بغیر والدین کی مرضی کے مرتب کیا تھا جب والدین کو معلوم ہوا اور انھوں نے ناراضگی ظاہر کی تو زید نے واپس ہو کر کارڈ کو چیر ڈالا اور کہا کہ طلاق نہیں ہوئی حالانکہ کارڈ طلاق دینے کی غرض سے منگائی اور دستخط طلاق نامہ سمجھ کر کی تو کیا طلاق واقع ہو گئی؟

الجواب صورت مسئولہ میں زید کی منکوحہ پر شرعاً طلاق واقع ہو گئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۷ر من ذی القعدہ ۱۳۸۳ھ

مسئلہ از عبداللہ اترولہ ضلع گونڈہ

زید کو گھریلو جھگڑے میں غصہ پیدا ہوا یہاں تک کہ جنونی کیفیت طاری ہو گئی اسی حالت میں اس نے اپنی مدخولہ بیوی کو طلاق دی۔ لوگوں کا بیان ہے کہ اس نے تین طلاق دی ہے مگر شوہر کہتا ہے کہ ہمیں یاد نہیں کہ ہم نے کتنی طلاقیں دی ہیں۔ اب وہی شوہر اس عورت کو رکھنا چاہتا ہے تو اس کے لئے کیا صورت ہے؟

الجواب مذکورہ عورت کے شوہر نے زبانی بیان دیا کہ تین طلاق دینا ہمیں یاد ہے لہٰذا اس کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہو گئی کہ اب بغیر حلالہ شوہر اول کے لئے کسی طرح حلال نہیں۔ قال اللہ تعالیٰ فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ (پ ۲ ع ۱۳) حلالہ کی صورت یہ ہے کہ عورت عدت گذار کر دوسرے سے نکاح صحیح کرے دوسرا شوہر اس کے ساتھ ہمبستری کرے پھر مر جائے یا طلاق دیدے تو دوبارہ عدت گذار کر شوہر اول سے نکاح کر سکتی ہے۔ اگر شوہر اول نے بغیر ہمبستری طلاق دیدی یا مر گیا تو اس صورت میں شوہر اول کے لئے حلال نہ ہوگی۔ کما فی حدیث العسیلة۔ اور اگر عورت حاملہ، نابالغہ یا پچپن سالہ نہ ہو تو اس کی عدت تین حیض ہے۔ خواہ تین حیض تین ماہ، تین سال یا اس سے زیادہ میں آئیں کما قال اللہ تعالیٰ والمطلقت یتربصن بانفسهن ثلثة قروء (پ ۲ ع ۱۳) اور عوام میں جو مشہور ہے کہ طلاق والی عورت کی عدت تین مہینہ تیرہ دن ہے۔ تو وہ بالکل غلط اور بے بنیاد ہے۔ وھو اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۰ر محرم الحرام ۱۴۰۳ھ

مسئلہ از محمد یونس خان مقام قصبہ۔ گونڈہ

زید نے اپنی مدخولہ بیوی سے غصّہ کی حالت میں تین مرتبہ کہا کہ میں نے تجھے طلاق دیدی۔ زید اب پھر اس بیوی کو رکھنا چاہتا ہے تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب غصہ اگر اس حد کو پہنچ جائے کہ اس سے عقل زائل ہو جائے یعنی خبر نہ رہے کہ کیا کہتا ہوں زبان سے کیا نکلتا ہے تو ایسی حالت کی طلاق نہیں واقع ہوتی۔ مگر غصہ کی یہ حالت بہت نادر ہے۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں اگر زید اس حالت کو نہ پہونچا تھا تو صرف غصہ ہونا اسے مفید نہیں اس کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہو گئی کہ اب بغیر حلالہ زید کے لئے حلال نہ ہو گی قال اللّٰہ تعالیٰ فان طلقھا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ (پ۲ ع ۱۳) حلالہ کا مطلب یہ ہے کہ عدت گذارنے کے بعد عورت دوسرے سے صحیح نکاح کرے۔ دوسرا شوہر اس کے ساتھ ہمبستری کرے۔ پھر اگر وہ طلاق دیدے یا مر جائے تو پھر دوسری عدت گذارنے کے بعد پہلے شوہر سے نکاح کر سکتی ہے۔ اگر دوسرے شوہر نے بغیر ہمبستری کے طلاق دیدی تو پہلے شوہر سے نکاح کرنا حرام ہے ہرگز ہرگز جائز نہیں۔ اور ایک ہی وقت میں تین طلاق دینے کے باعث زید گنہگار ہوا توبہ کرے۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ جمال احمد خان الرضوی
۲۹ ربیع الآخر ۱۴۰۰ھ

مسئلہ از مقام دیوراج پار پوسٹ روضہ درگاہ ضلع گورکھپور مرسلہ محمد مسیح الدین خان

زید نے اپنی بیوی ہندہ کو خط کے ذریعہ بایں الفاظ طلاق دی۔ "میں تین طلاقیں تین طہر میں علیٰ ترتیب الشریعۃ دیتا ہوں پھر لوگوں کے کہنے سننے پر تیرہویں دن ہندہ کو اپنے نکاح میں رکھنے پر راضی ہو گیا بلکہ بیوی اس وقت اپنے میکے میں تھی تو اسے اپنے خسر سے اپنے یہاں بھیجنے کو کہا اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کا یہ عمل شرعاً رجعت ہوا یا نہیں؟ پھر یہ رجعت صحیح ہے یا غلط اور مذکورہ تین طلاقیں فی الفور بیک وقت واقع ہوں گی یا تین طہر میں با ترتیب مکمل ہوں گی؟ ایک مولوی صاحب کا کہنا ہے کہ مذکورہ طلاقیں فی الفور بیک وقت واقع ہو گئیں تو ایسا کہنا صحیح ہے یا غلط؟

الجواب صورت مسئولہ میں ہندہ پر تینوں طلاقیں بیک وقت ہرگز واقع نہ ہونگی جس نے تینوں طلاقیں فی الفور واقع ہونے کو کہا وہ علم فقہ سے جاہل اور بے بہرہ ہے جب زید اپنے کلام کو اطہار ثلاثہ سے خود ہی مقید کر رہا ہے تو فی الفور واقع ہونے کا کیا مطلب۔ مزید براں علیٰ ترتیب الشریعت کا لفظ تو اور بھی

خاص کر رہا ہے تو پھر بیک وقت وقوع طلاق کا کیا معنیٰ، بلکہ زید صرف اتنا ہی کہتا کہ میں سنت کے مطابق دو یا تین طلاقیں دیتا ہوں تو جب بھی یہ طلاقیں بیک وقت واقع نہ ہوتیں چنانچہ فتاویٰ عالمگیری جلد اول صفحہ ۳۸۲ میں ہے۔ لوقال انت طالق ثنتین للسنۃ وقع عند کل طھر تطلیقۃ لم یجامعھا فیہ کذا فی البدائع "یعنی کسی نے بیوی سے کہا تجھے سنت کے مطابق دو طلاق ہے تو ہر اس طہر میں ایک ایک طلاق واقع ہوگی جس میں شوہر نے بیوی سے جماع نہ کیا ہو ایسے ہی بدائع میں ہے۔ نیز درمختار میں ہے قال لموطوئۃ وھی حال کونھا ممن تحیض انت طالق ثلاثا او ثنتین للسنۃ وقع عند کل طھر طلقۃ وتقع اولھا فی طھر لا وطؤ فیہ یعنی کسی نے اپنی موطوءہ بیوی کو سنت کے مطابق دو یا تین طلاقیں دیں تو اگر عورت کو حیض آتا رہتا ہو تو ہر طہر میں ایک طلاق واقع ہوگی جس میں پہلی طلاق ایسے طہر میں واقع ہوگی جس میں مرد نے بیوی سے وطی (ہمبستری) نہ کیا ہو۔

فائدہ۔ طہر فراغت حیض کے بعد پاکی کے زمانہ کو کہتے ہیں، موطوءہ جس سے ہمبستری کی گئی ہو۔ زید کا یہ عمل شرعاً رجعت نہیں رجعت دو طرح سے ہوتی ہے بالقول یا بالفعل۔ رجعت بالقول مثلاً میں نے رجعت کی یا اپنے نکاح میں واپس لیا وغیرہا الفاظ کہنا۔ رجعت بالفعل مثلاً بیوی سے ہمبستر ہو جانا یا شہوت سے اس کے کسی عضو کو بوسہ لینا رجعت قولی اور فعلی کی اور بھی صورتیں ہیں مگر یہاں کوئی بھی صورت متصور نہیں۔ لہٰذا زید کا مذکورہ عمل رجعت کے حق میں مفید نہیں اور اگر بالفرض رجعت بھی ہو جاتی تو وہ تین طلاقیں تین طہر میں بہرحال واقع ہوں گی جس کی تفصیل حسب صورت مسئولہ یوں ہے کہ جس وقت زید نے خط لکھا اس وقت اس کی بیوی اگر حیض کی حالت میں تھی یا ایسے طہر میں تھی جس میں زید نے اس سے وطی کی ہے تو اس وقت طلاق نہ ہوئی بلکہ اس کے بعد جو طہر متصل ہوگا اس میں صرف ایک طلاق واقع ہوگی بایں تفصیل کہ اگر وہ عورت زید کی موطوءہ تھی تو ایک رجعی ہوگی پھر دوسرے طہر میں دوسری طلاق رجعی اور تیسرے میں تیسری طلاق ہو کر عورت مغلظہ ہو جائے گی۔ اور اگر وہ موطوءہ نہ تھی اس کے ساتھ صرف خلوت صحیحہ ہی ہوئی تھی تو پہلی طلاق بائن ہوگی اور دوسرے طہر میں دوسری بائن اور تیسرے طہر میں تیسری بائن اور اگر خلوت صحیحہ بھی نہ ہوئی تھی تو پہلی طلاق بائن ہوگی اور جب تک دوسری بار اس کے نکاح میں نہ آئے گی دوسری طلاق نہ ہوگی۔ اور اگر اس وقت عورت ایسے طہر میں تھی جس میں زید نے اس سے وطی نہ کی تھی تو اسی وقت ایک طلاق ہو گئی اگر پہلے سے زید کی موطوءہ تھی تو رجعی ہوئی ورنہ بائن واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم

کتبہ

جلال الدین احمد الامجدی

۲۳ من صفر المظفر سنہ ۱۳۸۲ھ

مسئلہ از محمد بشیر دولت پور گرنٹ گونڈہ

منکہ منور علی ولد مسر اللہ ساکن گورہ تھانہ سعد اللہ نگر تحصیل اترولہ پرگنہ بوڑھاپار ضلع گونڈہ کا ہوں میں اپنی بیوی مسماۃ کلثوم بنت اسماعیل ساکن دولت پور گرنٹ تحصیل اترولہ تھانہ سعد اللہ نگر پرگنہ بوڑھاپار ضلع گونڈہ جوکہ اٹھارہ سال سے میرے عقد نکاح میں تھی آج بتاریخ فلاں کو میں اپنے ہوش وحواس کی درستگی پر طلاق بین دیا مہر بھی ادا کر دیا مسمات کلثوم کو اختیار ہے کہ جہاں چاہے اپنا عقد نکاح کر سکتی ہے طلاق نامہ اس لئے لکھ دیا کہ وقت ضرورت پر کام آوے۔ دستخط منور علی ولد مسر اللہ گورا۔ گواہ کلو موضع گورا۔ گواہ محمد شفیع موضع گورا۔ اور مسماۃ کلثوم کے رضامندی پر یا اس کے سامنے یہ طلاق نہیں ہوا تھا نہ طلاق نامہ لکھا گیا تھا اور نہ کلثوم طلاق لینے کو کہتی ہے نہ طلاق لینے پر رضامند تھی تو اس تحریر کی بنا پر طلاق ہو گیا کہ نہیں اس واقعہ کے کئی ماہ بعد منور علی و کلثوم دونوں رضامند ہو گئے تو بغیر عدت حلالہ نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟ طلاق رجعی۔ طلاق بائن۔ اور طلاق مغلظہ کا کیا مطلب ہے؟

الجواب اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔ صورت مسئولہ میں منور کی بیوی کلثوم پر ایک طلاق بائن واقع ہو گئی خواہ کلثوم راضی ہو یا ناراض۔ طلاق اس کے سامنے دی اور لکھی گئی ہو یا غیبت میں۔ اب اگر دونوں رضامند ہوں تو زمانۂ عدت میں اور بعد عدت بھی نکاح کرنا جائز ہے حلالہ کی ضرورت نہیں کما صرح بہ فی کتب الفقہ طلاق رجعی کا مطلب یہ ہے کہ شوہر عدت کے اندر اپنی بیوی سے بغیر اس کی رضامندی کے رجوع کر سکتا ہے نکاح کی ضرورت نہیں اور بعد عدت عورت کی رضامندی سے نکاح میں لا سکتا ہے حلالہ کی ضرورت نہیں۔ اور بائن میں بھی حلالہ کی ضرورت نہیں مگر نکاح کے لئے عدت کے اندر و بعد عدت دونوں صورتوں میں عورت کی رضامندی ضروری ہے۔ اور طلاق مغلظہ خواہ تین رجعی ہو یا تین بائن یا دو رجعی ایک بائن یا ایک رجعی دو بائن سے ہو بغیر حلالہ شوہر اول سے نکاح نہیں ہو سکتا۔ واللہ ورسولہ اعلم جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۲۶ رجب المرجب ۱۳۷۹ھ

مسئلہ از غلام رسول بستی

علاؤالدین کا اپنی مدخولہ بیوی سے ایک گھریلو معاملہ میں اختلاف ہو گیا تو اس نے غصہ میں آکر اپنی بیوی کو تین طلاق زبانی دے دی برادری کے کچھ لوگوں نے علاؤالدین کو بلا کر پوچھا تو اس نے کہا کہ ہاں میں نے طلاق دی ہے۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ علاؤالدین کی بیوی پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اگر طلاق ہو گئی اور علاؤالدین

پھر اسی سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو کیا صورت ہوگی ؟

الجواب صورت مسئولہ میں علاؤ الدین کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی لہذا اگر علاؤ الدین اس سے پھر نکاح کرنا چاہتا ہے تو اس کی مطلقہ بیوی عدت گذار کر دوسرے سے صحیح نکاح کرے یہ دوسرا شوہر اس سے ہمبستری کے بعد طلاق دیدے یا مرجائے تو پھر عدت گذار کر علاؤ الدین کے ساتھ دوبارہ نکاح کرسکتی ہے۔ اور اگر شوہر ثانی نے بغیر مجامعت کئے ہوئے طلاق دیدی تو علاؤ الدین کے ساتھ ہرگز ہرگز نکاح نہیں ہوسکتا۔ کما قال اللہ تعالیٰ فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ۔ واللہ تعالیٰ و رسوله الاعلیٰ اعلم جل جلاله وصلی اللہ علیه وسلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ از محمد عبد اللہ محلہ ڈیہہ پور کھیری

حلالہ کرنے والے مرد و عورت سے کیا کسی اجنبی شخص کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ ان سے یہ دریافت کرے کہ تم دونوں نے بعد نکاح ہمبستری کی ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا

الجواب بعون الملک الوھاب چونکہ حلالہ میں شوہر ثانی کا ہمبستری کرنا شرط ہے جیسا کہ قرآن و حدیث اور فقہ سے ثابت ہے اور اس زمانہ میں لوگ اپنی جہالت سے صرف نکاح ہی کرنے کو حلالہ سمجھتے ہیں جیسا کہ تجربہ ہے۔ اس لئے شوہر ثانی کو چاہیئے کہ ذمہ دار افراد سے ہمبستری کرنے کو ذکر کردے تاکہ لوگوں کو حلالہ کی صحت پر یقین ہوجائے۔ اگر شوہر ثانی نے بیان نہیں کیا تو نکاح خواں پر لازم ہے کہ شوہر اول کے ساتھ نکاح پڑھانے سے پہلے حلالہ کی صحت کے بارے میں تحقیق کرلے لیکن شوہر ثانی کو ہمبستری کرنے کے بارے میں عام لوگوں سے بیان نہیں کرنا چاہیئے اور عام لوگوں کو اس سے دریافت بھی نہیں کرنا چاہیئے۔ کہ ان کو کوئی ضرورت نہیں۔ ھٰذا ما ظهر لی والعلم بالحق عند اللہ تعالیٰ و رسوله الاعلیٰ جل جلاله وصلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۹ر صفر المظفر ۱۳۸۶ھ

مسئلہ از رحیم الدین رضوی صدیقی گورکھپوری متعلم فیض الرسول براؤں شریف

زید نے اپنی مدخولہ بیوی کو ایک ہی جملہ میں تین طلاق دی۔ اس پر ایک وہابی مفتی نے فتویٰ دیا کہ مجلس واحد کی تین طلاقیں ایک ہی طلاق کے حکم میں ہیں اور حوالہ میں یہ عبارت پیش کی کان الطلاق علیٰ عھد رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وسنتین من خلافۃ عمر طلاق الثلٰث واحدۃ (صحیح مسلم شریف جلد اول ص۴۷۷) دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کی بیوی پر کتنی طلاق واقع ہوئی اور مفتی کا فتویٰ صحیح ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب صورت مستفسرہ میں زید کی بیوی پر تین طلاقیں پڑ گئیں۔ اب بغیر حلالہ ان دونوں کا نکاح نہیں ہو سکتا جس مفتی نے ایک طلاق کا فتویٰ دیا ہے وہ غیر مقلد وہابی ہے۔ اس نے صحیح مسئلہ بتانے میں خیانت سے کام لیا ہے۔ اور اس نے وہ حدیث پوری نقل نہ کی آگے الفاظ یہ ہیں۔ فقال عمر بن الخطاب ان الناس قد استعجلوا فی امر کانت لھم فیہ۔ اس حدیث کی شرح میں امام نووی ص۴۷۷ میں فرماتے ہیں وقد اختلف العلماء فیمن قال لامرأتہ انت طالق ثلٰثا فقال الشافعی ومالک وابوحنیفۃ واحمد وجماھیر العلماء من السلف والخلف یقع الثلٰث۔ حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ان رجلاً قال لعبد اللہ بن عباس انی طلقت امرأتی مائۃ تطلیقۃ فماذا تری علیّ۔ فقال ابن عباس طلقت منک بثلٰث وسبع وتسعون اتخذت بھا اٰیات اللہ ھزوا یعنی حضرت سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک شخص نے مسئلہ پوچھا کہ میں نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دیں تو شریعت کا کیا حکم ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ تیری تین طلاقیں اس پر واقع ہو گئیں اور ستانوے طلاقوں سے تو نے آیات الٰہیہ کا کھیل کیا۔ یہ فتویٰ فقیہ اور مفتی صحابی ابن صحابی کا ہے کہ تینوں طلاقیں دفعۃً واحدۃً واقع ہوئیں۔ حضرت رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بیوی کو لفظ البتہ کے ساتھ طلاق دی اور حاضر بارگاہ ہو کر واقعہ عرض کیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ قسم کھا کر بتاؤ کہ البتہ سے تمہاری مراد کتنی طلاقیں تھیں انھوں نے قسم کے ساتھ تین بار اقرار کیا کہ ایک طلاق مراد تھی حضور نے فرمایا ایک ہی واقع ہوئی حضرت امام نووی اس کی شرح میں ص۴۷۸ میں فرماتے ہیں فھذا دلیل علی انہ لو اراد الثلٰث لوقعن والا فلم یکن لتحلیفہ معنیٰ یہ حدیث شریف اس پر دلیل ہے کہ اگر وہ تین طلاقوں کا ارادہ کرتے تو تینوں طلاقیں یکبارگی واقع ہوتیں ورنہ ان سے قسم کھلانے کا کیا معنیٰ ہے۔ الحمد للہ کہ مسئلہ اسی کتاب سے واضح ہو گیا جس سے وہابی مفتی نے تین کو ایک بنانے کی کوشش کی۔ لیکن حدیث اور خلفائے راشدین اور صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا فتویٰ اور عمل یہی ہے کہ مجلس واحد میں دی ہوئی تین طلاقیں تین ہی واقع ہوں گی وہابی کا فتویٰ غلط اور باطل ہے۔ وہابی اپنے عقائد کفریہ کی وجہ سے کافر ہیں کفار سے فتویٰ شرعی حاصل کرنا حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم۔

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ
از عبدالرؤف انصاری پکھر بھٹوا بستی

(۱) زید نے اپنی مدخولہ بیوی ہندہ کے بارے میں کہا کہ میں طلاق دیدوں گا۔ میں طلاق دیدوں گا۔ طلاق دیدیا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ ہندہ پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اگر واقع ہوئی تو کون سی طلاق۔ اور اس کا شرعی حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا (۲) زینب کے بطن سے زید کی ایک پانچ ماہ کی لڑکی ہے زینب سسرال جانا نہیں چاہتی اس لئے زید اپنی لڑکی کو لے کر اپنے گھر چلا گیا دریافت طلب امر یہ ہے کہ لڑکی زید کو ملے گی یا زینب کو؟ بینوا توجروا

الجواب
صورت مسئولہ میں زید کی بیوی ہندہ پر ایک طلاق رجعی واقع ہوئی۔ اس کا حکم یہ ہے کہ عدت کے اندر شوہر بغیر عورت کی رضا کے بھی رجعت کر سکتا ہے۔ فتاوی عالمگیری جلد اول مطبوعہ مصر ص۴۲۸ میں ہے اذا طلق الرجل امرأته تطليقة رجعية او تطليقتين فله ان يراجعها فی عدتها رضيت المرأة بذالك او لم ترض هكذا فی الهداية یعنی جب مرد نے اپنی عورت کو ایک یا دو طلاق رجعی دی تو عدت کے اندر عورت سے رجعت کر سکتا ہے خواہ وہ راضی ہو یا نہ راضی ہو اسی طرح ہدایہ میں ہے۔ لہذا اگر زید چاہے تو اپنی بیوی ہندہ سے قبل انقضاء عدت رجعت کر لے نکاح کی ضرورت نہیں اس کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ مرد دو گواہوں کے سامنے کہے کہ میں نے اپنی بیوی سے رجعت کر لی اور عورت کو خبر کر دے یا خود عورت سے کہے کہ میں نے تجھ سے رجعت کر لی اور اگر عدت ختم ہو گئی تو اب زید کو ہندہ کی رضا سے نکاح کرنا پڑے گا حلالہ کی ضرورت نہیں (۲) لڑکی جب تک کہ ہوشیار نہ ہو جائے اس کی پرورش کا حق اس کی ماں کو ہے فتاوی عالمگیری جلد اول مطبوعہ مصر ص۴۸۲ میں ہے احق الناس بحضانة الصغير حال قيام النكاح او بعد الفرقة الام الا ان تكون مرتدة او فاجرة غير مامونة كذا فی الكافی یعنی اگر ماں مرتدہ اور فاجرہ یا غیر مامونہ نہ ہو تو بچے کی پرورش کا حق سب سے پہلے اسی کو ہے خواہ وہ نکاح میں ہو یا نکاح سے باہر ہو گئی ہو اسی طرح کافی میں ہے لہذا فی الحال لڑکی ماں کے پاس رہے گی اور ہوشیار ہونے کے بعد زید کو ملے گی واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم جل جلالہ و صلی المولی تعالیٰ علیہ وسلم۔

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۱۸؍ محرم الحرام ۱۳۸۰ھ

مسئلہ
از حاجی لال محمد عرف للن ساکن بھاؤپور ضلع بستی

زید اور ہندہ کے مابین جھگڑا ہوا ہندہ کہتی ہے زید نے مجھ کو مارا اور کہا کہ جا میں نے تجھ کو طلاق دی۔ جا

میں نے تجھ کو طلاق دی۔ جا میں نے تجھ کو طلاق دی۔ عرصہ ایک ماہ کے بعد جب ہندہ اپنے میکے آئی تو اپنے بھائیوں سے ذکر کیا کہ زید نے مجھ کو طلاق دے دی ہے۔ ہندہ کے بھائیوں نے زید سے پوچھا کہ کیا تم نے ہندہ کو طلاق دیدی ہے تو زید نے انکار کر دیا اور کہا کہ میں باحلف کہتا ہوں کہ میں نے طلاق نہیں دی ہے اس پر ہندہ نے کہا کہ میں بھی باحلف کہتی ہوں کہ زید نے مجھ کو طلاق دی ہے ایسی صورت میں دریافت طلب یہ امر ہے کہ جب دونوں کے پاس گواہ نہیں ہیں تو کس کا قول عند الشرع معتبر ہے؟ بینوا بالدلیل

الجواب صورت مستفسرہ میں جب کہ گواہ نہیں ہیں تو ہندہ کی قسم فضول ہے اس لئے کہ وہ مدعی ہے اور زید کی قسم معتبر ہے اس لئے کہ وہ منکر ہے اور مدعیٰ علیہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے — البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر اخرج البیھقی وھو مخرج فی الصحیحین بلفظ البینۃ علی المدعی والیمین علی المدعیٰ علیہ واخرج دار قطنی مرفوعاً البینۃ علی من ادعیٰ والیمین علی من انکر۔ لہذا ہندہ کی قسم سے طلاق ثابت نہ ہوگی اگر زید نے واقعی طلاق دے دی ہے تو جھوٹی قسم کا وبال اس پر ہوگا ہندہ کو طلاق دینے کا یقین ہے تو جس طرح بھی ہو سکے روپیہ وغیرہ دے کر زید سے چھٹکارا حاصل کرلے۔ اگر اس طرح بھی نہ چھوڑے تو جیسے بھی ممکن ہو اس سے دور رہے اسے اپنے اوپر قابو نہ دے اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو اپنی خواہش سے کبھی اس کے ساتھ میاں بیوی کا برتاؤ نہ کرے اور نہ زید کے مجبور کرنے پر راضی ہو ورنہ وہ بھی سخت گنہگار لائق عذاب قہار ہوگی واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ از محمد فصیح اللہ مقام گورا بازار ضلع بستی

ابراہیم نے اپنی مدخولہ بیوی بشیر النساء کے بارے میں ایک تحریر لوگوں کی موجودگی میں اپنے ہاتھ سے مرتب کی جس میں تین بار طلاق لکھی۔ اس طرف ایک مولوی صاحب کا گذر ہوا لوگوں نے کہا کہ مولوی صاحب طلاق نامہ آپ ٹھیک سے لکھ دیجئے تو مولوی صاحب نے ایک تحریر مرتب کی جس میں صرف ایک طلاق لکھی مولوی صاحب کی لکھی ہوئی تحریر پر ابراہیم نے اپنا دستخط کیا اور اپنی مرتب کردہ تحریر کو پھاڑ کر پھینک دی اب دریافت طلب یہ امور ہیں کہ بشیر النساء پر کون سی طلاق واقع ہوئی؟ ابراہیم نے عدت گذارنے سے پہلے بشیر النساء کو پھر رکھ لیا تو جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو جائز ہونے کی کیا صورت ہے؟ بینوا توجروا

الجواب صورت مسئولہ میں ابراہیم کی مرتب کی ہوئی تحریر سے بشیر النساء پر تین طلاقیں واقع ہوگئیں اگرچہ وہ پھاڑ دی گئیں لان الکتاب کالخطاب لہٰذا مولوی صاحب مذکور کا طلاق نامہ میں صرف ایک طلاق لکھنا اور ابراہیم کا اس دوسرے طلاق نامہ پر دستخط کرنا لغو ہوا۔ ابراہیم و بشیر النساء کا ایک دوسرے کے ساتھ رہنا اور آپس میں میاں بیوی کے تعلقات رکھنا حرام، حرام، سخت حرام ہے۔ ان دونوں پر واجب ہے کہ فوراً ایک دوسرے سے الگ ہو جائیں اور علانیہ توبہ و استغفار کریں اگر وہ دونوں ایسا نہ کریں تو تمام مسلمان ان کا بائیکاٹ کریں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ بغیر حلالہ ابراہیم کے لئے بشیر النساء حلال نہ ہوگی۔ حلالہ کی صورت یہ ہے کہ بشیر النساء عدت گذرنے کے بعد دوسرے سے صحیح نکاح کرے دوسرا شوہر ہمبستری کے بعد اسے طلاق دے یا فوت ہوجائے تو بشیر النساء پھر عدت گذارنے کے بعد ابراہیم سے نکاح کرسکتی ہے اگر دوسرے شوہر نے بشیر النساء سے ہمبستری نہیں کی اور طلاق دے دی تو وہ ابراہیم کے لئے حلال نہ ہوگی جیسا کہ پارہ ۲ رکوع ۱۲ میں ہے فان طلقھا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ۔ وروی عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت جاءت امرأۃ رفاعۃ القرظی الی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقالت انی کنت عند رفاعۃ فطلقنی فبت طلاقی فتزوجت بعدہ عبد الرحمن بن الزبیر ومامعہ الا مثل ھدبۃ الثوب فقال اتریدین ان ترجعی الی رفاعۃ قالت نعم قال لاحتی تذوقی عسیلتہ ویذوق عسیلتک متفق علیہ (مشکوٰۃ ص ۲۸۳) ھٰذا ما عندی والعلم عند اللہ تعالیٰ ورسولہ جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم۔

کتبہ جلال الدین احمد امجدی

مسئلہ از عبد اللہ گورکھپور

ایک عورت کو اس کے شوہر نے تین طلاق دے کر اس کو میکہ پہونچا دیا پھر ایک سال تک وہ پردیس میں تھا وہاں سے واپسی کے بعد اس نے کہا کہ میں حلف کی رو سے کہتا ہوں کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق نہیں دی ہے اور لڑکی بھی باحلف بیان کرتی ہے کہ مجھے طلاق دی ہے مگر کوئی گواہ نہیں ہے ایسی صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب جب کہ گواہ نہیں ہیں تو عورت کی قسم فضول ہے اس لئے کہ وہ وقوع طلاق کی مدعیہ ہے اور شوہر کی قسم معتبر ہے اس لئے کہ وہ طلاق کا منکر اور مدعیٰ علیہ ہے حدیث شریف میں ہے

البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر اخرج البیھقی وخرج فی الصحیحین بالفاظ اخریٰ لہٰذا عورت کی قسم سے طلاق ثابت نہ ہوگی۔ شوہر نے اگر واقعی طلاق دے دی ہے تو جھوٹی قسم کا گناہ اس پر ہوگا۔ عورت کو طلاق دینے کا یقین ہے تو حتی الامکان شوہر کو وطی نہ کرنے دے اور جس طرح بھی ممکن ہو مال وغیرہ دیکر اس سے پیچھا چھڑائے بہار شریعت جلد ۸ صفحہ ۲۳ میں ہے "شوہر نے عورت کو تین طلاقیں دیدیں یا بائن طلاق دی مگر اب انکار کرتا ہے اور عورت کے پاس گواہ نہیں تو جس طرح ممکن ہو عورت اس سے پیچھا چھڑائے۔ مہر معاف کرکے یا اپنا مال دے کر اس سے علیحدہ ہو جائے۔ غرض جس طرح بھی ممکن ہو اس سے کنارہ کشی کرے اور کسی طرح وہ نہ چھوڑے تو عورت مجبور ہے مگر ہر وقت اسی فکر میں رہے کہ جس طرح ممکن ہو رہائی حاصل کرے اور پوری کوشش اسی کی کرے کہ وہ صحبت نہ کرنے پائے یہ حکم نہیں کہ خودکشی کرلے عورت جب ان باتوں پر عمل کرے گی تو معذور ہے اور شوہر بہر حال گنہگار ہے انتھٰی بالفاظہ اور درمختار میں ہے سمعت من زوجھا انہ طلقھا ولا تقدر علی منعہ من نفسھا ترفع الامر للقاضی فان حلف ولا بینۃ فالاثم علیہ والبائن کالثلاث اھ ملخصا ھٰذا ما عندی واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد امجدی

مسئلہ

حافظ غلام مصطفےٰ اشرفی مدرسہ عتیق المدارس بڑھنی بازار ضلع بستی

زید کی بیوی ہندہ بکر کے ساتھ فرار ہوگئی اور تقریباً چار سال سے بکر کے ساتھ ہے۔ اپنے شوہر زید کے پاس جانے کو راضی نہیں اور زید کہتا ہے کہ عمر بھر طلاق نہیں دوں گا تو اس صورت میں شرعاً مجرم کون ہے؟

الجواب

ہندہ شرعاً مجرم ہے کہ اس کا بکر کے ساتھ فرار ہونا، چار سال سے دوسرے کے پاس رہنا اور اپنے شوہر کے پاس جانے کو راضی نہ ہونا یہ سب گناہ عظیم ہیں۔ ہندہ پر فرض ہے کہ بکر سے فوراً الگ ہوکر علانیہ توبہ واستغفار کرے اور تاوقتیکہ زید سے طلاق نہ حاصل کرلے اس کے ساتھ زندگی گذارے۔ زید کی موت یا اس سے طلاق حاصل کئے بغیر دوسرے سے نکاح ہرگز جائز نہیں ہوگا اور بکر بھی سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہے اس پر لازم ہے کہ ہندہ کو فوراً اپنے سے الگ کردے اور اپنے گناہوں سے علانیہ توبہ واستغفار کرے اگر یہ دونوں ایسا نہ کریں تو سب مسلمان ان سے مقاطعہ کرلیں نہ ان کے پاس بیٹھیں نہ ان کو اپنے پاس بیٹھنے دیں قرآن مجید پارہ ہفتم رکوع ۱۴ میں ہے وَاِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ط اور زید طلاق نہ دینے کے سبب گنہگار نہیں ہاں اگر لے جانے کے لئے بھی تیار نہ ہو تو گنہگار ہوگا

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد امجدی

مسئلہ از انور علی موضع پیری بزرگ پوسٹ بھدوکھر ضلع بستی

عبدالرؤف کی مدخولہ بیوی نے جھگڑے میں عبدالرؤف کو برا بھلا کہا تو عبدالرؤف نے کہا کہ طلاق، طلاق، طلاق جا۔ تو اس صورت میں طلاق پڑی یا نہیں؟ اگر پڑی تو کون سی طلاق۔ عبدالرؤف اگر اس بیوی کو رکھنا چاہے تو کیا صورت ہوگی؟

الجواب عبدالرؤف نے لفظ طلاق جو تین بار کہا اور اس سے اپنی بیوی کو طلاق دینے کا قصد کیا تو اس کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی اور اس صورت میں بغیر حلالہ عبدالرؤف کے لئے وہ بیوی حلال نہ ہوگی قال اللہ تعالیٰ فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ۔ اور اگر وہ طلاق کے قصد کا اقرار نہ کرے تو ان الفاظ سے طلاق کا حکم نہ ہوگا پھر اگر واقعی طلاق کی نیت تھی مگر وہ اقرار نہیں کرتا ہے تو جھوٹ کا وبال اس کے سر پر ہوگا مستحق عذاب نار ہوگا اور اس عورت سے ہمبستری کرنا اس کے لئے زنا ہوگا فتاوی عالمگیری پھر فتاوی رضویہ میں ہے سکران ھربت منه امرأته فتبعها ولم یظفر بها فقال بالفارسیة بسه طلاق ان قال عنیت امرأتی یقع وان لم یقل شیئا لا یقع اھ۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگر وہ لفظ طلاق سے اپنی بیوی پر طلاق واقع کرنے کی نیت کا اقرار کرے تو تین طلاقیں واقع ہوگئیں اور اگر وہ اقرار نہ کرے تو دریافت کیا جائے کہ لفظ "جا" سے طلاق کی نیت تھی یا نہیں؟ اگر طلاق کی نیت تھی تو ایک بائن واقع ہوئی اس صورت میں حلالہ کی ضرورت نہیں۔ عدت کے اندر بھی عبدالرؤف عورت کی مرضی سے دوبارہ نکاح کر سکتا ہے اور اگر قسم کھا کر کہے کہ طلاق کی نیت نہ تھی تو اس لفظ سے بھی وقوع طلاق کا حکم نہ کریں گے لان قوله اذهبی یحتمل ردا فیتوقف علی النیة ھکذا فی الدر المختار اگر جھوٹی قسم کھائے گا تو سخت گنہگار لائق عذاب قہار ہوگا وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد امجدی

مسئلہ از محمد یٰسین موضع جیوپور ضلع بستی

زید کی بیوی جو اس کے ساتھ رہتی ہے زید نے اسے مخاطب کر کے کہا کہ جا میں تجھ کو طلاق دیتا ہوں، جا میں تجھ کو طلاق دیتا ہوں دس گیارہ بار اسی طرح کہا اور یہ بھی کہا کہ ہوش وحواس کے ساتھ طلاق دیتا ہوں

اس کے بعد پھر اسی کو رکھے ہوئے ہے تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ بیان فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

الجواب زید کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی اب اگر زید میاں بیوی کے تعلقات اس سے رکھتا ہے تو وہ سخت گنہگار، حرام کار لائق عذاب قہار ہے زید پر واجب ہے کہ علانیہ توبہ واستغفار کرے اور اپنی بیوی کو اپنے سے الگ کر دے اگر زید ایسا نہ کرے تو سب مسلمان اس کا بائیکاٹ کر دیں اور ہر قسم کے تعلقات اس سے ختم کر دیں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد امجدی

مسئلہ

از محمد یوسف سنہٹی بھنان ضلع بستی

زید نے اپنی بیوی زینب سے کہا کہ ہم کو تم سے کچھ مطلب نہیں میں تم کو طلاق دیتا ہوں زینب زید کی مدخولہ ہے دریافت طلب یہ امر ہے کہ طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اور زید اسے اپنے ساتھ رکھنا چاہے تو کیا صورت ہوگی؟ بینوا توجروا۔

الجواب زید کی بیوی زینب پر ایک طلاق رجعی واقع ہوئی اور زید کے اس جملہ سے کہ ہم کو تم سے کچھ مطلب نہیں کسی قسم کی کوئی طلاق نہیں واقع ہوئی ھکذا فی الفتاوی الرضویۃ اب اگر زید زینب کو اپنے نکاح میں رکھنا چاہتا ہے اور ابھی عدت نہیں ختم ہوئی ہے تو رجعت کر لے اور اگر عدت ختم ہوگئی ہو تو زینب کی مرضی سے نئے مہر کے ساتھ دوبارہ نکاح کر لے واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد امجدی

مسئلہ

از عبد القیوم ساکن بتھریا کلاں ڈاکخانہ بھروٹیا ضلع بستی

ز نے اپنی مدخولہ بیوی کے بارے میں ایک مجمع میں کہا کہ ہم اپنی بیوی کو طلاق دیتے ہیں، طلاق دیتے ہیں، طلاق دیتے ہیں، طلاق نامہ لکھ کر تیار کیا گیا زید کے باپ نے زید سے کہا کہ یہاں سے چلو زید کا دستخط طلاق نامہ پر نہیں ہوا کاغذ پھاڑ کر پھینک دیا گیا اب پوچھنا یہ ہے کہ صرف منھ سے بولنے پر طلاق پڑتی ہے یا نہیں؟ اور صورت مذکورہ میں زید کی بیوی پر طلاق پڑی کہ نہیں جب کہ طلاق نامہ پر زید نے دستخط نہیں کیا۔

الجواب زید نے اگر واقعی یہ کہا کہ ہم اپنی بیوی کو طلاق دیتے ہیں اور تین بار یہی جملہ کہا تو اس کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی اگرچہ زید نے طلاق نامہ پر دستخط نہیں کیا اس لئے کہ وقوع طلاق

کے لئے طلاق نامہ لکھنا یا طلاق نامہ پر دستخط کرنا ضروری نہیں صرف زبان سے کہنے پر طلاق واقع ہو جاتی ہے عورت مذکورہ عدت گذار کر دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کـــــــتبہ جلال الدین احمد امجدی

مسئلہ

از عبدالرحمٰن قادری ۔ شہرت گڈھ بستی

اکرام حسین نے گھر بھر کے دباؤ ڈالنے کی وجہ سے اپنی بیوی انوری کو مندرجہ ذیل الفاظ میں طلاق دی اور لکھ بھی دی ۔ " میں اپنی بیوی کو راضی خوشی سے طلاق دیتا ہوں طلاق ، طلاق" ، تو طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اگر ہوئی تو کون سی؟ حلالہ کرنا پڑے گا یا نہیں؟ اکرام حسین کے بڑے بھائی جو شادی شدہ اور بال بچے والے ہیں ان کے ساتھ حلالہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب صورت مسئولہ میں انوری پر طلاق واقع ہو گئی پھر انوری اگر اکرام حسین کی غیر مدخولہ ہے تو ایک طلاق بائن واقع ہوئی اس صورت میں بغیر حلالہ دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے اور اگر انوری اکرام حسین کی مدخولہ ہے تو طلاق مغلظہ واقع ہو گئی بغیر حلالہ اکرام حسین کے لئے دوبارہ حلال نہ ہوگی ـــ اور اکرام حسین کے بڑے بھائی اگرچہ شادی شدہ اور بال بچے والے ہیں ان کے ساتھ حلالہ شرعاً جائز ہے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کـــــــتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۳ر جمادی الاخریٰ ۱۳۸۴ھ

مسئلہ

از سید سراج احمد ساکن مقام درگاہ حال وارد بارکپار بستی

زید کی مدخولہ بیوی ہندہ کے بارے میں طلاق نامہ مرتب کیا گیا اس پر زید نے ہوش وحواس کی درستگی میں بغیر جبر واکراہ دستخط کی اور گواہوں نے بھی دستخط کی مگر زید نے وہ طلاق نامہ ہندہ کے سپرد نہ کیا تو ہندہ پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ وہ دوسرا نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب صورت مسئولہ میں ہندہ پر طلاق واقع ہو گئی بعد انقضائے عدت وہ دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کـــــــتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۲۶ر ذی الحجہ ۱۳۸۴ھ

مسئلہ ازغلام رسول ساکن بھنڈاول ضلع بستی

غلام رسول کی مدخولہ بیوی نے غلام رسول سے کہا کہ مجھے آپ کے یہاں تکلیف ہے۔ تو غلام رسول نے کہا کہ جب تجھے میرے یہاں تکلیف ہے تو میں تجھ کو جواب دئیلا۔ جواب دئیلا۔ جواب دئیلا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ غلام رسول کے اس قول سے طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اگر ہوئی تو کون سی؟ اور اس کا حکم کیا ہے اس جملے کے کہنے کے بعد بیوی کو اپنے پاس رکھے ہوئے ہے تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب صورت مستفسرہ میں غلام رسول کی بیوی پر تین طلاق واقع ہوگئی اب بغیر حلالہ غلام رسول کے لئے حلال نہ ہوگی لان قولہ میں تجھ کو جواب دئیلا تعبیر قولہ اطلقتك ؎ فالہذا غلام رسول پر واجب ہے کہ فوراً اپنی بیوی کو اپنے سے الگ کردے اور توبہ واستغفار کرے اگر غلام رسول ایسا نہ کرے تو تمام مسلمان اس کا بائیکاٹ کریں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۳؍ ذی القعدہ ۱۳۸۵ھ

مسئلہ از محمد عاقل ساکن جگرناتھ پور پوسٹ آفس منڈف بھنان بستی

زید نے اپنی بیوی کو حالت حمل میں طلاق دی تو طلاق واقع ہوئی یا نہیں اگر واقع ہوگئی تو اس کی عدت کیا ہے؟

الجواب صورت مسئولہ میں طلاق واقع ہوگئی اور اس کی عدت وضع حمل ہے کما قال اللہ تبارک وتعالیٰ فی القرآن العظیم والفرقان الحمید واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن یعنی حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے لہذا بچہ پیدا ہونے کے بعد ہی عورت عدت سے باہر ہوجائے گی واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ محمد احمد القادری
۱۵؍ ذی الحجہ ۱۳۸۳ھ

مسئلہ از دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف مسئولہ مولوی رحیم الدین متعلم دارالعلوم ہذا

(۱) زید نے اپنی بیوی شاہدہ کو حیض کی حالت میں تین طلاقیں دیں بحکم شرع یہ طلاقیں واقع ہوئیں یا نہیں؟

(۲) عوام میں جو یہ مشہور ہے کہ عدت کی مدت تین ماہ تیرہ روز ہے یہ صحیح ہے یا غلط بحکم شرع عدت کی مدت کب تک ہے اور جس حیض میں زید نے اپنی بیوی شاہدہ کو طلاق مغلظہ دی ہے وہ حیض کی مدت میں شمار ہوگا یا نہیں؟

الجواب (۱) زید نے اگر اپنی بیوی شاہدہ کو حیض کی حالت میں تین طلاق دی تو زید گنہگار ہوا توبہ کرے اور طلاق شرعاً واقع ہو گئی واللہ اعلم (۲) عوام میں جو یہ مشہور ہے کہ عدت تین مہینہ تیرہ دن ہے یہ بالکل غلط باطل اور بے بنیاد ہے جس کی کوئی اصل نہیں بلکہ مطلقہ حاملہ ہو تو اس کی عدت وضع حمل ہے۔ قرآن پاک میں ہے واولات الاحمال اجلهن ان یضعن حملهن (پ ۲۸ رکوع ۱۷) یعنی حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے اور اگر نابالغہ یا آئسہ یعنی پچپن سالہ ہو تو اس کی عدت عربی مہینہ سے تین ماہ ہے اور اگر مطلقہ آئسہ و نابالغہ نہ ہو بلکہ حیض والی ہو تو اس کی عدت تین حیض ہے جیسا کہ قرآن پاک پارۂ دوم رکوع ۱۲ میں ہے والمطلقت یتربصن بانفسهن ثلثة قروء یعنی مطلقہ عورتیں (حیض والی) تین حیض آنے تک نکاح کرنے سے رکی رہیں لہٰذا عدت تین حیض سے پہلے ختم نہ ہوگی خواہ یہ تین حیض دو ماہ، تین ماہ یا تین سال یا اس سے زیادہ میں آئیں۔ اور جس حیض میں زید نے اپنی بیوی شاہدہ کو طلاق مغلظہ دی وہ حیض عدت میں محسوب نہ ہوگا۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۲۵ ذی قعدہ ۱۳۸۰ھ

مسئلہ از محمد صدیق پٹھان ٹولہ شہر بستی ۵ اکتوبر ۱۹۶۰ء

شوہر نے اپنی مدخولہ بیوی زینب کو عرصہ ہوا طلاق دیا اب بیوی چاہتی ہے کہ میں اپنے شوہر کے پاس جاؤں اور حال یہ ہے کہ زینب کا نکاح ایک نابالغ لڑکے کے ساتھ شام کے وقت پڑھایا گیا اور دوسرے روز صبح کے وقت طلاق دلوا کر پھر شوہر اول کے ساتھ اسی روز پھر نکاح پڑھ دیا۔ تو یہ نکاح درست ہوا یا نہیں؟ اور یہ کہ اس نکاح خواں کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب صورت مسئولہ میں زینب نے اگر عدت گذارنے کے بعد نابالغ سے نکاح کیا تھا تو وہ نکاح منعقد ہو گیا۔ لیکن نابالغ کا بالغ ہونے سے پہلے طلاق دینا شرعاً معتبر نہیں اس لئے زینب کا نکاح شوہر اول سے جائز نہ ہوا فتاویٰ عالمگیری جلد اول مطبوعہ مصر صفحہ ۳۳۳ میں ہے لا یقع طلاق الصبی وان کان یعقل یعنی نابالغ اگرچہ سمجھدار ہو اس کی طلاق واقع نہ ہوگی۔ لہٰذا زینب شوہر اول کے ساتھ میاں بیوی کے تعلقات ہرگز ہرگز قائم نہ کرے ورنہ دونوں سخت حرام کار، نہایت بدکار، زناکار، لائق عذاب قہار اور دین دنیا میں روسیاہ و شرمسار ہوں گے۔ اور نکاح خواں نے اگر ان حالات پر مطلع ہوتے ہوئے شوہر اول سے نکاح پڑھ دیا تو اس پر علانیہ توبہ کرنا واجب اور لازم ہے۔ لہٰذا علانیہ توبہ کر لینے کے بعد اس کے

پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں ورنہ نہیں ھکذا فی الکتب الفقھیۃ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ مذکورہ بالا فتویٰ سے متعلق ایک سوال اور اس کا جواب

مسئولہ محمد صدیق

نکاح خواں نے اپنی غلطی محسوس کرکے بالاعلان توبہ کرلی لیکن زید اور زینب جن پر شریعت مطہرہ کا یہ حکم ہے کہ ان کا نکاح شرعاً ناجائز ہے وہ اپنی اس حرکت سے باز نہیں آتے بلکہ زن وشوہر کے تعلقات بدستور قائم رکھتے ہیں نکاح خواں نے زید اور زینب کو شرعی حکم بتلادیا کہ ان کا نکاح شرعاً منعقد ہی نہ ہوا ان دونوں کو علاحدہ ہوجانا چاہیئے لیکن وہ نہیں باز آئے اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ نکاح خواں بعد توبہ اپنے اس جرم سے بری ہے یا نہیں؟ اور اس کے پیچھے نماز درست ہوگی یا نہیں؟

الجواب نکاح خواں نے جب اپنی غلطی پر توبہ کرلی تو اس کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَا ذَنْبَ لَہٗ (الحدیث) گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہوجاتا ہے جیسے اس سے گناہ نہیں ہوا تھا۔ لہٰذا اب نکاح خواں کے پیچھے بشرائط امامت نماز پڑھنے سے ہرگز کوئی تعارض نہ کیا جائے۔

زید اور زینب اس وقت تک حرام اور خالص زنا کے مرتکب رہیں گے جب تک کہ زینب کا حقیقی شوہر بالغ ہوکر ہوش وحواس کے ساتھ طلاق نہ دیدے اور پھر یہ زینب عدت گذار کر نکاح نہ کرے زید اور زینب پر فرض ہے کہ میاں وبیوی کے تعلقات ختم کردیں اور اگر اس حرکت سے باز نہیں آتے تو مسلمانوں کو ان دونوں سے تعلق ختم کردینا لازم وواجب ہے ان دونوں سے لین دین ان کے یہاں کھانا پینا، بات چیت، آنا جانا، سب ترک کریں ان کا نکاح شرعاً صحیح ہوجانے پر اور توبہ ہوجانے پر تعلقات جائز ہوں گے واللہ ورسولہ اعلم۔

کتبہ العبد نعیم الدین احمد صدیقی عفی عنہ

مسئلہ چند مسلمانوں اور ہندؤں نے زید کی بیوی ہندہ کے بارے میں طلاق نامہ مرتب کرکے زید کو نشانی انگوٹھا لگانے پر مجبور کیا اور دھمکی دی کہ طلاق دیدو ورنہ ٹھیک نہ ہوگا اس وقت زید تنہا

تھا اس کا کوئی معین ومددگار نہ تھا اس مئے ڈر کی وجہ سے نشانی انگوٹھا لگادیا نہ زبان سے طلاق کا لفظ کہا اور نہ دل سے نیت کی ہندہ کے وارثوں نے اس کا دوسری جگہ نکاح کردیا کچھ دنوں کے بعد ہندہ پھر زید کے یہاں چلی آئی دریافت طلب یہ امر ہے کہ ہندہ پر وہ طلاق واقع ہوئی تھی یا نہیں اور اب زید کو پھر سے نکاح کرنا پڑے گا یا نہیں؟

الجواب صورت مسئولہ میں زید کو اگر لوگوں نے اس طرح مجبور کیا کہ جس میں قتل کرڈالنے یا عضو کاٹ ڈالنے یا ضرب شدید کی صحیح دھمکی دی اور زید نے بھی سمجھا کہ ایسا نہ کرنے پر یہ لوگ ایسے ہی کرگذریں گے تو لوگوں کے اس خوف سے نشانی انگوٹھا لگادیا مگر نہ دل میں ارادہ تھا نہ زبان سے طلاق کا لفظ کہا تو ہندہ پر طلاق واقع نہ ہوئی نہ اب دوبارہ نکاح کی حاجت ہے۔ ہندہ زید کے لئے جیسے پہلے تھی ویسے ہی اب بھی رہے گی جیسا کہ بہار شریعت حصہ ہشتم صفحہ پر ہے "کسی نے شوہر کو طلاق لکھنے پر مجبور کیا اس نے لکھ دیا مگر نہ دل میں ارادہ ہے نہ زبان سے طلاق کا لفظ کہا تو طلاق واقع نہ ہوگی مگر واضح ہو کہ مجبوری سے شرعی مجبوری مراد ہے محض کسی کے اصرار کرنے پر لکھدیا۔ یا بڑا ہے اس کی بات کیسے ٹالی جائے یہ مجبوری نہیں۔ اس شرعی مجبوری کو اوپر کی عبارت "قتل کرڈالنے یا عضو کاٹ ڈالنے یا ضرب شدید یعنی (زیادہ مار) کی صحیح دھمکی دی جس میں یہ شخص بھی سمجھے کہ ایسا نہ کرنے پر یہ لوگ ایسا ہی کرگذریں گے" سے بیان کردیا گیا واللہ ورسولہ اعلم۔

کتبہ
نعیم الدین احمد عفی عنہ

مسئلہ از جملہ بنجان امیٹھی مرسلہ سمیع اللہ پورے خوشیال

ہمارے برادران میں ایک شخص ایک عورت لایا ہے کافی عرصہ ہوا مجھ بنجان کو ابھی تک یہ نہیں معلوم تھا کہ عورت بے طلاقی ہے اب تک ہم لوگ اس کے ساتھ کھاتے پکاتے رہے ایک مجمع میں اس کا شوہر آیا اس نے بیان کیا کہ اللہ ورسول کے درمیان میں یہ کہتا ہوں کہ ابھی تک میں نے اپنی بیوی کو طلاق نہیں دی ہے اور زبردستی مجھ سے طلاق کے لئے میرے سینے پر سوار ہو کر بھالا کی نوک دکھا کر کہا کہ تم طلاق نامہ پر اپنے انگوٹھے کی نشانی لگا کر طلاق دو ورنہ جان سے ختم کردیں گے میں نے مارے دہشت اور جان بچانے کے لئے طلاق نامہ پر انگوٹھا لگایا راضی خوشی سے نہیں۔ میں خود ہندی وارد و پڑھا ہوں میں اپنے ہاتھ سے برابر لکھ پڑھ سکتا ہوں اگر مجھے طلاق دینی ہوتی تو انگوٹھا کیوں لگاتا بلکہ طلاق نامہ لکھتا۔ یہ طلاق عورت کے میکے میں لی گئی اور

اور دوسری شادی جو عورت نے کی تو یہی جعلی طلاق نامہ دکھا کر کی۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اور دوسرا نکاح درست ہے یا نہیں؟

الجواب صورت مستفسرہ میں اگر شخص مذکور کے سینے پر سوار ہو کر اور برچھا کی نوک دکھا کر طلاق نامہ پر انگوٹھا کا نشان لگوایا گیا تھا اور شخص مذکور نے نہ دل میں طلاق کا ارادہ کیا تھا اور نہ زبان سے طلاق کا لفظ کہا تھا تو طلاق واقع نہ ہوئی تھی لہذا دوسرے شخص کا اس عورت کو اپنے نکاح میں لانا شرعًا درست نہیں بلکہ وہ عورت بدستور شخص اول کی بیوی ہے تو دوسرا شخص حکم شرعی معلوم ہو جانے کے بعد اس عورت کے ساتھ میاں بیوی کے تعلقات ہرگز ہرگز قائم نہ رکھے ورنہ دونوں سخت حرام کار، نہایت بدکار، زناکار لائق عذاب قہار۔ اور دین و دنیا میں روسیاہ و شرمسار ہوں گے اور اس سے پہلے جو کچھ گناہ ہوا اس سے دونوں علانیہ توبہ و استغفار کریں وھو سبحانہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

جلال الدین احمد الامجدی
کتبہ
۱۶ر محرم الحرام ۱۳۸۱ھ

مسئلہ از عبدالرحمن مرسٹھوا۔ پوسٹ گینش پور ضلع بستی

زید کو اقرار ہے کہ ہم نے طلاق دی ہے مگر وہ کہتا ہے کہ ہم کو یاد نہیں کہ دو طلاق دی ہے یا تین؟ البتہ ایک شخص کا بیان ہے کہ اس نے تین طلاق دی ہے تو اس صورت میں دو طلاق مانی جائے یا تین؟

الجواب جب کہ اس بات میں شک ہے کہ دو طلاق دی ہے یا تین۔ تو اس صورت میں دو ہی طلاق مانی جائے گی جیسا کہ درمختار مع شامی جلد دوم ص۴۵۴ میں ہے لو شک اطلق واحدا او اکثر مبنی علی الاقل۔ اور ایک شخص کی گواہی سے تین کا حکم نہ کیا جائے گا تاوقتیکہ دو عادل گواہوں سے اس کا ثبوت نہ ہو۔ البتہ اگر شوہر کو تین طلاق دینا یاد ہے مگر وہ حلالہ سے بچنے کے لئے اس طرح کا بیان دیتا ہے تو وہ زناکار و مستحق عذاب نار ہوگا۔ ھذا ما عندی وھو اعلم بالصواب۔

انوار احمد قادری
کتبہ

فصل فی الطلاق قبل الدخول

غیر مدخولہ کی طلاق کا بیان

مسئلہ محمد اخلاق ضلع بستی

عمرو نے اپنی بیوی زینب سے کہا کہ تجھ کو میں عقل و ہوش کے ساتھ طلاق دیتا ہوں، طلاق دیتا ہوں طلاق دیتا ہوں زوجین بالغ ہیں ابھی خلوت صحیحہ تک نہیں ہوئی ہے تحریر فرمائیں کہ کون سی طلاق واقع ہوگی؟

الجواب صورت مسئولہ میں اگر عمرو نے اپنی غیر مدخولہ بیوی زینب کو الگ الگ تین طلاقیں دیں تو ایک طلاق بائن واقع ہوئی اور باقی دو لغو ہوگئیں لہذا عمرو اپنی مطلقہ بائنہ بیوی سے دوبارہ نکاح کرسکتا ہے فتاویٰ عالمگیری جلد اول مطبوعہ مصر ص ۳۴۹ میں ہے اذا طلق الرجل امرأتہ ثلاثا قبل الدخول بہا وقعن علیہا فان فرق الطلاق بانت بالاولیٰ ولم تقع الثانیۃ والثالثۃ کذا فی الھدایہ یعنی اگر کسی نے اپنی غیر مدخولہ بیوی کو تین طلاقیں دیں (مثلاً یوں کہا میں نے تجھے تین طلاقیں دیں) تو تینوں واقع ہوجائیں گی (اور عورت مغلظہ ہوجائے گی) اور اگر طلاق میں تفریق کی (جیسا کہ سوال میں مذکور ہے) تو ایک طلاق بائن واقع ہوگی اور دوسری و تیسری لغو ہوجائیں گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۲ صفر المظفر ۱۳۸۲ھ

مسئلہ از سید خوشتر ربانی متعلم دار العلوم ربانیہ علی گنج (باندا)

زید کی شادی ہندہ کے ساتھ ہوئی بعد نکاح اس حال میں کہ نہ دخول کیا نہ خلوت کی زید نے ہندہ کو طلاق

دیدی۔ طلاق کے الفاظ یہ ہیں۔ میں اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہوں۔ میں اپنی بیوی کو طلاق ہوں میں اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہوں۔ اب پھر زید ہندہ ہی سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو حلالہ کی ضرورت پڑے گی یا نہیں؟ بعض مفتیان کرام فرماتے ہیں کہ حلالہ کی ضرورت نہیں پڑے گی ان کی دلیل ہے کہ طلاق بائن ہوئی۔ بعض مفتیان عظام فرماتے ہیں کہ حلالہ کی ضرورت پڑے گی۔ وہ دلیل میں یہ آیت فان طلقها فلا تحل الخ پیش کرتے ہیں۔ تو کیا صحیح ہے تحریر فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

الجواب بعون الملک الوھاب صورت مستفسرہ میں زید کی غیر مدخولہ بیوی ہندہ پر صرف ایک طلاق بائن واقع ہوئی لہذا زید اسے دوبارہ بغیر حلالہ اپنے نکاح میں لاسکتا ہے۔ فتاوی عالمگیری جلد اول مصری ص۳۴۹ میں ہے اذا طلق الرجل امرأته ثلاثا قبل الدخول بها وقعن علیها فان فرق الطلاق بانت بالاولی ولم تقع الثانیة والثالثة وذلك مثل ان یقول انت طالق طالق طالق اھ۔ اور آیت کریمہ فان طلقها فلا تحل الخ مدخولہ عورت کے بارے میں ہے کہ اس کا تعلق ماقبل کی آیت مبارکہ الطلاق مرتان الخ سے ہے جیسا کہ تفسیر کبیر میں ہے واعلم ان وقوع آیة الخلع فیما بین هاتین الآیتین کالشیٔ الاجنبی ونظم الآیه الطلاق مرتان فامساك بمعروف او تسریح باحسان فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیره۔ اور اگر آیت مذکورہ مدخولہ کے ساتھ خاص نہیں تو اس کا معنی یہ ہے کہ اگر تین طلاقیں ثابت ہوں فلا تحل الخ اور تفریق کی صورت میں غیر مدخولہ کے لئے تین طلاق ثابت نہیں ہوتی کہ پہلی کے بعد وہ وقوع طلاق کا محل نہیں رہتی صاوی میں ہے والمعنی فان ثبت طلاقها ثلاثا فی مرة او مرات فلا تحل الخ کما اذا قال لها انت طالق ثلاثا اھ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۲۳ / جمادی الاولیٰ ۹۹ھ

مسئلہ: مرسلہ مولانا محمد احسان اعظمی مدرسہ فیض الاسلام مہنداول ضلع بستی

خالد نے اپنی غیر مدخولہ بیوی زینب سے کہا کہ میں تجھ کو عقل و ہوش کے ساتھ طلاق دیتا ہوں، طلاق دیتا ہوں، طلاق دیتا ہوں تو کون سی طلاق واقع ہوئی؟

الجواب ایک طلاق بائن واقع ہوئی اور باقی دو طلاقیں لغو ہو گئیں لہذا خالد اپنی مطلقہ بائنہ بیوی زینب کے ساتھ اس کی مرضی سے دوبارہ نکاح کر سکتا ہے حلالہ کی ضرورت نہیں۔

درمختار میں ہے ان فرق بانت بالاولیٰ ولم تقع الثانیۃ بخلاف الموطوءۃ حیث یقع الکل ملخصا۔
یعنی اگر غیر مدخولہ کو الگ الگ طلاق دی (جیساکہ سوال میں مذکور ہے) تو پہلی طلاق سے بائنہ ہو جائے گی اور دوسری نہیں پڑے گی بخلاف مدخولہ کے کہ اس پر سب پڑ جائیں گی اور فتاویٰ عالمگیری جلد اول ص۳۴۹ میں ہے اذا طلق الرجل امرأتہ ثلاثا قبل الدخول بہا وقعن علیہا فان فرق الطلاق بانت بالاولیٰ ولم تقع الثانیۃ والثالثۃ کذا فی الہدایۃ یعنی اگر کسی نے اپنی غیر مدخولہ بیوی کو تین طلاقیں دیں (مثلاً یوں کہا میں نے تجھے تین طلاقیں دیں) تو تینوں واقع ہو جائیں گی (اور عورت مغلظہ ہو جائے گی بغیر حلالہ شوہر اول کے لئے حلال نہ ہوگی) اور اگر طلاق میں تفریق کی تو ایک طلاق بائن واقع ہوگی اور دوسری و تیسری لغو ہو جائیں گی واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد امجدی

مسئلہ - مسئولہ مولوی قیام الدین احمد خاں موضع بڑرہا پوسٹ لوٹن ضلع بستی

زید اپنی غیر مدخولہ بیوی کے بارے میں چاہتا تھا کہ وہ بکر کے یہاں نہ جائے لیکن وہ مانتی نہیں تھی آخر زید کو غصہ آگیا اور اس نے کہا اگر اب وہ بکر کے یہاں گئی تو اس پر طلاق۔ پھر ایک طلاق اور پھر ایک طلاق۔ لڑکی کے باپ نے کہا زید کو ہمارے یہاں سے روکنے کا اختیار نہیں ہے۔ جب اس کے یہاں جائے گی تب روکے گا اس بنا پر لڑکی بکر کے یہاں ایک شادی میں گئی۔ تو اس پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں۔ اور واقع ہوئی تو کونسی طلاق؟ کیا زید اسے دوبارہ اپنے نکاح میں لاسکتا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب - صورت مسئولہ میں چونکہ عورت غیر مدخولہ ہے اس لئے صرف ایک طلاق واقع ہوئی اور باقی دو لغو ہو گئیں۔ زید عورت کی مرضی سے نئے مہر کے ساتھ اس کو دوبارہ اپنے نکاح میں لاسکتا ہے حلالہ کی ضرورت نہیں۔ بہار شریعت حصہ ہشتم ص۱۷ پر غیر مدخولہ کی طلاق کے بیان میں ہے اگر یوں کہا کہ اگر تو گھر میں گئی تو تجھے ایک طلاق ہے اور ایک تو ایک ہوگی۔ اور درمختار مع شامی جلد دوم ص۴۵۷ میں ہے تقع واحدۃ ان قدم الشرط لان المعلق کالمنجز۔ وھو تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

کتبہ انوار احمد قادری

بَابُ الْکِنَایَۃ

طلاق کنایہ کا بیان

مسئلہ: از سخاوت علی ساکن ہردی پوسٹ بھراباز ار ضلع بستی

زید اپنی بیوی ہندہ مدخولہ سے کسی بات پر جھگڑ رہا تھا اور اس نے اسی درمیان اپنی بیوی سے یہ بھی کہا کہ خدا کی قسم میں تجھے طلاق دیدوں گا، دیدوں گا، دیدوں گا اور چوتھی مرتبہ اس نے کہا میں نے تجھے طلاق دے دیا تو ہندہ پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: صورت مسئولہ میں ایک طلاق رجعی واقع ہوئی۔ عدت کے اندر عورت کی مرضی کے بغیر بھی اس سے رجعت کر سکتا ہے نکاح کی ضرورت نہیں اور بعد عدت اس کی مرضی سے دوبارہ نکاح کر سکتا ہے حلالہ کی ضرورت نہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں۔ فی الخیریۃ سئل فی رجل قال لزوجتہ روحی طالق ھل تطلق طلاقا رجعیا ام بائنا واذا قلتم تطلق رجعیا فما الفرق بینہ وبین ما اذا اقتصر علی قولہ روحی ناویا بہ الطلاق حیث افتیتم بانہ بائن اجاب بانہ فی قولہ روحی طالق معناہ روحی بصفۃ الطلاق فوقع بالصریح بخلاف روحی فان وقوعہ بلفظ الکنایۃ (فتاویٰ رضویہ جلد پنجم ص ۵۰۹) وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۲۵ر شوال ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از لقمان علی خاں پوسٹ ومقام بدیا دھر ضلع بالاسور (اڑیسہ)

عبدل نامی ایک شخص کا لڑکا گم ہوگیا تو عبدل کی بی بی مختلف شہروں میں اکیلی اپنے بچے کو ڈھونڈتی رہی چھ ماہ کے بعد واپس آئی تو اس کے شوہر نے ناراض ہوکر اسے اپنے گھر آنے نہ دیا وہ عورت اپنی شادی شدہ لڑکی کے گھر رہنے لگی گاؤں کے چند مکھیا لوگوں نے عبدل کو سمجھایا کہ تو اپنی بی بی اپنے پاس لے آ۔ لیکن اس نے کہا آپ لوگ کیوں بار بار سفارش کرتے ہیں وہ عورت چھ مہینے تک غائب رہی اس کی عزت وآبرو کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے میں اسے کسی طرح قبول نہیں کروں گا۔ خدا کی قسم ہے میں اپنی بی بی سے بار بار ہزار بار توبہ کرتا ہوں اس طرف دیہات میں طلاق کی جگہ جاہل لوگ توبہ ہی بولتے ہیں پھر کچھ دن کے بعد اس نے اپنی بی بی سے تعلقات وابستہ کی اور ایک لڑکا بھی پیدا ہوا اور جب گاؤں والوں نے اس معاملہ میں گرفت کیا تو اس نے اقرار کیا ہے کہ شریعت کا جو حکم ہو تا یئے میں اس پر عمل کرنے کو تیار ہوں۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس شخص کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے تفصیلی بیان فرماکر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔ فقط بینوا توجروا

الجواب: جبکہ اس طرف کے دیہات میں لفظ طلاق کی جگہ جاہل توبہ ہی بولتے ہیں تو صورت مستفسرہ میں عبدل کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی کہ اب بغیر حلالہ عبدل کے لئے حلال نہیں۔ حلالہ کی صورت یہ ہے کہ عورت بعد عدت دوسرے مسلمان سے صحیح نکاح کرے وہ شخص اس کے ساتھ ہمبستری کرے پھر وہ طلاق دیدے یا مر جائے تو پھر دوبارہ عدت گذار کر وہ عبدل سے نکاح کرسکتی ہے اور جس شخص سے وہ عورت نکاح کرے۔ اگر وہ بغیر ہمبستری کئے ہوئے طلاق دیدے تو وہ عورت عبدل سے نکاح نہیں کرسکتی کما فی الحدیث العسیلہ اور بعد طلاق ان دونوں نے جو آپس میں میاں بیوی کا تعلق رکھا تھا وہ سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہوئے دونوں کو علانیہ توبہ واستغفار کرایا جائے اور مسجد میں لوٹا چٹائی رکھنے، میلاد شریف کرنے اور قرآن خوانی کرنے کی تلقین کی جائے۔

وھو تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم۔

کتبہ

جلال الدین احمد الامجدی

۱۳ / ربیع الآخر ۱۴۰۰ھ

مسئلہ:۔ از شمس الہدیٰ خلیل آباد ضلع بستی

رئیسہ خاتون کے شوہر عبدالقدوس نے اپنی حاملہ بیوی کے بھائی کے پاس مندرجہ ذیل تحریر ہندی میں روانہ کی جو اردو میں نقل ہے ماسٹر! آپ اپنی بہن کو امرڈوبھامت بھیجنا کیونکہ تمہاری بہن سے ہم سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ اور اب مجھے اپنے گھر والوں سے بھی کوئی مطلب نہیں ہے اور جو سامان ہے تھوڑا بہت آکر لے جانا کیونکہ ہمارے گھر والے استعمال مت کرنے پاویں جو کہنا سننا ہوگا اور کرنا ہوگا وہ عبدالقدوس سے کہنا آپ کا بہنوئی عبدالقدوس۔ ۳ر نومبر ۱۹۸۲ء

تحریر مذکور بالا بھیجنے کے بعد دوسرے دن اس نے ایک کاغذ پر یوں لکھ کر اپنی بیوی کے بھائی کے پاس بھیجا کہ ریشا کو طلاق دیتا ہوں پھر اس کے نیچے اپنا دستخط کیا۔ تیسرے دن پھر اپنے دستخط کے ساتھ تحریر تحریر بھیجی کہ ریشا کو طلاق۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ رئیسہ خاتون پر طلاق پڑی یا نہیں؟ اگر اس کا شوہر پھر رئیسہ کو رکھنا چاہے تو اس کی صورت از روئے شرع کیا ہے؟

الجواب:۔ پہلی تحریر کے اس جملہ سے کہ تمہاری بہن سے ہم سے کوئی واسطہ نہیں ہے ،، اگر طلاق کی نیت کی تھی تو رئیسہ خاتون پر ایک طلاق بائن واقع ہوئی لان نفی الواسطۃ من کنایات الطلاق اعلیٰ حضرت تحریر فرماتے ہیں "مجھ سے تجھ سے کوئی واسطہ نہیں،، یہ ضرور کنایات طلاق سے ہے (فتاویٰ رضویہ جلد پنجم صـ۶۴۴) اور پھر بعد کی دو تحریروں سے دو طلاق پڑ کر مغلظہ ہوگئی۔ اس صورت میں بغیر حلالہ عبدالقدوس رئیسہ خاتون سے دوبارہ نکاح نہیں کر سکتا قال اللہ تعالیٰ فان طلقها فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجاً غیرہ اور اگر پہلی والی تحریر سے طلاق کی نیت نہیں کی تھی تو صرف دو طلاق رجعی واقع ہوئی اس صورت میں بغیر حلالہ اس سے دوبارہ نکاح کر سکتا ہے اگر عدت پوری ہوگئی ہو اور اگر عدت نہ گذری ہو تو رجعت کر سکتا ہے ھذا ما ظھر لی وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:۔ از محمد اسمٰعیل تکیہ پر بتنی پوسٹ منصور نگر ضلع بہرائچ

زید نے غصہ کی حالت میں اپنی منکوحہ سے زیورات اور تین ماہ کا بچہ سمیت لیکر یہ کہا جو چاہے

کہ ہمارے گھر سے نکل مجھ سے تجھ سے کچھ واسطہ نہیں کہہ کر اپنے گھر سے نکال دیا۔ منکوحہ زید اپنے والدین کے گھر اگر عرصہ ایک سال کے رہی لیکن اس عرصہ دراز میں بھی باہم رجوع راضی نہ ہوسکے یعنی غصہ رفع نہیں ہوا بچہ بھی ماں کی جدائی سے زید ہی کے گھر فوت ہوگیا غصہ ہی کی وجہ سے زید کو تحریری طلاق دینے سے انکار ہے۔ صورت مسئولہ میں اگر زید کی بیوی بدکاری کرے تو زید بھی گنہگار ہے کہ نہیں؟ مذکورہ بالا لفظوں سے منکوحہ زید کو طلاق ہوا یا نہیں۔ وہ اپنا نکاح ثانی دوسرے سے کر سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــ اللھم ھدایۃ الحق والصواب زید نے جملہ مذکورہ ہمارے گھر سے نکل مجھ سے تجھ سے کچھ واسطہ نہیں اگر بہ نیت طلاق یا مذاکرۂ طلاق میں کہا تو اس کی بیوی پر طلاق بائن واقع ہوگئی بعد عدت وہ دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے۔ اور اگر بہ نیت طلاق یا مذاکرۂ طلاق نہیں کہا بلکہ اظہار ناراضگی کے لئے کہا تو اس کی بیوی پر طلاق نہیں واقع ہوئی۔ اس صورت میں طلاق حاصل کئے بغیر دوسرے سے نکاح کرنا ناجائز اور حرام ہے۔ اگر زید تحریری طلاق دینے سے انکار کرتا ہے تو چند آدمیوں کے سامنے زبانی طلاق حاصل کی جائے پھر بعد عدت عورت دوسرے سے نکاح کرے۔ زید اپنی بیوی کو طلاق نہ دے اور نہ اپنے پاس رکھے اور عورت اس صورت میں بدکاری کرے (معاذاللہ) تو عورت و مرد دونوں سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلیٰ جل جلالہ وصلی المولیٰ تعالیٰ علیہ وسلم۔

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۲۷ ربیع النور ۱۳۸۷ھ

مسئلہ:۔ طارق اللہ پیکولیا ضلع بستی یوپی

ایک عورت ہے جس کا شوہر تقریباً پانچ چھ سال سے نہ تو اپنے گھر لے جاتا ہے اور نہ صاف لفظوں میں طلاق دیتا ہے ایسا تو الفاظ کئی مرتبہ کہہ چکا ہے جب اس سے کہا جاتا ہے کہ بھائی یا تو عورت کو لے جاؤ یا طلاق دو تو وہ جواب دیتا ہے کہ جائے اس کا جہاں جی چاہے ہم کو اس کی ضرورت نہیں ہے وہ ہمارے قابل نہیں ہے میں اس کو نہیں رکھوں گا وہ کہتا ہے کہ جو اس کو لے جائے گا میں بذریعہ عدالت اس سے ایک ہزار روپیہ وصول کروں گا ان باتوں پر کئی لوگ گواہ ہیں اور خرچہ

وغیرہ بھی اس کو کچھ نہیں دیتا ہے ایک بار عورت کے میکے کے لوگ اس کے گھر آئے تھے تو اس نے کہا کہ جاؤ ہم عورت کے قابل نہیں ہیں۔ ازراہ کرم شرعی احکام سے جلد از جلد مطلع فرمائیں عین مہربانی ہوگی اور کوئی صورت نکاح کا ہو تحریر فرمائیے۔

الجواب:۔ صورت مستفسرہ میں طلاق کے مطالبہ پر شوہر جو یہ کہتا ہے کہ جائے اس کا جہاں جی چاہے تو اس جملہ سے اگر وہ طلاق کی نیت کرتا ہے تو طلاق بائن ہوگئی ورنہ نہیں لہذا اس کی نیت دریافت کی جائے اگر وہ اپنی نیت نہ بتائے اور طلاق دینے سے بھی انکار کرے تو پنچایت، پولیس وغیرہ حکام کے دباؤ اور دھمکی سے جس طرح بھی ہو سکے طلاق حاصل کی جائے۔ طلاق حاصل کئے بغیر دوسرے سے نکاح کرنا ہرگز جائز نہیں شوہر پر لازم ہے کہ وہ یا تو طلاق دے اور یا تو اپنی بیوی کا نان ونفقہ وغیرہ ادا کرے اور وہ ایسا نہ کرے تو اس کے ظلم وزیادتی کی صورت میں گاؤں والوں پر لازم ہے کہ اس کا بائیکاٹ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۸ ار رجب المرجب ۱۳۹۱ھ

مسئلہ:۔ مسئولہ محمد ادریس چودھری موضع بشن پورہ ضلع بستی

زید نے اپنی عورت کا نام لیکر تین، چار بار کہا کہ "جا تو کا نا نہیں راکھب" تو زید کی بیوی پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اگر واقع ہوئی تو کونسی اور اس کا حکم کیا ہے؟

الجواب:۔ اگر زید نے جملہ مذکورہ سے طلاق کی نیت کی تو اس کی بیوی پر صرف ایک طلاق بائن واقع ہوئی لان البائن لایلحق البائن ھکذا فی الدر المختار لہذا اس صورت میں بغیر حلالہ زید سے دوبارہ کر سکتی ہے اور اگر زید کی مدخولہ نہیں ہے تو بعد طلاق فوراً دوسرے سے بھی نکاح کر سکتی ہے اور اگر مدخولہ ہے تو قبل انقضائے عدت دوسرے سے نکاح نہیں کر سکتی اور اگر زید نے جملہ مذکورہ سے طلاق کی نیت نہیں کی ہے تو کسی قسم کی کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۸ ر ذی القعدہ ۸۵ھ

مسئلہ: از مولوی منظور احمد مقام اسنگواپوسٹ تلپورہ ضلع بستی

زید نے اپنی بیوی ہندہ کے بارے میں اپنے خسر کے نام ایک طویل خط لکھا جسمیں خط کشیدہ عبارتیں بھی لکھیں تو ہندہ پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ خط کشیدہ عبارتیں یہ ہیں آپ اپنی لڑکی کی شادی دوسرے کے یہاں کر دینا۔ آپ اپنی لڑکی کی شادی دوسرے کے یہاں طے کر لینا ہماری اور تمہاری رشتہ داری ختم ہوگئی فقط حکم شرع بیان فرماکر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب بعون الملك العزيز الوهاب تحریر مذکور اگر واقعی ہندہ کے شوہر نے لکھی ہے اور خط کشیدہ عبارت کو طلاق کی نیت سے لکھا ہے یا مذاکرۂ طلاق میں لکھا ہے تو ہندہ پر طلاق بائن واقع ہونے کا حکم دیا جائے گا اور اگر مذاکرۂ طلاق نہ ہوا اور طلاق کی نیت سے لکھنے کا بھی انکار کرے تو قسم کے ساتھ اس کا قول مان لیا جائے گا مگر اس صورت میں بھی دوبارہ احتیاطاً نکاح کرلیں۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۱ ذی القعدہ ۱۳۹۹ھ

مسئلہ: محمد مسلم علی منتسی قیصر گنج ضلع بہرائچ

زید باہر جا رہا تھا راستے میں زید کی سسرال تھی اتفاقاً اس کی ساس راستے میں مل گئی زید کو مخاطب کر کے اس کی ساس نے کہا کہ ہندہ کو رخصت کرا کے لے جاؤ چونکہ زید دوسری جگہ جا رہا تھا اس لئے اس نے عذر پیش کیا اور کہا کہ جب میں واپس لوٹوں گا تو بہت جلد اس کو رخصت کروا کر لیجاؤں گا اس پر ہندہ کی والدہ نے کہا کہ اگر نہ لیجاؤ تو اس کا معاملہ صاف کر دو۔ زید نے جواب دیا کہ معاملہ صاف ہے تمہارا جہاں جی چاہے کر دو اور زید جہاں جا رہا تھا چلا گیا۔ دو چار یوم کے بعد جب واپس ہوا تو مخالفین نے کہا کہ نکاح ختم ہوگیا اور طلاق رجعی ہوگئی تو کیا اتنی سی بات کہنے سے طلاق واقع ہوسکتی ہے از روئے شرع شریف مطلع فرمایا جائے۔

(نوٹ) زید کی جو بات اس کی ساس سے ہوئی تھی وہاں پر اس کی بیوی ہندہ موجود نہیں تھی اب ہندہ زید کے گھر آگئی ہے اور زید نے جو بات ہندہ کی والدہ سے کہی تھی اس نے پنچایت کے سامنے بیان کر دیا۔ سچ یہی ہے۔ سننے والوں کے دستخط موجود ہیں۔

الجواب ـــــ اللھم ھدایۃ الحق والصواب صورت مستفسرہ میں چونکہ زید کا یہ قول "معاملہ صاف ہے تمہارا جہاں جی چاہے کر دو" کنایہ میں سے ہے اس لئے زید سے دریافت کیا جائے کہ یہ لفظ تم کس نیت سے بولے ہو۔ اگر وہ کہے کہ میں طلاق کی نیت سے بولا ہوں تو اس کی بیوی ہندہ پر ایک طلاق بائن واقع ہوگئی پھر اس صورت میں زید ہندہ کو رکھنا چاہے تو اس کی رضامندی سے دوبارہ نکاح کرلے۔ بلا نکاح اگر رکھے گا تو سخت گنہگار لائق عذاب نار ہوگا اور اگر وہ کہے کہ وہ جملہ بلا نیت طلاق محض اظہار ناراضگی کے لئے بولا تھا تو طلاق واقع نہ ہوگی۔ زید پر فرض ہے کہ بلا رورعایت اپنی نیت بیان کردے۔ واللہ ورسولہ اعلم جل جلالہ وصلی المولیٰ تعالیٰ علیہ وسلم

الجواب صحیح

بدر الدین احمد رضوی

کتبہ عبد الجبار القادری الاشرفی

ببراؤں الشریفہ ۱۶ من ذی القعدۃ سنہ ۸۶ھ

مسئلہ: از بہرائچ مقام وپوسٹ چلھیا۔ بستی یوپی

زید نے اپنی مدخولہ بیوی ہندہ کو مارا پیٹا جس سے وہ اپنے میکہ چلی گئی پھر چند ہی دن کے بعد اس کا باپ اسے لیکر زید کے گھر آیا اور زید سے کہا کہ تمہارا مال میرے گھر گیا تھا ہم تمہارے پاس لے آئے اب ہمارا مال اللہ ورسول کے واسطے ہمیں دیدیجئے تو زید نے کہا کہ ہم نے دیدیا۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ زید کے مذکورہ بالا الفاظ سے اس کی بیوی ہندہ پر طلاق پڑی یا نہیں؟ اگر طلاق پڑی تو کونسی اور اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب ـــــ: اگر زید نے کلمۂ مذکورہ بہ نیت طلاق کہا تو اس کی بیوی پر ایک طلاق بائن واقع ہوگئی ایسا ہی فتاوی رضویہ جلد پنجم ص ۵۰۵ میں ہے۔ اس طلاق کا حکم یہ ہے کہ شوہر عدت کے اندر یا بعد عدت عورت کی مرضی سے نئے مہر کے ساتھ دوبارہ نکاح کرسکتا ہے حلالہ کی ضرورت نہیں۔ ھکذا فی کتب الفقہ وھو اعلم بالصواب۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۲۰ محرم الحرام ۱۴۰۳ھ

مسئلہ:۔ از عبدالنبی اشرفی موضع جگھیںا پوسٹ کلاّ نور ضلع بستی (یوپی)

زید کی بیوی حاملہ ہے اور حالت حمل میں زید نے اپنے سسر کے پاس خط لکھا کہ آپ کی لڑکی ہمارے مان کی نہیں ہے اسے اپنے گھر لیجا کر شادی کر دیں یا اپنے گھر رکھیں ہمیں اس کی ضرورت نہیں ہے ہمارے اس خط کو خط نہ سمجھیں بلکہ طلاق سمجھ کر رکھ لیں۔ اگر آپ نہیں لیجائیں گے تو آپ کے سر پر بدنامی آئے گی کیونکہ وہ فاحشہ ہے۔ آپ اس خط کو طلاق نامہ ہی سمجھیں گے اس کو جلدی سے لیجائیں ورنہ معاملہ خراب ہو جائے گا۔ اور زید کی نیت الفاظ کنایہ سے طلاق کی تھی۔ اب ایسی صورت میں کونسی طلاق واقع ہوگی۔ اور عدت وضع حمل ہے یا درمیان عدت ہی میں نکاح کر سکتی ہے بینوا توجروا بالادلۃ الشرعیۃ۔

الجواب:۔ صورت مذکورہ میں اگر زید نے بہ نیت طلاق الفاظ کنایہ لکھے تو اس کے اس جملے سے کہ "اپنے گھر لیجا کر شادی کر دیں اگر تین طلاق کی نیت کی ہے تو طلاق مغلظہ واقع ہوگئی ورنہ ایک بائن۔ فتاوی عالمگیری جلد اول صـ۳۵۲ میں ہے لوقال تزوجی ونوی الطلاق اوالثلاث صح وان لم ینو شیئا لم یقع کذا فی العتابیہ اھ اور ایک بائن واقع ہونے کے بعد پھر لفظ کنایہ سے دوسری بائن نہیں واقع ہوتی ہے درمختار میں ہے لایلحق البائن البائن اسی کے تحت ردالمحتار جلد دوم صـ۴۷ میں ہے المراد بالبائن الذی لایلحق ھوما کان بلفظ الکنایۃ لانہ ھوالذی لیس ظاھرا فی انشاء الطلاق کذا فی الفتح اھ اور اگرچہ صریح بائن اور بائن صریح کو لاحق ہوتی ہے تنویرالابصار اور درمختار میں ہے الصریح یلحق الصریح ویلحق البائن والبائن یلحق الصریح لیکن زید کے اس جملے سے کہ اس خط کو خط نہ سمجھیں بلکہ طلاق سمجھ کر رکھ لیں اور آپ اس خط کو طلاق نامہ ہی سمجھیں گے کسی قسم کی کوئی طلاق واقع نہ ہوگی۔ فتاوی قاضی خاں مع ہندیہ جلد اول صـ۴۲۲ میں ہے امرأۃ قالت لزوجھا مرا طلاق دہ فقال الزوج دادہ انگار او قال کردہ انگار لایقع الطلاق وان نوی کانہ قال لھا بالعربیۃ احسبی انک طالق وان قال ذلک لایقع الطلاق وان نوی اھ۔ اور فتاوی عالمگیری جلد اول صـ۳۵۵ میں ہے امرأۃ قالت لزوجھا مرا طلاق دہ فقال دادہ انگار او کردہ انگار لایقع وان نوی اھ اور اس کی عدت وضع حمل ہے اس سے پہلے دوسرے شوہر سے نکاح نہیں ہو سکتا قال اللہ تعالی واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن (پ۲۸ سورۂ طلاق)

ہاں ایک بائن واقع ہونے کی صورت میں شوہر عورت کی مرضی سے نئے مہر کے ساتھ عدت کے اندر بھی دوبارہ نکاح کر سکتا ہے فتاویٰ عالمگیری ص۴۳۱ جلد اول میں ہے اذا کان الطلاق بائنا دون الثلاث فلہ ان یتزوجہا فی العدۃ وبعد انقضائہا اھ وھو تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۳؍صفر المظفر ۱۴۰۰ھ

مسئلہ:۔ حافظ عبد الباسط کالپی ضلع جالون

ایک شخص نے اپنی عورت سے اپنے گھر پر کہا کہ ابھی تم اپنے گھر نہ جانا اگر جاؤ گی تو ہم تم کو طلاق دے دیں گے۔ عورت مذکورہ ایک سرکاری اسکول میں ملازم ہے وہ نہ مانی اور اپنے گھر چلی گئی اس کے کچھ عرصہ کے بعد شوہر مذکور نے ایک نوٹس ہندی میں لکھ کر عورت کے پاس بھیج دیا جس کا مضمون حسب ذیل ہے (نوٹس جو میں نے یہاں پر کہا تھا) (۱) شری متی شاہجہاں تم کو سوچت کیا جاتا ہے کہ چھ برسوں سے میں تمہارے داب یوہار کیریکٹر کو دیکھتا و سنتا ہوا اب بھی میرے ماتا پتا و میں نے روکا لیکن تم نہ مانیں اور ہمیشہ کی طرح زبردستی تیار ہو کر اپنے گھر چلی ہی گئی (۲) تو میں نوٹس کے دوارا تم سے اپنا رشتہ ختم کرتا ہوں، ختم کرتا ہوں، ختم کرتا ہوں کیونکہ چھ برسوں سے تم مجھ کو اپمانت کرتی چلی آ رہی ہو جس سے میں کسی کو منھ دکھانے کے قابل نہیں رہ جاتا (محمد حنیف) یہ مضمون نوٹس ہے مہربانی فرما کر جواب مرحمت فرمائیے کہ اس سے طلاق ہوئی یا نہیں کرم ہوگا؟

الجواب صورت مسئولہ میں اگر اس نے رشتہ ختم کرتا ہوں کا جملہ طلاق کی نیت سے لکھا تو اس کی بیوی پر طلاق بائن واقع ہو گئی وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۹؍رجب المرجب ۹۶ھ

مسئلہ:۔ حافظ محمد صدیق چوڑی گدن مسجد ادے پور (راجستھان)

میں قمر الدین ولد غلام رسول جی منصوری ساکن جیت پورہ ضلع چتوڑ گڑھ مقیم حال ادے پور راجستھان نیا پورہ باپو بازار۔

(۱) میں اقرار کرتا ہوں کہ میری بیوی بلقیس بانو کو جسمانی و روحانی کسی قسم کی تکلیف نہیں پہنچاؤں گا۔
(۲) کھانے پہننے کا باقاعدہ رکھوں گا۔
(۳) مارپیٹ گالی گلوچ نہیں دوں گا میل محبت سے شہر ہی میں رہوں گا۔
(۴) اپنے گاؤں جیت پورہ میری بیوی کی مرضی سے لے جاؤں گا جبراً نہیں۔
(۵) اگر مذکورہ اقرار کی جو تحریریں کی خلاف ورزی کروں تو یہ تحریر ہی میری طرف سے میری بیوی کو طلاق مطلق تصور کی جائے گی میں نے ہوش و حواس کے ساتھ اس تحریر کو سن کر نیچے لکھے گواہوں کے سامنے نشانی انگشت بجائے دستخط کردی ہے تاکہ سند رہے۔

○ نشانی انگشت قمرالدین

(۱) گواہ ۔ میں نے قمرالدین جی کے کہنے سے دستخط کر دیئے ہیں محمد علی ولد رحمت علی۔
(۲) گواہ ۔ میں نے قمرالدین جی کے کہنے سے دستخط کر دیئے ہیں۔ محمد حسین ولد خواجہ جی ۷۹-۶-۲۳

کاتب محمد صدیق ۷۹-۶-۲۳

نوٹ ۔ دونوں گواہوں نے قمرالدین کو کافی سمجھایا اور مزید غور کرنے کے لئے ۵ منٹ کا وقت دیا تاکہ وہ سوچ سمجھ کر فیصلہ کر سکے نیز گواہوں نے یہ بھی کہا کہ اقرارنامہ کی خلاف ورزی کرنے سے طلاق ہو جائے گی اس لئے دوبارہ سوچ کر دستخط کرو۔ اس کے بعد قمرالدین نے نشانی انگوٹھا گواہوں کی موجودگی میں لگا دیا فقط۔

مذکورہ بالا حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے اگر قمرالدین اپنی شرائط پوری نہ کرے تو شریعت اسلامیہ کا کیا حکم ہے؟ طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ جواب مرحمت فرما کر مشکور فرمائیں۔

الجواب ۔ طلاق تصور کی جائے، طلاق مان لی جائے اور طلاق سمجھی جائے ان الفاظ سے طلاق نہیں واقع ہوتی فتاوی قاضی خاں مع ہندیہ جلد اول صـ۴۲۲ـ میں ہے امرأة قالت لزوجها مرا طلاق دہ فقال الزوج دادہ انگار او قال کردہ انگار لایقع الطلاق وان نوی کانہ قال لہا بالعربیۃ احسبی انک طالق وان قال ذلک لایقع الطلاق وان نوی اھ اور فتاوی عالمگیری مطبوعہ مصر صـ۳۵۵ـ میں ہے امرأۃ قالت لزوجها مرا طلاق دہ فقال دادہ انگار او کردہ انگار لایقع

ۃ ان نوی اھ اور فتاوی رضویہ جلد پنجم ص۶۱۷ میں ہے کہ "میری زوجہ کو طلاق قطعی سمجھی جائے اس لفظ سے طلاق واقع نہ ہوئی"۔ لہذا صورت مستفسرہ میں اگر قمرالدین اپنی شرائط پوری نہ کرے تو اس کی بیوی پر طلاق واقع نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۲ر ربیع الآخر ۱۴۰۰ھ

مسئلہ: محمد ادریس انصاری محلہ اتر پٹی قصبہ مہنداول ضلع بستی

زید نے بحالت نشہ اپنی بیوی ہندہ سے جھگڑے کی حالت میں کہا کہ اب میں تم کو طلاق دیدوں گا تم گھر سے نکل جاؤ اب میں تم کو نہیں رکھوں گا ایسی صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں اگر ہوئی تو کونسی واقع ہوئی؟

الجواب: زید نے اگر بہ نیت طلاق یہ جملہ کہا کہ تم گھر سے نکل جاؤ تو اس کی بیوی پر طلاق بائن واقع ہوگئی ورنہ کچھ نہیں پھر اگر ایک کی نیت کی ہے تو ایک اور اگر تین کی نیت کی ہے تو تینوں واقع ہوگئیں درمختار میں ہے یقع طلاق سکران ولو بنبیذ او حشیش او افیون او بنج زجرا بہ یفتی اور بہار شریعت میں ہے کہ۔ نشہ والے نے طلاق دی تو واقع ہو جائے گی کہ یہ عاقل کے حکم میں ہے اور نشہ خواہ شراب پینے سے ہو یا بھنگ وغیرہ کسی اور چیز سے افیون کی پینک میں طلاق دی جب بھی واقع ہو جائے گی اور درمختار میں ہے۔ نحو اخرجی واذھبی یحتمل ردا اھ ملخصاً اور بہار شریعت میں ہے کہ اگر رد کا احتمال ہے تو مطلقاً ہر حال میں نیت کی حاجت ہے بغیر نیت طلاق نہیں اور درمختار میں ہے ویقع ثلاث ان نواہ للوحدۃ الجنسیۃ اھ ملخصاً وھو تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح
جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ انوار احمد قادری

مسئلہ: از محمد عبدالعزیز قادری مدرسہ صدیقیہ بھنان ضلع بستی

زید سے اس کی بیوی ہندہ کے طلاق حاصل کرنے کے سلسلہ میں گفتگو ہو رہی تھی مگر زید نے صریح لفظ طلاق اپنی زبان سے نہ کہا صرف اتنا کہا کہ ہندہ میری بیوی نہیں بلکہ وہ بکر کی بیوی ہے

تو اس جملہ سے طلاق پڑی یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

الجواب :۔ ہندہ میری بیوی نہیں بلکہ وہ بکر کی بیوی ہے" ان الفاظ سے مذہب مختار پر طلاق نہیں واقع ہوئی یہاں تک کہ شوہر نے بہ نیت طلاق کہا ہو تب بھی واقع نہ ہوئی۔ فتاوی عالمگیری جلد اول مصری صفحہ ۳۶۰ میں ہے لوقال لم تزوجنی فنوی لا یقع وان نوی هو المختار کذا فی جواهر الاخلاطی وهو اعلم بالصواب۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۱۶ر جمادی الاولی ۱۴۰۱ھ

مسئلہ :۔ از ارشاد حسین صدیقی بانی دار العلوم امجدیہ کسان ٹولہ سنڈیلہ ضلع ہردوئی

زید نے اپنی مدخولہ بیوی کے بارے میں کہا کہ میں نے اسے آزاد کر دیا۔ تو اس جملہ سے اس کی بیوی پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

الجواب :۔ زید نے اگر جملہ مذکور طلاق کی نیت سے نہیں کہا ہے تو کسی قسم کی کوئی طلاق نہیں واقع ہوئی۔ اور اگر طلاق کی نیت سے کہا تو طلاق بائن واقع ہوئی اور عورت اس کے نکاح سے نکل گئی۔

فتاوی عالمگیری جلد اول مصری صفحہ ۳۵۲ میں ہے لو قال اعتقتک طلقت بالنیۃ کذا فی معراج الدرایۃ اور در مختار مع شامی جلد دوم صفحہ ۴۶۲ میں ہے کنایتہ مالم یوضع لہ ای الطلاق واحتملہ وغیرہ۔

هذا ما ظهرلی والعلم بالحق عند الله تعالیٰ ورسوله جل مجده وصلی الله تعالیٰ علیه وسلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۲۷ر ربیع الآخر ۱۴۱۲ھ

بَابُ تَفوِیضِ الطَّلَاقِ

طلاق سپرد کرنے کا بیان

مسئلہ از غلام غوث ہانڈی والی مسجد چندی گلی بمبئی ۲۳ ربیع الغوث ۱۴۰۱ھ

بکر نے اپنی سسرال والوں کے اطمینان کے لئے اپنی زوجہ ہندہ کو حسب ذیل تحریر ۹ نومبر ۱۹۸۰ء کو لکھ کر دی "مجھ سے متعدد بار شدید غلطیاں ہوئیں جس سے میری بیوی ہندہ کے والدین اور بھائیوں کی دل آزاری ہوئی جس کی میں معذرت چاہتا ہوں۔ آئندہ اگر مجھ سے کوئی ایسی غلطی سرزد ہوئی جس سے کسی کی آزاری ہوئی تو میری بیوی ہندہ کو اختیار ہے جب وہ چاہے طلاق واقع اپنے اوپر واقع کرے گی" اس تحریری معاہدہ کے بعد بکر نے اپنی سابقہ عادت کے مطابق اپنے قول وعمل سے ایسے امور سرزد کئے جس سے ہندہ کے ماں باپ کو دکھ پہونچا تو ہندہ نے دو آدمیوں کے سامنے کہا کہ میں نے اپنی ذات پر ایک طلاق بائن واقع کر لی۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ صورت مسئولہ میں ہندہ پر طلاق بائن واقع ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب صورت مسئولہ میں ہندہ پر طلاق بائن نہیں واقع ہوئی بلکہ رجعی واقع ہوئی لانہا قالت فی جواب جب وہ چاہے طلاق واقع اپنے اوپر واقع کرے گی فلیس لہا ایقاع البائن بل مطلق الطلاق فی قولہا میں نے اپنی ذات پر ایک طلاق بائن واقع کر لی بطلت صفۃ البینونۃ وبقی مطلق الطلاق وھو رجعی لانہا انما تملك بحسب مایملك الزوج والزوج ملکہا بلفظۃ الطلاق وھی لایعقب البینونۃ وان انت بالطلاق البائن۔ وھو تعالی اعلم

کتبہ جلال الدین احمد امجدی
۲۳ جمادی الاولی ۱۴۰۱ھ

مسئلہ از محمد بشیر ساکن دولت پور گرنٹ ضلع گونڈہ

رمضان نے اقرارنامہ لکھا کہ میں اپنی بیوی خیر النساء کو کسی قسم کی تکلیف نہ دوں گا اور نہ کوئی ناجائز بات

کہوں گا اگر اس کے خلاف کروں تو میری بیوی کو طلاق بین (بائن) کا اختیار رہے وہ جب چاہے اپنے آپ کو طلاق دے کر جہاں چاہے عقد کر لے مجھے کوئی اختیار نہیں ہے۔ پھر کچھ دنوں بعد رمضان اور اس کے ماں باپ نے خیر النساء کو تکلیف دی تو اس نے اپنے آپ کو طلاق بائن دیا اور رمضان وغیرہ کا خیر النساء کو تکلیف دینا پنچایت میں ثابت ہوا۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس صورت میں خیر النساء پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں اگر واقع ہوئی تو عدت کب سے شمار ہوگی؟

الجواب صورت مستفسرہ میں رمضان نے اگر واقعی خیر النساء کو تکلیف دی ہے تو خیر النساء کا رمضان کی تحریر کے مطابق اپنے آپ کو طلاق دینا شرعاً صحیح ہے طلاق واقع ہوگئی۔ خیر النساء تاریخ طلاق سے طلاق کی عدت گذار کر دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔ وھو سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۸ر من جمادی الاخریٰ ۱۳۸۳ھ

مسئلہ مسئولہ مولوی قیام الدین احمد خاں موضع پڑریا پوسٹ لوٹن ضلع بستی

زید جو اکثر شراب پیتا تھا اس کی بیوی ہندہ مرگئی۔ اس نے زینب کو نکاح کا پیغام دیا جو ایک بیوہ عورت ہے اور عدت وفات گذار چکی ہے۔ زینب نے کہا کہ آپ شراب پیتے ہیں اس لئے میں آپ سے نکاح نہیں کروں گی۔ زید نے کہا اب میں کبھی شراب نہیں پیوں گا۔ زینب نے کہا تو میں اسی شرط کے ساتھ آپ سے نکاح کروں گی کہ اگر آپ نے شراب پی تو مجھے اپنے آپ کو طلاق دینے کا اختیار ہوگا۔ زید نے اس کو منظور کیا۔ پھر عقد کے وقت اس طرح ایجاب وقبول ہوا کہ نکاح پڑھانے والے نے زید سے کہا کہ میں نے زینب بنت عبد اللہ کو بعوض ڈھائی ہزار روپیہ مہر کے آپ کے نکاح میں اس شرط پر دیا کہ اگر آپ پھر شراب پئیں تو زینب کو اپنے اوپر طلاق بائن واقع کرنے کا اختیار ہوگا۔ زید نے کہا میں نے اس شرط پر زینب کو اپنے نکاح میں قبول کیا۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ اگر زید پھر شراب پئے تو زینب اپنے اوپر طلاق بائن واقع کر سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب صورت مسئولہ میں زینب کو جس مجلس میں علم ہو کہ زید نے شراب پی ہے اسی مجلس میں اس کو اپنے اوپر طلاق واقع کرنے کا اختیار ہے۔ حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بہار شریعت حصہ ہشتم ص۲۶ پر بحوالہ رد المحتار تحریر فرماتے ہیں کہ اگر عقد میں شرط کی اور ایجاب عورت یا اس کے وکیل نے کیا مثلاً میں نے اپنے نفس کو یا اپنی فلاں موکلہ کو اس شرط پر تیرے نکاح میں دیا۔ مرد نے کہا میں نے اس شرط پر قبول کیا تو تفویض طلاق ہوگئی۔ شرط پائی جائے تو عورت کو جس مجلس میں علم ہوا نے کو طلاق دینے کا اختیار ہے۔ انتہی بالفاظہ۔ ھذا ما عندی وھو اعلم بالصواب۔

کتبہ انوار احمد قادری

بَابُ الحلف بالطّلاق

طلاق کی تعلیق کا بیان

مسئلہ از عبداللہ مسکنواں ضلع گونڈہ

ایک شخص نے مندرجہ ذیل اقرارنامہ لکھا پھر سات مہینے تک وہ نہیں آیا تو اس کی بیوی پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اقرارنامہ یہ ہے۔

میں کہ محمد حسن ولد خلیل احمد ساکن مچھلی گاؤں بازار ضلع گونڈہ۔ منکہ اپنا ہوش و حواس درست کر کے گواہوں کے سامنے اپنی بیوی روح النساء دختر عبداللہ ساکن مسکنواں ضلع گونڈہ سے اقرار کرتا ہوں کہ میں اپنی بیوی کا ایک ماہ کا خرچہ اور ایک جوڑا کپڑا دینے کو رضامند ہوں مطابق ۲۶ ؍شوال سے ۹ ؍ذی الحجہ تک موقع مانگا ہے۔ اگر اس تاریخ تک ہم نہیں آسکے جو ہم نے اپنی زبان سے اقرار کیا ہوں نہ پورا کر سکنے پر اس اقرارنامہ کو بطور تین طلاق مان لیا جائے۔ نشانی انگوٹھا ، محمد حسن

الجواب مذکورہ صورت میں اقرار کے مطابق عمل نہ کرنے سے اس کی بیوی پر طلاق نہیں واقع ہوئی کہ طلاق دینے سے واقع ہوتی ہے کسی چیز کو طلاق مان لینے سے طلاق نہیں پڑتی فتاویٰ عالمگیری جلد اول مصری ص ۳۵۵ میں ہے امرأۃ قالت لزوجھا مرا طلاق دہ فقال دادہ انگار او کردہ انگار لا یقع وان نوی۔ وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ

۲۰ ؍شوال المکرم ۱۴۰۲ھ

مسئلہ از ابوالحسن خاں منظری پی، ایم، پی مہنداول ضلع بستی

زید کہیں سے آیا اور اس کی بیوی گھر پر کام کر رہی تھی۔ آتے ہی بیوی نے زید کو کام کے واسطے بولا

شروع کر دیا۔ زید نے کہا کہ میرا دماغ الجھا ہے پریشان نہ کرو ورنہ مار دوں گا اس کی بیوی ہندہ نے کہا اس بار اگر تم مارو گے تو میں بھی ماروں گی۔ اتنا سن کر زید کو غصہ آگیا اور کہا کہ اگر تم مارو گی تو طلاق، طلاق، طلاق، صورت مسئولہ میں دریافت طلب امر یہ ہے کہ طلاق واقع ہوگئی یا نہیں؟

الجواب صورت مستفسرہ میں اگر زید نے تعلیق کی نیت کی ہے اور عورت مدخولہ ہے تو اس کے مارنے پر تین طلاق واقع ہوگی۔ اور اگر تعلیق کی نیت نہیں کی ہے بلکہ سزا کی نیت سے یہ جملہ استعمال کیا یعنی مقصد یہ تھا کہ اگر تو مارنے کو کہتی ہے تو طلاق، تو اس صورت میں فوراً طلاق واقع ہو جائے گی اگرچہ وہ نہ مارے۔ رہی طلاق کی اضافت تو وہ اقتضاءً ثابت مانی جائے گی جیسا کہ بہار شریعت حصہ ہشتم ص۴۶ کے اس جملے میں دو یہ کہا کہ اگر تجھے حیض آئے تو طلاق ہے۔ تو حیض کی اقل مدت پوری ہونے پر اس وقت سے طلاق کا حکم دیں گے کہ عورت نے جب سے خون دیکھا ہے اھ ملخصًا۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ

از محمد خلیل قادری خطیب جامع مسجد درگاہ شریف ماہم بمبئی ۱۶

زید نے اپنی بیوی ہندہ سے کہا کہ اگر تم میری اجازت کے بغیر مسجد درگاہ یا مسجد کے حجرہ میں داخل ہوئی تو تجھے طلاق۔ چنانچہ ہندہ اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر مسجد کے حجرہ میں داخل ہوگئی تو کیا ہندہ پر طلاق واقع ہوئی؟ اگر ہوئی تو کون سی طلاق؟ بینوا و توجروا۔

الجواب صورت مسئولہ میں زید کی بیوی ہندہ پر طلاق واقع ہوگئی۔ پھر اگر ہندہ زید کی مدخولہ ہے تو ایک طلاق رجعی واقع ہوئی۔ اور اگر مدخولہ نہیں ہے تو ایک طلاق بائن۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۲۲ ربیع الاول ۱۴۰۱ھ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مسئلہ

مرسلہ مولوی شمس الدین مقام و پوسٹ اتر دریاپور ضلع مالدہ (بنگال)

زید نے ہندہ سے عرصہ ہوا شادی کیا تھا کچھ رنجش کی بنا پر ہندہ اپنے میکے چلی آئی جس کو تین، چار سال ہوگئے درمیان میں زید دو ایک بار رخصتی کرانے گیا۔ ہندہ زید کے یہاں آنا نہیں چاہتی وہ کہتی ہے کہ

ہمارے نقدی زیورات جو تم نے جہیز میں دیا ہے اس کو تم نے کیوں لے لیا جب تک نہیں دوگے میں نہیں جاؤں گی۔ کچھ دنوں کے بعد کچھ لوگوں کے ہمراہ زید صرف ایک زیور لے کر گیا ہندہ کے یہاں کے لوگ اس پر ناراض ہوئے کہ تم تمام زیورات کیوں نہیں لائے ہندہ جانے کو راضی نہیں ہوتی ہے اور تم ہم لوگوں کو اتنا پریشان کرتے ہو آج تم کو بغیر کچھ طے کئے ہوئے جانے نہیں دیا جائے گا۔ زید نے وعدہ کیا کہ اگر کل یعنی دوسرے دن تمام زیورات وغیرہ کے ساتھ رخصتی کرانے نہ آؤں تو ہماری بیوی ہندہ کو ایک۱ دو۲ تین۳ طلاق پڑ جائے کاغذ پر دستخط بھی کر دیا ہے اور یہ بھی لکھ دیا ہے کہ ہندہ پر ہمارا کوئی اختیار نہ رہے گا۔ اب زید ہندہ کے گھر ایک تو وعدہ کے خلاف کئی روز کے بعد گیا اور پھر خالی ہاتھ گیا صرف وہی زیور لے کر پہونچا جس پر عمرو نے کہا کہ نہ تو تم زیور ہی لے کر آئے اور نہ حسب وعدہ تم پہونچے لہذا تمہاری ہندہ کو تین طلاق پڑ گئی عمرو کی یہ دلیل ہے۔ واذا اضاف الطلاق الی شرط وقع عقیب الشرط مثل ان یقول لامرأتہ ان دخلت الدار فانت طالق اور بکر کہتا ہے کہ زید نے بوجہ مجبوری جان کے خوف سے وعدہ کر لیا تھا طلاق نہیں پڑے گی۔ آیا عمرو کا قول صحیح ہے یا بکر کا جو حکم ہو بینوا بالدلیل وتوجروا عند الجلیل۔

الجواب بعون الملک الوھاب صورت مستفسرہ میں زید نے اگر واقعی اپنی زبان سے یہ جملہ کہا کہ "اگر کل تمام زیورات کے ساتھ رخصتی کرانے نہ آؤں تو ہماری بیوی ہندہ پر ایک۱ دو۲ اور تین طلاق پڑ جائے" پھر دوسرے روز تمام زیورات کے ساتھ رخصت کرانے کے لئے نہ آیا تو اس کی بیوی ہندہ پر طلاق مغلظہ واقع ہو گئی اگرچہ زید نے جملۂ مذکور کو جان کے خوف سے کہا ہو۔ درمختار اور کنز الدقائق میں ہے یقع طلاق کل زوج عاقل بالغ ولو مکرھا اھ بقدر ضرورۃ شامی میں بحر سے ہے ان المراد الاکراہ علی التلفظ بالطلاق فلو اکرہ علی ان یکتب طلاق امرأتہ فکتب لا تطلق خلاصہ یہ ہے کہ زید اگر اکراہ کی صورت میں جملہ مذکور لکھ دیتا مگر نہ دل میں ارادہ کرتا اور نہ اس جملہ کو زبان سے کہتا تو اس کی بیوی پر طلاق واقع نہ ہوتی بہار شریعت جلد ہشتم ص۱۰ پر ہے کسی نے شوہر کو طلاق لکھنے پر مجبور کیا اس نے لکھ دیا مگر نہ دل میں ارادہ ہے اور نہ زبان سے طلاق کا لفظ کہا تو طلاق نہ ہو گی انتھی بالفاظہ۔ یعنی اکراہ کی صورت میں لکھنے کے ساتھ اگر زبان سے بھی کہا یا دل میں ارادہ کیا تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ اور مسئلہ اکراہ علی الطلاق میں تعلیق و تنجیز یکساں ہے۔ کما فی البحر الرائق ھذا ما عندی والعلم بالحق عند اللہ ورسولہ جل جلالہ و صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۹ رجمادی الاخری ۱۳۸۸ھ

مسئلہ از غریب اللہ بھیٔ پور پوسٹ بیلوہ۔ ضلع بستی

میں کہ بکر مقام بھیروپور کا ہوں عرصہ دو سال سے زائد ہوگیا میں اپنے بال بچوں کے نان ونفقہ کا بندو بست نہ کرسکا لہذا آج بتاریخ ۲۲ر فروری ۱۹۶۶ء کو اقرار کرتا ہوں کہ آج سے دو ماہ کے اندر میں اپنے بال بچوں کے نان ونفقہ کا پورا بندوبست کروں گا اگر دو ماہ کے اندر میں اپنے بال بچوں کا بندوبست نہ کرسکا تو میری طرف سے تین طلاقیں میری بیوی قمر النساء پر عائد ہوں دو بارہ مجھ سے طلاق لینے کی ضرورت نہیں۔ یہ اقرار نامہ دو ماہ کی مدت ختم ہونے پر طلاق نامہ ہو جائے گا لہذا لڑکی کے والدین کو اختیار ہے کہ کہیں بھی اپنی لڑکی کی شادی کرسکتے ہیں مجھے کوئی عذر نہیں ہے۔ رسید لکھ دیا ہے کہ سند رہے وقت پر کام آوے یہ اقرار نامہ میں نے طلاق نامہ سمجھ کر لکھا ہے انتھٰی۔

کیا یہ اقرار نامہ جو اوپر درج ہے اس سے بکر کی بیوی پر طلاق ہوئی کہ نہیں؟ کیونکہ دو ماہ کی مدت ختم ہوچکی ہے اگر قمر النساء پر طلاق واقع ہوئی تو کیا دوسری جگہ اس کا نکاح کرسکتے ہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب صورت مستفسرہ میں برصدق مستفتی بکر کے اقرار نامہ لکھنے کے بعد اگر دو ماہ گذر گئے اور اس نے اپنی بیوی کے نان ونفقہ کا انتظام نہ کیا تو اس کی بیوی پر تین طلاق واقع ہوگئی۔ بعد ختم عدت دوسرے سے نکاح کرسکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم جل جلالہ وصلی اللہ المولیٰ تعالیٰ علیہ وسلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۴ر صفر المظفر ۱۳۸۶ھ

مسئلہ از مقام چھتر ایا اڑا ضلع بستی مرسلہ محمد مصطفےٰ صدیقی

اگر کوئی اپنی بیوی کے پاس لکھے کہ اگر تو فلاں تاریخ تک نہ آئی تو فلاں تاریخ کو سمجھنا کہ طلاق ہوگیا اور یہ الفاظ تین مرتبہ لکھے تو واقع طلاق ہوگی کہ نہیں جس کے لئے یہاں کے مقامی مولانا نے یہ جواب لکھا ہے۔

الجواب فتاویٰ قاضی خاں علی ہامش الھندیہ ص۴۵۷ میں ہے۔ قالت مرا طلاق دہ فقال دادہ انگار او فال کردہ انگار لا یقع الطلاق وان نوی۔ اور عربی میں یہ ہے احسبی انک

طالق وان قال ذلك لا یقع وان نوی۔ اور فتاوی بزازیہ ص۱۶۵ میں ہے قالت مرا طلاق دہ (الی قولہ) فقال داده انگار او قال کرده انگار لا یقع وان نوی۔ ان عبارتوں سے معلوم ہوا کہ شوہر کے اس جملہ کے لکھنے سے کہ اگر تو فلاں تاریخ تک نہ آئی تو فلاں تاریخ کو سمجھنا کہ طلاق ہوگئی چاہے ایک بار لکھے یا تین بار لکھے کوئی طلاق نہ پڑی کیونکہ یہ الفاظ محض دھمکی کے ہیں ایقاع کے نہیں ہیں۔ کیا یہ جواب صحیح ہے؟ (۲) اگر طلاق رجعی پڑ جائے اور عدت کے اندر زید نے کہا ہو کہ میں نے اپنی بیوی کو اپنے نکاح میں واپس لیا یا یہ کہے کہ وہ میری بیوی ہے اور اس کے لئے وہ کئی گواہ رکھتا ہو۔ لیکن اپنی بیوی سے سال بھر نہ مل سکا ہو نہ تو اسے دیکھ سکا ہو تو رجعت ہوگی کہ نہیں؟

الجواب اگر تو فلاں تاریخ تک نہ آئی تو فلاں تاریخ کو سمجھنا کہ طلاق ہوگئی" بیشک اس جملہ سے کسی طرح کی طلاق واقع نہ ہوگی فتاوی عالمگیری جلد اوّل مطبوعہ مصر ص۳۵۵ میں ہے لو قال داره انگار او کرداه انگار لا یقع وان نوی اور فتاوی رضویہ جلد پنجم ص۶۱۷ میں ہے کہ شوہر کے اس جملہ سے کہ میری زوجہ کو طلاق سمجھی جائے طلاق واقع نہ ہوگی اور اسی کتاب کے ص۶۱۹ میں ہے اگر کوئی کہے میں نہ آؤں تو دیوار کو طلاق سمجھ لینا کیا اس کے کہنے یا کسی کے سمجھ سے دیوار طلاق بن جائے گی اھ لہٰذا مقامی عالم دین نے جو فتوی دیا ہے وہ صحیح ہے ھذا ما عندی وھو اعلم بالصواب۔ (۲) طلاق رجعی کی صورت میں اگر واقعی شوہر نے عدت گذرنے سے پہلے کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو اپنے نکاح میں واپس لیا یا بہ نیت رجعت یہ کہا کہ وہ میری بیوی ہے تو رجعت ہوگئی اگرچہ شوہر کئی سال تک بیوی سے نہ مل سکے اور نہ اسے دیکھ سکے اس لئے کہ پہلا قول رجعت میں صریح ہے اور دوسرا کنایہ جیسا کہ فتاوی عالمگیری جلد اول مصری ص۴۲۷ میں ہے من الصریح ار تجعتك و راجعتك و رددتك والکنایۃ انت امرأتی اھ تلخیصًا۔ وھو تعالی اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۶ ر رجب المرجب ۱۴۰۰ھ

مسئلہ از غلام محی الدین سبحانی مدرسہ سبحانیہ مصباح العلوم علاؤ الدین پور گلر ہوا۔ گونڈہ

اگر کسی نے اپنی عورت سے کہا کہ اگر تو آج نماز نہ پڑھے تو تجھ کو طلاق اور اگر نماز پڑھے تو تجھ کو طلاق ہے تو عورت کے نماز پڑھنے سے طلاق اس پر واقع ہو جائے گی یا نہیں جب کہ نماز میں قرارت فرض ہے؟

الجواب بے شک قرارت کے ساتھ نماز پڑھنے سے عورت پر طلاق واقع ہو

جائے گی۔ بشرطیکہ کسی سبب سے نماز فاسد نہ ہوئی ہو۔ ردالمحتار جلد سوم ص۱۲۲ میں ہے قال فی التاترخانیۃ عن الخلاصۃ النکاح والصلاۃ وکل فعل یتقرب بہ الی اللہ تعالیٰ علی الصحیح دون الفاسد اھ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد امجدی
۲۲؍ ذی الحجہ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ
ہمت علی خاں ندی محلہ للت پور (یوپی)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کہ زید کا ہندہ کے ہمراہ نکاح ہوا مگر زید نے ہندہ کو شرعی قاعدہ کے مطابق نہیں رکھا۔ اس نے ہندہ کو تین مہینے تک کھانے اور کپڑے اور خرچ نہ دے کر اور مار پیٹ کر سخت اذیت پہونچائی جس سے گھبرا کر ہندہ اپنے میکے چلی گئی۔ اور اس نے اپنے شوہر زید پر کچہری میں خرچ کے لئے مقدمہ دائر کر دیا۔ ایک دو تاریخ مقدمہ چلا پھر زید نے آکر ہندہ کے والد سے معافی مانگی ہاتھ پیر جوڑ کر۔ اور اس بات پر مقدمہ اٹھالیا گیا پانچ روپئے کے سادے اسٹامپ پر زید نے دستخط کر دیا یہ کہہ کر کہ اگر آئندہ ہماری یہی حرکتیں رہیں تو آپ کو اختیار کلی ہوگا کہ اس پر میری طرف سے آپ خود طلاق نامہ لکھ لیں۔ یہ عہد لے کر ہندہ کو زید کے ہمراہ بھیج دیا گیا مگر زید نے وعدہ خلافی کی اور پھر اپنی عادتوں کے مطابق ہندہ کو اذیت دی مارا پیٹا اور خود ہی ہندہ کو لاکر اس کے میکے کر کے فرار ہو گیا اور آج ایک ماہ گذر گیا فرار ہی ہے۔ تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا ہندہ کے والد کو یہ حکم شرعی پہونچتا ہے کہ وہ خود اس اسٹامپ پر طلاق نامہ لکھ لے۔ بیان فرمائیں اگر لکھ سکتا ہے تو ہندہ پر عدت طلاق کب سے ہے؟

الجواب
اللھم ھدایۃ الحق والصواب اشباہ میں ہے الکتاب کالخطاب لہٰذا اگر زید نے واقعی یہ جملہ کہا کہ "اگر آئندہ ہماری یہی حرکتیں رہیں تو آپ کو اختیار کلی ہوگا کہ اس پر میری طرف سے آپ خود طلاق نامہ لکھ لیں" اور پھر زید نے وہی حرکتیں کیں تو ہندہ کے والد کو اختیار ہے کہ اس کاغذ پر طلاق لکھ لے۔ اور چونکہ جس روز ہندہ کا والد اس پر طلاق لکھے گا اسی روز طلاق واقع ہو گی اس لئے اسی دن سے عدت شمار کی جائے گی۔ وھو تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۳۰؍ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ
از اکبر علی موضع پیری بزرگ پوسٹ بھدوکھر ضلع بستی

زید نے اپنے خسر کو اپنی مدخولہ بیوی کے بارے میں ایک طویل خط لکھا جس میں یہ بھی لکھا کہ اپنی لڑکی کو

ساتھ لے کر جلد از جلد بیری آؤ اگر نہیں آتے ہو تو میں طلاق نامہ لکھتا ہوں اگر آجاتے ہو تو طلاق نہیں ہے اور خط سنتے نہیں آتے ہو تو تین بار طلاق لکھتا ہوں انتہی کلامہ خط سننے کے تقریبًا ایک ماہ بعد زید کے خسر بیری آئے فورًا نہیں آئے تو اس کی بیوی پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اگر واقع ہوئی تو کون سی طلاق؟ اور اس کا حکم کیا ہے؟

الجواب صورت مسئولہ میں زید کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی کہ اب بغیر حلالہ زید کے لئے حلال نہیں کما قال اللہ تعالیٰ فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجًا غیرہ۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۴ر شوال المکرم ۱۳۹۹ھ

مسئلہ از اوج محمد کلانھو مرچنٹ ساکن چھاونی بازار پوسٹ اموڑھا ضلع بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام مندرجہ ذیل اقرار نامے کے بارے میں کہ اس کے برعکس ہونے پر طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

اقرار نامہ — ہم کہ محمد نسیم ولد علی بخش ساکن برہ پور تھانہ بیکولیہ ضلع بستی کا ہوں ہم سے چند غلطی ایسی ہوگئی ہے کہ جس کی بنا پر میری عورت خود ہم سے بیزار ہے اور میں اس سے پشیماں ہوں۔ اپنی غلطی تسلیم کرنے پر بھی اس کے میکے والے میرے یہاں بھیجنے کو تیار نہیں تھے اور نہ بذات خود یہ آنے کو تیار تھی۔ پنچایت ہوئی جملہ پنچ ہمارے اس معاہدے پر ہمارے یہاں لڑکی بھیجنے کو مجبور کئے کہ میں آیندہ اپنی بدچلن عادت چھوڑ دوں گا اور بیوی کو کسی قسم کی اذیت نہیں پہونچاؤں گا۔ شرع کے خلاف مار دھاڑ، دھڑ پکڑ مار نکال قطعی نہیں کروں گا ان ساری باتوں کا میں صاف دل سے اقرار کر رہا ہوں۔ انشاء المولیٰ تعالیٰ اس کے برعکس میں کبھی نہیں جاؤں گا۔ اگر گیا تو اس اقرار نامہ کو تین طلاق نامہ مان لیا جائے گا اور بلا عذر میری بیوی کا تین طلاق ہو جائے گا۔ باقی شرعی خرچہ دینے کا میں حقدار ہوں گا میں ہوش وحواس کی درستگی کے ساتھ اس اقرار نامہ کو تحریر کرا کر دستخط کر رہا ہوں کہ سند رہے وقت ضرورت پر کام آئے —

دستخط محمد نسیم برہ پورہ

اگر اس اقرار نامے سے طلاق پڑی تو کون سی طلاق پڑی یا اس میں شرع کے رو سے کوئی گنجائش ہے یا نہیں؟

الجواب اللھم ھدایۃ الحق والصواب اگر واقعی محمد نسیم نے ہوش وحواس کی درستگی میں تحریر مذکور کے مضمون پر مطلع ہونے کے بعد اس پر دستخط کیا ہے تو یہ صورت تعلیق کی ہے یعنی اس تحریر کے بعد اگر وہ اپنے اقرار مذکور کے خلاف کرے تو اس کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہو جائے گی کہ بغیر حلالہ پھر اس کے لئے حلال نہ ہوگی کما قال اللہ تعالیٰ فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ (پ۲ رکوع ۱۳) اور اگر محمد نسیم اپنے اقرار مذکور کے خلاف کبھی نہ کرے تو اس تحریر سے اس کی بیوی پر طلاق واقع نہ ہوگی ھکذا فی الکتب الفقھیۃ المعتبرۃ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ از عبد الرشید خاں پان دوکان دھنکی ڈیہہ جمشید پور (بہار)

زید نے کہا اگر میں ہندہ کے علاوہ کسی عورت سے نکاح کیا تو اس کو تین طلاق۔ اب ہندہ کے علاوہ کسی دوسری عورت سے نکاح کرنے کی کوئی صورت ہے تو قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل تحریر فرمائیں؟

الجواب صورت مستفسرہ میں ہندہ کے علاوہ کسی دوسری عورت سے نکاح کرنے کی صورت یہ ہے کہ فضولی یعنی جس کو زید نے نکاح کا وکیل نہ کیا ہو بغیر اس کے حکم کے کسی عورت سے نکاح کر دے اور جب اسے خبر پہونچے تو زبان سے نکاح کو نافذ نہ کرے بلکہ کوئی ایسا کام کرے جس سے اجازت ہو جائے مثلاً مہر کا کل حصہ یا کچھ اس عورت کے پاس بھیج دے۔ یا اس کے ساتھ جماع کرے یا شہوت کے ساتھ ہاتھ لگائے یا بوسہ لے یا لوگ مبارکباد دیں تو خاموش رہے تو اس طرح نکاح ہو جائے گا۔ اور طلاق نہ پڑے گی۔ (بہار شریعت حصہ ہشتم مطبوعہ دہلی ص۱۴۔۱۵ بحوالہ بحر۔ ردالمحتار۔ خیریہ) وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۱۲ر جمادی الاولیٰ ۱۴۰۴ھ

بَابُ الخُلعُ

خُلع کا بیان

مسئلہ از محمد حسین منشی، عبدالصمد۔ ٹنڈیل محلہ۔ بھیونڈی ضلع تھانہ (مہاراشٹر)

بچپن ہی میں ہندہ کی شادی زید کے ساتھ ہوئی ہندہ کے بالغ ہونے کے بعد اس کے والد نے زید کے گھر رخصتی کے لئے متعدد خبر بھیجی بار بار خبر بھیجنے کے بعد ہندہ کی رخصتی ہوئی مگر جب جب رخصتی ہوئی زید گھر سے باہر ہی رہا کیوں کہ شوہر کمزور ہے اور ہندہ تندرست۔ غرض اینکہ تاہنوز ہندہ کی زید سے ملاقات نہ ہوسکی اور حالت یہ ہے کہ ہندہ کے ضبط سے باہر ہے اسی اثنا میں ہندہ ایک دوسرے شخص کے ساتھ بمبئی فرار ہوگئی اس کا شوہر زید بھی بمبئی ہی میں تھا۔ چنانچہ ایک ذمہ دار شخص نے اس عورت کو اپنی حفاظت میں رکھ کر اس کے شوہر زید کو بلاکر اس کے حوالے کیا مگر زید کے والد نے گھر سے خط لکھا کہ ہندہ کو اپنے پاس مت رکھنا وہ گندہ ہوچکی ہے تمہارے لائق نہیں۔ جس سے زید نے ہندہ کو پھر اسی ذمہ دار شخص کے پاس واپس کردیا اور کہا کہ اب یہ ہمارے لائق نہیں اس پر زید سے کہا گیا کہ جب یہ تمہارے کام کی نہیں تو تم طلاق دے دو زید نے جواب دیا کہ جب تک ہمارے والد کچھ کہیں گے نہیں ہم کچھ نہیں کرسکتے جب اس کے والد گھر سے آئے تو انھوں نے کہا کہ شادی کا خرچہ دو تو میں طلاق دلوادوں گا ورنہ نہیں اور نہ ہی پنچائتی جماعت میں آؤں گا۔ خلاصہ یہ ہے کہ زید طلاق بھی نہیں دے رہا ہے اور نہ ہی رکھنے کو تیار ہے اور خلع کی صورت میں اتنے روپئے مانگتا ہے جتنا لڑکی کا والد ادا نہیں کرسکتا تو ایسی صورت میں از روئے شرع لڑکی کے نجات حاصل کرنے کی کیا صورت ہوسکتی ہے؟

الجواب صورت مسئولہ میں جس طرح بھی ہوسکے زید سے طلاق حاصل کی جائے اس کے علاوہ چھٹکارے کی کوئی شکل نہیں اور جب کہ زیادتی شوہر کی جانب سے ہے جیسا کہ سوال میں ظاہر

کیا گیا ہے کہ وہ حق زوجیت نہیں ادا کرتا ہے تو طلاق دینے کے لئے اسے روپیہ طلب کرنا حلال نہیں۔ اور خلع پر اتنے روپئے کا مطالبہ کرنا جو لڑکی پر سخت گراں ہو بہت بڑا ظلم ہے۔ فتاوی عالمگیری جلد اول مطبوعہ مصر صفحہ ۴۴۲ میں ہے ان کان النشوز من قبل الزوج فلا یحل لہ اخذ شئی من العوض علی الخلع کذا فی البدائع۔ شوہر پر لازم ہے کہ بلامعاوضہ طلاق دے دے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو سب مسلمان اس کا بائیکاٹ کریں قال اللہ تعالیٰ واما ینسینک الشیطن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین (پ ۷ رکوع ۱۴) وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۲ ربیع الآخر ۱۳۸۲ھ

مسئلہ از محمد انور علی پردھان موضع اٹروا پوسٹ اودے راج گنج۔ ضلع بستی

ہندہ نے اپنے شوہر سے خلع کیا لیکن ابھی تک طے شدہ رقم نہیں ادا کی اور دوسرے سے نکاح کرلیا تو یہ نکاح شرعاً منعقد ہوا کہ نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب چونکہ نفس خلع سے طلاق بائن پڑ جاتی ہے عورت خواہ اسی وقت مال ادا کرے یا کچھ دنوں بعد۔ اس لئے دوسرے سے نکاح شرعاً منعقد ہوگیا ہدایہ اولین صفحہ ۳۸۲ باب الخلع میں ہے فاذا فعل ذلک وقع بالخلع تطلیقۃ بائنۃ ولزمھا المال۔ یعنی جب شوہر مال کے بدلے خلع کرے تو خلع کی وجہ سے عورت پر طلاق بائن پڑ جائے گی اور اس کو مال دینا واجب ہوگا۔ ھذا ما ظھر لی والعلم بالحق عند اللہ تعالیٰ ورسولہ جل مجدہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
یکم محرم الحرام ۱۳۸۷ھ

بَابُ الظِّہَار

ظہار کا بیان

مسئلہ از محمد منیر احمد، موضع مدار نگر پوسٹ دھانے پور بلبھریا ضلع گونڈہ

زید نے اپنی بیوی ہندہ کو غصہ کی حالت میں کہا تو میری ماں اور بہن کے مثل ہے زید کے لئے شرعی حکم کیا ہے؟ ہندہ اس کے ساتھ کس صورت سے رہ سکتی ہے۔ بینوا توجروا

الجواب صورت مستفسرہ میں طلاق کی نیت کی ہے تو طلاق بائن واقع ہوئی اور ظہار کی نیت کی ہے تو ظہار ہے اور ظہار کا حکم یہ ہے کہ زید جب تک اس کا کفارہ نہ دیدے اس وقت تک زید کا ہندہ سے جماع کرنا، شہوت کے ساتھ اس کا بوسہ لینا یا اس کو چھونا حرام ہے اگر کفارہ سے پہلے جماع کرلیا تو توبہ کرے اور اس کے لئے کوئی دوسرا کفارہ واجب نہیں مگر خبردار پھر ایسا نہ کرے فتاوی عالمگیری جلد اول مطبوعہ مصر صفحہ ۴۵۶ میں ہے حکم الظہار حرمة الوطئ والدواعی الی غ الکفارة کذا فی فتاوی قاضی خان وان وطئها قبل ان یکفر استغفر اللہ تعالیٰ ولا شئ علیه غیر الکفارة الاولیٰ ولا یعاود حتی یکفر کذا فی السراج الوهاج اور ظہار کا حکم یہ ہے کہ جماع سے پہلے غلام آزاد کرے اگر غلام کے لئے دام نہیں یا غلام ملتا ہی نہیں جیسا کہ ہمارے ملک میں تو کفارہ میں جماع سے پہلے پے درپے دو مہینے کے روزے رکھے کہ درمیان میں ماہ رمضان، عید الفطر، عید الاضحیٰ اور ایام تشریق نہ پڑے۔ اگر کفارہ کا روزہ توڑ دے خواہ سفر وغیرہ کسی عذر سے توڑے یا بغیر عذر یا مذکورہ بیوی سے ان دو مہینوں کے اندر دن یا رات میں وطی کرے قصداً یا بھول کر تو پھر سے دو مہینہ کا مسلسل روزہ رکھنا پڑے گا ھکذا فی الدر المختار اور اگر روزہ رکھنے کی قدرت نہ ہو کہ بیمار ہے اور اچھے ہونے کی امید نہیں یا بہت بوڑھا ہے کہ روزہ کی طاقت نہیں رکھتا تو ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کھانا کھلائے قرآن کریم پارہ ۲۸ رکوع اول میں ہے فمن لم یجد فصیام شهرین متتابعین من قبل ان یتماسا فمن لم یستطع فاطعام ستین مسکیناً۔

وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۳۰؍ رجب المرجب ۹۶ھ

مسئلہ
از فیروز احمد خاں رضوی جی ۔ ۳۷۱ ۔ الف نگر کلکتہ

زید نے اپنی بیوی حاملہ ہندہ سے تکرار کے بعد کہا کہ تم فیصلہ لے لو ہندہ نے جواباً کہا مجھے فیصلہ لینے کی کیا ضرورت۔ اسی طرح حجت و تکرار کے بعد زید نے ہندہ کو مخاطب کر کے کہا کہ آج سے تم میری ماں ہو اور میں تمہارا بیٹا ہوں اور یہ الفاظ اس نے تقریباً چار یا پانچ مرتبہ کہا اس موقع پر چند عورتیں بھی تھیں۔ مندرجہ بالا بیان کے پیش نظر ذیل کے سوالوں کے شرعی جوابات مرحمت فرمائیں ۔ ۱ آیا اس صورت میں کون سی طلاق واقع ہوئی ۲ اگر طلاق واقع ہوگئی تو یکجا ہونے کی کیا صورت ہوگی ۳ زید اگر طلاق واقع ہونے پر بھی ہندہ کو اپنے ساتھ رہنے پر مجبور کرے تو ہندہ زید سے کس طرح چھٹکارا حاصل کرے؟

الجواب
اگر زید نے یوں کہا کہ تو میری ماں کے مثل ہے۔ تو بہ نیت طلاق ایک طلاق بائن واقع ہوئی۔ اس صورت میں عورت کی مرضی سے دوبارہ نکاح کرنا پڑے گا۔ اور اگر بہ نیت ظہار کہا کہ تو میری ماں کے مثل ہے تو ظہار ہے۔ اس صورت میں جب تک کہ زید کفارہ نہ دے لے اس کی عورت اس پر حرام ہے۔ لیکن زید نے اگر مثل مانند وغیرہ کا لفظ استعمال نہیں کیا بلکہ صرف یہ کہا کہ آج سے تم میری ماں ہو اور میں تمہارا بیٹا ہوں۔ تو یہ کلام لغو ہے اس کی بیوی پر کسی قسم کی کوئی طلاق نہیں واقع ہوئی اور نہ کوئی کفارہ واجب ہوا البتہ زید سخت گنہگار ہوا توبہ کرے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ زوجہ کو ماں بہن کہنا خواہ یوں کہ اسے ماں بہن کہہ کر پکارے یا یوں کہے کہ تو میری ماں بہن ہے سخت گناہ و ناجائز ہے مگر اس سے نہ نکاح میں خلل ہوا نہ توبہ کے سوا کچھ اور لازم ہوا اھ ملخصا (فتاویٰ رضویہ جلد پنجم صفحہ ۶۴۳) اور حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ عورت کو ماں بہن یا بیٹی کہنا تو ظہار نہیں مگر ایسا کہنا مکروہ ہے (بہار شریعت حصہ ہشتم صفحہ ۹۹) اور فتح القدیر جلد چہارم صفحہ ۹۱ میں ہے فی انت امی لایکون مظاھرا وینبغی ان یکون مکروھا لانہ لابد فی کونہ ظھارا من التصریح بادارۃ التشبیہ شرعا اھ اور رد المحتار جلد دوم صفحہ ۵۷۴ میں ہے۔ انت امی بلا تشبیہ باطل وان نوی اور فتاویٰ عالمگیری جلد اول مصری صفحہ ۴۵۷ میں ہے لو قال لھا انت امی لایکون مظاھرا وینبغی ان یکون مکروھا اھ۔ وھو سبحانہ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۱۶؍ ربیع الآخر ۱۴۰۲ھ

بَابُ الْعِنِّين

عنین کا بیان

مسئلہ از بقرعیدن موضع تتری اندوا۔ ضلع بستی

تقریباً پانچ سال پہلے ہندہ کی شادی زید کے ساتھ ہوئی اس درمیان میں کئی بار ہندہ رخصت ہوکر اپنے شوہر زید کے پاس گئی۔ ہندہ کا بیان ہے کہ اس کا شوہر زید نامرد ہے۔ تو دریافت طلب یہ بات ہے کہ ہندہ طلاق حاصل کئے بغیر دوسرا نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب ــــــ نامرد کا حکم یہ ہے کہ اس کی عورت اگر نامرد کے ساتھ رہنا نہ چاہے تو قاضی کے پاس دعوی کرے۔ قاضی شوہر سے دریافت کرے اگر شوہر نامرد ہونے کا اقرار کرے تو علاج کے لئے ایک سال کی مہلت دے۔ دعویٰ کے قبل کا زمانہ حساب میں نہ آئے گا بلکہ دعویٰ کے بعد ایک سال کی مدت درکار ہے تو اگر سال کے اندر شوہر نے ہمبستری کرلی تو عورت کا دعویٰ ساقط ہوجائے گا اور اگر ہمبستری نہ کی اور عورت جدائی کی خواستگار ہو تو قاضی شوہر کو طلاق دینے کے لئے کہے اگر وہ طلاق دیدے فبہا ورنہ قاضی تفریق کردے فتاویٰ عالمگیری جلد اول صفحہ ۴۶۸ میں ہے اذا رفعت المرأۃ زوجها الی القاضی وادعت انه عنین وطلبت الفرقة فان القاضی یسئله هل وصل الیها او لم یصل فان اقر انه لم یصل اجله سنة اھ۔ اور اسی میں ہے۔ ابتداء التاجیل من وقت المخاصمة کذا فی المحیط پھر اسی میں ہے لایکون هذا التاجیل الا عند قاضی مصر او مدینة فان اجلته المرأۃ او اجله غیر القاضی لایعتبر ذلک کذا فی فتاوی قاضی خان اھ۔ اور جہاں قاضی شرع نہیں جیسے آج کل ہندوستان تو وہاں ضلع کا سب سے بڑا سنی صحیح العقید عالم دین جو مرجع فتاویٰ ہو قاضی شرع ہے۔ ھکذا فی الحدیقة الندیة۔ عورت مذکور شرعی طور پر چھٹکارا حاصل کئے بغیر دوسرا نکاح ہرگز نہیں

کرسکتی وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
یکم ذی الحجہ ۹۹ھ

مسئلہ از محمد سمیع مدو بھیک پوسٹ مدو بازار ضلع گونڈہ (یوپی)

ہندہ کی شادی زید سے ہوئی تھی لیکن زید نامرد ہے۔ اب ہندہ طلاق چاہتی ہے۔ لیکن زید نہیں دیتا ہے۔ لہذا اس صورت میں ہندہ کیا کرے؟

الجواب اگر شوہر عورت سے پہلے ہمبستر ہوا مگر اس پر قادر نہ ہوا تو وہ نامرد ہے۔ اس کی عورت کے لئے یہ حکم ہے کہ اگر وہ تفریق چاہے تو ضلع کے سب سے بڑے سنی صحیح العقیدہ عالم کے پاس دعوی کرے جب عالم کو ثابت ہو جائے کہ فی الواقع شوہر نے قدرت نہ پائی تو وہ شوہر کو علاج و معالجہ کے لئے ایک سال مکمل کی مہلت دے۔ اور اس مدت میں عورت شوہر سے جدا نہ رہے۔ اگر سال گزرنے پر بھی قدرت نہ پائے تو عورت پھر دعوی کرے اور عالم پھر قدرت نہ پانے کا ثبوت لے۔ اگر ثابت ہو جائے تو عورت کو اختیار دے کہ چاہے اس شوہر کے ساتھ رہنا پسند کرے چاہے تفریق۔ اگر عورت بلا توقف تفریق پسند کرے تو عالم شوہر کو طلاق کا حکم دے۔ اگر وہ طلاق نہ دے تو خود تفریق کر دے۔ پھر عورت چاہے تو دوسرا نکاح کرے۔ درمختار جلد دوم مع شامی ص ۵۹۴ میں ہے وجدتہ عنینا اجل سنۃ قمریۃ ورمضان وایام حیضها منها لا مدۃ حجها وغیبتها ومرضه ومرضها فان وطئ مرۃ فبها والا بانت بالتفریق من القاضی ان ابی طلاقها بطلبها وبطل حقها لو وجد منها دلیل اعراض بان قامت من مجلسها او اقامها اعوان القاضی او قام القاضی قبل ان تختار شیئا بہ یفتی اھ ملتقطا۔ وھو اعلم بالصواب۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۵ ربیع الآخر ۱۴۰۲ھ

مسئلہ از محمد اسیر محلہ انتریتی قصبہ ہنداول ضلع بستی

زیب النساء بنت اسیر کی شادی حالت نابالغی میں حیدر ولد علی جان سے ہوئی۔ بالغ ہونے کے بعد جب لڑکی رخصت ہو کر اپنے سسرال گئی تو اس کو معلوم ہوا کہ اس کا شوہر بالکل نامرد ہے۔ اس بات کا پتہ چلنے کے بعد لڑکے کا متعدد ڈاکٹروں اور حکیموں نے علاج کیا۔ اور آخر میں باتفاق رائے سب نے کہا کہ یہ لڑکا پیدائشی نامرد ہے لہذا اس کا علاج نہیں ہو سکتا ان باتوں کے بعد لڑکی کی طرف سے سات معزز آدمی

لڑکے کے یہاں گئے اور انھوں نے لڑکے سے پوچھا اس نے اقرار کیا کہ میں نامرد ہوں۔ مجھے کبھی کوئی جنسی خواہش نہ ہوئی۔ لیکن میں طلاق نہیں دے سکتا۔ کم از کم دس پندرہ برس علاج کراؤں گا اگر ٹھیک نہ ہوا تو پھر طلاق دوں گا اور ادھر لڑکی کو ہسٹریا کا مرض شروع ہو گیا ہے اگر یہی حالت زیادہ دنوں تک رہی تو خطرہ ہے کہ پاگل ہو جائے گی لہذا حضور سے مؤدبانہ گذارش ہے کہ ہم کو حکم شرع سے مطلع فرمائیں۔ اور نکاح کو فسخ فرما کر اس عذاب سے نجات دلائیں۔ اور اگر حضور فسخ نہ کریں تو پھر فسخ کی صورت سے آگاہ فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوهاب عنین یعنی (نامرد) کا حکم یہ ہے کہ اس کی عورت اگر عنین ہونے کے ساتھ نہ رہنا چاہے تو قاضی کے پاس دعویٰ کرے قاضی شوہر سے دریافت کرے اگر شوہر عنین ہونے کا اقرار کرے تو علاج کے لئے ایک سال کی مہلت دے۔ دعویٰ سے قبل کا زمانہ حساب میں نہیں آئے گا۔ بلکہ دعویٰ کے بعد ایک سال کی مدت درکار ہے تو اگر سال کے اندر شوہر نے ہمبستری کر لی تو عورت کا دعویٰ ساقط ہو جائے گا۔ اور اگر ہمبستری نہ کی اور عورت جدائی کی خواستگار ہو تو قاضی شوہر کو طلاق دینے کے لئے کہے اگر وہ طلاق دیدے فبہا ورنہ قاضی تفریق کر دے فتاویٰ عالمگیری جلد اول مصری ص ۴۶۸ میں ہے اذا رفعت المرأۃ زوجها الی القاضی وادعت انه عنین وطلبت الفرقة فان القاضی یسئله هل وصل الیها اولم یصل فان اقر انه لم یصل اجّله سنة" اور اسی میں ہے ابتداء التاجیل من وقت المخاصمة کذا فی المحیط پھر اسی میں ہے لایکون هذا التاجیل الا عند قاضی مصر او مدینة فان اجّلته المرأۃ او اجّله غیر القاضی لایعتبر ذلک کذا فی فتاوی قاضی خان اور جہاں قاضی شرع نہیں جیسے آج کل ہندوستان تو وہاں ضلع کا سب سے بڑا سنی صحیح العقیدہ عالم جو مرجع فتاویٰ ہو قاضی شرع ہے فی الحدیقة الندیة عن الامام العتابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذا خلا الزمان من سلطان ذی کفایة فالامور کلها مفوضة الی العلماء یصیرون ولاة۔ هذا ما عندی والعلم بالحق عند اللہ تعالیٰ ورسوله الاعلیٰ جل جلاله وصلی المولیٰ تعالیٰ علیه وسلم۔

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف ضلع بستی (یوپی)

مسئلہ از محمد اسمٰعیل موضع بلاک پور پوسٹ لچھمی پور ضلع گورکھپور ۳ رجب المرجب ۱۳۸۶ھ

ہندہ جو شادی کے بعد اپنے شوہر زید کے یہاں تین بار رخصت ہو کر جاچکی ہے اس کا بیان ہے کہ زید نامرد ہے۔ تحقیق سے معلوم ہوا کہ واقعی وہ نامرد ہے۔ اب ہندہ زید سے طلاق چاہتی ہے۔ مگر وہ طلاق

نہیں دیتا تو اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب ــــ اگر زید واقعی نامرد ہے اور حق زوجیت ادا کرنے سے قاصر ہے تو اس پر طلاق دینا واجب ہے۔ اگر یوں ہی رکھ چھوڑے گا تو گنہ گار ہوگا۔ قال اللہ تعالیٰ فامساک بمعروف او تسریح باحسان (پ۲ ع ۱۳) اگر زید طلاق نہ دے تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس پر دباؤ ڈال کر اس سے طلاق دلوائیں۔ اگر اس میں کوتاہی کریں گے تو وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ اگر زید اس طرح بھی طلاق نہ دے تو ہندہ اور زید دونوں کسی عالم دین فقیہ کو فیصلہ کے لئے پنچ مقرر کریں۔ ہندہ اس کے حضور فسخ نکاح کا دعویٰ کرے۔ عالم دین زید سے بیان لے۔ اگر وہ اپنی نامردی کا اقرار کرے تو اسے آج سے پورے ایک سال کی مہلت دے۔ اور اگر انکار کرے تو کوئی پرہیز گار عورت ہندہ کو دیکھے جب وہ گواہی دے کہ واقعی ہندہ ابھی کنواری ہے تو زید کو سال بھر کی مہلت دی جائے۔ اگر وہ دن چاند کے مہینہ کا آخری دن ہے تو سال کے بارہ مہینے لئے جائیں ورنہ تین سو ساٹھ دن شمار کریں اس مدت میں جتنے دن ہندہ اپنے اختیار سے زید کے یہاں نہ رہے وہ دن شمار میں نہ آئیں گے اور اگر زید ہی اسے اپنے پاس نہ رکھے تو کچھ مجرانہ پائے گا۔ اسی طرح ایام حیض بھی مجرانہ ہوں گے۔ جب اس طرح سال گذر جائے اور زید ہندہ پر قدرت نہ پائے تو ہندہ پھر اسی عالم کے حضور فسخ نکاح کا دعویٰ کرے عالم دین زید سے دوبارہ بیان لے۔ اگر وہ ہندہ پر قادر نہ ہونے کا اقرار کرے یا انکار کرنے کی صورت میں کوئی پرہیز گار عورت معاینہ کے بعد ہندہ کے کنواری ہونے کی گواہی دے تو عالم دین ہندہ سے پوچھے کہ تو زید کو اختیار کرتی ہے یا اپنے نفس کو۔ اگر وہ زید کو اختیار کرے تو اس کا دعویٰ باطل ہوگیا۔ اور اگر اسی مجلس میں کہہ دیا کہ میں نے اپنے نفس کو اختیار کیا تو عالم دین زید کو حکم دے کہ وہ ہندہ کو طلاق دے دے کہ بحکم شرع تجھ پر طلاق دینی واجب ہے۔ اگر زید طلاق دیدے تو فبہا ورنہ عالم دین کہہ دے کہ میں نے تم دونوں میں تفریق کردی۔ اب ہندہ فوراً زید کے نکاح سے نکل جائے گی۔ اگر خلوت ہو چکی ہو تو بعد عدت ورنہ بغیر علت دوسرا نکاح کر سکے گی۔ اور اگر زید اپنی شرارت سے کسی عالم دین کو فیصلہ کے لئے مقرر نہ کرے تو ہندہ ضلع کے سب سے بڑے سنی صحیح العقیدہ عالم کے حضور دعویٰ کرے۔ عالم موصوف زید کو بلا کر مذکورہ بالا طریقہ پر کارروائی کرے۔ اگر زید کو عالم موصوف کے پاس آنے سے بھی انکار ہو تو وہ خود زید کے پاس جائے اور اگر ایک سال کی مہلت کے بعد عالم دین زید سے ملنا چاہے اور وہ نہ ملے تو لوگوں کی موجودگی میں ہندہ خود کہہ دے کہ میں نے اپنے نفس کو اختیار کیا۔ اور زید کے نکاح سے باہر آ گئی۔

مذہب صاحبین پر اس قدر بھی کافی ہو جائے گا۔ ھٰذا خلاصۃ ما فی الکتب الفقھیۃ وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۲۸ محرم الحرام ۱۴۰۳ھ

مسئلہ

از سید خوشتر ربانی متعلم دار العلوم ربانیہ علی گنج۔ باندا

کنیز فاطمہ کی شادی کو عرصہ ۱۲ سال ہوا شادی عزیز احمد کے ساتھ ہوئی۔ عزیز احمد پہلے ٹھیک تھا اس سے ایک لڑکی بھی ہوئی۔ کچھ دنوں بعد عزیز احمد بیمار ہوا اور دہلی میں اس کے گردن کی نس کا آپریشن ہوا اس کے بعد اس کی حالت دن بدن خراب ہوتی گئی۔ اب اس کی حالت دیوانگی کی حد تک پہونچ گئی ہے نماز بھی صحیح نہیں ادا کرتا نماز کی حالت میں نیچے اوپر دیکھے گا بجائے چار رکعت کے ۸-۷-۱۰-۱۱ رکعت پڑھے گا فالتو پاگل پن کی الٹی سیدھی باتیں کرتا ہے کوئی کام کاج نہیں کرتا اور نہ کرنے کی امید ہے ڈاکٹروں اور حکیموں کا علاج کافی کرالیا گیا ہے۔ دعائیں تعویذ بھی کرائے گئے مگر کوئی فائدہ نہیں اور نہ امید ہے۔ لڑکی کسی بھی حال میں جانے کو تیار نہیں ہے۔ اور لڑکا طلاق دینے کو تیار نہیں۔ اب ایسی حالت میں شرعی نقطۂ نظر سے چھٹکارا حاصل کرنے کا راستہ کیا ہے۔ لڑکے کے ماں باپ بھائی وغیرہ بھی طلاق دلانا نہیں چاہتے۔ اکثر وبیشتر گم شدہ ہو کر کھویا کھویا سا رہتا ہے۔ عزیز دو بار اپنی لڑکی نسیم فاطمہ کو زمین پر پٹک دے رہا تھا لوگوں نے اس کو پکڑ لیا اگر کوئی نہ پکڑتا تو لڑکی ختم ہو جاتی کیونکہ زمین پر پتھر لگے ہوئے تھے۔ لڑکی کی نانی کی گردن دبا دی تھی جس کی وجہ سے آٹھ دس دن تک سوجن رہی بیماری ڈانڑی پھیدی رہتی ہے کبھی ٹھیک ہو جاتی ہے۔ کان بہتا ہے آنکھوں میں باریک باریک دانے ہو جاتے ہیں کبھی کبھی لوگوں کو مارنے لگتا ہے علاج چار پانچ سال سے زیادہ سے ہو رہا ہے پھر بھی کوئی فائدہ نہیں۔

(نوٹ) زمانے کو دیکھتے ہوئے کیا شریعت اجازت دیتی ہے کہ لڑکی موجودہ کچہری کے ذریعہ نکاح فسخ کرا سکتی ہے یا نہیں؟ جب کہ لڑکا نہ طلاق دیتا ہے نہ بیوی کو خرچہ دیتا ہے اور اس کی حالت بھی ایسی ہے جیسی کہ اوپر بیان کی جا چکی ہے۔ لہٰذا شرعی نقطۂ نظر سے مطلع کیا جائے۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں عورت حاکم شرع کے حضور دعویٰ کرے وہ ثبوت جنون لے کر روز نالش سے ایک سال کامل کی مہلت دے اگر اس مدت میں شوہر اچھا ہو گیا فبہا اگر نہ اچھا ہوا اور عورت نے پھر رجوع کیا اور حاکم کو ثابت ہوا کہ شوہر ہنوز مجنون ہے تو اب وہ عورت کو اختیار دیگا

کہ چاہے اپنے شوہر کو اختیار کرے یا اپنے نفس کو۔ اگر مجلس بدلنے سے پہلے عورت نے اپنے نفس کو اختیار کرلیا تو اب حاکم تفریق کردے گا اس روز سے عورت طلاق کی عدت بیٹھے عدت کے بعد جس سے نکاح جائز ہو نکاح کرسکتی ہے۔ یہ اس صورت میں ہے کہ قاضی شرع کو جنون ثابت ہوا اور اس کا مطبق ہونا ثابت نہ ہوا۔ اور اگر حاکم کو ثابت ہوجائے کہ واقعی مدتہائے دراز گذر گئیں کہ یہ شخص مجنون ہے اور آرام نہیں ہوتا ہے جنون اس کا مطبق یعنی لازم و ممتد ہے تو اب سال کی مدت نہ دے گا بلکہ فی الفور عورت کو اختیار دے گا کہ شوہر کو اختیار کرے یا اپنے نفس کو فتاویٰ عالمگیری جلد اول مصری ص۱۷۴ میں ہے اذا کان بالزوج جنون اوبرص اوجذام فلا خیار لها کذا فی الکافی قال محمد رحمہ اللہ تعالیٰ ان کان الجنون حادثا یؤجله سنة کالعنة ثم یخیر المرأة بعد الحول اذا لم یبرأ وان کان مطبقا فهو کالجب وبه نأخذ کذا فی الحاوی القدسی بہرحال یہ تفریق بے حکم حاکم شرع نہیں ہوسکتی۔ جہاں قاضی شرع نہ ہو وہاں جو سنی صحیح العقیدہ مرجع فتویٰ اعلم علمائے بلد ہو ایسے امور میں حاکم شرعی ہے کما نص فی الحدیقة الندیة عن الامام العتابی رحمہ اللہ تعالیٰ وهو سبحانه اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۲۳ جمادی الاولیٰ ۹۹ھ

مسئلہ

از سید غیور علی حسنی حسینی قادری رضوی جاورہ ضلع مندسور (ایم۔پی)

(۱) ہندہ کا شوہر ایک مفلوج نوجوان ہے شوہر سے طلاق حاصل کئے بغیر ہندہ کا نکاح ایک دوسرے شخص سے کردیا گیا۔ آیا یہ نکاح ہوگیا یا نہیں؟ (۲) ایک پیر صاحب اور خود ساختہ شرعی کمیٹی نے مفلوج شوہر کا نکاح فسخ کردیا۔ کیا نکاح فسخ ہوگیا۔ (۳) ہندہ مذکورہ کا نکاح فسخ قرار دے کر جب دوسری جگہ اس کا نکاح کیا گیا تو اس مجلس نکاح میں شریک ہونے والوں اور اس نکاح سے راضی رہنے والوں پر شرعاً کیا گناہ عائد ہوتا ہے۔ اور اب ان کو کیا کرنا چاہیئے؟

الجواب

(۱) صورت مستفسرہ میں نکاح مذکور نہیں ہوا (۲) مفلوج شوہر کی عورت کو فسخ نکاح کا اختیار نہیں درمختار باب العنین میں ہے۔ لا یتخیر احد الزوجین بعیب الاخر ولو فاحشا اھ اور بہار شریعت حصہ ہفتم ص۱۲۱ میں ہے۔ اگر شوہر میں (مجبوب اور عنین ہونے کے علاوہ) اور کوئی عیب ہے تو فسخ کا اختیار نہیں اھ ملخصاً۔ اور بعض صورتوں میں جو عورت کو فسخ کا اختیار ہے تو اس کے لئے قضائے قاضی شرط ہے اور جہاں قاضی شرع نہ ہو وہاں ضلع کا سب سے بڑا عالم سنی صحیح العقیدہ مستند

محقق مفتی اس کے قائم مقام ہوگا کسی پیر یا خود ساختہ نام نہاد شرعی کمیٹی کو کسی صورت میں فسخ نکاح کا اختیار نہیں فتاوی رضویہ جلد چہارم صـ ۵۴۹ پر حدیقہ ندیہ سے ہے اذا خلا الزمان من سلطان ذی کفایۃ فالامور موکلۃ الی العلماء ویلزم الامۃ الرجوع الیھم ویصیرون ولاۃ فاذا عسر جمعھم علی واحد استقل کل قطر باتباع علمائہ فان کثروا فالمتبع اعلمھم فان استووا اقرع بینھم۔ وھو تعالی اعلم۔ (۳) ہندہ کے نکاح کو فسخ قرار دے کر دوسری جگہ نکاح کرنے والے مجلس نکاح میں شرکت کرنے والے اور اس نکاح سے راضی رہنے والے سب لوگ سخت گنہگار لائق عذاب قہار ہیں ان پر علانیہ توبہ واستغفار کرنا اور نکاح مذکور کے ناجائز ہونے کا اعلان عام کرنا واجب اور لازم ہے وھو سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم۔

کتبہ
جلال الدین احمد امجدی
۲ / رجب المرجب ۱۳۹۶ھ

مسئلہ

از کوثر حسن چوک بازار سیوان (بہار)

ہندہ کا نکاح زید سے ہوا۔ ہندہ نے زید کے ساتھ لگ بھگ پانچ سال تک ازدواجی زندگی گذاری اب ہندہ کو معلوم ہوا کہ زید کو کوڑھ کا مرض ہے تو ہندہ کے گھر والے اور ہندہ نہیں چاہتی کہ ساتھ رہے اور زید طلاق نہیں دے رہا ہے۔ ایسی صورت میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

الجواب

زید کی بیوی ہندہ بغیر طلاق حاصل کئے دوسرے سے نکاح ہرگز نہیں کر سکتی فتاوی عالمگیری جلد اول مصری صـ ۴۷ میں ہے اذا کان بالزوج برص او جذام فلا خیار لھا کذا فی الکافی اھ ملخصا۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ
جمال احمد خاں رضوی
۱۵ / شوال ۱۳۹۹ھ

مسئلہ

از مواعظ الحسن ہریا خرد پوسٹ پورندر پور ضلع گورکھپور

ہندہ کی شادی بعمر چار سال زید کے ساتھ ہوئی چار ماہ بعد ہندہ کے والد اور والدہ کو معلوم ہوا کہ زید کے گھر والوں کو جذام کا عارضہ ہے اب ہندہ بالغ ہو چکی ہے اور سسرال جانے سے انکار کرتی ہے ہندہ کے والدین مرض کی جانکاری کے بعد ہی سے اس کوشش میں رہے کہ زید طلاق دیدے لیکن زید طلاق دینے کے لئے تیار نہیں ہوا اب ہندہ زید سے طلاق لئے بغیر دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب صورت مسئولہ میں ہندہ زید سے طلاق حاصل کئے بغیر شرعاً دوسرے سے نکاح نہیں کر سکتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۲۹ ذی القعدہ سنہ ۱۳۸۲ھ

مسئلہ از عبد الغنی تتری ڈومریا گنج ضلع بستی

مقبول احمد ولد داہو کا نکاح اسراف النساء کے ساتھ ہوا تھا نکاح کے بعد مقبول احمد لنج ہو گیا اس سے بغیر طلاق لئے ہوئے اسراف النساء کا نکاح پڑھا دیا گیا دریافت طلب یہ ہے کہ اسراف النساء کا نکاح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب مقبول احمد جب تک اسراف النساء کو طلاق نہ دیوے اس وقت تک اسراف النساء کا نکاح کسی دوسرے سے ہرگز نہیں ہو سکتا لہٰذا اسراف النساء کا یہ نیا نکاح شرعاً باطل ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم۔

کتبہ: بدر الدین احمد رضوی

مسئلہ از عبد الرحمٰن مرسٹھوا پوسٹ گنیش پور۔ ضلع بستی

زبیدہ کی شادی خالد سے ہوئی۔ زبیدہ جب رخصت ہو کر خالد کے یہاں گئی تو اس کو معلوم ہوا کہ خالد کو سفید داغ کی بیماری ہے یعنی برص۔ تو اب زبیدہ خالد کے یہاں جانے سے انکار کرتی ہے اور اس کا باپ بھی اسے خالد کے یہاں نہیں بھیجنا چاہتا۔ تو زبیدہ اس صورت میں خالد سے اپنا نکاح فسخ کر کے یا کورٹ سے طلاق حاصل کر کے دوسرا نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب صورت مستفسرہ میں اپنے نکاح کے فسخ کرنے کا زبیدہ کو اختیار نہیں... جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری جلد اول ص۳۴۷ میں ہے اذا کان بالزوج جنون او برص او جذام فلا خیار لها کذا فی الکافی۔ اور طلاق دینے کا اختیار شوہر کو ہے نہ کہ کورٹ کو۔ قرآن مجید پارۂ دوم رکوع ۱۵ میں ہے بیدہ عقدۃ النکاح اور حدیث شریف میں ہے الطلاق لمن اخذ بالساق۔ لہٰذا خود شوہر طلاق دے یا مر جائے یا معاذ اللہ مرتد ہو جائے تو زبیدہ اس کے بعد دوسرا نکاح کر سکتی ہے ورنہ نہیں۔ ھذا ما عندی وھو تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم جل شانہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

کتبہ: انوار احمد قادری

کتابُ المفقُود

مفقود کا بیان

مسئلہ از سلیمان چودھری مقام و پوسٹ پچپوکھری۔ ضلع بستی

شاہجہاں بنت محمد خلیل کا شوہر شبیر احمد ابن محمد یسین عرصہ پانچ سال ہو رہا ہے گم ہو چکا ہے بہت زیادہ تلاش کے بعد بھی اس کا کہیں سراغ نہ مل سکا مختلف شہروں بمبئی، دلی، کلکتہ وغیرہ میں پتہ لگایا بذریعہ اخبار بھی اعلان کیا گیا مگر آج تک نہ وہ آیا اور نہ ہی اپنے موجود ہونے کی اطلاع دی بایں صورت اس لڑکی کے لئے شرع سے کیا حکم ملتا ہے؟ مع حوالہ کتب معتبرہ کے جواب سے نوازیں عین کرم ہوگا۔

الجواب جس گمشدہ مرد کی موت و زندگی کا حال نہ معلوم ہو وہ مفقود الخبر ہے مفقود کی بیوی کے لئے مذہب حنفی میں یہ حکم ہے کہ وہ اپنے شوہر کی عمر نوّے سال ہونے تک انتظار کرے اور امام ابن ہمام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مختار یہ ہے کہ وہ اپنے شوہر کی عمر ستّر سال ہونے تک انتظار کرے۔ لقولہ علیہ السلام اعمار امتی ما بین الستین الی السبعین مگر وقت ضرورت ملجئہ مفقود کی عورت کو حضرت سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب پر عمل کی رخصت ہے۔ ان کے مذہب پر عورت ضلع کے سب سے بڑے سُنّی صحیح العقیدہ عالم کے حضور فسخ نکاح کا دعویٰ کرے وہ عالم اس کا دعویٰ سُن کر چار سال کی مدت مقرر کرے۔ اگر مفقود کی عورت نے کسی عالم کے پاس اپنا دعویٰ پیش نہ کیا اور بطور خود چار سال انتظار کرتی رہی تو یہ مدت حساب میں شمار نہ ہوگی بلکہ دعویٰ کے بعد چار سال کی مدت درکار ہے۔ اس مدت میں اس کے شوہر کی موت و زندگی معلوم کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں جب یہ مدت گذر جائے اور اس کے شوہر کی موت و زندگی نہ معلوم ہو سکے تو وہ عورت اسی عالم کے حضور استغاثہ پیش کرے اس وقت وہ عالم اس کے شوہر پر موت کا حکم کرے گا پھر عورت عدت وفات گذار کر جس سنی صحیح العقیدہ سے چاہے نکاح

کر سکتی ہے اس سے پہلے اس کا نکاح کسی سے ہرگز ہرگز جائز نہیں۔ اعلیٰحضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں "ہمارے مذہب میں وہ نکاح نہیں کر سکتی جب تک شوہر کی عمر سے ستر سال گذر کر اس کی موت کا حکم نہ دیا جائے اس وقت وہ بعد عدت وفات نکاح کر سکے گی یہی مذہب امام احمد کا بھی ہے اور اسی طرف امام شافعی نے رجوع فرمائی۔ امام مالک کہ چار سال مقرر فرماتے ہیں وہ اس کے گم ہونے کے دن سے نہیں بلکہ قاضی کے یہاں مرافعہ کے دن سے خود امام مالک نے کتاب مدونہ میں تصریح فرمائی کہ مرافعہ سے پہلے اگرچہ بیس برس گذر چکے ہوں ان کا اعتبار نہیں (فتاوی رضویہ جلد پنجم ص۵) اور جہاں سلطان اسلام و قاضی شرع نہ ہوں وہاں ضلع کا سب سے بڑا سنی صحیح العقیدہ عالم ہی اس کا قائم مقام ہے نہ کہ گاؤں کے جہلا کی پنچایت۔ حدیقۂ ندیہ مطبوعہ مصر جلد اول ص۳۴۰ میں ہے اذا خلا الزمان من سلطان ذی کفایۃ فالامور موکلۃ الی العلماء ویلزم الامۃ الرجوع الیہم ویصیرون ولاۃ فاذا عسر جمعہم علی واحد استقل کل قطر باتباع علمائہ فان کثروا فالمتبع اعلمہم فان استووا اقرع بینہم اھ۔ وھو تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ جل جلالہ وصلی المولیٰ تعالیٰ علیہ وسلم۔

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۲ر محرم الحرام ۱۴۰۰ھ

مسئلہ از جمیل احمد یار علوی مقام بلبھریا ضلع بستی

ہندہ کا شوہر تقریباً پچیس ۲۵ برس سے گم ہے اس کی موت و زندگی کا کچھ پتہ نہیں ہے تو ہندہ دوسرے سے عقد کرنا چاہتی ہے اس کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا!

الجواب بعون الملک الوہاب جس گمشدہ مرد کی موت و زندگی کا حال معلوم نہ ہو وہ مفقود الخبر ہے۔ مفقود کی بیوی کے لئے مذہب حنفی میں یہ حکم ہے کہ وہ اپنے شوہر کی عمر نوے ۹۰ سال ہونے تک انتظار کرے اور امام ابن ہمام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مختار یہ ہے کہ شوہر کی عمر ستر سال ہونے تک انتظار کرے لقولہ علیہ السلام اعمار امتی ما بین الستین الی سبعین مگر وقت ضرورت ملجئہ مفقود کی عورت کو حضرت سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب پر عمل کی رخصت ہے۔ ان کے مذہب کے مطابق مفقود کی عورت ضلع کے سب سے بڑے سنی صحیح العقیدہ عالم کے حضور فسخ نکاح کا دعویٰ کرے وہ عالم اس کا دعویٰ سن کر چار ۴ سال کی مدت مقرر کرے۔ اگر مفقود کی عورت نے کسی عالم کے حضور فسخ

نکاح کا دعویٰ نہ کیا اور بطور خود چار سال انتظار کرتی رہی تو یہ مدت حساب میں شمار نہ ہوگی بلکہ دعویٰ کے بعد چار سال کی مدت درکار ہے اس مدت میں اس کے شوہر کی موت وزندگی معلوم کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں جب یہ مدت گذر جائے اور اس کے شوہر کی موت وزندگی نہ معلوم ہو سکے تو وہ عورت اسی عالم کے حضور استغاثہ پیش کرے اس وقت وہ عالم اس کے شوہر پر موت کا حکم کرے گا پھر عورت عدت وفات گذار کر جس سُنّی صحیح العقیدہ سے چاہے نکاح کر سکتی ہے اس کے پہلے اس کا نکاح کسی سے ہرگز جائز نہیں واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۲ محرم الحرام ۹۵ھ

(نوٹ) عورت مذکورہ نے اپنا دعویٰ ۲۳ محرم ۹۵ھ کو حضرت شیخ العلماء علامہ غلام جیلانی صاحب قبلہ شیخ الحدیث کے سامنے پیش کیا حضرت نے اس کا دعویٰ سُن کر شوہر کے انتظار وتلاش کے لئے چار سال کی مدت مقرر فرما دی ہے۔

جلال الدین احمد الامجدی
۲۴ محرم ۹۵ھ

چار برس سے زیادہ انتظار کر کے اور شوہر کی تلاش کے بعد حکم شرع کے مطابق مستغیثہ نے میرے روبرو اپنا معاملہ پیش کیا اور میں نے ماضی کے تمام کاغذات فتاویٰ اور اخباری نوٹسوں کا معائنہ کر کے آج بتاریخ ۳۰ شوال ۱۳۹۹ھ ۸ بجکر ۵۴ منٹ کے وقت دن میں مفتی دار العلوم فیض الرسول حضرت مولانا مفتی جلال الدین احمد امجدی صاحب قبلہ مدظلہ العالی و مولوی سراج احمد صاحب ساکن بلبھریا کی موجودگی میں از روئے شرع بحیثیت قاضی مستغیثہ کو یہ فیصلہ سنا دیا کہ اس کے شوہر کا انتقال ہو چکا اور تو بیوہ ہو چکی اب تجھ پر لازم ہے کہ یکم ذیقعدہ ۹۹ھ سے دس ربیع الاول ۱۴۰۰ھ تک چار مہینے دس دن عدت وفات گذارے اس کے بعد تو کسی شخص سے اپنا نکاح کر سکتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبد المصطفیٰ الاعظمی عفی عنہ
۳۰ شوال ۱۳۹۹ھ

بَابُ العِدَّة

عدت کا بیان

مسئلہ از محمد یونس ڈفل ڈہوا ضلع گونڈہ

ہندہ کا نکاح باپ کی ولایت سے بچپن میں زید کے ساتھ ہوا۔ ہندہ کی رخصتی نہیں ہوئی اور نہ سسرال آئی گئی اور بکر کے ساتھ فرار ہوگئی ناجائز حمل سے بچہ پیدا ہوا۔ زید نے بچہ پیدا ہونے پر طلاق دے دی تو کیا ہندہ طلاق دیتے پر فوراً نکاح کر سکتی ہے؟

الجواب ہندہ عدت گذارے بغیر دوسرے سے نکاح نہیں کر سکتی۔ اور واضح ہو کہ ایسی عورت کی عدت طلاق کے بعد تین حیض ہے خواہ تین حیض تین ماہ تین سال یا اس سے زیادہ میں آئیں۔ سورۂ بقرہ پارۂ دوم میں ہے والمطلقت یتربصن بانفسهن ثلثة قروء۔ هذا ما عندی وهو اعلم بالصواب۔

کتبہ جلال الدین احمد امجدی
۱۳ ربیع الاول ۱۳۹۰ھ

مسئلہ از محمد عیسیٰ متعلم فیض الرسول براؤں شریف ضلع بستی

ہندہ کی شادی زید کے ساتھ ہوئی۔ ہندہ زید کے یہاں رخصت ہو کر گئی اور دونوں میں خلوت و تنہائی ہوئی۔ ہندہ کا ایک دوسرے شخص سے ناجائز تعلق ہو گیا ہندہ کو حمل ظاہر ہوا تو زید نے طلاق دے دی۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ حمل کی حالت میں ہندہ کا دوسرے سے نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب صورت مستفسرہ میں بچہ پیدا ہونے سے پہلے ہندہ کا دوسرے سے نکاح کرنا ہرگز جائز نہیں اس لئے کہ اس کی عدت وضع حمل ہے جیسا کہ پارۂ ۲۸ سورۂ طلاق میں ہے واولات الاحمال اجلهن ان یضعن حملهن۔ وهو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد امجدی
۳ ربیع الاول ۱۳۹۳ھ

مسئلہ
از مطیع الرحمن متعلم دار العلوم فیض الرسول براؤں شریف بستی

ہندہ کی شادی بکر سے ہوئی۔ کچھ دن بعد بکر بنگلور چلا گیا۔ بکر کے پتہ ہونے کے باوجود ہندہ ہائی کورٹ سے طلاق لے کر دوسرے شخص سے شادی کرلی۔ اور دوسرے شخص سے تین لڑکے ہیں۔ تقریباً ۱۲ سال کے بعد بکر واپس آیا۔ تو ہندہ شوہر اول سے طلاق حاصل کرکے والدین کے یہاں عدت گذارنا چاہتی ہے۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ ہندہ کے والدین ہندہ اور اس کے بچوں کے ساتھ تعلق قائم رکھ سکتے ہیں یا نہیں؟ اور مذکورہ بالا گناہ کے ارتکاب سے ہندہ پر کیا حکم عائد ہوتا ہے؟

الجواب
مطلقہ عورت کے لئے حکم ہے کہ وہ عدت شوہر کے گھر گذارے جیسا کہ پارۂ ۲۸ سورۂ طلاق میں ہے لا تخرجوھن من بیوتھن ولا یخرجن الا ان یاتین بفاحشۃ مبینۃ۔ یعنی طلاق والی عورتوں کو ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں مگر جب کہ وہ کھلی ہوئی بے حیائی کریں۔ ہاں اگر طلاق بائن یا مغلظہ کی عدت ہو اور شوہر فاسق ہو اور کوئی وہاں ایسا نہ ہو کہ اگر اس کی نیت بد ہو تو روک سکے۔ ایسی حالت میں البتہ مکان بدلنے کا حکم ہے۔ کورٹ سے طلاق لے کر دوسرے سے شادی کرکے ہندہ حرام کاری میں مبتلا رہی جس کے سبب وہ سخت گنہگار ہوئی۔ اس پر لازم ہے کہ علانیہ توبہ و استغفار کرے اس کے بعد ہندہ کے والدین اس کے ساتھ تعلق رکھیں۔ اور ہندہ کو چاہئے کہ وہ نماز کی پابندی کرے۔ نیز میلاد شریف و قرآن خوانی کرے۔ غربا و مساکین کو کھانا کھلائے۔ اور مسجد میں لوٹا و چٹائی رکھے کہ یہ چیزیں قبول توبہ میں معاون و مددگار ہوں گی۔ قال اللہ تعالیٰ ومن تاب وعمل صالحاً فانہ یتوب الی اللہ متابا (پ ۱۹ ع ۴) وھو سبحانہ اعلم بالصواب۔

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۴ ذی القعدہ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ
از نور الدین سیورا ضلع بستی

شاکرہ کی شادی بکر کے ساتھ ہوئی۔ اور شاکرہ پہلی بار رخصت ہو کر بکر کے گھر گئی لیکن بکر اور شاکرہ سے کسی بات میں اَن بَن ہونے پر بکر نے شاکرہ کو بغیر طلاق اپنے مکان سے نکال دیا اور شاکرہ دو برس تک کسی صورت سے گذر اوقات کرکے زید کے پاس چلی گئی۔ زید کے گھر میں شاکرہ کے ایک بچہ پیدا ہو کر مرگیا پھر اس کے پہلے شوہر نے تحریری طلاق دی تو زید شاکرہ سے کب نکاح کرسکتا ہے؟

الجواب اگر واقعی بکر نے شاکرہ کو طلاق دے دی ہے تو وہ عدت گذارنے کے بعد زید سے نکاح کر سکتی ہے اس سے پہلے نہیں۔ اور واضح ہو کہ طلاق کے وقت اگر شاکرہ حاملہ نہ ہو تو تا وقتیکہ وہ آئسہ یعنی ۵۵ سالہ نہ ہو جائے اس کی عدت تین حیض ہے چاہے تین حیض تین ماہ تین سال یا تیس سال میں آئیں۔ وھو اعلم بالصواب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ

از محمد وکیل ساکن بھٹملا ضلع بستی

زینب اور میمونہ دو سگی بہنیں ہیں۔ زینب کی شادی محمود کے ساتھ ہوئی ہے۔ انجان میں رات کے وقت محمود نے میمونہ کو اپنی بیوی سمجھ کر وطی کر لیا۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ زینب محمود کے نکاح میں ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو اس کے ساتھ محمود وطی کر سکتا ہے کہ نہیں؟

الجواب زینب محمود کے نکاح میں باقی ہے اور میمونہ پر وطی بالشبہہ کی عدت لازم ہے۔ لہذا تا وقتیکہ میمونہ وطی بالشبہہ کی عدت سے نہ نکلے محمود کا اپنی بیوی کو ہاتھ لگانا حرام ہے لانہ الجمع بین المحارم عدۃ۔ جب میمونہ کی عدت ختم ہو جائے گی تو زینب محمود کے لئے بدستور حلال ہو جائے گی۔ بحر الرائق جلد سوم ص۹۶ میں ہے لو وطی اخت امرأتہ بشبہۃ تحرم علیہ امرأتہ مالم تنقض عدۃ ذات الشبہۃ اھ۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد امجدی
۷؍رجب المرجب ۱۳۹۷ھ

مسئلہ

از مہر علی ساکن پوربینہ ضلع بستی

زید ہندہ کو بغیر طلاق بھگا لایا سال بھر سے زائد حرام کاری کرتا رہا تو بچہ بھی ہوا۔ بعدہٗ شوہر اول نے طلاق دے دی۔ طلاق کے بعد بیس یوم کے اندر ہی ایک صاحب نے زید کا نکاح ہندہ کے ساتھ پڑھ دیا اگر کوئی صورت جواز کی ہو تو تحریر فرمائیں ورنہ جو حکم شرع ہو بیان فرمائیں؟

الجواب صورت مسئولہ میں جب کہ بچہ پیدا ہونے کے بعد شوہر اول نے طلاق دی تو تا وقتیکہ وہ سن ایاس کو نہ پہونچ جائے یعنی ۵۵ سالہ نہ ہو جائے اس کی عدت تین حیض ہے خواہ تین حیض تین ماہ یا تین سال یا اس سے زیادہ میں آئیں پارۂ دوم رکوع ۱۲ میں ہے والمطلقٰت یتربصن بانفسھن ثلٰثۃ قروء۔ لہذا طلاق کے بعد بیس یوم کے اندر نکاح ہرگز جائز نہ ہوا۔ نکاح خواں

نے اگر جان بوجھ کر ایسا نکاح پڑھایا تو اس پر علانیہ توبہ واستغفار کرنا لازم ہے۔ اور وہ نکاح مذکور کے ناجائز ہونے کا اعلان عام کرے اور نکاحانہ پیسہ بھی واپس کرے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو تمام مسلمان اس کا بھی بائیکاٹ کریں۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد امجدی

مسئلہ از رمضان علی راجمند خورد بیر گدھی۔ پورندر پور ضلع گورکھپور

حامد نے اپنی بیوی ہندہ کو گھر سے نکال دیا۔ ہندہ قریب ایک سال تک اپنے میکے رہی اس کے بعد بغیر طلاق حاصل کئے وہ محمود کے ساتھ چلی گئی قریب ۲½ سال سے ہندہ محمود کے ساتھ رہتی ہے اور اس سے ناجائز تعلق بھی ہے۔ آج سات ماہ پہلے حامد نے ہندہ کو طلاق دے دی۔ محمود پر برادری نے سختی کی اب وہ چاہتا ہے کہ ہندہ سے نکاح کرے۔ ایسی صورت میں ہندہ کا نکاح فوراً ہو سکتا ہے یا اب سے عدت گذارنی پڑے گی؟ جیسا حکم ہو برائے کرم فوراً جواب سے نوازیں۔

الجواب صورت مذکورہ میں ہندہ بغیر عدت گذارے محمود سے نکاح نہیں کر سکتی۔ لہٰذا اگر وہ طلاق کے وقت حاملہ تھی تو بعد وضع حمل نکاح کر سکتی ہے۔ پارہ ۲۸ سورۂ طلاق میں ہے واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن۔ اور اگر طلاق کے وقت حاملہ نہ تھی تو اس وقت سے تین حیض آنے کے بعد نکاح کر سکتی ہے خواہ تین حیض تین ماہ تین سال یا اس سے زیادہ میں آئیں پارۂ دوم رکوع ۱۲ میں ہے والمطلقت یتربصن بانفسھن ثلثۃ قروء۔ اور عوام میں جو مشہور ہے کہ طلاق والی عورت کی عدت تین مہینہ تیرہ دن ہے تو یہ بالکل غلط اور بے بنیاد ہے جس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد امجدی
۳ ؍ صفر المظفر ۱۳۹۸ھ

مسئلہ از فیض اللہ موضع گورا ضلع بستی

پانچو ساکن گورا ضلع بستی ایک منکوحہ عورت کو بھگا لایا کچھ دنوں کے بعد عورت کو لڑکا پیدا ہوا اس کے بعد عورت کے شوہر اول نے طلاق دے دی دریافت طلب یہ امر ہے کہ پانچو کا اس عورت سے نکاح کب جائز ہوگا؟ اور پانچو کے اوپر کوئی کفارہ لاگو ہوگا یا نہیں؟

الجواب صورت مسئولہ میں پانچو پر شرعاً کوئی کفارہ واجب نہیں لیکن پانچو

کو اور اس عورت کو علانیہ توبہ کرایا جائے اور زیادہ سے زیادہ نیکیاں کرنے کی تلقین کی جائے اور ایک کو دوسرے سے اس طرح الگ کر دیا جائے کہ وہ آپس میں میاں بیوی کے تعلقات ہرگز ہرگز نہ قائم رکھیں پھر جب عدت ختم ہو جائے یعنی اس عورت کو طلاق کے بعد تین حیض آجائیں چاہے تین ماہ یا تین سال یا اس سے زیادہ میں تو اس کے بعد پانچو کا اس عورت سے نکاح کرنا جائز ہوگا اور تین ماہواری آنے سے پہلے نکاح ہرگز ہرگز جائز نہ ہوگا ھکذا فی کتب الفقہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۰/ربیع الاول ۱۳۷۹ھ

مسئلہ

از منشی رضا گوراڈانڈ ضلع پرتاب گڑھ

مسماۃ زیتون عرصہ ڈھائی تین سال سے بیوہ تھی اس نے اپنا دوسرا نکاح زید سے کرلیا نکاح سے تین دن تک زید کے مکان میں رہی پھر تین دن بعد زیتون نے اپنے شوہر زید سے طلاق لے کر آٹھویں دن محمود سے تیسرا نکاح کرلیا۔ اب یہ تیسرا نکاح جائز ہوا یا نہیں؟

الجواب

زید نے اگر ہمبستری اور خلوت صحیحہ (عورت و مرد کی ایسی تنہائی کہ دروازہ بند ہو اور کوئی چیز مانع ہمبستری نہ ہو) کے پہلے ہی زیتون کو طلاق دے دی تو زیتون پر عدت گذارنا واجب نہیں اس صورت میں محمود سے تیسرا نکاح صحیح ہو گیا اور اگر ہمبستری یا خلوت صحیحہ کے بعد زیتون کو طلاق دی تو زیتون پر عدت گذارنا واجب ہے قبل انقضائے عدت تیسرا نکاح محمود سے ہرگز جائز نہ ہوا۔ فتاویٰ عالمگیری مصری جلد اول ص۲۸۰ میں ہے رجل تزوج امرأۃ نکاحاً جائزاً فطلقھا بعد الدخول او بعد الخلوۃ الصحیحۃ کان علیھا العدۃ کذا فی فتاویٰ قاضی خان۔ لہٰذا اس صورت میں زیتون و محمود فوراً ایک دوسرے سے الگ ہو جائیں اور آپس میں میاں بیوی کے تعلقات ہرگز قائم نہ کریں۔ اور اگر کر چکے تھے تو توبہ کریں۔ وھو تعالیٰ سبحانہ اعلم بالصواب۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۷/رجب المرجب ۱۳۸۵ھ

مسئلہ

از عبدالرؤف انصاری پوکھر بھٹوا۔ ضلع بستی

ایک عورت کا نکاح ہوا مگر رخصتی سے پہلے یعنی شوہر نے مجامعت اور خلوت سے پہلے طلاق دیدی تو اس عورت کے لئے عدت ہے یا نہیں؟

الجواب صورت مسئولہ میں عورت بغیر عدت گذارے دوسرا نکاح کر سکتی ہے
قرآن پاک میں ہے اذا نکحتم المؤمنٰت ثم طلقتموھن من قبل ان تمسوھن فما لکم علیھن من عدۃ
تعتدونھا۔ یعنی جب تم عورتوں سے نکاح کرو پھر مباشرت کرنے سے پہلے ان کو طلاق دے دو تو ان عورتوں
پر عدت نہیں (پ۲۲ ع ۳) لہذا غیر مدخولہ مطلقہ اگر چاہے تو بعد طلاق فوراً نکاح کر سکتی ہے۔ شرعاً کوئی گناہ نہیں
وھو تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم عز شانہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ از گورکھپور مرسلہ محمد سلیمان

حمیدہ بیگم کا نکاح زید سے ہوا کچھ ہی روز کے بعد زید کا انتقال ہو گیا۔ پھر کچھ لوگوں نے چاہا کہ عدت کے
اندر ہی حمیدہ بیگم کا نکاح بکر کے ساتھ ہو جائے چنانچہ نکاح پڑھانے کے لئے مولوی صاحب بلائے گئے مگر
جب مولوی صاحب کو معلوم ہوا کہ حمیدہ بیگم کی عدت پوری نہیں ہوئی ہے تو انھوں نے نکاح پڑھنے سے انکار
کر دیا اس بات پر حمیدہ بیگم کے برادری میں سے دو آدمیوں نے آکر سب کے سامنے گواہی دی کہ حمیدہ بیگم
کی عدت پوری ہو چکی ہے اس پر برادری کے سب لوگوں نے یہاں تک کہ حمیدہ بیگم کے گھر والوں نے بھی
اس کی تائید کی تو مولوی صاحب نے حمیدہ بیگم کا نکاح بکر کے ساتھ پڑھ دیا تو اب دریافت طلب یہ امر ہے
کہ شرعاً نکاح ہوا یا نہیں؟

الجواب حمیدہ بیگم زید کے انتقال کے وقت حاملہ تھی تو اس کی عدت
وضع حمل ہے قرآن مجید پارہ ۲۸ رکوع ۱۷ میں ہے واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن جس
کا خلاصہ یہ ہے کہ حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے۔ اور اگر شوہر کی موت کے وقت حاملہ نہ تھی تو اس
کی عدت چار ماہ دس روز ہے جیسا کہ پارۂ دوم رکوع ۱۴ میں ہے والذین یتوفون منکم ویذرون
ازواجا یتربصن بانفسھن اربعۃ اشھر وعشرا ط یعنی جو لوگ تم میں سے مر جائیں اور عورتوں کو چھوڑ
جائیں تو وہ چار ماہ دس دن دوسرا نکاح کرنے سے رکی رہیں۔ لہذا حمیدہ بیگم نے اگر عدت ختم ہونے سے
پہلے دوسرا نکاح بکر کے ساتھ کر لیا تو وہ شرعاً ناجائز ہے اور اس صورت میں جن لوگوں نے ختم عدت کی
جھوٹی گواہی دی وہ لوگوں کے سامنے علانیہ توبہ کریں اور نکاح خواں مولوی نکاح مذکور کے ناجائز ہونے

کا اعلان عام کریں۔ اور حمیدہ بکر کے ساتھ میاں بیوی کے تعلقات ہرگز قائم نہ کرے ورنہ دونوں دین ودنیا میں روسیاہ وشرمسار اور لائق عذاب قہار ہوں گے۔ اور اگر اس حکم شرعی کے معلوم ہونے سے پہلے دونوں میاں بیوی کے تعلقات قائم کر چکے تو اب ہرگز ایک دوسرے کے قریب نہ جائیں اور دونوں علانیہ توبہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۹ر محرم الحرام ۱۳۸۳ھ

مسئلہ

از رمضان علی قصبہ دلاسی گنج ضلع فیض آباد

تقدیر النساء کے شوہر کا انتقال ہو گیا جس روز انتقال ہوا اسی روز موت کے پہلے حیض آچکا تھا اس کے بعد تین حیض اور آیا اور چار ماہ ڈیڑھ دن کی مدت گذار کر نکاح ثانی دوسرے شوہر سے کر لیا۔ تقدیر النساء نے جو نکاح کیا ہے اس کو کچھ لوگ غلط بتاتے ہیں اور کہتے ہیں عدت موت چار ماہ دس دن ہے اس کو نکاح نہ کرنا تھا ان کے والدین برادری کو جرمانہ دیں۔ برادری کا جرمانہ لینا بحکم شریعت کیسا ہے اور نکاح ثانی صحیح ہوا کہ نہیں جواب سے مطلع فرمائیں۔ توجروا بینوا

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب صورت مسئولہ میں تقدیر النساء پر چار ماہ دس دن عدت گذارنا فرض ہے جیسا کہ قرآن کریم میں پروردگار عالم کا ارشاد ہے والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا یتربصن بانفسھن اربعۃ اشھر وعشرا یعنی تم میں جو مرجائیں اور بیویاں چھوڑیں وہ چار ماہ دس دن اپنے آپ کو روکے رہیں (پ ۲ ع ۱۴) پھر چونکہ اس نے عدت گذرنے سے پہلے نکاح کیا اس لئے اس کا یہ نکاح جائز نہیں۔ اس پر توبہ کرنا فرض ہے اور اس دوسرے شوہر سے جدا ہونا لازم ہے۔ بہار شریعت حصہ نہم ص ۱۱۳ پر ہے اس زمانہ میں کہ ہندوستان میں اسلامی حکومت نہیں اور لوگ بے دھڑک بلاخوف وخطر معاصی کرتے اور ان پر اصرار کرتے اور کوئی منع کرے تو باز نہیں آتے اگر مسلمان متفق ہو کر ایسی سزائیں تجویز کریں جن سے عبرت ہو اور یہ بے باکی اور جرأت کا سلسلہ بند ہو جائے تو نہایت مناسب وانسب ہوگا۔ اسے شریعت کی زبان میں تعزیر کہتے ہیں۔ اور بہار شریعت حصہ نہم ص ۱۱۴ پر ہے تعزیر کی بعض صورتیں یہ ہیں قید کرنا، کوڑے مارنا، گوشمالی کرنا، ڈانٹنا، ترش روئی سے ان کی طرف غصہ کی نظر کرنا، تعزیر بالمال یعنی جرمانہ لینا جائز نہیں اور عالمگیری جلد ۳ ص ۱۵۵ پر ہے لایجوز لاحد من المسلمین اخذ مال احد بغیر سبب شرعی۔ کسی مسلمان کو کسی مسلمان کا مال بغیر کسی وجہ شرعی کے لینا جائز نہیں۔ پنچایت

میں بھی بعض قوموں میں بعض جگہ جرمانہ لیتی ہیں انھیں اس سے باز آنا چاہئے (بہار شریعت حصہ نہم ص۱۱۵) صورت مسئولہ میں تقدیر النساء کے والدین سے ان کے برادری کا جرمانہ لینا ازروئے شرع جائز نہیں اور جو لوگ کہتے ہیں کہ جرمانہ دینا چاہئے وہ غلط کہتے ہیں۔ ھٰذا ما عندی والعلم بالحق عند المولیٰ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ جل وعلا وصلی المولیٰ تعالیٰ علیہ وسلم

کتبہ محمد الیاس خاں سالک بارہ بنکوی
۲۳ رصفر ۹۳ھ

مسئلہ

از مولوی غفران احمد

(۱) ایک شخص ایک عورت کو بھگا کر لایا اس کا شوہر موجود ہے لاکر بغیر طلاق کے اپنے وہاں رکھا اور جو تعلقات نہ ہونا چاہئے تھا وہ قائم رہا ایک لڑکا بھی پیدا ہوا اس کے بعد اس عورت کے شوہر نے کوشش کے بعد طلاق دیا طلاق نامہ ملنے کے بعد وہ عورت اسی گھر میں رہی اور عدت پوری کی پھر ایک مولوی نے اس کا نکاح پڑھا نکاح کے وقت عورت حاملہ بھی تھی وہ بچہ بھی یعنی حمل ناجائز ہی رہا۔ اب ایسی صورت میں کیا حکم صادر فرماتے ہیں اس شخص کے لئے جو اتنے دنوں تک ناجائز تعلق رکھا پھر ایک ہی جگہ رہ کر کیسے عدت پوری کی اس کی کیا شرط ہے؟ بغیر کفارہ کیسے نکاح ہو گیا؟ دوسرے جبکہ ناجائز حمل بھی موجود ہے اور ایسے مولوی پر جس نے نکاح پڑھا کیا حکم صادر فرماتے ہیں علمائے کرام اور اس بچے کا کیا حشر ہوگا اس کے لئے کیا حکم صادر فرماتے ہیں۔ فقط

(۲) ایک شخص عورت بھگا کر لایا شوہر زندہ ہے عرصہ دو سال کے ہو رہا ہے جب برادری نے برطرف کیا تو دوڑ دھوپ کسی صورت سے طلاق نامہ لایا اور ایک جگہ رہ کر عدت پوری کی اور اسی مولوی نے جو ہمارا کا نکاح پڑھایا ہے اسی نے اس کا بھی نکاح پڑھا بغیر کفارہ کے کیسے نکاح ہوا؟ مانا کہ طلاق نامہ صحیح ہے مگر اتنے دنوں تک جو ناجائز تعلق رہا اس کا کیا فیصلہ ہے حکم صادر فرمائیں تاکہ اس پر عمل قدم اٹھایا جائے۔ عدت کی جو شرطیں ہیں اس کو حوالہ قلم کریں کیونکہ میں سمجھنے میں قاصر ہوں کہ ایک جگہ رہ کر کیسے عدت پوری ہو سکتی ہے۔ فقط

الجواب

(۱) عورت مذکورہ اگر طلاق کے وقت حاملہ تھی یا طلاق کے بعد تین ماہواری آنے سے پہلے حمل ثابت ہوا تو اس کی عدت وضع حمل یعنی بچہ پیدا کرنا ہے اس صورت میں بچہ پیدا ہونے سے پہلے نکاح نہیں ہوا نکاح پڑھنے والا مولوی جمعہ کے دن مسجد میں مسلمانوں کے سامنے علانیہ توبہ واستغفار کرے اور نکاح مذکور کے نہ ہونے کا اعلان عام کرے اور عورت مذکور کو طلاق کے بعد تین

ماہواری آئی اس کے بعد حمل ہوا تو حالت حمل میں نکاح ہوگیا۔

(ب) اگر حکومت اسلامیہ ہوتی تو عورت و مرد جو آپس میں ناجائز تعلق رکھتے تھے سخت سزا دی جاتی۔ زمانہ موجودہ میں حکم یہ ہے کہ دونوں علانیہ توبہ و استغفار کریں۔ ان لوگوں سے تاوان یعنی ڈانٹر کفارہ کے نام سے کچھ رقم لینا جائز نہیں۔ لان التعزیر بالمال منسوخ والعمل علی المنسوخ حرام ہاں ان دونوں کو نماز پڑھنے کی تاکید کی جائے اور قرآن خوانی میلاد شریف کرنے اور غریب و مسکین مسجد و مدرسہ کی امداد کرنے کی تلقین کی جائے زبردستی نہ کی جائے۔ زمانۂ عدت میں عورت کا کسی مرد سے ناجائز تعلق رکھنا حرام سخت حرام ہے لیکن عدت کا وقت گذرنے پر عدت ختم ہوجائے گی۔ (۲) نکاح مذکور اگر عدت کے بعد ہوا تو منعقد ہوگیا زنا کے لئے شرع نے کوئی کفارہ نہیں مقرر کیا ہے دونوں علانیہ توبہ و استغفار کریں نماز کی پابندی کریں اور قرآن خوانی میلاد شریف وغیرہ کار خیر کریں کہ ان الحسنات یذھبن السیئات۔ ھٰذا ما عندی والعلم بالحق عند اللہ تعالیٰ و رسولہ جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۱۹ر شوال ۸۸ھ

مسئلہ

از عبداللہ

زید نے اپنی بیوی خدیجہ کو طلاق بائن دے دی۔ عمرو نے دس دن کے بعد خدیجہ کا نکاح زید ہی کے ساتھ پڑھ دیا۔ تو ایسی صورت میں عمرو کے لئے اور گواہ وکیل اور نکاح کی محفل میں شرکت کرنے والے کے لئے شریعت کیا حکم دیتی ہے؟ زید نے اپنی بیوی فاطمہ کو طلاق مغلظہ دے دی۔ عمرو نے دس دن کے بعد فاطمہ کا نکاح زید ہی کے ساتھ پڑھ دیا تو ایسی صورت میں عمرو گواہ وکیل اور نکاح کی محفل میں شرکت کرنے والوں کے لئے شریعت کیا حکم دیتی ہے؟

الجواب

بعون الملک الوھاب زید اگر اپنی بیوی خدیجہ کو ایک یا دو طلاق بائن دی پھر زید ہی نے عدت گذرنے سے پہلے خدیجہ سے دوبارہ نکاح کرلیا تو اس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں لانہ یحل للزوج نکاح مبانۃ بلا ثلاث فی عدتھا ھٰکذا فی شرح الوقایہ۔ اور اگر زید نے فاطمہ کو طلاق مغلظہ دی تو بغیر حلالہ زید کے لئے فاطمہ حرام ہے نکاح خواں، وکیل اور گواہ وغیرہ جو لوگ اس نکاح سے راضی تھے سب علانیہ توبہ و استغفار کریں اور عمرو پر لازم ہے کہ نکاح مذکور کے باطل ہونے

کا اعلان عام کرے اور زید و فاطمہ پر واجب ہے کہ ایک دوسرے سے الگ رہیں۔ اگر وہ ایسا نہ کریں تو تمام مسلمان ان سے ترک تعلق کریں۔ ھذا ما عندی والعلم عند اللہ تعالیٰ و رسولہ جل جلالہ و صلی المولیٰ تعالیٰ علیہ وسلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۴ ربیع الاول ۹۰ھ

مسئلہ

از محمد صدیق شاہ سہنیاں کلاں گونڈہ

عمرو نے اپنی مدخولہ بیوی زاہدہ کو بغیر طلاق گھر سے نکال دیا پھر کچھ دنوں کے بعد تحریری تین طلاق دی زاہدہ کے والدین نے عدت ختم ہونے سے پہلے زاہدہ کو ایک شخص کے سپرد کر دیا کہ تم اسے لے جاؤ بعد عدت نکاح کر دیا جائے گا ابھی زاہدہ کو لائے ہوئے دو ماہ بھی نہیں گذرے کہ اسے حمل ظاہر ہوا۔ اب دریافت طلب یہ امور ہیں کہ زاہدہ سے نکاح کب کیا جا سکتا ہے؟ اور بغیر نکاح زاہدہ کو اپنے گھر میں لانے والا مجرم ہے یا نہیں؟ نیز اس کے گھر کھانا پینا کیسا ہے؟

الجواب

صورت مسئولہ میں زاہدہ کی عدت وضع حمل ہے لہٰذا قبل وضع حمل زاہدہ سے نکاح کرنا شرعاً درست نہیں فتاویٰ عالمگیری جلد اول مطبوعہ مصر ص۴۷۲ میں ہے عدۃ الحامل ان تضع حملھا کذا فی الکافی سواء کانت حاملا وقت وجوب العدۃ او حبلت بعد الوجوب کذا فی فتاویٰ قاضی خان۔ یعنی حاملہ کی عدت وضع حمل ہے جیسا کہ کافی میں ہے خواہ وجوب عدت کے وقت حاملہ تھی یا بعد وجوب عدت حاملہ ہوئی ایسا ہی فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اور بغیر نکاح زاہدہ کو اپنے گھر لانے والا شرعاً مجرم ہے تا وقتیکہ زاہدہ کو اپنے گھر سے نکال کر شخص مذکور علانیہ توبہ نہ کرے مسلمان اس کے ساتھ کھانا پینا اٹھنا بیٹھنا بند رکھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۵ رمن صفر المظفر ۱۳۸۳ھ

مسئلہ

مسئولہ محمد ادریس مقام پڑری ضلع بستی

زید نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی عورت مذکورہ نے تین حیض کے بعد دوسرا نکاح کر لیا ایک وہابی کہتا ہے کہ یہ نکاح جائز نہیں۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ نکاح ثانی جائز ہے یا نہیں نیز وہابی کا قول کیسا ہے؟

الجواب

صورت مسئولہ میں عورت مذکورہ کا تین حیض کے بعد نکاح کرنا شرعاً

جائز ہے اگر کوئی دوسری وجہ مانع نکاح نہ ہو قرآن مجید پارۂ دوم رکوع ۱۲ میں ہے والمطلقت یتربصن بانفسھن ثلثۃ قروء ط یعنی مطلقہ عورتیں تین حیض تک نکاح کرنے سے رکی رہیں نکاح مذکور کو ناجائز کہنے والا قرآنی جاہل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ حبیب اللہ ماسٹر مقام و پوسٹ بھدواں۔ ضلع بستی

زید نے اپنی مدخولہ بیوی کو تین طلاق دے دی جس سے کئی بچے ہیں۔ کیا وہ شوہر کے گھر میں رہ کر عدت گذارے یا دوسرے کے گھر میں۔ زید چاہتا ہے کہ عدت گذارنے کے بعد حلالہ ہو جائے پھر وہ دوبارہ نکاح کرے تو اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب طلاق والی عورت کو بھی شوہر کے مکان میں رہ کر عدت گذارنے کا حکم ہے جیسا کہ پارہ ۲۸ سورۂ طلاق میں ہے ولا تخرجوھن من بیوتھن۔ لہٰذا عورت مذکور شوہر کے گھر میں رہ کر عدت گذارے لیکن اگر شوہر فاسق ہے پرہیزگار نہیں ہے جس سے برائی کا اندیشہ ہے تو حکم ہے کہ شوہر کے گھر میں عدت نہ گذارے (عالمگیری درمختار۔ بہار شریعت ح ۸ صـ۱۳۴) اور عورت مذکور اگر حاملہ ہے تو اس کی عدت بچہ پیدا ہونا ہے۔ اور حاملہ نہ ہو اور پچپن سالہ نہ ہو تو اس کی عدت تین حیض ہے۔ اور یہ جو عوام میں جو مشہور ہے کہ طلاق والی عورت کی عدت تین مہینہ تیرہ دن ہے تو یہ بالکل غلط ہے۔ اور حلالہ کے لئے ضروری ہے کہ دوسرا شوہر عورت کے ساتھ ہمبستری کرے اگر ہمبستری کے بغیر دوسرے شوہر نے طلاق دے دی تو وہ پہلے شوہر سے نکاح نہیں کر سکتی کما فی حدیث العسیلۃ۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۴ رشعبان المعظم ۱۴۰۰ھ

مسئلہ از شاکر علی گورکھپور

ایک لڑکی کی شادی ہوئی وہ صرف تین دن اپنے شوہر کے پاس رہی اس کے بعد اپنے میکے میں چلی گئی اور متواتر چھ ماہ اپنے میکے میں رہی شوہر سے کوئی واسطہ سروکار نہیں چھ ماہ کے بعد شوہر بمبئی سے واپس اپنے گھر آیا اور لڑکی کو طلاق دے دیا۔ مورخہ ۱۹ر جنوری ۱۹۷۰ء کو طلاق ہو گیا۔ اب سوال یہ ہے کہ لڑکی اپنا عقد کرنا چاہتی ہے کر سکتی ہے یا نہیں بغیر عدت گذارے ہوئے اور کیسے کر سکتی ہے جہاں تک ہو سکے۔

مفصل تحریر کرنے کی مہربانی فرمائیں (۱) عدت کا کیا مطلب ہے (۲) عدت کتنے دن کا ہوگا (۳) عدت کن عورتوں کے لئے ہے (۴) کیا یہ بھی ممکن ہو سکتا ہے کہ اگر عورت حمل سے ہو تو عدت گذار کر عقد کر سکتی ہے کہ نہیں؟

الجواب نکاح کے بعد سے طلاق تک اگر شوہر نے لڑکی مذکورہ سے کبھی ہمبستری کی یا دونوں میں کبھی خلوت صحیحہ پائی گئی یا بوقت طلاق لڑکی مذکور کو حمل تھا تو عدت گذارنا لازم ہے۔ عدت گزارے بغیر دوسرے سے نکاح نہیں کرسکتی۔ (۱) طلاق یا موت کے بعد شریعت کے مقرر کردہ اوقات تک عورت کا نکاح سے باز رہنے کو عدت کہتے ہیں۔ (۲) اگر عورت کا شوہر مر گیا ہو اور عورت حاملہ نہ ہو تو اس کی عدت چار مہینہ دس روز ہے۔ جیسا کہ سورۂ بقرہ پارۂ دوم میں ہے۔ والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا یتربصن بانفسھن اربعۃ اشھر وعشرا۔ اور اگر شوہر کی موت کے وقت حاملہ ہے تو اس کی عدت وضع حمل ہے جیسا کہ پارہ اٹھائیسواں سورۂ طلاق میں ہے۔ واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن اور اگر عورت مطلقہ نابالغہ یا آئسہ یعنی پچپن سالہ ہے تو اس کی عدت عربی مہینہ سے تین مہینہ ہے جیسا کہ پارۂ اٹھائیسواں سورۂ طلاق میں ہے۔ والئی یئسن من المحیض من نسائکم ان ارتبتم فعدتھن ثلثۃ اشھر والئی لم یحضن۔ اور اگر طلاق پانے والی عورت حاملہ ہے تو اس کی عدت وضع حمل ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن اور اگر طلاق والی عورت نابالغہ آئسہ یا حاملہ نہیں ہے یعنی حیض والی ہے تو اس کی عدت تین حیض ہے خواہ تین حیض تین ماہ تین سال یا تیس برس میں آئیں۔ پارۂ دوم سورۂ بقرہ میں ہے والمطلقت یتربصن بانفسھن ثلثۃ قروء اور عوام میں جو مشہور ہے کہ طلاق والی عورت کی عدت تین مہینہ تیرہ دن ہے تو یہ بالکل غلط اور بے بنیاد ہے۔ (۳) جس عورت کو ہمبستری اور خلوت صحیحہ سے پہلے طلاق دی گئی ہے اور وقت طلاق اسے حمل بھی نہیں ہے تو ایسی عورت کے لئے عدت نہیں۔ باقی ہر طرح کی مطلقہ اور بیوہ عورتوں کے لئے عدت ہے۔ پارۂ بائیسواں سورۂ احزاب میں ہے۔ اذا نکحتم المؤمنٰت ثم طلقتموھن من قبل ان تمسوھن فما لکم علیھن من عدۃ۔

(۴) شوہر کی موت کے وقت یا طلاق کے وقت اگر عورت حاملہ ہے تو ایسی عورت بچہ پیدا ہونے سے پہلے ہرگز نکاح نہیں کرسکتی جیسا کہ سورۂ طلاق کی مذکورہ بالا آیت کریمہ سے واضح ہے۔ ھٰذا ما عندی والعلم بالحق عند اللہ تعالیٰ ورسولہ جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۳؍ ذی الحجہ ۸۹ھ

مسئلہ

از انور حسین بک سیلر ہریا بستی

زید ہندہ کو بے طلاق بھگا لایا ہندہ زید سے حاملہ ہوئی اور زید ہی کے گھر وضع حمل بھی ہوا ایک عرصہ کے بعد بکر نے طلاق دی ہندہ اب بھی زید کے گھر ہے ایسی صورت میں ہندہ کی کیا عدت ہے بکر کے طلاق دینے کے بیس دن کے بعد ایک صاحب نے نکاح پڑھ دیا۔ بہار شریعت و قانون شریعت (زانیہ) کے لئے عدت نہیں اگرچہ حاملہ ہو اور یہ نکاح کر سکتی ہے کا حوالہ دیتے ہوئے نکاح درست ہوا یا نہیں زید اور ہندہ زانی ہوئے کہ نہیں ایک صاحب کہتے ہیں کہ یہ قانون شریعت و بہار شریعت کا مسئلہ سمجھ میں نہیں آتا زید اور ہندہ خائن ہوئے زانی نہیں یہ بہار شریعت و قانون شریعت میں جو مسئلہ درج ہے وہ غیر منکوحہ فاحشہ کے لئے ہے کیا یہ درست ہے؟ جواب عنایت فرما کر مشکور فرمائیں۔ بینوا توجروا

الجواب

صورت مسئولہ میں تا وقتیکہ ہندہ سن ایاس کو نہ پہونچ جائے اس کی عدت تین حیض ہے اور اگر حالت حمل میں طلاق دی تو وضع حمل ہے اور زید نے اگر ہندہ سے زنا کیا ہے تو دونوں ضرور زانی ہوئے بہار شریعت و قانون شریعت کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ ایسی عورت جو کسی کے نکاح میں نہ ہو اس نے زنا کیا تو نکاح کرنے کے لئے کچھ زمانہ گذرنے کا انتظار کرنا ضروری نہیں۔ رہی وہ عورت جو کسی کے نکاح میں ہو اور بچہ والی بھی ہو اس نے زنا کیا اور شوہر نے طلاق دی یا مر گیا تو وہ عدت گذارے بغیر دوسرا نکاح نہیں کر سکتی۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۱؍ جمادی الاخری ۹۰ھ

مسئلہ

از محمد نعیم موضع منجھاری پوسٹ نندوری ضلع گونڈہ

زید کی بیوی ہندہ حمل سے تھی اور حالت حمل میں زید نے ہندہ کو طلاق دے دی اور حمل ساقط ہو گیا جب کہ بچہ کے اعضاء ظاہر ہو چکے تھے تو عدت ختم ہو گئی یا نہیں؟

الجواب

جب کہ بچہ کے اعضاء ظاہر ہو چکے تھے جیسا کہ سوال میں لکھا گیا ہے تو عدت ختم ہو گئی اور اگر بچہ کے اعضاء ظاہر نہ ہوئے تھے تو عدت ختم نہ ہوئی فتاویٰ عالمگیری جلد اول مصری ص ۴۲۳ میں بدائع الصنائع سے ہے شرط انقضاء ھذہ العدۃ ان یکون ما وضعت قد استبان خلقہ فان لم یستبن

خلقه یا اسابان اسقطت علقة اومضغة لم تنقض العدۃ۔ وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ از نور محمد، موضع چنکاپور۔ پوسٹ جگدیش پور ضلع گورکھپور

ایک حافظ جی نے اپنی بیوی سے جھگڑا کیا بیوی میکے چلی گئی تو حافظ جی نے اپنی بیوی کو طلاق مغلظہ دے دی اور بذریعہ رجسٹری طلاق نامہ بیوی کے پاس بھیج دیا بعد طلاق بیوی کو بچہ پیدا ہوا وہ عورت اپنے میکے سے حافظ جی کے گھر آئی حافظ نے اس کا نکاح اپنے چھوٹے بھائی سے کر دیا جو نابالغ ہے پھر نابالغ بھائی سے طلاق دلوا دی اور عدت گذرنے کے بعد ایک مولوی صاحب سے اپنے ساتھ نکاح پڑھوالیا تو یہ نکاح ہوا کہ نہیں اور حافظ جی و مولوی صاحب کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب صورت مسئولہ میں جب کہ عورت کو بعد طلاق بچہ پیدا ہوا تو اس کی عدت ختم ہو گئی کہ حاملہ عورت کی عدت وضع حمل ہے جیسا کہ پارہ ۲۸ سورۂ طلاق میں ہے واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن تو بعد عدت جب کہ نابالغ بچہ کے ساتھ نکاح ہوا تو صحیح ہو گیا مگر اس کا طلاق دینا صحیح نہیں کہ نابالغ کی دی ہوئی طلاق نہیں پڑتی فتاویٰ عالمگیری میں ہے لا یقع طلاق الصبی وان کان یعقل یعنی بچہ کی طلاق نہیں واقع ہوتی اگرچہ سمجھ دار ہو لہذا عورت اسی نابالغ بچہ کی بیوی ہے۔ مراہق یا بالغ ہونے کے بعد جب اس عورت سے ہمبستری کرے پھر مر جائے یا بالغ ہونے کے بعد طلاق دے تو بعد عدت عورت کا نکاح حافظ کے ساتھ ہو سکتا ہے نکاح مذکور حافظ کے ساتھ ہرگز نہ ہوا کہ وہ نابالغ کی بیوی ہے مولوی مذکور جس نے حافظ کے ساتھ دوبارہ نکاح پڑھا سخت گنہگار ہوا سب مسلمانوں کے سامنے توبہ کرے نکاح کے ناجائز ہونے کا اعلان عام کرے اور نکاحانہ پیسہ بھی واپس کرے اور حافظ پر لازم ہے کہ اپنے چھوٹے بھائی کی بیوی کے ساتھ میاں بیوی کا تعلق ہرگز نہ قائم کرے اور اگر اندیشہ ہو کہ میاں بیوی کا تعلق قائم ہو جائے گا تو اس کا چھوٹا بھائی اپنی اس بیوی کو لے کر الگ رہے یا اس کے ماں باپ کے یہاں بروقت اسے پہونچا دے اور حافظ علانیہ توبہ واستغفار کرے اگر مولوی مذکور اور حافظ اس حکم شرع پر عمل نہ کریں تو ان کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے اور ان دونوں کا مکمل بائیکاٹ کیا جائے قال اللہ تعالیٰ واما ینسینک الشیطن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین ۰ اور حافظ نے اس معاملہ میں سخت دھاندلی کی ہے اسے

چاہیئے کہ قرآن خوانی و میلاد شریف کرے غرباء و مساکین کو کھانا کھلائے اور مسجد میں لوٹا چٹائی وغیرہ رکھے کہ یہ چیزیں قبول توبہ میں معاون ہوں گی۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۳ ر صفر المظفر ۹۹ھ

مسئلہ از محمد حنیف چتر نگر ڈاکخانہ جمنی کلاں ضلع گونڈہ

ہندہ کی شادی زید کے ساتھ ہوئی۔ ہندہ اپنے شوہر کے ساتھ تقریباً چھ ماہ رہی پھر اس کے بعد تین سال اپنے باپ کے گھر بیٹھی رہی تو اس کے شوہر زید نے اسے حالت حمل میں طلاق دی۔ طلاق کے تین دن بعد حمل کی حالت میں خالد نے اس کا نکاح بکر کے ساتھ پڑھا تو یہ نکاح ہوا یا نہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ بکر کا نکاح ہو گیا البتہ نکاح پڑھانے والے کا نکاح ٹوٹ گیا۔ تو اس مسئلہ میں جو شریعت کا حکم ہو اسے تحریر فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

الجواب صورت مسئولہ میں جب کہ ہندہ کے شوہر نے حالت حمل میں طلاق دی تو اس کی عدت وضع حمل ہے۔ قال اللہ تعالیٰ واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن (پارہ ۲۸ سورۂ طلاق) لہذا نکاح مذکور حالت حمل میں جائز نہ ہوا۔ ہندہ پر لازم ہے کہ بکر سے الگ رہے اس کے ساتھ میاں بیوی کے تعلقات ہرگز قائم نہ کرے پھر بچہ پیدا ہونے کے بعد جس سنی صحیح العقیدہ سے چاہے نکاح کر سکتی ہے اور ناجائز نکاح پڑھانے کے سبب نکاح پڑھانے والے کا نکاح نہیں ٹوٹا البتہ اس پر لازم ہے کہ نکاح مذکور کے ناجائز ہونے کا اعلان عام کرے، علانیہ توبہ و استغفار کرے اور نکاحانہ پیسہ بھی واپس کرے نکاح پڑھنے والا اگر اس نکاح کے ناجائز ہونے کا اعلان نہ کرے۔ یا علانیہ توبہ و استغفار نہ کرے یا نکاحانہ پیسہ واپس نہ کرے تو مسلمان اس کا سختی کے ساتھ بائیکاٹ کریں۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۸ ر جمادی الاخریٰ ۱۴۰۰ھ

مسئلہ از غلام حضرت مقام بگہا پوسٹ نوتنواں ضلع گورکھپور

ماجد کی بیوی ریحانہ خاتون ایک سال اپنے شوہر کے پاس رہی پھر ساجد کے گھر چلی گئی اور سال بھر اس کے پاس رہی۔ اب ریحانہ خاتون کو ساجد کا ناجائز حمل ہے۔ جب تین ماہ حمل کو ہو گئے تو ماجد نے طلاق دی۔ اب ساجد ریحانہ سے نکاح کرنا چاہتا ہے۔ کیا بچہ پیدا ہونے سے پہلے نکاح کر سکتا ہے۔ بینوا

توجہ ہوا۔

الجواب جب کہ شوہر اول نے حالت حمل میں طلاق دی ہے تو ساجد ریحانہ خاتون سے بچہ پیدا ہونے کے بعد نکاح کر سکتا ہے۔ قبل وضع حمل نکاح باطل ہے۔ اس لئے کی اس کی عدت بچہ پیدا ہونا ہے جیسا کہ پارہ ۲۸ سورۂ طلاق میں ہے۔ واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن اور تا وقتیکہ بعد عدت ساجد کا نکاح ریحانہ خاتون سے نہ ہو جائے وہ ایک دوسرے سے الگ رہیں۔ آپس میں میاں بیوی کے تعلقات ہرگز نہ قائم کریں۔ اور اس سے پہلے جو گناہ ہوئے دونوں پر اس سے علانیہ توبہ واستغفار کرنا واجب ہے۔ اور ان دونوں کو پابندیٔ نماز کی تاکید کریں۔ اور قرآن خوانی ومیلاد شریف کرنے غربا ومساکین کو کھانا کھلانے اور مسجد میں لوٹا چٹائی رکھنے کی تلقین کریں کہ یہ چیزیں توبہ کی مقبولیت میں مددگار ہوں گی۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۶ رجمادی الاخری ۱۴۰۱ھ

مسئلہ از موہری عرف شبیر احمد۔ بلبھریا۔ دھانے پور ضلع گونڈہ

زید نے اپنی مطلقہ بیوی ہندہ کو دوبارہ اپنی عقد میں لانے کے لئے اسے حلالہ کی رائے دی۔ ہندہ چونکہ اپنے شوہر اول کو دل سے چاہ رہی تھی اس لئے اس کی رائے پر ہندہ نے اتفاق کیا اور بکر سے اس نے حلالہ کے طور پر عقد کر لی بکر نے اس کے ساتھ ایک شب گذار کر اسے اپنی مرضی سے طلاق دے دی بعدہٗ زید نے اسے یعنی ہندہ کو کہا کہ چلو ہمارے ہی گھر تین حیض کی مدت گذارو عدت کے بعد ہم تم سے عقد کرلیں گے اس پر ہندہ راضی ہو گئی اور اپنے شوہر اول کے گھر رہ کر عدت گذار رہی ہے دن بھر ہندہ اپنے گھر رہتی ہے شام کو پڑوسی کے یہاں سوتی ہے لہٰذا ماحول موجودہ ہندہ کا شرعاً کیسا ہے کیا واقعی ہندہ عصمت کی حفاظت اور پرہیزگاری سے کام لے رہی ہے اس پر بھی زید کی برادری اسے اپنی محفل میں بیٹھانا نظر انداز کر رہی ہے برادری کا نظریہ یہ ہے کہ زید اپنی مطلقہ کو اپنے گھر جب لے آیا تھا تو اسے عدت کے زمانے تک باہر پردیس چلا جانا چاہیئے زید کیوں نہیں باہر گیا اس سے زید شرعی مجرم ہے آیا صورت مذکورہ میں زید واقعی شرعی مجرم ہے اگر مجرم ہے تو اس کا کفارہ کیا ہے اور اگر زید مجرم نہیں تو زید کو مجرم قرار دینے والے مجرم تو نہیں۔ لہٰذا اس کا جواب جلد مرحمت فرمائیں۔

الجواب جب کہ ہندہ نے بکر کے ساتھ نکاح کیا تو وہ بکر کی بیوی ہو گئی اور

جب بکر نے اسے طلاق دی تو ہندہ پر بکر ہی کے گھر عدت گذارنا لازم ہے۔ ہاں بکر نے اگر اسے طلاق بائن یا مغلظہ دی ہے۔ اور فاسق ہے اور وہاں کوئی ایسا نہیں ہے کہ اگر اس کی نیت بد ہو تو روک سکے ایسی صورت میں وہ البتہ شوہر کی مرضی سے دوسرے مکان میں رہ سکتی ہے۔ مگر شوہر اول کے گھر اپنی مرضی سے جا کر عدت گذارنے کے لئے رہنا حرام ہے اور لے جانے والا شوہر اول سخت مجرم اور گنہگار ہے مگر اس گناہ کا شرع نے کوئی کفارہ نہیں مقرر کیا ہے زید و ہندہ دونوں توبہ و استغفار کریں۔ اور زید ہندہ کو بکر کے سپرد کرے وہ اپنے گھر یا کسی دوسرے کے گھر جہاں گناہ کا اندیشہ نہ ہو ہندہ کے عدت گذارنے کا انتظام کرے۔ پارہ ۲۸ سورۂ طلاق میں ہے یا یھا النبی اذا طلقتم النساء فطلقوھن لعدتھن واحصوا العدۃ واتقوا اللہ ربکم لا تخرجوھن من بیوتھن ولا یخرجن الا ان یاتین بفاحشۃ مبینۃ۔ اور درمختار مع شامی جلد دوم صفحہ ۶۲۰ میں ہے وتعتد ای معتدۃ طلاق وموت فی بیت وجبت فیہ اھ۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ
جلال الدین احمد امجدی
یکم صفر المظفر ۱۴۰۲ھ

مسئلہ از ماسٹر محمد نعیم الدین رضوی مدرسہ صدیقیہ تنویر المدارس پرسوہیا گورکھپور

جوہر علی صاحب کی بہن آج سے چالیس سال قبل ایک غیر مسلم چودھری کے ساتھ بھاگ گئی تھی اور ان کی بہن کو ایک لڑکا پیدا ہوا اسی غیر مسلم سے۔ غیر مسلم نے جوہر علی کی بہن کے نام کچھ جائداد بھی لکھدیا ہے۔ حضرت مولانا محمد صدیق صاحب قبلہ (خلیفہ) سجادہ نشین براؤں شریف تشریف لائے جو موضع پرسوہیا والوں کے پیر صاحب بھی ہیں انھوں نے اس معاملہ کی چھان بین کی اور اس عورت اور اس کے لڑکے (جو غیر مسلم سے پیدا ہوا ہے) ان کو مرید کیا اور رویندر جو کہ غیر مسلم چودھری کا رکھا ہوا نام تھا اس کو تبدیل کر کے بسم اللہ نام رکھا اور حضرت خلیفہ صاحب قبلہ نے داخل اسلام کیا اور عورت کو منع کیا کہ خبردار تم اب اس غیر مسلم چودھری کے یہاں مت جانا۔ یعنی اس سے تعلق نہ رکھنا اور اس عورت نے موصوف کے سامنے اقرار کیا لیکن اس عورت نے چودھری سے اپنے تعلقات جاری رکھے اور ابھی تک چودھری کا آنا جانا ہے۔ لیکن چودھری اور جوہر صاحب کی بہن صحبت کے قابل نہیں ہیں یعنی اب کافی عمر دراز ہو گئے ہیں۔ اور حضرت نے جب مرید کیا (تقریباً آج سے تین سال پہلے) تو بھی دونوں مرد و عورت صحبت کے قابل نہیں تھے (جوہر صاحب کی بہن کا لڑکا) اب سوال یہ ہے کہ اس لڑکے نے ایک عورت کو بھگا کر اپنے یہاں رکھا ہے۔ بغیر نکاح کے تین بچے پیدا ہوئے

ہیں تینوں بچوں کے پیدائش کے بعد اس عورت کے پہلے شوہر نے طلاق دیا (یعنی وہ پردیس تھا) اب جوہر کی بہن کا لڑکا اسی عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے تین حرامی لڑکے ہیں نکاح پڑھے تو کس طرح توبہ کرائے یا اور کچھ؟ بینوا توجروا

الجواب اللھم ھدایۃ الحق والصواب مذکورہ عورت اور چودھری اگرچہ زیادتی عمر کے سبب وطی کے قابل نہیں رہ گئے لیکن اس کے باوجود عورت کا اس سے تعلقات رکھنا سخت ناجائز وگناہ ہے مسلمانوں پر لازم ہے کہ اسے تعلق رکھنے سے روکیں اور باز نہ آئیں تو سختی کریں۔ بسم اللہ اور اس کے ساتھ ناجائز طریقے سے رہنے والی عورت دونوں کو علانیہ توبہ واستغفار کرایا جائے۔ نماز پڑھنے کی تاکید کی جائے غرباء ومساکین کو کھانا کھلانے نیز میلاد شریف اور قرآن خوانی وغیرہ کرنے کی تلقین کی جائے زبردستی نہ کی جائے اور عورت مذکورا اگر طلاق کے وقت حاملہ تھی تو بچہ پیدا ہونے سے پہلے نکاح ہرگز جائز نہیں۔ اور اگر طلاق کے وقت حاملہ نہ تھی تو جب تک تین ماہواری نہ آجائے کسی سے نکاح نہیں کر سکتی۔ خواہ تین ماہواری تین ماہ یا تین سال یا اس سے زیادہ میں آئے اور تاوقتیکہ شرعی طریقہ پر نکاح نہ ہو جائے دونوں کو ایک دوسرے سے الگ رہنا واجب ہے۔ وھو تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۲۲ر صفر المظفر ۹۶ھ

مسئلہ محمد ظہیر ابو بی ڈومریا گنج ضلع بستی

چند روز ہوئے زید کا انتقال ہوا تو اس کی بیوی جسے حیض بھی نہیں آتا اور اس کے دو بڑے لڑکے بالغ اور بچے والے ہیں۔ کیا وہ شادی وغیرہ کے موقع پر عزیزوں اور رشتہ داروں کے یہاں جا سکتی ہے؟

الجواب بیوہ عورت اگر حاملہ ہے تو اس کی عدت وضع حمل ہے جیسا کہ پارہ ۲۸ سورۂ طلاق میں ہے واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن اور اگر حاملہ نہیں ہے تو اس کی عدت چار مہینہ دس دن ہے جیسا کہ پارۂ دوم رکوع ۱۴ میں ہے والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا یتربصن بانفسھن اربعۃ اشھر وعشرا۔ اور موت کی عدت میں بھی عورت کو بلا حاجت شدیدہ گھر سے نکلنا جائز نہیں۔ لہذا عورت مذکورہ کو شادی وغیرہ کے موقع پر عزیزوں اور رشتہ داروں کے یہاں جانے کی اجازت نہیں۔ ہاں اگر لڑکا وغیرہ گھر کا کوئی دوسرا فرد شادی میں شرکت کرنے والا نہ ہو تو بہ خاص عزیز داروں کے یہاں دن میں اور رات کے کچھ حصہ میں شرکت کے لئے جا سکتی ہے کہ اسے رات کا اکثر حصہ

اپنے مکان پر گذارنا ضروری ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد امجدی
۲۱ رجب المرجب ۱۴۰۱ھ

مسئلہ ازموضع ڈہرا ضلع سلطان پور مرسلہ شان اللہ

ہندہ دو بچے والی ہے ہندہ کے والد نے اپنی مرضی سے اس کا نکاح زید کے ساتھ کردیا زید کے گھر جانے پر ہندہ کو معلوم ہوا کہ وہ نشہ باز ہے اس لئے ہندہ نے ہمبستری سے انکار کردیا اور تیسرے دن زید سے طلاق لے لی پھر ایک ماہ بعد بکر سے نکاح کیا تو یہ نکاح جائز ہوا یا نہیں؟ اور نکاح ثانی میں شریک ہونے والے، گواہ اور قاضی کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب ہندہ اگر کسی کے نکاح اور عدت میں نہ تھی تو اس کے والد کا کیا ہوا نکاح زید کے ساتھ صحیح ہوگیا تو اگر زید نے ہمبستری نہیں کی مگر خلوت صحیحہ (عورت و مرد کی ایسی تنہائی کہ دروازہ بند ہو اور کوئی چیز مانع ہمبستری نہ ہو) پائی گئی اور اس کے بعد زید نے طلاق دی تو ہندہ پر عدت گذارنا واجب ہے قبل انقضائے عدت دوسرے سے نکاح جائز نہ ہوا فتاویٰ عالمگیری جلد اول مصری ص۱۷۴ میں ہے رجل تزوج امرأۃ نکاحاً جائزاً فطلقھا بعد الدخول او بعد الخلوۃ الصحیحۃ کان علیھا العدۃ کذا فی فتاویٰ قاضی خان۔ لہٰذا اس صورت میں ہندہ و بکر ایک دوسرے سے الگ رہیں اور میاں بیوی کے تعلقات آپس میں ہرگز قائم نہ کریں ورنہ دونوں سخت گنہگار و حرام کار ہوں گے۔ اور اس نکاح سے راضی رہنے والے، شریک ہونے والے، گواہ اور نکاح خواں سب علانیہ توبہ کریں اور نکاح کے ناجائز ہونے کا اعلان کریں۔ اور اگر خلوت صحیحہ بھی نہیں پائی گئی تو عدت واجب نہیں۔ لہٰذا اس صورت میں ایک ماہ بعد دوسرا نکاح صحیح ہوگیا اگر کوئی دوسری وجہ مانع نکاح نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۱ ربیع الاول ۱۳۸۵ھ

مسئلہ از محمد سلیمان مدرس مدرسہ اسلامیہ لوناواں درگاہ ضلع گونڈہ

جنو اپنی مدخولہ بیوی شبراتن کو طلاق دے کر بمبئی چلا گیا لیکن جنو کی والدہ نے شبراتن کو روکے رکھا جب جنو بمبئی سے تین سال بعد واپس آیا تو شبراتن کو گھر سے نکالتے ہوئے کہا کہ میں تم کو طلاق دے چکا ہوں اب کسی صورت میں نہیں رکھ سکتا پھر شبراتن کے والد نے چند آدمیوں کے سامنے جنو سے گفتگو

کی تو جنونے کہا کہ خدا شاہد ہے تین سال ہوئے میں اس کو طلاق دے چکا ہوں۔ پھر طلاق نامہ لکھوایا گیا تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ بمبئی جانے سے قبل جنونے جو طلاق دی اس وقت سے عدت شمار ہوگی یا طلاق نامہ تحریر کرنے کے وقت سے۔ اگر پہلے طلاق کے وقت سے عدت گذار کر شبراتن نے دوسرا نکاح کر لیا تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب صورت مسئولہ میں جنونے بمبئی جانے سے پہلے جو طلاق دی اسی وقت طلاق واقع ہوگئی بعد میں طلاق نامہ کا لکھوانا صرف ثبوت کے لئے ہے لہذا شبراتن نے اگر پہلی طلاق کے وقت سے عدت گذار کر دوسرا نکاح کر لیا تو شرعاً جائز ہے واللہ تعالیٰ اعلم

تنبیہ عوام میں جو یہ مشہور ہے کہ طلاق والی عورت کی عدت تین مہینہ تیرہ دن ہے تو یہ بالکل غلط، باطل اور بے بنیاد ہے جس کی کوئی اصل نہیں بلکہ اگر مطلقہ حاملہ ہو تو اس کی عدت وضع حمل ہے قرآن پاک میں ہے واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن (پ ۲۸ ع ۱۷) یعنی حاملہ عورت کی عدت وضع حمل ہے اور فتاوی عالمگیری جلد اول مطبوعہ مصر صفحہ ۴۷۲ میں ہے وعدۃ الحامل ان تضع حملھا کذا فی الکافی۔ یعنی حاملہ کی عدت وضع حمل ہے اسی طرح کافی میں ہے اور اگر مطلقہ، نابالغہ یا آئسہ یعنی پچپن سالہ ہو تو اس کی عدت عربی مہینہ سے تین ماہ ہے۔ اور اگر حاملہ آئسہ اور نابالغہ نہ ہو یعنی حیض والی ہو تو اس کی عدت تین حیض ہے جیسا کہ قرآن پاک پارۂ دوم رکوع ۱۲ میں ہے والمطلقٰت یتربصن بانفسھن ثلٰثۃ قروء یعنی مطلقہ عورتیں تین حیض آنے تک نکاح کرنے سے رکی رہیں لہذا تین حیض سے پہلے عدت ختم نہ ہوگی خواہ یہ تین حیض تین ماہ، تین سال یا اس سے زیادہ میں آئیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۸ محرم الحرام ۱۳۸۳ھ

مسئلہ از عبد الستار متعلم دار العلوم غوثیہ بیر دابنگوا پوسٹ کھوریا بازار ضلع گورکھپور

زید کی لڑکی ہندہ جس کا نکاح خالد سے ہوا تھا۔ خالد کے پاس کچھ دن گذار کے پھر بکر کے ساتھ بغیر طلاق کے دو سال تک رہی دو سال کا عرصہ دراز گذرنے کے بعد خالد نے طلاق نامہ دیا تو اب ہندہ پر عدت ہے کہ نہیں؟

الجواب صورت مسئولہ میں عورت پر عدت گذارنا لازم ہے بغیر عدت دوسرے سے نکاح کرنا حرام ہے و ناجائز ہے۔ پھر عورت اگر حاملہ ہے تو اس کی عدت وضع حمل ہے۔

جیسا کہ پارہ ۲۸ سورۂ طلاق میں ہے واولات الاحمال اجلہن ان یضعن حملہن اور اگر حاملہ نہیں حیض والی ہے تو اس کی عدت تین حیض ہے خواہ تین حیض تین ماہ تین سال یا اس سے زائد میں آئیں پارۂ دوم میں ہے والمطلقٰت یتربصن بانفسہن ثلٰثۃ قروٓءٍ یعنی طلاق والی عورتیں تین حیض تک اپنے آپ کو روکے رکھیں۔ لہٰذا عوام میں یہ غلط مشہور ہے کہ طلاق والی عورت کی عدت تین مہینہ تیرہ دن ہے۔ اور بغیر طلاق و نکاح عورت جو بکر کے ساتھ رہی تو دونوں سخت گنہگار ہوئے ان کو علانیہ توبہ و استغفار کرایا جائے پابندی کے ساتھ نماز کی تاکید کی جائے اور میلاد شریف و قرآن خوانی کرنے، غربا و مساکین کو کھانا کھلانے اور مسجد میں لوٹا چٹائی رکھنے کی تلقین کی جائے کہ یہ چیزیں قبول توبہ میں معین و مددگار ہوں گی قال اللہ تعالیٰ من تاب وعمل صالحًا فانہ یتوب الی اللہ متابًا۔ (پ ۱۹ ع ۴) وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد امجدی
۱۲ر ذوالقعدہ ۱۴۰۰ھ

مسئلہ

ہندہ کا نکاح ہندہ کے باپ نے نابالغ کی صورت میں زید سے کر دیا تھا ہندہ جب بالغ ہوئی تو ہندہ کے باپ نے ہندہ کو نکاح کی اطلاع دے دی کہ تمہارا نکاح زید سے کر دیا گیا تھا ہندہ جب بالغ ہوئی تو بکر کے ساتھ ہندہ کی آشنائی ہوئی اور بکر کو لے کر ہندہ بھاگ گئی کچھ عرصہ تک باہر رہی اور ہندہ کے ایک بچہ پیدا ہوا زید یہ کہہ رہا ہے کہ میں نے ہندہ کو ہاتھ سے چھوا بھی نہیں ہے۔ ہندہ کہہ رہی ہے کہ زید نے مجھے نہیں چھوا دونوں آدمی اقرار کرتے ہیں اب زید نے ہندہ کو طلاق مغلظہ دے دی۔ تو ہندہ پر ایسی صورت میں شریعت عدت کے نسبت کیا حکم دیتی ہے؟

الجواب

ہندہ پر عدت گذارنا شرعًا واجب ہے۔ عدت گذارے بغیر دوسرے سے نکاح صحیح نہیں ہوگا۔ ھٰذا ما عندی والعلم عند اللہ تعالیٰ ورسولہ جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۴ر من ربیع الاول ۱۳۹۰ھ

مسئلہ

از محمد بشیر قادری چشتی دفل ڈیہہ ضلع گونڈہ

زید نے اپنی بیوی ہندہ غیر مدخولہ (یعنی جس سے زید نے صحبت نہیں کی ہے) اس کو طلاق دیا تو ہندہ پر عدت گذارنا واجب ہے یا نہیں؟ اگر زمانہ عدت میں کسی نے ہندہ کا نکاح پڑھ دیا تو نکاح پڑھنے والا مجرم

ہے یا نہیں؟

الجواب

زید نے اپنی بیوی ہندہ کو جس سے اس نے صحبت نہیں کیا تھا اگر طلاق دے دیا تو ہندہ پر عدت نہیں لہذا بعد طلاق ہندہ کا فوراً نکاح پڑھانا جرم نہیں وھو اعلم۔

کتبہ
بدرالدین احمد الرضوی
۲۷؍ذی الحجہ ۷۶ھ

مسئلہ

از عنایت اللہ ساکن بھاری۔ ضلع بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ مطلقہ عورت کے نکاح کی کیا مدت ہے یعنی کتنے دن کے بعد وہ نکاح کرے؟ بینوا توجروا

الجواب

مدخولہ مطلقہ عورت کی عدت طلاق کے بعد تین حیض ہے اور اگر عورت اتنی کم عمر ہے کہ ابھی حیض نہیں آتا یا سن ایاس کو پہونچ چکی ہے تو عدت تین ماہ ہے اور اگر حیض آتا تھا مگر کسی بیماری کی وجہ سے بند ہو گیا ہے تو جب تک تین حیض نہ آجائیں تو عدت ختم نہ ہو گی اور اگر مطلقہ حاملہ ہے تو اس کی عدت وضع حمل ہے۔ واللہ اعلم

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۲۷؍ربیع الاول ۷۷ھ

مسئلہ

از محمد سعید ہریا تحصیل خاص ضلع بستی

زید کی بیوی ہندہ اپنے شوہر کو چھوڑ کر دوسری جگہ بکر کے ساتھ چلی گئی قریب اٹھارہ ماہ بکر کے ساتھ رہنے کے بعد جب اسے بچہ پیدا ہوا تو زید نے اسے طلاق دی۔ اب ہندہ کی عدت طلاق پانے کے بعد کتنے دن کی ہے؟

الجواب

جب کہ زید نے اپنی بیوی ہندہ کو بچہ پیدا ہونے کے بعد طلاق دی تو اس کی عدت تین حیض ہے۔ چاہے تین حیض تین چار سال کے بعد آئیں یا آٹھ دس سال کے بعد ہاں اگر پچپن سال کی عمر تک تین حیض نہ آئیں تو اس کی عدت عربی مہینہ سے تین ماہ ہے۔ اور عوام میں جو مشہور ہے کہ طلاق والی عورت کی عدت تین مہینہ تیرہ دن ہے تو یہ بالکل غلط اور بے بنیاد ہے جس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں۔ پارۂ دوم رکوع ۱۲ میں ہے والمطلقت یتربصن بانفسھن ثلثۃ قروء۔ یعنی طلاق والی عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک (نکاح سے) روکے رہیں۔ وھو تعالیٰ

اعلم بالصواب۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۳ر جمادی الاخریٰ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ از رجب علی متھرا بازار۔ ضلع گونڈہ

زید نے اپنی بیوی کو کسی وجہ سے بڑھاپے میں طلاق دے دی۔ زید کے کئی بچے جوان خود کفیل ذمہ دار ہیں۔ برادری کے لوگ کہتے ہیں کہ زید اپنی بیوی کو اس کے میکے بھیج دے اور پھر گاؤں میں وہ نہ آئے مگر زید کے لڑکے کہتے ہیں کہ دونوں ہمارے والدین ہیں ہم اپنے گھر میں دونوں کو والدین کی حیثیت سے رکھیں گے اس طرح کہ ماں اپنے بہوؤں کے ساتھ رہے گی اور باپ باہر والے گھر میں۔ وہ آپس میں میل ملاپ نہیں رکھیں گے مگر برادری کے لوگوں نے یہ کہہ رکھا ہے کہ جب تک دونوں میں سے کوئی ایک بالکل گھر نہ چھوڑ دے ہم لوگ نہیں مانیں گے تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟ زید اور اس کے بچے سب کس طرح رہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب شخص مذکور نے اگر ایک یا دو طلاق رجعی دی ہے تو عدت کے اندر رجعت کر لے یا بعد عدت عورت کی مرضی سے دوبارہ نکاح کر لے۔ اور اگر ایک یا دو طلاق بائن دی ہے تو عدت گذر چکی ہو یا باقی ہو بہر صورت عورت کی مرضی سے دوبارہ نکاح کر سکتا ہے۔ اور اگر طلاق مغلظہ یعنی تین طلاق دی ہو تو عورت و مرد ایک دوسرے سے دور رہیں اس طرح کہ عورت اپنے بعض لڑکوں کے ساتھ الگ مکان میں رہے اور مرد بعض لڑکوں کے ساتھ الگ مکان میں۔ یا کوئی دوسری صورت اختیار کریں جس سے لوگوں کو تہمت کا موقع نہ ملے حدیث شریف میں ہے اتقوا مواضع التھم۔ اور وارد ہے من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلا یقفن مواقف التھم۔ ھذا ما ظھر لی والعلم بالحق عند اللہ تعالیٰ ورسولہ عز شانہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۷ر شوال المکرم ۱۴۰۲ھ

مسئلہ از محمد صدیق گونڈہ

زید نے اپنی بیوی زاہدہ کو طلاق دی ابھی دو ماہ بھی نہیں گذرے کہ زاہدہ کو حمل ظاہر ہوا تو اس صورت میں زاہدہ دوسرے سے نکاح کب کر سکتی ہے؟

الجواب زاہدہ کی عدت وضع حمل ہے لہذا بچہ پیدا ہونے کے بعد وہ

دوسرے سے نکاح کرسکتی ہے اس سے پہلے جائز نہیں فتاویٰ عالمگیری جلد اول مصری ص۴۲ میں ہے عدۃ الحامل ان تضع حملہا کذا فی الکافی سواء کانت حاملاً وقت وجوب العدۃ او حبلت بعد الوجوب کذا فی فتاوی قاضی خاں اھ ۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ ازعبدالرحمٰن چودھری قصبہ مہنداول ضلع بستی

زید نے اپنی بیوی زبیدہ کو بعد وضع حمل طلاق مغلظہ دی۔ طلاق دینے کے بعد سے اب تک قریب ایک سال ہورہے ہیں زبیدہ کو ماہواری نہیں آئی تو ایسی صورت میں زبیدہ دوسرے سے نکاح کرسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب اگر زبیدہ حاملہ یا آئسہ یعنی پچپن سالہ نہ ہو تو اس کی عدت تین حیض ہے جیسا کہ قرآن کریم پارۂ دوم رکوع ۱۲ میں ہے والمطلقٰت یتربصن بانفسھن ثلٰثۃ قروء اھ اور فتاویٰ عالمگیری جلد اول ص۴۷ میں ہے اذا طلق الرجل امرأتہ طلاقا بائنا او رجعیا او ثلثا او وقعت الفرقۃ بینہما بغیر طلاق وھی حرۃ ممن تحیض فعدتہا ثلاثۃ اقراء کانت الحرۃ مسلمۃ او کتابیۃ کذا فی السراج الوھاج۔ لہٰذا تین حیض سے پہلے عدت ختم نہ ہوگی خواہ یہ تین حیض تین ماہ یا تین سال یا اس سے زیادہ میں آئیں۔ اور زبیدہ عدت گذرنے سے پہلے دوسرا نکاح ہرگز نہیں کرسکتی۔ وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ از مولوی عبدالحکیم پل کھائیں ڈاکخانہ کپتان گنج ضلع بستی

عورت کی عدت کتنی ہے؟ حوالہ کے ساتھ تحریر فرمائیں۔

الجواب بیوہ عورت اگر حاملہ نہ ہو تو اس کی عدت چار مہینہ دس دن ہے جیسا کہ قرآن شریف پارۂ دوم رکوع ۱۴ میں ہے والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا یتربصن بانفسھن اربعۃ اشھر وعشرا اھ اور فتاویٰ عالمگیری جلد اول مصری ص۴۳ میں ہے عدۃ الحرۃ فی الوفاۃ اربعۃ اشھر وعشرۃ ایام سواء کانت مدخولا بہا او لا مسلمۃ او کتابیۃ تحت مسلم

صغیرۃ او کبیرۃ او آئسۃ و زوجہا حر او عبد حاضت فی ھٰذہ المدۃ او لم تحض ولم یظہر حبلہا کذا فی فتح القدیر اھ۔ اور حاملہ عورت کی عدت وضع حمل ہے خواہ وہ بیوہ ہو یا طلاق والی ہوا ور خواہ وجوب عدت کے وقت حاملہ ہو یا بعد میں قرآن مجید پارہ ۲۸ سورۂ طلاق میں ہے واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن ؕ اور بدائع الصنائع جلد سوم ص۱۹۷ میں ہے روی عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ قال قلت یا رسول اللہ حین نزول قولہ تعالیٰ واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن انہا فی المطلقۃ ام فی المتوفی عنہا زوجہا فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فیہما جمیعا وقد روت ام سلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان سبیعۃ بنت الحارث الاسلمیۃ وضعت بعد وفاۃ زوجہا ببضع وعشرین لیلۃ فامرہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بان تزوج اھ۔ اور فتاویٰ قاضی خاں مع ہندیہ جلد اول ص۵۳۸ میں ہے فان کانت المعتدۃ عن الطلاق او الوطء عن شبہۃ او الموت حاملا فعدتہا بوضع الحمل سواء کانت حاملا وقت وجوب العدۃ او حبلت بعد الوجوب اھ۔ اور طلاق والی مدخولہ عورت یعنی جس سے صحبت کر چکا ہے اگر نابالغہ یا آئسہ یعنی پچپن سالہ ہو تو اس کی عدت تین مہینہ ہے قرآن عظیم پارۂ ۲۸ سورۂ طلاق میں ہے واللّٰئی یئسن من المحیض من نسائکم ان ارتبتم فعدتہن ثلثۃ اشہر واللّٰئی لم یحضن۔ اور فتاویٰ قاضی خاں میں ہے لو کانت المطلقۃ صغیرۃ او آئسۃ وھی حرۃ فعدتہا ثلثۃ اشہر اھ۔ اور طلاق والی مدخولہ عورت اگر حاملہ آئسہ اور نابالغہ نہ ہو یعنی حیض والی ہو تو اس کی عدت تین حیض ہے خواہ یہ تین حیض تین ماہ تین سال یا اس سے زیادہ میں آئیں۔ قرآن پاک پارۂ دوم رکوع ۱۲ میں ہے والمطلقٰت یتربصن بانفسہن ثلثۃ قروء ؕ اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے اذا طلق الرجل امرأتہ طلاقا بائنا او رجعیا او ثلاثا او وقعت الفرقۃ بینہما بغیر طلاق وھی حرۃ ممن تحیض فعدتہا ثلثۃ اقراء سواء کانت الحرۃ مسلمۃ او کتابیۃ کذا فی السراج الوہاج اھ۔ اور اگر عورت کو ہمبستری اور خلوت صحیحہ کے پہلے طلاق دی گئی تو اس کے لئے عدت نہیں بعد طلاق وہ فوراً دوسرا نکاح کر سکتی ہے قرآن عظیم پارہ ۲۲ رکوع ۳ میں ہے یاایہا الذین آمنوا اذا نکحتم المومنٰت ثم طلقتموھن من قبل ان تمسوھن فما لکم علیہن من عدۃ تعتدونہا ؕ اور فتح القدیر میں ہے الطلاق قبل الدخول لا تجب فیہ العدۃ اھ۔ وھو اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

بَابُ النَّسَبُ

ثبوت نسب کا بیان

مسئلہ از لائف ریلوے اسٹیشن گورکھپور

میمونہ خاتون کو نکاح کے چھ ماہ بعد لڑکا پیدا ہوا تو وہ لڑکا کس کا ہے؟ شوہر انکار کرتا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب جب میمونہ خاتون کو نکاح کے چھ ماہ بعد لڑکا پیدا ہوا تو وہ لڑکا شرعاً ثابت النسب ہوگا یعنی شوہر ہی کا مانا جائے گا اس لئے کہ حمل کی مدت زیادہ سے زیادہ دو سال اور کم سے کم چھ ماہ ہے جیسا کہ فتاوی عالمگیری جلد اول مطبوعہ مصر صفحہ ۴۸۲ میں ہے اکثر مدۃ الحمل سنتان واقل مدۃ الحمل ستۃ اشھر کذا فی الکافی۔ اور در مختار میں ہے اقلھا (ای مدۃ الحمل) ستۃ اشھر اجماعاً اور فتح القدیر میں ہے لاخلاف للعلماء فیہ لقولہ تعالیٰ وحملہ وفصالہ ثلثون شھرا۔ لہذا شوہر کا انکار نہیں مانا جائے گا جب تک کہ لعان نہ ہو۔ اور اگر کسی وجہ سے لعان نہ ہو سکے جب بھی لڑکا ثابت النسب ہوگا۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم جل شانہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۳ رجمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۸۶ھ

مسئلہ از محمد ادریس تنواں ضلع بستی

زید بمبئی گیا تو ہندہ سے زید کی جدائی کے گیارہ ماہ بعد لڑکا پیدا ہوا تو ہندہ زانیہ قرار پائے گی یا نہیں؟ اور وہ لڑکا شرعاً کس کا مانا جائے گا؟ مسجد کے امام کا ہندہ سے نکاح کرنا کیسا ہے؟

الجواب وہ لڑکا شرعاً ثابت النسب ہوگا یعنی شوہر ہی کا مانا جائے گا

اور ہندہ کو ہرگز زانیہ نہیں قرار دیا جائے گا۔ حدیث شریف میں ہے الولد للفراش یعنی لڑکا شوہر ہی کا ہے۔ لہذا اگر شوہر انکار کرے تو نہیں مانا جائے گا جب تک کہ لعان نہ ہو اور اگر کسی وجہ سے لعان نہ ہو سکے جب بھی لڑکا شوہر ہی کا مانا جائے گا اور مسجد کے امام کا ہندہ سے نکاح کرنے میں کوئی قباحت نہیں۔ اگر کوئی اور دوسری وجہ مانع جواز نہ ہو۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۰ ر جمادی الاخری ۱۳۸۶ھ

مسئلہ

از عبدالرحمٰن مدرس منظر اسلام التفات گنج ضلع فیض آباد

زید کی منکوحہ حاملہ عورت کو بکر نے غائب کر دیا اور دو تین ماہ اِدھر اُدھر رہ کر بکر نے اس سے نکاح کر لیا اور نکاح کے چھ یا سات ماہ بعد لڑکا پیدا ہوا۔ زید کہتا ہے کہ لڑکا میرا ہے اور بکر کہتا ہے کہ میرا ہے۔ ایسی صورت میں لڑکا شرعاً کس کا ہوا اور نکاح ہوا کہ نہیں؟

الجواب

صورت مسئولہ میں وہ لڑکا شرعاً زید کا ہے حدیث شریف میں ہے الولد للفراش۔ اور نکاح مذکور ہرگز ہرگز منعقد نہ ہوا عورت مذکور اور بکر دونوں پر واجب ہے کہ فوراً ایک دوسرے سے الگ ہو جائیں اور علانیہ توبہ و استغفار کریں۔ اگر وہ دونوں ایسا نہ کریں تو سب مسلمان ان کا بائیکاٹ کریں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے قال اللہ تعالیٰ واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظٰلمین۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۱ ر ذو القعدہ ۱۳۸۶ھ

مسئلہ

از احمد علی حشمتی جلا پورہ۔ ڈاکخانہ بھدیا اسٹیٹ ضلع گونڈہ

ایک لڑکی بالغہ ہے جس کی شادی ہو چکی تھی اپنے گھر آتی جاتی تھی۔ تقریباً سال بھر آتی جاتی رہی۔ اپنے گھر جانے سے انکار کر دیا۔ اب اس کے باپ وغیرہ طلاق پر آمادہ ہو گئے۔ لڑکی کے خسر وغیرہ لینے کے واسطے آتے جاتے تھے لیکن نہ بھیجا۔ گاؤں والوں نے بھی سمجھایا کہ بھیج دو مگر نہیں بھیجا یہاں تک کہ طلاق کی نوبت ہو گئی اور طلاق ہو گئی۔ لڑکی نے خسر کو بھی الزامات لگائے کہ ہم کو ننگا کئے ہوئے سامنے کھڑے کئے ہوئے تھے اور بہت کچھ باتیں کیں۔ تین ماہ اپنے میکہ میں رہ کر طلاق لی۔ کچھ دنوں کے بعد یہ پتہ چلا کہ حمل ہے۔ ۳۰ ر جولائی ۱۹۸۲ء کو لوگ پنچایت کی صورت میں جمع ہوئے اور یہ پوچھا کہ حمل کس کا ہے تو اس نے بتایا کہ یہ حمل کس کا ہے۔ دوسرے کا بتایا جس کا نام شوکت علی ہے۔ لڑکے سے دریافت کیا

تو اس نے کہا یہ میرے اوپر جھوٹا الزام ہے۔ حمل میرا نہیں ہے۔ دریافت کرنے پر بتایا کہ چار ماہ کا حمل ہے۔ لوگوں نے ثبوت مانگا تو کوئی ثبوت زنا کے بارے میں نہ ملا۔ اتنا ثبوت لڑکی کی بڑی والدہ نے دیا کہ ہم دن میں شوکت علی کو گھاس ڈھکیلتے دیکھا اور گال پکڑتے دیکھا۔ لوگوں نے پوچھا کسی سے کہی تو وہ خاموش ہوگئی۔ لڑکی سے پوچھا جب شوکت علی نے چھیڑ خانی کی تب کسی سے کہی۔ خاموش ہوگئی۔ طلاق لینے کے بعد اس کے ماں باپ کوئی کنٹرول لڑکی پر نہ کئے برابر ادھر ادھر گھومتی تھی آزاد کر رکھا تھا۔ آج تک مدت حمل چھ ماہ کے قریب ہو رہی ہے اور سات ماہ کے قریب طلاق کے بھی ہو رہے ہیں۔ لڑکی کی بڑی والدہ سے پوچھا کب کی بات ہے جب کہ تم نے دیکھا تھا۔ تین ماہ ہوئے اب قریب پانچ ماہ ہو رہے ہیں۔ لوگوں نے شوکت علی کو بائیکاٹ یعنی کھانے پینے سے علیحدہ کر دیا ہے۔ لڑکی فاحشہ ہے قابل اطمینان نہیں ہے۔ صورت مذکورہ میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں تفصیل کے ساتھ جواب صادر فرمائیں۔

الجواب ـــــــ لڑکی یا اس کی صرف والدہ کے بیان پر شوکت علی کا بائیکاٹ کرنا غلط ہے۔ ہاں اگر شوکت علی کے اقرار یا شرعی گواہوں سے کم از کم اتنا ہی ثابت ہو جائے کہ اس نے لڑکی کا گال پکڑا تو اس کا بائیکاٹ صحیح ہے کہ اجنبی عورت کا گال پکڑنا بھی حرام ہے۔ اور لڑکی کے والدین نے اگر اسے حتی المقدور باہر گھومنے سے نہیں روکا اور آزاد رکھا تو ان کا بائیکاٹ کرنا ضروری اور لازم ہے۔ قال اللہ تعالیٰ واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظٰلمین (پ ۷ ع ۱۴) اور جب کہ زمانۂ عدت میں حمل ظاہر ہوا تو اس صورت میں اگر وقت طلاق سے دو سال کے اندر یہ بچہ پیدا ہوا تو شوہر ہی کا ہے جیسا کہ اعلیٰحضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں "اگر یہ بچہ طلاق شوہر سے دو برس کے اندر پیدا ہو تو شوہر ہی کا ہے" (فتاویٰ رضویہ جلد پنجم ص ۶۳۸) وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۱۷ ذوالحجہ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ

از محمد یوسف موضع مٹھنیاں پوسٹ ہریا ضلع بستی

زید ہندہ کو جو اس کی بیوی کی بہن یعنی سالی ہے اپنی بیوی کی موجودگی میں لے آیا۔ اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ پھر اس نے ہندہ کو اپنے بھائی کے سپرد کر دیا تاکہ وہ اس سے نکاح کر لے اسی درمیان ہندہ کو بچہ پیدا ہوا تو وہ بچہ کیسا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ ہندہ کو اس کے والدین نے زید کو

اس لیے دیا تھا کہ وہ اس کا کہیں نکاح کر دے۔ ایسی حالت میں زید کے اوپر کیا جرم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب زید نے اگر ہندہ کے ساتھ فعل حرام کیا تو سخت گنہ گار ہوا اس پر توبہ واستغفار لازم ہے۔ نمازی نہ ہو تو نماز کی پابندی کرے۔ اور قرآن خوانی و میلاد شریف کرے، غرباء مساکین کو کھانا کھلائے اور مسجد میں لوٹا و چٹائی رکھے کہ یہ چیزیں قبول توبہ میں معاون ہوں گی قال اللہ تعالیٰ ومن تاب وعمل صالحًا فانہ یتوب الی اللہ متابا (پ ۱۹ ع ۴) اور عورت مذکورہ اگر کسی کے نکاح یا عدت میں نہ تھی یا نکاح ہونے کے بعد چھ مہینہ سے کم پر لڑکا پیدا ہوا تو وہ بچہ ناجائز ہے فتاوی عالمگیری وغیرہ میں ہے اقل مدۃ الحمل ستۃ اشہر اھ۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۶ ربیع الآخر ۱۴۰۲ھ

مسئلہ از مقام ڈہرہ ضلع سلطان پور مرسلہ شان اللہ

زید نے ہندہ سے عقد کی بعد عقد دو ایک بچے بھی پیدا ہوئے بعد میں زید بمبئی چلا گیا ڈیڑھ سال کے بعد شوہر کے نام سے کسی نے تار بھیجا کہ تمہارا لڑکا سخت بیمار ہے فورًا چلے آؤ۔ وہ فوری طور پر چلا آیا۔ لیکن لڑکا بیمار نہیں تھا۔ اکثر عام لوگ اس کے گھر آیا جایا کرتے تھے زید بمبئی سے مکان پر رمضان شریف کے تیسرے یا چوتھے دن آ گیا زید کی بیوی مکان پر موجود تھی رمضان شریف بھر زید مکان پر قیام پذیر رہا عید کی پانچویں تاریخ کو زید پھر بمبئی چلا گیا جانے کے بعد ساڑھے سات ماہ پر لڑکی پیدا ہوئی جیسے نو ماہ پر بچے پیدا ہوتے ہیں تو وہ لڑکی شرعًا زید کی مانی جائے گی یا نہیں؟

الجواب صورت مسئولہ میں وہ لڑکی شرعًا زید کی مانی جائے گی ھکذا فی سائر کتب الفقہ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم جل جلالہ وصلی المولیٰ تعالیٰ علیہ وسلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
یکم ذوالقعدہ ۱۳۸۰ھ

مسئلہ از منشی دار ساکن دمدمواں پوسٹ بھولانی ضلع بستی

نکاح ہونے کے بعد کم سے کم کتنے دن بعد لڑکا پیدا ہو تو شوہر کا مانا جائے گا؟

الجواب نکاح ہونے کے بعد کم سے کم چھ مہینے پر لڑکا پیدا ہوگا تو لڑکا ثابت النسب ہوگا یعنی شوہر کا مانا جائے گا اور اگر چھ مہینے سے کم میں پیدا ہوا تو ثابت النسب نہ ہوگا فتاویٰ

عالمگیری میں ہے اذا تزوج الرجل امراۃ فجاءت بالولد لاقل من ستۃ اشھر منذ تزوجھا لم یثبت نسبہ وان جاءت بہ لستۃ اشھر فصاعدا یثبت نسبہ منہ اعترف بہ الزوج او سکت کذا فی الھدایۃ یعنی جب مرد نے کسی عورت سے شادی کی تو اس عورت کو وقت نکاح سے چھ مہینہ سے کم میں بچہ پیدا ہوا تو وہ بچہ ثابت النسب نہ ہوگا اور اگر چھ مہینہ یا زیادہ پر پیدا ہوا تو لڑکا اسی شوہر کا ہے شوہر اعتراف کرے یا سکوت کرے اسی طرح ہدایہ میں ہے۔ اور اگر انکار کرے تو انکار نہیں مانا جائے گا جب تک کہ لعان نہ ہو اور اگر کسی وجہ سے لعان نہ ہو سکے جب بھی لڑکا ثابت النسب ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۳ رجمادی الاولیٰ ۱۳۸۵ھ

مسئلہ از غلام نبی رضا، عبد القیوم، عبد المجید مقام پالی۔ ضلع گورکھپور

زید کہتا ہے کہ بکر متوفی کی بیوی ہندہ نے اپنے شوہر کے انتقال کے تقریباً تین مہینہ بعد مجھ سے کہا کہ مجھے حمل ہے اس کو علاج کے ذریعہ ضائع کرا دیا جائے میں نے اس عورت ہندہ سے وجہ دریافت کی اور شبہ کی بنا پر میں نے اس سے کچھ سوالات کئے تو اس نے اس حمل کے بارے میں بتایا کہ میرے شوہر کا ہے لیکن پھر مزید جرح اور کرید پر اس نے کہا کہ آپ میرا علاج کرا دیں تو صحیح بتا دوں گی اور ایک بار اس نے کہا کہ اگر میں بتا دوں تو میرا بال سر پر نہیں رہے گا یہ باتیں زید نے ہندہ کی زندگی میں اپنے گاؤں کے پیر صاحب کی محفل میں ذکر کیا جس پر پیر سے اہل محفل نے زید کے خیالات کی تردید کی اور اس سلسلے میں عورت سے کوئی گفتگو کسی سے نہ ہو سکی اور ہندہ کا انتقال ہو گیا پھر زید نے گاؤں کی پنچایت میں عورت کے انتقال کے بعد انھیں باتوں کا اظہار کیا اور مزید بتایا کہ ہندہ کے شوہر بکر کے انتقال کے بعد ایک بار حیض بھی آیا جس سے اس دعویٰ کی تقویت ملتی ہے کہ ہندہ کا حمل ناجائز ہے پنچایت نے ہندہ کے شوہر کے بڑے بھائی کا جس کی دیکھ بھال میں عورت رہتی تھی بائیکاٹ کر دیا کہ جب تک اس کے بارے میں کوئی شرعی فتویٰ نہ مل جائے گا ہم اپنا بائیکاٹ جاری رکھیں گے۔ دریافت طلب یہ امور ہیں (۱) کیا ہندہ کا وہ حمل ایسی صورت میں جائز ہے یا ناجائز؟ (۲) اس بارے میں زید کا حلفیہ بیان قابل تسلیم ہوگا یا نہیں؟ (۳) پنچایت کا ہندہ کے شوہر کے بڑے بھائی کا بائیکاٹ درست ہے یا نہیں؟ (۴) ہندہ پر اس کے حمل کے ناجائز ہونے کا الزام لگانا درست ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو الزام لگانے والوں کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟ (۵) اگر عورت

نے اپنے حمل کے بارے میں اپنے میکے والوں سے کہا ہو کہ یہ حمل میرے شوہر کا نہیں ہے بلکہ فلاں کا ہے تو اس کا یہ قول معتبر ہے یا نہیں ؟

الجواب بعون الملک الوھاب (۱) صورت مستفسرہ میں ہندہ کا حمل مذکور جائز ہے اور شرعاً اس کے شوہر کا ہے شرح وقایہ جلد ثانی ص۱۴۲ میں ہے ثبت نسب من ولد فی وقت بین الوفاۃ و بین سنتین یعنی جو لڑکا شوہر کی وفات کے بعد دو سال کے اندر پیدا ہوا وہ لڑکا ثابت النسب یعنی متوفی شوہر کا ہوگا اسی طرح ھدایہ اور فتح القدیر میں ہے لیکن اگر عورت نے چار مہینہ دس دن بعد عدت گذرنے کا اقرار کیا پھر وقت اقرار سے چھ ماہ پر بچہ پیدا ہوا تو وہ لڑکا متوفی شوہر کا نہ ہوگا اور اگر وقت اقرار سے چھ مہینہ سے کم پر لڑکا پیدا ہوا تو شرعاً وہ لڑکا ثابت النسب یعنی متوفی شوہر کا ہوگا اور عدت گذرنے کے بارے میں عورت کا اقرار غلط مانا جائے گا جیسا کہ فتاوی قاضی خاں میں ہے ان اقرت بانقضاء العدۃ بعد زمان تنقضی فیہ العدۃ ثم ولدت لستۃ اشھر من وقت الاقرار لایثبت نسبہ من الزوج وان ولدت لاقل من ذلک یثبت النسب وتبطل اقرارھا اور فتاوی عالمگیری جلد اول مطبوعہ مصر ص۴۷۹ میں ہے لومات عنھا قبل الدخول او بعدہ ثم جاءت بولد من وقت الوفات الی سنتین یثبت النسب منہ وان جاءت بہ لاکثر من سنتین من وقت الوفاۃ لایثبت النسب ھذا کلہ اذا لم تقر بانقضاء العدۃ وان اقرت وذلک فی مدۃ تنقضی فی مثلھا العدۃ ثم جاءت بہ لاقل من ستۃ اشھر من وقت الاقرار یثبت النسب والا فلا انتھی ملخصا۔ وھو تعالیٰ اعلم۔ (۲) زید کا حلفیہ بیان کہ حمل ناجائز ہے یا یہ بیان کہ عورت نے حمل کے ناجائز ہونے کا اشارہ کیا ہے عندالشرع ہرگز قابل تسلیم نہیں۔ (۳) کسی مسلمان کے بارے میں بدگمانی کرنا حرام ہے پنچایت کا بلاوجہ شرعی صرف ایک شبہہ کی بنا پر ہندہ کے شوہر کے بڑے بھائی کا بائیکاٹ کرنا ہرگز جائز نہیں قرآن کریم پارہ ۲۶ سورۂ حجرات میں ہے یا ایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیراً من الظن ان بعض الظن اثم اور حدیث شریف میں ہے ظن المؤمنین خیرا۔ وھو تعالیٰ اعلم (۴) ہندہ پر اس کے حمل کے ناجائز ہونے کا الزام لگانا ہرگز ہرگز درست نہیں الزام لگانے والے سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہیں ان پر توبہ لازم ہے وھو تعالیٰ اعلم (۵) عورت کا یہ قول کہ حمل میرے شوہر کا نہیں ہے بلکہ فلاں کا ہے صورت مسئولہ میں ہرگز معتبر نہیں اگر حقیقۃً حمل ہونا ثابت ہوتا

تو لڑکا ثابت النسب ہوتا۔ ہاں اگر لڑکا شوہر کے انتقال کے دو سال بعد پیدا ہوتا تو اس صورت میں ثابت النسب نہ ہوتا لان الولد لا یمکث فی البطن اکثر من سنتین۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۲۶ر جمادی الاخریٰ ۱۳۹۶ھ

مسئلہ از محمد مستقیم، کرشنا نگر (نیپال)

زید نے زینب سے جو ایک عرصہ سے بیوہ تھی شادی کی شادی کے آٹھ مہینے بعد زینب کے بچہ پیدا ہوا اب معلوم یہ کرنا ہے کہ وہ بچہ از روئے شرع کس کا مانا جائے گا جب کہ اکثر عورتوں کا بچہ پیدا ہونے کی میعاد دس یا گیارہ مہینہ اور اکثر کا سات ہی مہینہ ہوتا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب وہ بچہ شرعاً زینب کے شوہر زید کا ہے اس لئے کہ حمل کی مدت کم سے کم چھ ماہ ہے جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری جلد اول مصری ص۴۸۲ میں کافی سے ہے اقل مدۃ الحمل ستۃ اشھر اھ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۳ر صفر المظفر ۹۸ھ

مسئلہ از نبی رحم انصار پوسٹ ومقام اودھا گنج ضلع بستی

ایک عورت کی شادی ہوئی۔ بچہ بھی پیدا ہوا پھر کچھ دنوں کے بعد شوہر اول نے طلاق دے دی طلاق کے بعد تقریباً ڈیڑھ سال پر اس نے دوسری شادی کر لی۔ دوسرے شوہر کے یہاں تقریباً ساڑھے چھ ماہ پر بچہ پیدا ہوا۔ عورت کہتی ہے کہ نکاح سے پہلے مجھ سے زنا کا گناہ ہوا تھا یہ بچہ دوسرے کا ہے تو اس معاملہ میں شرع کا کیا حکم ہے؟ عورت مذکور کا دوسرا نکاح شرعاً درست ہوا تھا یا نہیں؟

الجواب صورت مستفسرہ میں عورت مذکور نے اگر عدت گذرنے کے بعد دوسرا نکاح کیا ہے تو وہ نکاح شرعاً منعقد ہو گیا اور لڑکا اگر نکاح کے بعد چھ ماہ سے زائد پر پیدا ہوا جیسا کہ سوال میں مذکور ہے تو وہ لڑکا شرع کے نزدیک شوہر ثانی کا ہے اور عورت کا یہ کہنا کہ بچہ دوسرے کا ہے شرعاً غلط ہے اس لئے کہ حمل کی مدت کم سے کم چھ ماہ ہے شرح وقایہ جلد دوم مجیدی ص۱۴۵ میں ہے اکثر مدۃ الحمل سنتان واقلھا ستۃ اشھر۔ یعنی حمل کی مدت زیادہ سے زیادہ دو سال ہے اور کم سے کم چھ ماہ ہے اور درمختار مع شامی ص۶۳۹ میں ہے۔ اقلھا ستۃ اشھر اجماعاً۔ یعنی تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ

حمل کی مدت کم سے کم چھ ماہ ہے۔ اور ہدایہ جلد ثانی صفحہ ۴۰۹ میں ہے ان جاءت به لستة اشهر فصاعدا یثبت نسبه منه یعنی اگر عورت چھ یا چھ ماہ سے زائد پر لڑکا لائے تو شرعاً لڑکا اسی شخص کا ہے کہ عورت جس کے نکاح میں ہے اور فتاوی عالمگیری جلد اول مصری صفحہ ۴۷۹ میں ہے۔ اذا تزوج الرجل امرأة فجاءت بالولد لاقل من ستة اشهر منذ تزوجها لم یثبت نسبه وان جاءت به لستة اشهر فصاعدا یثبت نسبه منه۔ یعنی مرد نے کسی عورت سے نکاح کیا تو وہ عورت نکاح کے وقت سے چھ مہینے سے کم پر لڑکا لائی تو وہ لڑکا ثابت النسب نہ ہوگا۔ (یعنی شوہر کا نہیں مانا جائے گا) اور اگر چھ یا چھ ماہ سے زیادہ پر لائی تو شرع کے نزدیک وہ لڑکا شوہر کا ہے۔ فتاوی قاضی خاں جلد اول صفحہ ۵۴۹ پر ہے۔ ان ولدت لستة اشهر من وقت نکاح الثانی فالولد للثانی۔ یعنی اگر نکاح ثانی کے بعد چھ مہینہ پر بچہ پیدا ہوا تو بچہ شوہر ثانی کا ہے اور اگر عورت سے زنا سرزد ہوا جیسا کہ مستفتی نے لکھا ہے تو عورت کو توبہ کرایا جائے نماز پڑھنے کی تاکید کی جائے اور دیگر کار خیر مثلاً قرآن خوانی اور میلاد شریف وغیرہ کرنے کی تلقین کی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۳۰ رجب ۱۳۸۹ھ

مسئلہ

از علی رضا مقام جموہنا۔ ضلع بستی

ہندہ کنواری کا نکاح ۱۶ مئی ۷۸ء کو زید کے ساتھ ہوا اور وہ اپنے سسرال گئی اکتوبر ۷۸ء کے آخری ہفتہ میں ہندہ کے صحیح وسالم زندہ بچہ پیدا ہوا تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ عند الشرع بچہ زید کا مانا جائے گا یا نہیں؟ اور دوبارہ نکاح کئے بغیر زید ہندہ کو رکھ سکتا ہے یا نہیں؟ اور جس مولوی نے ہندہ کا نکاح پڑھا وہ عند الشرع مجرم ہے یا نہیں؟

الجواب

صورت مستفسرہ میں بچہ مذکور شرعاً زید کا نہیں اس لئے کہ نکاح کے بعد وہ چھ ماہ سے کم پر پیدا ہوا اور حمل کی مدت کم سے کم چھ ماہ ہے لقوله تعالیٰ وحمله وفصاله ثلثون شهرا (پ ۲۶ ع ۲) ثم قال وفصاله فی عامین (پ ۲۱ ع ۱۱) فبقی للحمل ستة اشهر۔ اور دوبارہ نکاح کے بغیر زید ہندہ کو رکھ سکتا ہے لانه صح نکاح حبلی من زنا کما فی الکتب الفقهية۔ اور جب نکاح صحیح ہے تو زانیہ حاملہ کا نکاح پڑھانے والا عند الشرع مجرم نہیں لیکن اگر ایسے شخص کے ساتھ نکاح ہوا کہ جس کے زنا کا حمل نہیں تو جب تک کہ بچہ نہ پیدا ہو جائے اسے زانیہ حاملہ سے وطی کرنا جائز نہیں

اگر ایسے شخص نے اس حالت میں وطی کی تو توبہ کرے لقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا یحل لامرئ یؤمن باللہ والیوم الاٰخر ان یسقی ماءہ زرع غیرہ۔ رواہ ابوداؤد والترمذی۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ جلال الدین احمد امجدی
۸ رصفر المظفر ۱۳۹۹ھ

مسئلہ

از لیاقت علی دیوریاوی متعلم فیض الرسول براؤں شریف ضلع بستی

زید کی شادی زینب سے ہوئی جو زید کے گھر آتی جاتی رہی اس کے بعد زید ۱۲ ررجب ۹۶ھ کو باہر چلا گیا اور یکم رجب ۹۷ھ کو واپس ہوا تو کیا دیکھتا ہے کہ زینب حاملہ ہے تو زید کو شک ہوا کہ یہ حمل میرا نہیں ۱۱ ررجب ۹۷ھ کو زید نے اپنی بیوی سے پوچھا کہ حمل کس کا ہے بہت پوچھنے کے بعد زینب نے کہا یہ حمل دوسرے کا ہے۔ جب زید نے اتنی بات سنی تو اس کو غصہ آگیا۔ پھر زینب نے کہا مجھ سے غلطی ہوگئی میں توبہ کرتی ہوں پھر آئندہ ایسی غلطی نہیں ہوگی۔ زید نے زینب کو توبہ کرائی۔ ۱۲ ررجب ۹۷ھ کو زینب کے پیٹ سے ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ اس کے بعد پھر زید نے اپنی بیوی سے پوچھا یہ لڑکی کس کی ہے؟ اس کا نام بتادو۔ زینب نے کہا یہ لڑکی آپ کی ہے خدا کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ یہ لڑکی آپ ہی کی ہے کسی دوسرے کی نہیں ہے۔ میں نے آپ کے ڈر کی وجہ سے کہدیا تھا کہ یہ دوسرے کی لڑکی ہے۔ اور نہ زینب کے زنا کرنے کی گواہی مل رہی ہے۔ لہذا زید اس صورت میں کس بات پر عمل کرے؟ اور اگر زنا ثابت ہوجائے تو ایسی عورت کو اپنی صحبت میں رکھنا کیسا ہے؟ اس کو چھوڑ دینے میں بھلائی ہے یا رکھنے میں؟

الجواب

فتاویٰ عالمگیری جلد اول صـ ۴۸۲ میں ہے اکثر مدۃ الحمل سنتان۔ یعنی حمل کی مدت دو سال تک ہے لہذا زینب سے زنا سرزد ہوا ہو یا نہ ہوا ہو بہر صورت وہ لڑکی زید کی ہے۔ ہاں اگر زینب زنا کا اقرار کرے یا چار عادل گواہوں سے زنا ثابت ہو تو زینب کو علانیہ توبہ واستغفار کرایا جائے اور اس صورت میں شوہر جو اپنے لئے بہتر سمجھے وہ کرے یعنی اپنے ساتھ رکھے تو جائز ہے اور طلاق دے کر اپنے سے الگ کردے تو بھی شرعاً کوئی مواخذہ نہیں۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد امجدی
۶ رذوالقعدہ ۱۳۹۷ھ

مسئلہ از محمد عمران انصاری معرفت عبدالرؤف صاحب شو شاپ گاندھی بازار۔ نرساہ جتی ضلع دھنباد

زید نے اپنی بیوی ہندہ کو تین طلاقیں دیدیں۔ عدت کے دوران پتہ چلا کہ ہندہ حمل سے ہے جب کہ زید کا دعویٰ ہے کہ حمل اس کا نہیں ہے۔ اب شرعی قوانین کے مطابق زید کے لئے کیا حکم ہے؟

(۲) زمانۂ حمل کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ کتنا ہے؟

الجواب اللھم ھدایۃ الحق والصواب جب کہ ختم عدت سے پہلے حمل ظاہر ہوا تو عورت کی عدت وضع حمل ہے۔ اور اگر وقت طلاق سے دو سال یا اس سے کم پر لڑکا پیدا ہوا تو وہ طلاق دینے والے شوہر کا ہے اس کا انکار کرنا بالکل غلط ہے عند الشرع ہرگز مسموع۔ زمانۂ حمل وضع حمل اور بچہ کی پرورش وغیرہ کا سب خرچ زید پر واجب ہے۔ اور زید کی موت کے بعد بچہ اس کی جائداد کا وارث بھی ہوگا۔ قال اللہ تعالیٰ واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن (پ ۲۸ سورۂ طلاق) اور فتاویٰ عالمگیری جلد اول مطبوعہ مصر صفحہ ۴۷۲ میں ہے عدۃ الحامل ان تضع حملھا کذا فی الکافی سواء کانت حاملا وقت وجوب العدۃ او حبلت بعد الوجوب کذا فی فتاویٰ قاضی خاں۔ و سواء کانت عن الطلاق او وفاۃ او متارکۃ او وطئ بشبھۃ کذا فی النھر الفائق۔ اور اسی کتاب اسی جلد کے صفحہ ۴۷۹ میں ہے لو طلقھا بعد الدخول ثم جاءت بولد یثبت النسب الی سنتین وتنقضی العدۃ بہ۔ پھر اسی کتاب اسی جلد کے صفحہ ۴۹۵ میں ہے لو وجبت العدۃ علی المرأۃ فادعت انھا حامل کان لھا النفقۃ من وقت الطلاق الی ان تنقضی عدتھا کذا فی فتاویٰ قاضی خان اھ ملخصاً وھو تعالیٰ اعلم۔ (۲) حمل کا زمانہ کم سے کم چھ ماہ اور زیادہ سے زیادہ دو سال ہے جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری مصری جلد اول صفحہ ۴۸۲ میں ہے اکثر مدۃ الحمل سنتان واقل مدۃ الحمل ستۃ اشھر کذا فی الکافی۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۶ ذوالحجہ سنہ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ از کفایت خاں، مئو گنج ریواں (مدھیہ پردیش)

گذارش ہے کہ ہمارے یہاں ایک ایسی بیوہ کا نکاح ہوگیا ہے کہ جس کے پیٹ میں نکاح سے پہلے بچہ تھا تو نکاح اسی آدمی سے ہوا جس کا پیٹ میں بچہ تھا اور جب نکاح ہوا تھا تو کوئی علامت پیٹ میں بچہ ہونے کی ظاہر نہیں ہوئی تھی مگر جب آٹھ ماہ میں پیدا ہوگیا تو لوگوں نے تہمت و حرامی ہونے کا قرار

دیتے ہیں نیز نکاح پھر سے کروانے و توبہ و کفارہ ادا کرنے کو کہتے ہیں حضور سے گذارش ہے کہ قرآن وحدیث سے صحیح صحیح بتانے کی زحمت فرمائیں؟

الجواب جب کہ بچہ آٹھ ماہ میں پیدا ہوا تو یہ کہنا کہ نکاح سے پہلے پیٹ میں بچہ تھا شرعاً غلط ہے اس لئے کہ نکاح ہونے کے بعد کم از کم چھ مہینے پر لڑکا پیدا ہوگا تو شوہر ہی کا مانا جائے گا اور اگر چھ مہینے سے کم میں پیدا ہوا تو شوہر کا نہیں قرار دیا جائے گا فتاویٰ عالمگیری میں ہے اذا تزوج الرجل امرأة فجاءت بالولد لاقل من ستة اشهر منذ تزوجها لم یثبت نسبه وان جاءت به لستة اشهر فصاعداً ایثبت نسبه کذا فی الهدایة۔ یعنی جب مرد نے کسی عورت سے شادی کی تو اس عورت کو وقت نکاح سے چھ مہینے سے کم میں بچہ پیدا ہوا تو وہ بچہ ثابت النسب نہ ہوگا یعنی شوہر کا نہیں قرار دیا جائے گا۔ اور اگر چھ مہینے یا زیادہ پر پیدا ہوا تو لڑکا اسی شوہر کا ہے یعنی حمل بعد نکاح قرار دیا جائے گا۔ اسی طرح ھدایہ میں ہے اور بہار شریعت حصہ ہشتم ص ۱۳۹ پر ہے کہ "کسی عورت سے زنا کیا پھر اس سے نکاح کیا اور چھ مہینے میں یا زائد میں بچہ پیدا ہوا تو نسب ثابت ہے" یعنی لڑکا حرامی قرار نہیں دیا جائے گا اس لئے کہ حمل کی مدت کم سے کم چھ ماہ ہے جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری، درمختار، اور شرح وقایہ وغیرہ تمام کتب فقہ میں تصریح ہے لہٰذا جو لوگ آٹھ ماہ میں بچہ پیدا ہونے پر عورت پر تہمت لگائے اور لڑکے کو حرامی قرار دیئے وہ لوگ گنہگار ہوئے توبہ کریں اور عورت مرد پر دوبارہ نکاح کرنا، توبہ کرنا اور کفارہ ادا کرنا لازم نہیں۔ ہاں اگر قبل از نکاح زنا کرنے کا اقرار ہو تو ان پر توبہ واستغفار لازم ہے مگر اس صورت میں بھی بچہ کو حرامی نہیں قرار دیا جائے گا۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۵ ر شوال ۱۳۹۸ھ

مسئلہ ۔ از مقصود احمد راعی، صدر جمعیۃ الراعین مہنداول بستی

زید نے آج سے تقریباً ۵ ر سال قبل اپنی شادی ہندہ سے کیا ہندہ رخصت ہو کر زید کے گھر آئی دونوں میاں بیوی کی حیثیت سے رہنے لگے کچھ عرصہ بعد ایک لڑکا مسمّٰی بکر پیدا ہوا بکر کی پیدائش کے تقریباً چار سال بعد ایک لڑکا مسمّٰی خالد پیدا ہوا خالد کی پیدائش کے تقریباً ۳ ر ماہ بعد زید نے اپنی بیوی پر بدچلنی کا الزام لگایا اور کہا کہ چونکہ میں ۳ ر ماہ بیمار رہا اس لئے یہ دوسرا لڑکا خالد حرامی ہے جبکہ

پہلے لڑکے کو اس نے حلالی تسلیم کیا اس الزام کے بعد زید نے اپنی بیوی کو طلاق بھی دے دیا اور صرف پہلے لڑکے کو اپنے ساتھ رکھ لیا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ صرف زید کے کہہ دینے سے کیا خالد پر شرعًا حرامی ہونے کا حکم لگایا جائے گا ہماری برادری اس وقت سخت پریشان ہے کچھ لوگ یہ کہہ رہے ہیں کہ زید نے جب خود اپنی زبان سے حرامی کہا تو یہ حرامی مانا جائے گا اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ فقط زید کے کہہ دینے سے حرامی ہونے کا حکم نہیں دیا جائے گا۔

الجواب صرف زید نہیں بلکہ اگر ساری دنیا کہے تب بھی خالد کو شرعًا حرامی قرار نہیں دیا جا سکتا حدیث شریف میں ہے الولد للفراش یعنی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بچہ اس کا ہے جس کا فراش (یعنی عورت جس کی منکوحہ یا کنیز ہو) لہذا خالد زید کا لڑکا ہے اور زید کی موت کے بعد اس کی جائداد کا وارث۔ زید کے انکار کرنے سے اس کا نسب منتفی نہ ہوگا۔ جب تک کہ لعان نہ ہو اور اگر کسی وجہ سے لعان نہ ہو سکے جب بھی نسب ثابت ہوگا۔ ھکذا قال صدر الشریعۃ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فی الجزء الثامن من بہار شریعت ناقلا عن الفتاوی الھندیۃ۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۹ ذی القعدہ ۹۸ھ

مسئلہ از عظمت علی مہا دیوا بازار ڈاکخانہ بل ٹیکر وایا سرتی نگر۔ ضلع بستی

ہندہ کی شادی ہوئی کچھ دنوں بعد شوہر نے اسے طلاق دے دی۔ پھر ہندہ کی شادی دوسری جگہ ہوئی پھر طلاق ہوئی۔ اب ہندہ اپنے ماں باپ کے پاس رہنے لگی۔ عدت گذر جانے کے آٹھ ماہ بعد ہندہ کو زید نے اپنے گھر بلاکر تیسری جگہ شادی کردی جب کہ زید ہندہ کا بہنوئی بھی ہے۔ ہندہ جب تیسری جگہ پہونچی تو اسی دن پتہ چلا کہ ہندہ کو حمل ہے۔ زید کو بلایا گیا۔ بات دریافت کی گئی۔ ہندہ نے بتایا کہ یہ حمل زید کا ہے بلکہ زید کے سامنے زید ہی سے کہا۔ زید نے لوگوں کے ڈر کی وجہ سے کہا کہ اگر یہ حمل ہمارا ہے تو تم ہمارے ساتھ چلو۔ ہندہ کو زید تیسرے شوہر کے پاس سے لا رہا تھا کہ راستہ ہی سے بھاگ کر ہندہ نیپال چلی گئی اور وہیں اس نے اپنی چوتھی شادی کرلی جب کہ ابھی تیسرے شوہر نے طلاق بھی نہیں دی۔ کچھ عرصہ کے بعد پتہ چلا کہ ہندہ کو بچہ پیدا ہوا زید سے لوگوں نے دریافت کیا تو زید نے کہا کہ لوگوں نے مجھ پر غلط الزام لگایا ہے بلکہ لڑکی نے بھی مجھ پر غلط الزام لگایا ہے۔ بہر حال زید ابھی تک انکار کرتے ہوئے آیا ہے

اور زید کی برادری زید کے ساتھ رشتہ ناتہ اور شادی بیاہ سب کچھ چھوڑ دیا ہے ویسے تو ہندہ نے جہاں چوتھی شادی کی ہے وہاں رہتے ہوئے آٹھ ماہ ختم ہو گئے ہیں۔ یعنی آٹھ ماہ ختم ہونے کے بعد نویں ماہ میں بچہ پیدا ہوا ہے۔ تو کیا ایسی حالت پر الزام لگانا درست ہے اور زید گنہگار ہے؟ اور ایسی صورت میں زید کے ساتھ کھانا پینا شادی بیاہ کے کاموں میں شرکت کرانا جائز ہے کہ نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب صورت مسئولہ میں برصدق مستفتی جب کہ تیسری شادی کے آٹھ ماہ بعد بچہ پیدا ہوا تو وہ حمل ازروئے شرع تیسرے شوہر ہی کا ہے۔ لہذا یہ کہنا غلط ہے کہ ہندہ جب تیسری جگہ پہونچی تو اسی دن پتہ چلا کہ ہندہ کو حمل ہے۔ اور ہندہ کا یہ بیان بھی غلط ہے کہ حمل زید کا ہے حدیث شریف میں ہے الولد للفراش ۔ لہذا زید کا برادری سے بائیکاٹ کرنا غلط ہے۔ برادری پر لازم ہے کہ اس کے ساتھ کھانا پینا اور شادی وغیرہ میں شرکت کرنا جاری کردیں۔ وھو تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۹ر صفر المظفر ۱۴۰۳ھ

مسئلہ از پنچان رائے پور ضلع جون پور

سوال ۲؎ زید اور ہندہ کی شادی ۲۳ر نومبر یعنی ۴ر جمادی الاولیٰ کو ہوئی۔ بعد نکاح اسی وقت ہندہ کی رخصتی ہوئی اور ہندہ زید کے گھر آئی۔ اس کے بعد یکم جون بمطابق ۱۷ر ذی قعدہ کو ہندہ کے لڑکا پیدا ہوا یعنی تقریباً ساڑھے چھ ماہ بعد۔ محلہ کی عورتوں کا کہنا ہے کہ یہ لڑکا پورا نو۹ ماہ کا معلوم ہوتا ہے لڑکے میں کسی قسم کی خامی اور کمزوری نہیں ہے اور نہ پائی جاتی ہے کہ لڑکا چھ یا سات مہینہ کا ہو۔ اس کے بعد محلہ کے پنچوں نے ہندہ کو اللہ و رسول کا واسطہ دے کر پوچھا کہ سچ بتادو یہ لڑکا کس کا ہے تمہارے اوپر کسی قسم کا جبر و دباؤ نہیں ہے۔ اس پر ہندہ نے اپنے میکہ میں ایک غیر مرد کا نام مع ولدیت اور قومیت کے بتایا۔ تب اس کے شوہر نے کئی دن بعد اس سے کہا کہ چلو تم کو تمہارے باپ کے وہاں پہنچادیں تو ہندہ نے اپنے شوہر کے باپ کا نام چند عورتوں کے سامنے بتایا۔ نکاح کے پہلے زید کا باپ رشتہ کی غرض سے ہندہ کے باپ کے یہاں آتا جاتا تھا۔ اور میکے میں جانے سے انکار کر دیا اور یہ کہا کہ یہ لڑکا تمہارے باپ کا ہے۔ اب اس معاملہ میں شرعی حکم کیا ہے اور شرعاً یہ معلوم ہونا چاہئے کہ ہم پنچان کیا کریں۔ سماج میں ہندہ کس طور سے طاہر و پاک ہو کر رہ سکتی ہے؟ نوزائیدہ لڑکے کی پرورش کون کرے کیوں کہ شوہر اب اس کو رکھنے پر راضی نہیں ہے۔

الجواب

(۱) لڑکا مذکور جب کہ نکاح کے چھ ماہ بعد پیدا ہوا تو وہ اس کے شوہر ہی کا ہے۔ اس لئے کہ حمل کی مدت کم سے کم چھ ماہ ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا۔ یعنی کا حمل اور اس کا دودھ چھڑانا کل تیس مہینہ ہے (پارہ ۲۶ ع ۲) علامہ جلال الدین محلی اس آیت کریمہ کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں ستۃ اشہر اقل مدۃ الحمل والباقی اکثر مدۃ الرضاع۔ یعنی حمل کی کم سے کم مدت چھ ماہ ہے اور دو سال دودھ پلانے کی زیادہ سے زیادہ مدت ہے (تفسیر جلالین ص ۴۱۷) اور شرح وقایہ جلد دوم ص ۱۴۵ اور درمختار مع شامی جلد دوم ص ۴۲۲ اور فتاوی عالمگیری مطبوعہ مصر ص ۴۸۲ میں ہے اکثر مدۃ الحمل سنتان واقل مدۃ الحمل ستۃ اشہر۔ یعنی حمل کی زیادہ سے زیادہ مدت دو سال ہے اور حمل کی مدت کم سے کم چھ ماہ ہے۔ لہذا عورت کا یہ بیان کہ لڑکا میرے شوہر کا نہیں ہے بلکہ فلاں کا ہے اللہ و رسول کے نزدیک بالکل غلط ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے الولد للفراش۔ یعنی لڑکا شوہر ہی کا ہے — رہا عورتوں کا یہ بیان کہ لڑکا نو مہینہ کا معلوم ہوتا ہے کوئی وقعت نہیں رکھتا اس لئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے کہ لڑکا کبھی چھ سات مہینے کا تندرست اور توانا ہوتا ہے اور نو ماہ کا لڑکا بہت کمزور ہوتا ہے جیسے کہ چھ سات سال کے بعض لڑکے نو دس سال کے معلوم ہوتے ہیں اور نو دس برس کے بعض لڑکے چھ سات سال کے معلوم ہوتے ہیں۔ لہذا عورتوں کے اس خیال پر کہ لڑکا نو مہینے کا معلوم ہوتا ہے عورت کو ملزم ٹھہرانا اور لڑکا کو ولد الزنا قرار دینا غلط ہے مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ لڑکا اس کے شوہر ہی کا تسلیم کریں۔ اس لئے کہ ولد الزنا قرار دینا قرآن مجید، حدیث شریف اور فقہ کا انکار کرنا ہے۔ جو لوگ اپنی ہٹ دھرمی اور جہالت سے لڑکا کو ولد الزنا قرار دیں اور قرآن و حدیث اور فقہ کو نہ مانیں تاوقتیکہ وہ توبہ نہ کریں مسلمان ان کا بائیکاٹ کریں ورنہ سب گنہگار ہوں گے قرآن مجید میں ہے وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ (پ ۷ ع ۱۴) البتہ اگر زید کو قرائن و علامات سے ظن غالب ہو کہ اس کی بیوی سچ کہتی ہے کہ میرے باپ نے اس کے ساتھ زنا کیا ہے تو زید پر وہ حرام ہو گئی۔ اس صورت میں شوہر پر واجب ہے کہ عورت کو طلاق دے کر اپنے سے الگ کر دے ھکذا فی فتح القدیر۔ وھو اعلم بالصواب۔ — ہندہ اگر زنا کا اقرار کرے تو اسے علانیہ توبہ و استغفار کرایا جائے نماز پڑھنے کی تاکید کی جائے اور میلاد شریف کرنے، مسجد میں لوٹا و چٹائی رکھنے اور غربا و مساکین کو کھانا کھلانے کی تلقین کی جائے کہ یہ چیزیں قبول توبہ میں معاون ہوں گی۔ مگر اس کے اقرار زنا سے لڑکا ولد الزنا نہیں قرار دیا جائے گا لڑکا بہر حال اس کے شوہر ہی کا ٹھہرایا جائے گا جیسا کہ اللہ و رسول کا فرمان جواب میں گذرا ہے — شوہر اگر اس عورت کو رکھنے پر راضی نہیں ہے تو وہ طلاق دے سکتا ہے مگر لڑکا عورت کی پرورش میں سات سال کی عمر تک رہے گا اور پرورش کا خرچ جو پنچان مقرر کریں وہ شوہر ہی کو دینا پڑے گا۔

ھذا ما ظھر لی والعلم بالحق عند اللہ تعالیٰ ورسولہ جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

کتبہ انوار احمد قادری

مسئلہ: مسئولہ مولوی قیام الدین احمد خاں موضع پڑریا پوسٹ لوٹن ضلع بستی

کسی کی منکوحہ عورت اگر اپنے شوہر سے فرار ہو کر کئی سال تک اِدھر اُدھر بھٹکتی رہے پھر اس کو لڑکا پیدا ہو تو وہ شوہر ہی کا قرار دیا جاتا ہے یہ بات لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتی کہ ایسی صورت میں وہ لڑکا شوہر ہی سے پیدا ہوا ہو بہت بعید بات ہے۔ اطمینان بخش جواب تحریر فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

الجواب: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان اس مسئلہ کو سمجھاتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ رب عزوجل نے بچہ پر رحمت کے لئے اثبات نسب میں ادنیٰ، بعید سے بعید اور ضعیف سے ضعیف احتمال پر نظر رکھی کہ آخر امر فی نفسہ عند الناس محتمل ہے قطع کی طرف انھیں راہ نہیں۔ غایت درجہ وہ اس پر یقین کر سکتے ہیں کہ فلاں نے عورت سے جماع کیا۔ اس قدر اور بھی سہی کہ اس کا نطفہ اس کے رحم میں گرا پھر اس سے بچہ اس کا ہونے پر کیونکر یقین ہوا؟ ہزار بار جماع ہوتا ہے نطفہ رحم میں گرتا ہے اور بچہ نہیں بنتا۔ تو عورت جس کے پاس اور جس کے زیر تصرف ہے اس میں بھی احتمال ہی ہے اور شوہر کہ دور ہوا احتمال اس کی طرف سے بھی قائم ہے ممکن ہے کہ وہ طی الارض پر قدرت رکھتا ہو کہ ایک قدم میں دس ہزار کوس جائے اور چلا آئے۔ ممکن کہ جن اس کے تابع ہوں۔ ممکن کہ صاحب کرامت ہو۔ ممکن کہ کوئی عمل ایسا جانتا ہو۔ ممکن کہ روح انسانی کی طاقتوں سے کوئی باب اس پر کھل گیا ہو۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ یہ احتمالات عادۃً بعید ہیں۔ مگر وہ پہلا احتمال شرعاً و اخلاقاً بعید ہے۔ زنا کے پانی کے لئے شرع میں کوئی عزت نہیں تو بچے اولادِ زانی نہیں ٹھہر سکتے اولاً اس کی قرار پانا ایک عمدہ نعمت ہے جسے قرآن عظیم نے بلفظ ہبہ تعبیر کیا کہ یھب لمن یشاء ذکورا اور زانی اپنے زنا کے باعث مستحق غضب و سزا ہے نہ کہ مستحق ہبہ و عطا لہذا ارشاد ہوا وللعاھر الحجر زانی کے لئے پتھر تو اگر اس احتمال بعید از روئے عادت کو اختیار نہ کریں۔ بے گناہ بچے ضائع ہو جائیں گے کہ ان کا کوئی باپ مربی معلم پرورش کنندہ نہ ہوگا۔ لہذا ضرور ہوا کہ دو احتمال باتوں میں کہ ایک کا احتمال عادۃً قریب اور شرعاً و اخلاقاً بہت بعید سے بعید۔ اور دوسری کا احتمال عادۃً بعید اور شرعاً و اخلاقاً بہت قریب سے قریب۔ اسی احتمال ثانی کو ترجیح بخشیں۔ اور بُعد عادی

کے لحاظ سے بُعد شرعی و اخلاقی کو کہ اس سے بدرجہا بدتر ہے اختیار نہ کریں اس میں کونسا خلاف عقل و درایت ہے بلکہ اس کا عکس ہی خلاف عقل و شرع و اخلاق و رحمت ہے۔ لہٰذا عام حکم ارشاد ہوا کہ الولد للفراش وللعاہر الحجر لہٰذا اگر زید اقصٰی مشرق میں ہے اور ہندہ منتہائے مغرب میں اور بذریعۂ وکالت ان میں نکاح منعقد ہوا ان میں بارہ ہزار میل سے زیادہ فاصلہ اور صدہا دریا پہاڑ سمندر حائل ہیں اور اسی حالت میں وقت شادی سے چھ مہینے بعد ہندہ کے بچہ ہوا بچہ زید ہی کا ٹھہرے گا۔ اور مجہول النسب یا ولد الزنا نہیں ہو سکتا در مختار میں ہے قد اکتفوا بقیام الفراش بلا دخول کتزوج المغربی بمشرقیۃ بینہما سنۃ فولدت لستۃ اشہر مذ تزوجھا لتصور ہ کرامۃ و استخداما فتح۔ رد المحتار میں ہے قولہ بلا دخول المراد نفیہ ظاہرا والا فلابد من تصورہ و امکانہ فتح القدیر میں ہے والتصور ثابت فی المغربیۃ لثبوت کرامات الاولیاء والاستخدامات فیکون صاحب خطوۃ او جنی صحیحین میں ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے کان عتبۃ بن ابی وقاص (ای الکافر المیت علی کفرہ) عہد الی اخیہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ ان ابن ولیدۃ زمعۃ منی فاقبضہ الیک (ای کان زنی بہا فی الجاہلیۃ فولدت فاوصی اخاہ بالولد) فلما کان عام الفتح اخذہ سعد فقال انہ ابن اخی وقال عبد ابن زمعۃ اخی ابن ولیدۃ ابی ولد علی فراشہ فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ھو لک یا عبد بن زمعۃ الولد للفراش وللعاہر الحجر وفی روایۃ وھو اخوک یا عبد بن زمعۃ من اجل انہ ولد علی فراش ابیک اھ مختصرا مزیدا ما بین الھلالین۔ (احکام شریعت حصہ دوم ص ۱۸۹)

وھو تعالٰی اعلم بالصواب۔

کتبہ
انوار احمد قادری
فاضل فیض الرسول براؤں شریف

بَابُ النّفقة

نفقہ کابیان

مسئلہ از مہر علی ساکن پورینہ ضلع بستی

زید نے اپنی بیوی ہندہ کے ساتھ تقریبًا ۱۲ ر بجے دن میں بکر کو جو غیر محرم تھا اپنے مکان میں پایا دراںحالیکہ بکر کھڑا تھا۔ معلوم نہیں کہ بکر ہندہ کے ساتھ کتنے عرصہ سے تھا۔ اتفاقًا اسی روز مکان پر زید اور اس کے گھر والوں میں سے کوئی نہ تھا۔ عرصہ کے بعد زید کہیں سے آیا یہ حرکت شنیعہ دیکھا فورًا بکر مکان سے نکل کر چلا گیا تو زید نے اسی وقت اپنی بیوی ہندہ کو مکان سے نکال دیا پھر چند روز کے بعد اپنی بیوی کو طلاق مغلظہ دے دی۔ ایسی حالت میں زید کو تین حیض تک نان ونفقہ دینا ہوگا یا نہیں؟ اور مہر پورا دینا پڑے گا یا نہیں؟ اور بکر کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب صورت مسئولہ میں زید پر عورت کے زمانۂ عدت کا نفقہ لازم ہے فتاوی عالمگیری جلد اول مصری صـ۴۹۲ میں ہے المعتدة عن الطلاق تستحق النفقة والسکنی کذا فی فتاوی قاضی خاں۔ اور بہار شریعت میں ہے کہ جس عورت کو طلاق دی گئی ہے بہر حال عدت کے اندر نفقہ پائے گی اھ۔ اور زید پر پورے مہر کی ادائیگی بھی لازم ہے۔ اور بکر نامحرم عورت کے ساتھ تنہائی اختیار کرنے کے سبب سخت گنہگار ہوا علانیہ توبہ واستغفار کرے۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۶ ر ربیع الآخر ۱۳۹۷ھ

مسئلہ از ایم۔ اے مرزا ۱۷۲۔ اے۔ ڈی۔ سی روڈ قاضی بلڈنگ ماہم بمبئی ۱۶

(۱) علاؤالدین کی زوجہ رئیسہ خاتون عرصہ دو سال سے اپنے شوہر سے علیحدگی اختیار کرکے اپنے

میکہ جابیٹھی ہے اور نہ تو وہ طلاق لینا چاہتی ہے اور نہ ہی وہ علاؤالدین کے گھر آکر اس کے ساتھ ازدواجی زندگی گذارنا چاہتی ہے بلکہ وہ علیحدہ رہ کر اپنا نان ونفقہ طلب کرتی ہے۔ تو کیا ایسی صورت میں علاؤالدین پر رئیسہ خاتون کا نان ونفقہ واجب ہے؟ (۲) مذکورہ رئیسہ خاتون سے علاؤالدین کے چار بچے ہیں جو ۱۹؍ اور ۵½ سال کی عمر کے درمیان ہیں۔ وہ بچے نہ اپنی ماں کے پاس رہنا چاہتے ہیں اور نہ اس سے ملنا چاہتے ہیں۔ رئیسہ خاتون کا اصرار ہے کہ علاؤالدین ان بچوں کو ہر پندرہ یوم پر ایک بار لاکر اس سے ملاقات کروا دیا کرے۔ تو کیا شرعاً علاؤالدین پر بچوں کو لے جاکر ہر پندرہ یوم میں ان کی ماں سے ملانا واجب ہے؟

الجواب (۱) طلاق واقع کرنے کے لئے عورت کا طلاق چاہنا ضروری نہیں ہے۔ لہذا اگر علاؤالدین چاہے تو اپنی بیوی رئیسہ خاتون کو طلاق دے سکتا ہے اگرچہ وہ طلاق لینا نہیں چاہتی ہے۔ اور رئیسہ خاتون جو اپنے میکے جابیٹھی ہے اور شوہر کے یہاں آنے سے انکار کرتی ہے تو اس کی دو صورتیں ہیں۔ اگر وہ کہتی ہے کہ جب تک مہر معجل نہیں دو گے نہیں جاؤں گی تو میکے میں رہتے ہوئے بھی اس صورت میں وہ نفقہ کی مستحق ہے۔ اور اگر علاؤالدین مہر معجل ادا کرچکا ہے یا مہر معجل تھا ہی نہیں یا رئیسہ خاتون مہر معاف کرچکی ہے تو ان تمام صورتوں میں جب تک کہ وہ شوہر کے مکان پر نہ آئے شوہر پر اس کا نان ونفقہ واجب نہیں فتاویٰ عالمگیری جلد اول مطبوعہ مصر صفحہ ۴۸۵ میں ہے۔

ان كان الزوج قد طالبها بالنقلة فان لم تمتنع عن الانتقال الى بيت الزوج فلها النفقه فاما اذا امتنعت عن الانتقال فان كان الامتناع بحق بان امتنعت لتستوفي مهرها فلها النفقة واما اذا كان الامتناع بغير حق بان كان اوفاها المهر او كان المهر مؤجلا او وهبته منه فلا نفقة لها كذا في المحيط اھ۔ وهو تعالٰى اعلم۔ (۲) صورت مسئولہ میں علاؤالدین پر ہر پندرہ یوم میں بچوں کو لے جاکر ان کی ماں رئیسہ خاتون سے اس کے میکہ میں ملاقات کرانا شرعاً واجب نہیں۔ البتہ ماں اور بچے اگر ایک دوسرے سے ملنا چاہیں تو علاؤالدین ان کو منع نہ کرے۔ هذا ما عندي وهو تعالٰى ورسوله الاعلٰى اعلم۔

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۲۹؍ ربیع الآخر ۱۴۰۲ھ

مسئلہ از ہندہ بنت جھینگر ساکن بائیتال پوسٹ بھان پور خاص ضلع بستی

ہندہ کی عمر ۳۵، ۳۶ ؍سال کے قریب ہے اور وہ دو بچوں کی ماں بھی ہے لڑکوں کی عمر ۱۵۔ ۲۰

سال کے قریب ہے ایسی حالت میں اس کے شوہر زید نے اس کو طلاق رجعی دے دی۔ قبل از طلاق عرصہ دو سال سے ہندہ کو زید خرچہ وغیرہ کچھ نہیں دیتا تھا چونکہ یہ بمبئی میں ملازم ہے اس لئے ہندہ ہمیشہ قرضہ لے کر اوقات زندگی بسر کرتی تھی جب روپیہ اس کا آتا تھا تو قرض ادا کر دیتی تھی۔ حسب دستور قرض لے لے کر ہندہ نباہ کرتی تھی ادھر دو سال سے زید نے ہندہ کو خرچہ دینا بالکل بند کر دیا جب دو سال بعد بمبئی سے واپس آیا تو آتے ہی ہندہ کو طلاق دے کر نکال دیا۔ قریب ایک ماہ سے یہ اپنے میکے میں مقیم ہے ضروری طلب امر یہ ہے کہ

قرضہ لے کر ہندہ اور اس کے بچوں نے جو کھایا اس کا ادا کرنا زید پر واجب ہے یا نہیں؟

(۲) جو زیورات ہندہ کو نکاح میں سسرال کی طرف سے ملے ہیں اس پر طلاق کے بعد ملکیت زید کی ہے یا ہندہ کی؟ (۳) قرض اور عدت کے خرچہ پر ہندہ عدالتی کارروائی کر سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب ــــــــ زید کے قیام بمبئی کے زمانہ میں اگر ہندہ زید کی اجازت سے قرض لے کر اپنے اخراجات چلاتی تھی یا ہندہ کے قرض لینے کا زید کو علم ہوتا تھا مگر اسے منع نہ کرتا تھا تو زید پر پورے قرض کی ادائیگی واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (۲) زید نے اگر ان زیورات کو صرف استعمال کرنے کے لئے دیا تھا تو وہ زید کی ملکیت ہے اور اگر ہندہ زید کے مالک بنا دینے سے زیورات استعمال کر رہی تھی تو اب وہ ہندہ کی ملک ہے واللہ تعالیٰ اعلم (۳) قرض کے لئے بشرائط مذکور نیز نفقۂ عدت کے لئے حکام کی طرف رجوع کر سکتی ہے واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۲۱ ربیع الآخر ۱۳۸۲ھ

فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد صاحب قبلہ امجدی کی دیگر اہم تصنیفات

فتاویٰ فیض الرسول جلد اول، انوار الحدیث، عجائب الفقہ (فقہی پہیلیاں) خطبات محرم، حج و زیارت، بزرگوں کے عقیدے اور تعظیم نبی وغیرہ کا بھی ضرور مطالعہ کریں۔

کتاب الایمان

قسم اور نذر کا بیان

مسئلہ از ہارون رشید سائکل دوکان مہراج گنج۔ ضلع بستی

زید کہتا ہے کہ قرآن کی قسم شرعی نہیں ہے۔ لہذا قرآن کی قسم شرعی ہے یا نہیں؟ تحریر فرمائیں۔

الجواب قرآن کی قسم پہلے متعارف نہ تھی اس لئے شرعی نہ تھی جیسا کہ صاحب ھدایہ نے اس کی تعلیل میں فرمایا لانہ غیر متعارف لیکن اب اس کی قسم متعارف ہے اس لئے قرآن پاک کی قسم بھی جمہور کے نزدیک شرعی قسم ہے اور اس پر شرعی قسم کے احکام مرتب ہوں گے عمدۃ الرعایہ، درمختار اور فتح القدیر میں ہے لا یخفی ان الحلف بالقرآن الآن متعارف فیکون یمینا اھ اور فتاوی عالمگیری میں ہے قال محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فی الاصل لو قال والقرآن لا یکون یمینا ذکرہ مطلقا والمعنی فیہ وھو ان الحلف بہ لیس بمتعارف فصار کقولہ وعلم اللہ وقد قیل ھذا فی زمانھم اما فی زماننا فیکون یمینا وبہ ناخذ ونامر و نعتقد و نعتمد وقال محمد بن مقاتل الرازی لو حلف بالقرآن یکون یمینا وبہ اخذ جمہور مشائخنا رحمھم اللہ تعالیٰ کذا فی المضمرات اھ اور حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں "قرآن کی قسم، کلام اللہ کی قسم" ان الفاظ سے بھی قسم ہو جاتی ہے انتہی بالفاظہ (بہار شریعت ص۱۹ ج۹) وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۲۹ رجب المرجب ۹۹ھ

مسئلہ از عبدالرحمٰن عبدالحبیب صدر جماعت جوناگڈھ (گجرات)

جماعت کے قبرستان کو جماعت کا پریسیڈنٹ اگر اپنی ذاتی ملکیت بتائے تو ایسے پریسیڈنٹ کے لئے کیا حکم ہے ایسا شخص پریسیڈنٹ رکھنے کے قابل ہے یا نہیں اور اگر پریسیڈنٹ جھوٹ قسم کھائے یا قرآن کو بیچ میں رکھ کر کسی بات کو بولا ہو اور اس کے خلاف کیا ہو تو اس کے لئے کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

الجواب صورت مستفسرہ میں اگر حقیقت میں صدر جماعت کے قبرستان کو اپنی ملکیت سمجھتا ہے اور اس کی آمدنی کو اپنی ذات پر صرف کرتا ہے تو یہ جائز نہیں اور ایسا شخص صدر رکھنے کے قابل نہیں۔ لیکن صدر نے اگر کسی جھگڑنے والے کی سخت کلامی کے جواب میں کہہ دیا کہ قبرستان میری ملکیت ہے مگر حقیقت میں اسے اپنی ملکیت نہیں سمجھتا تو اتنی سی بات پر وہ صدارت سے نہیں اتارا جائے گا ـــــ کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کی قسم کھانے پھر اس کے خلاف کرنے سے کفارہ لازم آتا ہے۔ قرآن مجید پارہ ۷ رکوع ۲ میں ہے:

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم جل جلالہ وصلی المولیٰ تعالیٰ علیہ وسلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۵ رجمادی الاولیٰ ۹۰ھ

مسئلہ از اورنگ زیب انصاری خلیل بیٹھی چال۔ مجگاؤں۔ بمبئی ۱۰

زید نے ایک عورت سے زنا کرانے پر قسم کھلوایا ہے۔ اب وہ زنا کرنا نہیں چاہتا اور اس عورت کی طرف سے خود کفارہ ادا کرنا چاہتا ہے اس کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے۔

الجواب عورت پر لازم ہے کہ وہ قسم توڑ کر کفارہ ادا کرے۔ دس مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کھانا کھلائے جیسا کہ وہ خود کھاتی ہے۔ یا ان کو اوسط درجہ کا کپڑا پہنائے۔ اور اگر ان کاموں کی استطاعت نہ ہو تو پے در پے تین روزے رکھے جیسا کہ پ ۷ ع ۲ میں ہے فکفارتہ اطعام عشرۃ مساکین من اوسط ما تطعمون اھلیکم او کسوتھم او تحریر رقبۃ فمن لم یجد فصیام ثلثۃ ایام۔
اور زید اگر اس عورت کی طرف سے خود کفارہ ادا کرنا چاہتا ہے تو بہتر صورت یہ ہے کہ کفارہ کی ادائگی بھر روپیہ

اس عورت کو دیدے۔ وہ غربار و مساکین پر خود صرف کرے۔ اور اگر زید اپنے ہاتھوں ہی سے کفارہ دینا چاہتا ہے تو اس عورت کی اجازت ضروری ہے ورنہ ادا نہ ہوگا۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ

جلال الدین احمد الامجدی

۱۱ر ذی قعدہ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ از اوج محمد چھاؤنی بازار ضلع بستی

زید نے اپنی بیوی ہندہ سے خوش طبعی میں صلح کے وقت قسم کھالیا تھا کہ اب میں تم کو ماروں پیٹوں گا نہیں۔ ہندہ کی چند غلطیوں پر زید نے ہندہ کو مارا پیٹا۔ لہٰذا صورت مذکورہ میں قسم ٹوٹی یا نہیں؟ اگر قسم ٹوٹی تو اس کا کفارہ کیا ہے؟

مستقبل میں ہونے والی باتوں پر بغیر جانے ہوئے قسم کھالینے والے پر شرع کا کیا حکم ہے؟

الجواب زید نے اگر ایسے لفظوں کے ساتھ قسم کھائی تھی جو عند الشرع قسم ہے پھر اس کے خلاف کیا یعنی اپنی قسم توڑ دی تو اس پر کفارہ لازم ہوگیا۔ قسم کا کفارہ یہ ہے کہ غلام آزاد کرے یا دس مسکینوں کو صبح شام دونوں وقت پیٹ بھر کھانا کھلائے یا ان کو کپڑا پہنائے یعنی یہ اختیار ہے کہ ان تینوں باتوں میں سے جو چاہے کرے اور اگر ان تینوں میں سے کسی ایک پر بھی قادر نہ ہو تو پے درپے تین روزے رکھے جیسا کہ پارہ ہفتم رکوع اول میں ہے۔ فکفارتہ اطعام عشرۃ مساکین من اوسط ما تطعمون اھلیکم او کسوتھم او تحریر رقبۃ فمن لم یجد فصیام ثلثۃ ایام ط اور در مختار میں ہے وکفارتہ تحریر رقبۃ او اطعام عشرۃ مساکین او کسوتھم بما یستر عامۃ البدن وان عجز عنھا کلھا وقت الاداء صام ثلثۃ ایام ولاء اھ ملخصا۔ اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے فان لم یقدر علیٰ احد ھٰذہ الاشیاء الثلثۃ صام ثلثۃ ایام متتابعات کذا فی السراج الوھاج اھ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ

جلال الدین احمد الامجدی

۲۶ر صفر المظفر ۱۴۰۰ھ

مسئلہ از منشی مقبول حسین جنرل مرچینٹ فاضل نگر دیوریا۔

زید جو کہ ایک مدرسہ کا مدرس تھا مدرسہ کے مطبخ کی نظامت اس کے سپرد تھی زید اپنی نظامت کے دوران مطبخ سے چاول دال لکڑی پیسہ وغیرہ چوری کرکے اپنے گھر بھیجتا رہا اتفاقاً چوری کی خبر اراکین مدرسہ تک پہنچی اس بنا پر زید مدرسہ سے فرار ہوگیا بکر جو کہ اراکین مدرسہ سے ہے زید کے چچا سے کہا کہ حافظ صاحب مدرسہ سے اتنا سامان لے کر فرار ہیں ان سے کہدیں وہ آکر بچوں کو پڑھائیں ورنہ میں ان کے خلاف پرچہ شائع کروا دوں گا اور اگر میں ایسا نہ کروں تو اسلام سے خارج ہوجاؤں لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ بکر نے جو قسم کھائی اس کے لئے شرع کا کیا حکم ہے ؟

الجواب بکر کا قول عند الشرع قسم ہے۔ لہٰذا حافظ مذکور کے مدرسہ میں آکر نہ پڑھانے کی صورت میں اگر اس نے حافظ کے خلاف پرچہ نہ شائع کیا تو اس پر قسم کا کفارہ لازم ہوگا۔ فتاویٰ عالمگیری جلد دوم صفحہ ۵۰ میں ہے لو قال ان افعل کذا فھو یھودی او نصرانی او مجوسی او بریٔ من الاسلام فھو یمین استحسانا کذا فی البدائع۔ حتی لو فعل ذلک الفعل یلزمہ الکفارۃ اھ تلخیصاً۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ

۷ر ذوالقعدہ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ از شکیل احمد خاں معرفت عبد الغنی اوشا انجینرنگ جی ٹی روڈ۔ درگا پور

زید بچپن سے اپنے چچا کے یہاں رہتا ہے اور چچا زاد بہن سے شادی ہونے کی بھی بات ہے لیکن ہوگی یا نہیں یہ صحیح طور پر نہیں کہا جاسکتا ہے لہٰذا زید سے کچھ غلطیاں سرزد ہوگئیں ہیں جب اس کی خبر زید کی چچی کو اس کی چچا زاد بہن ہی کے ذریعہ پہونچی تو چچی نے زید سے پوچھا کہ واقعی تم نے ایسا کیا ہے تو اس نے کہا کہ "میں قرآن شریف اٹھا سکتا ہوں یہ سب الزام ہے " تو کیا یہ قسم میں شمار ہوگا ؟ حالانکہ جس وقت اس نے یہ جملہ کہا تھا اسی وقت خدا اور رسول کا خوف اس کے دل میں تھا وہ خدا سے ڈرتے ہوئے اور معافی مانگتے ہوئے اس جملے کو کہا تھا اس کے دل میں یہ بھی تھا یا اللہ میں آیندہ کے لئے توبہ کرتا ہوں اب ایسا نہ کروں گا تو میری عزت بچالے اس کے بعد بات جہاں کی تھی وہیں رک گئی۔ ایسی حالت میں حکم شرع کیا ہے ؟ کیا اس پر کفارہ لازم ہے ؟ اگر ہے تو کس طرح ادا کرنا چاہئے ؟

الجواب اللھم ھدایۃ الحق والصواب اگر آئندہ کے لئے قسم کھائے مثلاً یوں کہے کہ خدا کی قسم یا قرآن کی قسم فلاں کام کروں گا اور نہیں کیا یا قسم کھائی کہ فلاں کام نہیں کروں گا اور کیا تو کفارہ لازم ہوتا ہے کہ اسی یمین کو منعقدہ کہتے ہیں فتاویٰ عالمگیری جلد دوم مصری صفہ ۴۹ میں ہے۔ منعقدۃ وھو ان یحلف علی امر فی المستقبل ان یفعلہ او لا یفعلہ وحکمھا لزوم الکفارۃ عند الحنث کذا فی الکافی۔ لہذا یہ کہنا کہ "میں قرآن شریف اٹھا سکتا ہوں" شرعاً قسم نہیں ہے اس پر کسی قسم کا کفارہ لازم نہیں مگر زید سے جو غلطی سرزد ہوئی ہے اس سے توبہ واستغفار واجب ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۱۱ صفر المظفر سنہ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ از شمس الدین چودھری موضع کٹھوتیا عالم۔ ضلع بستی۔

زید اور اس کے چچا کے مابین خانگی معاملہ میں اختلاف ہو گیا اور اتنی شدت بڑھ گئی کہ زید نے اپنی بیوی سے قسم کھا کر کہا کہ میں اب الگ رہوں گا اور پھر مزید تاکید کے لئے ہاتھ میں قرآن شریف اٹھا کر اپنی بیوی سے دوبارہ عہد کیا کہ میں الگ رہوں گا جبھی سے زید اپنے چچا سے الگ ہے اب اگر زید دوبارہ اپنے چچا کے ساتھ رہنا چاہے تو زید پر شرعاً کیا مواخذہ ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب جب کہ زید نے قسم کھائی کہ میں اپنے چچا سے الگ رہوں گا اور پھر مزید تاکید کے لئے قرآن کریم اٹھا کر الگ رہنے کا عہد کیا تو اب اسے اپنے عہد پر عمل کرنا چاہیے کہ خدائے تعالیٰ نے ایمان والوں کو اپنی باتوں کے پوری کرنے کا حکم فرمایا ہے جیسا کہ پارۂ ششم سورۂ مائدہ کی پہلی آیت کریمہ میں فرمایا یاایھا الذین اٰمنوا اوفوا بالعقود۔ یعنی اے ایمان والو اپنی باتوں کو پوری کرو اگر زید اپنی قسم کے خلاف کرے گا تو اس کا کفارہ لازم ہو گا جیسا کہ پارۂ ہفتم رکوع دوم میں ہے لا یواخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم ولکن یواخذکم بما عقدتم الایمان فکفارتہ اطعام عشرۃ مساکین من اوسط ما تطعمون اھلیکم او کسوتھم او تحریر رقبۃ فمن لم یجد فصیام ثلثۃ ایام۔

وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۱۴ صفر المظفر سنہ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ از مہوگھاٹ ہریا۔ بستی ۔ مرسلہ محمد وکیل

زید نے غصّہ کی حالت میں اپنے رشتہ دار سے کہا کہ اللہ اور اس کے محبوب کی قسم میں اب تمہارے یہاں ہرگز کھانا نہ کھاؤں گا ۔ اب اگر زید اپنے اس رشتہ دار کے یہاں کھائے تو زید کے لئے حکم شرع کیا ہے ؟

الجواب زید کا یہ قول کہ اللہ اور اس کے محبوب کی قسم میں اب تمہارے یہاں ہرگز نہ کھاؤں گا شرعاً یمین منعقدہ ہے زید اگر اپنے اس رشتہ دار کے یہاں کھائے گا تو کفارہ واجب ہوگا ۔ قسم کا کفارہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کھانا کھلائے دسوں کو ایک ہی دن کھلائے یا ہر روز ایک ایک کو یا ایک ہی کو دس دن تک دونوں وقت کھلائے ۔ یا دس مسکینوں کو کپڑا پہنائے اور اگر ان دونوں میں سے کسی ایک کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو تین دن پے درپے روزہ رکھے ۔ ھٰکذا فی بہار الشریعۃ ناقلاً عن الکتب الفقہیۃ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ

۳ ر ذی القعدہ ۸۳ ۱۳ھ

مسئلہ مسئولہ جمعدار منہار ساکن تنواں ضلع بستی

زید نے اپنی بیوی ہندہ سے کہا کہ اگر آج سے تو گوشت کھائے تو سوّر کا گوشت کھائے ۔ تو اب ہندہ گوشت کھا سکتی ہے یا نہیں ؟ اور کھانے کی صورت میں کفارہ لازم آئے گا یا نہیں ؟

الجواب صورت مسئولہ میں زید کا قول ہندہ کے لئے شرعاً قسم نہیں اس لیے ہندہ گوشت کھا سکتی ہے اور گوشت کھانے کے سبب ہندہ پر کسی طرح کا کفارہ نہیں لازم آئے گا البتہ زید توبہ کرے کہ اس طرح کا جملہ کسی مسلمان کے لئے استعمال کرنا جائز نہیں ۔ وھو سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ

۱۸ ر من ربیع الآخر ۱۳۸۴ھ

مسئلہ از عبد الرشید پورینوی متعلم فیض الرسول براؤں شریف

بکر اور ہندہ کے درمیان کچھ نا اتفاقی تھی اس بنا پر ہندہ نے کہا کہ اگر میں بکر کے لیے کھانا پکاؤں تو سوّر کھاؤں تو کھانا پکانے پر کفارہ لازم ہوگا یا نہیں ؟

الجواب ہندہ بکر کا کھانا پکائے گی تو کفارہ لازم نہ ہوگا کہ اس کا کہنا عند الشرع قسم نہیں البتہ ہندہ گنہگار ہوئی توبہ کرے اور آئندہ اس طرح کا کلام زبان پر ہرگز نہ لائے۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

جلال الدین احمد الامجدی
کتبہٗ

۲۰ ذوالحجہ ۱۳۹۷ھ

مسئلہ از نور محمد مستری و بندھو شاہ وارث ہرّیا چندرسی ضلع گونڈہ

ہندہ نے قسم کھائی کہ اگر میں اس گھر میں اس دروازہ پر آؤں تو اپنے باپ سے منہ کالا کروں کچھ عرصہ بعد آئی پھر قسم کھائی کہ اگر ان کے دروازہ پر آؤں تو سور خنزیر کا گوشت کھاؤں۔ کچھ ہی عرصہ بعد پھر آئی۔ تو کیا عند الشرع یہ قسم ہوئی یا نہیں؟ دین مبین میں ہندہ مجرم ہوئی یا کہ نہیں؟ اس کے ساتھ مسلمانوں کو کیا کرنا چاہئے؟

الجواب ہندہ پر توبہ و استغفار لازم ہے مگر کفارہ واجب نہیں اس لئے کہ یہ شرعاً یمین منعقدہ نہیں ہے بہار شریعت حصہ نہم صفحہ ۲ میں مبسوط کے حوالہ سے ہے۔ کسی نے کہا اگر اس کو کھاؤں تو سور کھاؤں یا مردار کھاؤں (شرعاً) قسم نہیں یعنی کفارہ لازم نہ ہوگا۔ وتعالیٰ وسبحانہ اعلم بالصواب۔

جلال الدین احمد الامجدی
کتبہٗ

۱۳ ربیع الاول ۱۳۹۷ھ

مسئلہ از عبد الشکور پوکھر بھٹوا۔ بستی

ہندہ نے اپنی بیماری کی حالت میں دعا مانگی کہ اے خدا میں اچھی ہو جاؤں تو سال بھر ہر جمعہ کو روزہ رکھوں گی خدا کے فضل سے ہندہ اچھی ہو گئی اور کچھ دنوں تک روزہ رکھا طبیعت پھر خراب ہو گئی۔ اب ہندہ چاہتی ہے کہ اگر روزہ کے بدلے میں اس کا کفارہ ہو تو ادا کروں روزہ نہ رہنا پڑے۔ برائے کرم آگاہ فرمائیں کہ شریعت کا کیا حکم ہے؟ روزہ ہی رکھنا پڑے گا یا روزے کے بدلے کفّارہ دینے سے کام بن جائے گا اور ایک روزے کے بدلے میں کتنا کفّارہ دینا پڑے گا؟

الجواب صورت مسئولہ میں اگر پھر بیمار ہو گئی تو تندرست ہو جانے کے بعد سال میں جتنے جمعے کے روزے چھوٹ گئے ہیں ان کی قضا رکھے کہ اس قسم کی منت میں روزہ نہ رکھنا اور اس کے عوض میں

کفارہ دینا جائز نہیں ۔ ھکذا فی کتب الفقہ وھو تعالیٰ اعلم ۔

جلال الدین احمد الامجدی
کتبہ

۲۸ رجمادی الاخری ۱۴۰۲ھ

مسئلہ از مطلوب حسین صدیقی فرخ آبادی متعلم مدرسہ زینت الاسلام امرودھا ضلع کانپور
ایک شخص نے منت مانی کہ اگر میرا فلاں کام ہوجائے تو میں پانچ سو رکعت نماز نفل پڑھوں گا۔ اب کس طرح پڑھے ؟ کیا ایک دم میں پانچ سو پڑھے یا تھوڑی تھوڑی کرکے پڑھے ؟ بینوا توجروا

الجواب اگر بیک وقت پانچ سو رکعت پڑھنے کی منت نہیں مانی ہے تو متفرق طور پر پڑھ سکتا ہے ۔ ھذا ما عندی وھو تعالیٰ اعلم بالصواب ۔

جلال الدین احمد الامجدی
کتبہ

یکم ذوالحجہ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ از سید رضا علی ولد سید حسین علی رضوی وکیل جاورہ رضوی منزل ۔ اجمیر شریف ۔
ایک آدمی حضرت خواجہ بزرگ علیہ الرحمہ کی منت اس طرح سے مانتا ہے (گویا وہ بزرگ سے وعدہ کرتا ہے) کہ میرے لڑکا ہوگا ۔ اور جب وہ تین سال یا پانچ سال یا سات سال کا ہوگا تو میں دربار خواجہ میں حاضر ہوکر اس بچہ کے برابر ترازو میں تول کر چاندی کے روپے سے یا مصری سے یا گڑ سے یا کھوپرہ میوہ وغیرہ سے یا مٹھائی سے یا کھیر سے یا بکرے سے اس بچہ کے برابر تول کر نذر کروں گا ۔ چنانچہ بچہ کی عمر سات سال کی ہوجاتی ہے اور وہ منتی ان اشیاء میں سے جس ایک شی کو مان کر جاتا ہے ۔ اس کی تکمیل منت کے لئے وہ حاضر دربار خواجہ ہوتا ہے ۔ اور درگاہ شریف میں بچہ کو ترازو سے اس شی کے برابر تولتا ہے اور درگاہ شریف کے متوسلین سادات کرام خدام کو نذر میں دے دیتا ہے ساتھ ساتھ وہ خود بھی اس تولی ہوئی شی میں سے خدام سادات سے مانگتا ہے کہ میرے لئے اور میرے عزیزوں کے لئے جو وطن پر ہیں ان کو اس میں سے تقسیم کروں گا (اس بات سے صدقہ کا تصور غلط ہوجاتا ہے) اس میں سے مجھے بھی کچھ دیجئے ۔ اس طرح اس شخص نے جس طرح خواجہ بزرگ سے منت کا وعدہ کیا وہ ادا کیا ۔ اس کی نیت میں صدقہ یا اوتارہ یا زکوٰۃ کچھ نہیں ہے صرف منت کی ادائیگی ہے ۔ ایسی حالت میں تولی ہوئی شئی صدقہ یا اوتارا یا زکوٰۃ ہوئی یا نہیں ؟ اور اس شئی کو سادات خدام خواجہ صاحب کو لینا جائز ہے یا نہیں یعنی اس کو خدام خواجہ صاحب اپنے مصرف میں لاسکتے ہیں

یہاں سادات خدام خواجہ کا خیال ہے کہ یہ تولی ہوئی چیز صدقہ او تارہ ہو جاتی ہے اس لئے اس کو لینا اور استعمال میں لانا جائز ہے تو سوال یہ ہے کہ اس کو لینا چاہئے یا نہیں۔ اور انھیں لینا چاہئے تو کیا کرنا چاہئے اس کا شرعی جواب خدا اور رسول صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کے موافق دیا جائے عند اللہ وہ باعث مشکور ہوگا۔

الجواب بعون الملک الوھاب نذر کے دو معنی ہیں شرعی اور عرفی۔ نذر شرعی کے معنی ہیں غیر ضروری عبادت کو اپنے اوپر ضروری کر لینا۔ اور نذر عرفی کے معنی ہیں نذرانہ، ہدیہ یا پیشکش۔ نذر شرعی خدائے تعالیٰ کے سوا کسی کی ماننا ممنوع ہے اور نذر عرفی انبیائے کرام و اولیائے عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام و رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے لئے جائز ہے۔ نذر شرعی کا حکم یہ ہے کہ اس کا ادا کرنا فرض ہے۔ اور اگر صدقہ وغیرہ کی نذر ہو تو اسے وہی لوگ کھا سکتے ہیں جن کو زکوٰۃ لینا جائز ہے۔ قرآن کریم وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ میں اسی شرعی نذر کا ذکر ہے اور نذر عرفی کا حکم یہ ہے کہ اسے امیر و غریب سبھی لے سکتے ہیں اور کھا سکتے ہیں۔ صورت مسئولہ چونکہ نذر عرفی میں سے ہے لہذا امیر اور سادات کرام کا اسے لینا اور کھانا جائز ہے۔ ھذا ما ظھر لی والعلم عند اللہ تعالیٰ ورسولہ جل جلالہ وصلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

جلال الدین احمد الامجدی
کتبہ

۱۶ر جمادی الاخری ۱۳۸۶ھ

مسئلہ از کریم بخش موضع ٹنڈوا پوسٹ بھنگا ضلع بہرائچ

ایک صاحب کہتے ہیں کہ ہم محرم کے تعزیہ کی منت مانے ہیں۔ اگر ہم تعزیہ نہیں رکھیں گے تو امام صاحب ہمارے لڑکے پر آجائیں گے تو تعزیہ کی منت ماننا اور تعزیہ نہ رکھنے پر امام صاحب کا کسی کے اوپر آنے کا خیال کیسا ہے؟

الجواب تعزیہ کی منت ماننا سخت جہالت ہے اور تعزیہ نہ رکھنے پر امام صاحب کا کسی کے اوپر آنے کا خیال سراسر لغو ہے۔ اس قسم کی منتیں نہیں ماننی چاہئے اور مانی ہو تو پوری نہ کرے جیسا کہ فقیہ اعظم ہند حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ علم اور تعزیہ بنانے اور پیک بننے اور محرم میں بچوں کو فقیر بنانے اور بدھی پہنانے اور مرثیہ کی مجلس کرنے اور تعزیہ پر نیاز دلوانے وغیرہ خرافات جو روافض اور تعزیہ دار لوگ کرتے ہیں ان کی منت سخت جہالت ہے ایسی منت نہ ماننی چاہئے اور مانی ہو تو پوری نہ کرے (بہار شریعت حصہ نہم صفحہ ۳۵) وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۰ جمادی الاخری ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از محمد فاروق نعیمی ۔ سنیسہنا گدُہنا ضلع گونڈہ

زید نے بکر سے کہا ہمارے یہاں دعوتِ ولیمہ میں ضرور آیئے گا ۔ بکر نے قسم کھا کر کہا کہ میں ضرور آؤں گا انشاء اللہ ۔ پھر وہ دعوتِ ولیمہ میں نہیں آیا تو اس پر قسم کا کفارہ لازم ہوا یا نہیں ؟

الجواب: اگر قسم کھانے کے ساتھ اس نے متصلاً انشاء اللہ کہا تو اس صورت میں اس پر کفارہ لازم نہیں ہوا ۔ اور اگر کچھ وقفے کے بعد کہا تو لازم ہوگیا ۔ ہدایہ اولین ص ۴۶۳ میں ہے ۔ من حلف علی یمین وقال انشاء اللہ متصلا بیمینہ فلا حنث علیہ لقولہ علیہ السلام من حلف علی یمین وقال انشاء اللہ فقد بر فی یمینہ وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم ۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از تاج محمد اینٹئی رام پور ۔ ضلع گونڈہ ۔ متعلم فیض الرسول براؤں شریف ۔

بعض عورتیں لڑکوں کے ناک اور کان چھدوانے اور ان کے سروں پر چوٹیاں رکھنے کی منت مانتی ہیں تو اس طرح کی منت ماننا کیسا ہے ؟

الجواب: اس طرح کی منت ماننا جہالت ہے ۔ فقیہ اعظم ہند حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں ۔ "بعض جاہل عورتیں لڑکوں کے ناک کان چھدوانے اور بچوں کو چوٹیاں رکھنے کی منت مانتی ہیں یا اور طرح طرح کی ایسی منتیں مانتی ہیں جن کا جواز کسی طرح ثابت نہیں ۔ اولاً ایسی واہیات منتوں سے بچیں اور مانی ہوں تو پوری نہ کریں اور شریعت کے معاملہ میں اپنے لغو خیالات کو دخل نہ دیں نہ یہ کہ ہمارے بڑے بوڑھے یوں ہی کرتے آئے ہیں اور یہ کہ پوری نہ کریں گے تو بچہ مر جائے گا ۔ بچہ مرنے والا ہوگا تو یہ ناجائز منتیں بچا نہ لیں گی ۔ منت ماننا کرو تو نیک کام نماز ، روزہ ، خیرات ، درود شریف ، کلمہ شریف ، قرآن مجید پڑھنے اور فقیروں کو کھانا دینے کپڑا پہنانے وغیرہ کی منت مانو ۔ (بہار شریعت حصہ نہم مطبوعہ دہلی ص ۲۴) وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از محمد حسن اشرفی مقام و پوسٹ سندھاوار ضلع راجکوٹ (گجرات)

زید نے یہ منت مانی کہ اگر میری بیوی کو بچہ یعنی لڑکا پیدا ہوا تو میں اس بچے کو سب سے پہلے اپنے والد کے پاؤں کا غسالہ (دھوون) پلاؤں گا ۔ تو مذکورہ منت جائز ہے یا نہیں ؟ اور صاحبِ منت پر کیا حکم نافذ ہوگا ؟

الجواب: یہ منت فقہی نہیں ہے اور برکت کے لئے اپنے باپ کے پاؤں کا غسالہ پینا یا اپنے بچہ کو پلانا جائز ہے ۔ ھٰذا ما ظھر لی وھو اعلم بالصواب ۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۰ ربیع الاول ۱۴۰۱ھ

کتابُ الوقف

وقف کا بیان

مسئلہ : از محمد لٰسین جین پورہ ۔ وارانسی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مکان کے کئی مالک ہیں اور اس کی تقسیم نہیں ہوئی لیکن اس کے ایک حصہ پر اس کے مالکوں میں سے ایک شخص جو بلا مزاحمت اور باہمی رضامندی سے سالہا سال سے قابض ہے اگر وہ اپنے اس مسکونہ حصہ کو وقف کردے تو وقف درست ہے یا نہیں جبکہ یہ مکان تقسیم کرنے کے بعد قابل انتفاع رہے گا۔

الجواب ـــــــــ صورت مسئولہ میں گھر کے حصۂ مسکونہ کو اگر جملہ شرکار نے شخص مذکور کو دے دیا ہے تو اس کا وقف بالاتفاق جائز ہے اور اگر نہیں دیا ہے تو متأخرین کے نزدیک جائز ہے کہ شخص مذکور اپنا حصہ وقف کردے پھر شرکار سے اپنے حصہ کا بٹوارہ کرکے الگ کردے۔ بہار شریعت حصہ دہم صـ۶ میں ہے "تقسیم سے پہلے وقف کرے تو صحیح یہ ہے کہ اس کا وقف جائز ہے۔ اور متأخرین نے اسی قول کو اختیار کیا ہے" اور فتاوی عالمگیری جلد ثانی مطبوعہ مصر صـ۳۰۳ میں ہے وقف المشاع المحتمل للقسمۃ لا یجوز عند محمد رحمہ اللہ تعالٰی وبہ اخذ مشایخ بخاریٰ وعلیہ الفتوی کذا فی السراجیۃ۔ والمتأخرون افتوا بقول ابی یوسف رحمہ اللہ تعالٰی انہ یجوز وھو المختار کذا فی خزانۃ المفتین اور پھر صـ۳۰۴ میں ہے ان وقف نصیبہ من عقار مشترک فھو الذی یقاسم شریکہ اھ واللہ تعالٰی اعلم

کتبہٗ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۲ رجب المرجب ۹۸ھ

مسئلہ : از محمد لٰسین ۔ جین پورہ ۔ وارانسی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مکان کی زبانی تقسیم ہو چکی ہے لیکن تحریر میں نہیں آئی ہے اس

کے ایک حصہ کے مالک نے اپنے حصہ کو ایک مدرسہ پر وقف کردیا ہے یہ وقف درست ہے یا نہیں؟ جب کہ یہ مکان تقسیم کرنے کے بعد قابل انتفاع رہے گا۔

الجواب : وقف مذکور جائز ہے وھو تعالیٰ اعلم والیہ المرجع والمآب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۲ رجب المرجب ۹۸ھ

مسئلہ : از محمد حسین شیدا جنرل سکریٹری مدرسہ حنفیہ سنیہ وایڈیٹر ہفت روزہ انوار مالیگاؤں۔ ضلع ناسک

ایک دینی مدرسہ جہاں علوم دینیہ کی مکمل تعلیم دی جاتی ہے اپنی تعلیمی معیار کی بلندی کے لئے مدرسۂ مذکورہ کی کچھ جائداد بشکل مکان وزمین ہے جس سے فی الحال اتنی آمدنی دستیاب نہیں ہوتی کہ مدرسہ کی کماحقہ اپنے اخراجات کی تکمیل کرسکے بلکہ بشکل دیگران جائیدادوں پر توجہ نہیں کی گئی تو عین ممکن ہے کہ ملکی قانون کے مطابق یہ جائیدادیں تلف ہوجائیں اس کے لیے منتظمین مدرسہ نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ ان جائیدادوں کو موجودہ قیمتوں کے تناسب سے اچھے داموں میں فروخت کرکے اور اس سے حاصل شدہ رقم سے مدرسہ کے اخراجات کی بہتر اور اعلیٰ کفالت کا ذریعہ پیدا کیا جائے ——— اگر ایسا نہ کرسکیں تو زمین اور جائداد کے ضائع ہونے کا قوی اندیشہ ہے اور تقریباً قوی یقین ہے کیونکہ ایک سال پہلے تک یہ زمین (میونسپل ایکٹ) کے تحت (ڈی۔پی پلان) کے قاعدے سے ایکویزیشن میں تھی منتظمین مدرسہ نے بڑی کوششوں کے بعد اسے دوبارہ حاصل کیا ہے۔ دوسری صورت اس حاصل شدہ پریڈ میں دوسرے لوگ جھونپڑے اور دوکانیں وغیرہ لگا کر قبضہ کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں جس کی وجہ سے جھگڑے فساد وغیرہ سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ لہٰذا ایسی صورت میں (جائداد موقوفہ غیر منقولہ) (مکان، دوکان، زمین) فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ مفصل جواب عنایت فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

الجواب ——— وقف کی بیع جائز نہیں ہے۔ ہاں اگر وقف قابل انتفاع نہ ہو تو صرف استبدال جائز ہے اور اس کے لیے بھی یہ شرطیں ہیں کہ غبن فاحش کے ساتھ تبادلہ نہ ہو اور تبادلہ کرنے والا ضلع کا سب سے بڑا عالم باعمل ہو کہ جس کے تصرفات پر لوگوں کو اطمینان ہو اور تبادلہ غیر منقولہ سے ہو روپیہ سے نہ ہو اور ایسے شخص سے تبادلہ نہ کریں کہ جس کی شہادت اس کے حق میں مقبول نہ ہو اور ایسے شخص سے بھی تبادلہ نہ کریں کہ جس کا اس پر دین ہو اور یہ بھی شرط ہے کہ دونوں جائدادیں ایک ہی محلہ میں ہوں یا ایسے محلہ میں ہو کہ جو اس سے بہتر ہو۔ (ردالمحتار جلد ثالث ص۳۸۸ بہار شریعت حصہ دہم ص۹) یہاں تک کہ اگر وقف کی زمین ویران ہوجائے اور متولی اس کا بعض حصہ بیع کرکے باقی کی

مرمت کرنا چاہے تو یہ بھی جائز نہیں جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری جلد دوم مصری صفہ ۳۳۲ میں ہے اذا خربت ارض الوقف واراد القیم ان یبیع بعضھا لیرم الباقی بثمن ما باع لیس له ذٰلك بلکہ اگر متولی کو وقف کی زمین کے بارے میں واقف کے وارث یا ظالم کا خوف ہو تو اس صورت میں بھی فتویٰ اسی پر ہے کہ وقف کی زمین بیچنا جائز نہیں جیسا کہ عالمگیری کے اسی صفحہ پر ہے۔ ارض وقف خاف القیم من وارث الوقف اومن ظالم له ان یبیعه ویتصدق بالثمن کذا ذکر فی النوازل والفتویٰ انه لا یجوز کذا فی السراجیة۔ لہٰذا منتظمین مدرسہ کا اس بات پر اتفاق کرنا غلط ہے کہ موقوفہ جائدادوں کو فروخت کر کے مدرسہ کے اخراجات کی بہتر کفالت کا ذریعہ پیدا کیا جائے۔ تعلیمی معیار کی بلندی اور کما حقہ مدرسہ کے اخراجات کی تکمیل کے نام پر وقف کی بیع کو جائز نہیں قرار دیا جا سکتا کہ تعلیمی معیار کی بلندی کی کوئی حد نہیں اور نہ کما حقہ مدرسہ کے اخراجات کی تکمیل کی کوئی حد ہے۔ اور اوقاف کے منتظمین کی خیانتیں جاننے والوں سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ اس لیے موقوفہ دوکان، مکان اور زمین کے بیچنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ منتظمین پر لازم ہے کہ ان کی ہر طرح حفاظت کریں۔ اور وقف کی زمینوں میں اگر دوسرے لوگ جھونپڑے اور دوکانیں لگا کر قبضہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو ہنگامی چندہ کر کے وہ چہار دیواری سے محفوظ کر دی جائیں فروخت نہ کی جائیں اور تعلیمی معیار بلند کرنے کے لئے دوسرے ذرائع استعمال کئے جائیں۔ ھٰذا ما عندی والعلم عند المولیٰ تعالیٰ۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۲۸۔ صفر المظفر ۱۴۰۱ھ

۱۔ حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

مَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیْرًا یُّفَقِّھْہُ فِی الدِّیْن

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی چاہتا ہے اسے دین کا فقیہ بنا تا ہے۔ (بخاری شریف ج ۱ صـ ۱۶)

۲۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں:

علم دین فقہ و حدیث ہے۔ منطق و فلسفہ کے جاننے والے علماء نہیں۔ یہ امور متعلق بہ فقہ ہیں۔ تو جو فقہ میں زیادہ ہے وہی بڑا عالم دین ہے اگرچہ دوسرا حدیث و تفسیر سے زیادہ اشتغال رکھتا ہو۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ۴ صـ ۵۷۲)

مسئلہ ۔ مسئولہ مولوی فصیح اللہ علوی براؤں شریف ۔ ضلع سدھارتھ نگر

ایک شاہ صاحب جو سلسلۂ قادریہ چشتیہ کے پیر تھے وہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے جو کچھ بنایا ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کے لئے بنایا ہے ۔ ہم اس میں سے اپنی کسی اولاد کو کچھ نہیں دیں گے جو ہمیں اپنے باپ کا ترکہ ملا ہے صرف وہی دیں گے ۔ چنانچہ مرض وفات میں مبتلا ہونے سے بہت پہلے وصال فرمانے سے چھ سال قبل ہوش وحواس کی درستگی میں اس مضمون کی رجسٹری فرمادی کہ مقر کی زوجۂ اولیٰ سے چار لڑکے اور زوجۂ ثانیہ سے دو لڑکے ہیں ۔ مقر نے اپنی جائداد کا ترکہ اور حقوق اپنی اولاد کو تقسیم کرتے ہوئے زوجۂ اولیٰ کے لڑکوں کو دو قطعہ مکان سفالہ پوش وگھاری اور زوجۂ ثانیہ کے دونوں لڑکوں کو ایک قطعہ مکان جو مسجد کے جانب شمال واقع ہے دے دیا ہے ۔ رہا خانقاہ کا مسئلہ تو وہ عام مسلمانوں کی فلاح و بہبودی سے متعلق ہے اور مقر نے اس کو مسلمانان اہلسنت ہم عقیدہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ملکیت فی سبیل اللہ قرار دے دیا ہے ۔ لہٰذا خانقاہ کسی شخص واحد کی ملکیت ہرگز قرار نہ پائے گی ۔

حضرت شاہ صاحب قبلہ نے اپنے جس فرزند کو سجادہ نشین مقرر کیا وہ حضرت کے ہمراہ اسی خانقاہ میں اپنے اہل وعیال کے ساتھ رہتے رہے ۔ اور حضرت کی وفات کے بعد بھی بحیثیت سجادہ نشین اسی میں رہے اس درمیان میں انھوں نے ترکہ میں پائے ہوئے مکان کو اپنے اہل وعیال کے رہنے کے لائق نہیں بنایا اور نہ کوئی دوسرا اپنا مکان تعمیر کیا البتہ خانقاہ جو پوری سفالہ پوش (کھپڑیل) تھی اس کے پچھلے حصہ کو گرواکر اس پر نئی دیواریں قائم کیں اور ان پر دو منزلہ پختہ مکان تعمیر کیا ۔ اب ان کے انتقال کے بعد ان سے منسوب اردو زبان میں ایک وصیت نامہ چھپواکر تقسیم کیا گیا جس کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ وہ رجسٹرار آفس میں ہندی زبان میں رجسٹری کئے گئے وثیقہ کی اردو شکل ہے ۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس وصیت نامہ پر انھوں نے خود جان بوجھ کر دستخط کیا ہے یا مضمون کی تفصیلات سے لاعلم رکھ کر ان سے دستخط لے لیا گیا ہے یا ان کی طرف سے فرضی دستخط کر دیا گیا ہے ۔ اس وصیت نامہ میں یہ ہے کہ دو منزلہ پختہ مکان (جو خانقاہ کی سفالہ پوش عمارت گراکر بنوایا گیا ہے) ہم مقر کی زوجۂ ثانیہ کی ملکیت ہے جنھوں نے اپنے ذاتی سرمایہ سے اسے تعمیر کروا ہے ۔ تو اب دریافت طلب یہ امور ہیں ۔

(۱) وقف کے مال کا کیا حکم ہے ؟ (۲) کیا وقف کسی کی ملکیت ہوسکتا ہے ؟ (۳) وقف میں

مالکانہ تصرف کرنا کیسا ہے؟ (۴) وقف کا مکان گرا کر اپنے روپیوں سے جو دو منزلہ پختہ مکان بنالیا گیا اس کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟ (۵) حضرت شاہ صاحب قبلہ نے جو مکان خانقاہ پر اس کے استعمال میں آنے کے لئے وقف فرمایا ہے کیا اسے کرایہ پر دے سکتے ہیں؟ (۶) اگر موقوفہ جائداد کوئی غصب کرنا چاہے تو مسلمانوں کو اس کے لئے کیا کرنا چاہئے؟ بینوا توجروا

الجواب (۱) مالِ وقف مثلِ مال یتیم ہے جس کی نسبت (اللہ تعالیٰ کا) ارشاد ہوا کہ جو اسے ظلماً کھاتا ہے اپنے پیٹ میں آگ بھرتا ہے اور عنقریب جہنم میں جائے گا (جیسا کہ پ۴ ع ۱۲ میں ہے) ان الذین یاکلون اموال الیتمیٰ ظلمًا انمَا یاکلون فی بطونھم نارا و سیصلون سعیرا (فتاوی رضویہ جلد ششم ص۳۷۵) وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

(۲) وقف کسی کی ملکیت ہرگز نہیں ہوسکتا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا برکاتی فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں۔ جائداد ملک ہوکر وقف ہوسکتی ہے مگر وقف ٹھہر کر کبھی ملک نہیں ہوسکتی (فتاوی رضویہ جلد ۶ ص۳۵۳) وھو تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم جل مجدہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

(۳) فتاوی رضویہ جلد ششم ص۳۵۴ پر ہے۔ وقف میں تصرف مالکانہ حرام ہے اور متولی جب ایسا کرے تو فرض ہے کہ اسے نکال دیں اگرچہ خود واقف ہو جیسا کہ دیگر در مختار میں ہے وینزع وجوبًا ولو الواقف درر فغیرہ بالاولیٰ غیر مامون (یعنی اگر خود واقف کی طرف سے مال وقف پر کوئی اندیشہ ہو تو واجب ہے کہ اسے بھی نکال دیا جائے اور وقف اس کے ہاتھ سے لے لیا جائے تو غیر واقف بدرجۂ اولیٰ۔ ترجمہ از فتاوی رضویہ ج ۶ ص۳۷۴) وھو تعالیٰ اعلم وعلمہٗ اتم واحکم۔

(۴) اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رضی عنہ ربہ القوی اسی طرح کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ اپنا روپیہ لگا کر جو کچھ اس نے بنایا اگر وہ کوئی مالیت نہیں رکھتا تو وقف کا مفت قرار پائے گا۔ اور اگر مالیت ہے تو وہی حکم ہے کہ اگر اس کا اکھیڑنا وقف کو مضر نہیں تو جتنا اس نے زیادہ کیا اسے اکھیڑ کر پھینک دیا جائے وہ اپنا عملہ اٹھا کر لے جائے۔ اور اگر اس کے بنانے میں اس نے وقف کی کوئی دیوار منہدم کی تھی تو اس پر لازم ہوگا کہ اپنے صرف سے وہ دیوار ویسی ہی بنائے۔ اور اگر ویسی نہ بن سکتی ہو تو بنی ہوئی دیوار کی قیمت ادا کرے۔ اور اگر اکھیڑنا وقف کو مضر ہے تو نظر کریں گے کہ اگر یہ عملہ اکھیڑا جاتا تو کس قیمت کا رہ جاتا تو اتنی قیمت مال مسجد (یعنی مال وقف) سے اسے دیدیں۔ اگر فی الحال اس عملہ کی

قیمت مسجد کے پاس نہیں تو یہ یا اور کوئی زمین متعلق مسجد یا دیگر اسباب مسجد کرایہ پر چلا کر اس کرایہ سے قیمت ادا کردیں گے۔ اس کے لئے اگر برس درکار ہوں اسے تقاضے کا اختیار نہیں کہ ظلم اس کی طرف سے ہے۔ یہ سب اس حال میں ہے کہ وہ عمارت اس شخص کی ٹھہرے یعنی متولی تھا تو بناتے وقت گواہ کرلئے تھے کہ اپنے لئے بناتا ہوں۔ یا غیر تھا تو یہ اقرار نہ کیا کہ مسجد کے لئے بناتا ہوں ورنہ وہ عمارت خود ہی ملک وقف ہے (فتاوی رضویہ جلد ۶ ص۴۵۶) وھو تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

(۵) حضرت شاہ صاحب نے جو مکان خانقاہ پر اس کے استعمال میں آنے کے لئے وقف فرمایا ہے اسے کرایہ پر دینا حرام ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں جو مسجد پر اس کے استعمال میں آنے کے لئے وقف ہیں انھیں کرایہ پر دینا حرام لینا حرام۔ کہ جو چیز جس غرض کے لئے وقف کی گئی دوسری غرض کی طرف اسے پھیرنا جائز نہیں اگرچہ وہ غرض بھی وقف ہی کے فائدہ کی ہو کہ شرط واقف مثل نص شارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واجب الاتباع ہے۔ درمختار کتاب الوقف فروع فصل شرط الواقف کنص الشارع فی وجوب العمل بہ ولہذا خلاصہ میں تحریر فرمایا کہ جو گھوڑا قتال مخالفین کے لئے وقف ہوا ہو اسے کرایہ پر چلانا ممنوع وناجائز ہے (فتاوی رضویہ ج ۶ ص۴۵۵) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۶) اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فتاوی رضویہ جلد ششم ص۳۵۰ پر تحریر فرماتے ہیں۔ مسلمانوں پر فرض ہے کہ حتی المقدور ہر جائز کوشش حفظ مال وقف ودفع ظلم ظالم میں صرف کریں اور اس میں جتنا وقت یا مال ان کا خرچ ہوگا یا جو کچھ محنت کریں گے مستحق اجر ہوں گے۔ قال اللہ تعالیٰ لا یصیبھم ظمأ ولا نصب ولا مخمصۃ الی قولہ تعالیٰ الا کتب لھم بہ عمل صالح (پ۱۱ ع۴) ھذا ما عندی والعلم بالحق عند اللہ تعالیٰ ورسولہ جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

کتبہ جلال الدین احمد امجدی
۱۸ ذوالقعدہ ۱۴۱۳ھ

فصل فی المسجد

مسجد کا بیان

مسئلہ : از (مولانا) بدر القادری امسٹرڈم - ہالینڈ ۱۲ ربیع الاول ۱۴۰۱ھ

① وقع ھنا ان المسلمین یقولون لابد من الوقف للمسجدیۃ ولا ترضی الدولۃ الوطنیۃ ان تمنح ارضا بطریق الوقف او تبیح الا ان یثبتوا دعواھم من الشریعۃ الاسلامیۃ ان الوقف لابد للمسجد؟ فما قولکم یا علماء الاسلام فیما یاتی :- افیدونا بالجواب من الکتب المعتمدۃ واللہ یاجرکم اجرا جزیلا - والمامول ان لا یقع التاخر فی الاجابۃ فان الحاجۃ الی الفتوی شدیدۃ -
ما یقال لہ المسجد فی الشرع الاسلامی وما تعریفہ الذی یمتاز بہ عن غیرہ -

② ان اخذ عقار عاریۃ او اجارۃ واکتراء وجعل المسلمون یصلون فیہ فیصیر مسجدا شرعیا ام لابد للمسجدیۃ من الوقف التام ؟ :-

الجواب بعون الملک العزیز الوھاب - ان المسجد لابد لہ من الوقف. لانہ ان لم یکن وقفا لم یصر خالصا للہ تعالی فیتعلق بہ حق عبد من العباد فلم یصر مسجدا - قال فی الجزء الثانی من الفتاوی الھندیۃ المشھورۃ بالفتاوی العالمکیریۃ من جعل مسجدا تحتہ سرداب او فوقہ بیت وجعل باب المسجد الی الطریق وعزلہ عن ملکہ فلہ ان یبیعہ وان مات یورث عنہ کذا فی الھدایۃ اھ ای لا یکون مسجدا لانہ لم یخلص للہ تعالی لبقاء حق العبد متعلقا بہ کما قال فی العنایۃ قولہ فلہ ان یبیعہ ای لا یکون مسجدا وھو ظاھر الروایۃ لان المسجد ما یکون خالصا لہ تعالی قال تعالی (فی سورۃ الجن) وان المسٰجد للہ تعالی اضاف المسجد الی ذاتہ. مع ان جمیع الاماکن لہ فاقتضی ذلک خلوص المسجد للہ تعالی ومع بقاء حق العباد فی اسفلہ او فی اعلاہ لا یتحقق الخلوص اھ - وقال فی الجزء الخامس من فتح القدیر ص ۴۴۴ المسجد خالص للہ سبحانہ

لیس لاحد فیہ حق قال اللہ تعالیٰ وان المساجد للہ مع العلم بان کل شئی لہ فکان فائدۃ ھذا الاضافۃ اختصاصہ بہ وھو بانقطاع حق کل من سواہ عنہ اھ وفی الجزء الخامس من البحر الرائق ص ۲۵۰ وفی الجزء الثالث من رد المحتار ص ۳۷۰ حاصلہ ان شرط کونہ مسجدا ان یکون سفلہ وعلوہ مسجدا لینقطع حق العبد عنہ لقولہ تعالیٰ وان المساجد للہ بخلاف ما اذا کان السرداب والعلو موقوفا لمصالح المسجد فھو کسرداب بیت المقدس ھذا ھو ظاھر الروایۃ اھ بل ان اتخذ وسط دارہ مسجدا واذن للناس بالدخول فیہ لم یصر مسجدا فلہ ان یبیعہ ویورث عنہ لان المسجد ما لا یکون لاحد منہ حق المنع واذا کان ملکہ محیطا بجوانبہ کان لہ حق المنع فلم یصر مسجدا لانہ ابقی الطریق لنفسہ فلم یخلص للہ تعالیٰ ھکذا فی الھدایۃ والعنایۃ وفتح القدیر۔ وھو اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

(۱) المسجد فی الشرع الاسلامی ھو الارض المخصوصۃ لعبادۃ اھل الاسلام والموقوفۃ للہ تعالیٰ بان لا یتعلق بھا حق العبد۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

(۲) ان اخذت الارض عاریۃ او اجارۃ واکتراء وجعل المسلمون یصلون فیھا لم تصر مسجدا شرعیا لانہ لابد للمسجدیۃ من الوقف التام وھذہ الارض لم تخلص للہ تعالیٰ بان تعلق بھا حق العبد۔ ھذا ما ظھر لی والعلم بالحق عند اللہ تعالیٰ ورسولہ جل جلالہ وصلی المولیٰ تعالیٰ علیہ وسلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۲۷ من ربیع الآخر سنہ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ ۔ از خاکسار لیاقت علی رضوی۔ خطیب سنفی مسجد محلہ کروڑی پوسٹ ہیکل ضلع کنانور۔ کیرلا اسٹیٹ

ایک محلہ میں قدیم مسجد تھی اور اس کے چاروں طرف متصل مسجد کے قبرستان تھی۔ لوگوں نے آپس میں مشورہ کرکے ایک عالی شان مسجد لمبی چوڑی بنائی جس کے اندر دو چار قبریں مسجد میں آگئی ہیں۔ خدارا شریعت کے حکم سے بہت جلد آگاہ فرمائیں۔ کیا شریعت اس مسجد کو مسجد کہتی ہے؟ اور جو لوگ اس میں نماز پڑھتے ہیں ان کی نماز ہوتی ہے یا نہیں؟ اور کیا اس مسجد کو قائم رکھی جائے یا کہ شہید کردی جائے؟ اور جو خطیب اس مسجد میں جانتے کے باوجود اس میں امامت کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟ للہ بہت جلد جواب دیجئے گا کرم ہوگا۔

الجواب ـــــ دو چار قبروں کے مسجد میں آجانے کے سبب مسجد قدیم کی مسجدیت نہیں

ختم ہو جائے گی بلکہ وہ اب بھی عند الشرع مسجد ہے۔ جہاں پر قبریں نہ ہوں اس حصہ پر نماز پڑھنا اور اس مسجد کی امامت کرنا جائز ہے۔ البتہ جو لوگ قبروں کو مسجد میں شامل کر دئے وہ سخت گنہگار ہوئے اس لیے کہ قبروں کو مسجد بنانا اور اس پر نماز پڑھنا جائز نہیں۔ جیسا کہ اعلیٰحضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں لایحل اتخاذ القبور مساجد ولا تباح الصلوٰۃ علیھا (فتاوی رضویہ جلد ششم ص۴۴) لہذا مسجد بنانے والوں پر لازم ہے کہ جتنے حصے میں قبریں ہیں ان کے چاروں طرف سترہ کی مقدار دیوار کھڑی کر دیں تاکہ ان پر اور ان کے جانب پڑھنے سے نماز خراب نہ ہو اور نہ قبروں کی بے حرمتی ہو۔ اور یا تو قبروں کے چاروں طرف نیچے سے دیوار قائم کر دیں پھر اس پر اس طرح چھت ڈھال دیں کہ چھت کا اوپری حصہ مسجد کے فرش سے ملا دیں اور چھت کا نچلا حصہ قبر سے نہ ملائیں بلکہ دونوں کے درمیان تھوڑی جگہ خالی چھوڑ دیں۔ اس طرح قبروں کی بے حرمتی بھی نہیں ہو گی اور ان کی چھت پر نماز پڑھنا بھی جائز ہو جائے گا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں۔ بیرون حدود مقبرہ ستون قائم کر کے اوپر کافی بلندی پر پاٹ کر چھت کو صحن مسجد سابق سے ملا کر مسجد کر دینا چاہتا ہے اس طرح کہ اس چھت کے ستون قبور مسلمین پر واقع نہ ہوں بلکہ حدود مقبرہ سے باہر ہوں تو اس میں حرج نہیں اھ ملخصا (فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص۳۹۹) یہ سب اس صورت میں ہے جب کہ قبرستان وقف نہ ہو اور زمین کے مالک کی اجازت سے قبرستان کا بعض حصہ داخل مسجد کر لیا گیا ہو۔ اور اگر قبرستان وقف ہو تو اس کی جتنی زمین پر مسجد بنائی گئی ہو اس حصہ کا انہدام ضروری ہے فتاویٰ عالمگیری میں ہے لایجوز تغییر الوقف اور فتح القدیر میں ہے الواجب ابقاء الوقف علیٰ ما کان علیہ۔ وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۵ ر ذی القعدہ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: مرسلہ عزیز احمد بیگ رضوی امام جامع مسجد مرنا ضلع کرکولہ (کرناٹک)

حضور مفتی صاحب قبلہ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(۱) ایک گاؤں میں لوگوں نے اپنی رقومات کو خرچ کر کے ایک مسجد بنائی جو ابھی خستہ حال نہیں ہے ابھی اچھی حالت میں کھپریل کی ہے کچھ لوگ عرب علاقہ میں یہاں کے رہتے ہیں ان لوگوں نے عرب سے روپیہ چندہ کر کے بھیجا۔ اور مسجد کو شہید کر کے آر۔سی۔سی بنانا چاہتے ہیں۔ اب اس شکل میں جب کہ ابھی مسجد ٹھیک حالت میں ہے شہید کی جا سکتی ہے یا نہیں؟ اور باہر ملک کے روپیہ سے مسجد بنائی جا سکتی ہے یا نہیں؟

(۲) مسجد شہید کرنے کے بعد ایک عربی مدرسہ کے وسیع بلڈنگ میں پنج وقتہ نماز وعیدین پڑھا جاسکتا ہے یا نہیں ؟

باسمہٖ تعالیٰ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الاعلےٰ

الجواب

محترم جناب مرزا صاحب! وعلیکم السلام ورحمتہٗ وبرکاتہٗ

(۱) گاؤں کی کھپریل مسجد کو شہید کرکے گاؤں والے اسے پہلے سے زیادہ مستحکم ومضبوط بنا سکتے ہیں اگرچہ وہ ابھی خستہ نہ ہوئی ہو جیسا کہ بہار شریعت حصہ دہم ص۲۷ میں ہے کہ اہل محلہ یہ چاہتے ہیں کہ مسجد کو توڑ کر پہلے سے عمدہ ومستحکم بنائیں تو بنا سکتے ہیں بشرطیکہ اپنے مال سے بنائیں۔ مسجد کے روپئے سے تعمیر نہ کریں۔ اور درمختار مع شامی جلد سوم ص۳۷ میں فتاویٰ بزازیہ سے ہے اراد اھل المحلۃ نقض المسجد وبنائہ احکم من الاول ان البانی من اھل المحلۃ لھم ذٰلک اھ اور دوسرے ممالک کے روپیوں سے بھی مسجد بنا سکتے ہیں۔

(۲) زیر تعمیر مسجد میں جب کہ نماز باجماعت پڑھنے کی گنجائش نہ ہو تو کوئی بھی نماز ہو مدرسہ میں پڑھ سکتے ہیں۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۶ رجمادی الاخریٰ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از (مولانا) محمد عبدالمبین نعمانی یکم ذی الحجہ ۹۹ھ

ایک مسجد ہے چھت دار جیسا کہ آج کل عام مسجدیں ہوتی ہیں۔ اسی مسجد سے متصل مسجد ہی کی تحویل میں چند دکانیں ہیں مگر دکانوں کے اوپر یعنی اس کی چھت پر جو کھلی ہوئی ہے اور پچھم طرف صرف ایک دیوار کھڑی ہے جس میں تین محرابیں بھی بنی ہیں۔ گرمیوں میں ہوا کے لئے مغرب، عشاء، فجر اور کبھی جاڑوں میں دھوپ کے لیے ظہر اور عصر کی نماز باجماعت ہوتی ہے۔ پھر ان وقتوں میں نیچے اصل مسجد کے اندر کوئی جماعت نہیں ہوتی یعنی یہی جماعت اولیٰ ہے۔ جو اصل مسجد کی اذان واقامت سے ہوتی ہے اب کہ دکانیں توڑ دی گئی ہیں اور ان کی جدید تعمیر ہو گئی ہے تو ان دکانوں کی جدید چھت کا کیا حکم ہے؟ یعنی اس پر حسب دستور سابق نماز ہی پڑھی جاسکتی ہے یا اس پر پیشاب خانہ، پاخانہ اور وضو خانہ وغیرہ بھی بنایا جاسکتا ہے اور بصورت ممانعت پیشاب خانہ وغیرہ اگر بن گیا ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟

مسجد کی پہلے جو شکل تھی اس کا نقشہ یہ ہے۔



الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب صورت مسئولہ میں جب کہ دکانیں مسجد کی تحویل میں ہیں تو دوکانوں کی چھت شرعًا مسجد ہوگئی جو ہمیشہ مسجد رہے گی جدید تعمیر کے سبب اس کی مسجدیت ختم نہ ہوگی لہذا اس پر استنجا خانہ اور وضو خانہ وغیرہ بنانا جائز نہیں اگر بنادیا ہے تو اس کا توڑنا لازم ہے۔ بحر الرائق جلد پنجم صفحہ ۲۵۱ میں ہے۔ شرط کونہ مسجدًا ان یکون سفلہ وعلوہ مسجدًا لینقطع حق العبد عنہ لقولہ تعالیٰ وان المساجد للہ تعالیٰ بخلاف ما اذا کان السرداب او العلو موقوفا لمصالح المسجد فانہ یجوز اذ لا ملک فیہ لاحد بل ھو من تتمیم مصالح المسجد فھو کسرداب مسجد بیت المقدس ھذا ھو ظاھر المذھب اھ اور اسی کے مثل رد المحتار جلد سوم مطبوعہ ہند ص ۳۷ میں بھی ہے اور فتح القدیر جلد پنجم ص ۴۴۵ میں ہے اذا کان السرداب او العلو موقوفا لصاحب المسجد فانہ یجوز اذ لا ملک فیہ لاحد بل ھو من تتمیم مصالح المسجد فھو کسرداب بیت المقدس ھذا ھو ظاھر المذھب اھ اور در مختار میں ہے اذا جعل تحتہ سردابًا لمصالح المسجد جاز کمسجد القدس اھ اور ہدایہ جلد ثانی ص ۶۲۴ و فتاویٰ عالمگیری جلد ثانی مصری ص ۳۵۵ میں ہے لو کان السرداب لمصالح المسجد جاز کما فی مسجد بیت المقدس اھ اور بہار شریعت حصہ دہم مطبوعہ لاہور ص ۷۶ میں ہے اگر نیچے کا مکان مسجد کے کام کے لئے ہوا اپنے لئے نہ ہو تو مسجد ہوگئی اھ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۱۲ ذی الحجہ ۹۰ھ

مسئلہ : از سید جاوید اشرف چشتی رضوی نظامی، پیر محمد رضوی، محمد الیاس اشرفی صاحبان - سلی گوڑی - دارجلنگ
رمضان میں وقت افطار پیاز تراش کر اس میں عرق لیموں نچوڑا جاتا ہے۔ دوران افطار بڑے ہی چاؤ سے چند افراد مع امام صاحب کے کھاتے ہیں۔ اذان مغرب ہوئی جھٹ کلی کیا پٹ نماز کے لیے کھڑے ہوگئے۔ تاویل لوگ کرتے ہیں ہے تو پیاز بدبودار لیکن عرق لیموں سے مہک نہیں رہتی۔ بتایا جائے اس طرح پیاز کھا کر مسجد میں نماز کے لیے جانا کیسا ہے۔ جو اس پر ضد کرے کیا حکم شرعی نافذ ہوگا؟

الجواب ــــــــ لیموں ڈالنے سے پیاز کی بو پورے طور پر زائل نہیں ہوتی جس کا تجربہ سونگھ کر کیا جا سکتا ہے۔ لہٰذا جب تک کہ اس کی بو کامل طور پر ختم نہ ہو جائے اسے کھا کر منہ کی بو دور ہونے سے پہلے مسجد میں جانا جائز نہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ من اکلھا فلا یقربن مسجدنا۔ یعنی جو شخص کچی پیاز یا لہسن کھائے تو ان کی بو دور ہونے سے پہلے ہماری مسجد کے قریب ہرگز نہ آئے۔ (ابو داؤد شریف)
جو شخص کچی پیاز کھا کر بو دور ہونے سے پہلے مسجد میں جائے وہ گنہگار ہے مسلمانوں کو چاہئے کہ ایسے شخص کو روکیں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۴ر ذی القعدہ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ : از سید ذوالفقار حیدر کوارٹر ۸۵ ایل فور کدمہ پوسٹ کدمہ - جمشید پور
موم بتی مسجد میں جلانا جائز ہے یا نہیں جب کہ موم بتی میں چربی پڑتی ہے اور چربی ذبیحہ اور غیر ذبیحہ دونوں قسم کے جانوروں سے حاصل کی جاتی ہے اور بلا امتیاز مسلم و غیر مسلم دوکانوں میں اس کی خرید و فروخت ہوتی ہے۔
اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصنیف کردہ کتاب احکام شریعت حصہ دوم صفحہ ۸۸ و ۸۹ مطبوعہ الیکٹرک ابو العلائی پریس آگرہ میں مرقوم ہے۔
عرض: ـ موم بتی جس میں چربی پڑتی ہے مسجد میں جلانا جائز ہے یا نہیں؟ **ارشاد**: ـ اگر مسلمان کی بنائی ہوئی ہے تو جائز ہے ورنہ مسجد ہی میں نہیں ویسے بھی جلانا نہیں چاہیئے۔" اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فتویٰ کس حد تک قابل اعتبار ہے۔ زید اس فتویٰ کو نہیں مانتا ہے وہ کہتا ہے کہ مسلم و غیر مسلم کے کارخانہ کی بنی ہوئی کے امتیاز کی ضرورت نہیں جبکہ فقہ کی عبارت الیقین لا یزول بالشك (شک سے یقین زائل نہیں ہوتا) سے صاف صراحت ہو جاتی ہے پھر کسی قسم کی قید لگانے کا کیا معنیٰ ــــ کیا موم بتی کے لیے حقیقتاً کسی قسم کے قید کی ضرورت نہیں ہے؟

الجواب ـــــــ اگر یہ شبہ ہو کہ یہ موم بتی چربی کی بنی ہوئی ہے یا کسی دوسری چیز کی تو اس موم بتی کو جلانا ناجائز نہ ہوگا اس لیے کہ اصل طہارت ہے اور نجاست عارض والیقین لا یزول بالشک لیکن اگر یہ معلوم و متیقن ہو کہ یہ چربی کی بنی ہوئی موم بتی ہے لیکن یہ نہ معلوم ہو سکے کہ ذبیحہ کی چربی سے بنی ہوئی ہے یا غیر ذبیحہ کی چربی سے مثلاً ہندو کے یہاں کی بنی ہوئی موم بتی ہے یا اس کی دوکان سے خرید کر لائی گئی ہو تو اس کو مسجد وغیرہ میں کہیں نہ جلایا جائے اس لیے کہ چربی میں اصل حرمت ہے اور حلت اس کو ذبح سے عارض ہوتی ہے والیقین لا یزول بالشک اس سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ زید نے الیقین لا یزول بالشک کی تلاوت بے محل کیا اور امام اہل سنت اعلیحضرت امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا کا فتویٰ حق و صحیح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۲۲ شوال المکرم ۱۳۸۳ھ

مسئلہ:۔ از ریاض احمد ۔ موضع گھراونڈیہہ پوسٹ اینٹی رام پور ضلع گونڈہ ۔

مسجد میں مولی کھا کر جانا اور لالٹین یا چراغ میں مٹی کا تیل ڈال کر مسجد میں جلانا کیسا ہے؟ تحریر فرمائیں کرم ہوگا۔

الجواب ـــــــ مولی، کچی پیاز و لہسن اور ہر وہ چیز کہ جس کی بو ناپسند ہو اسے کھا کر مسجد میں جانا جائز نہیں جبتک کہ بو باقی ہو۔ حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پیاز اور لہسن کھانے سے منع کیا اور فرمایا من اکلھما فلا یقربن مسجدنا۔ یعنی جو انھیں کھائے وہ ہماری مسجد کے قریب ہرگز نہ آئے اور فرمایا کہ اگر کھانا ہی چاہتے ہو تو پکا کر اس کی بو دور کر لو (مشکوٰۃ شریف ص۷) حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں: "ہر چہ بوئے ناخوش دارد از ماکولات وغیر ماکولات دریں حکم داخل است" یعنی ہر وہ چیز کہ جس کی بو ناپسند ہو اس حکم میں داخل ہے خواہ وہ کھانے والی چیزوں میں سے ہو یا نہ ہو (اشعۃ اللمعات جلد اول ص۳۲۸) اور حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔ "مسجد میں کچا لہسن اور پیاز کھانا یا کھا کر جانا جائز نہیں جب تک کہ بو باقی ہو۔ اور یہی حکم ہر اس چیز کا ہے جس میں بو ہو جیسے گندنا، مولی، کچا گوشت اور مٹی کا تیل (بہار شریعت حصۂ سوم ص۱۸۵) اور مسجد میں مٹی کا تیل جلانا حرام ہے مگر جب کہ اس کی بو بالکل دور کر دی جائے (فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص۵۹۸) وھو تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از رحمت علی اندراپور بڑگاؤں ضلع گونڈہ

زید نے اپنی زمین میں اس طرح مسجد اور مدرسہ بنانے کی نیت شروع میں کی تھی کہ نیچے مسجد ہوگی اور اس کے اوپر مدرسہ اب مسجد کی چھت لگ چکی ہے اس کے برآمدے کی چھت لگنا باقی ہے زید اپنی نیت کے مطابق مسجد کے اوپر مدرسہ بنانا چاہتا ہے تو یہ جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب ــــــــ اب زید مسجد کے اوپر مدرسہ نہیں بنا سکتا کہ مسجد ہو جانے کے بعد اس کی چھت پر مسجد کے علاوہ کسی قسم کی دوسری عمارت بنانا جائز نہیں۔ بہار شریعت حصہ دہم ص ۸۷ "مسجد کی چھت پر امام کے لیے بالاخانہ بنانا چاہتا ہے اگر قبل تمام مسجدیت ہو تو بنا سکتا ہے اور مسجد ہو جانے کے بعد نہیں بنا سکتا اگرچہ کہتا ہو کہ مسجد ہونے کے پہلے سے میری نیت بنانے کی تھی بلکہ اگر دیوار مسجد پر حجرہ بنانا چاہتا ہو تو اس کی بھی اجازت نہیں یہ حکم خود واقف اور بانی مسجد کا ہے لہذا جب اسے اجازت نہیں تو دوسرے بدرجۂ اولیٰ نہیں بنا سکتے اگر اس قسم کی کوئی ناجائز عمارت چھت یا دیوار پر بنا دی گئی تو اسے گرا دینا واجب ہے" اھ اور درمختار میں ہے۔

لو تمت المسجدیۃ ثم اراد البناء منع ولو قال عنیت ذلک لم یصدق تاتارخانیۃ فاذا کان هذا فی الواقف فکیف بغیرہ فیجب هدمہ ولو علی جدار المسجد اھ وهو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۰ ذی القعدہ سنہ ۹۸ھ

مسئلہ: از عبد الحمید جمبور۔ بمبئی ۲۴

ایک مسجد کی تعمیر دو منزل کی ہوئی ہے نیچے کے حصہ میں کچھ قومی کام کے لیے بطور دفتر مقرر کر لیا گیا ہے اور اوپر کے حصہ میں نماز پنجگانہ وجمعہ ہوتا ہے ایک گروہ نے اعتراض کیا کہ نیچے کے حصہ میں نماز پنجگانہ وجمعہ ہونا چاہئے۔ اور اوپر کے حصہ میں کاروبار کرنا چاہئے اس کے جواب میں مرکزی دار العلوم اہل حدیث بنارس کے مفتی نے فتویٰ دیا کہ اوپر کے حصہ میں نماز پنجگانہ وجمعہ بلا کراہت جائز ہے۔ اعتراض کرنے والا گروہ مکروہ یا ناجائز ہونے کی دلیل قرآن وحدیث کی روشنی میں پیش کرے۔ براہ کرم قرآن شریف وحدیث شریف اور فقہ کی روشنی میں اس کی وضاحت فرمادیں۔

الجواب ــــــــ مسجد کے نیچے کا جو حصہ کہ نماز پڑھنے کی نیت سے بنایا گیا ہے وہ مسجد ہو گیا۔ اس حصہ میں قومی کام کا دفتر بنانا جائز نہیں کہ مسجدیں نماز وعبادت اور ذکر الٰہی کے لئے ہیں نہ کہ دفتر بنانے کے لئے۔ تفسیر خازن جلد ہفتم ص ۱۶۱ میں آیت کریمہ ان المسجد للہ کے تحت ہے المواضع التی بنیت للصلوٰۃ

والعبادۃ وذکر اللہ اور نیچے کا جو حصہ نماز پڑھنے کے لئے بنایا گیا اس کے مقابل اوپر کا حصہ آسمان کی بلندی تک سب مسجد کے حکم میں ہے۔ لہذا اوپری حصہ میں کبھی کام کا دفتر بنانا جائز نہیں جیسا کہ درمختار مع شامی جلد اول صـــ۴۴۱ پر مسجد کے بالائی حصہ میں پیشاب وغیرہ کے ناجائز ہونے کی علت بیان کرتے ہوئے علامہ حصکفی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں لانہ مسجد الی عنان السماء اور پھر مسجد میں دفتر ہوگا تو اس میں ہر طرح کے لوگ آئیں گے، ٹھٹھا مزاق ہر قسم کی باتیں کریں گے۔ اور چائے وسگریٹ وغیرہ پئیں گے کھائیں گے اور یہ ساری باتیں احترام مسجد کے خلاف اور ناجائز ہیں۔ البتہ وہ حصہ جو فنائے مسجد ہے یعنی نماز پڑھنے کے لئے نہیں بنایا گیا ہے اس میں اور اس کے مقابل اوپری حصہ میں دفتر بنانا جائز ہے ـــــ نام نہاد اہل حدیث سے فتویٰ لینا جائز نہیں کہ وہ گمراہ و بدمذہب ہیں۔ ان کے فتویٰ پر عمل کرنا حرام ہے۔ اور اس نے جو یہ فتویٰ دیا کہ اوپر کے حصہ میں نماز پنجگانہ وجمعہ بلاکراہت جائز ہے۔ تو اوپری حصہ میں نماز کے جائز و ناجائز ہونے کا سوال نہیں ہے بلکہ سوال یہ ہے کہ مسجد میں کام کا دفتر بنانا جائز ہے یا نہیں۔ اور ایسے نرا جاہل ہی جائز کہہ سکتا ہے اور رہی مسجد کے اوپر نماز پڑھنے کی بات تو اس کی اجازت اس وقت ہے جب کہ نیچے جگہ نمازیوں سے تنگ ہو جائے۔ یہاں تک کہ گرمی کے سبب بھی نیچے جگہ ہوتے ہوئے اوپر جماعت قائم کرنے اور بلاضرورت چڑھنے کی اجازت نہیں جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری جلد پنجم مطبوعہ مصر صـــ۲۸۲ میں ہے الصعود علی سطح کل مسجد مکروہ ولهذا اذا اشتد الحر یکرہ ان یصلوا بالجماعۃ فوقه الا اذا ضاق المسجد فحینئذ لا یکرہ الصعود علی سطحه للضرورۃ کذا فی الغرائب۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۴ ذوالقعدہ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از محمد انتخاب اشرفی نانپارہ ضلع بہرائچ شریف

ایک شخص جب مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے آتا ہے تو اکثر دوسرے نمازیوں سے جھگڑا کرتا ہے۔ تو متولی مسجد اس شخص کو مسجد میں آنے سے روک سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب ـــــ شخص مذکور اگر دوسرے نمازیوں سے جھگڑا کرتا ہے اور ان کو ایذا پہونچاتا ہے تو حکم شرع یہ ہے کہ ایسے شخص کو مسجد میں آنے سے روک دیا جائے جیسا کہ درمختار میں ہے یمنع منه کل موذ ولو بلسانه۔ وھو سبحانه وتعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۳ ربیع الاول ۱۴۰۰ھ

مسئلہ : از محمد علیم الدین - مدرسہ فیض العلوم محمد آباد گوہنہ اعظم گڑھ

مقدمہ میں وکالت کا پیشہ اختیار کرنا کیسا ہے؟ جب کہ بسا اوقات اس میں جھوٹ بولنا پڑتا ہے۔ اور اس کی آمدنی کے روپئے سے مسجد کی تعمیر کرانا کیسا ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں باحوالہ تحریر فرمائیں۔

الجواب ـــــــــ کچہریوں کے مقدمات کے لئے پیشۂ وکالت جیسا کہ آج کل رائج ہے حرام ہے اور اس کی آمدنی ناجائز۔ اس لیے کہ وکالت جھوٹ بولنے اور جھوٹ سکھانے کا پیشہ ہے۔ جس کے لیے حدیث شریف میں بڑی وعیدیں آئی ہیں۔ جیسا کہ بخاری اور مسلم میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایاکم و الکذب فان الکذب یھدی الی الفجور وان الفجور یھدی الی النار وما یزال الرجل یکذب و یتحری الکذب حتیٰ یکتب عند اللہ کذابا۔ وفی روایۃ المسلم قال ان الصدق بر وان البر یھدی الی الجنۃ وان الکذب فجور وان الفجور یھدی الی النار۔ یعنی جھوٹ بولنے سے بچو اس لیے کہ جھوٹ فسق وفجور کی طرف لے جاتا ہے اور فسق وفجور دوزخ کی طرف لے جاتے ہیں اور جو شخص ہمیشہ جھوٹ بولتا ہے اور جھوٹ بولنے کی طلب وکوشش میں لگا رہتا ہے وہ خدائے تعالیٰ کے یہاں کذاب لکھا جاتا ہے۔ اور مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے کہ سچ بولنا نیکی ہے اور نیکی بہشت میں لے جاتی ہے۔ اور جھوٹ بولنا فسق وفجور اور فسق وفجور دوزخ میں لے جاتے ہیں (مشکوٰۃ شریف ص۴۱۲) اور ناجائز آمدنی کے روپیہ سے مسجد تعمیر کرانا جائز نہیں لیکن اگر کسی نے ایسا کیا تو وہ شرعاً مسجد ہے اور اس میں نماز پڑھنا جائز ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رضی المولیٰ عنہ سود، شراب اور رشوت وغیرہ کے روپیہ کو مسجد و مدرسہ میں لگانے کے متعلق ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ مسجد، مدرسہ وغیرہ میں بعینہ روپیہ نہیں لگایا جاتا بلکہ اس سے اشیاء خریدتے ہیں۔ خریداری میں اگر یہ نہ ہوا ہو کہ حرام دکھا کر کہا اس کے بدلے میں فلاں چیز دے۔ اس نے دی۔ اس نے قیمت میں زر حرام دیا تو جو چیزیں خریدیں وہ خبیث نہیں ہوتی اور اکثر یہی صورت ہوتی ہے۔ مسجد میں نماز مدرسہ میں تحصیل علم جائز ہے۔ (احکام شریعت حصہ اول مطبوعہ لاہور ص۱۰) وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۸ ربیع الاول ۱۴۰۲ھ

مسئلہ : از سید محمد ایوب مدرس مدرسہ غوثیہ محلہ تیلیان شری ڈونگر گڑھ ضلع چورو (راجستھان)

زید کے وہاں افیم کا کاروبار ہوتا ہے اور چند سال پہلے شراب کا کاروبار بھی ہوتا تھا اسی نفع کی رقم سے اب

چکی آٹا پیسنے والی اور کپڑے کی دوکان اور کرانہ کی دوکان اور کھیتی باڑی بھی ہے ۔ جواب طلب یہ ہے کہ زید کے وہاں اب کھانا پینا یا اس کا چندہ مسجد یا مدرسہ میں لگانا کیسا ہے حوالہ کے ساتھ کتب معتبرہ کی عبارت کے ساتھ جواب ارسال فرمایا جائے ؟

الجواب ـــــــــ افیون کا استعمال دواءً جائز ہے اور جس چیز کا استعمال دواءً جائز ہو اس کی تجارت گناہ نہیں لہٰذا افیون کی تجارت شرع کے نزدیک گناہ نہیں ۔ فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص۱۷۶ میں ردالمحتار سے ہے البنج والافیون استعمال الکثیر المسکر منہ حرام مطلقا واما قلیل فان کان للھو حرم وان للتداوی فلا انتھیٰ ملتقطا ۔ اور شراب کی تجارت جبکہ پہلے ہوتی تھی اور اب نہیں ہوتی بلکہ اب جائز کاروبار ہوتا ہے تو اسکے یہاں کھانا پینا اور اس کا چندہ مسجد یا مدرسہ میں لگانا جائز ہے اگرچہ اسی کے نفع سے ہوتا ہو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان احکام شریعت حصہ دوم مطبوعہ لاہور ص۱۷۶ پر طوائف جس کی آمدنی صرف حرام پر ہے اس کی لائی ہوئی شیرینی کے بارے میں جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ ۔ اگر شیرینی اپنے مال حرام ہی سے خریدی اور خریدنے میں اس پر عقد ونقد جمع نہ ہوئی یعنی حرام روپیہ دکھا کر اس کے بدلے خرید کر وہی حرام روپیہ دیا اگر ایسا نہ ہوا ہو تو مذہب مفتی بہ پر وہ شیرینی بھی حرام نہ ہوگی ۔ اور اسی کتاب کے حصہ اول ص۱۰۷ پر ناجائز روپیہ مسجد اور مدرسے وغیرہ میں لگانے کے سوال پر جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ مسجد مدرسہ وغیرہ میں بعینہٖ روپیہ نہیں لگایا جاتا بلکہ اس سے اشیاء خریدتے ہیں ۔ خریداری میں اگر یہ نہ ہوا ہو کہ حرام دکھا کر کہا کہ اس کے بدلے فلاں چیز دے اس نے دی ۔ اسے قیمت میں زر حرام دیا ۔ تو جو چیز خریدیں وہ خبیث نہیں ہوتی اور فتاویٰ عالمگیری جلد پنجم مصری ص۳۰۱ میں ہے کہ ۔ جس کی حرام آمدنی زیادہ ہو اور حلال کم اس کے یہاں کھانا پینا جائز نہیں ہے اور جس کی جائز آمدنی زیادہ ہو اور حرام کم اس کے یہاں کھانے پینے میں حرج نہیں ۔ کان اموال الناس لا تخلو عن قلیل حرام فالمعتبر الغالب ۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۳ر ذوالقعدہ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ : از پیر بخش خاں موضع ہتیرہ ۔ ضلع بستی ۔

ہمارے یہاں کی مسجد دو منزلہ ہوگئی ہے تو اب نیچے جگہ ہوتے ہوئے اوپر جماعت قائم کرتے ہیں ۔ اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے ؟ کانپور وغیرہ شہروں میں ایسا نہیں ہوتا ہے ۔ ہمارے یہاں سب سے پہلے ایک بڑے عالم

کی اجازت سے ایسا ہوا۔

الجواب ـــــــــ جب کہ نیچے کی جگہ بھر گئی ہو تو اوپر نماز پڑھنا جائز ہے۔ اور نیچے جگہ ہوتے ہوئے گرمی وغیرہ کی وجہ سے بھی اوپر نماز پڑھنے کی اجازت نہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ مسجد کی چھت پر بلا ضرورت جانا منع ہے اگر تنگی کے سبب کہ نیچے کا درجہ بھر گیا اوپر نماز پڑھیں جائز ہے اور بلا ضرورت مثلاً گرمی کی وجہ سے پڑھنے کی اجازت نہیں۔ کما نص علیہ فی الفتاویٰ العالمگیریہ (فتاوی رضویہ جلد ششم ص۴۴۳) اور تحریر فرماتے ہیں کہ سقف پر بلا ضرورت نماز کی اجازت نہیں کہ سقف مسجد (مسجد کی چھت) پر بے ضرورت چڑھنا ممنوع و بے ادبی ہے اور گرمی کا عذر مسموع نہ ہوگا ہاں کثرت جماعت کہ طبقہ زیریں (نچلے حصہ) کے دونوں درجے بھر جائیں اور لوگ باقی رہیں سقف پر اقامت نماز کی اجازت دی جائے گی فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے۔ الصعود علی سطح کل مسجد مکروہ ولھذا اذا اشتد الحر یکرہ ان یصلوا بالجماعۃ فوقہ الا اذا ضاق المسجد فحینئذ لا یکرہ الصعود علی سطحہ للضرورۃ (فتاوی رضویہ جلد ششم ص۴۴۲) وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از انصار الرضا موضع پیری بزرگ پوسٹ بھدوکھر بازار ضلع بستی

ہمارے یہاں کی مسجد سے متصل ہی زید نے بیلوں کے کھانے کی گھاری بنالی ہے جس کے سبب جب مسجد کی کھڑکیاں کھول دی جاتی ہیں تو مسجد میں ٹھہرنا مشکل ہو جاتا ہے چہ جائیکہ نماز پڑھنا۔ تو کیا زید کا یہ گھاری بنالینا اور اسے قائم رکھنا جائز ہے؟ شرعی حکم سے آگاہ فرمائیں۔

الجواب ـــــــــ گھاری وغیرہ بدبودار جگہ مسجد کے قریب اس طرح بنانا کہ اس کی بدبو مسجد میں پہونچے جائز نہیں کہ اس سے فرشتوں کو اذیت ہوتی ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۲ ذی الحجہ ۹۹ھ

مسئلہ: از غلام نبی۔ نئی سڑک کانپور

مسجدوں میں بچوں کو پڑھاتے ہیں تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ شریعت کا اس کے بارے میں کیا

حکم ہے؟ دلیل کے ساتھ تحریر فرمائیں ۔

الجواب ـــــــ اگر بچے ناسمجھ ہیں تو ان کو مسجد میں پڑھانا منع ہے کہ ان کو مسجد میں لے جانے کی اجازت ہی نہیں ۔ لیکن اگر مدرس تنخواہ لے کر مسجد میں پڑھاتا ہو تو بہر صورت ناجائز ہے خواہ بچے ناسمجھ ہوں یا بڑی عمر والے سمجھدار ۔ اس لیے کہ تنخواہ لے کر پڑھانا دنیاوی کام ہے اور مسجدیں دنیاوی کاموں کے لیے نہیں ہیں الاشباہ والنظائر ص۳۷ میں ہے تکرہ الصناعۃ فیہ من خیاطۃ وکتابۃ باجر وتعلیم صبیان باجر لا بغیرہ ۔ اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ مسجد میں ناسمجھ بچوں کے لے جانے کی ممانعت ہے حدیث میں ہے جنبوا مساجدکم صبیانکم ومجانینکم ۔ خصوصًا اگر پڑھانے والا اجرت لے کر پڑھاتا ہو تو اور بھی زیادہ ناجائز کہ اب کار دنیا ہو گیا اور دنیا کی بات کے لیے مسجد میں جانا حرام ہے نہ کہ طویل کار کے لیے ۔ (فتاوی رضویہ جلد ششم ص۴۳۶) وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ : از ارشاد حسین صدیقی بانی دار العلوم امجدیہ کسان ٹولہ سنڈیلہ ضلع ہردوئی ۔

مسجد میں دنیا کی باتیں کرنا کیسا ہے؟

الجواب ـــــــ مسجد میں دنیا کی باتیں کرنے کے بارے میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ مسجد میں دنیا کی مباح باتیں کرنے کو بیٹھنا نیکیوں کو کھاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو ۔ فتح القدیر میں ہے الکلام المباح فیہ مکروہ یاکل الحسنات ۔ اشباہ میں ہے انہ یاکل الحسنات کما تاکل النار الحطب ۔ امام ابو عبد اللہ نسفی نے مدارک شریف میں حدیث نقل کی کہ الحدیث فی المسجد یاکل الحسنات کما تاکل البھیمۃ الحشیش ۔ مسجد میں دنیا کی بات نیکیوں کو اس طرح کھاتی ہے جیسے چوپایہ گھاس کو ۔ غمز العیون میں خزانۃ الفقہ سے ہے من تکلم فی المساجد بکلام الدنیا احبط اللہ تعالیٰ عنہ عمل اربعین سنۃ جو مسجد میں دنیا کی بات کرے اللہ تعالیٰ اس کے چالیس برس کے عمل اکارت فرما دے اقول ومثلہ لا یقال بالرای ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :- سیکون فی اٰخر الزمان قوم یکون حدیثھم فی مساجدھم لیس للہ فیھم حاجۃ آخر زمانے میں کچھ لوگ ہوں گے کہ مسجدوں میں دنیا کی باتیں کریں گے اللہ عزوجل کو ان لوگوں سے کچھ کام نہیں رواہ ابن حبان فی صحیحہ عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ

میں ہے کلام الدنیا اذا کان مباحا صدقا فی المساجد بلا ضرورۃ داعیۃ الی ذلک کالمعتکف یتکلم فی حاجتہ اللازمۃ مکروہ کراھۃ تحریم ثم ذکر الحدیث وقال فی شرحہ لیس للہ تعالیٰ فیھم حاجۃ ای لا یرید بھم خیرا وانما ھم اھل الخیبۃ والحرمان والاھانۃ والخسران۔ یعنی دنیا کی بات جب کہ فی نفسہ مباح اور سچی ہو مسجد میں بلا ضرورت کرنی حرام ہے ضرورت ایسی جیسے معتکف اپنے حوائج ضروریہ کے لیے بات کرے پھر حدیث مذکور ذکر کرکے فرمایا معنیٰ حدیث یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ بھلائی کا ارادہ نہ کرے گا اور وہ نامراد و محروم و زیاں کار اور اہانت و ذلت کے سزاوار ہیں۔ اسی میں ہے وروی ان مسجدا من المساجد ارتفع الی السماء شاکیا من اھلہ یتکلمون فیہ بکلام الدنیا فاستقبلتہ الملئکۃ وقالوا بعثنا بھلاکھم۔ یعنی مروی ہوا کہ ایک مسجد اپنے رب کے حضور شکایت کرنے چلی کہ لوگ مجھ میں دنیا کی باتیں کرتے ہیں ملائکہ اسے آتے ملے اور بولے ہم ان کے ہلاک کرنے کو بھیجے گئے ہیں اسی میں ہے وروی ان الملائکۃ یشکون الی اللہ تعالیٰ من نتن فم المغتابین والقائلین فی المساجد بکلام الدنیا۔ یعنی روایت کیا گیا کہ جو لوگ غیبت کرتے ہیں (جو سخت حرام اور زنا سے بھی اشد ہے) اور جو لوگ مسجد میں دنیا کی باتیں کرتے ہیں ان کے منہ سے وہ گندی بدبو نکلتی ہے جس سے فرشتے اللہ عزوجل کے حضور ان کی شکایت کرتے ہیں۔ سبحٰن اللہ جب مباح و جائز بات بلا ضرورت شرعیہ کرنے کو مسجد میں بیٹھنے پر یہ آفتیں ہیں تو حرام و ناجائز کام کرنے کا کیا حال ہوگا۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ششم صـ۴۰۳) وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از رفیق القادری سکریٹری تنظیم اہلسنت بچھڑوا۔ گونڈہ

مساجد کی نسبت غیر اللہ کی طرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟ مسجد کا محراب یا صدر دروازہ پر مسجد اہلسنت لکھنا ازروئے شرع کیسا ہے؟ تحقیق انیق سے شریعت اسلامیہ کا حکم بیان فرمائیں۔

الجواب: مساجد کی نسبت غیر اللہ کی طرف بلاشبہ جائز ہے جیسا کہ تفسیر جمل جلد چہارم صـ۴۲۱ میں آیت کریمہ ان المسجد للہ کے تحت ہے۔ اضافۃ المسجد الی اللہ تعالیٰ اضافۃ تشریف وتکریم وقد تنسب الی غیرہ تعریفا قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلاۃ فی مسجدی ھذا خیر من الف صلاۃ فیما سواہ الا المسجد الحرام۔ اسی لیے مکہ معظمہ میں مسجد عائشہ، مسجد جن، مسجد کبش وغیرہ

اور مدینہ طیبہ میں مسجد علی ، مسجد ابی ، مسجد بنی قریظہ اور مسجد ابراہیم وغیرہ بے شمار مساجد غیر اللہ کی نسبت کے ساتھ مشہور ہیں ۔ اور مسجد کے صدر دروازہ یا محراب وغیرہ کی نمایاں مقام پر مسجد اہلسنت لکھنا بھی جائز ہے ۔ اور اگر وہابیوں ، دیوبندیوں یا کسی دوسرے گمراہ فرقوں کے قبضہ کرنے کا اندیشہ ہو تو اس صورت میں اس پر مسجد اہل سنت لکھنا ضروری ہے ۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۲ محرم الحرام ۱۴۰۲ھ

مسئلہ : از حافظ سید جاوید حسین نوری معرف حافظ عبد الحفیظ قادری رضوی مکان ۹۱/۱۴۹ ہیرامن کا پوروہ کانپور

زید نے چار بیگھا زمین میں سے تین بسوہ زمین برائے مسجد دی اور اہل محلہ سے یہ کہدیا کہ جس جگہ چاہو تین بسوہ زمین پر مسجد بنالو مگر اہل محلہ میں آج تک جگہ کا انتخاب نہ ہو سکا کسی نے کہا اس جگہ کسی نے کہا اس جگہ اور نہ مسجد کے لیے کوئی سامان خریدا گیا نہ کسی سے ایک پیسہ چندہ کیا گیا اب یہ رائے ہوئی کہ بجائے یہاں نئی مسجد بنانے کے اس تین بسوہ زمین کا پیسہ جامع مسجد میں لگا دیا جائے جو کہ زیر تعمیر ہے اس جگہ کا پیسہ جامع مسجد میں لگایا جا سکتا ہے کہ نہیں جو حکم ہو شریعت کا تحریر کریں ؟

الجواب ــــــــ اللھم ھدایۃ الحق والصواب ۔

زید نے تین بسوہ زمین جب کہ اس لئے دی ہے کہ اس پر مسجد بنائی جائے تو اسے بیچ کر اس کا پیسہ کسی دوسری مسجد میں صرف کرنا جائز نہیں ہے ۔ وھو تعالیٰ اعلم کتبہ جلال الدین احمد امجدی

مسئلہ : از (مولوی) محمد سلیم ناظم مدرسہ قادریہ رضویہ اشرفیہ موضع بھر بیڈا پوسٹ بھراج گنج ضلع بستی ۔

ہمارے یہاں کی مسجد زیر تعمیر ہے اس میں ایک غیر مسلم اپنی خوشی سے بطور چندہ کچھ رقم دینا چاہتا ہے تو اس کو لینا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب ــــــــ جائز ہے جب کہ کسی شرعی مصلحت کے خلاف نہ ہو ۔ ھٰذا ما عندی وھو تعالیٰ اعلم بالصواب ۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ : از رمضان علی قادری رضوی علی آباد بارہ بنکی یو۔پی

ایک مسجد کہنہ بہت زیادہ شکستہ ہونے کی وجہ سے تعمیر نو کے لیے شہید کرائی گئی ہے اس کا ملبہ جو مسجد کے لیے کار آمد نہیں ہے یا وہ اشیاء جو کار آمد بھی ہیں مگر مسجد مذکور کے لیے غیر ضروری ہیں جیسے ٹین قابل چھاونی ، دروازے

سریہ دار، دروازے بلہ دار، روڑے، لکڑی قابل سوختنی، مٹی یا لونا ـــــ دریافت طلب بات یہ ہے کہ یہ تمام چیزیں فروخت کی جا سکتی ہیں کہ نہیں؟ فروخت کرنے کی صورت میں خریدار ہونے کی شرط مسلمان تو نہیں ہے؟ اور وہ مٹی جو لونا یعنی کھارا ہو چکی ہے کھیتوں میں ڈالی جا سکتی ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو وہ مٹی (یعنی لونا) کیا کی جائے اور وہ روڑا جو مسجد کے لیے کار آمد نہیں ہے خریدار اس کو خرید کر اپنے مکان میں لگا سکتا ہے کہ نہیں اگر لگا سکتا ہے تو کہاں لگائے؟ نیز مسجد کی لکڑی جلانے کے کام لائی جا سکتی ہے کہ نہیں؟ تمام باتوں کا جواب کتابوں کے حوالہ سے دے کر عند اللہ ماجور ہوں ۔ اور عربی فارسی کی جو عبارتیں ہوں ان کا ترجمہ بھی ضرور تحریر فرما دیں ۔

الجواب ـــــ مسجد کا وہ سامان جو مسجد کے لیے کار آمد نہیں ہے اور ان کے خراب ہو جانے کا اندیشہ ہے تو فروخت کر کے ان کی قیمت مسجد میں لگانا جائز ہے ۔ اور مسلمان کے ہاتھ اس شرط کے ساتھ فروخت کرے کہ وہ بے ادبی کی جگہ نہ لگائے اور وہ مٹی جو کھارا ہو چکی ہے اسے ایسی جگہ ڈال دیں جہاں بے ادبی نہ ہو ۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان سے دریافت کیا گیا کہ مسجد کی کوئی چیز ایسی ہو کہ خراب ہو جاتی ہے اور اس کو بیچ کر اس کی قیمت مسجد میں دیں اور وہ چیز اگر دوسرا آدمی قیمت دے کر مسجد کی چیز اپنے مکان پر رکھے تو اس کو جائز ہے یا نہیں؟ فرمایا جائز ہے مگر بے ادبی کی جگہ نہ لگائے ۔ درمختار میں ہے حشیش المسجد و کناستہ لا یلقی فی موضع یخل بالتعظیم ۔ یعنی مسجد کی گھاس اور کوڑا اجاڑ کر ایسی جگہ نہ ڈالیں جہاں بے ادبی ہو (فتاوی افریقہ) اور مسجد کی وہ لکڑی جو رکھنے میں خراب ہو جائے گی اور جلانے کے علاوہ کسی دوسرے کام میں بھی نہیں آ سکتی تو اس کا بیچنا جائز ہے مگر خریدنے والا مسلمان نہ اسے اپلوں کے ساتھ رکھے اور نہ ان کے ساتھ جلائے ۔ ھٰذا ما عندی واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ۔

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۸ ار ربیع الاول ۱۴۰۰ھ

مسئلہ : از محمد نور الدین موضع ڈھونڈھیا پوسٹ بکھرہ ضلع بستی ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے ملت اسلامیہ اس مسئلہ میں کہ گاؤں میں پارٹی بندی ہوئی تو چند آدمیوں نے دو مسلمانوں سے مسجد کے لیے زمین مانگی ۔ اور اس پر مسجد کی بنیاد ڈال دی ۔ گاؤں کے اکثر لوگوں کو اس کا علم نہ تھا ۔ اور مسجد کی جگہ بھی مناسب نہیں ۔ بنیاد پڑ جانے کے بعد جن لوگوں نے زمین دی تھی ان میں سے ایک لڑکے نے انکار کر دیا اور مسجد کی دیوار پر اپنے مکان کی دیوار اٹھا لی ۔ اب مسلمانوں کے اندر نفسانیت قریب قریب ختم ہو گئی تو مناسب جگہ پر

دوسری مسجد کی بنیاد ڈالی گئی ۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ تھوڑی زمین جو دوسرے مسلمان کی بچی ہے اب اس کو فروخت کرکے زیر تعمیر دوسری مسجد میں رقم لگا دینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا ۔

الجواب ــــــ اب مسلمانوں کے اندر نفسیات قریب قریب ختم ہوگئی اس کے بعد مسلمانوں نے دوسری مسجد کی بنیاد ڈالی ۔ اس سے واضح طور پر ثابت ہے کہ جب اس سے پہلے مسجد کی بنیاد ڈالی گئی تھی اس وقت بھی مسجد کی ضرورت تھی ۔ مسجد ضرار کی صورت نہ تھی ۔ اور جب دو شخصوں نے مسجد کے لئے زمین دے دی اور اس پر بنیاد بھی ڈال دی گئی تو وہ مسجد ہوگئی اور ہمیشہ مسجد ہی رہے گی خواہ گاؤں کے اکثر لوگوں کو بنیاد ڈالنے کا علم رہا ہو یا نہ رہا ہو اور چاہے مسجد مناسب جگہ پر ہو یا غیر مناسب ۔ اسے بیچ کر دوسری مسجد میں قیمت صرف کرنا جائز نہیں ۔ اور مسجد کی دیوار پر سے اپنے مکان کی دیوار اٹھانے والا سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہے اس پر لازم ہے کہ مسجد کی دیوار سے اپنا قبضہ ہٹالے کہ اگرچہ گاؤں کے مسلمان کچھ نہ کرسکیں مگر اللہ واحد قہار کی پکڑ بہت سخت ہے اس لیے کہ جب اس نے مسجد کے لیے زمین دے دی اور مسلمانوں نے بنیاد ڈال کر اس پر قبضہ بھی کرلیا تو وہ زمین اس کی ملکیت سے نکل گئی ۔ درمختار مع ردالمحتار جلد سوم ص۳۶۹ میں ہے ۔ یزول ملکہ عن المسجد والمصلی بالفعل وبقولہ جعلتہ مسجدا ۔ اور ردالمحتار کی اسی جلد کے ص۳۷۱ میں ہے ۔ لا یجوز نقلہ ونقل مالہ الی مسجد آخر اور فتاویٰ عالمگیری جلد دوم طبع مصر ص۳۵۶ میں ہے ۔ لو کان مسجد فی محلۃ ضاق علی اھلہ ولا یسعھم ان یزید وفیہ فسألھم بعض الجیران ان یجعلوا ذلک المسجد لہ لیدخل ھو فی دارہ ویعطیھم مکانہ عوضا ما ھو خیر لہ فیسع فیہ اھل المحلۃ قال محمد رحمہ اللہ تعالیٰ لا یسعھم ذلک کذا فی الذخیرہ ۔ اگر شخص مذکور مسجد کو نہ چھوڑے تو مسلمان حتی المقدور اس کے ساتھ سختی کریں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے ۔ قال اللہ تعالیٰ واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظٰلمین (پ ۷ ع ۱۴) ھذا ما عندی وھو اعلم بالصواب ۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۳ رجب المرجب ۱۴۰۱ھ

مسئلہ :۔ از علی جرار ۔ گجیور گرنٹ ۔ اتردلہ ۔ گونڈہ

مدرسے کی چھت پہ تعمیر مسجد ہوسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب ــــــ مدرسہ کی چھت پر مسجد بیت کی طرح مسجد تعمیر ہوسکتی ہے لیکن اگر مسجد عام بنانا چاہیں اور مدرسہ کی زمین وقف ہے تو اس کی چھت پر مسجد عام کی تعمیر نہیں ہوسکتی کہ مسجد عام کے لیے زمین

کا اس کی ملکیت میں ہونا ضروری ہے۔ اور مدرسہ کی موقوفہ زمین مسجد کی ملکیت نہیں ہو سکتی۔ لانه تغییر الوقف وتغییر الوقف لا یجوز ھٰکذا فی الھندیة ہاں اگر مدرسہ کسی کی ملکیت میں ہو اور وہ مدرسہ کو مسجد میں دے دے تو اس صورت میں اس کی چھت پر مسجد عام بنانا بھی جائز ہے۔ وھو سبحانه اعلم بالصواب۔

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۱۵؍ محرم الحرام ۱۴۰۳ھ

مسئلہ:۔ از غلام رب موضع ڈھلھو پور پوسٹ سلیم پور ضلع بستی

مسجد سے نریا اور کھپڑا وغیرہ نکلی ہوئی چیزوں کو مدرسہ میں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب ـــــــ مسجد کا نریا اور کھپڑا وغیرہ جو سامان کہ اب مسجد میں کام آنے کے لائق نہ ہو اور خراب ہونے کا اندیشہ ہو تو اسے مسجد سے خرید کر مدرسہ میں لگا سکتے ہیں مگر استنجا خانہ وغیرہ کسی بے ادبی کی جگہ پر نہیں لگا سکتے اور نہ مسجد سے خریدے بغیر لگا سکتے ہیں۔ ھٰکذا فی الکتب الفقھیة۔ وھو تعالیٰ ورسوله الاعلیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۲۹؍ ذی الحجہ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ:۔ از محمد یعقوب رضوی متھرا بازار۔ ضلع گونڈہ۔

ایک آدمی ہے جس کے پاس کاشتکاری بھی ہے تجارت بھی کرتا ہے مگر تالاب اور دریا میں مچھلی کا ٹھیکہ بھی لیتا ہے اور رہن پر کھیت بھی لیتا ہے جس کا غلہ خود لے لیتا ہے۔ ایسے آدمی کا پیسہ مسجد وغیرہ میں لگانا کیسا ہے؟ ازروئے شرع بیان فرمادیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ـــــــ مچھلیوں کے شکار کے لیے تالاب یا دریا کا ٹھیکہ لینا اور دینا ناجائز در مختار باب البیع الفاسد میں ہے لم تجز اجارة برکة لیصاد منھا السمك اھ اور مسلمانوں کا کھیت رہن پر لے کر اس کی پیداوار سے نفع حاصل کرنا اور قرض میں مجرا نہ کرنا سود ہے جو حرام ہے حدیث شریف میں ہے۔ کل قرض جر نفعا فھو ربا۔ شخص مذکور کے پاس چونکہ کاشتکاری بھی ہے اور تجارت بھی کرتا ہے تو تاوقتیکہ یقین کے ساتھ معلوم نہ ہو کہ وہ ناجائز پیسہ مسجد میں دیتا ہے لینا جائز ہے مگر ضروری نہیں۔ اگر نہ لینے کے سبب امید ہو کہ وہ ناجائز کاروبار سے باز آجائے گا۔ تو نہ لینا بہتر ہے وھو سبحانه تعالیٰ اعلم

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۱۳؍ جمادی الاولیٰ ۹۹ھ

مسئلہ : از محمد محی الدین ۔ ھریا خرد پور ندر پور ۔ ضلع گورکھپور۔

ایک کافر مسجد میں مصلے دے یا تعمیر مسجد میں چندہ دے تو اس مصلی پر نماز پڑھنا یا اس کا پیسہ مسجد میں صرف کرنا جائز ہے یا نہیں ۔ بینوا توجروا ۔ اس مسئلہ میں بڑی قیل وقال ہے لہٰذا حضور والا جلد ہی جواب عنایت فرمادیں

الجواب کافر کی تین قسمیں ہیں ۔ ذمی مستامن حربی ۔ اور ذمی و مستامن کے لیے بادشاہ اسلام کا ذمہ اور امن دینا ضروری ہے لہٰذا یہاں کے کفار یقیناً نہ تو ذمی ہیں اور نہ مستامن بلکہ حربی ہیں جیسا کہ حضرت ملا جیون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں ۔ ان ھم الا حربی ما یعقلھا الا العالمون (تفسیرات احمدیہ ص۳۰۰) اور کافر حربی کا مال عقود فاسدہ کے ذریعہ حاصل کرنا ممنوع نہیں یعنی جو عقد مابین دو مسلمان ممنوع ہے اگر کافر حربی کے ساتھ کیا جائے تو منع نہیں بشرطیکہ وہ عقد مسلم کے لیے مفید ہو مثلاً ایک روپیہ کے بدلے دو روپیہ لینا جائز ہے بشرطیکہ مکروفریب اور غدر و بدعہدی نہ ہو تو اپنی خوشی سے اس کے دئے ہوئے مصلے پر نماز پڑھنا اور اس کا روپیہ مسجد کی تعمیر میں لگانا بدرجۂ اولیٰ جائز ہے ۔ مگر نہ لینا بہتر ہے وھو تعالیٰ اعلم ۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۲ محرم الحرام ۱۴۰۰ھ

مسئلہ :۔ از شمس اللہ خاں مقام و پوسٹ ملدہ ضلع گونڈہ

جو کاشتکار افیم کی کاشت کرتے ہیں ۔ یا گانجے وغیرہ یا دھان وغیرہ کی بھی ۔ ان سے چندہ لے کر مسجد میں لگانا جائز ہے یا نہیں ؟ ہمارے گاؤں کی مسجد پرانی ہوگئی ہے اس کو دوبارہ بنوانا ہے ۔

الجواب افیون اور گانجہ کی کاشت کرنے والے اگر چندہ مال حلال سے دیں تو حکم جواز ظاہر ہے ۔ اور افیون وغیرہ کو فروخت کر کے اس میں سے دیں تو بھی حکم جواز کا ہے کہ ان کی بیع صحیح ہے البتہ نشہ بازوں کے ہاتھ بیچنا مکروہ و ناجائز ہے ۔ لان المعصیۃ تقوم بعینہ وکل ما کان کذلک کرہ بیعہ کذا فی التنویر ۔ اور تنویر الابصار و درمختار میں ہے ۔ صح بیع غیر الخمر مما مر ومفادہ صحۃ بیع الحشیشۃ والافیون قلت وقد سئل ابن نجیم عن بیع الحشیشۃ ھل یجوز فکتب لا یجوز فیحمل علی ان مرادہ بعدم الجواز عدم الحل ۔ ردالمحتار میں ہے ۔ (قولہ صح بیع غیر الخمر) ای عندہ خلافا لھما فی البیع والضمان لکن الفتوی علی قولہ فی البیع اسی میں ہے ۔ ثم ان البیع ان صح لکنہ یکرہ کما فی الغایۃ ۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۱ھ

مسئلہ :- از قمرالدین موضع ڈھونڑھیا پوسٹ بکھرہ ضلع بستی (یوپی)

کیا فرماتے ہیں علمائے ملت اسلامیہ اس مسئلہ میں کہ ہمارے گاؤں میں لگ بھگ ڈیڑھ سو گھر مسلمانوں کا ہے اور سب ایک ہی مسلک کے ہیں۔ اور آپس میں اتفاق بھی رہتا ہے اور گاؤں میں دو مسجدیں ہیں مسلمان ایک جگہ پیسہ جمع کر کے دونوں مسجدوں میں لگاتے ہیں۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ پیسہ الگ الگ وصول کیا جائے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں پیسہ اکٹھا وصول کیا جائے اور دونوں مسجدوں میں ضرورت کے مطابق خرچ کیا جائے۔ تاکہ اتحاد آپس میں قائم رہے آپ برائے مہربانی اسلم طریقہ سے آگاہ کیجئے؟

الجواب ـــــــ چندہ دینے والوں کو بتا دیا جائے کہ دونوں مسجدوں کے لیے اکٹھا چندہ کیا جاتا ہے۔ حسب ضرورت دونوں میں خرچ کیا جائے گا۔ پھر دونوں مسجدوں میں ضرورت کے مطابق خرچ کریں شرعاً کوئی قباحت نہیں۔ وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۱۳ رجب المرجب ۱۴۰۱ھ

مسئلہ : از تاج محمد متعلم فیض الرسول براؤں شریف ضلع بستی

ایک گاؤں میں ایک شخص نے عیدگاہ کے لیے اپنی زمین دی تھی مگر مسلم آبادی بڑھ جانے کے سبب وہ زمین اب کافی نہیں ہوتی کم پڑ جاتی ہے جس سے عیدین کی نماز پڑھنے میں لوگوں کو بہت تکلیف ہوتی ہے۔ تو اگر وہ عیدگاہ چھوڑ کر مسلمان دوسری لمبی چوڑی عیدگاہ بنائیں تو پرانی عیدگاہ کس کام میں آسکتی ہے؟

الجواب ـــــــ اسی قسم کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ ہمارے ائمۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مذہب میں گاؤں میں عیدین جائز نہیں تو وہاں عیدگاہ وقف نہیں ہو سکتی کہ محض بے حاجت و بے قربت بلکہ مخالف قربت ہے تو وہ زمین و عمارت ملک بانیان ہیں انھیں اختیار ہے اس میں جو چاہیں کریں خواہ اپنا مکان بنائیں یا زراعت کریں یا قبرستان کرائیں۔ اور اب وہاں دوسری عیدگاہ بنائیں گے اس کی بھی یہی حالت ہوگی۔ درمختار میں ہے۔ فی القنیۃ صلاۃ العید فی القری تکرہ تحریما ای اشتغال بما لا یصح اسی کی کتاب الوقف میں ہے شرطہ ان یکون قربۃ فی ذاتہ (فتاوی رضویہ جلد ششم ص۴۱۶) وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ : از احمد عرف بلّو پہلوان متولی جامع مسجد اترولہ ـ ضلع گونڈہ

جنوب

——————— ۱ ———————

مغرب ——————— ۲ ——————— مشرق

——————— ۳ ———————

مسجد کا صحن پہلے لکیر ۱ تک تھا ـ پھر اس کے بعد لکیر ۳ تک وسیع کر دیا گیا اس طرح کہ صحن کے نیچے مسجد کی دوکانیں تھیں لیکن دوکانوں کی چھت اور صحن کی سطح برابر تھی ـ پھر دوسری تعمیر اس طرح کہ لکیر ۱ و ۳ کے درمیان ایک حد قائم کر کے لکیر ۲ پر ایک دیوار قائم کی گئی اس طرح مسجد کا کچھ صحن دوکانوں میں آگیا ـ اور صحن کی سطح سے دوکان کی سطح تقریباً پانچ فٹ بلند ہو گئی ـ اور چھت کا استعمال اب بھی نماز کے لیے رہے گا تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ مسجد کے صحن کو لکیر ۲ سے ۳ تک اس طرح بلند کر دینا کہ داخل مسجد نہ معلوم ہو شرعاً جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب صورت مسئولہ میں لکیر ۱ سے ۳ تک اگر مسجد کے صحن کی وسعت ہی مقصود تھی مگر ساتھ ہی نشیبی حصہ میں دوکانوں کی تعمیر بھی کر دی گئی تھی تو پھر جدید تعمیر جائز نہیں ـ اور اگر مسجد کا صحن سمجھ کر تعمیر نہ ہوئی تھی اور اس صحن کو مسجد ہونا نہیں سمجھا جاتا تھا بلکہ دوکانوں کی چھت پر وضو کرنا حائضہ عورت اور جنب کا اس پر جانا وہاں دنیا کی باتیں کرنا اور مسجد کے احترام کے خلاف دوسری باتیں کرنا وہاں شرعاً جائز سمجھا جاتا تھا تو یہ جدید تعمیر جائز ہے ـ اور اگر اس وقت کوئی تعیین نہیں کی گئی تھی یا مسجد کے صحن کو وسعت اور دوکانوں کی تعمیر دونوں مقصود تھی یا پہلی تعمیر کی نیت معلوم نہیں مگر بعد تکمیل چھت کو داخل مسجد قرار دے دیا گیا اس طرح کہ ان دوکانوں کی چھت پر نماز پڑھنے والوں کو مسجد میں نماز پڑھنے والا سمجھا جاتا تھا جنب اور حائضہ عورت کا اس پر چلا جانا جائز نہ سمجھا جاتا تھا ـ اور اس پر بغیر اعتکاف کے کھانا حقہ اور بیڑی کا پینا معیوب سمجھا جاتا تھا اور اس حصہ پر بھی دنیا کی باتیں کرنا شرعاً ناجائز سمجھا جاتا تھا تو لکیر ۲ سے ۳ تک کے صحن کو اس طرح بلند کر دینا کہ داخل مسجد نہ معلوم ہو شرعاً جائز نہیں ـ وھو تعالیٰ وسبحانہ اعلم بالصواب ـ

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲ر شعبان المعظم ۱۳۸۰ھ

نوٹ :ـ صحن مسجد کے بعض حصہ کو اس طرح بلند کر دینا کہ وہ داخل مسجد نہ معلوم ہو اس لیے ناجائز قرار دیا گیا کہ جب وہ حصہ داخل مسجد نہیں معلوم ہوگا تو اس کا احترام مسجد جیسا نہیں ہوگا ـ مگر ایک بڑے ادارہ کے مشہور مفتی نے

اس کے جائز ہونے کا فتویٰ دیا تو راقم الحروف کے فتویٰ کو غلط قرار دے کر لکیر ۲ سے ۳ تک کو قد آدم سے زیادہ بلند کر دیا گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ صحن کا وہ حصہ جو داخل مسجد تھا بلند ہو جانے کے بعد مستفتی کی تولیت ہی کے زمانہ میں اس حصہ کو کوئی داخل مسجد نہیں سمجھتا تھا اور نہ آج سمجھا جاتا ہے بلکہ اسے مدرسہ خیال کیا جاتا ہے تو مسجد جیسا احترام اس کا نہیں کیا جاتا۔ اسی لیے فقہائے کرام نے فرمایا۔ لا یجوز تغیر الوقف عن ھیأتہ ــــــ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے مندرجہ ذیل فتویٰ سے راقم الحروف کے فتویٰ کی تائید ہوتی ہے۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ اولاً ایک مسجد کے ایک پہلو میں فرش صحن کے نیچے دکانات کے آثار تھے مگر ان کی چھت کی بلندی صحن مسجد کی عام سطح سے کہیں ممتاز نہیں تھی۔ یعنی دکانات کی چھت اور مسجد کا بقیہ صحن سب ایک سطح مستوی تھی اور یہ کل رقبہ ایک فصیل سے محاط تھا۔ اس فصیل کے اندر اندر کل آراضی مسجد اور مصلیٰ تھی اب وہ دکانات دوبارہ تعمیر ہوئیں۔ فصیل گرا دی گئی صحن مسجد کا وہ جز جو دکانات کی چھت بنا ہوا تھا دکانات میں ڈال دیا گیا اور وہ اتنی اونچی پائیں گئیں کہ بقیہ صحن سے ایک قد آدم سے زیادہ بلند ہیں۔ اس چھت کے پرنالے دکانات کے پھیت پر یعنی صحن مسجد میں اتارے گئے اور صحن مسجد کے کنارے پر پھیت کی جڑ میں ایک عرض محدود کر دیا گیا جس پر وہ پرنالے گرتے ہیں۔ اور اس نالے میں بھی لوگ وضو کرنے لگے۔ اس چھت سے ملحق ایک بالاخانہ اور چھت کل کو ایک مکان کی حیثیت سے کرایہ پر اٹھا دیا گیا تاکہ مسجد کی آمدنی میں اضافہ ہو۔ سوال یہ ہے کہ اب یہ چھت مسجد کے حکم میں ہے یا خارج از مسجد؟ اور اس پر ایسے تصرفات جائز ہیں یا نہیں جو مسجد پر نا جائز ہوتے ہیں مثلاً بود وباش رکھنا نجاست ڈالنا وغیرہ اور مذکورہ بالا پرنالے اور نالی قابل قائم رکھنے کے ہیں یا نہیں۔ ثانیاً۔ ایک مسجد کے صحن کا ایک جز مصلے کاٹ کر موڑ پر سے محدود کر دیا گیا بدیں غرض کہ نمازی اس جگہ جوتا اتارا کریں۔ یہ تصرف اور اس جگہ جوتے اتارنا جائز ہیں یا نہیں؟

الجواب ــــــ وہ چھت مسجد ہے اسے مسجد سے توڑ کر دکان میں ڈال دینا ایک حرام اور اسے بالاخانہ حجرہ کا صحن وگزرگاہ کر دینا دوسرا حرام اور اسے کرایہ پر اٹھا دینا تیسرا حرام اور اس کی آبچک کے لیے مسجد کا ایک اور حصہ توڑ لینا محدود کر دینا اور اس میں وضو ہونا چوتھا حرام۔ غرض یہ افعال حرام در حرام در حرام ہیں فرض ہے کہ ان تمام تصرفات باطلہ کو رد کر کے مسجد مثل سابق کر دیں۔ درمختار میں ہے۔ لو بنی فوقہ بیتا للامام لا یضر لانہ من مصالح اما لو تمت المسجدیۃ ثم اراد البناء منع ولو قال اردت ذلک لم یصدق تاتارخانیۃ فاذا کان ھذا فی الواقف فکیف بغیرہ فیجب ھدمہ ولو علی

جد ار المسجد ولا یجوز اخذ الاجرۃ منہ ولا ان یجعل شیئا منہ مستغلا ولا سکنیٰ بزازیہ
اسی طرح دوسرے سوال میں جو تصرف کیا گیا اور مسجد کے ایک حصہ کو مسجد سے خارج کر دیا گیا۔ اور اسے جوتا اتارنے کی جگہ بنانا یہ بھی تصرف باطل و مردود و حرام ہے۔ اوقاف میں تبدیل و تغیر کی اجازت نہیں۔ لا یجوز تغیر الوقف عن ھیأتہ۔ مسجد کہ بجمیع جہات حقوق العباد سے منقطع ہے قال اللہ تعالیٰ وان المسجد للہ یہاں بھی وہی حکم ہے کہ فوراً فوراً اس ظلم کی منڈیر کو دور کر کے زمین مسجد شامل مسجد کریں (فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص۴۳۶) وھو تعالیٰ اعلم)

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۵ ربیع الآخر ۱۴۱۱ھ

مسئلہ:۔ از صمدہ ڈاکخانہ گوشائیں گنج ضلع فیض آباد۔ مرسلہ عبدالغفور خزانچی و محاسب

• ایک پرانی خام مسجد تھی اس کو شہید کر کے اس کے ¾ حصہ پر پختہ مسجد تعمیر ہو گئی ہے اور ¼ حصہ خالی پڑا ہے۔ کیا اس کو دوسرے کاموں میں لا سکتے ہیں مثلاً اس پر حسب ذیل عمارت بنا سکتے ہیں؟ (۱) غسل خانہ (۲) امام کے رہنے کے لیے کمرہ (۳) چٹائی بدھنا و دیگر سامان رکھنے کے لیے کمرہ (۴) اور اردو قرآن شریف پڑھانے کے لیے مدرسہ۔

الجواب ـــــــــ پہلی مسجد جتنے حصہ پر تھی اس کے کسی جز پر غسل خانہ، حجرہ اور مدرسہ وغیرہ بنانا جائز نہیں ہاں جو حصہ خالی پڑا ہے اگر وہ پہلے مسجد نہ تھا بلکہ فنائے مسجد تھا تو اب اس حصہ پر حجرہ اور مدرسہ وغیرہ بنا سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۳ ذی الحجہ ۱۳۸۱ھ

مسئلہ: از نرکٹھا یانسی۔ بستی۔ مرسلہ خلیل الرحمٰن

(۱) کیا مسجد کی عمارت سے بلند کوئی مسلمان مسجد سے ملحق اپنا مکان بنا سکتا ہے اور اگر بنا سکتا ہے تو کتنے فاصلے پر؟
(۲) کیا مسجد کے بغل میں مسجد سے ملا کر کوئی شخص اپنا ذاتی پائخانہ و پیشاب خانہ بنا سکتا ہے اور اگر بنا سکتا ہے تو کتنے فاصلے پر؟ (۳) کیا مسجد کی طرف یا قبلہ کی طرف منہ کر کے پائخانہ یا پیشاب کر سکتا ہے؟ (۴) کیا مسجد میں برہنہ ہو کر صرف لنگوٹ پہن کر کوئی ورزش یا کوئی دوسرا فعل گالی گلوج وغیرہ کر سکتا ہے؟ (۵) اگر جبراً کوئی مسلمان مسجد سے سٹا کر پائخانہ یا پیشاب خانہ بنا دے جس سے مسجد کی توہین ہو۔ اور اس کے بدبو سے نماز میں خلل واقع ہو تو ایسے مسلمان کے لیے علمائے کرام کا کیا خیال ہے اور احادیث نبوی کا کیا منشا ہے؟

الجواب ـــــــــ (۱) مسجد کی عمارت سے بلند مسجد سے ملحق مسلمان اپنا مکان بنا سکتا ہے

شرعاً اس میں قباحت نہیں ۔ (۲) و (۶) :۔ مسجد سے اتنا متصل بیت الخلاء و پیشاب خانہ بنانا کہ اس کی بو مسجد میں آئے شرعاً جائز نہیں خواہ کسی کا ذاتی ہو یا مسجد کے نمازیوں کے لیے کہ احادیث کریمہ میں کچی پیاز و لہسن کھا کر بھی مسجد میں آنے کو منع کیا گیا ہے کہ اس کی بو سے فرشتوں کو تکلیف ہوتی ہے (۳) قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کر کے پیشاب و پائخانہ کرنا جائز نہیں کہ احادیث کریمہ میں سختی کے ساتھ اس کی ممانعت آئی ہے مگر پیشاب و پائخانہ کرتے کے وقت مسجد کی طرف پیٹھ یا منہ ہونا شرعاً ممنوع نہیں ہاں مسجد سے اس قدر متصل پائخانہ یا پیشاب کرنا کہ اس کی چھینٹیں مسجد کی دیوار پر آئیں یا اس کی بو مسجد میں پہونچے شرعاً منع ہے (۴) مسجد میں گالی گلوج بکنا اور لنگوٹے یا کوئی دوسرا کپڑا پہن کر بے ستری کے ساتھ اس طرح ورزش کرنا شرعاً ناجائز اور سخت حرام ہے ۔ (۵) اگر جبراً کوئی مسلمان مسجد سے اس قدر متصل پائخانہ و پیشاب خانہ بنائے کہ اس کی بو مسجد میں پہونچتی ہو تو پہلے اسے منع کیا جائے اور سمجھایا جائے اگر نہ مانے تو مسلمان سختی کریں اور اس کا بائیکاٹ کر دیں ۔ واللہ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۶ ربیع الاول ۱۳۸۱ھ

مسئلہ : از نور محمد نانا صاحب باڑہ ۔ دھول پور ضلع بھرت پور۔ راجستھان

ایک شخص کو توبہ و تجدید نکاح کرنا لازم ہے اور اس کے بھائی کا لڑکا اس کے پاس رہتا ہے جو مسجد میں چندہ دینا چاہتا ہے تو اس کا چندہ مسجد میں لینا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب ــــــ شخص مذکور کے بھائی کا لڑکا اگر مسجد میں چندہ دینا چاہتا ہے تو اسے لے لیا جائے جائز ہے کہ مسجد میں چندہ دینا نیکی ہے اور نیکی سے روکنا جائز نہیں بلکہ بحکم قرآن نیکی کرنے پر لوگوں کی مدد کی جائے جیسا کہ سورۂ مائدہ کے پہلے رکوع میں ہے تعاونوا علی البر والتقوی اھ ہاں اگر وہ اپنے چچا کے توبہ و تجدید نکاح نہ کرنے پر راضی ہے تو اس کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا اور کھانا پینا جائز نہیں ۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۹ ربیع الاول ۹۹ھ

مسئلہ :۔ از عبد القیوم خاں بگان شاہی جمشید پور ۔

اگر مسجد کی جدید تعمیر ہو اور اس کا تعمیری سامان بچ رہے تو ان کو مسجد (بمعنی موضع صلوٰۃ) کے علاوہ مسجد ہی کے مصالح کی دیگر جگہوں میں لگا سکتے ہیں یا نہیں ؟ مثلاً کرایہ کی دوکان یا مکان یا وضو خانہ وغیرہ کی تعمیر میں ۔

الجواب ــــــ تعمیری سامان یا اس کے لیے روپیہ اگر کسی نے صرف تعمیر مسجد کے لیے دیا ہے

تو وہ سامان کسی بھی طرح تعمیر مسجد ہی میں صرف کیا جائے گا۔ مسجد کے مصالح میں اسے صرف نہیں کرسکتے۔ اور اگر مسجد کے عام مصالح کے لیے دیا ہے تو اس سے مکان دوکان یا وضوخانہ وغیرہ جو چاہیں تعمیر کرسکتے ہیں۔ فتاوی قاضی خاں جلد سوم مع ہندیہ صفہ ۳۳۰ میں ہے۔ قوم بنوا مسجدًا وفضل من خشبهم شئ قالوا يصرف الفاضل الى بنائه ولا يصرف الى الدهن والحصير وهٰذا اذا سلم اصحاب الخشب الخشب الى المتولى ليبنى به المسجد اھ وهو تعالٰى اعلم و رسوله الاعلٰى اعلم۔

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۱۶ر ذی الحجہ ۱۳۹۹ھ

مسئلہ: از اعزازی سکریٹری احمد ابراہیم باندرہ بمبئی

ایک مسجد راستے سے قریب اور اسٹیشن بھی قریب ہے مسجد کی بنیاد ایسی ہے ایک وقت تھا کئی برس پہلے یہ چھوٹی جگہ تھی اور چند مصلی نماز پڑھتے تھے مسجد کے متولی جگہ کو رفتہ رفتہ وسیع کرتے گئے اس کے بعد میونسپلٹی کا مقدمہ ہوا جہاں متولیان نے مقدمہ جیت لیا اور مسجد کی جگہ رجسٹرڈ ہوگئی جس کا نمبر ۷۸۷ ہے اور میونسپلٹی نمبر ۲ ہے مسجد کا کاروبار ایک جماعت چلاتی ہے اور چند سال سے مسجد کی تعمیر کے لیے چندہ وصول کیا جارہا ہے اور چندے کی رقم کافی جمع ہوچکی ہے اب متولیان نے مسجد بنانے کا نیا پلان میونسپلٹی آفس میں داخل کیا ہے مگر جگہ چھوٹی ہونے کی وجہ سے وہ پلان منظور نہیں ہورہا ہے جس کا رقبہ ۲۸۱ مربع فٹ ہے اسی وجہ سے جمعہ وعیدین وتراویح کی نماز باہر سڑک پر پڑھی جاتی ہے مسجد کی جگہ کسی کی نہیں ہے اور وقف بھی نہیں ہے اس میں دوسرے خیر خواہ لوگوں نے کوشش کی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسجد اگر شہید کرکے بنائی ہے یا مرمت کرنی ہے تو دس فٹ جگہ چھوڑنی پڑتی ہے اس کے سوا دوسری ایک رائے اور پیش کی گئی کہ مسجد یہاں سے ہٹائی جائے اور جگہ راستے کے لیے میونسپلٹی کو دی جائے تو میونسپلٹی مسجد کے جنوبی حصہ میں جہاں دیوار ہے وہ دیوار کے اندر حصہ میں میونسپلٹی مسجد کی جگہ سے ڈبل جگہ دے رہی ہے ایسی صورت میں ہمیں کونسی راہ اختیار کرنی چاہیئے۔ مذکورہ صورت میں شرع کیا اجازت دیتی ہے؟

الجواب: اللهم هداية الحق والصواب مسجد کے کل یا بعض حصے کو کسی قیمت پر چھوڑ دینا ہرگز جائز نہیں۔ بہار شریعت صفہ ۱۴۲ میں ہے مسجد تنگ ہوگئی ایک شخص کہتا ہے مسجد مجھے دے دو میں اسے اپنے مکان میں شامل کرلوں اور اس کے عوض وسیع اور بہتر زمین تمہیں دیتا ہوں تو مسجد کو بدلنا جائز نہیں انتہی بالفاظہ اور فتاوی عالمگیری جلد دوم مصری صفہ ۳۵۶ میں ہے۔ لو كان مسجد فى محلة ضاق على اهله

ولا یسعھم ان یزید وافیہ فسألھم بعض الجیران ان یجعلوا ذٰلک المسجد لہ لیدخل ھو فی دارہ ویعطیھم مکانہ عوضا ما ھو خیر لہ فیسع فیہ اھل المحلۃ قال محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ لا یسعھم ذٰلک کذا فی الذخیرۃ ۔ ھذا ما عندی والعلم بالحق عند اللہ تعالیٰ ورسولہ جل جلالہ وصلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۱ر جمادی الاخریٰ ۱۳۸۷ھ

مسئلہ : از غلام نبی دلال سبزی فروش بھگولیا مہداول ۔ ضلع بستی ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مسئلہ ھٰذا میں کہ امام مسجد کو مسجد کی رقم سے تنخواہ دینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ـــــــــ امام کی تنخواہ اگر اتنی ہے کہ جو واجبی طور پر ہونی چاہیئے تو مسجد کی رقم سے تنخواہ دینا جائز ہے اور اگر متولی نے اتنی زیادہ تنخواہ مقرر کر دی کہ دوسرے لوگ اتنی نہ دیتے تو مسجد کی رقم سے اس تنخواہ کا دینا جائز نہیں ۔ متولی اپنی طرف سے دے اگر مسجد کی رقم سے دے گا تو تاوان دینا پڑے گا بلکہ اگر امام کو معلوم ہے کہ مسجد کی رقم سے یہ تنخواہ دیتا ہے تو اسے لینا بھی جائز نہیں ۔ فتح القدیر جلد پنجم صفحہ ۴۵ میں ہے ۔ للمتولی ان یستاجر من یخدم المسجد بکنسہ ونحو ذٰلک باجرۃ مثلہ او زیاد یتغابن فیھا فان کان اکثر فالاجارۃ لہ وعلیہ الدفع من مال نفسہ ویضمن لو دفع من مال الوقف وان علم الاجیر ان ما اخذہ من مال الوقف لا یحل لہ اھ وھو تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم جل جلالہ وصلے المولیٰ تعالیٰ علیہ وسلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۴ر صفر المظفر ۱۳۸۶ھ

مسئلہ : از محمد ریاست علی خاں پوسٹ و مقام چھاونی ضلع بستی

مسجد کے باہر زمین پی ڈبلیو ڈی کی ہے مسجد کی دیوار سے ملا کر ایک ٹین کا برآمدہ بنایا گیا کچھ لوگوں کی رائے ہے کہ اس برآمدہ میں اسلامیہ مدرسہ قائم کیا جائے گا ۔ ٹین ، لکڑی ، اینٹ ، مزدوری غرضیکہ برآمدے کا پورا سامان مسجد ہی کا لگا ۔ اور صرف مدرسہ ہی قائم کرنے کے ارادے سے برآمدہ بنایا گیا اور مسجد کا سامان برآمدہ میں لگایا گیا ہمارے یہاں منگل کو بازار لگتا ہے ۔ برآمدے میں چکوہ شروع ہی سے گوشت بیچتے ہیں اور کرایہ دیتے ہیں ۔ کرایہ مدرسہ قائم ہونے سے پیشتر مسجد کی ضرورت میں خرچ ہوتا رہا اب مدرسہ قائم ہو گیا ہے اور جب مدرسہ قائم ہوا ۔ کرایہ جو چکوؤں سے ملتا ہے وہ مدرسہ کی ضرورت پر خرچ کیا جاتا ہے ایسی صورت میں جب کہ مسجد کی رقم اور سامان برآمدے میں

لگا ہے برآمدے کی آمدنی جو جکوں سے ملتی ہے مدرسہ میں خرچ کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ برآمدے کی زمین تو بہر حال مدرسے کے لیے پہلے ہی سے متعین ہے۔ صرف مسجد کے سامان کے لیے سوال ہے جو برآمدہ میں لگا ہوا ہے۔

الجواب ـــــــــ اگر مدرسہ کی نیت سے وہ برآمدہ بنایا گیا تو وہ مدرسہ ہے اس کی آمدنی مدرسہ پر صرف ہوگی اور مسجد کی ٹین لکڑی اور راینٹ وغیرہ اگر مسجد کی ضرورت سے زائد تھیں اوران کے خراب یا ضائع ہونے کا اندیشہ تھا تو لوگوں کے مشورہ سے اگر انھیں مدرسہ کی تعمیر میں لگا دیا تو کوئی حرج نہیں لیکن اہل مدرسہ ان سامانوں کی قیمت مسجد کو ادا کریں اور مدرسہ کی تعمیر میں مسجد کا روپیہ خرچ کرنا جائز نہیں اگر ایسا کیا گیا تو اتنا روپیہ مسجد کو واپس کیا جائے اور خرچ کرنے والے توبہ کریں۔ ھٰذا ما ظھر لی والعلم عند اللہ تعالیٰ ورسولہ جل جلالہ صلے المولیٰ تعالیٰ علیہ وسلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۴ر جمادی الاخری ۱۴۰۹ھ

مسئلہ : از مصلیان مسجد و مسلمان اہل سنت وجماعت بازار منکاپور ضلع گونڈہ

ایک مکتب اسلامیہ اور مسجد جو تمام سنی مسلمانوں کے چندہ سے تعمیر ہوا۔ شروع میں مکتب مذکور کے منیجر ایک سنی مسلمان تھے ان کے انتقال کے بعد اس مکتب کا منیجر ان کا لڑکا ہوا کچھ دنوں کے بعد یہ معلوم ہوا کہ منیجر مرحوم کا لڑکا جو موجودہ منیجر ہے دیوبندی ہو گیا ہے اس نے اپنے یہاں مولوی ابوالوفا شاہجہانپوری کو جو دیوبندی ہے بلاکر جلسہ کرایا جس سے سنی مسلمانوں کو اور کامل یقین ہو گیا کہ یہ دیوبندی ہے، اب تمام سنی مسلمان جو اس مکتب سے متعلق ہیں باہم متحد ہو کر منیجر موجودہ جو دیوبندی ہے اس کو مکتب کی منیجری سے اتار کر سنی صحیح العقیدہ مسلمان کو منیجر بنانا چاہتے ہیں۔ اب منیجر کو جب اس بات کا پتہ چلا تو اس نے اس معاملہ کو اٹھا کر تھانہ پر کر دیا تھانہ دار نے یہ فیصلہ کیا یہ معاملہ ووٹ پر طے ہوگا اب ایسی صورت میں متولی مسجد جو اس وقت ہے وہ سنی ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ اب وہ سنیوں کی متحد کمیٹی سے بیزار ہو کر کچھ سنی مسلمانوں کو اپنے ساتھ لے کر موجودہ دیوبندی منیجر کا کھلم کھلا ساتھ دے رہا ہے اور سنی مسلمانوں سے کھلم کھلا بغاوت کا علم بلند کر رہا ہے مکتب اور مسجد کو موجودہ منیجر دیوبندی کی ملکیت ثابت کر رہا ہے اور کچھ سنی مسلمان جو منیجر مذکور کے ساتھی ہیں وہ علی الاعلان سر بازار یہ بھی کہتے ہیں کہ مکتب اور مسجد کے منیجر اور متولی جو ہیں وہی رہیں کیونکہ ان لوگوں نے اپنی دولت صرف کر کے مکتب اور مسجد تعمیر کرایا ہے اپنے عہدے سے برطرف کئے گئے تو مسجد اور مکتب کی ایک ایک اینٹ نکال لوں گا۔ صورت مسئولہ میں دریافت طلب امر یہ ہے

کہ ۱ ایسے سنی مسلمانوں کے لیے شرعًا کیا حکم ہے ۔ ۲ کیا موجودہ متولی جو منیجر دیوبندی مذکور کا کھلم کھلا ہر طریقے سے سنی مسلمانوں کے مقابلہ میں مدد کرتا ہے وہ اب سنی مسجد کا متولی رہ سکتا ہے ۳ جو مسلمان مکتب اسلامیہ اور مسجد کو اپنی ملکیت اور عمارت ثابت کرے اس کے لیے شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے ازروئے شرع مدلل اور مفصل بیان فرماکر ممنون ومشکور فرمائیں ۔ بینوا توجروا ۔

الجواب بعون اللہ الوھاب

۱ جو سنی مسلمان حامی وہابیت وطرفدار دیوبندیت منیجر کا ساتھ دے کر سنی مکتب اور مسجد پر دیوبندیت کو مسلط کر رہے ہیں وہ فاسق ہیں اور سنیت کے باغی ہیں خود ان کی سنیت قابل اعتماد نہیں اگر وہ اپنی آخرت کا بھلا چاہتے ہیں تو فورًا اس غلط روش سے توبہ کریں اور ایسے منیجر کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے سے احتراز کریں ۔ استفتار میں جس متولی کی نشاندہی کی گئی ہے وہ اپنی غلط روش اور خلاف شرع طریقہ کار سے توبہ کرے اور اگر وہ توبہ نہ کرے تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کو تولیت سے خارج کردیں اور کوئی دوسرا متصلب دیانت دار سنی کو متولی بنائیں ۔ ۳ جب مکتب مذکور عام سنی مسلمانوں سے چندہ مانگ کر بنایا گیا ہے تو اسے کسی شخص خاص کی ملکیت ٹھہرانا شرعًا غلط ہے وہ مکتب ہمیشہ کے لیے صرف سنی مسلمانوں کا ہے اگر چندہ دینے والوں میں کوئی شخص بعد میں معاذ اللہ وہابی ہوجائے یا رافضی ہوجائے تو مکتب کا کوئی جز کوئی حصہ اس کو واپس نہیں دیا جاسکتا ، وہ کل کا کل بدستور سنی مسلمانوں کے قبضہ میں رہے گا ۔ اب رہا مسجد کا سوال تو وہ خواہ چندہ مانگ کر بنائی گئی ہو یا کسی شخص خاص نے اپنی ذاتی رقم سے بنائی ہو ہر حال میں وہ وقف ہے ۔ وہ کسی کی ملکیت میں نہیں جو ملکیت کا دعویٰ کرے وہ شریعت اسلامیہ کا باغی مفسد اور اس کا دعویٰ باطل ہے ۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم جل جلالہ وصلی المولیٰ تعالیٰ علیہ وسلم ۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۸ ربیع الآخر ۱۳۹۰ھ

شعیب الاولیاء حضرت شاہ محمد یار علی صاحب قبلہ کی عظیم یادگار

دار العلوم اہلسنت فیض الرسول براؤں شریف

کتاب البیوع

خرید و فروخت کا بیان

مسئلہ :- مولوی مقبول احمد سیٹھ ڈائی میکر کیراف اقبال میٹر ورکس اکبر لالہ کمپاؤنڈ آزاد نگر گھاٹ کوپر بمبئی ۸۶
عام طور پر یہ رائج ہے کہ جب ایک شخص کسی سے کوئی مال خریدتا ہے اور بیچنے والے کو کچھ رقم بیعانہ دیتا ہے پھر کسی وجہ سے وہ مال لینے سے انکار کردیتا ہے یعنی بیع کو فسخ کر دیتا ہے تو بیچنے والا بیعانہ کی رقم ضبط کر لیتا ہے خریدار کو واپس نہیں کرتا۔ تو یہ جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب :- جب کہ بیچنے والے نے خریدار کے انکار کو مان لیا اور بیع کا فسخ منظور کر لیا تو بیعانہ کی رقم واپس کرنا اس پر لازم ہے۔ اگر نہیں واپس کرے گا تو سخت گنہگار حق العبد میں گرفتار ہو گا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں کہ بیع نہ ہونے کی حالت میں بیعانہ ضبط کر لینا جیسا کہ جاہلوں میں رواج ہے ظلم صریح ہے قال اللہ تعالیٰ لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل۔ پھر چند سطر بعد تحریر فرماتے ہیں کہ بیع کو فسخ ہو جانا مان کر مبیع نہ دے اور روپیہ اس جرم میں کہ تو کیوں پھر گیا ضبط کرلے ھل ھذا الا ظلم صریح (فتاوی رضویہ جلد ہفتم ص۲) وھو تعالیٰ اعلم۔

جلال الدین احمد الامجدی
کتبہ

مسئلہ :- از عبد اللہ محلہ نارائن نگر۔ گھاٹ کوپر بمبئی
اسمگلنگ کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے ؟ یعنی دوسرے ملک سے چاندی سونا یا گھڑی اور کپڑا وغیرہ لاکر اپنے ملک میں بیچنا شرع کے نزدیک کیسا ہے جب کہ ملکی قانون کے اعتبار سے جرم ہے۔ بینوا توجروا

الجواب :- جس صورت میں سونا چاندی اور گھڑی وغیرہ دوسرے ملک سے لاکر اپنے ملک میں فروخت کرنا ملکی قانون کے اعتبار سے جرم ہے اس سے از روئے شرع ہر مسلمان کو بچنا لازم ہے۔ اعلیٰ حضرت امام

احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں الصورۃ الںباحۃ مایکون جرما فی القانون فنی اقتحامہ تعریض النفس للاذی والاذلال وھو لایجوز فیجب التحرز عن مثلہ۔

(فتاوٰی رضویہ جلد ہفتم صفحہ ۱۱۵)

جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ

مسئلہ :- از محی الدین مدرسہ غوثیہ نور العلوم کٹھوتیا بھیرہوا (نیپال)

ہمارے یہاں مسلم حضرات بھی مردار و حلالی جانور کی ہڈی وسینگ خریدتے بیچتے ہیں کیا یہ درست ہے؟ بینوا توجروا

الجواب بعون الملک الوھاب مردار جانور کی ہڈی اور سینگ خریدنا بیچنا جائز ہے بہار شریعت جلد یازدہم صفحہ ۹ پر ہے مردار کا پٹھا، بال، ہڈی، چونچ، کھر اور ناخن ان سب کو بیچ بھی سکتے ہیں اور کام میں بھی لاسکتے ہیں۔ ہاتھی کے دانت اور ہڈی کو بھی بیچ سکتے ہیں اور اس کی چیزیں بنی ہوئی استعمال کرسکتے ہیں اور اسی طرح رد المحتار جلد چہارم صفحہ ۱۱۴ میں بھی ہے۔ وھو سبحانہ وتعالٰی ورسولہ الاعلٰی اعلم۔

جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ

۲۲ رجب المرجب ۱۳۹۲ھ

مسئلہ از اصغر علی سپروائزر۔ پیرولی بازار۔ ضلع گورکھپور

بکر کے پاس زید سو روپئے قرض مانگنے کے لیے گیا بکر نے کہا میں روپیہ قرض نہیں دوں گا البتہ سوا سو روپیہ کا غلہ ہم سے لیجاؤ اور کسی کے ہاتھ بیچ ڈالو تم کو کم سے کم سو روپیے ضرور مل جائیں گے چنانچہ بکر نے سوا سو روپیہ کا غلہ دیا اس غلہ کو خالد نے زید سے سو روپیے میں ادھار خرید کر اسی بکر کے پاس لے جاکر سو روپیہ میں نقد بیچا اور سو روپیہ بکر سے لے کر زید کو دے دیا اس طرح زید کو صرف سو روپیے ملے مگر اس کو دینے پڑیں گے سوا سو روپے تو زید و بکر کا اس طرح معاملہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بکر اکثر اس طرح کا معاملہ کیا کرتا ہے۔

الجواب یہ صورت بیع عینہ کی ہے جس کو امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے مکروہ فرمایا ہے کیونکہ قرض کی خوبی اور حسن سلوک سے محض نفع کی خاطر بچنا چاہتا ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا کہ اچھی نیت ہو تو اس میں حرج نہیں بلکہ بیع کرنے والا مستحق ثواب ہے کیونکہ وہ سود سے بچنا چاہتا ہے اور مشائخ بلخ نے فرمایا کہ بیع عینہ ہمارے زمانہ کی اکثر بیعوں سے بہتر ہے ھٰکذا فی بہار شریعت اور امام قاضی خاں اپنے فتاوٰی میں سود سے بچنے کی صورتیں لکھتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں حیلۃ اخرٰی ان یبیع المقرض من المستقرض

سلعة بثمن مؤجل ویدفع السلعة الی المستقرض ثم ان المستقرض یبیعها من غیرہ باقل مما اشتری ثم ذلک الغیر یبیعها من المقرض بما اشتری لتصل السلعة بعینها ویاخذ الثمن و یدفعه الی المستقرض فیصل المستقرض الی القرض ویحصل الربح للمقرض وھذہ الحیلة ھی العینة التی ذکرھا محمد رحمه اللہ تعالیٰ وقال مشایخ بلخ بیع العینة فی زماننا خیر من البیوع التی تجری فی اسواقنا وعن ابی یوسف رحمه اللہ تعالیٰ انه قال العینة جائزة ماجورة وقال اجرہ لمکان الفرار من الحرام۔ وھو سبحانه تعالیٰ اعلم۔

جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ

۴ رصفر المظفر ۱۳۹۹ھ

مسئلہ :- ازعبداللطیف خاں برگدوا۔ ضلع گونڈہ

گوبر، لید اور یا چک جس کو ہندوستان کے بعض علاقوں میں اُپلا اور کنڈہ کہتے ہیں ان کی خرید و فروخت اور ان کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب :- گوبر، لید، مینگنی اور اُپلے کا خریدنا بیچنا اور ان کا استعمال کرنا و جلانا جائز ہے بحر الرائق پھر ردالمحتار باب بیع الفاسد میں ہے۔ یجوز بیع السرقین والبعر والانتفاع به والوقود به کذا فی السراج الوھاج۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ

مسئلہ :- غفران احمد مدرس مدرسہ اسلامیہ انوار طیبہ۔ پوسٹ و مقام تنور بازار ضلع گورکھ پور

(۱) زید نے بھینس پال رکھی تھی اتفاق سے وہ مرگئی زید نے ایک چمار کو پیسہ دے کر اس کی کھال نکلوا لیا اور اس کو فروخت کر کے اس پیسہ کو اپنی ذاتی خرچ میں لیا مسلمان کے لئے درست ہے؟

(۲) بکر مردار چمڑے کی خریداری کرتا ہے کیا مسلمان کے لئے درست ہے؟

(۳) ساجد نے کہا دین اسلام جہنم میں جائے گا اور اس جملہ کو متعدد بار کہا تو ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اور مسلمانوں کو اس کے ساتھ کیا کرنا چاہئے۔

(۱) **الجواب** :- ہندوستان کے چمار کافر حربی ہیں اور کافر حربی کے ہاتھ مرداری چمڑا بیچ کر پیسہ

اپنے خرچ میں لانا جائز ہے جیسا ردالمحتار جلد چہارم صفحہ ۱۸۸ میں ہے لو باعھم دمًا ھمابدرھمین او باعھم میتۃ بدراھم فذٰلک کلہ طیب لہ اھ تلخیصاً اور بہار شریعت حصہ یازدہم صہ ۵۳ میں ہے۔
عقد فاسد کے ذریعہ کافر حربی کا مال حاصل کرنا ممنوع نہیں یعنی جو عقد مابین دو مسلمان ممنوع ہے اگر کافر حربی کے ساتھ کیا جائے تو منع نہیں مگر شرط یہ ہے کہ وہ عقد مسلم کے لئے مفید ہو مثلاً ایک روپیہ کے بدلے میں دو روپیہ خریدے یا اس کے ہاتھ مردار کو بیچ ڈالا کہ اس طرح سے مسلمان کا روپیہ حاصل کرنا شرع کے خلاف اور حرام ہے اور کافر سے حاصل کرنا جائز ہے۔ وھو اعلم

(۲) مسلمان کو مردار چمڑے کی خریداری کرنا ناجائز ہے لہٰذا بکر پر لازم ہے کہ ناجائز کاروبار سے دور رہے اور جائز طریقہ پر روزی حاصل کرے۔ وھو اعلم

(۳) جس نے کہا دین اسلام جہنم میں جائے گا اس پر لازم ہے کہ توبہ تجدید ایمان کرے اور بیوی والا ہو تو تجدید نکاح بھی کرے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو سب مسلمان اس کا بائیکاٹ کریں قال اللہ تعالیٰ واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظٰلمین (پ ۷ ع ۱۴) وھو اعلم

جلال الدین احمد الامجدی
کتبہ
۷ ذوالقعدہ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از ہاشم بھائی نیشنل ریڈیو الکٹرانکس ۹۳۲ شکروار بیٹھ پونہ ۲
زید ریڈیو ٹیلیویژن ٹائپ رکارڈ اور دیگر الکٹرک کے سامان کی تجارت کرتا ہے اور ہمہ اقسام کے سامان قسط وار دیتا ہے اور اس طرح پیسہ لیتا ہے کہ ایک ریڈیو ۳۰۰ روپیہ کا دیتا ہے جس میں اس کو دس روپیہ ملتے ہیں لیکن جب ہفتہ بھر میں پورا پیسہ بھرنے کے لئے گراہک لے جاتا ہے تو تین سو کے اوپر ۲۵ روپیہ اور بڑھا دیتا ہے اور اس طرح ہفتہ بھر میں سوا تین سو وصول کرتا ہے کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ سود ہے جو کہ حرام ہے از روئے شرع مطلع فرما کر مشکور فرمائیں کہ اس طرح قسط وار تجارت کرنا جائز ہے یا ناجائز اور اگر ناجائز ہے تو کس رو سے ناجائز ہے جواب باصواب عنایت فرما کر ممنون فرمائیں عین کرم ہوگا۔

الجواب: کوئی بھی سامان اس طرح بیچنا کہ اگر نقد قیمت فوراً ادا کرے تو تین سو قیمت لے اور اگر ادھار سامان کوئی لے تو اس سے تین سو پچاس روپیہ اسی سامان کی قیمت لے۔ یہ شریعت میں جائز ہے سود نہیں ہے نقد اور ادھار کا الگ الگ بھاؤ رکھنا شریعت میں جائز ہے مگر یہ ضروری ہے کہ سامان بیچتے وقت ہی یہ طے کر دے کہ

اس سامان کی قیمت نقد خرید و تو اتنی ہے اور ادھار خرید و تو اتنی ہے۔ یہ جائز نہیں ہے کہ تین سو روپیہ میں فروخت کردیا اب اگر قیمت ملنے میں ایک ہفتہ کی دیر ہوگئی تو اس سے پچیس یا پچاس زیادہ لے ایسا کرے گا تو سود ہو جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جلال الدین احمد الامجدی
کتبہ

۹ر شعبان المعظم ۱۴۰۰ھ

مسئلہ :- از ارشاد حسین صدیقی بانی مدرسہ امجدیہ سنڈیلہ۔ ضلع ہردوئی۔

زید آڑھت میں اپنا مال بیچنے کے لیے پہنچاتا ہے اور آڑھتدار سے کچھ رقم پیشگی لے لیتا ہے کہ مال فروخت ہونے پر حساب کرلیں گے تو یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب زید اگر آڑھتدار سے قرض لیتا ہے تو اس کی خوشی سے لینا جائز ہے آڑھت میں مال پہنچانے کے سبب اس پر جبر نہیں کرسکتا۔ اور اگر آڑھتدار سے اپنے مال کی قیمت پیشگی لیتا ہے اس شرط پر کہ فروخت ہونے کے بعد حساب ہو جائے گا تو حرام ہے ھٰکذا فی الجزء السابع من الفتاوی الرضویہ۔ وھو تعالیٰ اعلم

جلال الدین احمد الامجدی
کتبہ

مسئلہ از محمد طاہر مدرسہ اسلامیہ فیضان العلوم راجمندر خرد برگدھی پورندر پور گورکھپور

ہندوستان کے کافر حربی ہیں یا ذمی یا مستامن؟ ان کے اموال عقود فاسدہ کے ذریعہ حاصل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ زید کا کہنا ہے کہ فتاویٰ عزیزیہ میں موجود ہے کہ ہندوستان کے کافروں کے اموال عقود فاسدہ کے ذریعہ حاصل کرنا جائز ہے اور بکر اس کے خلاف ہے بلکہ زید یہ بھی کہتا ہے کہ ہندوستان کے کافر حربی ہیں اور حربی کافر کا مال عقود فاسدہ کے ذریعہ حاصل کرسکتے ہیں۔ نیز ان کا مال چونکہ مباح ہے کھانا عقود فاسدہ کے ذریعہ۔ اس لئے ان سے سود بھی لے سکتے ہیں۔ اور اگر کافر اپنے آپ سود دے تو اس کا لینا جائز ہے۔ یہ بات از روئے شرع کہاں تک درست ہے۔ مع حوالہ رقم فرمائیں۔

الجواب ہندوستان کے کافر حربی ہیں جیسا کہ رئیس الفقہا حضرت ملّا جیون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں ان ھم الا حربی وما یعقلھا الا العالمون (تفسیرات احمدیہ ص۳۰۰) اور ان کے اموال عقود فاسدہ کے ذریعہ حاصل کرنا جائز ہے جیسا کہ صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔ عقد فاسد کے ذریعہ کافر حربی کا مال حاصل کرنا ممنوع نہیں۔ یعنی جو عقد مابین دو مسلمان ممنوع ہے اگر کافر حربی کے ساتھ کیا جائے تو منع نہیں مگر شرط

یہ ہے کہ وہ عقد مسلم کے لئے مفید ہو۔ مثلاً ایک روپیہ کے بدلے دو روپیہ خریدے یا اس کے ہاتھ مردار کو بیچ ڈالا کہ اس طریقہ پر مسلمان سے روپیہ حاصل کرنا شرع کے خلاف اور حرام ہے اور کافر سے حاصل کرنا جائز ہے (بہار شریعت جلد یازدہم ص۱۵۳) اس عبارت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ روپیہ دے کر کافر حربی سے نفع حاصل کرنا جائز ہے۔ مگر اسے سود کی نیت سے نہ لے کہ سود مطلقاً حرام ہے قال اللہ تعالیٰ وحرم الربٰوا۔ وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب

جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ

۱۵ر صفر المظفر ۱۴۰۲ھ

مسئلہ:- راحت علی۔ محلہ پرانا گورکھپور۔ شہر گورکھپور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں کہ آم کی فصل بور آتے ہی ایک غیر مسلم کے ہاتھ بیچ دی گئی تو اس طرح بیچنا جائز ہے یا نہیں؟ اور وہ پیسہ مسلمان کے لئے حلال ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب: اللھم ھدایۃ الحق والصواب بور آتے ہی آم کی فصل بیچنا جائز نہیں۔ اور اگر آم کے پھل ظاہر ہو چکے ہیں مگر کام کے قابل نہیں ہیں تو ان کا بیچنا جائز ہے مگر اس شرط پر جائز نہیں ہے کہ جب تک پھل تیار نہ ہوں گے درخت پر رہیں گے۔ ہاں اگر بغیر شرط کے خرید و فروخت ہو پھر بیچنے والا تیار ہونے تک پھلوں کو درخت پر رہنے دے تو حرج نہیں۔ بہار شریعت ج۱۱ ص۹۸ میں ہے "پھل اس وقت بیچ ڈالے کہ ابھی نمایاں بھی نہیں ہوئے ہیں یہ بیع باطل ہے اور اگر ظاہر ہو چکے ہیں مگر قابل انتفاع نہیں ہیں تو یہ بیع صحیح ہے مگر مشتری پر فوراً توڑ لینا ضروری ہے اور اگر یہ شرط کر لی ہے کہ جب تک تیار نہیں ہوں گے درخت پر رہیں گے تو بیع فاسد ہے اور اگر بلا شرط خریدے ہیں مگر بائع نے بعد بیع اجازت دی کہ تیار ہونے تک درخت پر رہنے دو تو اب کوئی حرج نہیں" انتھیٰ علام صدر الشریعۃ علیہ الرحمہ۔ اور فتاویٰ عالمگیری جلد سوم مطبوعہ مصر ص۹۷ میں ہے بیع الثمار قبل الظھور لایصح اتفاقاً فان باعھا بعد ان تصیر منتفعا بھا یصح وان باعھا قبل ان تصیر منتفعا بھا بان لم تصلح لتناول بنی اٰدم وعلف الدواب فالصحیح انہ یصح وعلی المشتری قطعھا فی الحال ھذا اذا باع مطلقا او بشرط القطع فان باع بشرط الترک فسد البیع اھ اور اس قسم کی جائز بیع کو فسخ کر دینا متعاقدین پر واجب ہے اگر فسخ نہ کریں گے تو دونوں گنہگار ہوں گے۔ درمختار مع ردالمحتار جلد چہارم ص۱۲۵ میں ہے یجب علیٰ کل واحد منھما فسخہ قبل القبض او بعدہ مادام المبیع بحالہ جوھرۃ فی ید المشتری اعداما للفساد ولانہ معصیۃ فیجب رفعھا بحر اھ ملخصاً مگر ہندوستان کے کافر حربی ہیں جیسا کہ حضرت ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ

تحریر فرماتے ہیں ان ھم الاحربی لا یعقلھا الا العالمون (تفسیرات احمدیہ ص۳۰۰) اور کافر حربی کا مال عقد فاسد کے ذریعہ حاصل کرنا ممنوع نہیں۔ بہار شریعت حصہ ۱۱ ص۱۵۳ میں ہے "عقد فاسد کے ذریعہ کافر حربی کا مال حاصل کرنا ممنوع نہیں یعنی جو عقد مابین دو مسلمان ممنوع ہے اگر کافر حربی کے ساتھ کیا جائے تو منع نہیں مگر شرط یہ ہے کہ وہ عقد مسلم کے لئے مفید ہو" اھ۔ اور ردالمحتار جلد چہارم ص۱۸۸ میں ہے لو باعھم درھما بدرھمین او باعھم میتۃ بدراھم او اخذ مالا منھم بطریق القمار فذلک کلہ طیب لہ اھ۔ لہٰذا بورٹ آتے ہی آم کی فصل بیچ کر جو پیسہ یہاں کے کافر سے لیا گیا وہ مسلمان کے لئے حلال وطیب ہے البتہ مسلمان کے ہاتھ اس قسم کی بیع جائز نہیں۔ ھذا ما ظھرلی والعلم بالحق عند اللہ تعالیٰ ورسولہ۔

جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ

۱۵ر رجب المرجب ۱۴۰۱ھ

مسئلہ:۔ از ذاکر حسین صدیقی مقام و پوسٹ سنولی بازار۔ ضلع گورکھپور

زید بھارت اور نیپال کے باڈر پر رہتا ہے اور زید جانبین سے تجارت کرتا ہے اور جب نیپالی روپیہ کو انڈین کراتا ہے تو حکومت نیپال ۱۵ پیسہ فی سیکڑہ سود لیتی ہے۔ آیا زید اس کو سود دے یا نہ دے؟ اور اگر کوئی نیپالی انڈیا میں نیپالی روپیہ بھنائے تو کیا نیپالی سے سود لے یا نہ لے؟

الجواب ــــــ اگر سوال کا منشا یہ ہے کہ بھارت اور نیپال نے نوٹ پر جتنی رقم لکھی ہے اس سے زیادہ یا کم پر بیچنا جائز ہے یا نہیں تو نوٹ چونکہ ثمن اصطلاحی ہے یعنی نوٹ کا کسی مقدار کے ساتھ مقدر ہونا لوگوں کی اصطلاح سے پیدا ہوا ہے۔ بائع اور مشتری پر ان کے غیر کی کوئی ولایت نہیں اس لیے بلاشبہ ایسا کرنا جائز ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کفل الفقیہ الفاھم میں تحریر فرماتے ہیں یجوز بیعہ بازید من رقمہ و بانقص منہ کیفما تراضیا یعنی نوٹ پر جتنی رقم لکھی ہے اس سے زیادہ یا کم کو جتنے پر جانبین راضی ہو جائیں اس کا بیچنا جائز ہے۔ وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ

۷ر شعبان المکرم ۱۳۹۰ھ

باب الربٰوا

سود کا بیان

مسئلہ از شمیم احمد نرساپٹی ضلع دھنباد۔

بیاج کا کیا حکم ہے؟ بیاج مطلق حرام ہے یا نہیں لینا صحیح بھی ہے جیسے کہ زید کا کہنا ہے کہ کافر کا مال لوٹ کر کھانا جائز ہے تو کافر سے سود لینا کیوں نہیں جائز ہوسکتا ہے اب اس کے بارے میں کیا حکم ہے جوابات سے نوازیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب بیاج حرام ہے قال اللہ تعالیٰ واحل اللہ البیع وحرم الربوا۔ اور حدیث شریف میں ہے کہ حضور سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سود بیاج کا گناہ ایسے ستر گناہوں کے برابر ہے جن میں سب سے کم درجہ کا گناہ یہ ہے کہ مرد اپنی ماں سے زنا کرے (ابن ماجہ و بیہقی) کافر کا مال لوٹ کر کھانا ہرگز جائز نہیں۔ ہاں یہاں کے کافر حربی ہیں عقود فاسدہ کے ذریعہ ان کا مال لینا جائز ہے مثلاً ایک روپیہ کے بدلے ان سے دو روپیہ خرید لے یا ان کے ہاتھ مردار کو بیچ ڈالے کہ اس طریقہ پر مسلمان سے روپیہ حاصل کرنا شرع کے خلاف اور حرام ہے اور یہاں کے کافر سے حاصل کرنا جائز ہے (بہار شریعت صفحہ ۱۵۳ ج ۱۱) اور ردالمحتار جلد چہارم صفحہ ۱۸۸ میں ہے لو باعھم درھما بدرھمین او باعھم میتۃ بدراھم فذلک کلہ طیب اھ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۲۸ رشوال المکرم ۹۹ھ

مسئلہ از حاجی مدار بخش کالپی محلہ دمدمہ ضلع جالون

منشی لوگ جو کہ کچہری میں لکھنے پڑھنے کا کام کرتے اور وہ سود کے کاغذات لکھتے ہیں کیا ان کو بھی سود کا کاغذ لکھنے میں وہی گناہ ہے جو کہ سود خوار کو ہوگا؟ بینوا توجروا۔

الجواب اللھم ھدایۃ الحق والصواب بیشک سودی کاغذات لکھنے والے پر اتنا ہی گناہ ہے جتنا کہ سود خوار پر ہے اور جس طرح سود کا لینا دینا حرام ہے یونہی سودی کاغذات کا لکھنا بھی حرام ہے

صحیح حدیث میں ہے "لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکل الربوا وموکلہ وکاتبہ وشاھدیہ وقال ھم سواء" رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی سود کھانے والے اور سود کھلانے والے اور اس کا کاغذ لکھنے والے اور اس پر گواہیاں کرنے والوں پر اور فرمایا وہ سب برابر ہیں" فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص۲۲۱"

ھذا ما عندی والعلم عند اللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ جل وعلا وصلی المولیٰ علیہ وسلم

محمد الیاس خاں سالک

کتبہ

۲۰ ؍ صفر ۹۴ھ

مسئلہ :- از شکیل احمد بڑی مسجد جگتدل ۲۴ پرگنہ مغربی بنگال۔

ڈاکخانہ اور بینک سے جو زائد روپیہ ملتا ہے (اپنی رقم کے علاوہ) وہ جائز ہے یا نہیں؟ اور اپنے مصرف میں لیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

(نوٹ) بریلی شریف سے ایک کتابچہ شائع ہوا ہے جس میں حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ اور مفتی اعظم ہند قبلہ و دیگر چوٹی کے علمائے کرام نے جائز فرمایا ہے کہ وہ سود نہیں ہے ذہن کام نہیں کرتا ایک طرف مسئلہ اور دوسری طرف ایسی محترم ہستیاں ہیں براہ کرم تشفی بخش جواب سے نوازیں۔

الجواب اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔ کافروں کی تین قسمیں ہیں ذمی، مستامن اور حربی۔ ذمی وہ کافر ہیں جو دار الاسلام میں رہتے ہوں اور بادشاہ اسلام نے ان کی جان و مال کی حفاظت اپنے ذمے لیا ہو اور مستامن وہ کافر ہیں کہ کچھ دنوں کے لئے امان لے کر دار الاسلام میں آگئے ہوں۔ اور ظاہر ہے کہ ہندوستان کے کفار نہ تو ذمی ہیں اور نہ مستامن بلکہ وہ تیسری قسم یعنی کافر حربی ہیں اور کافر حربی و مسلمان کے درمیان سود نہیں جیسا کہ حدیث شریف میں ہے لا ربا بین المسلم والحربی فی دار الحرب اور اس حدیث شریف میں دار الحرب کی قید واقعی ہے نہ کہ احترازی۔ لھذا وہ بینک جو خالص یہاں کے غیر مسلموں کے ہوں ان سے جو زائد روپیہ ملتا ہے اسے لینا اور اپنے ہر کام میں اسے صرف کرنا جائز ہے اور وہ بینک جو مسلمانوں کے ہوں یا مسلم و غیر مسلم دونوں کے مشترکہ ہوں ان سے جو زائد روپیہ ملے وہ یقیناً سود ہے حرام ہے۔ رہے ڈاکخانے اور حکومت کے بینک کے منافع تو یہاں کی حکومت غیر مسلموں کی ہے تو اس کے ڈاکخانے اور بینک کے منافع بھی شرعاً سود نہیں۔

اور بریلی شریف کے کتابچہ ص۱۳ میں جو صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ سلطنت یا کوئی بینک جس کے پاس روپیہ رکھا گیا اگر اصل سے زائد کر کے کچھ رقم دے اس کا لینا حلال و طیب۔ یہ حکم حدیث شریف لا ربا

بین المسلم والحربی اور فقہائے کرام کی تصریحات کے بالکل مطابق ہے۔ اس لئے کہ وہ فتویٰ انگریزوں کے زمانہ کا ہے اور انگریز کافر حربی ہیں اس لئے ان کی حکومت اور ان کے بینک سے جو نفع ملے وہ سود نہیں اور کتابچہ کے صفحہ ۲۶ پر جو قاضی مفتی عبد الرحیم صاحب نے لکھا ہے کہ وہ ڈاکخانے اور بینک جو خالص غیر مسلموں کے ہوں ان میں روپیہ جمع کرنے پر جو زیادتی ملے اس کا لینا جائز ہے۔ اس عبارت کا واضح مطلب یہی ہے کہ وہ ڈاکخانے اور بینک جو مسلم وغیر مسلم دونوں کے ہوں اس کی زیادتی لینا جائز نہیں اور یہی صحیح ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

جلال الدین احمد الامجدی

کتبہٗ

۶ ر صفر المظفر ۱۴۰۰ھ

مسئلہ:۔ از محمد اقبال اشرفی ۶۵۲ روی وار پیٹھ پونہ ۲

(۱) دار الاسلام کسے کہتے ہیں؟

(۲) دار الحرب کسے کہتے ہیں؟

الجواب

(۱) بعون الملک العزیز الوھاب دار الاسلام وہ ہے کہ جہاں بادشاہ اسلام کا حکم جاری ہو۔ یا اس طرح کہ بروقت وہاں سلطنت اسلامی موجود ہو یا پہلے وہاں سلطنت اسلامی رہی ہو اور کافر کے قبضہ کرنے کے بعد شعائر اسلام جمعہ اور اذان واقامت وغیرہا کُلاً یا بعضاً برابر اب تک جاری ہوں جیسے کہ ہندوستان افغانستان اور ایران وغیرہ جیسا کہ شرح نقایہ میں کافی سے ہے دار الاسلام ما یجری فیہ حکم امام المسلمین اور فتاویٰ رضویہ جلد سوم میں فصول عمادی سے ہے ان دار الاسلام لا تصیر دار الحرب اذا بقی شیٔ من احکام الاسلام وان زال غلبۃ اھل الاسلام۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۲) دار الحرب وہ ہے کہ جہاں بادشاہ اسلام کا حکم کبھی جاری نہ ہوا ہو جیسے روس، فرانس، جرمن اور پرتگال وغیرھا یورپ کے اکثر ممالک۔ یا بادشاہ اسلام کے احکام جاری ہوئے ہوں مگر پھر غلبۂ کفار کے بعد شعائر اسلام بالکل مٹا دئے گئے ہوں اور وہاں کوئی مسلمان امان اول پر باقی نہ ہو اور یہ بھی شرط ہے کہ وہ دار الحرب سے ملحق ہو سلطنتِ اسلامیہ میں محصور نہ ہو جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے فی الزیادات انما تصیر دار الاسلام دار الحرب بشروط ثلاثۃ احدھا اجراء احکام الکفار علی سبیل الاشتھار وان لا یحکم فیھا بحکم الاسلام والثانی ان تکون متصلۃ بدار الحرب لا یتخلل بینھما بلد من بلاد الاسلام والثالث ان لا یبقی فیھا مومن ولا ذمی بامانہ الاول اھ وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

جلال الدین احمد الامجدی

کتبہٗ

۲۹ ر صفر المظفر ۱۴۰۱ھ

مسئلہ:۔ از عبد المجید موضع کرڑیہار پوسٹ جگدیش پور وایا بہادر گنج ضلع کپلوستو توہوا (نیپال)

۱۔ زید نے ایک مسلمان کے ہاتھ پانچ کلو چنا دس کلو گیہوں کے بدلے میں اُدھار بیچا تو یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

۲۔ دیسی مرغی کے دس انڈے کو فارم مرغی کے پندرہ انڈے سے بیچنا کیسا ہے؟ بینوا بالدلیل توجروا عند الجلیل۔

الجواب:۔ (۱) پانچ کلو چنا کے بدلے دس کلو گیہوں خرید نا جائز ہے جب کہ دونوں میں سے کوئی اُدھار نہ ہو۔ اور جب کہ دونوں میں سے کوئی ادھار ہو تو کمی بیشی کے ساتھ بیچنا اور برابری کے ساتھ بیچنا دونوں صورتیں ناجائز وحرام ہیں۔ لہٰذا زید کا چنا کو گیہوں کے بدلے اُدھار بیچنا حرام ہے۔ اس کے بارے میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب دونوں چیزیں ماپ والی ہوں اور دونوں کی جنس مختلف ہو تو کمی بیشی جائز ہے مگر اُدھار بہرصورت حرام ہے خواہ دونوں چیزیں کم و بیش ہوں یا برابر۔ فتاویٰ عالمگیری جلد سوم ص۱۰۲ میں ہے۔ ان وجد القدر والجنس حرم الفضل والنساء وان وجد احدھما وعدم الاٰخر حل الفضل وحرم النسأ اھ۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۲) دیسی مرغی کے دس انڈے کو فارم مرغی کے پندرہ انڈے سے نقد بیچنا جائز ہے اور اُدھار بیچنا حرام ہے چاہے دس ہی انڈے سے بیچے کہ جب دونوں ماپ یا وزن والی نہ ہوں اور دونوں کا جنس ایک ہو تو کمی بیشی جائز ہوتی ہے اور اُدھار بہرصورت حرام ہوتا ہے درمختار مع شامی جلد چہارم ص۱۷۹ میں ہے ان وجد احدھما ای القدر وحدہ او الجنس حل الفضل وحرم النسأ ولو مع التساوی حتی لو باع عبدا بعبد الی اجل لم یجز لوجود الجنسیۃ اھ۔ وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:۔ عمر جی صادق بیر تاڑ پترٹی۔ ضلع انت پور (اندھرا پردیش)

بینک میں روپیہ جمع کرنے پر بینک ہمیں سود دیتا ہے تو وہ سود ہم غربا و مساکین کو دے سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب:۔ جو بینک کہ مسلمانوں کا ہو یا مسلم اور غیر مسلم کا مشترکہ ہو تو اس بینک کا نفع شرعاً سود ہے اس کا لینا حرام اشد حرام ہے اور ایسے بینک سے نفع لے کر غربا و مساکین کو دینا بھی جائز نہیں۔ قال اللہ تعالیٰ واحل اللہ البیع وحرم الربٰوا (پ۳ ع۶) اور بینک اگر یہاں کے کافروں کا ہو یا نام نہاد یہاں کے جمہوری حکومت کا ہو تو اس کا نفع شرعاً سود نہیں کہ یہاں کے کافر حربی ہیں جیسا کہ رئیس الفقہاء حضرت مُلّا جیون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔ ان ھم الا حربی وما یعقلھا الا العالمون (تفسیرات احمدیہ ص۳۰۰) اور حدیث شریف میں ہے لاربا بین المسلم والحربی یعنی مسلمان اور حربی کے درمیان سود نہیں۔ لہٰذا ایسے بینک کا نفع اپنی

ضروریات میں بھی خرچ کر سکتے ہیں اور غربا و مساکین کو دے کر ثواب حاصل کریں تو بہتر۔ اس نفع کو کسی کے سود کہہ دینے سے شریعت کے نزدیک سود نہیں ہو جائے گا۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۱۰؍ صفر المظفر ۱۴۰۲ھ

مسئلہ:۔ از ابرار احمد۔ امجدی منزل اوجھا گنج۔ ضلع بستی۔

زید جو مال نقد خریدنے والوں کو دس روپے میں دیتا ہے وہی مال اُدھار خریدنے والوں کو بارہ روپئے میں دیتا ہے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: جو مال نقد خریدنے والوں کو دس روپے میں دیتا ہے وہی مال اُدھار خریدنے والوں کو دس روپے کی بجائے بارہ، پندرہ یا اس سے زیادہ میں دینا جائز ہے جیسا کہ اعلیحضرت امام احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں قرضوں بیچنے میں نقد بیچنے سے دام زائد لینا کوئی مضائقہ نہیں رکھتا یہ باہمی تراضی بائع و مشتری پر ہے قال اللہ تعالیٰ الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم (فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص۴۷۲) وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۱۵؍ محرم الحرام ۱۴۰۳ھ

مسئلہ:۔ از جان محمد تنویر۔ رانچی ۲

زید کاروباری آدمی ہے اور دولت مند بھی ہے مگر تجارت کو وسیع کرنے کی غرض سے سودی روپیہ سرکاری بینک سے لینا چاہتا ہے۔ کیا یہ رقم اس کے لئے روا ہے؟ اور اس سے تجارت جائز ہے؟ ازراہ کرم مفصل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب: یہاں کے کفار حربی ہیں جیسا کہ رئیس الفقہا حضرت ملاجیون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔ ان ھم الا حربی وما یعقلھا الا العالمون (تفسیرات احمدیہ ص۳۰۰) اور حکومت انھیں کافروں کی ہے اور مسلمان و کافر حربی کے درمیان سود نہیں جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔ لا ربا بین المسلم والحربی فی دار الحرب اور دار الحرب کی قید واقعی ہے نہ کہ احترازی لہٰذا یہاں کی حکومت کے بینکوں سے نفع لینا جائز ہے کہ وہ شرعاً سود نہیں۔ لیکن ان کو نفع دینا جائز نہیں ہاں اگر تھوڑا نفع دینے میں اپنا نفع زیادہ ہو تو جائز ہے جیسا کہ رد المحتار جلد پنجم ص۱۸۸ میں ہے الظاھر ان الاباحۃ یفید نیل المسلم الزیادۃ وقد الزم الاصحاب فی الدرس ان مرادھم من حل الربا والقمار ما اذا حصلت الزیادۃ للمسلم۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۳۰؍ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ:۔ از مظفر پور (بہار)

اگر بہت زیادہ محتاج ہو کہ فاقہ کی نوبت ہو اور کہیں سے قرض حسن نہ ملے تو اس صورت میں سودی قرض لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: فقہائے کرام نے سود سے بچنے کی جو صورتیں بیان کی ہیں جن میں سے بعض کا ذکر بہار شریعت کے گیارہویں حصہ میں ہے اگر اس طرح بھی قرض نہ مل سکے تو صحیح شرعی مجبوری کی صورت میں سودی قرض لینا جائز ہے الاشباہ والنظائر ص۹۲ میں ہے۔ فی القنیۃ والبغیۃ یجوز للمحتاج الاستقراض بالربح۔ اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں "سود دینے والا اگر حقیقۃً صحیح شرعی مجبوری کے سبب دیتا ہے اس پر الزام نہیں درمختار میں ہے یجوز للمحتاج الاستقراض بالربح اور اگر بلا مجبوری شرعی سود دیتا ہے مثلاً تجارت بڑھانے یا جائداد میں اضافہ کرنے یا اونچا محل بنوانے یا اولاد کی شادی میں بہت کچھ لگانے کے واسطے سودی قرض لیتا ہے تو وہ بھی سود کھانے والے کے مثل ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص۲۴۳) وھو تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم جل مجدہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:۔ مسئولہ مولانا محمد امام بخش قادری تیغی مدرسہ تیغیہ فیض الرسول مہوا۔ ضلع ویشالی۔

زید کہتا ہے کہ حدیث شریف میں ہے لاربوا بین المسلم والحربی فی دار الحربی یعنی دار الحرب میں مسلمان اور کافر کے درمیان سود نہیں اور ہندوستان دارالاسلام ہے دارالحرب نہیں لہٰذا یہاں پر مسلمان اور حربی کافروں کے درمیان سود ہے تو زید کا قول صحیح ہے کہ نہیں؟

الجواب: زید کا قول صحیح نہیں اس لیے کہ حدیث شریف میں دارالحرب کی قید یا تو احترازی نہیں ہے اتفاقی ہے کہ اُس زمانہ میں کافروں میں سے صرف ذمی اور مستامن دارالاسلام میں رہتے تھے اور حربی دارالحرب ہی میں رہتا تھا اس لیے کہ بغیر امان لیے اگر وہ دارالاسلام میں داخل ہوتا تو اس کی جان ومال محفوظ نہ رہتے جیسا کہ ردالمحتار جلد سوم ص۲۴۸ میں ہے لو دخل دارنا بلا امان کان ومامعہ فیأ اس لیے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فی دار الحرب فرمادیا نہ اس لیے کہ حربی کافر کبھی دارالاسلام میں رہے تو مسلمان اور اس کے درمیان سود ہو جائے گا جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ یاایھا الذین اٰمنوا لاتاکلوا الربوا اضعافا مضاعفۃ یعنی اے ایمان والو! دونا دون سود نہ کھاؤ (پ۴ ع۵) تو اس آیت کریمہ میں دونا دون کی قید احترازی نہیں ہے کہ دونا دون سے کچھ کم وبیش

سود کھانا جائز ہے بلکہ اس زمانہ میں لوگ عام طور پر دونا دون سود کھاتے تھے اس لیے فرمایا کہ دونا دون سود نہ کھاؤ۔ رئیس الفقہا حضرت مُلّا جیون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس آیت کریمہ کے تحت تحریر فرماتے ہیں۔ انما قید بہ اجراء علی عادتھم والا فھو حرام مطلقا غیر مقید بمثل ھذا القید (تفسیرات احمدیہ ص۱۴۴)

اور یا تو حدیث شریف میں فی دار الحرب کی قید مستامن کو نکالنے کے لیے ہے یعنی جب حربی مستامن ہو جائے تو اس کے اور مسلمان کے درمیان سود ہے اس لیے کہ امان کے سبب اس کا مال مباح نہیں رہ جاتا کہ عقود فاسدہ کے ذریعہ مسلمان اس کو حاصل کر سکے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ محل اخذ کا دار الحرب ہونا ضروری نہیں۔ مسئلہ حربی میں قید دار الحرب ذکر فرمائی اس کا منشا اخراج مستامن ہے کہ اس کا مال مباح نہ رہا۔ ردالمحتار میں ہے قولہ ثمہ ای فی دار الحرب قید بہ لانہ لو دخل دارنا بامان فباع منہ مسلم درھما بدرھمین لایجوز اتفاقا عن المسکین۔ ھدایہ میں ہے لاربا بین المسلم والحربی فی دار الحرب بخلاف المستامن منھم لان مالہ صار محظورا بعقد الامان اھ ملخصا۔ فتح القدیر میں مبسوط سے ہے اطلاق النصوص فی المال المحظور وانما یحرم علی المسلم اذا کان بطریق الغدر فاذا لم یاخذ غدرا فبای طریق اخذہ حل بعد کونہ برضا بخلاف المستامن منھم عندنا لان مالہ صار محظورا بالامان فاذا اخذہ بغیر الطریق المشروع یکون غدرا۔ اھ تلخیصا (فتاویٰ رضویہ جلد ہفتم ص۸۶) وھو تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

جلال الدین احمد الامجدی
کتبہ

مسئلہ از شکیل احمد قادری نوری دواخانہ باری مسجد جگتدل ضلع چوبیس پرگنہ

① دکان یا مکان کے لئے بینک سے قرضہ لینا جائز ہے یا نہیں؟

② ہندوستان کے مسلمانوں کو ہندوستان کے کافروں سے سود لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب ① بینک اگر مسلمان کا ہے یا مسلم اور غیر مسلم کا مشترکہ ہے تو ایسے بینک سے سود دینے کی شرط پر قرض لینا حرام ہے اور سود دینے والا بھی سود لینے والے کے مثل گنہگار ہے کہ حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دونوں پر لعنت فرمائی ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔ لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اٰکل الربوا وموکلہ وکاتبہ وشاھدیہ وقال ھم سواء یعنی سرکار اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سود لینے والوں، سود دینے والوں، سودی دستاویز لکھنے والوں اور اس کے گواہوں پر لعنت فرمائی ہے اور فرمایا کہ وہ سب گناہ میں برابر کے

شریک ہیں (مسلم شریف) اور اگر بینک یہاں کے خالص کافروں کا ہے تو اگرچہ ایسے بینک سے زائد رقم دینے کی شرط پر دوکان وغیرہ کے لئے روپیہ لانا شرعاً سود نہیں کہ یہاں کے کفار حربی ہیں اور مسلمان و حربی کے درمیان سود نہیں جیسا کہ حدیث شریف میں ہے لا ربا بین المسلم والحربی مگر ایسے بینک سے بھی بلاضرورت شدیدہ قرض لانا اور انھیں نفع دینا منع ہے ۔

(۲) یہاں کے کافروں کو قرض دے کر زائد رقم لینا جائز ہے کہ وہ حربی ہیں جیسا کہ رئیس الفقہا حضرت مُلّا جیون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں ان ھم الاحربی وما یعقلھا الا العالمون (تفسیرات احمدیہ ص۳۰۰) مگر زائد رقم سود کی نیت سے نہ لے کہ سود مطلقاً حرام ہے قال اللہ تعالیٰ وحرم الربٰو ۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ اگر قرض دیا اور زیادہ لینا قرار پایا تو مسلمان سے حرام قطعی اور ہندو سے جائز جب کہ اسے سود سمجھ کر نہ لے ۔

(فتاویٰ رضویہ جلد ہفتم ص۹۳) وھو سبحانہ اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ :۔ از مسعود رضا البستوی مدرسہ اسلامیہ حنفیہ وارڈ ۲ ہنومان گڑھ ٹاؤن ضلع گنگانگر (راجستھان)

ایک کنٹل گیہوں کو دوسرے قسم کے ایک کنٹل گیہوں سے برابر برابر اُدھار یا نقد بیچنا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب ـــــ ایک کنٹل گیہوں کو ایک کنٹل گیہوں سے بیچنا جائز نہیں چاہے اُدھار بیچے یا نقد۔ اُدھار تو اس لئے ناجائز و حرام ہے کہ دونوں قدر و جنس میں متحد ہیں اور اس صورت میں کمی بیشی اور اُدھار دونوں صورتیں حرام ہوتی ہیں جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری جلد سوم ص۱۰۲ میں ہے ان وجد القدر والجنس حرم الفضل والنسأ ۔ اور نقد اس لیے حرام و ناجائز ہے کہ گیہوں عند الشرع وزنی چیز نہیں ہے بلکہ کیلی ہے لہٰذا اسے پیمانہ ہی سے ناپ کر ایک دوسرے کے برابر بیچنا جائز ہے وزن سے ایک دوسرے کے برابر بیچنا جائز نہیں جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری جلد سوم مصری ص۱۰۲ میں ہے ۔ لو باع البر بجنسہ متساویا وزنا لم یجز ۔ اور ہدایہ جلد ثالث ص۶۴ میں ہے لو باع الحنطۃ بجنسھا متساویا وزنا لا یجوز عندھما (ای الطرفین) وان تعارفوا ذلک لتوھم الفضل علیٰ ما ھو المعیار فیہ کما اذا باع مجازفۃ اھ ۔ وھو تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم جل مجدہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ :۔ از محبوب خاں عرفانی ، جامع مسجد وقف کمیٹی ، منچر ضلع پونہ (مہاراشٹر)

فی زمانہ بینک میں جمع شدہ اپنی رقم کا نفع لینا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب ـــــ صورت مستفسرہ میں وہ رقم جائز ہے اس کا لینا جائز ہے وہ شرعاً سود نہیں کہ سود

کے لئے مال کا معصوم ہونا شرط ہے طحطاوی علی الدر اور شامی میں ہے شرط الربا عصمۃ البدلین اور ہندوستان کے تمام کفار حربی ہیں اور حربی کا مال معصوم نہیں بلکہ وہ مباح ہے بشرطیکہ ان کی رضا سے ہو غدر اور بدعہدی نہ ہو۔ لہٰذا وہ بینک جو خالص غیر مسلموں کے ہیں ان میں روپیہ جمع کرنے پر جو زیادتی ملتی ہے اس کا لینا جائز ہے کہ وہ اپنی خوشی سے دیتے ہیں اور لینے میں اپنی عزت اور آبرو کے لئے کوئی خطرہ بھی نہیں ہے۔ وہ رقم کسی کے سود کہہ دینے سے سود نہ ہوگی۔ اسے اپنے ہر جائز کام میں استعمال کرسکتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۸ ر ذی القعدہ ۹۷ھ

مسئلہ:۔ از علی اکبر محلہ پرانا گورکھپور شہر گورکھپور

انڈیا گورنمنٹ نے بینک کو قومیا لیا ہے۔ اس میں حفاظت کے لیے بکر نے اپنا روپیہ جمع کر دیا۔ پانچ سال کے بعد جب بکر نے جائداد خریدنے کے واسطے اپنا روپیہ نکالا تو اصل رقم کے ساتھ نفع کا بھی روپیہ ملا۔ یہ روپیہ بکر کے لیے جائز ہے یا ناجائز؟ زید کا کہنا ہے کہ قومیائے ہوئے بینک سے اصل رقم کے ساتھ جو زائد روپیہ ملا ہے وہ جائز نہیں کیونکہ بینک خالص ہندو مہاجن کے نہیں ہیں۔ اس کے مالک ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی سبھی ہیں۔ یہ زائد رقم سود ہو جاتی ہے بکر اسے کیا کرے؟ شریعت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی۔

الجواب: قومیائے ہوئے بینک کے مالک مسلمان بھی ہیں یہ صرف کہنے کے لئے ہے حقیقت میں اس کے مالک صرف یہاں کے کافر ہیں جو حربی ہیں اور مسلمان و حربی کے درمیان شرعاً سود نہیں کما فی الحدیث۔ لہٰذا ایسے بینک کا نفع مسلمان کے لئے جائز ہے۔ بکر اسے لے کر کسی بھی جائز کام میں خرچ کرسکتا ہے۔ وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۴ ر صفر المظفر ۱۴۰۳ھ

مسئلہ:۔ از امام مسجد لکھاران جودھپور (راجستھان)

(۱) لاٹری کا جو عام طور پر پچاس ہزار، ایک لاکھ وغیرہ کا ٹکٹ خریدتے ہیں اور قرعہ اندازی پر نام نکلتا ہے۔ یہ روپیہ جائز ہے یا نہیں جب کہ اس میں نفی اثبات دونوں پہلو موجود ہیں جواب باصواب سے نوازیں۔

(۲) یہ جو معمہ بھرا جاتا ہے مثلاً شمع وغیرہ عام قسم جرائد میں مستقل آتا رہتا ہے اور نام نکلنے پر انعام ملتا ہے کیا خیال ہے؟ حضور مفصل جواب عنایت فرمائیں جائز ہے یا نہیں!

الجواب: (۱) لاٹری ایک قسم کا جوا ہے جو حرام اور ناجائز ہے۔ اگر کسی نے اس کا ٹکٹ خریدا تو

وہ توبہ و استغفار کرے اور آئندہ اس کے قریب ہرگز نہ جائے۔ لیکن جو روپیہ مل گیا وہ جائز ہے اس لئے کہ لاٹری حکومت کی ہوتی ہے اور یہاں کی حکومت حربی کافروں کی ہے اور حربی کافر نے جو مال اپنی خوشی سے دے دیا وہ مسلمانوں کے لئے حلال ہے شامی جلد چہارم صفحہ ۱۸۸ میں ہے لو باعھم درھما بدرھمین او باعھم میتۃ بدراھم او اخذ مالا منھم بطریق القمار فذلك كله طیب له اھ۔

(۲) اگر معمہ داخل کرنے کی کوئی فیس لی جاتی ہے تو جوا ہونے کے سبب وہ حرام ہے۔ اور اگر پیسہ نہیں لیا جاتا ہے اور صحیح معمہ حل ہونے پر بطور انعام روپیہ دیا جاتا ہے تو ایسا معمہ جائز ہے وھو سبحانہ اعلم بالصواب۔

جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ

۲۷ محرم الحرام ۱۴۰۳ھ

مسئلہ:۔ از جمیل احمد نوری۔ دوکان ۲۷ روڈویز بس اسٹیشن۔ فیض آباد

اسٹیٹ بینک۔ بڑودہ بینک اور دوسرے بینک میں جو پیسہ جمع کرنے سے سود ملتا ہے وہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور بینک سے قرض لینے کی صورت میں بینک کو جو زائد رقم دینی پڑتی ہے وہ دینا جائز ہے یا نہیں؟ تفصیلی جواب عنایت فرمائیں

الجواب:۔ جو بینک کہ مسلمانوں کا ہے یا مسلم اور غیر مسلم کا مشترکہ ہے اس میں پیسہ جمع کرنے کے بعد جو نفع ملتا ہے وہ شرعاً سود ہے حرام ہے۔ اور جو بینک کہ خالص کافروں کا ہے اس کا نفع لینا جائز ہے کہ وہ ازروئے شرع سود نہیں۔ اور بینک سے قرض لے کر اسے زائد رقم دینا ممنوع ہے اگرچہ وہ بینک خالص کافروں کا ہو ردالمحتار جلد چہارم صفحہ ۱۸۸ میں ہے ان مرادھم من حل الربا و القمار ما اذا حصلت الزیادۃ للمسلم اھ وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب

جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ

۲۲ ذی الحجہ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ:۔ از علی اکبر محلہ پرانا گورکھپور۔ شہر گورکھپور

حکومت کا ایک منصوبہ ہے جس کے تحت حکومت بنکروں کو قرضے دیتی ہے اس کی شکل یہ ہے کہ تیس آدمیوں کی ایک کمیٹی تشکیل دی جائے اور اسی کمیٹی کو قرض دینے کی اسکیم ہے اس طرح سے تیس آدمی اس سے مستفید ہوں اور ایک دوسرے کے ضامن بھی ہوں۔ لیکن لوگ یہ کرتے ہیں کہ ایک آدمی تیس فرضی ناموں کی فہرست مرتب کر لیتا ہے اور مجاز افسر کو رشوت دے کر تصدیق کروا لیتا ہے کہ کمیٹی بنی ہے اور تیس آدمیوں نے میرے سامنے دستخط کیے ہیں۔ اس طریقہ سے تنہا وہ آدمی لاکھوں لاکھ روپیہ حاصل کر لیتا ہے اور یہ قرض سودی ہوتا ہے۔ حامد کا

کہنا ہے کہ یہ قرض جائز نہیں۔ اس لیے کہ پہلی چیز دھوکا دے کر حاصل کیا گیا اور دوسری بات یہ ہے کہ سود دینا پڑتا ہے اور غلط کو صحیح ثابت کرنے کے لیے قدم قدم پر رشوت دینی پڑتی ہے لیکن محمود کہتا ہے کہ قرض حکومت سے لیا جاتا ہے اس وجہ سے جائز ہے اور مرنے کے بعد قرض لینے والے سے خدا کے یہاں کوئی مواخذہ بھی نہ ہوگا۔ لہٰذا قرض لینے والے کے بارے میں شریعت کیا حکم صادر فرماتی ہے اور جو لوگ اس قرض لینے والے کے یہاں دعوتیں کھاتے ہیں اور تقاریب میں شرکت کرتے ہیں ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اور ان کی رقم بطور چندہ لے کر مدرسہ، مسجد اور قبرستان میں لگائی جاسکتی ہے یا نہیں؟ اور ایسی رقم سے حج وقربانی کرنا جائز ہوگا یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب ـــــ جب کہ حکومت کو نفع کم دینا پڑے اور مسلمان کا فائدہ زیادہ ہو تو اس سے نفع دینے کی شرط پر قرض لینا جائز ہے کہ حکومت حربیوں کی ہے اور مسلمان وحربی کے درمیان ایسا عقد فاسد کہ جس سے زیادتی مسلمان کو حاصل ہو جائز ہے شامی جلد چہارم ص۱۸۸ میں ہے ان مرادھم من حل الربا والقمار ما اذا حصلت الزیادۃ للمسلم نظرا الی العلۃ اھ اور جب حکومت سے اس صورت میں قرض لینا جائز ہے تو قرض لینے والے کے یہاں دعوتیں کھانا اور اس کی رقم بطور چندہ لے کر مسجد وغیرہ میں خرچ کرنا اور ایسی رقم سے حج وقربانی کرنا جائز ہے لیکن ازراہ فریب حکومت سے بھی روپیہ حاصل کرنا گناہ ہے یعنی حکومت سے بشرط مذکور قرض لینا جائز ہے اور پیسہ حلال ہے لیکن قرض لینے کا وہ طریقہ جو سوال میں مذکور ہے ناجائز وحرام ہے جیسے کہ غصب کی ہوئی چھری سے بکرا ذبح کرنا گناہ ہے مگر اس کا گوشت حلال ہے لہٰذا یہ سمجھنا غلط ہے کہ اس طرح قرض لینے سے کوئی مواخذہ نہ ہوگا۔ اور جب کہ ایک شخص کے تیس فرضی آدمیوں کے نام پر قرض لینے کے سبب اس گاؤں یا محلہ کے دوسرے لوگ حکومت سے قرض لے کر فائدہ نہ اٹھا سکیں تو اس صورت میں دوسروں کی حق تلفی کے سبب فریب سے قرض لینے والا اور زیادہ گنہگار ہوگا۔ ھٰذا ما ظھر لی والعلم بالحق عند اللہ تعالیٰ ورسولہ جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۴ صفر المظفر ۱۴۰۳ھ

مسئلہ از کریم بخش ماسٹر جونیر ہائی اسکول بھنگا۔ ضلع بہرائچ۔

(۱) ایک مسلمان کو سود لینا اور دینا کیسا ہے؟

(۲) ہمارے یہاں ایک صاحب کہتے ہیں کہ ہم سود نہ لیتے ہیں نہ دیتے ہیں بلکہ ایک روپیہ کی چیز ہے اس کو پانچ روپیہ میں دس روپیہ میں بیچ سکتے ہیں۔ چیز ہماری ہے جس کی غرض ہوئے یا نہ لے ان کا کہنا ہے کہ منافع یا نفع یا فائدہ

جتنا چاہیں ہم قیمت خرید سے زیادہ دام بڑھا کر سامان بیچ سکتے ہیں کوئی گناہ نہیں ہے۔

③ ایک صاحب ایسے ہیں کہ سامان روک لیتے ہیں جب دیکھتے ہیں کہ بازار میں یا دوسری جگہ نہیں ہے یا پانی برس رہا ہے اب لوگ غلہ کہاں پائیں گے تب خوب من چاہا بھاؤ یا دام یا در رکھ کر سودا سامان فروخت کرتے ہیں۔ کہتے ہیں اپنی مرضی۔

④ ایک صاحب ایسے ہیں کہ ان سے کوئی جب روپیہ قرض مانگنے آتا ہے تو روپیہ ادھار قرض اس شرط پر دیتے ہیں کہ اگر دھان یا چاول ایک کلو کا تھا اس وقت جب آپ روپیہ ادا کریں گے تو آپ سے ہم ایک کلو نہ لے کر ایک کلو ڈھائی سو گرام زیادہ لیں گے اگر منظور ہے تو سو روپیہ ہم سے لے جاؤ اور اس طرح آپ کو دینا پڑے گا۔

⑤ ایک صاحب ایسے ہیں کہ چار بیگھا کھیت کسی آدمی کا رہن اٹھایا چار سو روپیہ پر اور کہا کہ جب آپ روپیہ دے دیں گے تب آپ کا کھیت ہم آپ کے حوالہ کر دیں گے نہیں تو غلہ ہم اس کھیت کا کھاتے رہیں گے اس طرح کبھی کبھی پانچ چھ سال گذر جاتا ہے وہ روپیہ چار سو پورا پورا بنا رہتا ہے اور جناب جو روپیہ دینے والے ہیں غلہ کھایا کرتے ہیں بعد میں جب چھڑانا ہو تو کھیت کے مالک کو پانچ سال یا چھ سال کے بعد بھی چار سو روپیہ دینا پڑتا ہے۔

⑥ ایک صاحب ایسے ہیں کہ آٹھ سو پچاس روپیہ پر ساڑھے آٹھ بیگھا کھیت رہن پر لیا اور کاغذ پر ایک ہزار سات سو لکھا دیا اور کہا کہ جب روپیہ دو گے تب آٹھ سو پچاس ہی لوں گا لیکن دونا لکھا دیا ہے صرف اس طرح بارہ سال بعد جب کھیت کے مالک کو کھیت چھڑانا پڑا تو جناب ایک ہزار سات سو روپیہ لیا لوگوں نے کہا کہ اب آپ کو کچھ نہ لینا تھا تب جناب نے کہا کہ جتنا لکھا ہے ہم اتنا ہی لیں گے کوئی گناہ نہیں ہے یا ہے تو ہونے دو۔

⑦ ایک صاحب ایسے ہیں خود قرض دیتے ہیں اس شرط پر کہ شروع شروع میں جو بھاؤ یا دام سے غلہ بکے گا اس سے سو گرام زیادہ لیں گے کہتے ہیں کوئی گناہ نہیں ایک صاحب کہتے ہیں نفع یا فائدہ من مانا لینا جائز ہے۔

⑧ ایک صاحب قرض دیتے ہیں اور لینے والے سے کہتے ہیں کہ ہمارا کچھ کام کرا جایا کرو اور اس کے بدلے میں ہم کچھ نہ دیں گے دیا ہوا قرض پورا پورا لیں گے۔

⑨ زید نے ایک ہزار روپیہ بینک میں یا پوسٹ آفس میں ڈال دیا پانچ سال کے بعد ایک ہزار ایک سو روپیہ ملا اب ایک ہزار روپیہ ہمارا ہے سو روپیہ کیا ہمارے لئے جائز ہے یا حرام اب اسے کیا کریں۔

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔

① سود حرام قطعی ہے اس کی حرمت کا منکر کافر ہے سود لینے اور دینے والے دونوں پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لعنت

فرمائی ہے جیساکہ مسلم شریف میں ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ نے فرمایاکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سود لینے والوں سود دینے والوں، سودی دستاویز لکھنے والوں اور اس کے گواہوں پر لعنت فرمائی اور فرمایاکہ وہ سب گناہ میں برابر کے شریک ہیں اور مشکوٰۃ شریف میں ہے حضرت عبد اللہ بن حنظلہ غسیل الملائکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے فرمایاکہ سود کا ایک درہم جس کو آدمی جان بوجھ کر کھائے اس کا گناہ چھتیس بار زنا کرنے سے زیادہ ہے۔ (احمد، دار قطنی) اور مشکوٰۃ شریف میں ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے فرمایاکہ سود کا گناہ ایسے ستر گناہوں کے برابر ہے جس میں سب سے کم درجہ کا گناہ یہ ہے کہ مرد اپنی ماں سے زنا کرے۔ (ابن ماجہ، بیہقی) العیاذ باللہ تعالیٰ۔

(۲) بیشک قیمت خرید سے بہت زیادہ دام بڑھاکر بیچنا کوئی گناہ نہیں کہ ہر شخص کو اختیار ہے چاہے تو ایک روپیہ کی چیز ہزار روپیے میں بیچے خریدار کو غرض ہو تو لے رد المحتار میں ہے لو باع کاغذۃ بالف یجوز ولا یکرہ ۱۲ھ شخص مذکور اگر بہت زیادہ دام بڑھاکر بیچتا ہے تو اس میں خود اس کا نقصان ہے کہ لوگ اس کو چھوڑ کر ایسے شخص سے خریدیں گے جو کم نفع لیتا ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۳) احتکار یعنی غلہ روکنا منع ہے اور سخت گناہ ہے حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایاکہ غلہ روکنے والا ملعون ہے اس کی صورت یہ ہے کہ گرانی کے زمانہ میں غلہ خرید لے اور اسے بیع نہ کرے بلکہ روک رکھے کہ لوگ جب خوب پریشان ہونگے تو خوب گراں کرکے بیع کروں گا اور اگر یہ صورت نہ ہو بلکہ فصل میں غلہ خریدتا ہے اور رکھ چھوڑتا ہے کچھ دنوں بعد جب گراں ہو جاتا ہے بیچتا ہے یہ نہ احتکار ہے نہ اس کی ممانعت اور غلہ کے علاوہ دوسری چیزوں میں احتکار نہیں۔ (بہار شریعت جلد یازدہم ص۱۰) لہذا دوسری چیزوں کو روک کر جس بھاؤ چاہے بیچ سکتا ہے شرعاً ممنوع نہیں اور فصل کے موقع پر غلہ خرید کر رکھنا پھر گراں ہونے پر بیچنا بھی شرعاً جائز ہے البتہ گرانی کے زمانہ میں غلہ خرید کر نہ بیچنا اور لوگوں کے خوب پریشان ہونے پر زیادہ گراں کرکے بیچنا گناہ ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) یہ صورت بیع سلم کی ہے اور جائز ہے یعنی ایسی خرید و فروخت کرنا کہ جس میں قیمت نقد اور مال ادھار ہو جائز ہے مثلاً زید نے بکر سے کہاکہ آپ سو روپیہ ہمیں دے دیجئے ہم فی روپیہ دو کلو گیہوں آپ کو فلاں تاریخ میں دیدیں گے تو خواہ اس وقت یا ادائیگی کے وقت بازار بھاؤ فی روپیہ ڈھائی کلو یا ڈیڑھ کلو کا ہو زید پر دو کلو فی روپیہ دینا واجب ہے اس لئے کہ یہ بیع شرعاً جائز ہے بشرطیکہ مسلم فیہ یعنی جس چیز کو فروخت کیا گیا اس کی جنس بیان کر دی جائے کہ گیہوں دے گا یا جَو۔ اور اس کی نوع بیان کر دی جائے کہ فلاں نام کا گیہوں دے گا اور یہ بھی بیان کرنا ضروری ہے کہ وہ گیہوں

اعلیٰ قسم کا ہوگا یا اوسط یا ادنیٰ نیز یہ بھی بتانا ضروری ہے کہ گیہوں کتنا دے گا؟ کس تاریخ میں دے گا اور کس جگہ دے گا اور بھی کچھ شرطیں ہیں جن کی تفصیلات بہار شریعت حصہ یازدہم سے معلوم کریں اگر ان شرطوں میں سے کوئی شرط نہیں پائی گئی تو بیع سلم صحیح نہیں وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

⑤ یہ صورت ناجائز ہے اس لئے کہ قرض دے کر نفع حاصل کرنا سود ہے حرام ہے حدیث شریف میں ہے کُلُّ قَرْضٍ جَرَّ نَفْعًا فَهُوَ رِبًا یعنی قرض سے جو نفع حاصل ہو وہ سود ہے البتہ یہاں کے کافروں سے اس قسم کا معاملہ کرنا جائز ہے اس لئے کہ یہاں کے کفار حربی ہیں اور مسلمان وکافر حربی کے درمیان سود نہیں بشرطیکہ مسلمان وکافر حربی کے درمیان جو عقد ہو وہ مسلم کے لئے مفید ہو یعنی کافر کا کھیت اس طرح لینا جائز ہے اور مثلاً کافر سے ایک روپیہ کے بدلے میں دو روپیہ خریدے یا اس کے ہاتھ مردار کو بیچ ڈالے کہ اس طریقہ پر مسلمان سے روپیہ حاصل کرنا شرع کے خلاف اور حرام ہے اور کافر سے حاصل کرنا جائز ہے (شامی بہار شریعت جلد ۱۱ صـ۱۵۳) شخص مذکور نے اگر مسلمان کا کھیت اس طرح سے رہن لیا ہے تو جس طرح بھی ہوسکے فوراً اس معاملہ کو ختم کرے سود سے بچے اور اللہ واحد قہار کے عذاب سے ڈرے ہاں بعض لوگ کھیت کو جو اس طرح رہن رکھتے ہیں کہ جس کے پاس رہن رکھا گیا وہ کھیت کو جوتے بوئے فائدہ حاصل کرے اور کھیت کا دس پانچ روپیہ سال کرایہ مقرر کردیتے ہیں اور طے یہ پاتا ہے کہ وہ رقم زر قرض سے مجرا ہوتی رہے گی جب کل رقم ادا ہوجائے گی تو کھیت واپس ہوجائے گا اس صورت میں بظاہر مسلمان کے ساتھ بھی کوئی قباحت نہیں معلوم ہوتی اگر چہ کرایہ واجبی اجرت سے کم طے پایا ہو اس لئے کہ یہ صورت اجارہ میں داخل ہے یعنی اتنے زمانہ کے لیے کھیت کرایہ پر دیا اور کرایہ پیشگی لے لیا۔ (بہار شریعت جلد ۱۷ صـ۲۹)

⑥ شخص مذکور نے اگر اس طرح کا معاملہ کسی مسلمان کے ساتھ کیا ہے تو سود خوار، بہت بڑا مکار، ظالم جفاکار، سخت گنہگار، حق العبد میں گرفتار، لائق قہر قہار اور مستحق عذاب نار ہے اس پر لازم ہے کہ ساڑھے آٹھ سو روپیہ کھیت والے کو واپس کرے اور بارہ برس کے درمیان جو اس کے کھیت سے کمایا خرچ وضع کرنے کے بعد اسے واپس کرے یا اس سے معاف کرائے اور جو اسے دکھ پہونچایا اس کی معافی مانگے اور علانیہ توبہ کرے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو سب مسلمان اس کا بائیکاٹ کریں اس کے ساتھ کھانا پینا اٹھنا، بیٹھنا اور سلام وکلام سب بند کریں ورنہ وہ بھی گنہ گار ہوں گے ہاں اگر اس قسم کا معاملہ کافر سے کیا ہو تو صرف ساڑھے آٹھ سو روپیہ واپس کرے کہ کافر کے ساتھ بھی اس طرح کا دجل وفریب جائز نہیں۔

وھو تعالیٰ اعلم۔

⑦ اس طرح کا بھی معاملہ کرنا ناجائز وگناہ ہے ہاں اگر غلہ کی کوئی مقدار متعین کردے خواہ آج کل ایک کلو بھاؤ ہو

اور وہ ڈیڑھ یا دو کلو متعین کر دے تو یہ صورت بیع سلم میں داخل ہو گی اور جائز ہو گی جس کی تفصیل اور کچھ شرطیں عنـ۴ـ میں مذکور ہوئیں۔

⑧ قرض دینے کے سبب قرض لینے والے سے مفت کام لینا جائز نہیں مشکوٰۃ شریف میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث مروی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے فرمایا کہ جو شخص کسی کو قرض دے اور پھر قرض لینے والا اس کے پاس کوئی ہدیہ اور تحفہ بھیجے یا سواری کے لئے کوئی جانور پیش کرے تو اس پر سوار نہ ہو اور اس کا ہدیہ اور تحفہ قبول نہ کرے البتہ قرض دینے سے پہلے آپس میں اس قسم کا معاملہ ہوتا رہا ہو تو کوئی حرج نہیں (ابن ماجہ، بیہقی) ہاں شخص مذکور اگر بغیر نفع کے قرض نہیں دیتا یا کسی شخص کو بغیر سود کے قرض نہیں ملتا تو سود کے گناہ اور حرام سے بچنے کے لیے علمائے کرام نے چند صورتیں تحریر فرمائیں ہیں ان میں سے ایک بیع عینہ ہے جس کے ذریعہ قرض دینے والا گناہ سے بچتے ہوئے فائدہ اٹھا سکتا ہے اور قرض چاہنے والا بغیر کسی شرعی گرفت کے قرض لے کر اپنی غرض پوری کر سکتا ہے۔ حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا بیع عینہ مکروہ ہے کیونکہ قرض کی خوبی اور حسن سلوک سے محض نفع کی خاطر بچنا چاہتا ہے اور امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اچھی نیت ہو تو اس میں حرج نہیں بلکہ بیع کرنے والا مستحق ثواب ہے کیونکہ وہ سود سے بچنا چاہتا ہے۔ مشائخ بلخ نے فرمایا بیع عینہ ہمارے زمانہ کی اکثر بیعوں سے بہتر ہے۔ بیع عینہ کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے مثلاً دس روپئے قرض مانگے اس نے کہا میں قرض نہیں دوں گا یہ البتہ کر سکتا ہوں کہ یہ چیز تمھارے ہاتھ بارہ روپیہ میں بیچتا ہوں اگر تم چاہو خرید لو اسے بازار میں دس روپیہ پر بیع کر دینا تمھیں دس روپئے مل جائیں گے اور کام چل جائے گا اور اسی صورت سے بیع ہوئی بائع نے زیادہ نفع حاصل کرنے اور سود سے بچنے کا یہ حیلہ نکالا کہ دس کی چیز بارہ میں بیع کر دی اس کا کام چل گیا اور خاطر خواہ اس کو نفع مل گیا۔ (بہار شریعت جلد ۱۱ صـ۱۵۷ـ) اسی طرح ایک شخص نے دوسرے سے سو روپیہ قرض مانگا تو اس نے قرض دینے سے انکار کیا اور کہا کہ گیہوں ایک سو پچیس روپئے کا تمھارے ہاتھ بیچتا ہوں اگر چاہو تو اسے لے کر بازار میں سو روپیہ پر بیچ ڈالنا تمھیں سو روپئے مل جائیں گے تو یہ بھی جائز ہے غرضکہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ سود جو حرام قطعی ہے اس کی لعنت سے بچیں اور بہتر یہ ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کو قرض حسن دیں اور اگر یہ نہ ہو سکے تو بیع عینہ کریں۔

⑨ سو روپئے جو زائد ملے ہیں وہ جائز ہیں اسے اپنے ہر جائز کام میں استعمال کر سکتے ہیں تفصیل کیلئے بریلی شریف کی شائع کردہ کتاب "بینک اور ڈاکخانہ کے منافع کا شرعی حکم" مطالعہ کریں۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۷ر صفر المظفر سنہ ۹۸ھ

مسئلہ:۔ از فضل الرحمٰن انصاری گورکھ پور

۱ - تجارت میں دو چار گنا یا آٹھ گنا نفع لینا جائز ہے یا نہیں؟

۲ - گورنمنٹ لاٹری کا جو روپیہ ملتا ہے اس کا لینا کیسا ہے؟

۳ - گورنمنٹ کی تنخواہ کے علاوہ کمیشن کے طور پر ٹھیکیداروں کے ذریعہ کمپنیوں سے جو روپیہ ملتا ہے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب (۱) جائز ہے عند الشرع کوئی مضائقہ نہیں بشرطیکہ جھوٹ نہ بولے کہ میری اتنے میں پڑی ہے یا میں نے اتنے میں خریدی ہے ردالمحتار میں ہے لو باع کاغذ ۃ بالف یجوز ولا یکرہ اھ وھو تعالیٰ اعلم۔

(۲) لاٹری ایک قسم کا جوا ہے اور جوا حرام ہے۔ جو شخص لاٹری کا ٹکٹ خریدے اس پر توبہ واستغفار لازم ہے لیکن اگر کسی کو اس طرح روپیہ مل گیا ہو تو حلال ہے کہ گورنمنٹ خالص حربی کافروں کی ہے ردالمحتار جلد چہارم ص۱۸۸ میں ہے۔

لو باعھم درھما بدرھمین او باعھم میتۃ بدراھم او اخذ مالا منھم بطریق القمار فذلک کلہ طیب لہ۔ وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

(۳) جائز ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدیؒ
۱۷ ربیع الآخر ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از الحاج حفیظ اللہ انصاری حفیظ منزل پوسٹ ومقام شہرت گڈھ۔ بستی

(۱) انڈیا سرکار کی جانب سے جو لاٹری کا ٹکٹ بکتا ہے خرید کر انعام حاصل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) انڈیا کے بینک میں روپیہ جمع کیا جاتا ہے سات سال کی مدت طے کر کے سات سال گذر جانے کے بعد اصل رقم کے دو گنا کے برابر بینک سے واپس ملتا ہے یہ طریقہ جائز ہے کہ نہیں اور اس پوری رقم کو اپنے استعمال و نیز کار خیر میں لگا سکتا ہے کہ نہیں؟

الجواب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

(۱) لاٹری ایک قسم کا جوا ہے اس کا ٹکٹ خریدنا ناجائز و گناہ ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

(۲) یہاں کے کفار حربی ہیں جیسا کہ حضرت ملا جیون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تفسیرات احمدیہ میں تحریر فرماتے ہیں۔ ان ھم الا حربی وما یعقلھا الا العالمون۔ اور مسلم و حربی کے درمیان شرعاً سود نہیں جیسا کہ حدیث شریف میں ہے لا ربا بین المسلم والحربی اھ لہٰذا انڈیا کے وہ بینک جو خالص غیر مسلموں کے ہیں ان میں جمع کئے ہوئے روپے کا جو بھی نفع ملے اسے اپنی جائز ضروریات میں اور ہر طرح کے دینی کام میں صرف کرنا جائز ہے۔ وھو تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدیؒ
۲۹ ذی الحجہ ۱۳۹۹ھ

مسئلہ :- از- سلیم احمد نرساچٹی ضلع دھنباد

کیا امام کابلی کا دیا ہوا کپڑا وغیرہ لے سکتا ہے جب کہ وہ لوگوں کو روپیہ قرض دے کر سود لیتا ہے؟

الجواب اگر کابلی صرف یہاں کے کافروں کو روپیہ قرض دے کر ان سے اس کا نفع لیتا ہے تو وہ شرعاً سود نہیں کہ یہاں کے کفار حربی ہیں اور کافر حربی و مسلمان کے درمیان سود نہیں حدیث شریف میں ہے۔ لا ربا بین المسلم والحربی۔ اس صورت میں کابلی کا دیا ہوا کپڑا وغیرہ لینے میں شرعاً کوئی قباحت نہیں۔ اور اگر مسلمانوں کو قرض دے کر ان سے سود لیتا ہے اور کوئی دوسری جائز آمدنی نہیں۔ یا دوسری آمدنی ہے مگر کم ہے اور سود کی آمدنی زیادہ ہے یعنی غالب ہے تو اس کا دیا ہوا کپڑا وغیرہ نہ لے لیکن اگر جائز آمدنی زیادہ ہو اور ناجائز آمدنی کم ہو یا معلوم ہو کہ جو کپڑا وغیرہ پیش کیا گیا ہے وہ حلال ہے تو لینے میں کوئی حرج نہیں فتاویٰ عالمگیری جلد پنجم مصری صفحہ ۳۰۱ میں ہے! اکل الربوا وکاسب الحرام اھدی الیہ او اضافہ وغالب مالہ حرام لا یقبل ولا یاکل مالم یخبرہ ان ذلک المال اصلہ حلال ورثہ او استقرضہ وان کان غالب مالہ حلالا لاباس بقبول ھدیتہ والاکل منھا کذا فی الملتقط۔ اور جائز کی صورت میں اگر بدنامی کا اندیشہ ہو تو اس سے بچنا چاہیے۔ ھٰذا ما عندی وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ :- محمد عابد علی بیراگی گاؤں- بہرائچ۔

(۱) بینک میں روپیہ جمع کرنے کے بعد اس سے جو سود ملتا ہے تو اسے لینا از روئے شرع کیسا ہے؟

(۲) مسلمانوں کو قرض اس شرط پہ دینا کہ ہر ماہ یا ہر سال اصل رقم پہ ۹ر فیصد زائد رقم لوں گا تو کیا یہ فعل درست ہے؟

(۱) **الجواب** یہاں کے کفار حربی ہیں اور مسلمان و حربی کے درمیان سود نہیں حدیث شریف میں ہے لا ربا بین المسلم والحربی لہٰذا کافر کے بینک کا نفع شرعاً سود نہیں اسے لینا اور اپنی ضرورت میں صرف کرنا جائز ہے مسلمانوں کا بینک یا مسلمان و کافر کا مشترکہ بینک کا نفع شرعاً سود ہے اسے لے کر اپنی ضروریات میں صرف کرنا جائز نہیں اور جہاں کی حکومت مخلوط ہو یا مسلمانوں کی ہو وہاں کے گورنمنٹی بینکوں سے جو زائد رقم ملے وہ ضرور سود ہے اسے بھی لینا جائز نہیں۔ وھو تعالیٰ اعلم (۲) صورت مسئولہ شرعاً سود ہے حرام ہے اور حدیث شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سود کا گناہ ایسے ستر گناہوں کے برابر ہے جن میں سب سے کم درجہ کا گناہ یہ ہے کہ مرد اپنی ماں سے زنا کرے۔ (ابن ماجہ۔ بیہقی) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۲۸ر شوال المکرم ۱۳۹۱ھ

مسئلہ محمد عمر صدیقی گنیش پور بستی

① کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ اکثر کتابوں اور علمائے دین کے زبانی پتہ چلتا ہے کہ سود کا لینا اور سود کا دینا دونوں حرام ہیں۔ ہمارے دیار میں ایک شخص آتا ہے اور سود پر روپیہ دیتا ہے اور جس کو وہ قسط کر کے وصولی کرتا ہے ضرورت سے مجبور ہو کر اکثر لوگ اسی سے قرض لیتے ہیں اور اس کے حساب کے مطابق اس کو سود دیتے ہیں۔ شرعی قانون کے مطابق بتائیے جو اس طرح روپیہ لے کر سود دیتے ہیں ان کے لیے کیا حکم ہے اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے اور ان کا پیسہ مسجد یا مدرسہ کی تعمیرات میں لینا جائز ہے یا نہیں۔

② لوگ اپنا کھیت رہن رکھ کر قرض لے لیتے ہیں۔ قرض دینے والا اس کھیت کو جوت و بو کر اس کی جملہ پیدائش سے فائدہ اٹھاتا ہے اور جب کبھی وہ قرض کی لی ہوئی پوری رقم واپس کرتا ہے تب اس کو وہ اپنا کھیت پھر واپس ملتا ہے صورت مسئلہ میں اس کے لیے شریعت مطہرہ کے مطابق کیا حکم ہے۔

① **الجواب** بیشک سود کا لینا اور دینا دونوں حرام ہے حدیث شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ الرِّبٰو سبعون جزءً ایسرُھا اَنْ یَنْکح الرَّجُلُ اُمَّہٗ (ابن ماجہ، بیہقی، مشکوٰۃ)

یعنی سود کے گناہ کا ستر حصہ ہے ان میں سب سے کم درجہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی ماں سے زنا کرے (العیاذ باللہ تعالیٰ)

اور مسلم شریف کی حدیث ہے کہ سرکار اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سود لینے والے، سود دینے والے، سود کا کاغذ لکھنے والے اور اس کے گواہوں پر لعنت فرمائی ہے اور فرمایا کہ وہ سب گناہ میں برابر کے شریک ہیں۔ سود دینے والے کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں اور اس کا پیسہ مسجد و مدرسہ میں صرف کریں تو حرج نہیں۔ لیکن اگر قرض لینے والے محتاج ہیں اور ضرورت پر سودی قرض لیتے ہیں تو جائز ہے فی الاشباہ والنظائر یجوز للمحتاج الاستقراض بالربح مگر عوام جسے محتاج و ضرورت سمجھتے ہیں وہ نہیں بلکہ واقعی وہ محتاج ہوں اور ان کی ضرورتیں عند الشرع قابل قبول ہوں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ محتاج کے یہ معنی جو واقعی حقیقی ضروریات قابل قبول شرع رکھتا ہو کہ نہ اس کے بغیر چارہ ہو نہ کسی طرح بے سودی روپیہ ملنے کا یارا۔ ورنہ ہرگز جائز نہ ہوگا جیسے لوگوں میں رائج ہے کہ اولاد کی شادی کرنی چاہی سو روپے پاس ہیں ہزار روپے لگانے کو جی چاہا نو سو سودی نکلوائے یا مکان رہنے کو موجود ہے دل پکے محل کو ہوا سودی قرض لے کر بنایا۔ یا سو دو سو کی تجارت کرتے ہیں قوت اہل و عیال بقدر کفایت ملتا ہے نفس نے بڑا سوداگر بننا چاہا پانچ چھ سو سودی نکلوا کر لگا دئے۔ یا گھر میں زیور وغیرہ موجود ہے جسے بیچ کر روپیہ حاصل کر سکتے ہیں نہ بیچا بلکہ سودی قرض لیا وعلیٰ ھٰذا القیاس صدہا صورتیں ہیں کہ یہ ضرورتیں نہیں تو

ان میں حکم جواز نہیں ہو سکتا اگرچہ لوگ اپنے زعم میں ضرورت سمجھیں۔ لہذا قوت اہل وعیال کے لیے سودی قرض لینے کی اجازت اسی وقت ہو سکتی ہے جب اس کے بغیر کوئی طریقہ بسر اوقات کا نہ ہو، نہ کوئی پیشہ جانتا ہو نہ نوکری ملتی ہے جس کے ذریعہ سے دال روٹی اور موٹا کپڑا محتاج آدمی کی بسر کے لائق مل سکے (فتاوی رضویہ جلد ہفتم ص۹۲) وھو تعالیٰ اعلم

(۲) اسی طرح رہن پر کھیت لینا جائز نہیں کہ قرض دے کر نفع حاصل کرنا سود ہے حرام ہے۔ حدیث شریف میں ہے کل قرض جر نفعا فھو ربًا یعنی قرض سے جو نفع حاصل ہو وہ سود ہے۔ دھو سبحانہ و تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از عبد القادر مدرسہ مصباح العلوم بدھیانی خلیل آباد، بستی

محترم المقام حضور مفتی صاحب قبلہ! السلام علیکم ورحمۃ

مزاج عالی! گذارش خدمت اقدس اینکہ میں آپ سے کچھ باتیں سمجھنا چاہتا ہوں لہذا مدلل سمجھادیں!

(۱) ہندوستان دار الاسلام ہے اور حکومت ہندی ہے تو کیا مسلمان اس ہندی حکومت کے بینک میں روپیہ جمع کرکے نفع لے سکتا ہے؟ بکر کہتا ہے کہ ہندو گورنمنٹ کے بینک سے جو سود ملتا ہے وہ سود نہیں ہوتا بلکہ نفع ہے اس کو لینا جائز ہے دینا جائز نہیں سود تو مسلمان مسلمان کے درمیان ہوتا ہے اور زید کہتا ہے کہ بینک یا ڈاکخانہ سے جو زیادتی ملتی ہے سب سود ہے اگرچہ غیر مسلم کے بینک سے۔ دونوں میں کون صحیح ہے؟

(۲) تاڑی جو کھجور اور تاڑ کے درخت سے ہیں ان کا پینا کیسا ہے؟

(۳) لاؤڈ اسپیکر جو کہ بارات اور میلاد میں بجاتے ہیں اس سے جو آمدنی ہوتی ہے یہ آمدنی کیسی ہے؟

(۴) زنا کے ذریعہ جو بچہ پیدا ہوا اس کو مسلمان کہہ سکتے ہیں کہ نہیں اور بچہ بھی اس زنا کے عذاب میں گرفتار ہے کہ نہیں؟

الجواب: وعلیکم السلام ورحمتہ وبرکاتہ۔

(۱) بکر کا قول صحیح ہے وہ رقم جائز ہے اس کا لینا جائز ہے وہ شرعاً سود نہیں کہ سود کے لئے مال کا معصوم ہونا شرط ہے طحطاوی علی الدر اور شامی میں ہے شرط الربا عصمۃ البدلین اور ہندوستان کے تمام کفار حربی ہیں اس لئے کہ کفار کی تین قسمیں ہیں ذمی، مستامن، حربی اور یہاں کے کفار یقیناً نہ تو ذمی ہیں اور نہ مستامن بلکہ حربی ہیں اس لئے کہ ذمی اور مستامن ہونے کے لیے بادشاہ اسلام کا ذمہ اور امن دینا ضروری ہے رئیس الفقہا عارف باللہ حضرت ملا جیون استاذ شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما تفسیرات احمدیہ ص۳۰۰ میں زیر آیت

حتی یعطوا الجزیۃ الخ فرماتے ہیں ان ھم الا حربی وما یعقلھا الا العالمون توجب یہاں کے کفار حربی ٹھہرے تو ان کا مال مباح ہے بشرطیکہ ان کی رضا سے ہو غدر اور بدعہدی نہ ہو لہٰذا وہ بینک جو خالص غیر مسلموں کے ہیں ان میں روپیہ جمع کرنے پر جو زیادتی ملتی ہے اس کا لینا جائز ہے کہ وہ اپنی خوشی سے دیتے ہیں۔ اور لینے میں اپنی عزت و آبرو کا کوئی خطرہ بھی نہیں وہ رقم کسی کے سود کہہ دینے سے سود نہ ہوگی اسے اپنے ہر جائز کام میں استعمال کرسکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) تاڑی نشہ آور ہے اور ہر نشہ والی چیز حرام ہے حدیث شریف میں ہے کل مسکر حرام اور فقیہ اعظم ہند مرشدی صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ تاڑی بیشک حرام ہے کہ اس میں نشہ ہوتا ہے (فتاویٰ امجدیہ جلد اول صفحہ ۱۹) وھو تعالیٰ اعلم۔

(۳) لاؤڈ اسپیکر اگر جائز کام میں استعمال کیا گیا جیسے میلاد شریف اور تقریر و وعظ وغیرہ میں تو اس کی آمدنی جائز ہے اور اگر ریکارڈ بجانے ناچ نچانے یا اس قسم کے دوسرے ناجائز کاموں میں استعمال کیا گیا تو اس کی آمدنی ناجائز ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) اگر ماں مسلمان ہے تو بچہ بھی مسلمان ہے اور زنا کا گناہ بچہ پر نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۳؍ صفر المظفر ۹۹ھ

مسئلہ: از عبد الشکور ماڈرن ٹیلر بینک روڈ ٹیکم گڑھ (ایم۔ پی)

جو روپیہ بینک میں جمع کیا جائے اس پر سود لینا یا کسی اہل ہنود کو رقم دے کر سود لینا کیسا ہے؟

الجواب: بینک اگر موجودہ انڈیا گورنمنٹ کا ہو یا کسی کافر حربی کا ہو تو اس میں جمع کئے ہوئے روپیوں پر جو منافع ملتے ہیں وہ شرعاً سود و حرام نہیں اس لیے کہ یہاں کی حکومت غیر مسلموں کی ہے اور یہاں کے غیر مسلم حربی ہیں اور حربی و مسلم کے درمیان سود نہیں حدیث شریف میں ہے لا ربا بین المسلم والحربی فی دار الحرب اسی طرح یہاں کے کسی فرد غیر مسلم کو ایک روپیہ دے کر دو روپیہ لینا جائز ہے سود نہیں۔ رد المحتار جلد چہارم صفحہ ۱۸۸ میں سیر کبیر سے ہے۔ لو باعھم درھما بدرھمین فذلک طیب۔ وھو تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۱۱؍ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۱ھ

مسئلہ :۔ از علی حسن موضع مٹیسر ضلع بستی

دار الاسلام اور دار الحرب کسے کہتے ہیں؟

الجواب ــــــــــ دار الاسلام وہ ملک ہے کہ فی الحال اس میں اسلامی سلطنت ہو یا اب نہیں تو پہلے تھی اور غیر مسلم بادشاہ نے اس میں شعائر اسلام مثل جمعہ و عیدین، اذان و اقامت اور جماعت باقی رکھے اور اگر شعائر کفر جاری کیے اور شعائر اسلام بالکل مٹا دئے اور اس میں کوئی شخص امان اول پر باقی نہ رہا اور وہ جگہ چاروں طرف سے دار الاسلام سے گھری ہوئی نہیں تو دار الحرب ہو جائے گا۔ جب تک یہ تینوں شرطیں جمع نہ ہوں کوئی دار الاسلام دار الحرب نہیں ہوسکتا۔ ھٰکذا فی الجزء السابع من الفتاوی الرضویہ۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہٗ: جلال الدین احمد الامجدیؔ

مسئلہ :۔ از فضل الرحمٰن القادری نارائنی ڈویزن گورکھ پور (یو۔پی)

(۱) بینک سے سود لینا یا دینا جائز ہے کہ نہیں؟

(۲) نوکری کرنے والوں کا جو روپیہ ہر مہینہ تنخواہ سے کٹ جاتا ہے اور سود کے ساتھ آخر میں ملتا ہے جائز ہے کہ نہیں؟

الجواب ــــــــــ (۱) جو بینک کہ یہاں کے خالص غیر مسلموں کا ہے اس کا نفع شرعاً سود نہیں اسے لینا اور اپنی ضروریات میں صرف کرنا جائز ہے اس لئے کہ یہاں کے کافر حربی ہیں جیسا کہ حضرت ملاجیون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں ان ھم الا حربی لا یعقلھا الا العالمون۔ اور مسلمان و کافر حربی کے درمیان سود نہیں جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔ لا ربا بین المسلم والحربی اور اگر بینک مسلم و غیر مسلم کا مشترکہ ہے تو اس کا نفع سود ہے اس کا لینا دینا دونوں حرام ہے اور اگر غیر مسلم کے ساتھ مسلم کے اشتراک کا شبہ ہے تو اس صورت میں نفع لینا اور دینا حرام ونا جائز ہے کہ سود اور شبہۂ سود دونوں سے سرکار نے منع فرمایا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔ نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن الربٰو والریبۃ۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۲) اگر مسلمان کا نوکر ہے یا ہندو اور مسلمان کی مشترکہ کمپنی کا نوکر ہے تو ماہانہ تنخواہ سے کٹے ہوئے روپیوں کا نفع لینا جائز نہیں ورنہ جائز ہے کہ وہ شرعاً سود نہیں۔ ھٰذا ما ظھر لی والعلم عند اللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ۔

کتبہٗ: جلال الدین احمد الامجدیؔ

۹ر صفر المظفر ۱۴۰۱ھ

مسئلہ :- از حافظ عبد الباسط کالپی جالون - یوپی -

ھندو بینک یا ڈاک خانہ سے جو منافع ملتا ہے کیا اس کو اپنے صرف میں لاسکتا ہے کیونکہ ابھی تک اس منافع کو علیٰحدہ کر کے غریبوں کو دیدیتے ہیں اور ثواب کی نیت نہیں رکھتے کیا اس کو اپنے صرف میں بھی لاسکتے ہیں ؟ جواب سے مطلع فرمائیں -

الجواب ـــــــ جو بینک کہ مسلمانوں کا ہو یا ہندو اور مسلم کا مشترکہ ہو ایسے بینک کا نفع سود ہے حرام ہے اس کا لینا ہرگز جائز نہیں - اور جو بینک کہ صرف یہاں کے کافروں کا ہو اس کا نفع لینا اور ہر مباح کام میں صرف کرنا جائز ہے اس لیے کہ یہاں کے کافر حربی ہیں جیسا کہ رئیس الفقہا حضرت ملا جیون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں - ان ھم الاحربی ومایعقلھا الا العالمون (تفسیرات احمدیہ ص۳۰۰) اور کافر حربی و مسلمانوں کے درمیان سود نہیں جیسا کہ حدیث شریف میں ہے - لا ربا بین المسلم والحربی فی دار الحرب اس حدیث میں فی دار الحرب کی قید اتفاقی ہے احترازی نہیں لیکن یہاں کے کافروں سے نفع لینا جائز ہے دینا منع ہے جیسا کہ رد المحتار جلد چہارم ص۱۸۸ میں ہے - ان مرادھم من حل الربا والقمار ما اذا حصلت الزیادۃ للمسلم - وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

جلال الدین احمد الامجدی
کتبہٗ
۲۰ رشوال ۱۴۰۲ھ

مسئلہ از محمد صادق موضع کوری ضلع بھوجپور (بہار)

جب کہ قانون شرعی ہے کہ ہم جنس دے کر ہم جنس زائد لینا سود کہلاتا ہے جو قطعی حرام ہے تو بینک سے فائدہ لینا کیسا ہے ؟ اگر حرام ہے تو پیسے کے استعمال سے بھی آگاہ فرمائیں - حرام پیسہ فقیر کو دینا کیسا ہے ؟

الجواب ـــــــ اگر بینک یہاں کے کافروں کا ہے تو اس کا نفع جائز و حلال ہے اس لیے کہ یہاں کے کفار حربی ہیں جیسا کہ رئیس الفقہا حضرت مُلّا جیون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں ان ھم الاحربی ومایعقلھا الا العالمون (تفسیرات احمدیہ ص۳۰۰) اور مسلمان و کافر حربی کے درمیان سود نہیں جیسا کہ حدیث شریف میں ہے لا ربو بین المسلم والحربی - اور اگر بینک مسلمانوں کا ہے یا مسلمان و کافر کا مشترکہ ہے تو اس بینک کا نفع بیشک سود ہے اور اس کو اپنے خرچ میں لانا بھی حرام ہے - اور فقیر کو دے کر ثواب کی امید رکھنا کفر ہے - (فتاویٰ رضویہ جلد ہفتم ص۱۰۶) وھو تعالیٰ اعلم -

جلال الدین احمد الامجدی
کتبہٗ

مسئلہ: مسئولہ مولوی عبد الرزاق قادری مدرسہ انوار العلوم عمادپٹی ضلع چمپارن (بہار)

ھندوستان دار الاسلام ہے یا دار الحرب؟

الجواب ـــــ ھندوستان بحمد اللہ تعالیٰ ہنوز دار الاسلام ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں جامع الفصولین سے ہے۔ لما صارت البلدة دار الاسلام باجراء احکامه فما بقی شئ من احکامه و آثاره تبقی دار الاسلام۔ انتھیٰ ملخصا واللہ تعالیٰ اعلم۔

جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از حمید احمد مدار کواری کی چال کھولی ۲۵ پانچواں نظام پورہ بھیونڈی ضلع تھانہ

(۱) بینک میں میرا کچھ پیسہ جمع ہے اس میں جو بیاج ملے گا اس کا لینا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) میں ایک ہندو اور ایک مسلم کا کھیت رہن لیا ہوں اس کی مال گزاری دیتا ہوں۔ ہندو والا کھیت ایک دوسرے ہندو کو ادھیا پر دیا ہوں اور مسلم کا کھیت اسی مسلم کو دیا ہوں۔ ادھیا پر پورا خرچ وہ کرتا ہے صرف کھاد کا آدھا پیسہ میں دیتا ہوں اس کے بارے میں آپ کیا حکم فرماتے ہیں؟

(۳) میں اپنا کھیت کسی مسلم یا ہندو کو ادھیا پر دیا ہوں پورا خرچ وہ کرتا ہے غلہ ہونے پر وہ غلّہ و بھوسہ وغیرہ آدھا دیتا ہے تو اس کے بارے میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

(۱) **الجواب** ـــــ بینک اگر یہاں کے کافروں کا ہے تو اس کا نفع شرعاً سود نہیں اس کو لے کر اپنی ضروریات میں صرف کرنا جائز ہے اس لیے کہ یہاں کے کافر حربی ہیں اور مسلمان و حربی کے درمیان سود نہیں جیسا کہ حدیث شریف میں ہے لا ربا بین المسلم والحربی اور اگر مسلمان کا ہے یا مسلمان و کافر کا مشترکہ ہے تو ضرور اس کا نفع سود ہے حرام ہے اسے لینا ہرگز ہرگز جائز نہیں۔ واللہ اعلم۔

(۲) کسی کو قرض دے کر نفع حاصل کرنا سود ہے حرام ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کل قرض جر نفعا فھو ربوا لہٰذا مسلمان کا کھیت رہن لے کر اس سے فائدہ حاصل کرنا حرام ہے اور حربی کافروں کے کھیت سے جائز ہے واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) یہ صورت جائز ہے وھو تعالیٰ اعلم

جلال الدین احمد الامجدی

۱۲ر جمادی الاولیٰ ۱۴۰۱ھ

باب السلم

بیع سلم کا بیان

مسئلہ :- از- جیش محمد صدیقی برکاتی دار العلوم حنفیہ جنگ پور دھام (نیپال)

محترم المقام لائق صد احترام حضرت مفتی صاحب قبلہ ! السلام علیکم - عرض یہ ہے کہ ایک شبہ کا ازالہ فرمادیں کرم ہوگا - وہ یہ کہ بہار شریعت حصہ یازدہم صفحہ ۱۶۵ پر بیع سلم کے سلسلہ میں مرقوم ہے کہ مسلم فیہ وقت عقد سے ختم میعاد تک برابر دستیاب ہوتا رہے الخ اور صفحہ ۱۶۷ پر ہے کہ نئے گیہوں میں سلم کیا اور ابھی پیدا ابھی نہیں ہوئے ہیں یہ ناجائز ہے یہی اردو عالمگیری صفحہ ۱۱ میں لکھا ہے قانون شریعت میں بھی یہی تحریر ہے اور ہدایہ جلد دوم باب سلم میں جو حدیث شریف مروی ہے نیز صاحب ہدایہ کی تعلیل سے معلوم ہوتا ہے کہ بیع سلم اس نئے دھان میں جائز نہ ہونا چاہئے جو ابھی موجود نہ ہوئے ہیں - قدوری وغیرہ میں بیع سلم کے جواز سے متعلق جو شرائط مذکور ہیں ان سے یہی پتہ چلتا ہے کہ ہمارے اطراف میں اگھن آنے سے ایک دو ماہ قبل نئے دھان پر روپیہ دیتے ہیں وہ جائز نہ ہو کیونکہ مسلم فیہ وقت عقد موجود نہیں ہے نہ بازار میں نہ گھر میں بلکہ کھیت میں پودا کی صورت میں ہے اور بہار شریعت نیز عالمگیری، ہدایہ، قدوری وغیرہ کی عبارت سے ظاہر ہے کہ جائز نہ ہوا اور آپ نے اپنی کتاب انوار الحدیث میں یہ عبارت تحریر فرمائی ہے - مثلاً زید نے فصل تیار ہونے سے پہلے بکر سے کہا کہ آپ سو روپے ہمیں دیجئے الخ بخاری اور مسلم کی جن حدیثوں کو آپ نے پیش کیا ہے ان سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ بیع سلم نئے دھان اور نئے گیہوں وغیرہ میں جو ابھی پیدا نہ ہوئے ہیں جن کی فصل تیار نہ ہوئی ہے جائز ہے لہذا رفع اشکال کی کیا صورت ہوگی تحریر فرمائیں !

الجواب حضرت مولانا المحترم زید احترامکم - وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' -

بیشک بیع سلم کی صحت کے شرائط میں سے ہے کہ مسلم فیہ وقت عقد سے ختم میعاد تک برابر دستیاب ہوتا رہے اس لئے کہ پوری میعاد میں مسلم فیہ کے تسلیم پر بائع کا قادر ہونا ضروری ہے - اور یہ بھی صحیح ہے کہ پیدا ہونے سے پہلے نئے گیہوں اور دھان میں بیع سلم ناجائز ہے - مگر اس کا مطلب یہ ہے کہ گیہوں یا دھان جبتک کہ قابل انتفاع نہ ہوں ان کی بیع

سلم جائز نہیں اور جب قابل انتفاع ہو گئے تو جائز ہے اگرچہ وہ ابھی کھیت سے نہ کاٹے گئے ہوں اس لیے کہ بائع مسلم فیہ کے تسلیم پر قادر ہے حدیث شریف میں ہے کہ سرکار اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لا تسلفوا فی الثمار حتی یبدو صلاحھا۔ یعنی پھلوں کی درستگی ظاہر ہونے سے پہلے ان کی بیع سلم مت کرو۔ ثابت ہوا کہ جب پھلوں کی درستگی ظاہر ہو جائے یعنی وہ قابل انتفاع ہو جائیں تو ان کی بیع سلم جائز ہے مگر شرط یہ ہے کہ اس حالت میں ہلاک نادر ہو۔ لان النادر کالمعدوم اور اگر قابل انتفاع ہونے کے بعد بھی اکثر ہلاک ہو جاتا ہو جیسے کہ بعض نشیبی علاقوں میں دھان وغیرہ سیلاب سے اکثر ہلاک ہو جاتے ہیں تو اگر اس صورت میں بازاروں میں دھان نہ ملتے ہوں تو جب تک کھیت سے کاٹ کر محفوظ نہ کر لئے جائیں ان کی بیع سلم ناجائز ہے۔ لان الغالب فی احکام الشرع کالمتیقن۔ لہذا آپ کے اطراف میں اگر قابل انتفاع ہونے سے پہلے نئے دھان کی بیع سلم کرتے ہیں اور اس وقت نئے دھان بازاروں میں نہیں پائے جاتے تو اس طرح بیع سلم کرنا ناجائز ہے اس لئے کہ اس صورت میں بائع نئے دھان کے تسلیم کرنے پر قادر نہیں ہاں اگر نئے دھان کی قید نہ ہو بلکہ متعاقدین میں یہ طے ہو کہ بائع دھان دے گا خواہ نیا دے یا پرانا مشتری کو اعتراض نہ ہو گا تو اس صورت میں اگہن سے ایک دو ماہ پہلے دھان کی بیع سلم جائز ہے بشرطیکہ دھان اس علاقہ کے بازاروں میں اس وقت مل سکتا ہو کان البائع قادر علی تسلیم المسلم فیہ اور انوار الحدیث میں جو لکھا ہے کہ زید نے فصل تیار ہونے سے پہلے الخ تو اس سے مراد یہ ہے کہ قابل انتفاع ہونے کے بعد اور کٹنے سے پہلے الخ۔ اور بخاری و مسلم کی جو حدیث شریف کتاب میں لکھی ہے اگرچہ بظاہر اس سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ جو چیز ابھی پیدا نہ ہوئی ہو اس کی بیع سلم جائز ہے مگر دوسری حدیثوں میں پیدا ہونے سے پہلے بیع سلم کرنے کو صراحۃً منع کیا گیا ہے جیسا کہ وہ حدیث جو اوپر مذکور ہوئی اور بخاری شریف میں ہے عن البختری قال سألت ابن عمر عن السلم فی النخل قال نھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عن بیع النخل حتی یصلح وسألت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما عن السلم فی النخل فقال نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن بیع النخل حتی یوکل منہ۔ اور ابوداؤد و ابن ماجہ میں ہے عن ابی اسحاق عن رجل نجرانی قلت لعبد اللہ بن عمر اسلم فی نخل قبل ان تطلع قال لا۔ وھو تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ

۱۸ ربیع النور ۱۴۰۱ھ

مسئلہ از مفتی محمد صدیقی برکاتی حفظہ عن المعاصی دار العلوم حنفیہ جنک پور دھام (نیپال)

فیض مآب حضرت علامہ مفتی دار العلوم فیض الرسول براؤں شریف دامت فیوضکم العالیہ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ۔ حضرت کا فتویٰ مع نامہ ایک ہفتہ قبل تشریف لاکر نظر نواز ہوا ذرّہ نوازی کا بہت بہت شکریہ مطالعہ کے بعد ایک شبہ کا ازالہ ہوا اور ایک کا اضافہ۔ وہ یوں کہ اگر کھیت کی قابل انتفاع شئی کو (جو ابھی بازار میں نہیں ملتی ہے) بازار میں موجود ہونے کا حکم دیا جائے جیسا کہ حضرت کے فتویٰ سے مفہوم ہوتا ہے۔ تو جو شئی گھر میں موجود ہے اور بازار میں نہیں ملتی اسے بدرجۂ اولیٰ بازار میں موجود ہونے کا حکم دیا جاسکتا ہے کہ مقدور التسلیم ہے۔ حالانکہ بہار شریعت حصّہ یازدہم ص۱۷۵ پر موجود ہونے کا یہ معنی بیان فرمایا ہے کہ بازار میں ملتا ہو اور اگر بازار میں نہ ملتا ہو اور گھروں میں ملتا ہو تو موجود ہونا نہ کہیں گے۔ تو فتویٰ اور بہار شریعت کی اس عبارت میں ٹکراؤ مفہوم ہوتا ہے اندفاع کی صورت تحریر فرمائیں۔

الجواب ـــــــــــ مولانا المکرم۔ وعلیکم السّلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ کھیت کی قابل انتفاع شئی کو بازار میں موجود ہونے کا حکم اس لئے دیا گیا ہے کہ جب وہ قابل انتفاع ہے تو بائع اس کی تسلیم پر قادر ہے اور بہار شریعت کی عبارت بازاروں میں نہ ملنے اور گھروں میں پائے جانے کا معنی یہ ہے کہ وہ فروخت نہ ہوتی ہو اور بازاروں میں ملنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ فروخت ہوتی ہو۔ لہٰذا گھروں میں جو شئی موجود ہے اگر فروخت ہوتی ہے تو بیشک اسے بھی بازاروں میں ملنا کہیں گے۔ اس لئے کہ وہ مقدور التسلیم ہے۔ اور اگر بازاروں میں ہے مگر فروخت نہیں ہوتی تو اسے بازاروں میں ملنا نہ کہیں گے اس لئے کہ بائع اس کی تسلیم پر قادر نہیں۔ اصل یہ ہے کہ بیع سلم کے صحیح ہونے کی ایک شرط قدرت علی التحصیل ہے جیسا کہ ہدایہ باب السلم جلد ثالث ص۸۱ میں ہے اور قدرت علی التحصیل سے مراد عدم انقطاع ہے جیسا کہ فتح القدیر جلد سادس ص۲۲۹ میں ہے۔ امّا القدرۃ علی تحصیلہ فالظاھر ان المراد منہ عدم الانقطاع۔ لہٰذا جب مسلم فیہ کھیت بازار یا گھر کہیں سے حاصل ہوسکے تو عدم انقطاع کی شرط پائی گئی بیع سلم صحیح ہے۔ اور اگر کہیں سے نہ مل سکے تو صحیح نہیں۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہٗ: جلال الدین احمد الامجدی
۲ رجمادی الاخریٰ ۱۴۰۱ھ

کتاب الھبۃ

ہبہ کا بیان

مسئلہ:۔ از شمس الدین اے ۲۸/۲۶ بالو بیر چند و پورہ وارانسی ۱
پندرہ۱۵ سولہ۱۶ سال کا عرصہ ہوا کہ زید کے والد نے ایک حلف نامہ کا اقرار نامہ نوٹری ٹکٹ لگا کر ایک تنج نامہ بھی لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ ہم نے اپنے آٹھ لڑکوں کو مکان، کاروبار، گھرستی کا مالک بنایا۔ آج سے برابر کے حق دار ہیں۔ ایک لڑکا (آٹھویں میں سے) ۱۹۷۰ء میں علاحدہ ہونے لگا اس وقت تقریباً دو۲۰۰ سو کرگھ تھے۔ علاحدہ ہونے والے سے والد اور بڑے بھائی نے کہا کہ آپ صرف دو کرگھ لے لیں اس لیے کہ آپ کو کوئی تجربہ نہیں ہے اور جو کچھ تمہارا شرعی حصہ ہے دیدیا جائے گا تو تم محفوظ نہیں رکھ سکتے لیکن تمہارا حصہ کچھ مہینے بعد ہم دیدیں گے۔ علاحدہ ہونے والے کے اصرار پر بڑے بھائی نے چند پنچان کو جمع کیا جن کی موجودگی میں والد صاحب اور بڑے بھائی نے کہا کہ یہ دو کرگھے لے کر علاحدہ ہو جائے ہم ۴۔ ۵۔ ماہ کے بعد ان کا شرعی حق وحصہ دیدیں گے۔ دو۲ کرگھ کے سامان کی قیمت اور عیدالفطر کے مصارف اور کھانے پکانے کے سامان کی قیمت مجموعی دو۲ ہزار چھ۶ سو پچیس۲۵ روپے علاحدہ ہونے والے کو ملے۔
دریافت طلب یہ ہے کہ علاحدگی کے وقت ۱۹۷۰ء میں جو اثاثہ (جائداد منقولہ اور غیر منقولہ) تھی اسی حساب سے شرعی حصہ ملے گا یا ۱۹۸۰ء میں جو پوزیشن ہے اس کے اعتبار سے؟ بینوا توجروا۔
(نوٹ) اگر زید کے اقرار نامہ کے بعد والد نے دوبارہ زید کی عدم موجودگی میں دوسرا اقرار نامہ صرف سات لڑکوں کو لکھ دیا تو کیا یہ اقرار نامہ صحیح ہے؟ اور زید اپنے حق وحصہ سے محروم ہو جائے گا؟

الجواب اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔ باپ کا مرض الموت سے پہلے لڑکوں کو جائداد کا مالک بنا دینا ہبہ ہے۔ مگر روپیہ پیسہ مکان کرگھا وغیرہ جو چیزیں کہ قابل تقسیم تھیں باپ نے ان کو تقسیم کر کے سب کو نہ دیا اور سب بالغ تھے یا کچھ بالغ اور کچھ نابالغ تو صرف اقرار نامہ لکھ دینے سے ہبہ صحیح نہ ہوا۔ باپ اپنی جائداد کا حسب سابق مالک ہے اگرچہ سب لڑکوں نے اس پر قبضہ بھی کر لیا ہو۔ بحر الرائق جلد ہفتم ص۲۸۶ میں ہے۔
ھبۃ المشاع الذی تمکن قسمتہ لایصح اور بعد میں ایک لڑکے کو جتنا مال دے کر علاحدہ کیا وہ اتنے کا تنہا

مالک ہوگیا اور جو چیزیں کہ قابل تقسیم نہ تھیں اگر بعد ہبہ لڑکوں نے ان پر قبضہ کر لیا تو ان چیزوں کے سب مالک ہو گئے اور جتنا مال علاحدہ نہ ہونے والا انتہا پا چکا ہے اسے وضع کرنے کے بعد اب تقسیم کے دن کی پوزیشن کے اعتبار سے اس لڑکے کا ما بقی حصہ دینا باپ پر لازم ہے اور قابل تقسیم چیزوں کے بارے میں پھر دوسرا اقرار نامہ بھی بغیر تقسیم عند الشرع لغو ہو گا۔ ہاں اگر مرض الموت سے پہلے صرف سات لڑکوں کو دے کر تقسیم کر دے تو بشرط قبضہ وہ لوگ اپنے اپنے حصہ کے ضرور مالک ہو جائیں گے اور زید اپنے شرعی حصہ سے محروم ہو جائے گا مگر باپ گنہگار ہوگا۔ جیسا کہ بحر الرائق جلد ہفتم صفحہ ۲۸۸ پر ہے ان وهب ماله كله لواحد جاز قضاء وهو آثم اھ اور اگر باپ نے اپنی پوری جائداد زندگی میں سب لڑکوں کو تقسیم کرکے نہ دے دیا تو اس کی موت کے بعد سب لڑکوں کے برابر زید بھی باپ کی میراث کا شرعاً حقدار ہوگا اس لئے کہ باپ کی زندگی میں جو کچھ اسے ملا وہ ہبہ ہے۔ وهو تعالیٰ اعلم

جلال الدین احمد الامجدی

کتبہٗ

۲۲ ربیع النور ۱۴۰۱ھ

مسئلہ : از تاج محمد گونڈوی متعلم فیض الرسول براؤں شریف۔ ضلع بستی

بہت سے لوگ خصوصاً مدرسین دوسروں کے نابالغ بچوں سے پانی بھروا کر پیتے اور وضو کرتے ہیں۔ تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب ــــــ ہرگز نہیں جائز ہے کہ وہ بچوں کی طرف سے ہبہ ہوتا ہے اور نابالغ بچوں کا ہبہ صحیح نہیں۔ در مختار مع شامی جلد چہارم صفحہ ۵۰۸ میں ہے لا تصح هبة صغير اور فقیہ اعظم ہند حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔ بعض لوگ دوسرے کے بچہ سے پانی بھروا کر پیتے یا وضو کرتے ہیں یا دوسری طرح استعمال کرتے ہیں یہ ناجائز ہے کہ اس پانی کا وہ بچہ مالک ہو جاتا ہے اور ہبہ نہیں کر سکتا پھر دوسرے کو اس کا استعمال کیونکر جائز ہوگا۔ (بہار شریعت حصہ ۱۴ صفحہ ۷۷) وهو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

جلال الدین احمد الامجدی

کتبہٗ

مسئلہ: مسئولہ مولانا جمال احمد خاں رضوی دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف۔

زید جو کافی بڈھا اور از کار رفتہ ہو چکا تھا اس کی گزر اوقات کے لئے کسی وجہ سے کچھ لوگوں نے ایک کنٹل گیہوں اور ایک کنٹل چاول سال میں اس سے دینے کا وعدہ کیا۔ تو گاؤں کے کچھ لوگوں نے مقامی دارالعلوم کے منیجر سے گفتگو کر کے دارالعلوم کے مطبخ میں اس شرط پر اس کا کھانا شروع کرا دیا کہ وہ گیہوں اور چاول کی مقدار مذکور سال میں دارالعلوم کو دیتا رہے گا۔ تقریباً دو سال تک شخص مذکور نے مقررہ غلہ دارالعلوم کے مطبخ میں دیا مگر پھر غلہ دینا بند کر دیا اس کے باوجود زید کا کھانا دارالعلوم کے مطبخ سے برابر جاری رہا، دارالعلوم کے کچھ ذمہ دار علماء دارالکین نے منیجر دارالعلوم سے اس سلسلہ میں گفتگو کی کہ زید کو دارالعلوم کے مطبخ سے کھانا کس طرح دیا جا رہا ہے تو جواب میں منیجر دارالعلوم نے بتایا کہ زید کے پاس مکان اور دو نمبر کھیت ہیں وہ اس نے دارالعلوم میں دینے کو کہا ہے اور اس کی کچھ رقم پوسٹ آفس میں فیکس ڈپیازیٹ میں جمع ہے اس کا وارث بھی بحیثیت منیجر دارالعلوم مجھی کو بنایا ہے کچھ دنوں کے بعد زید کی بینائی بھی جاتی رہی اور زیادہ ضعیفی کے باعث وہ اپنی زندگی سے مایوس ہوتا جا رہا تھا اسی زمانہ میں منیجر دارالعلوم کی علالت کا سلسلہ چل رہا تھا اور وہ بسلسلۂ علاج کئی ماہ سے مختلف مقامات پر باہر ہی مقیم رہے۔ زید بار بار منیجر دارالعلوم کی واپسی کے بارے میں معلوم کرتا رہتا تھا اور بارہا اس نے کہا کاش منیجر صاحب جلدی واپس آجاتے تو میں اپنا گھر اور کھیت وغیرہ جو دارالعلوم کو دے چکا ہوں دارالعلوم کے نام رجسٹری کر کے سبکدوش ہو جاتا تاکہ بعد کو ورثہ کوئی نزاع نہ کھڑا کر سکیں۔ زید کے اس بیان اور منیجر دارالعلوم مرحوم کے مذکورہ بالا بیان کے حلفیہ شاہد دارالعلوم کے ذمہ دار علماء و مقامی کئی لوگ ہیں۔ مرضیٔ مولیٰ کہ منیجر دارالعلوم کا انتقال ہو گیا اور زید کی حسرت دل ہی میں رہ گئی اور دارالعلوم کے نئے منیجر کا تقرر ہو گیا، اسی دوران زید کی فیکس ڈپیازیٹ والی رقم کی میعاد پوری ہو گئی اور اس نے اپنی موت سے کچھ روز پہلے اپنے ہی نشانی انگوٹھا سے وہ رقم پوسٹ آفس سے نکال کر حسب وعدہ نئے منیجر کے حوالہ کر دی، اب دریافت طلب امور یہ ہیں کہ

۱۔ نئے منیجر کا مذکورہ رقم کو دارالعلوم کے حساب میں لے لینا صحیح ہے یا نہیں؟ اور اس رقم پر زید مذکور کے بھتیجوں یا وارثوں کا کوئی حق پہونچتا ہے یا نہیں۔

۲۔ نئے منیجر دارالعلوم جو ایک ذمہ دار عالم بھی ہیں ان کے بارے میں صورت مسئلہ کو مسخ کر کے مختلف دارالافتاء سے فتویٰ حاصل کر کے ان کی ہتک عزت کرنے والوں کے بارے میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے۔

الجواب: ۱۔ زید نے اگر مرض الموت سے پہلے اپنے ہی نشانی انگوٹھا سے رقم مذکور پوسٹ آفس سے نکال کر منیجر دارالعلوم کے حوالہ کر دی اور منیجر نے اس پر قبضہ بھی کر لیا تو وہ دارالعلوم کی ملکیت ہو گئی بحر الرائق جلد ہفتم ص۲۸۸ میں ہے ان ذھب مالہ کلہ لواحد جاز قضاءً وھو آثم اھ۔ اس صورت میں پوری رقم مذکورہ

کو منیجر کا دار العلوم کے حساب میں لے لینا صحیح ہے۔ زید کے وارثوں کا اس میں کوئی حق نہیں۔ اور اگر رقم مذکور زید نے مرض الموت میں دی اور وہ زید کے ترکہ کھیت اور مکان وغیرہ کی کل مالیت اور نقدی میں کا ثلث یا اس سے کم ہے تو اس صورت میں بھی پوری رقم دار العلوم کی ملکیت ہو گئی۔ اور اگر وہ ثُلث سے زیادہ ہے تو اس صورت میں صرف ثُلث دار العلوم کی ملکیت ہوئی۔ زائد رقم کا اس کے ورثہ کو واپس کرنا منیجر دار العلوم پر لازم ہے۔

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں مریض صرف ثلث مال سے ہبہ کر سکتا ہے۔

(بہار شریعت حصہ ۱۴ صـ۶۵)

اور فتاوی عالمگیری جلد چہارم مصری صـ۳۸۲ میں ہے لا تجوز هبة المريض ولا صدقته الا مقبوضةً فاذا قبضت جازت من الثلث اھ وھو تعالیٰ اعلم وعلمه اتم واحکم

۲ـ صورت مسئلہ کو بدل کر منیجر دار العلوم کے خلاف فتویٰ حاصل کر کے ان کی ہتک عزت کرنے والے سخت گنہگار حق العبد میں گرفتار اور مستحق عذاب نار ہیں ان پر توبہ واستغفار کرنا اور منیجر دار العلوم سے معذرت کرنا لازم ہے۔ ھذا ما عندی والعلم بالحق عند الله ورسوله جل مجده و صلى الله تعالیٰ علیه وسلم

کتبـــــــــہ
جلال الدین احمد الامجدی
۲۲ صفر المظفر ۱۴۱۲ھ

الجواب صحیح والمجیب مصیب ومثاب واللہ تعالیٰ اعلم
قاضی محمد عبد الرحیم بستوی غفرلہ القوی
(مفتی مرکزی دار الافتاء بریلی شریف)

کتاب الاجارہ

اجارہ کا بیان

مسئلہ :- از مہدی حسن خاں صمدہ ۔ گوشائیں گنج ضلع فیض آباد

① زید نے بکر سے مبلغ سولہ سو روپے لئے اس کے عوض ڈیڑھ بیگھہ زمین برائے کاشت دیا ۔ بکر اس پر دس سال تک قابض رہے گا ۔ بعد میعاد زمین بغیر کسی روپیہ کے چھوڑ دے گا ۔ جو زمین زید نے بکر کو دی ہے وہ ایک بیگھہ جوتائی بنائی کرکے دیا ۔ اور دس بسوہ پر ارہر جس میں پھول لگے تھے روپیہ لینے سے پہلے حوالہ کیا دریافت طلب یہ امر ہے کہ ان شرائط پر زمین کا لین دین کیسا ہے ؟

② فصل جو بغیر کسی محنت وخرچ کے بکر کو حاصل ہوگی جائز ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا ۔

الجواب ① بعون الملک الوھاب صورت مستفسرہ میں بظاہر کوئی قباحت نہیں معلوم ہوتی اس لئے کہ یہ صورت اجارہ میں داخل ہے یعنی دس سال کے لئے کھیت کرائے پر دیا اور کرایہ پیشگی لے لیا ایسا ہی بہار شریعت حصہ ہفدہم ص۳۹ پر ہے اور فصل بکر کو روپیہ کے بدلے حاصل ہوئی جیسے کہ زید بکر کو کوئی مال دے اور روپیہ بعد میں لے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۰ رجمادی الاولیٰ ۹۵ھ

مسئلہ :- از :- الحاج حفیظ اللہ انصاری حفیظ منزل پوسٹ ومقام شہرت گڈھ ضلع بستی ۔

مکرمی ! حضور مفتی صاحب قبلہ مدظلہ العالی ۔ مؤدبانہ التماس ہے کہ حسب ذیل سوالوں کے جوابات شریعت مقدسہ کی روشنی میں مع دلائل کے مرحمت فرمائیں ۔

● زید کی کھیتی راج نیپال ترائی میں ہے اور زید انڈیا میں رہتا ہے فصل فصل پر جایا کرتا ہے اس لئے اپنے کھیت کو اسی گاؤں کے مسلم اور غیر مسلم کاشتکار کو حسب ذیل شرائط پر دیا کرتا ہے ۔

① کھیت کو لگان یعنی مالگذاری پر طے کرکے دینا کہ ایک سال میں ایک بار صرف ۲ من دھان لوں گا جبکہ کاشتکار

اسی کھیت میں دو فصل بوتا کاٹتا ہے یہ بھی طریقہ جائز ہے کہ نہیں؟ سرکار کو لگان زید خود ہی دیتا ہے۔

(۲) کھیت کو ہنڈا پر دینا مثلاً ایک بیگھہ کھیت ہے سال میں ایک بار صرف دو من دھان لوں گا جبکہ کاشتکار اسی کھیت میں دو فصل بوتا کاٹتا ہے یہ بھی طریقہ جائز ہے کہ نہیں؟ سرکار کو لگان زید خود ہی دیتا ہے۔

(۳) کھیت کو بٹائی پر کمی و زیادہ مقدار میں طے کر کے دینا جائز ہے کہ نہیں؟

(۱) الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان اسی قسم کے ایک سوال (جس میں ہر سال چار من دھان دینا طے ہوا) کا جواب لکھتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ یہ اجارہ فاسد اور عقد حرام وواجب الفسخ ہے کہ اس میں مالک زمین کے لئے ایک مقدار معین دھان کی شرط کی گئی اور وہ قاطع شرکت ہے کہ ممکن ہے کہ چار ہی من دھان پیدا ہوں یا اتنے بھی نہ ہوں فی تنویر الابصار المزارعۃ تصح بشرط الشرکۃ فی الخارج فتبطل ان شرط لاحدھما قفزان مسماۃ اھ ملتقطا۔ بلکہ یوں کہنا لازم ہے کہ مثلاً نصف یا ثلث یا ربع پیداوار پر یہ زمین تیرے اجارہ میں دی۔ پھر اگر کچھ پیدا ہو تو حسب قرارداد اس کا نصف یا ثلث یا ربع مالک زمین کے لئے ہوگا۔ اور کچھ نہ پیدا ہو تو کچھ نہیں۔ یہ شرط لگانا کہ کچھ نہ پیدا ہو جب بھی مجھے اتنا طے یہ بھی مفسد و حرام ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ہشتم ص۱۶۵) ھٰذا ما عندی وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۲) یہ صورت بھی اجارہ فاسد اور عقد حرام کی ہے جیسا کہ جواب ۱ سے ظاہر ہے۔ وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

(۳) زمین و بیج ایک شخص کے اور دوسرا شخص اپنے ہل بیل سے جوتے بوئے گا یا ایک کی فقط زمین باقی سب کچھ دوسرے کا۔ یعنی بیج بھی اسی کے اور ہل بیل بھی اسی کے اور کام بھی وہی کرے گا۔ یا کھیتی کرنے والا صرف کام کرے گا باقی سب کچھ مالک زمین کا یہ تینوں صورتیں جائز ہیں اور اگر یہ طے ہو کہ زمین اور بیل ایک شخص کے اور کام و بیج دوسرے کے۔ یا بیل و بیج ایک کے اور زمین و کام دوسرے کا یا یہ کہ ایک کے ذمہ فقط بیل باقی سب کچھ دوسرے کے ذمہ۔ یا ایک کے ذمہ فقط بیج باقی سب دوسرے کے ذمہ یہ چاروں صورتیں ناجائز و باطل ہیں۔ درمختار میں ہے۔ صحت لوکان الارض والبذر لزید والبقر والعمل للآخر والارض لہ والباقی للآخر او العمل لہ والباقی للآخر فھٰذہ الثلٰثۃ جائزۃ وبطلت فی اربعۃ اوجہ لوکان الارض والبقر لزید او البقر والبذر لہ والآخران للآخران او البقر او البذر لہ والباقی للآخر اھ اور کھیت کو بٹائی پر جن صورتوں میں دینا جائز ہے ان میں کمی بیشی کی ہر مقدار میں جائز ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

ذی الحجہ ۱۳ھ

مسئلہ: از حاجی جعفر علی محلہ جمبور۔ بمبئی۔

شہروں میں عام طور پر رائج یہ ہے کہ مالک مکان سے اگر کوئی شخص کرایہ پر مکان لینا چاہتا ہے تو مالک مکان کو پہلے کچھ روپیہ پگڑی پر دیتا ہے پھر اس کے بعد ہر ماہ کرایہ الگ سے دیتا رہتا ہے اس لئے کہ مالک مکان کرایہ کے علاوہ پگڑی بغیر مکان کرایہ پر نہیں دیتا۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ کرایہ پر مکان لینے کے لئے پگڑی دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب کرایہ پر مکان لینے کے لیے کچھ روپیہ کرایہ کے علاوہ پگڑی کے نام پر دینا اور لینا حرام وناجائز ہے۔ لانہ لزوم مال مبتدأ فیکون بطریق الرشوۃ وھو حرام ہاں کرایہ پر مکان لینے کے لئے مالک مکان کے پاس اگر بطور ضمانت پہلے کچھ روپیہ جمع کرے تو یہ جائز ہے وھو اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۲۸ر جمادی الاخری ۱۴۰۰ھ

مسئلہ: از حقیق اللہ دیبیا پور۔ ضلع بستی

گھاٹ کی ملاحی لے سکتا ہے کہ نہیں جب کہ ندی میں کشتی سے نہ اترا جاتا ہو؟

الجواب جب کہ ندی میں کشتی کے ذریعہ نہ اتارا جاتا ہو اور نہ اترنے والے بنائے ہوئے پل وغیرہ سے اترتے ہوں تو ان سے ملاحی لینا جائز نہیں کہ ملاحی صرف انتفاع کی اجرت ہے وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۱۷ر جمادی الاخری ۹۹ھ

مسئلہ: از محمد ضامن علی گورکھپوری۔

ہمارے پاس کپڑا بننے والا چار پانچ کارخانہ ہے اور اس پر کاری گر بنائی کرتا ہے اور ہم اس کو صرف بنائی دیتے ہیں۔ اب رہا گیھٹوا کی جوڑائی ہمارے ذمہ ہے یا کاریگر کے؟ اور تانا کی تنوائی کس کے ذمے ہے؟ اور ہم رواج کے بڑھ جانے کی وجہ سے گیھٹوا کی جوڑائی اور تانا کی تنوائی نہیں دیتے۔ اور اس کو کاری گر کے اوپر کر دئے ہیں۔ اب بتائیے کہ ہم گنہگار رہیں کہ نہیں؟ جو مسئلہ ہو واضح فرمائیں۔

الجواب اگر وہاں کے عرف میں تانا کی تنوائی اور گیھٹوا کی جوڑائی کاری گر کے ذمہ ہو کہ جو کاریگران کاموں کو خود نہ کرے یا ان کی مزدوری نہ دے تو اسے بنائی کم دیتے ہوں تو اس صورت میں گیھٹوا کی جوڑائی اور تانا کی تنوائی کاری گر کے ذمے کرنے میں کارخانہ کا مالک گنہگار نہ ہوگا لان المعروف کالمشروط وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۱۷ر ربیع الآخر ۱۴۰۲ھ

مسئلہ :- از- ابوظفر اعظمی نوادہ مبارک پور ضلع اعظم گڈھ (یو-پی)

مبارکپور کے آڑھت دار جب ان کے وہاں کوئی باہر کے خریدار آتے ہیں تو ان کی موجودگی میں بنکروں سے ساڑیاں خریدتے ہیں آڑھت داروں اور خریداروں کے درمیان ایک مقررہ کمیشن طے رہتا ہے آڑھت دار جس قیمت پر ساڑیاں خریدتا ہے اسی حساب سے خریدار ساڑیوں کی قیمت آڑھت داروں کو مع کمیشن کے دیدیتا ہے مگر خریداروں سے قیمت پانے کے بعد بنکروں کو جب وہ قیمت دیتا ہے تو وہ پوری قیمت نہیں دیتا بلکہ دو روپیہ سے لے کر پانچ روپے دس روپے تک کم دیتا ہے جس کو وہ کٹوتی کہتا ہے۔ بنکروں (ساڑیاں بیچنے والوں) کا کہنا ہے کہ اس طرح سے جو رقم کاٹی جاتی ہے وہ بالکل ناجائز و حرام ہے مگر آڑھت دار کہتا ہے کہ یہ کٹوتی حرام نہیں ہے کیونکہ ہمارے یہاں جو شخص بھی ساڑی فروخت کرتا ہے وہ جانتا ہے کہ ہم کٹوتی کاٹتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا خریداروں سے اصل قیمت پانے کے بعد آڑھت داروں کا کٹوتی کاٹنا جائز ہے یا حرام؟

الجواب آڑھت دار ساڑیوں کی قیمتوں میں سے ایک معینہ رقم کٹوتی کے نام پر جو لیتا ہے اگر اس علاقہ میں یہ بات مشہور و معروف ہو اور ہر ساڑی بیچنے والا اس بات سے واقف ہو تو جائز ہے فان المعروف کالمشروط کما ھو من القواعد المقررۃ الفقھیۃ اور اگر یہ صورت نہ ہو تو جائز نہیں۔ وھو تعالیٰ اعلم

جلال الدین احمد الامجدی
کتبہ
۲۸ر شوال المکرم ۹۹ھ

مسئلہ :- از یار محمد ستار والا- نور باغ اسٹیشن روڈ سورت (گجرات)

بہت سے لوگ گائے، بکری یا مرغی اس شرط پر دوسروں کو دیتے ہیں کہ تم اس کی پرورش کرو۔ بچے اور انڈے جس قدر ہوں گے وہ ہم لوگ آپس میں بانٹ لیں گے۔ تو اس طرح کا معاملہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب اس طرح کا معاملہ کرنا جائز نہیں۔ فقیہ اعظم ہند حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں: "دوسرے کو گائے بکری اس شرط کے ساتھ دینا جائز نہیں کہ جتنے بچے پیدا ہوں گے دونوں نصف نصف لے لیں گے۔ اس صورت میں شرعاً بچے اس کے ہیں جس کی گائے بکری ہے اور دوسرے کو صرف اس کے کام کی واجبی اجرت ملے گی۔ (بہار شریعت حصہ ۱۴ صـ۱۴۳) اور حضرت علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں اذا دفع البقرۃ بعلف فیکون الحادث بینھما نصفین فما حدث فھو لصاحب البقرۃ وللاخر مثل علفہ واجر مثلہ تاتارخانیہ (رد المحتار جلد سوم صـ۳۵۱) اسی طرح

مرغی بھی کسی کو اس شرط پر دینا جائز نہیں کہ انڈے ہم دونوں تقسیم کرلیں گے۔ کل انڈے اسی کے ہیں جس کی مرغی ہے دوسرے کو اس کے کام کی مناسب مزدوری ملے گی۔ فتاویٰ عالمگیری جلد چہارم مصری ص۴۴۳ میں ہے لو دفع الدجاج علی ان یکون البیض بینھما لا یجوز۔ والحادث کلہ لصاحب الدجاج کذا فی الوجیز للکردری اھ تلخیصا۔ وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

جلال الدین احمد الامجدی
کتبہ

مسئلہ: از سید اعجاز احمد قادری نیر پوسٹ آفس تاڑپتری (آندھرا پردیش)

سوم، دسواں، بیسواں اور چالیسواں وغیرہ کے موقع پر ایصال ثواب کے لیے روپیہ دے کر قرآن خوانی کرانا کیسا ہے؟

الجواب: ایصال ثواب کے لیے کسی بھی موقع پر قرآن خوانی کروانا جائز و مستحسن ہے۔ لیکن اس پر اجرت لینا دینا جائز نہیں۔ فقیہ اعظم ہند حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں "سوم وغیرہ کے موقع پر اجرت پر قرآن پڑھوانا ناجائز ہے دینے والا لینے والا دونوں گنہگار۔ اسی طرح اکثر لوگ چالیس روز تک قبر کے پاس یا مکان پر قرآن پڑھوا کر ایصال ثواب کرواتے ہیں۔ اگر اجرت پر ہو یہ بھی ناجائز ہے بلکہ اس صورت میں ایصال ثواب بے معنی بات ہے کہ جب پڑھنے والے نے پیسوں کی خاطر پڑھا تو ثواب ہی کہاں جس کا ایصال کیا جائے اس کا ثواب یعنی بدلہ پیسہ ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ اعمال جتنے ہیں نیت کے ساتھ ہیں جب اللہ کے لیے عمل نہ ہو ثواب کی امید بیکار ہے" (بہار شریعت حصہ ۱۴ ص۱۳۹)

اور حضرت علامہ ابن عابدین شامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں۔ قال تاج الشریعۃ فی شرح الھدایۃ ان القرآن بالاجرۃ لا یستحق بالثواب لا للمیت ولا للقاری۔ وقال العینی فی شرح الھدایۃ ویمنع القاری للدنیا والآخذ والمعطی اثمان۔ فالحاصل ان ما شاع فی زماننا من قراءۃ الاجزاء بالاجرۃ لا یجوز لان فیہ الامر بالقراءۃ واعطاء الثواب للآمر والقراءۃ لاجل المال فاذا لم یکن للقاری ثواب لعدم النیۃ الصحیحۃ فاین یصل الثواب الی المستاجر (رد المحتار جلد پنجم ص۳۵) وھو تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

جلال الدین احمد الامجدی
کتبہ

مسئلہ: از محمد فاروق متعلم فیض الرسول براؤں شریف

کسی کے پاس بکرا ہو تو بکری گابھن کرانے والوں سے بکرا کے گابھن کرنے کا پیسہ لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب ـــــ بکرا کے جفتی کرنے کا پیسہ لینا جائز نہیں جیسا کہ ہدایہ جلد سوم ص۲۸۷ میں ہے لا یجوز اخذ اجرۃ عسب التیس وھو ان یواجر فحلا لینزو علی اناث اھ۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

جلال الدین احمد الامجدی
کتبہ

مسئلہ: از انوار الحق خاں مقام و پوسٹ ٹیڑھوا نو آباد اترولہ ضلع گونڈہ۔

زید کا کام مکان وغیرہ میں ڈیکوریشن (آرائش) کرانا ہے تو کیا زید یہ کام سنیما ہال وغیرہ میں کرا سکتا ہے؟

الجواب ـــــ زید اجرت پر سنیما ہال وغیرہ کی آرائش کرا سکتا ہے بشرطیکہ اس میں تصویر سازی کا کام شامل نہ ہو۔ اس لئے کہ سنیما دیکھنا گناہ ہے نہ کہ سنیما کی تعمیر و آرائش میں اجرت پر کام کرنا۔ یہاں تک کہ اجرت پر راج گیر کا گرجا یا شوالہ بنانا بھی جائز ہے جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے فتاویٰ رضویہ جلد دہم ص۸۵ پر تصریح فرمائی ہے۔ اور فتاویٰ قاضی خاں علی الھندیۃ جلد دوم ص۳۰۹ میں ہے۔ لو بنی بالاجر بیعۃ او کنیسۃ للیھود والنصاریٰ طاب له الاجر اھ، وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

جلال الدین احمد الامجدی
کتبہ
۲؍ رجب المرجب ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از عبد المصطفیٰ ٹیلر محلہ پورہ۔ مہنداول ضلع بستی

امام و مؤذن جو امامت کرنے اور اذان پڑھنے کی تنخواہ لیتے ہیں اور مدرسین جو مذہبی تعلیم دینے کا پیسہ لیتے ہیں۔ ان کاموں پر امام و مؤذن اور مدرس کو ثواب ملتا ہے یا نہیں؟

الجواب ـــــ جب کہ یہ لوگ امامت، اذان اور مدرسی روپئے کے لئے کریں تو اجیر ہیں اور اجیر عامل للنفسہ ہے عامل للہ نہیں اور جب عمل اللہ کے لیے نہ ہو تو ثواب کی امید بیکار ہے۔

ھٰذا ما ظھر لی والعلم عند اللہ تعالیٰ ورسولہ جل مجدہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

جلال الدین احمد الامجدی
کتبہ

کتاب الغصب
غصب کا بیان

مسئلہ :۔ از برکت اللہ ساکن پیپری پوسٹ بھدوکھر بازار ضلع بستی ۔

زید اور حارث نے ایک ساتھ میں کچھ زمین خریدا ۔لیکن غلطی سے سب زمین زید کے نام ہوگئی ۔زید اور حارث کا زمین پر کچھ عرصہ تک قبضہ رہا ۔لیکن بعد میں سب زمین زید نے غصب کرلیا ۔حارث نے پنچایت کیا اور پنچوں نے زید سے کہا کہ حارث کا حصہ دیدو ۔لیکن زید نے حصہ دینے سے انکار کردیا ۔حارث نے مقدمہ کیا مگر کامیاب نہ ہوا کیونکہ زمین زید کے نام لکھ گیا تھا ۔مجبوراً صبر کیا ۔زید اور حارث دونوں حقیقی بھائی ہیں ۔ایک میاں صاحب ہیں وہ حارث سے کہتے ہیں کہ اگر زید تم سے معافی مانگے تو اس کو معاف کردو کیونکہ ہم نے حدیث شریف میں دیکھا ہے کہ اگر کوئی مسلمان کسی مسلمان سے معافی مانگے وہ معاف نہ کرے تو اس کو حوض کوثر پر آنے نہیں دیا جائے گا ۔حوالہ میں فتاوی رضویہ جلد چہارم صـ ۶۹۱ فصل اول آداب سفر مقدمات حج میں ہے ۔پیش کیا جب کہ زید کے پاس ابھی وہ زمین موجود ہے جو حارث کے ساتھ خریدا تھا ۔اس زمین کی پیداوار سے کافی ترقی کرچکا اور حارث بہت غریب آدمی ہے اور بڑی مشقت سے اپنا اور اہل وعیال کی پرورش کررہا ہے ۔میاں صاحب دونوں کی حالت سے واقف ہیں کہ زید کی زندگی بہت عیش وآرام سے گزر رہی ہے اور حارث بہت پریشان حال ہے اگر زید حارث کا حصہ دیدے تو بھی زید کو کافی کمانے کھانے کا ذریعہ ہے (نوٹ) میاں صاحب نے جو فتوی دیا اس کا صحیح مسئلہ کیا ہے ۔اور ایسا فتوی دینے والے کے لیے شرعاً کیا حکم ہے ۔ بینوا توجروا ۔

الجواب صورت مستفسرہ میں زید نے اگر واقعی حارث کی زمین غصب کی ہے جیسا کہ سوال میں مذکور ہے تو اگر زید غصب کی ہوئی زمین واپس کرے اور زمین سے نفع حاصل کرنے کا تاوان دیکر حارث سے زمین غصب کرنے کی معذرت کرے اور حارث نہ معاف کرے تو بیشک اس وعید کا مستحق ہوگا جو حدیث شریف میں مذکور ہے اور اگر زید حارث کو ارض مغصوبہ واپس کرے اور زمین کی منفعت کا تاوان بھی نہ دے اور حارث سے معافی مانگے تو نہ معاف کرنے کی صورت میں حارث پر شرعاً کوئی مواخذ نہیں ۔ میاں صاحب کو مسئلہ سمجھنے میں دھوکا ہوا ان پر رجوع لازم ہے ھذا ما عندی والعلم بالحق عند اللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم ۔

جلال الدین احمد الامجدی
۱۹ رجب المرجب ۸۹ھ

کتاب الرھن

رہن کا بیان

مسئلہ : از محمد اسحاق خاں اریاواں ضلع رائے بریلی

زید نے ھندہ کے درختاں انبہ رہن لئے۔ فصل آنے سے پہلے ہی ہندہ زرِ رہن لے کر زید کے پاس پہونچی اور کہا کہ اپنا روپیہ لے لیجئے اور ہمارے درختاں سے قبضہ اپنا اٹھا لیجئے۔ زید نے کہا کہ میں نے یہ روپیہ سودی قرض لے کر کے تم کو دے کر کے تمہارے یہ درختاں رہن لیا تھا مجھے ان روپیوں کا سود بھی دو تب تمہاری جائداد چھوڑوں گا۔ امور مندرجہ ذیل دریافت طلب ہیں

۱- کیا سودی روپیہ قرض لے کر دوسروں کی جائداد رہن لینا جائز ہے ؟

۲- کیا مسلمانوں کو جائداد رہن لے کر کے بوقت فک رہن روپیہ مع سود لینا چاہیئے یا بلغیر سود جائداد مرہونہ راہن کو واپس دینا چاہیئے ؟

۳- ایسے مرتہن مسلمان کے ساتھ عام مسلمانان اہل سنت کو کیا برتاؤ کرنا چاہیئے ؟ بینوا توجروا۔

الجواب ۱- سود حرام قطعی ہے اور لینے والے، دینے والے بلکہ سودی دستاویز لکھنے والے اور گواہ سب گناہ میں برابر ہیں حدیث شریف میں ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سود لینے والوں سود دینے والوں، سودی دستاویز لکھنے والوں اور اس کے گواہوں پر لعنت فرمائی اور فرمایا کہ وہ سب گناہ میں برابر کے شریک ہیں (مسلم شریف) اور فرمایا کہ سود کا ایک درہم جس کو آدمی جان بوجھ کر کھائے اس کا گناہ چھتیس بار زنا کرنے سے زیادہ ہے (احمد، دار قطنی، مشکوٰۃ) اور فرمایا کہ سود کا گناہ ایسے ستر گناہوں کے برابر ہے جس میں سب سے کم درجہ کا گناہ یہ ہے کہ مرد اپنی ماں سے زنا کرے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ (ابن ماجہ۔ بیہقی) لہٰذا سود پر روپیہ لینا حرام ہے خواہ اس سے رہن لے یا نہ لے۔

۲- بوقت فک رہن مع سود روپیہ لینا یہ بھی حرام و ناجائز ہے۔ بلغیر سود لیے مال مرہون کو واپس کر دینا زید پر فرض ہے۔

۳- اگر زید نے مسلمانوں سے سود لیا تو اس پر رقم کا واپس کرنا اور علانیہ توبہ و استغفار کرنا لازم ہے اگر وہ ایسا نہ کرے

توسب مسلمان اس کا بائیکاٹ کریں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ قال اللہ تعالیٰ واما ینسینک الشیطن فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظلمین۔ وھو تعالیٰ اعلم

جلال الدین احمد الامجدی
کتبہٗ
۲۷ رشوال المکرم ۹۸ھ

مسئلہ: از محمد خلیل ساکن پیپرا چھنگت ضلع بستی۔

ہمارے یہاں لوگ عام طور سے ایک بیگھہ زمین بیس روپے پچیس روپے سالانہ کرایہ پر دیتے ہیں میں نے ایک شخص کو سو روپیہ قرض دیا اس شرط پر کہ وہ اپنا ایک بیگھہ کھیت ہمیں دیدے جس سے ہم فائدہ اٹھائیں اور گورنمنٹی لگان ایک یا دو روپیہ سالانہ وصول کرتا رہے اور جب کبھی وہ سو روپیہ قرض ادا کرے تو ہم کھیت اسے واپس کردیں تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب جائز نہیں اس لیے کہ قرض دے کر نفع حاصل کرنا ہے سود ہے حرام ہے حدیث شریف میں ہے کل قرض جر نفعا فھو ربوا۔ البتہ غیر مسلم حربی کافر کا کھیت اس طرح لے سکتا ہے اس لیے کہ عقود فاسدہ کے ذریعہ ان کا مال لینا جائز ہے ھدایہ اور فتح القدیر وغیرہ میں ہے مالھم مباح فبای طریق اخذہ المسلم اخذ مالا مباحا اذا لم یکن فیہ غدر اھ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم

جلال الدین احمد الامجدی
کتبہٗ
۲۵ ر ذی الحجہ ۱۳۸۴ھ

مسئلہ:۔ از غلام نبی گوبند پور پوسٹ پوکھر بھنڈا ضلع گورکھپور یو۔پی

ایک مسلمان نے مسلمان کا کھیت اس شرط پر روپیہ دے کر لیا ہے کہ ہم تمہارے کھیت سے فائدہ اٹھاتے رہیں گے اور جب تم روپیہ واپس کروگے تو ہم کھیت واپس کردیں گے تو اس طرح مسلمان کا کھیت مسلمان کو لینا جائز ہے یا نہیں؟

اگر نہیں جائز ہے اور راہن روپیہ واپس کرنے کی استطاعت بھی نہیں رکھتا تو مرتہن اب کیا کرے؟

الجواب مذکورہ شرط کے ساتھ مسلمان کا کھیت لینا حرام ہے اس لیے کہ قرض دے کر نفع حاصل کرنا سود ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کل قرض جر نفعا فھو ربا۔ لہذا مرتہن نے جتنا روپیہ دے کر کھیت لیا ہے اگر اتنے روپئے کا نفع حاصل کرچکا ہے تو وہ اپنی رقم کا معاوضہ پاچکا۔ کھیت راہن کو واپس کردے۔ اور اگر قرض سے زیادہ نفع حاصل کرچکا ہے تو زمین واپس کرنے کے ساتھ زیادتی بھی اسے واپس کرے اور اگر زمین کے نفع سے ابھی تک اس کا قرض نہیں پورا ہوا ہے اور مابقی رقم ادا کرنے کی بھی استطاعت نہیں رکھتا تو قرض

پورا ہونے پر زمین راہن کو واپس کر دے۔ وھو سبحانہ اعلم بالصواب

جلال الدین احمد الامجدی
کتبہ
۲۱ محرم الحرام ۱۴۰۳ھ

مسئلہ: از حافظ عبدالباسط کالپی۔ جالون۔ یوپی

ہمارے یہاں ایک شخص زرگری کا کام کرتا ہے۔ صوم وصلوٰۃ کا پابند ہے سنی صحیح العقیدہ ہے اس کے یہاں اکثر لوگ اپنا زیور لے کر آتے ہیں اور اس کی ضمانت سے مہاجن کے یہاں رہن رکھانا چاہتے ہیں۔ یہ زرگر اس وجہ سے انکار کر دیتا ہے کہ اکثر مہاجن لوگ زیور بدل لیتے ہیں یا کبھی ضبط بھی کر لیتے ہیں تو اس ذمہ داری سے بچنے کے لیے وہ انکار کر دیتا ہے اگر شرعی اجازت ہو تو یہ خود روپیہ دے کر زیور رہن رکھے اور جو اس کا منافع ہو وہ غریبوں مسکینوں کو یا کسی دینی ادارہ کو دیدے خود اپنے صرف میں نہ لائے اس سے غریبوں کو بہت فائدہ ہو سکتا ہے کیا یہ طریقہ شرعی طور سے جائز ہے؟ جواب مفصل تحریر فرمائیں۔ رہن رکھانے والے ہندو مسلمان سبھی ہوتے ہیں حالانکہ ابھی تک اس نے ایسا کیا نہیں ہے شرعی حکم کا پابند ہے

الجواب: مہاجن لوگ اگر زیور نہ بدلیں اور نہ ضبط کریں تو اس صورت میں بھی مسلمان کا اپنی ضمانت سے رہن رکھوانا جائز نہیں کہ رہن میں مہاجن بہر صورت سود لیتے ہیں اور سود دینے میں کسی طرح کا تعاون ہرگز جائز نہیں۔ مسلم شریف میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سود لینے والوں سود دینے والوں، سودی دستاویز لکھنے والوں اور اس کے گواہوں پر لعنت فرمائی ہے اور فرمایا کہ وہ سب گناہ میں برابر کے شریک ہیں۔ اور غریب مسکین یا کسی دینی ادارہ کی امداد کے لیے بھی سود لینا جائز نہیں کہ وہ بہر صورت حرام ہے اور حدیث شریف میں ہے کہ اس کا گناہ ستر گناہوں کے برابر ہے جن میں سب سے کم درجہ کا گناہ یہ ہے کہ مرد اپنی ماں سے زنا کرے۔

وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

جلال الدین احمد الامجدی
کتبہ
۲۳ شوال ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از حاجی عین اللہ خاں در حمت اللہ خاں بھگوت پور۔ ضلع بستی۔

۱۔ زید نے ایک ہزار روپیہ بکر سے لے کر اس کو اس شرط پر کھیت دیا کہ جب تک ہم تمہارا روپیہ نہ دیں تم کھیت سے فائدہ اٹھاتے رہو اور گورنمنٹ مالگذاری دیتے رہو جس دن ہم روپیہ واپس کر دیں گے تو کھیت واپس لے لیں گے۔ پھر زید نے روپیہ واپس نہیں کیا اور کھیت لے لیا اس کے لیے شرعاً کیا حکم ہے؟

۲ - ایک آدمی مالدار ہے اس کے پاس ۲۰۰ دو سو بیگھہ کھیت ہے دوسرا آدمی غریب ہے اس کے پاس ۱۰ دس بیگھہ ہے چکبندی کے موقع پر اس مالدار نے غریب کے دس بیگھہ میں سے ۲ دو یا ۳ تین بسوہ زمین مکاری فریب سے نکال لیا اس کیلئے شرعًا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ـــــــ بعون الملک الوھاب (۱) روپیہ دے کر اس شرط پر کھیت لینا کہ ہم گورنمنٹ مال گزاری دیتے رہیں گے اور تمہارے کھیت سے نفع اٹھاتے رہیں گے اور جب تم روپیہ ادا کردو گے تو ہم کھیت واپس کردیں گے جائز نہیں ہے اس لئے کہ قرض دے کر نفع حاصل کرنا ہے جو سود ہے۔ حدیث شریف میں ہے "کُلُّ قَرْضٍ جَرَّ نَفْعًا فَھُوَ رِبًا"، ہاں کافر حربی سے اس قسم کا معاملہ کرسکتا ہے صورت مستفسرہ میں مزدوری وغیرہ وضع کرنے کے بعد بکر نے ایک ہزار کا غلّہ اس کے کھیت سے پالیا تو زید پر کوئی گناہ نہیں اور اگر ایک ہزار سے زائد کا حاصل کرلیا تو زائد واپس کردے ورنہ بکر سود خوار سخت گنہگار ہوگا اور اگر بکر کو ایک ہزار سے کم غلّہ حاصل ہوا تھا کہ زید نے کھیت واپس لے لیا تو ما بقی روپیہ زید پر دینا فرض ہے۔ اگر نہیں دیگا تو حق العبد میں گرفتار لائق عذاب قہار ہوگا۔

۲ - شخص مذکور نے اگر واقعی دوسرے کی زمین لے لی تو اس پر زمین کا واپس کرنا یا قیمت وغیرہ دے کر راضی کرنا فرض ہے اگر وہ ایسا نہیں کرے گا تو سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہوگا۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم جل جلالہ و صلے المولیٰ تعالیٰ علیہ وسلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۷ر جمادی الاخریٰ ۱۳۸۶ھ

حدیث ۱: مَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیْرًا یُّفَقِّھْہُ فِی الدِّیْنِ۔

ترجمہ: اللہ جس کا بھلا چاہتا ہے اسے دین کا فقیہ بناتا ہے (بخاری شریف ج ۱ صـ ۱۶)

حدیث ۲: اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاءِ۔

ترجمہ: علماء انبیائے کرام کے وارث ہیں (ترمذی۔ مشکوٰۃ صـ ۳۴)

حدیث ۳: فَقِیْہٌ وَّاحِدٌ اَشَدُّ عَلَی الشَّیْطَانِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ۔

ترجمہ: شیطان پر ایک فقیہ ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے۔ (ترمذی۔ مشکوٰۃ صـ ۳۴)

کتابُ الذّبح

ذبح اُور حلال وُ حرام جانوروں کا بیان

مسئلہ ۔ از شرف الدین مدرس مکتب اسلامیہ چبوترہ پوسٹ لکھواپار ضلع گورکھپور

جنگی ساکن بہادر پور کی ہونے ایک قریب المرگ بکرے کو اس طرح ذبح کیا کہ گردن کا چوتھائی حصّہ کٹا ہوگا مگر حلقوم تک نہ کٹ سکا کچھ خون گرا لال محمد کو معلوم ہوا تو بکرا دیکھنے گئے بعدہ اپنے گھر پر کہا کہ بکرا چونکہ پوری طرح ذبح نہیں ہوا ہے اس لئے اس کا گوشت کھانا جائز نہیں۔ جنگی کے گھر والوں نے وہ گوشت پکا کر کھایا گاؤں کے ایک دوسرے شخص برکت اللہ کے یہاں بھی وہ گوشت پکا کر کھایا گیا جب برکت اللہ کو معلوم ہوا کہ ذبیحہ درست نہیں تھا تو لال محمد سے ناراض ہوئے اور کہا کہ مجھے کیوں نہیں بتایا۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ذبیحہ درست ہوا یا نہیں؟ نیز کھانے والوں پر کیا حکم ہے؟

الجواب جو رگیں ذبح میں کاٹی جاتی ہیں وہ چار ہیں۔ اول حلقوم یہ وہ (رگ) ہے جس میں سانس آتی جاتی ہے۔ دوم مری اس رگ سے کھانا پانی اترتا ہے اور ان دونوں کے اغل بغل اور دو رگیں ہیں جن میں خون کی روانی ہوتی ہے ان کو وَدَجین کہتے ہیں۔ صورت مستفسرہ میں اگر موت سے پہلے چار رگوں میں سے تین کٹ گئیں یا ہر ایک کا اکثر حصّہ کٹ گیا تو جانور حلال ہے لان للاکثر حکم الکل اس صورت میں گوشت کھانے اور کھلانے کے سبب کوئی گنہ گار نہ ہوا۔ اور موت سے پہلے اگر چار رگوں میں سے صرف دو کٹیں یا آدھی آدھی باقی رہ گئی تو بکرا حلال نہ ہوا جیسا کہ فتاوی عالمگیری جلد پنجم ص ۲۵۳ میں ہے وفی الجامع الصغیر اذا قطع نصف الحلقوم ونصف الاوداج ونصف المرئ لایحل لان الحل متعلق بقطع الکل او الاکثر ولیس للنصف حکم الکل فی موضع الاحتیاط کذا فی الکافی تو اس صورت میں گوشت کے کھانے اور کھلانے والے سب توبہ کریں۔ برکت اللہ کے یہاں گوشت

کے بکنے کا علم ہونے کے باوجود اگر لال محمد نے انھیں نہ بتایا تو یہ بھی توبہ واستغفار کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۲۱ ربیع الآخر ۱۳۸۳ھ

مسئلہ۔ از محمد یعقوب خاں موضع پڑولی پوسٹ جھنگٹی ضلع گورکھپور

لا الٰہ الّا اللہ محمد رسول اللہ پڑھکر کسی نے حلال جانور کو ذبح کیا تو اس کا گوشت کھانا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

الجواب لا الٰہ الّا اللہ کے متصل محمد رسول اللہ پڑھکر حلال جانور ذبح کرنا مکروہ ہے مگر اس کا گوشت کھانا جائز ہے بشرطیکہ لا الٰہ الا اللہ سے تسمیہ کا ارادہ کیا ہو۔ بہار شریعت میں ہے سبحان اللہ الحمد للہ یا لا الٰہ الّا اللہ پڑھنے سے بھی حلال ہوجائے گا۔ اور جوہرہ نیرہ میں ہے لو قال سبحان اللہ او الحمد للہ او لا الٰہ الّا اللہ یرید تسمیۃ اجزاہ لان المامور بہ ذکر اللہ تعالیٰ علی وجہ التعظیم اور ھدایہ میں ہے یکرہ ان یذکر مع اسم اللہ تعالیٰ شیئاً غیرہ اور کفایہ میں ہے ذکر الامام التمرتاشی رحمہ اللہ ذکر اسم اللہ واسم رسول اللہ موصولا بغیر واو یحل لان اسم الرسول غیر مذکور علی سبیل العطف فیکون مبتدأ لکن یکرہ لوجود الوصل صورۃ اھ تلخیصاً وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

یکم رجب المرجب ۹۹ھ

مسئلہ۔ از محمد جمیل صدیقی ٹیوب ویل مستری جین پور۔ ضلع اعظم گڈھ

وہابی کا ذبیحہ مردار کیوں ہے اور کتابی کا ذبیحہ حلال کیوں ہے جبکہ دونوں ہم اہلسنت وجماعت کے نزدیک کافر وبد دین ہیں؟

الجواب کافر کی دو قسمیں ہیں اصلی اور مرتد۔ اصلی کافر وہ ہے جو شروع سے کافر ہو اور کلمۂ اسلام کا منکر ہو۔ پھر اصلی کافر کی بھی دو قسمیں ہیں۔ منافق ومجاہر منافق وہ کافر ہے کہ بظاہر کلمہ پڑھتا ہو اور دل سے انکار کرتا ہو۔ اور مجاہر وہ کافر ہے کہ علانیہ کلمۂ اسلام کا انکار کرتا ہو۔ اس کی چار قسمیں ہیں اول دہریہ، دوم مشرک اور سوم مجوسی۔ ان سب کا ذبیحہ مردار ہے اور چہارم کتابی یہ بھی اگرچہ کلمۂ اسلام کا علانیہ انکار کرتا ہے مگر اس کا

ذبیحہ حلال ہے اس وجہ سے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا وَطَعَامُ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ حِلٌّ لَّکُمْ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرمایا طعامھم ذبیحتھم تو آیت مبارکہ کا خلاصہ یہ ہوا کہ کتابیوں کا ذبیحہ تمہارے لئے حلال ہے کہ ذبح کرنے والے کا کسی آسمانی کتاب پر ایمان رکھنا شرط ہے لہذا کتابی نے اگر مسلمان کے سامنے ذبح کیا ہو اور یہ معلوم ہو کہ اللہ کا نام لے کر ذبح کیا ہے تو اس کا ذبیحہ حلال ہے اور اگر ذبح کے وقت حضرت مسیح یا حضرت عُزیر علیہما السلام کا نام لیا ہو اور مسلمان کے علم میں یہ بات ہو تو ذبیحہ مردار ہے اور اگر مسلمان تھا پھر کتابی ہوا تو اس کا ذبیحہ بھی مردار ہے کہ وہ مرتد ہے عنایہ میں ہے ومن شرط الذبح ان یکون الذابح صاحب ملۃ التوحید اما اعتقادًا کالمسلم او دعوی کالکتابی فانہ یدعی ملۃ التوحید وانما تحل ذبیحتہ اذا لم یذکر وقت الذبح اسم عُزیر والمسیح لقولہ تعالیٰ وما اھل بہ لغیر اللہ اور مرتد وہ کافر ہے کہ کلمہ گو ہو کر کفر کرے اس کی بھی دو قسمیں ہیں مجاہر و منافق، مرتد مجاہر وہ ہے کہ پہلے مسلمان تھا پھر علانیہ اسلام سے پھر گیا یعنی دہریہ، مشرک مجوسی یا کتابی وغیرہ کچھ بھی ہو گیا، اور مرتد منافق وہ ہے کہ اسلام کا کلمہ پڑھتا ہے اور اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے مگر خدائے عزوجل، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی نبی کی توہین کرتا ہے یا ضروریاتِ دین میں سے کسی چیز کا منکر ہے جیسے آجکل کے وہابی دیوبندی کہ اسلام کا کلمہ پڑھتے ہیں اور اپنے آپ کو مسلمان کہتے مگر اپنے عقائد کفریہ مندرجہ حفظ الایمان ص۸ تحذیر الناس ص۳، ۱۴، ۲۸ اور براہین قاطعہ ص۵۱ کی بنا پر مرتد ہیں جیساکہ مکہ معظمہ، مدینہ طیبہ، پاکستان، ہندوستان، بنگال اور برما وغیرہ کے سیکڑوں علمائے کرام ومفتیان عظام کے فتاوے وہابیوں کے مرتد ہونے کے بارے میں حسام الحرمین اور الصوارم الھندیہ میں شائع ہو چکے ہیں اور مرتد احکام دنیا میں سب کافروں سے بدتر ہیں کہ مستحق قتل ہیں اس سے جزیہ نہیں لیا جا سکتا اور اس کا نکاح مسلم، کافر یا مرتد کسی سے نہیں ہو سکتا جس سے ہوگا محض زنا ہوگا کما صرح فی الکتب الفقھیۃ اور مرتد کا ذبیحہ اس وجہ سے حرام و مردار ہے کہ وہ کلمہ گو ہو کر کفر کرتا ہے ضروریات دین میں سے کسی کا انکار کرتا ہے پھر اگرچہ وہ کتابی ہو جائے کہ اس کا ذبیحہ مردار ہے کہ دین اسلام چھوڑ کر جس دین کی طرف وہ چلا گیا اس پر بھی اسے ثابت نہ مانا جائے گا یعنی خواہ کسی ملت کا دعویٰ کرے مرتد کا دعویٰ بیکار ہے ہدایہ میں ہے لا تؤکل ذبیحۃ المجوسی والمرتد لانہ لا ملۃ لہ فانہ لا یُقر علی ما انتقل الیہ اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے لا تؤکل اھل الشرک والمرتد لانہ لا یقر علی الدین الذی انتقل الیہ اھ۔ ھذا

ما ظهرلی والعلم بالحق عند اللہ تعالیٰ و رسولہ جلّ جلالہ وصلی المولیٰ تعالیٰ علیہ وسلّم

کتبہ جلال الدّین احمد الامجدی
یکم ربیع الاول ۹۹ھ

مسئلہ ۔ از شان اللہ موضع ڈہرہ پوسٹ بشیشر گنج ضلع سلطانپور

بکری ذبح کی جائے اور اس کے پیٹ میں بچہ نکلے زندہ یا مردہ تو اس بکری کا گوشت جائز ہے یا نہیں؟ اور بچہ کیا کیا جائے؟ بیّنوا توجروا

الجواب جس بکری کے پیٹ میں بچہ نکلے خواہ زندہ ہو یا مردہ اگر وہ شرعی طریقہ پر ذبح کی گئی ہے تو اس کا گوشت کھانا جائز ہے۔ اور جو بچہ کہ اس کے پیٹ میں زندہ نکلے اگر چاہیں تو اس کو بھی ذبح کر دیں اور چاہیں تو باقی رکھیں۔ لیکن قربانی کے جانور میں زندہ بچہ نکلے تو اس کا ذبح کرنا ضروری ہے۔ وھو تعالیٰ و رسولہ الاعلیٰ اعلم بالصّواب

کتبہ جلال الدّین احمد الامجدی
۱۹ر محرم الحرام ۱۴۰۳ھ

مسئلہ ۔ از شمیم احمد نرسا چٹی ضلع دھنباد

مرغی ذبیحہ کو اگر گرم پانی میں اس کے بال وغیرہ کو صاف کرنے کے لئے ڈال دیا جائے تو کیا مرغی ذبیحہ حرام ہو جاتی ہے تو کیوں اور نہیں تو پھر اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا

الجواب بعون الملک الوھّاب ذبح کی ہوئی مرغی پانی میں ڈالنے سے حرام نہیں ہوتی وھو تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

کتبہ جلال الدّین احمد الامجدی
۲۸ر شوال المکرم ۹۹ھ

مسئلہ ۔ از ڈاکٹر محمد اسحٰق دھول پور راجستھان

زید کہتا ہے کہ اگر خنزیر کو تین دن گھر میں باندھ لیا جائے اور جب تین دن کی مدت پوری ہو جائے اور وہ میلا نہ کھانے پائے تو اس کو ذبح کر کے کھانا درست ہے تو زید پر شرعاً کیا حکم وارد ہوتا ہے؟ بیّنوا توجروا

الجواب اللھم ھدایۃ الحق والصواب خنزیر نجس عین ہے کسی طرح اس کا کھانا جائز نہیں اس کی حرمت نصوص قطعیہ سے ثابت ہے قال اللہ تعالیٰ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَۃَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِیْرِ (پارہ دوم ع ۵) وقال اللہ فی مقام الآخر حُرِّمَتْ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَۃُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِیْرِ (پارہ ششم ع ۵) اور علامہ علاء الدین علی بن محمد بغدادی الشہیر بالخازن تحریر فرماتے ہیں اجمعت الامۃ علی ان الخنزیر بجمیع اجزائہ محرم (تفسیر خازن جلد اول صـ۱۴۱) لہٰذا شخص مذکور خنزیر کو حلال کہنے کے سبب کافر ہوگیا اس پر علانیہ توبہ واستغفار نیز تجدید ایمان فرض ہے بیوی والا ہو تو تجدید نکاح بھی کرنا ضروری ہے اور اگر کسی سے مرید ہو تو تجدید بیعت بھی لازم ہے اور اگر وہ ایسا نہ کرے تو سب مسلمان اس کا بائیکاٹ کریں قال اللہ تعالیٰ واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظٰلمین (پارہ ہفتم ع ۱۴) وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
یکم ذی الحجہ ۹۹ھ

مسئلہ۔ از فتح محمد موضع کنگھرہ تحصیل ہریا ضلع بستی

خرگوش جو بلّی کی طرح ایک تیز رفتار جانور ہوتا ہے اس کا گوشت کھانا حرام ہے یا حلال؟

الجواب خرگوش جانور کا گوشت کھانا حلال ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کا بھنا ہوا گوشت تناول فرمایا ہے اور صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو بھی اس کے کھانے کی اجازت دی ہے جیسا کہ ھدایہ جلد چہارم صـ۴۲۵ میں ہے لاباس باکل الارنب لان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکل منہ حین اھدی الیہ مشویا وامر اصحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم باکل منہ۔ اھ وھو اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۲ ذی الحجہ ۹۹ھ

مسئلہ۔ از عبدالشکور اجاگرپور۔ ضلع گونڈہ

زید کہتا ہے کہ زاغ معروفہ کھانا جائز ہے۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس کا قول درست ہے یا نہیں؟

الجواب زاغ معروفہ یعنی وہ مشہور کوا جو آبادی میں پھرتا ہے اور کائیں کائیں کرتا ہے اس کا کھانا حرام وناجائز ہے۔ اس کی حرمت فقہ حنفیہ میں بصراحت مذکور ہے۔ زید کا زاغ معروفہ یعنی کوے کے کھانے کو جائز بتانا بالکل غلط ہے۔ تفصیل کے لئے العذاب الشدید کامطالعہ کریں۔ وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۱ رجب المرجب ۱۳۸۱ھ

مسئلہ۔ از احسان اللہ قادری۔ ریل گھاٹ گورکھپور

ایک بکری کے بچہ کو جس کی ماں مرگئی تھی ایک عورت نے اپنا دودھ پلاکر اس کی پرورش کی تو اس بچہ کا گوشت کھانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب بکری کے جس بچہ نے عورت کا دودھ پیا اگر دودھ چھوڑ کر کچھ دنوں تک گھاس وغیرہ کھاتا رہا تو اس کا گوشت کھانا شرعاً جائز ہے۔ اس لئے کہ گدھی اور سوئر کے دودھ جو اشد حرام ہیں ان سے پرورش یافتہ بکرے کے گوشت کھانے میں بھی شرعاً حرج نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری مصری جلد پنجم ص۲۵۶ پر ہے الجدی اذا کان یربی بلبن الاتان والخنزیر ان اعتلف ایاماً فلا باس یعنی بکری کا بچہ جس کی پرورش گدھی اور خنزیر کے دودھ سے ہوتی رہی اور دودھ چھوڑ کر کچھ دنوں تک گھاس کھاتا رہا تو اس کا گوشت کھانے میں کوئی حرج نہیں۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۹ محرم الحرام ۱۳۸۳ھ

مسئلہ۔ از نورالدین چھاؤنی ضلع بستی

زید مسلم بکر قصاب ہے بکرے کا گوشت ذبیحہ کرکے عام بازار میں فروخت کرتا ہے۔ زید ایک بار مُردار جانور گنٹرے سے مُردہ خرید کر بیچ رہا تھا۔ کچھ گوشت بک چکا تب عام لوگوں کو معلوم ہوا اور خود بھی زید نے اقرار کیا کہ ہاں یہ مُردار جانور میں نے بیچا۔ عام مسلمانوں نے اسے برادرانہ سے الگ کردیا اسی درمیان موضع کے پیرومرشد تشریف لائے ان کے سامنے پیش کیا گیا انھوں نے زید سے اقرار عہد لے کر توبہ، تجدید ایمان کرایا۔ مسلمانوں نے اس کے ہاتھ کا ذبیحہ کھانا شروع کردیا۔ تین ماہ بعد پھر دوبارہ

ایک مردار بکری لیکر ذبیحہ کرکے بیچ ڈالا۔ معلوم ہوا کہ زید عادی مجرم ہے عام مسلمانوں نے اس کو پھر دوبارہ بلا کر پنچایت میں پیش کیا اور جرم عائد و ثابت ہوا۔ عام مسلمانوں کا اعتبار زید سے ختم ہوگیا۔ ایسی صورت میں زید کیا کرے جس سے گناہ سے چھٹکارا پاکر دوبارہ برادرانہ وصول سے برادری کے لائق ہو اور مسلمان اس کے ہاتھ کا ذبیحہ کھائیں۔ اس کا شرعی جرم بتلایا جائے اور چھٹکارے کی صورت بتلائی جائے بینوا توجروا

الجواب اللھم ھدایۃ الحق والصواب قرآن حکیم ارشاد فرماتا ہے انما حرم علیکم المیتۃ یعنی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر مُردار (کھانا) حرام فرمایا ہے چونکہ زید نے مسلمانوں کو بار بار دھوکہ دیکر مردار کھلایا اس لئے وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوا۔ زید پر فرض ہے کہ وہ توبہ اور تجدید ایمان کرے اور جن مسلمانوں کے ہاتھ اس نے مردار گوشت بیچا ہے اس کا دام ان مسلمانوں کو واپس کردے اور ان سے معافی مانگے۔ جب علی الاعلان مسلمانوں کے سامنے زید توبہ و تجدید ایمان کرلے اور مسلمانوں کو اس مرداری گوشت کا دام واپس کردے اور مسلمانوں سے اپنی دھوکہ دہی کی معافی مانگ لے اور پنجوقتی نماز پابندی سے پڑھنے لگے اور اگر خدانخواستہ داڑھی منڈا ہو تو داڑھی رکھ لے تب وہ برادری میں شامل کرلیا جائے لیکن مسلمان اس کے ہاتھ کا ذبیحہ کھانا ملتوی رکھیں جب اس کی حالت سدھر جائے اور لوگوں کو اس کی سچائی اور امانت داری پر پورا پورا اعتماد ہوجائے تو اس کے ہاتھ کا ذبیحہ کھایا جاسکتا ہے۔

کتبہ بدر الدین احمد القادری الرضوی

۲۴ر شوال المکرم ۱۳۸۷ھ

مسئلہ از فصیح اللہ گورا بازار ضلع بستی

۱۔ حلال جانوروں کا کپورہ کھانا کیسا ہے؟

۲۔ حلال جانور مثلاً مُرغے اور بکرے کا چمڑا مع گوشت یا گوشت سے الگ بھون کر یا پکا کر کھانا کیسا ہے؟

الجواب ۱ ذبح شرعی کے باوجود حلال جانوروں کا کپورہ کھانا حرام ہے فتاویٰ عالمگیری جلد پنجم مطبوعہ مصر ص ۲۵۶ میں ہے مایحرم اکلہ من اجزاء الحیوان سبعۃ الدم المسفوح والذکر، والانثیان، والقبل، والغدۃ، والمثانۃ، والمرارۃ کذا فی البدائع۔ یعنی حلال جانوروں میں سات چیزیں حرام ہیں۔ (۱) بہتا ہوا خون (۲) آلہ تناسل (۳) دونوں خصیے یعنی کپورے (۴) شرمگاہ (۵) غدود (۶) مثانہ (۷) اور پتہ ایسے ہی بدائع میں ہے واللہ تعالیٰ اعلم

۲۔ حلال جانوروں کا چمڑا بعد ذبح شرعی مع گوشت یا گوشت سے الگ بھون کر یا پکا کر کھانا جائز ہے وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۸؍ ربیع الاول ۱۳۸۱ھ

مسئلہ ۔ از فجر محمد موضع جھانگی ڈیہہ پوسٹ شیو پورہ بازار گونڈہ

حلال جانوروں کی اوجھڑی کھانا کیسا ہے؟ مکروہ تحریمی یا تنزیہی؟ اگر مکروہ تحریمی ہے تو قربانی کے جانور کی اوجھڑی کیا کی جائے؟

الجواب جلال جانوروں کی اوجھڑی کھانا مکروہ تحریمی قریب حرام کے ہے۔ جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے رسالۂ مبارکہ المنح الملیحۃ فیما نھی عن اجزاء الذبیحۃ میں تحقیق فرمایا ہے۔ لہٰذا قربانی کی اوجھڑی کسی محفوظ مقام پر گہرا گڈھا کھود کر دفن کر دی جائے۔ اور اگر بھنگی اٹھالے جائے تو منع کی حاجت نہیں۔ وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ ۔ از قاضی محمد اطیع الحق عثمانی رضوی ۔ علاء الدین پور سعد اللہ نگر گونڈہ

جو لوگ اوجھڑی اور آنت کھانے پر بضد ہیں جب ان لوگوں کو منع کیا جاتا ہے تو اس میں سے بعض تو یہ کہتے ہیں طبعی ہے جس کا دل چاہے کھائے ورنہ نہ کھائے۔ اور بعض لوگ معاذ اللہ کہتے ہیں کہ مکروہ ہی تو ہے حرام تو نہیں ہے۔ ان لوگوں کا ایسا کہنا کیسا ہے؟ نیز حرام و مکروہ تحریمی کا فرق واضح بیان فرمائیں؟

الجواب حرام قطعی فرض کا مقابل ہے اور مکروہ تحریمی واجب کا مقابل ہے۔ یعنی جس طرح واجب کا کرنا لازم و ضروری ہے اسی طرح مکروہ تحریمی سے بچنا لازم و ضروری ہے۔ حرام کا ایک بار قصداً کرنے والا گنہگار مرتکب کبیرہ و فاسق ہے۔ اور مکروہ تحریمی کا ایک بار کرنے والا گنہگار اور چند بار کرنے والا مرتکب کبیرہ و فاسق ہے۔ اوجھڑی اور آنتوں کے کھانے کو طبعی یعنی مباح کہنے والا نرا جاہل ہے۔ اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ مکروہ ہی تو ہے حرام تو نہیں ہے ان کے قدم گمراہی کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ کچھ دنوں کے بعد سنت بلکہ وتر چھوڑ کر یوں کہیں گے کہ واجب ہی تو ہے فرض تو نہیں ہے بلکہ اور ترقی کریں گے تو اوجھڑی

اور آنتوں کے ساتھ لید گوبر کھائیں گے اور منع کرنے پر کہیں گے حرام ہی تو ہے کفر تو نہیں ہے۔ کھاتے ہیں تو کیا ہوا؟ کھانے کے باوجود بھی تو ہم مسلمان ہیں کافر تو نہیں ہوئے العیاذ باللہ تعالیٰ

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۲۳ر شوال ۱۳۹۰ھ

مسئلہ۔ از احسان اللہ شاہ قادری بیل گھاٹ۔ گورکھپور

اوجھڑی اور آنتیں کھانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب اوجھڑی اور آنتیں کھانا درست نہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ ترجمہ۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خبائث یعنی گندی چیزیں حرام فرمائیں گے۔ اور خبائث سے مراد وہ چیزیں ہیں جن سے سلیم الطبع لوگ گھن کریں۔ اور انہیں گندی جانیں امام اعظم سیدنا ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اما الدم فحرام بالنص واکرہ الباقیۃ لانہا مما تستخبثہا الانفس قال تعالیٰ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ۔ اس سے معلوم ہوا کہ حیوان ماکول اللحم کے بدن میں جو چیزیں مکروہ ہیں ان کا مدار خبث پر ہے۔ اور حدیث میں مثانہ کی کراہت منصوص ہے اور بیشک اوجھڑی اور آنتیں مثانہ سے خباثت میں زیادہ نہیں تو کسی طرح کم بھی نہیں۔ مثانہ اگر معدنِ بول ہے تو آنتیں اور اوجھڑی مخزن فرث ہیں۔ لہٰذا دلالت النص سمجھا جائے یا اجرائے علت منصوصہ بہر حال اوجھڑی اور آنتیں کھانا جائز نہیں۔ ھٰکذا قال الامام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم جل جلالہ وصلی المولیٰ علیہ وسلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۱۸ر ذی القعدہ ۸۶ھ

مسئلہ۔ از ثناء اللہ خاں لطیفی۔ صدر المدرسین مدرسہ یار علویہ کرونا ضلع بستی

اوجھڑی کھانا مکروہ ہے یا حرام؟

الجواب اوجھڑی کھانا مکروہ تحریمی ہے اور مکروہ تحریمی کا گناہ حرام کے مثل ہے۔ در مختار میں کل مکروہ ای کراہۃ تحریم حرام ای کالحرام فی العقوبۃ بالنار۔ یعنی ہر مکروہ تحریمی استحقاق جہنم کا سبب ہونے میں حرام کے مثل ہے۔ اوجھڑی کے بارے میں کتب خانہ امجدیہ مہراج گنج

ضلع بستی کی شائع کردہ کتاب "اوجھڑی کا مسئلہ" کا مطالعہ کریں۔ جس میں ہندوستان کے بہت سے علماء کرام اور مفتیان عظام کا فتویٰ اوجھڑی کے ناجائز ہونے کے بارے میں شائع کیا گیا ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصّواب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۹ر شوال المکرم ۱۳۹۹ھ

مسئلہ - از جمیل احمد بسنت پور پچپڑوا ضلع گونڈہ

مرغ کی کھال بعد ذبح اتار دی جائے یا صرف اس کے پروں کو نوچ کر مع کھال گوشت کو پکا کر کھالیا جائے؟

الجواب مرغ کے گوشت کو کھال اتار کر اور کھال سمیت دونوں طرح کھانا جائز ہے۔ ھٰذا ما ظھر لی والعلم بالحق عند اللہ تعالیٰ ورسولہ جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۴ر ربیع الآخر ۱۴۰۲ھ

مسئلہ - از منشی امام علی مقام کوئلہ بازار پوسٹ راج محل ضلع دمکا (بہار)

گائے اور بکری نر مادہ کے ذبیحہ میں کن چیزوں کا کھانا جائز نہیں؟

الجواب گائے بکری نر مادہ کے ذبیحہ میں بائیس ۲۲ چیزوں کا کھانا جائز نہیں (۱) خصیہ (۲) فرج یعنی علامت مادہ (۳) ذکر یعنی علامت نر (۴) پاخانہ کا مقام (۵) رگوں کا خون (۶) گوشت کا خون جو کہ بعد ذبح گوشت میں سے نکلتا ہے (۷) دل کا خون (۸) جگر کا خون (۹) طحال کا خون (۱۰) پتہ (۱۱) پت یعنی وہ زرد پانی جو کہ پتہ میں ہوتا ہے (۱۲) مثانہ یعنی پھکنا (۱۳) غدود (۱۴) حرام مغز جسکو عربی میں نخاع القلب کہتے ہیں (۱۵) گردن کے دو پٹھے جو شانو تک کھنچے رہتے ہیں (۱۶) اوجھڑی آنتیں (۱۷) ناک کی رطوبت یہ بھیڑ میں زیادہ ہوتی ہے (۱۹) نطفہ خواہ نر کی منی مادہ میں پائی جائے یا خود اسی جانور کی منی ہو (۲۰) وہ خون جو رحم میں نطفہ سے بنتا ہے (۲۱) گوشت کا ٹکڑا جو رحم میں نطفہ سے بنتا ہے خواہ اعضا بنے ہوں یا نہ بنے ہوں (۲۲) بچہ تام الخلقت یعنی جو رحم میں پورا جانور بن گیا اور مردہ نکلا یا بے ذبح مرگیا۔ یہ مسائل کتب فقہ مثلاً درمختار، ردالمحتار، بدائع اور فتاویٰ رضویہ وغیرہ میں دلائل کے ساتھ مذکور ہیں۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ مذکورہ بالا چیزوں

کے کھانے سے پرہیز کریں اور گناہ سے بچیں ۔ واللہ تعالیٰ یھدی الی الحق والصراط المستقیم وھو تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم جلّ جلالہ وصلی المولیٰ تعالیٰ علیہ وسلّم

کتبہ جلال الدّین احمد الامجدی
یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۸۹ھ

مسئلہ ۔ از محمد حنیف رضوی سنی کھاڑی مسجد آگرہ روڈ کرلا بمبئی ۷۰

تالاب وغیرہ سے مچھلی پکڑنے کے بعد کچھ لوگ اپنے گھر برتن میں پانی ڈال کر اس میں مچھلی پال لیتے ہیں اگر ایسی مچھلی دو ایک دن کے بعد مرجائے تو اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب بعون الملک الوھّاب مچھلی اگر تھوڑے پانی یا جگہ کی تنگی کے سبب مرگئی تو اس کا کھانا جائز ہے ۔ ایسا ہی درمختار وردالمحتار جلد پنجم ص۱۹۵ میں ہے اور بہار شریعت حصہ پانزدہم ص۱۲۶ میں ہے "گھڑے یا گڑھے میں مچھلی پکڑ کر ڈال دی اور اس میں پانی تھوڑا تھا اس وجہ سے یا جگہ کی تنگی کی وجہ سے مرگئی تو وہ مری ہوئی مچھلی حلال ہے ۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدّین احمد الامجدی
۲۳ ؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ ۔ محمد جاوید علوی شہر خلیل آباد ضلع بستی (یوپی)

ملفوظات اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ حصہ چہارم ص۳۲۱ پر ہے کہ

عرض :۔ اوجھڑی کھانا کیسا ہے ؟ ارشاد "مکروہ ہے "

نیز اسی ملفوظات حصہ چہارم ص۳۲۲ پر ہے کہ ۔

عرض :۔ حضور یہ مانا ہوا ہے کہ نجاست محل میں پاک ہے اور اوجھڑی میں فضلہ ہے وہ بھی نجس نہیں تو پھر کراہت کی کیا وجہ "

ارشاد :۔ اسی وجہ سے تو مکروہ کہا گیا اگر نجاست کو نجس مانا جاتا تو اوجھڑی مکروہ نہ ہوتی بلکہ حرام ہوجاتی "

دریافت طلب یہ امر ہے کہ ملفوظات حصہ چہارم مذکورہ بالا ص۳۲۱ ، ص۳۲۲ پر سرکار اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد مبارک حق وصحیح ہے یا نہیں ؟ اور ان ہر دو ارشاد پر عمل جائز و درست ہے یا نہیں ؟ نیز پہلے ص۳۲۱ والے ارشاد میں مکروہ سے مراد تحریمی ہے یا تنزیہی ؟ ۔ اگر مکروہ تحریمی مراد ہے تو ص۳۲۲ والے ارشاد کا کیا مطلب

ہے؟ تفصیل سے وضاحت فرمائیں؟

الجواب ملفوظات میں اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد اوجھڑی کے بارے میں حق و صحیح ہے اور ان ہر دو ارشادات پر عمل جائز و درست بلکہ ضروری ہے اس لئے کہ مکروہ سے مراد مکروہ تحریمی ہے کہ مطلق کراہت سے کراہت تحریمی ہی مراد ہوتی ہے اور کراہت تحریمی ناجائز و گناہ ہوتی ہے فتاویٰ رضویہ جلد اول صـ۱۷۷ میں ہے ان المکروہ نوعان احدھما ما کرہ تحریما وھو المحمل عند اطلاقھم الکراھۃ کما فی زکاۃ فتح القدیر۔ اور رد المحتار جلد اول صـ۳۰۶ میں ہے صرح العلامۃ ابن نجیم فی رسالتہ المؤلفۃ فی بیان المعاصی بان کل مکروہ تحریما من الصغائر اور پھر اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنے فتاویٰ میں اوجھڑی اور آنتوں کے کھانے کو بالتصریح مکروہ تحریمی فرمایا جس سے ثابت ہوا کہ ملفوظات کے صـ۳۲۱، صـ۳۲۲ دونوں ارشادات میں مکروہ سے مکروہ تحریمی ہی مراد ہے جس کے لئے کسی دلیل و تفصیل کی ضرورت نہیں۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۷؍ ذوالقعدہ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ۔ از چودھری بیت اللہ سرپنچ پیپری بزرگ۔ بستی

کافر کے ہاتھ سنّی مسلمان کے یہاں سے گوشت منگا کر کھانا کیسا ہے؟ زید کہتا ہے کہ ناجائز ہے تو اس کا قول صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب جائز ہے زید کا کہنا صحیح نہیں۔ بہار شریعت حصہ ۱۶ صـ۳۶ میں ہے اپنے نوکر یا غلام کو گوشت لانے کے لئے بھیجا اگرچہ یہ مجوسی ہو یا ہندو ہو وہ گوشت لایا اور کہتا ہے کہ مسلمان یا کتابی سے خرید کر لایا ہوں تو یہ گوشت کھایا جا سکتا ہے۔ اور اگر اس نے یہ آکر کہا کہ مشرک مثلاً مجوسی یا ہندو سے خرید کر لایا ہوں تو اس گوشت کا کھانا حرام ہے کہ خریدنا بیچنا معاملات میں سے ہے اور معاملات میں کافر کی خبر معتبر ہے اگرچہ حلّت و حرمت دیانات میں سے ہے اور دیانات میں کافر کی خبر نامقبول ہے مگر چونکہ اصل خبر خریدنے کی ہے اور حلّت و حرمت اس مقام پر ضمنی چیز ہے۔ لہٰذا جب وہ خبر معتبر ہوئی تو ضمناً یہ بھی ثابت ہو جائے گی۔ اور اصل خبر حلّت و حرمت کی ہوتی تو نہ معتبر ہوتی انتہیٰ بالفاظہٖ۔ فتاویٰ عالمگیری مصری ج ۵ صـ۲۷۱ اور ہدایہ مجیدی ج ۴ صـ۴۳۷ اور اس کی شرح کفایہ میں ہے من ارسل اجیراً لہ مجوسیا او خادما فاشتری لحما فقال

اشتریتہ من یہودی او نصرانی او مسلم وسعہ اکلہ اھ اور درمختار کتاب الحظر والاباحۃ میں ہے۔ یقبل قول کافر ولو مجوسیا قال اشتریت اللحم من کتابی فیحل او قال اشتریتہ من مجوسی فیحرم ولا یردہ بقول الواحد واصلہ ان خبر الکافر مقبول بالاجماع فی المعاملات لا فی الدیانات۔ اور فتاوی ہندیہ مصری ج ۵ صـ۲۱ میں ہے لا یقبل قول الکافر فی الدیانات الا اذا کان قبول قول الکافر فی المعاملات یتضمن قبولہ فی الدیانات فحینئذ تدخل الدیانات فی ضمن المعاملات فیقبل قولہ فیھا ضرورۃ ھکذا فی التبیین۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۵ ذی الحجہ ۸۵ھ

مسئلہ۔ از مولوی عبد الرحیم۔ اوجھا گنج ضلع بستی

۱۔ مچھلی پانی میں مرگئی تو اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

۲۔ بعض گائیں اور بکریاں جو گندہ کھاتی ہیں اور وہ بکرا جو خصی نہیں ہوتا اکثر پیشاب پیتا رہتا ہے ان سب کا گوشت کھانے کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب ۱۔ جو مچھلی پانی میں مرکر تیر گئی یعنی جو بغیر مارے اپنے آپ مرکر پانی کی سطح پر الٹ گئی اسکا کھانا حرام ہے۔ اور اگر مارنے پر مرکر تیرنے لگی تو اس کا کھانا جائز ہے۔ اسی طرح اگر پانی کی گرمی یا سردی سے مچھلی مرگئی یا مچھلی کو ڈورے میں باندھ کر پانی میں ڈال دیا اور وہ مرگئی۔ یا جال میں پھنس کر مرگئی یا پانی میں کوئی ایسی چیز ڈال دی جس سے مچھلیاں مرگئیں اور یہ معلوم ہے کہ اس چیز کے ڈالنے سے مریں۔ یا گھڑے اور گڑھے میں مچھلی پکڑ کر ڈال دی اور اس میں پانی تھوڑا تھا اس وجہ سے یا جگہ کی تنگی کی وجہ سے مرگئی تو ان مچھلیوں کو کھانا جائز ہے (بہار شریعت صـ۱۰۴ ح ۱۵)

۲۔ وہ گائیں اور بکریاں جو گندہ کھاتی ہیں ان کو جلالہ کہتے ہیں۔ ان کے بدن اور گوشت وغیرہ میں بدبو پیدا ہوجاتی ہے۔ ان کو کئی دن تک باندھ کر رکھیں کہ نجاست نہ کھانے پائے۔ جب بدبو دور ہوجائے تو ذبح کرکے کھائیں۔ اور وہ بکرا جو پیشاب پینے کا عادی ہوتا ہے اس میں ایسی سخت بدبو پیدا ہوجاتی ہے کہ جس راستہ سے گذرتا ہے وہ راستہ کچھ دیر کے لئے بدبودار ہوجاتا ہے اس کا بھی حکم وہی ہے جو جلالہ کا ہے۔ اگر اس کے گوشت سے بدبو دفع ہوگئی تو کھا سکتے ہیں ورنہ مکروہ وممنوع (بہار شریعت ج ۱۵ صـ۱۰۵) وھو اعلم بالصواب۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

کتابُ الاضحیّۃ

قربانی کا بیان

مسئلہ ۔ از قاضی محمد اطیعوا الحق عثمانی رضوی علاء الدین پور ۔ سعد اللہ نگر ضلع گونڈہ

زید کے قبضہ میں ایک بیگھہ کھیت ہے جس کی قیمت پانچ ہزار ۵۰۰۰ روپے ہیں زید کے پاس اور کسی مال کا نصاب نہیں اس صورت میں زید پر قربانی واجب ہے یا نہیں ؟

الجواب بعون الملک العزیز الوھاب صورت مستفسرہ میں زید مالک نصاب ہے اور اس پر قربانی واجب ہے کہ کھیت جس کی قیمت نصاب کو پہونچتی ہے وہ وجوب قربانی اور فطرہ کے لئے کافی ہے۔ فتاویٰ بزازیہ میں ہے لولہ عقار یستغلھا قال الزعفرانی ان بلغت قیمتھا نصابا تلزم ا ھ اور در مختار میں ہے والیسار الذی یتعلق بہ وجوب صدقۃ الفطر اھ ۔ رد المحتار میں ہے بان ملک مائتی درھم او عرضا یساویھا غیر مسکنہ وثیاب اللبس ومتاع یحتاجہ الی ان یذبح الاضحیۃ ولو لہ عقار یستغلہ فقیل تلزم لو قیمتہ نصابا وقیل لو یدخل منہ قوت سنتہ تلزم وقیل قوت شھر فمتیٰ فضل نصاب تلزمہ اھ ۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۵ شوال المکرم سنہ ۹۹ ھ

مسئلہ ۔ از رضوان علی موضع جھامٹ ۔ ضلع گورکھپور

چار بھائی ہیں اور سب ایک میں ہیں اور ان سب کا باپ نہیں ہے ۔ لہذا بڑا بھائی مالک ہے ۔ تو آیا قربانی چاروں کے نام سے واجب ہوگی یا صرف بڑے بھائی کے نام ؟ بینوا توجروا

الجواب اگر چاروں بھائی ایک میں ہیں اور چاروں بھائیوں کا مشترکہ مال چار نصاب پورا نہیں ہے تو کسی پر قربانی واجب نہیں اور اگر چار نصاب پورا ہے تو ہر بھائی پر قربانی واجب ہے۔ اس لئے کہ اس صورت میں ان میں کا ہر ایک مالک نصاب ہے اور بڑا بھائی مالک بمعنی انتظام کار ہے نہ کہ حقیقی مالک۔ وھو اعلم بالصّواب

کتبہ جلال الدّین احمد الامجدی
۱۴ر ذوالحجہ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ۔ از حکیم شمشیر خاں موضع بڑورہ پوسٹ کردھنا ضلع بنارس

زید کا کہنا ہے کہ گھر میں اگر باپ زندہ ہو تو قربانی باپ کے نام سے ہی ہو سکتی ہے لڑکے بیوی اور دوسرے لوگوں کے نام سے ہرگز نہیں ہو سکتی۔ اگر باپ کے علاوہ اور کسی نے کیا تو قربانی نفلی ہے خواہ باپ کے نام سے متواتر کئی سال ہو چکی ہو جب کہ زاہد کا کہنا ہے کہ قربانی باپ کی موجودگی میں لڑکے بیوی یا دوسرے لوگوں کے نام سے بھی ہو سکتی ہے۔ از روئے شرع جواب جلد از جلد دے کر کرم فرمائیں۔

الجواب باپ اگر ہر سال مالک نصاب ہے تو اس پر ہر سال اپنے نام سے قربانی واجب ہوگی اور باپ کے ساتھ بیٹا بیوی یا دوسرا کوئی مالک نصاب ہو تو اس پر بھی اپنے نام الگ سے قربانی واجب ہو گی۔ اگر باپ نے چند سال اپنے نام قربانی کی اور مالک نصاب ہوتے ہوئے کسی سال بیٹا یا بیوی کے نام قربانی کی اور اپنے نام نہ کی تو گنہگار ہوگا۔ خلاصہ یہ کہ گھر میں جو مالک نصاب ہوگا اسی کے نام قربانی ہو گی چاہے متواتر کئی سال اس کے نام قربانی ہو چکی ہو۔ اور اگر گھر میں کئی مالک نصاب ہیں تو ہر ایک کے نام قربانی واجب ہو گی۔ وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصّواب

کتبہ جلال الدّین احمد الامجدی
۲۷ر ذی الحجہ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ۔ مسئولہ مرزا تبارک اللہ بیگ لچھمی نگر (راج نیپال)

ایک بکرا قربانی کی نیت سے پرورش کیا گیا مگر چند وجوہات کی بنا پر قربانی نہیں کی گئی تو اس بکرا کو سال آئندہ قربانی کے لئے باقی رکھا جائے یا صدقہ کر دیا جائے؟

الجواب اگر اس بکرا کو قربانی کے لئے غنی یعنی مالک نصاب نے پرورش کی تھی اور امسال

اس نے اپنے نام سے کوئی دوسری قربانی بھی نہیں کی تو وہ بکرا صدقہ کردیا جائے اور اگر امسال کوئی دوسری قربانی اپنے نام سے کرچکا ہے تو سال آئندہ کی قربانی کے لئے اس بکرے کو باقی رکھ سکتا ہے۔ اور اگر غریب یعنی غیر صاحب نصاب نے قربانی کی نیت سے بکرا خریدا تھا اور ایام قربانی گذر گئے اس نے قربانی نہیں کی تو اس صورت میں بھی اسی زندہ بکرے کو صدقہ کردیا جائے۔ اور اگر غریب کے پاس پہلے ہی سے بکرا تھا اور اس نے قربانی کی نیت کرلی تھی یا خریدنے کے بعد قربانی کی نیت کی تھی تو ان صورتوں میں غریب پر قربانی واجب نہ ہوئی تھی لہٰذا اگر ان دونوں صورتوں میں ایام قربانی گذر گئے اور غریب نے قربانی نہ کی تو اس بکرے کو صدقہ کرنا واجب نہیں سال آئندہ کے لئے اسے پال سکتا ہے اور اگر چاہے تو بیچ کر اس کی قیمت اپنے مصرف میں لاسکتا ہے ردالمحتار جلد پنجم ص۲۰۴ میں ذکر فی البدائع ان الصحیح ان الشاۃ المشتراۃ للاضحیۃ اذا لم یضح بہا حتی مضی الوقت یتصدق الموسر بعینہا حیۃ کالفقیر بلاخلاف بین اصحابنا اھ۔ اور اسی صفحہ میں ہے لو کانت فی ملکہ فنوی ان یضحی بہا او اشتراھا ولم ینو الاضحیۃ وقت الشراء ثم نوی بعد ذلک لایجب لان النیۃ لم تقارن الشراء فلا تعتبر اھ۔ وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۵؍صفر ۱۳۸۶ھ

مسئلہ۔ از منشی امام علی مقام کوٹلہ بازار پوسٹ راج محل ضلع سنتھال پرگنہ (بہار)

(۱) کسی شخص نے اپنے ماں اور باپ کے نام سے قربانی دیا تو اس شخص کے سر سے قربانی کا بوجھ اترا کہ نہیں۔ اور قربانی صحیح ہوئی یا نہیں؟

(۲) ایک مال میں دو شخصوں نے ایک شخص کے نام پر دو حصہ لیا اور پانچ شخصوں نے پانچ شخصوں کے نام سے حصہ لیا تو قربانی صحیح ہوگی یا نہیں؟

الجواب (۱) جس شخص نے اپنے ماں اور باپ کے نام سے قربانی کی تو وہ قربانی صحیح ہوجائے گی۔ لیکن اگر وہ شخص مالک نصاب ہے تو اس پر اپنے نام سے بھی قربانی کرنا واجب ہے۔ ایسا شخص اگر اپنے نام سے بھی قربانی نہیں کرے گا تو گنہگار ہوگا۔ اس لئے کہ اس نے اپنے سر سے قربانی کا بوجھ نہیں اتارا؟

(۲) صورت مستفسرہ میں قربانی صحیح ہو جائے گی ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۹ر شوال ۱۳۸۸ھ

مسئلہ۔ از ارشاد حسین صدیقی بانی دار العلوم امجدیہ کسان ٹولہ سنڈیلہ۔ ضلع ہردوئی

ایک شخص صاحب نصاب ہے مگر ایام قربانی گذر گئے اور وہ قربانی نہیں کر سکا تو اس کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب شخص مذکور اگر قربانی کا جانور خرید چکا تھا تو اسی کو صدقہ کرے۔ اور اگر نہیں خریدا تھا تو ایک بکرا کی قیمت صدقہ کرنا اس پر واجب ہے۔ اگر ایسا نہ کرے گا تو گنہگار ہوگا۔ ردالمحتار جلد پنجم صفحہ ۲۰۰ میں ہے ذکر فی البدائع ان الصحیح ان الشاۃ المشتراۃ للاضحیۃ اذا لم یضح بھا حتی مضی الوقت یتصدق الموسر بعینھا حیۃ کالفقیر بلا خلاف بین اصحابنا۔ اور اسی کتاب کے اسی صفحہ میں ہے ان لم یشتر وھو موسر وقد مضت ایامھا تصدق بقیمۃ شاۃ تجزئ للاضحیۃ اھ۔ وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ۔ از رحمت اللہ جیبور بمبئی۔

زید کہتا ہے کہ مالک نصاب ایک سال اپنے نام سے قربانی کر دے وہ کافی ہے ہر سال اپنے نام سے قربانی واجب نہیں ایک سال اس نے اپنے نام سے قربانی کر دی اور اب ہر سال قربانی کرتا ہے تو واجب اس کے ذمہ سے ساقط ہوتا ہے یا نہیں؟

الجواب جس طرح مالک نصاب پر ہر سال اپنی طرف سے زکاۃ وفطرہ دینا واجب ہوتا ہے ایسے ہی مالک نصاب پر اپنی طرف سے قربانی کرنا واجب ہوتا ہے تو جس طرح کہ دوسرے کی طرف سے زکاۃ وفطرہ ادا کرنے سے بری الذمہ نہ ہوگا ایسے ہی دوسرے کی طرف سے قربانی کرنے پر بھی واجب اس کے ذمہ سے ساقط نہ ہوگا لہذا زید کا یہ کہنا غلط ہے کہ مالک نصاب پر ہر سال اپنے نام سے قربانی واجب نہیں اگر وہ مالک نصاب ہوتے ہوئے ہر سال اپنے نام سے قربانی نہ کرے گا تو

گنہگار ہوگا۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد امجدی
یکم ذی الحجہ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ۔ از نذیر حیات قادری دارالعلوم غوثیہ رضویہ کوریہی ضلع باندہ

ایک شخص ایسا ہے کہ جس کے پاس اتنا مال نہیں ہے کہ نصاب کو پہونچ سکے۔ لیکن اس کے کھیتی کی زمین اتنی ہے کہ اگر اس کو بیچ ڈالے تو نصاب سے کئی گنا زیادہ ہوجاتا ہے تو ایسے شخص کو مالک نصاب سمجھا جائے گا یا نہیں؟ اور اس پر زکوٰۃ و قربانی واجب ہے یا نہیں؟

الجواب جس شخص کے پاس کھیتی کی زمین اتنی ہے کہ اگر اس کو بیچ ڈالے تو نصاب سے کئی گنا زیادہ ہوجائے تو وہ شخص مالک نصاب ہے۔ اور اس پر قربانی و فطرہ واجب ہے۔ البتہ زکوٰۃ واجب نہیں کہ کھیت کا وظیفہ عشر یا خراج ہے اور زکوٰۃ و عشر ایک ساتھ جمع نہیں ہوتے ھٰکذا فی فتح القدیر۔ اور قربانی واجب ہونے کے لئے صرف اتنا ضرور ہے کہ وہ ایام قربانی میں اپنی تمام اصلی حاجتوں کے علاوہ چاندی کے چھپن روپئے کے مال کا مالک ہو چاہے وہ مال نقد ہو یا بیل بھینس یا کاشت البتہ کاشتکار کے ہل کے بیل اس کی حاجت اصلیہ میں داخل ہیں۔ ایسا ہی احکام شریعت حصۂ دوم مطبوعہ لاہور ص۱۷۷ میں ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۷ رجب المرجب ۱۴۰۲ھ

مسئلہ۔ از اختر حسین قادری پوسٹ و مقام چاکسو ضلع جے پور۔ راجستھان

۱۔ زید جو بکر کا بیٹا بالغ ہے بلکہ صاحب اولاد ہے کیا بکر بقرعید پر اپنے بیٹے کے نام پر قربانی کر سکتا ہے جبکہ گذشتہ عید پر بکر کے نام پر قربانی ہوگئی ہے ایک صاحب فرماتے ہیں کہ جب تک بکر بقید حیات ہے کسی کے نام پر نہیں ہو سکتا بشرطیکہ اسی سال اول باپ کے نام پر ہو پھر چاہے کسی کے نام پر کی جائے؟

۲۔ قربانی کا گوشت غیر مسلموں کو شرعاً دیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

۳۔ جبکہ گھر میں اہل و عیال اتنے زیادہ ہوں کہ قربانی کے گوشت کا اگر تین حصہ کیا جائے تو گوشت گھر والوں

کے لئے کم پڑتا ہے لہٰذا اس صورت میں اگر پورا گوشت گھر والوں کے کام میں لایا گیا تو قربانی جائز ہے یا نہیں ؟

۴۔ قربانی کے جانور کے چرم کو کہاں کہاں صرف کیا جا سکتا ہے ؟

الجواب ۱؎ بکر جبکہ ہر سال مالک نصاب ہو تو اس پر ہر سال اپنے نام سے قربانی کرنا واجب ہے جیسا کہ ہر سال مالک نصاب ہونے کی صورت میں زکوٰۃ و صدقۂ فطر واجب ہے۔ اور بیٹے کے نام پر بھی قربانی کر سکتا ہے لیکن اگر کسی سال مالک نصاب باپ اپنے بیٹے کے نام قربانی کرے تو اسی سال دوسری قربانی اپنے نام بھی کرے خواہ بیٹے کی قربانی کے پہلے یا بعد دونوں جائز ہے پہلے کرنا ضروری نہیں۔ لہٰذا اگر مالک نصاب باپ اسی سال دوسری قربانی اپنے نام پر نہیں کرے گا تو گنہگار ہوگا اور بیٹا اگر مالک نصاب ہے تو اس پر الگ سے قربانی واجب ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

۲۔ نہیں دیا جا سکتا ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

۳۔ اپنے لئے اور فقیر احباب کے لئے قربانی کے گوشت کا تین حصہ کرنا بہتر ہے ضروری نہیں۔ لہٰذا اگر کسی کے اہل و عیال زیادہ ہوں اور وہ سب گوشت اپنے گھر والوں کے کام میں لائے تو قربانی ناجائز نہ ہوگی۔ بلکہ اگر صاحب وسعت نہ ہو تو اس کے لئے بہتر یہی ہے کہ کل گوشت اپنے اہل و عیال کے لئے رکھ چھوڑے۔ فتاویٰ عالمگیری جلد پنجم مصری صفحہ ۲۶۴ میں ہے الافضل ان یتصدق بالثلث ویتخذ الثلث ضیافۃ لاقاربہ واصدقائہ ویدخر الثلث ویطعم الغنی والفقیر جمیعا کذا فی البدائع ولو تصدق بالکل جاز وحبس الکل لنفسہ جاز ولہ ان یدخر الکل لنفسہ فوق ثلاثۃ ایام الا ان اطعامھا والتصدق بھا افضل الا ان یکون الرجل ذاعیال وغیر موسع الحال فان الافضل لہ حینئذ ان یدعہ لعیالہ ویوسع علیھم بہ کذا فی البدائع اھ ملخصاً۔ وھو اعلم

۴۔ قربانی کے چمڑے کو باقی رکھتے ہوئے اسے اپنے کسی کام میں لا سکتا ہے مثلاً اس کو جائے نماز بنائے یا چلنی اور مشکیزہ وغیرہ یہ سب جائز ہے اور قربانی کے چمڑے کو ایسی چیزوں سے بھی بدل سکتا ہے کہ جس کو باقی رکھتے ہوئے اس سے نفع اٹھایا جائے جیسے کتاب وغیرہ۔ اور ایسی چیزوں سے نہیں بدل سکتا کہ جس کو ہلاک کر کے نفع حاصل کیا جاتا ہو جیسے روٹی اور گوشت وغیرہ درمختار مع شامی جلد پنجم صفحہ ۲۰۹

میں ہے یتصدق بجلدھا او یعمل منھا نحو غربال وجراب و قربۃ وسفرۃ ودلو او یبدلہ بما ینتفع بہ باقیا لا بمستھلک کخل ولحم ونحوہ اھ ملخصاً۔ مگر قربانی کے چمڑے کو صدقہ کر دینا افضل ہے اور یہ بہتر ہے کہ کسی مسجد یا مدرسہ میں دے دے۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۲۶ر ذوالحجہ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ۔ از محمد شاہد رضا قادری ٹیکھولی پوسٹ ٹہنا ضلع بستی

۱۔ ہندہ مالک نصاب ہے وہ اسی سال دو قربانی کرنا چاہتی ہے ایک اپنے نام سے اور دوسری ایک بزرگ کے نام سے جو وفات پا چکے ہیں تو اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے بعض لوگ اسے ایسا کرنے سے منع کرتے ہیں۔

۲۔ ہمارے یہاں یہ رواج ہے کہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے روز آٹھ نو بجے تک کچھ کھاتے پیتے نہیں پھر غسل کرنے کے بعد کھاتے ہیں اس کے بعد نماز پڑھنے کے لئے عیدگاہ جاتے ہیں تو اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب (۱) ہندہ مالک نصاب ہونے کی صورت میں جب کہ اپنے نام سے قربانی کرنے کے ساتھ اسی سال دوسری قربانی کسی بزرگ کے نام کرنا چاہتی ہے تو اسے منع کرنے والے غلطی پر ہیں کہ شرعاً اس میں کوئی قباحت نہیں۔ جائز ہے بلکہ بہتر ہے کہ ثواب پائے گی۔ لیکن اگر اس بزرگ نے ہندہ کو قربانی کی وصیت کی ہے تو اس صورت میں خود اس کے گوشت سے کچھ نہ کھائے بلکہ کل صدقہ کر دے جیسا کہ فتاویٰ بزازیہ علی الھندیہ جلد سوم صفحہ ۲۸۵ میں ہے قال الصدر المختار انہ ان ضحی بامر المیت لا یاکل منھا وان بغیر امرہ یاکل۔

۲۔ عید الفطر کے دن مستحب یہ ہے کہ نماز کے لئے جانے سے پہلے طاق یعنی تین، پانچ یا سات کھجوریں کھالے اور کھجوریں نہ ہوں تو کوئی بھی چیز کھالے۔ لیکن اس روز آٹھ نو بجے تک کھانے پینے سے شریعت نے منع نہیں کیا ہے لہٰذا اگر حکم شرع سمجھ کر اس وقت تک نہیں کھاتے پیتے تو غلطی پر ہیں البتہ عید الاضحیٰ کے روز مستحب یہ ہے کہ نماز ادا کرنے سے پہلے کچھ نہ کھائے اگرچہ قربانی نہ کرنی ہو اور اگر کھالیا تو کراہت نہیں۔ ھٰکذا فی کتب الفقہ۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۸؍ ذی القعدہ ۱۴۰۲۵ھ

مسئلہ ۔ از حافظ سید جاوید حسن نوری معرفت حافظ عبد الحفیظ قادری رضوی مکان ۹۱/۱۴۹ ہیرامن کا پوروہ کانپور

زید نے قربانی کے لئے جانور خرید از ید صاحب نصاب ہے ایک ہی جانور خرید ایا بڑے جانور میں ایک ہی حصہ لیا ہے پڑھے لکھے لوگوں سے مسئلہ پوچھا تو زید سے لوگوں نے کہا کہ آپ صاحب نصاب ہیں آپ پر قربانی واجب ہے آپ اپنی طرف سے کریں زید کہتا ہے کہ میں ایسی بے ادبی نہ کروں گا امسال سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام کروں گا اگلے سال خلیل علیہ السلام کے نام اس کے اگلے سال سرکار غوث پاک کے نام چوتھے سال اگر زندہ رہا تو اپنے نام ۔ زید کے اس طریقہ سے واجب قربانی کا ادا ہوگا کہ نہیں یا کیا طریقہ ہے تحریر کریں ۔

الجواب صاحب نصاب اگر مذکورہ طریقہ پر کرے گا اور اپنی طرف سے نہیں کرے گا تو ترک واجب کے سبب گنہگار ہوگا زید پر لازم واجب ہے کہ اپنی طرف سے قربانی کرے اور بزرگوں کی طرف سے کرنا چاہتا ہے تو ان کے لئے دوسری قربانی کا انتظام کرے ۔ وھو تعالیٰ اعلم ۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۳؍ ذی الحجہ ۹۷ھ

مسئلہ ۔ از محمد یعقوب موضع پڑولی پوسٹ دوگھرا جنرل پوسٹ آفس مہراج گنج ضلع گورکھپور

زید نے ایک بکرا قربانی کی نیت سے پالا لیکن زید نادار ہے اس پر قرض زیادہ ہے دریافت طلب یہ امر ہے کہ زید اس بکرے کو اپنے صرف میں لاسکتا ہے یا قربانی ہی کرنی واجب ہے ؟

الجواب زید پر قربانی واجب نہیں بہار شریعت میں ہے ۔ بکری کا مالک تھا اور اس کی قربانی کی نیت کرلی یا خریدنے کے وقت قربانی کی نیت نہ تھی بعد میں نیت کرلی تو اس نیت سے قربانی واجب نہ ہوگی (بہار شریعت ص ۲۳۹) واللہ ورسولہ اعلم

کتبہ بدر الدین احمد الرضوی
۱۰؍ شعبان المعظم ۱۳۷۹ھ

مسئلہ ۔ از شیخ لعل محمد امام اقصیٰ مسجد پوسٹ ومقام پوسد ضلع ایوت محل (مہاراشٹر)

ایام تشریق کی وجہ تسمیہ کیا ہے جواب باصواب سے نوازیں۔ بینوا توجروا

الجواب: بعون الملک الوهاب تشریق کے معنیٰ ہیں گوشت کے ٹکڑے کرنا اور دھوپ میں خشک کرنا چونکہ ان دنوں میں قربانی کا گوشت خشک کیا جاتا ہے اسی لئے ان کو ایام تشریق کہتے ہیں۔ لغت کی مشہور کتاب المنجد میں ہے التشریق هی ثلاثۃ ایام بعد عید الاضحیٰ لان لحوم الاضاحی تشرق فیھا اھ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۴؍ صفر المظفر ۱۴۰۰ھ

مسئلہ۔ از مہتمم مدرسہ رضائے غوث اُوکے روڈ آسنسول

اس طرف قربانی کے موقع پر چند افراد ایک گائے شرکت میں خرید کرتے ہیں اور حسب حیثیت چھ حصے آپس میں متعین کر لیتے ہیں۔ اور باقی ماندہ ایک حصے کو مشترکہ طور پر سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا کسی دوسرے بزرگ کے نام پر قربانی کرتے ہیں۔ اس عمل کے متعلق ادھر کچھ دنوں سے لوگ چہ میگوئیاں کر رہے ہیں کہ ایسا کرنا ناجائز اور غلط ہے۔ لہٰذا کتاب وسنت اور مذہب احناف کی روشنی میں وضاحت فرمایا جائے کہ دو شخصوں یا تین شخصوں یا حسب گنجائش دوسرے افراد کی شرکت میں گائے بھینس خرید کر مذکورہ بالا طریقے کی قربانی جائز ہے یا حرام ہے؟

الجواب: جس طرح یہ جائز ہے کہ چند مسلمان شریک ہو کر ایک بکرا خریدیں اور اس کی قربانی سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام یا کسی دوسرے بزرگ کے نام کریں کوئی قباحت نہیں اسی طرح کچھ مسلمان مشترکہ طور پر بڑا جانور خرید کر ساتواں حصہ کسی بزرگ یا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام قربانی کریں جائز ہے۔ اور جائز ہونے کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ جو لوگ ناجائز اور غلط کہتے ہیں ان پر لازم ہے کہ معتبر کتاب کا جزیہ پیش کریں۔ وھو تعالیٰ وسبحانہ اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۴؍ ذوالقعدہ ۱۳۸۸ھ

مسئلہ۔ مسئولہ مولوی فصیح اللہ مدرسہ صدیقیہ گودابازار ضلع بستی

دسویں ذی الحجہ کو بعد نماز فجر قبل نماز عید الاضحیٰ قربانی کرنی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب شہر میں نماز عید الاضحیٰ سے پہلے قربانی کرنا جائز نہیں لیکن دیہات میں دسویں ذی الحجہ کو بعد نماز فجر قبل نماز عید الاضحیٰ قربانی کرنا جائز ہے بلکہ طلوع صبح صادق ہی سے جائز ہے لیکن مستحب یہ ہے کہ سورج نکلنے کے بعد کرے درمختار میں ہے اول وقتها بعد الصلاۃ ان ذبح فی مصر وبعد طلوع فجر یوم النحر ان ذبح فی غیرہ اھ ملخصاً۔ اور فتاویٰ قاضی خاں میں ہے فاما اھل السواد و القری والرباطات عندنا یجوز لھم التضحیۃ بعد طلوع الفجر الثانی من الیوم العاشر من ذی الحجۃ اھ۔ اور فتاویٰ عالمگیری جلد اول مصری ص۲۶ میں ہے والوقت المستحب للتضحیۃ فی حق اھل السواد بعد طلوع الشمس وفی حق اھل المصر بعد الخطبۃ کذا فی الظھیریۃ اھ۔ ھذا ما عندی والعلم بالحق عند اللہ تعالیٰ ورسولہ جل جلالہ وصلی المولیٰ تعالیٰ علیہ وسلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۲۴ ذوالقعدہ ۱۳۸۸ھ

مسئلہ - از حافظ عبد المجیب کاتب مدرسہ عالیہ وارثیہ مچھلی محال لکھنؤ

بقرعید کے دن اگر شہر میں کرفیو لگ جائے یا فتنہ و فساد ایسا ہو کہ لوگ گھروں سے نکل کر عیدگاہ یا مسجد میں بقرعید کی نماز نہ پڑھ سکیں تو اس صورت میں شہر کے لوگ قربانی کب کریں؟

الجواب جبکہ کرفیو یا کسی دوسرے فتنہ کے سبب شہر میں عید اضحیٰ کی نماز پڑھنا ممکن نہ ہو تو اس صورت میں دسویں ذوالحجہ ہی کو شہر میں بھی طلوع فجر کے بعد ہی سے قربانی کرنا جائز ہے درمختار مع شامی جلد پنجم ص۲۰۳ میں ہے فی البزازیۃ بلدۃ فیھا فتنۃ فلم یصلوا وضحوا بعد طلوع الفجر جاز فی المختار۔ اور شامی میں ہے قولہ جاز فی المختار لان البلدۃ صارت فی ھذا الحکم کالسواد اتقانی وفی التتارخانیۃ وعلیہ الفتویٰ۔ وھو تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ - از محمد نعیم۔ سنگھپور ا یودھیا پوسٹ برگدواہی یا ضلع گورکھپور

قربانی اگر شادی شدہ عورت کے نام ہو اور وہ صاحب نصاب ہے تو عورت کے نام کے

ساتھ باپ کا نام یا ماں کا نام یا شوہر کا نام غرض کہ کس کا نام اس کے نام کے ساتھ لیا جائے۔
بینوا توجروا

الجواب جس عورت کی طرف سے قربانی ہو خدائے علیم و خبیر خوب جانتا ہے کہ وہ فلاں کی لڑکی فلاں کی بیوی ہے اس لئے صرف عورت کا نام لینا کافی ہے فلاں بنت فلاں یا فلاں زوجۂ فلاں کہنا ضروری نہیں اور اگر کہہ دے تو کوئی حرج بھی نہیں۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۳ ذی الحجہ ۱۳۹۶ھ

مسئلہ ۔از محمد نعیم خاں برگد واہر یا ضلع گورکھپور
زید ایک بکرے کی قربانی کرنا چاہتا ہے اور بکرا نہایت فربہ اور تندرست ہے لیکن عمر کے لحاظ سے ابھی سال بھر میں ۱۱ دن سے کم ہے کیا اس کی قربانی ہوسکتی ہے۔ بیّنوا توجروا

الجواب اس بکرے کی قربانی جائز نہیں خواہ کتنا ہی فربہ ہو کہ قربانی کے بکرے کی عمر سال بھر ہونا ضروری ہے ردالمحتار میں ہے لو ضحی بسن اقل لا یجوز اھ اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے لو ضحی یا قل من ذلک شیئاً لا یجوز اھ۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم جل جلالہٗ وصلی المولیٰ تعالیٰ علیہ وسلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۳ ذی الحجہ ۱۳۹۶ھ

مسئلہ ۔از محمد ابراہیم خاں متصل جامع مسجد کوٹلہ باس پوسٹ جروا ضلع گونڈہ (سرحد نیپال)
(۱) کس کس جانور کی قربانی جائز ہے اور کس عمر کا ہونا چاہیئے؟
(۲) زید کا قول ہے کہ بھینسے کی قربانی قرآن و حدیث سے ثابت نہیں ہے اس لئے بھینسے کی قربانی نہیں ہے زید کا کہنا ہے کہ جو لوگ بھینسے کی قربانی کرتے ہیں وہ جہالت ہے کیا یہ سب باتیں صحیح ہیں یا نہیں زید عالم بھی ہے براہ کرم بحوالۂ قرآن و حدیث و کتب معتبرہ سے نوازیں۔

الجواب اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب (۱) اونٹ[1]، گائے[2] بھینس[3] بکری[4] بھیڑ[5] اور دنبہ[6] کی قربانی جائز ہے اونٹ پانچ سال کا ہونا ضروری ہے گائے بھینس دو سال کی اور بکری ایک سال

کی ان جانوروں کی اس سے کم عمر ہو تو قربانی جائز نہیں اور دنبہ و بھیڑ کی عمر ایک سال ہونا ضروری نہیں یہاں تک کہ چھ ماہہ بچہ اگر اتنا بڑا ہو کہ دور سے دیکھنے میں سال بھر کا معلوم ہوتا ہو تو اس کی بھی قربانی جائز ہے درمختار میں ہے وصح الجذع ذو ستة اشهر من الضأن ان کان بحيث لوخلط بالثنايا لا يمكن التميز من بعد وصح الثني فصاعدا من الثلاثة (وهي الابل والبقر بنوعيه و الشاة بنوعيه ردالمحتار) والثني هو ابن خمس من الابل وحولين من البقر والجاموس وحول من الشاة والمعز اهـ۔ وهو تعالیٰ اعلم۔

(۲) جاموس یعنی بھینس بھینسے کی قربانی حدیثوں سے ثابت ہے کہ جاموس بقر کی ایک قسم ہے اور بقر کی قربانی حدیثوں میں مذکور ہے جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے فرمایا البقرة عن سبعة والجزور عن سبعة رواه مسلم وابوداؤد و اللفظ له یعنی بقر اور اونٹ کی قربانی سات آدمیوں کی طرف سے کافی ہے (مسلم ابوداؤد) اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے قال كنا مع رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم في سفر فحضر الاضحى فاشتركنا في البقرة سبعة رواه الترمذي والنسائي وابن ماجه یعنی انھوں نے فرمایا کہ ہم سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ بقرعید آگئی تو ہم ایک بقر میں سات آدمی شریک ہوئے (ترمذی شریف نسائی ابن ماجہ) اور ہدایہ کتاب الاضحیہ میں ہے يدخل في البقر الجاموس لانه من جنسه اهـ۔ یعنی بقر میں بھینس بھی داخل ہے اس لئے کہ بھینس بقر کی جنس سے ہے۔ اور کتاب الزکاۃ میں ہے الجواميس والبقر سواء لان اسم البقر يتنا ولهما اذ هو نوع منه۔ یعنی بھینس اور بقر احکام میں برابر ہیں کہ بقر کا لفظ ان دونوں کو شامل ہے اس لئے کہ بھینس بقر کی ایک نوع ہے اور بدائع الصنائع میں ہے الجاموس نوع من البقر بدليل انه يضم ذلك الى البقر في باب الزكوة اهـ۔ یعنی بھینس بقر کی ایک قسم ہے دلیل یہ ہے بھینس زکاۃ کے مسئلے میں بقر سے ملائی جاتی ہے اور فتاویٰ قاضی خاں میں ہے وكذا الجاموس لانه نوع من البقر اهـ۔ یعنی بھینس کی بھی قربانی جائز ہے اس لئے کہ وہ بقر کی ایک نوع ہے اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے الجاموس نوع من البقر اهـ یعنی بھینس بقر کی ایک قسم ہے اور ردالمحتار میں ہے الجاموس نوع من البقر وكذا المعز نوع من الغنم بدليل ضمها في الزكوة اهـ یعنی بھینس بھینسا بقر کی ایک قسم ہے

دلیل یہ ہے کہ وہ زکوٰۃ میں شامل کی جاتی ہے اور فتاویٰ بزازیہ میں ہے الجاموس یجوز فیھا اھ۔ یعنی بھینس بھینسا قربانی میں جائز ہے اور عربی لغت کی مشہور کتاب المنجد میں ہے الجاموس ضرب من کبار البقر داجنا اھ یعنی بھینس بقر کی ایک بڑی قسم ہے جو کالی ہوتی ہے اور فارسی لغت کی معتمد کتاب غیاث اللغات میں ہے جاموس در آخر سین مہملہ معرب گامیش کہ مخفف گاؤمیش ست از رسالۂ معربات و دریں دیار مردم ایں زمانہ بجہت تفرقہ نر و مادہ نر را جاموس گویند بتعریب و مادہ را گاؤمیش خوانند اھ۔ فقہ اور لغت کے ان تمام شواہد کا خلاصہ یہ ہوا کہ بھینس بقر ہی کی ایک قسم ہے اس کی بھی قربانی جائز ہے اور یہ سب مسلمانوں کے نزدیک مسلّمہ مسئلہ ہے لہذا بھینسے کی قربانی کو جہالت بتانے والا جاہل ہے اور جاہل نہیں تو گمراہ ہے اور گمراہ تاوقتیکہ توبہ نہ کرلے مسلمانوں پر اس کا بائیکاٹ کرنا لازم ہے ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ قال اللہ تعالیٰ وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ (پارہ ۷، رکوع ۱۴) رئیس الفقہاء حضرت علامہ ملاجیون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس آیت کریمہ کے تحت فرماتے ہیں ان القوم الظلمین یعم المبتدع والفاسق والکافر والقعود مع کلھم ممتنع (تفسیرات احمدیہ ص۲۵۵) وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۱۱ر ذی القعدہ ۱۳۹۹ھ

مسئلہ۔ از عاشق نعیم مشاہدی موضع سرکانڈ۔ پوسٹ بصالت پور ضلع گونڈہ

زید کہتا ہے کہ بھینسا کی قربانی جائز نہیں ہے اس لئے کہ وہ قرآن عظیم سے نہیں ثابت ہے البتہ وہ بکرا بکری کی قربانی کو جائز کہتا ہے تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب زید اگر بھینسا کی قربانی کو جائز نہیں مانتا اس لئے کہ وہ قرآن سے نہیں ثابت ہے اور بکرا بکری کی قربانی کو جائز مانتا ہے تو اس سے دریافت کیا جائے کہ بکرا بکری کی قربانی کس آیت سے ثابت ہے۔ اور جب قرآن سے نہ ثابت ہونے کے سبب وہ بھینسا کی قربانی سے انکار کرتا ہے تو پانچوں وقت کی نمازوں میں رکعتوں کی تعداد سے بھی اسے انکار ہوگا۔ اور سونا چاندی میں چالیسویں حصے اور غلہ میں دسویں بیسویں حصے کی زکوٰۃ سے بھی اسے انکار ہوگا اور اسی طرح ان تمام باتوں سے کہ جس کا ثبوت صرف حدیثوں سے ہے العیاذ باللہ تعالیٰ۔ خلاصہ یہ کہ زید گمراہ ہے اس پر توبہ لازم ہے۔ اگر وہ توبہ نہ کرے تو سب

مسلمان اس کا بائیکاٹ کریں اگر ایسا نہ کریں گے تو وہ بھی گنہگار ہوں گے قال اللہ تعالیٰ وَاِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشیطن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین (پ ۷ ع ۱۴) وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۱۲ر صفر المظفر ۱۴۰۲ھ

مسئلہ۔ از علی محمد قبرستان ڈگبوئی ضلع لکھیم پور آسام

یہاں ایک فرقہ ایسا بھی ہے جو کہتا ہے کہ ایک بکرا کی قربانی سات آدمی کی طرف سے ہو سکتی ہے کیونکہ جتنے جاندار ہیں سب کی جان برابر ہے تو صرف گائے یا اونٹ ہی میں سات قربانی نہ ہوگی بلکہ بکرے، بھیڑ مرغی میں بھی سات قربانی ہوگی یہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ اس فرقہ کا سرغنہ کلکتہ میں رہتا ہے اور اپنے مریدوں کو جنت کا ٹکٹ بھی دیتا ہے کہ بلا روک ٹوک جنت میں جا سکتے ہیں۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ کیا ایک بکرے کی قربانی سات آدمی کی طرف سے ہو سکتی ہے اور کیا مرغ یا مرغی یا بطخ کی قربانی شرعاً جائز ہے؟ جو فرقہ یہ کہتا ہے کہ مرغ اور بکرا کی قربانی سات آدمی کی طرف سے جائز ہے اس فرقہ کے سرغنہ سے مرید ہونا جائز ہے یا نہیں؟ اور جو لوگ مرید ہو چکے ہیں ان کے لئے اسلامی شریعت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب بکرے اور مرغے کی قربانی سات آدمی کی طرف سے قرآن کریم اور حدیث سے ثابت بتانے والے جھوٹے مفتری کذاب ہیں۔ اور شریعت اسلامیہ کو کھیل بنا رہے ہیں۔ ان سے مسلمانوں کا مطالبہ ہونا چاہئے کہ تم اپنے دعویٰ کے مطابق قرآن مجید کی آیت یا حدیث شریف پیش کرو۔ اور وہ ہرگز ہرگز پیش نہ کر سکیں گے۔ تو ان سے توبہ لی جائے اگر توبہ سے انکار کریں تو سارے مسلمان ان کا قطعی بائیکاٹ کریں۔ بکرے کی قربانی صرف ایک ہی آدمی کی طرف سے جائز ہے خواہ کتنا ہی فربہ ہو۔ فتاویٰ عالمگیری جلد پنجم مصری ص۲۶۲ میں ہے لا تجوز الشاۃ والمعز الا عن واحد وان کانت عظیمۃ سمینۃ تساوی شاتین اھ۔ اور بدائع الصنائع جلد پنجم ص۷ میں ہے لا تجوز الشاۃ والمعز الا عن واحد وان کانت عظیمۃ سمینۃ تساوی شاتین مما یجوز ان یضحی بھا لان القیاس فی الابل والبقر ان لا یجوز فیھما الاشتراک لان القربۃ فی ھذا الباب اراقۃ الدم وانھا

لا تحمل التجزئة لانها ذبح واحد وانما عرفنا جواز ذلك بالخبر فبقي الامر في الغنم على اصل القياس فان قيل اليس انه روى ان رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم ضحى بكبشين املحين احدهما من نفسه والاخر عمن لايذبح من امته فكيف ضحى بشاة واحدة عن امته عليه الصلاة والسلام؟ فالجواب انه عليه الصلاة والسلام انما فعل ذلك لاجل الثواب وهوانه جعل ثواب تضحيته بشاة واحدة لامته لاللاجزاء وسقوط التعبد عنهم اھ مرغ یا مرغی اور بطخ کی قربانی ہرگز جائز نہیں اس لئے کہ غیر وحشی چوپایہ کا ہونا قربانی کے ارکان میں سے ہے۔ درمختار جلد پنجم مع شامی ص۲۰۵ میں ہے رکنھا ذبح ما یجوز ذبحہ من النعم لاغیرہ اھ جو فرقہ مرغ اور بکرا کی قربانی سات آدمی کی طرف سے جائز مانتا ہے اس فرقہ والے بدمذہب گمراہ گر ہیں۔ اس کے سرغنہ سے مرید ہونا ہرگز جائز نہیں جو لوگ مرید ہو چکے ہیں ان پر مریدی توڑنا اور اس سے بیزاری ظاہر کرنا واجب ہے ھٰذا ماعندی والعلم عند اللہ تعالٰی ورسولہ الاعلٰی جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۴ محرم الحرام ۸۹ھ

مسئلہ ۔ از منور حسین متعلم دار العلوم فیض الرسول براؤں شریف بستی

(۱) ایک بکری کے دو بچے ایک بکری اور ایک بکرا تو ان دونوں نے کتیا کا دودھ پی لیا تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ ان دونوں کا گوشت کھانا عندالشرع جائز ہے یا نہیں اور قربانی کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) جس بکری نے کتیا کا دودھ پی لیا ہو تو کیا اس کے نسل میں کچھ خرابی واقع ہوگی یا نہیں؟

الجواب بکری کے بچے اگر کتیا کا دودھ چھوڑ کر کچھ دنوں گھاس کھاتے رہے تو ان کا گوشت کھانا عندالشرع جائز ہے اور ان کی قربانی کرنا بھی جائز ہے بلکہ خنزیر جو اشد حرام ہے اس کے دودھ سے پرورش یافتہ بکرے کے گوشت کھانے میں بھی حرج نہیں بشرطیکہ اس کا دودھ چھوڑ کر کچھ دنوں تک گھاس کھایا ہو۔ بہار شریعت حصہ پانزدہم ص۱۲۷ میں ہے "بکری کے بچے کو کتیا کا دودھ پلاتا رہا اس کا بھی حکم جلالہ کا ہے کہ چند روز تک اسے باندھ کر چارہ کھلائیں کہ وہ اثر جاتا رہے" اور فتاوی عالمگیری جلد اول مطبوعہ مصر ص۲۵۶ پر ہے الجدی اذا کان یربی بلبن الاتان والخنزیر ان اعتلف ایاما

فلا باس اھ یعنی بکری کا بچہ جس کی پرورش گدھی اور خنزیر کے دودھ سے ہوتی رہی اگر دودھ چھوڑ کر کچھ دنوں گھاس کھاتا رہا تو اس کے گوشت کھانے میں کوئی حرج نہیں۔ اور اس کی قربانی بھی جائز ہے۔

(۲) کتیا کا دودھ پی لینے کے سبب بکری کی نسل میں شرعاً کوئی خرابی نہیں واقع ہوگی واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۳۰ رجب المرجب ۹۸ھ

مسئولہ۔ محمد ارشد ابن منیجر محی الدین مدرسہ منظر اسلام التفات گنج فیض آباد

(۱) گائے یا بھینس کی قربانی جس میں چھ آدمیوں کا حصہ ایک ایک ہے اور ایک حصہ بچ رہا ہے اور سبھی چاہتے ہیں کہ ساتواں حصہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام ہو آیا سب آدمی برابر شریک ہو کر ایک حصہ پورا کر دیں یا صرف ایک آدمی پورا کرلے۔

(۲) گائے اور بھینس و بکری کے بچہ دینے کے بعد جو دودھ اول مرتبہ نکالا جاتا ہے جسے ہماری مادری زبان میں پیوس کہتے ہیں اس کا پینا کیسا ہے؟ بیّنوا توجروا

الجواب اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب (۱) قربانی کا ساتواں حصہ جو رسول کریم علیہ الصلاۃ والسلام کے نام سے ہو اس کو سب حصے دار برابر برابر شریک ہو کر پورا کریں یا ایک شخص پورا کرے دونوں صورتیں جائز ہیں اس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں لانہ لم یثبت فی الشرع حرمۃ او کراھۃ کذلک وھو تعالیٰ اعلم

(۲) اس دودھ کا کھانا پینا جائز ہے شرعاً کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ جل جلالہ وصلی المولیٰ تعالیٰ علیہ وسلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۱۴ صفر المظفر ۱۳۹۹ھ

مسئلہ۔ از محمد نعیم خاں کلینیاں ضلع بستی۔

قربانی کا بکرا کتنے دن کا ہونا چاہئے بعض کا قول ہے کہ دانت والا ہونا چاہئے اور بعض کہتے ہیں کہ ایک سال کا ہونا چاہئے دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس کے بارے میں شریعت کا کیا

قربان ہے؟

الجواب قربانی کا بکرا کم سے کم سال بھر کا ہونا ضروری ہے خواہ وہ دانت والا ہو یا نہ ہو۔ حدیث شریف میں ہے ضحوا بالثنایا اھ (ہدایہ جلد رابع ص۴۳۳) —— مولانا عبدالحی صاحب فرنگی محلی عمدۃ الرعایہ میں فرماتے ہیں الثنایا من الغنم ابن حول اھ درمختار میں ہے وصح الثنی فصاعداً من الثلاثۃ والثنی ھو ابن خمس من الابل وحولین من البقر و الجاموس وحول من الشاۃ اھ اور بدائع الصنائع جلد خامس ص۷۰ میں ہے وذکر الزعفرانی فی الاضاحی الثنی من الشاۃ والمعز ما تم لہ حول وطعن فی السنۃ الثانیۃ اھ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۱۲؍ ذی القعدہ ۹۷ھ

مسئلہ - از محمد ضیاء اللہ منیجر مدرسہ عربیہ اہلسنت غازی پور ضلع گونڈہ

ایک بکری کے بچے نے کتیا کا دودھ پی لیا ہے تو کیا اس بکری کے بچہ کی قربانی ہو سکتی ہے بیّنوا توجروا

الجواب بکری کا بچہ اگر کتیا کا دودھ برابر پیتا رہا تو وہ جلّالہ کے حکم میں داخل ہے بہار شریعت حصہ پانزدہم میں عالمگیری کے حوالہ سے ص۱۲۷ پر درج ہے کہ بکری کے بچہ کو کتیا کا دودھ پلاتا رہا اس کا بھی حکم جلّالہ کا ہے۔ اور جلالہ بکری کی قربانی کے سلسلے میں حکم یہ ہے کہ اسے دس دنوں تک باندھ کر چارہ کھلائیں کہ وہ اثر جاتا رہے بعدہٗ اس کی قربانی کر سکتے ہیں فتاوی عالمگیری کتاب الاضحیہ میں ہے لا تجوز الجلالۃ وھی التی تاکل العذرۃ و لا تاکل غیرھا فان کانت الجلالۃ ابلا تمسک اربعین یوما حتی یطیب لحمھا و البقر یمسک عشرین یوماً والغنم عشرۃ ایام۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۱۴؍ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۷ھ

مسئلہ - از احسان علی سبحانی موضع پرسا ڈاکخانہ کوٹ خاص ضلع گونڈہ

بکری کی قربانی جائز ہے یا نہیں جبکہ وہ بکری بچہ والی بھی نہ ہو۔

الجواب بکری جس کی عمر کم سے کم ایک سال ہو اور اس میں کوئی عیب مانع قربانی نہ ہو تو اس کی قربانی جائز ہے۔ شرعاً کوئی قباحت نہیں وھو تعالیٰ وسبحانہ اعلم بالصواب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۴ ربیع الآخر ۱۴۰۲ھ

مسئلہ۔ از محبوب خاں دھرمانگر

میں نے اپنی بکری کو بٹائی پر اس طرح دی کہ اگر دو بچہ ہوگا تو ایک تمہارا ہے اور دوسرا ہمارا دریافت طلب امر یہ ہے کہ بٹائی پر بکری کا دینا کیسا ہے نیز بٹائی کی بکری کے بچے کی قربانی جائز ہے یا نہیں میں نے اس کی قربانی کرائی ہے تو یہ قربانی جائز ہوئی یا نہیں؟

الجواب فقہ حنفی کی مشہور کتاب بہار شریعت جلد چہار دہم ص ۲۲۱۹ میں ہے "بعض لوگ بکری بٹائی پر دیتے ہیں کہ جو کچھ بچے پیدا ہوں گے دونوں نصف نصف لیں گے یہ اجارہ بھی فاسد ہے بچے اس کے ہیں جس کی بکری ہے دوسرے کو اس کے کام کی اجرت مثل ملے گی۔"

حوالہ مذکور سے واضح ہوگیا کہ بٹائی پر بکری دینا جائز نہیں اور اگر اپنی بکری کسی دوسرے کو چرانے اور نگہداشت کے لئے دینا ہی چاہتا ہے تو اس کی اجرت مقرر کر دے بکری چرانے والا بکری کے بچہ میں حصہ دار نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ بکری کا مالک نہیں۔ اور رہا بٹائی کی بکری کے بچے کی قربانی کرنا تو وہ شرعاً درست ہے آپ کی قربانی ہوگئی کیونکہ بکری کے بچے کے آپ مالک ہیں ہاں قربانی صحیح ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ سال بھر کا ہو چکا ہو واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ بدر الدین احمد الرضوی

۷ صفر ۱۳۸۴ھ

مسئلہ۔ از قاضی عبدالصمد فاروقی بسڈیلہ پوسٹ ہلور ضلع بستی

(۱) قربانی کا بکرا سال بھر کا ہے اور دانت ابھی نکلا ہے۔ لیکن گاؤں کے لوگ کہتے ہیں کہ سال بھر کا ہوگیا ہے تو اس بکرا کی قربانی درست ہے یا نہیں؟

(۲) جبکہ قربانی کے بکرا کی سینگ وغیرہ صحیح ہونا چاہئے یعنی اس کا بے عیب ہونا ضروری ہے تو کیا بدھیا ہونا عیب نہیں ہے کہ اس کی قربانی جائز ہے؟

(۳) کیا تین دن قربانی کا جائز ہونا حدیث وفقہ سے ثابت ہے؟

الجواب (۱) قربانی کے بکرا کی عمر سال بھر ہونا ضروری ہے دانت کا نکلنا ضروری نہیں لہٰذا بکرا اگر واقعی سال بھر کا ہے تو اس کی قربانی جائز ہے اگرچہ اس کے دانت نہ نکلے ہوں۔ درمختار مع شامی جلد پنجم صفحہ ۲۰۴ میں ہے صحّ الثنی فصاعداً والثنی هو ابن حول من الشاة اھ ملخصاً۔

(۲) بیشک بدھیا ہونا عیب نہیں ہے اس لئے کہ عیب اس بات کو کہتے ہیں جس کے سبب جانور کی قیمت کم ہو جائے اور بدھیا ہونے سے جانور کی قیمت کم نہیں ہوتی ہے بلکہ بڑھ جاتی ہے تو اس کی قربانی جائز ہی نہیں بلکہ افضل ہے اس لئے کہ بدھیا ہونے سے اس کا گوشت اور عمدہ ہو جاتا ہے ہدایہ جلد سوم باب خیار العیب صفحہ ۲۳ میں ہے کل ما اوجب نقصان الثمن فی عادة التجار فهو عیب اور فتاویٰ عالمگیری جلد پنجم مطبوعہ مصر صفحہ ۲۶۴ میں ہے الخصی افضل من الفحل لانه اطیب لحما کذا فی المحیط۔ اور جوہرہ نیرہ جلد دوم صفحہ ۲۵۸ میں ہے یجوز ان یضحی بالخصی لانه اطیب لحما من غیر الخصی قال ابوحنیفة ما زاد فی لحمه انفع مما ذهب من خصیته اھ ملخصاً

(۳) بیشک تین دن قربانی کا جائز ہونا حدیث وفقہ سے ثابت ہے بدائع الصنائع جلد پنجم صفحہ ۶۵ میں ہے روی عن سیدنا عمر وسیدنا علی وابن عباس وابن سیدنا عمر وانس بن مالک رضی الله تعالیٰ عنهم انهم قالوا ایام النحر ثلاثة اولها افضلها والظاهر انهم سمعوا ذلک من رسول الله صلی الله علیه وسلم لان اوقات العبادات والقربات لا تعرف الا بالسمع اھ اور ہدایہ جلد چہارم صفحہ ۴۳۰ میں ہے وهی جائزة فی ثلاثة ایام یوم النحر ویومان بعده اھ۔ وهو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۱۵ ذی الحجہ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ۔ از نسیم چرکھوی متعلم دارالعلوم ھذا

زید کی ایک بکری نے بچہ جنا بچے نے اس کا دودھ بھی پیا اور کتیا کا بھی۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس کا گوشت کھانا جائز ہے یا نہیں نیز اس کی قربانی کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب صورت مسئولہ میں بکری کے جس بچے نے کتیا کا دودھ پیا اس کے گوشت کھانے میں حرج نہیں نیز اس کی قربانی بھی کر سکتے ہیں۔ فتاویٰ عالمگیری جلد چہارم صـ۷۶ پر ہے الجدی اذا کان یربی بلبن الاتان والخنزیران اعتلف ایاماً فلاباس یعنی بکری کا بچہ جس کی پرورش گدھی اور خنزیر کے دودھ سے ہوتی رہی اگر دودھ چھوڑ کر کچھ دنوں گھاس کھاتا رہا تو اس کے گوشت کے کھانے میں کوئی حرج نہیں۔ واللہ اعلم

اور اگر کسی کی طبیعت گوارہ نہ کرے تو شریعت اسے مجبور نہیں کرتی واللہ ورسولہ اعلم

کتبہ بدرالدین احمد الرضوی
۳۰ محرم ۷۸ھ

مسئلہ۔ از سہنیاں کلاں ضلع گونڈہ مرسلہ عطاء اللہ

ایک شخص کا نام نہیں معلوم ہے۔ اور اس کے نام پر قربانی کرنی ہے تو کیا نام لیا جائے البتہ اس کے لڑکے کا نام معلوم ہے۔

الجواب دعائے قربانی میں مِن کے بعد والد فلاں کہا جائے مثلاً اگر لڑکے کا نام عبداللہ ہے تو دعا یوں پڑھے تقبل مِن والد عبداللہ اور پھر آخر تک دعا پڑھی جائے واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۵ ذی القعدہ ۱۳۸۰ھ

مسئلہ۔ از جھوا ضلع بستی مرسلہ فیض اللہ

قربانی کا گوشت کافر کو دینا شرعاً جائز ہے یا نہیں اور اگر کسی نے دیدیا تو قربانی ہوگی یا نہیں؟

الجواب قربانی کا گوشت کافر کو دینا شرعاً جائز نہیں اور کسی نے دیدیا تو گنہگار ہے۔ توبہ کرے اور قربانی ہو جائے گی یعنی کافر کو گوشت دینے کے سبب قربانی کا اعادہ کرنا واجب نہیں وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۱ جمادی الاخریٰ ...ھ

مسئلہ۔ از سید ریحان اختر۔ گڑھی عبد المجید خاں فرخ آباد

جس جانور کا کوئی عضو تہائی سے زیادہ کٹا ہو اس کی قربانی جائز نہیں تو خصی جس کے پورے خصیے کٹے ہوتے ہیں اس کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: خصی جس کے پورے خصیے کٹے ہوتے ہیں اس کی قربانی جائز ہے ایسا ہی درمختار مع شامی جلد پنجم ص۲۰۵ میں ہے۔ اور ہدایہ جلد چہارم ص۴۳۲ میں ہے یجوز ان یضحی بالخصی لان لحمھا اطیب وقد صح ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ضحی بکبشین موجوئین ملخصاً۔ یعنی خصی کی قربانی جائز ہے اس لئے کہ اس کا گوشت عمدہ ہوتا ہے۔ اور صحیح روایت سے ثابت ہے کہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام نے ایسے دو مینڈھوں کی قربانی فرمائی جو خصی تھے اور ان کا رنگ سفیدی وسیاہی ملا ہوا تھا۔ اور جوہرہ نیرہ جلد دوم ص۲۵۴ میں ہے یجوز ان یضحی بالخصی لانہ اطیب لحما من غیر الخصی قال ابو حنیفۃ ما زاد فی لحمہ انفع مما ذھب من خصیتیہ اھ تلخیصاً۔ یعنی خصی کی قربانی جائز ہے اس لئے کہ اس کا گوشت غیر خصی کے گوشت سے عمدہ ہوتا ہے۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جو گوشت کہ خصی میں بڑھ جاتا ہے اس کے خصیتین سے وہ زیادہ نفع بخش ہوتا ہے۔ بلکہ خصی کے گوشت کی عمدگی کے سبب اس کی قربانی افضل ہے جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری جلد پنجم ص۲۶۲ میں ہے الخصی افضل من الفحل لانہ اطیب لحما کذا فی المحیط۔ اور حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں خصی یعنی جس کے خصیے نکال لئے گئے ہیں یا مجبوب یعنی جس کے خصیے اور عضو تناسل سب کاٹ لئے گئے ہیں ان کی قربانی جائز ہے۔ (بہار شریعت حصہ پانزدہم ص۱۴۰) اصل میں کان وغیرہ کسی دوسرے عضو کا تہائی سے زیادہ کٹا ہونا چونکہ عیب ہے اس لئے ایسے جانور کی قربانی جائز نہیں۔ اور خصیے کا کٹا ہونا عیب نہیں ہے لہٰذا خصی کی قربانی جائز ہے اس لئے کہ عیب اس کو کہتے ہیں کہ جس کے سبب چیز کی قیمت تاجروں کی نگاہوں میں کم ہو جائے۔ جیسا کہ ھدایہ جلد سوم باب خیار العیب ص۲۳ میں ہے کل ما اوجب نقصان الثمن فی عادۃ التجار فھو عیب۔ اور خصیتین کاٹنے کے سبب خصی کی قیمت تاجروں کی نگاہوں میں کم نہیں ہوتی ہے بلکہ بڑھ جاتی ہے لہٰذا وہ عیب نہیں ہے بلکہ خوبی ہے اس لئے اس کی قربانی جائز ہی نہیں بلکہ افضل ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲ر شعبان المعظم ۱۴۰۲ھ

مسئلہ۔ از قصبہ امرڈوبھا پوسٹ بھرابازار ضلع بستی مرسلہ محبوب علی، وبدر الدجیٰ

ایک خصی جس کی عمر ایک سال ایک یوم ہے مگر دانت ابھی دودھ والے ہیں اور اصطلاح میں جسے دانتا کہتے ہیں وہ دانت ابھی نہیں ہے ایسی صورت میں اس کی قربانی جائز ہے یانہیں؟

صدر الشریعہ قدس سرہٗ بہار شریعت حصہ ۱۵ صـ ۱۴۱ پر لکھتے ہیں "جس کے دانت نہ ہوں یا جس کے تھن کٹے ہوں یا خشک ہوں وغیرہ وغیرہ کی قربانی ناجائز ہے" مندرجہ بالاعبارت پر غور فرماکر مسئلہ کی تشریح فرمائیں؟

الجواب صورت مسئولہ میں اس خصی کی قربانی جائز ہے بہار شریعت صـ ۱۳۹ حصہ پانزدہم پر ہے قربانی کے جانور کی عمر یہ ہونی چاہیئے۔ اونٹ ۵ سال کا گائے دو سال کی بکری ایک سال کی اس سے عمر کم ہو تو قربانی جائز نہیں زیادہ ہو تو جائز بلکہ افضل ہے۔ حوالہ مذکور سے ثابت ہوا کہ خصی کے لئے سال بھر کا ہونے کی قید ہے دانتا ہونا ضروری نہیں۔ مستفتی کے پیش کردہ حوالہ دانت نہ ہوں کا مطلب یہ ہے کہ جھڑ گئے ہوں۔ ھٰذا ماعندی والعلم عند اللہ تعالیٰ

کتبہ بدر الدین احمد الرضوی

۷؍ ذی الحجہ ۱۳۸۱ھ

مسئلہ۔ مسئولہ شوکت علی موضع پورینا ضلع بستی

ایک فربہ بکرا جس کی عمر سال بھر ہونے میں ۲۰ روز کم ہے اس کی قربانی جائز ہے یانہیں؟

الجواب قربانی کے لئے بکرے کی عمر پورے ایک سال کی ہونا ضروری ہے اگر ایک دن بھی کم ہوگا تو اس کی قربانی شرعاً جائز نہ ہوگی۔ وھو سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۲۹؍ ذی القعدہ ۸۲ھ

مسئلہ۔ از خاطر علی معرفت مواعظ الحسن ساکن ہریا خرد ضلع گورکھپور

قربانی کے بکرے کو کتے نے پکڑا اور اس کے پچھلے پیر میں زخم کردیا پھر وہ زخم اچھا ہوگیا لیکن اس پر بال نہیں جما اور وہاں گانٹھ سی ہوگئی ہے تو اس کی قربانی جائز ہے یانہیں؟

الجواب صورت مسئولہ میں اس بکرے کی قربانی کراہت کے ساتھ جائز ہے بہار شریعت

حصہ یازدہم صہ ۲۴۰ میں ہے قربانی کے جانور کو عیب سے خالی ہونا چاہئے اور تھوڑا سا عیب ہو تو قربانی ہوجائے گی مگر مکروہ ہوگی واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم

کتبہ بدرالدین احمد الرضوی

۷؍ذی الحجہ ۱۳۸۱ھ

مسئلہ ۔ از محمد اقلیم انصاری مقام کیوٹنوا پوسٹ نرکٹہا۔ بانسی ضلع بستی

یہ مسئلہ جبکہ مسلم ہے کہ عیب دار جانور کی قربانی جائز نہیں تو آج کل جو دستور ہے کہ خصی کی قربانی کی جاتی ہے تو کیا یہ عیب نہیں ہے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ جس آدمی کی نسبندی ہوگئی ہو اس انسان کی کوئی نیکی قابل قبول نہیں اور نہ اس کی نماز پڑھی جائے گی تو خصی جانور کی قربانی کیسے ہوگی؟

الجواب بعون الملک العزیز الحکیم بیشک عیب دار جانور کی قربانی جائز نہیں اور بکرے کا خصی ہونا عیب نہیں اسی لئے اس کی قربانی جائز ہے کہ عیب اس وصف کو کہتے ہیں جس کے سبب چیز کی قیمت کم ہوجائے جیسا کہ قدوری، ہدایہ اور فتاویٰ عالمگیری وغیرہ میں ہے کل ما اوجب نقصان الثمن فی عادۃ التجار فھو عیب اھ اور خصی ہونے کے سبب بکرا کی قیمت کم نہیں ہوتی بلکہ بڑھ جاتی ہے اسی لئے غیر خصی سے خصی کی قربانی کرنا افضل ہے جیسا کہ فتاویٰ بزازیہ میں ہے والذکر من الغنم افضل اذا کان خصیا اھ اور نسبندی کرانا ضرور گناہ ہے لیکن نسبندی کرانے والے کی کوئی نیکی قبول نہ ہوگی اور نہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے یہ کہنا صحیح نہیں وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۷؍ذی القعدہ ۹۹ھ

مسئلہ ۔ از محمد اسمٰعیل قادری خطیب جامع مسجد گجھانہ۔ نیچ ضلع مندسور (ایم پی)

(۱) بکری کا بچہ اگر بقرعید کے آٹھویں دن بعد پیدا ہوا یا پندرہ بیس یوم بعد اور وہ اتنا فربہ ہے کہ سال بھر والے سے بہتر نظر آتا ہے تو اس کی قربانی شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

(۲) ایسی بکری جو بانجھ ہے اور ایسی بکری جو نر و مادہ سے مستثنیٰ ہو ان کی قربانی ہوسکتی ہے یا نہیں؟ جبکہ اور نقائص ان میں نہ ہوں۔

(۳) قربانی کی کھال تعزیہ کے ڈھول تاشے بنانے میں خرچ کرنا کیسا ہے؟

الجواب اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب (۱) قربانی کے لئے بکری کے بچہ کی عمر کم سے کم ایک سال ہونا ضروری ہے لہٰذا وہ بچہ جو عید اضحیٰ کے پندرہ یا آٹھ دن بعد پیدا ہوا تو خواہ وہ اتنا فربہ ہو کہ سال بھر والے سے بہتر نظر آتا ہو دوسرے سال اس کی قربانی جائز نہیں۔ تنویر الابصار و درمختار میں ہے وصح الثنی فصاعداً من الثلاثۃ والثنی ھو ابن خمس من الابل وحولین من البقر والجاموس وحول من الشاۃ اھ۔ اور فتاویٰ عالمگیری جلد پنجم مصری ص۲۶۲ میں ہے لو ضحیٰ باقل من ذالک شیئاً لایجوز اھ۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

(۲) ظاہر یہ ہے کہ بانجھ بکری کی قربانی جائز ہے کہ وہ خصی کے مثل ہے اسی لئے فقہائے کرام نے اسے قربانی کے جانوروں میں عیوب نہیں شمار فرمایا ہے اور ایسی بکری کہ جو نر بھی نہ ہو یعنی خنثیٰ ہو کہ جس میں نر و مادہ دونوں کی علامتیں پائی جاتی ہیں تو اس جانور کی قربانی جائز نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری جلد پنجم ص۲۶۳ میں ہے لاتجوز التضحیۃ بالشاۃ الخنثیٰ لان لحمھا لاینضج اھ۔ اور درمختار میں ہے لابالخنثیٰ لان لحمھا لاینضج شرح وھبانیۃ۔ وھو سبحانہ اعلم

(۳) محرم میں ڈھول تاشہ بجانا جائز نہیں ہے ھٰکذا قال العلماء لاھل السنۃ والجماعۃ کثرھم اللہ تعالیٰ۔ تو اس میں قربانی کی کھال لگانا بھی جائز نہیں ہے حکم شرع یہ ہے کہ اسے صدقہ کردے یا اسے باقی رکھتے ہوئے اپنے کسی جائز کام میں لائے۔ مثلاً مصلّیٰ، چلنی، مشکیزہ وغیرہ بنائے یا کتابوں کی جلد وغیرہ میں لگائے جیسا کہ درمختار جلد خامس مع شامی ص۲۰۹ میں ہے یتصدق بجلدھا او یعمل منہ نحو غربال وجراب وقربۃ وسفرۃ ودلو اھ۔ ھٰذا ما ظھرلی والعلم عنداللہ تعالیٰ

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۱۴ صفر ۱۴۰۰ھ

مسئلہ۔ از قاضی محمود الحسن اسسٹنٹ جونیر ہائی اسکول اٹوا بازار ضلع بستی

بدھیا خصی کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب عیب دار جانور کی قربانی جائز نہیں۔ اور چونکہ خصی ہونا عیب نہیں اس لئے اس کی قربانی جائز ہے بہار شریعت جلد پانزدہم ص۲۴۰ میں ہے۔ خصی یعنی جس کے خصیے نکال لئے گئے ہوں۔ یا مجبوب یعنی جس کے خصیے اور عضو تناسل سب کاٹ لئے گئے ہوں ان کی قربانی جائز ہے۔

انتہٰی بالفاظہٖ اور در مختار مع رد المحتار جلد پنجم ص۲۱۲ میں ہے یضحی بالجماء والخصی ۔ اور فتاویٰ عالمگیری جلد پنجم ص۲۶۲ میں ہے یجوز المجبوب العاجز عن الجماع ۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۱۵؍جمادی الثانی ۸۷ھ

مسئلہ ۔ از عبدالغفور نداف موضع سہنیاں کلاں ۔ ضلع گونڈہ

سال بھر کی مادہ بکری جو بانجھ ہے اس کی قربانی جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب بانجھ بکری کی قربانی جائز ہے بشرطیکہ اس میں کوئی اور وجہ مانع نہ ہو ۔ وھو تعالیٰ اعلم وعلمہٗ اتم واحکم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۸؍شوال المکرم ۱۴۰۱ھ

مسئلہ ۔ از حافظ عبدالقدوس مدرس مدرسہ عربیہ اہلسنت شمس العلوم توسائل ضلع بستی

زید کہتا ہے جو بکرا ذی الحجہ کی ۱۲؍ تاریخ کے بعد پیدا ہوا اس کی قربانی ناجائز ہے وہ سال بھر کا نہیں مانا جاتا ہے ۔ اور بکر کہتا ہے کہ جو بکرا ذی الحجہ کی اٹھائیس ۲۸ یا انتیس ۲۹ تاریخ تک میں پیدا ہوا وہ سال بھر میں مانا جاتا ہے اُس کی قربانی درست ہے کیونکہ ذی الحجہ سے ذی الحجہ تیرہواں مہینہ لگ جاتا ہے ؟

الجواب قربانی کے لئے کم سے کم سال بھر کی عمر کا بکرا ہونا ضروری ہے اور جو بکرا کہ بارہ ۱۲ ذی الحجہ کے بعد پیدا ہوا وہ دوسرے سال قربانی کی تاریخوں میں سال بھر کا نہ ہوا اس لئے اس کی قربانی جائز نہیں ۔ لہٰذا زید کی بات صحیح ہے اور جو ۲۸ ، ۲۹ ، ذی الحجہ کو پیدا ہوگا تو اس کی عمر کا تیرہواں مہینہ ۲۸ ، ۲۹ ، ذی الحجہ کے بعد لگے گا نہ کہ دس ذی الحجہ کو ۔ لھٰذا ایسے بکرا کی قربانی جائز نہیں اور بکر کی بات صحیح نہیں ۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ ۔ از محمد یعقوب خاں موضع پڑولی ضلع گورکھپور

ایک شخص نے قربانی کی نیت سے بکرا پالا کسی خطرے کے پیش نظر اپنی پہچان کے لئے اس کے کان یا کسی دوسرے عضو میں داغ لگا دیا اس بکرے کی قربانی کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب اللّٰھمّ ھدایۃ الحق والصواب داغ لگانے سے مراد اگر لوہے سے داغنا ہے تو داغے ہوئے جانور کی قربانی جائز ہے فتاوی عالمگیری جلد پنجم مصری صـ۲۶۲ میں ہے ویجوز المجبوب عاجز عن الجماع والتی بھا کی اھ ملخصًا بقدر الضرورۃ۔ اگر داغ لگانے سے مراد کاٹنا ہے تو اگر کان یا دُم تہائی سے زیادہ کاٹا تو اس کی قربانی ناجائز ہے اور اگر تہائی سے کم کاٹا تو اس کی قربانی جائز ہے۔ ھکذا قال صدر الشریعہ رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ علیہ فی بہار شریعت واللّٰہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم جل جلالہ وصلی المولیٰ تعالیٰ علیہ وسلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۱۶ ربیع الآخر ۱۳۸۷ھ

مسئلہ ۔ از قاری شمس الدین احمد رحمانی محلہ دمدمہ کالپی شریف جالون۔

عقیقہ میں بکری وبکرے کے علاوہ بھینس بھی کی جا سکتی ہے بسلسلۂ قربانی بھینس میں تین حصے ہوئے اور چار حصہ بسلسلۂ عقیقہ۔ تو ایک ہی ساتھ ہونا ٹھیک ہے۔ تو کیا دعاء قربانی و عقیقہ دونوں پڑھکر ذبح کرنا چاہئے؟ گوشت کی تقسیم کیسے کریں ؟

الجواب بعون الملک الوھاب بھینس کی قربانی جائز ہے۔ اس میں کچھ حصہ قربانی اور کچھ حصہ عقیقہ ہو یہ بھی جائز ہے۔ اگر ایک ہی جانور میں کچھ حصہ قربانی اور کچھ حصہ عقیقہ ہو تو وقت ذبح دونوں دعائیں پڑھے۔

ایک بھینس کی قربانی میں چند افراد کے شریک ہونے کی صورت میں جیسے گوشت تقسیم کیا جاتا ہے ویسے ہی ایک جانور میں قربانی وعقیقہ کی شرکت کی صورت میں بھی تقسیم کیا جائے گا۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۱۷ شوال ۹۴ھ

مسئلہ - از محمد حنیف مقام بیلا ایکڈارا ضلع مہوتری (نیپال)

(۱) ایک گائے یا ایک بھینس مکمل بچہ کے نام سے عقیقہ دے سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر دے سکتے ہیں تو سات حصّہ کر کے تقسیم کرنا پڑے گا یا تین حصّہ کر کے۔

(۲) جس طرح قربانی کے دنوں میں گائے بھینس میں سات افراد کی شرکت ہے اسی طرح قربانی کے علاوہ دنوں میں عقیقہ میں سات اشخاص کی شرکت درست ہے یا نہیں۔ اگر درست ہو تو اس کا طریقہ کیا ہے۔ کیونکہ عقیقہ ایک کے نام سے دو حصّہ ہیں اور ایک حصّہ بھی درست ہے جواب مرحمت ہو؟

الجواب (۱) پوری بھینس بچے کے نام عقیقہ کر سکتے ہیں کہ اس کا حکم مثل قربانی کے ہے اور قربانی کے بڑے جانور کو ایک شخص کے نام کرنا جائز ہے کما فی الکتب الفقھیۃ۔ اور گوشت سات حصّہ کر کے نہیں تقسیم کرنا پڑے گا بلکہ اس کا گوشت فقرا عزیز واقارب اور دوست واحباب کو کچا تقسیم کریں یا ان کو بطور دعوت وضیافت کھلائیں یہ سب صورتیں جائز ہیں۔ اور بعض کا قول یہ ہے کہ سری پائے حجام کو اور ایک ران دائی کو دیں باقی گوشت کے تین حصّے کریں اور ایک حصّہ فقرا کا ایک احباب کا اور ایک حصّہ گھر والے کھائیں (بہار شریعت حصہ پانزدہم ص۱۵۵)

(۲) بڑے جانور میں قربانی کی طرح عقیقہ بھی سات نام سے کرنا جائز ہے۔ جن بچوں کے نام عقیقہ کرنا ہے ان کا حصہ ایک ہو یا دو یا اس سے زیادہ دعائے عقیقہ میں ان سب کا نام لیں ہر ایک کے حصّے کا بالتفصیل ذکر ضروری نہیں بلکہ عقیقہ کی دعا کا بھی پڑھنا ضروری نہیں اس لئے کہ خدائے تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ عقیقہ کس کا ہے اور کس کی طرف سے کتنا حصّہ ہے۔ بہار شریعت حصّہ پانزدہم ص۱۵۵ میں ہے کہ عقیقہ میں جانور ذبح کرتے وقت ایک دعا پڑھی جاتی ہے اسے پڑھ سکتے ہیں اور یاد نہ ہو تو بغیر دعا پڑھے بھی ذبح کرنے سے عقیقہ ہو جائے گا۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصّواب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۶ جمادی الاولی ۱۴۰۲ھ

مسئلہ - از ولی اللہ برکاتی قصبہ مگہر محلہ شیر پور ضلع بستی

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی جگہ یہ جو دنبہ قربانی کے لئے جنت سے حضرت جبریل علیہ السلام

لائے تھے تو وہ دنبہ جنت میں کہاں سے آیا اور جب اس کی قربانی ہوئی تو قربانی ہونے کے بعد اس کا گوشت اور کھال کیا ہوا۔ بینوا توجروا

الجواب جو مینڈھا حضرت سیدنا اسماعیل علیہ السلام کے فدیہ میں حضرت سیدنا ابراھیم علیہ الصلاۃ والسلام نے ذبح فرمایا تھا وہ کہاں سے آیا تھا اس کے بارے میں اکثر مفسرین کا قول یہ ہے کہ وہ مینڈھا جنت سے آیا تھا اور یہ وہی مینڈھا تھا کہ جس کو حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام کے صاحبزادے ہابیل نے قربانی میں پیش کیا تھا اور بعض مفسرین کا قول یہ ہے کہ وہ پہاڑی بکرا تھا جو حضرت سیدنا اسماعیل علیہ الصلاۃ والسلام کے فدیہ میں ذبح ہونے کے لئے ثبیر پہاڑ سے منجانب اللہ اتارا گیا تھا۔ جیسا کہ پارہ ۲۳ رکوع ۷ کی آیت کریمہ وفدیناہ بذبح عظیم ؕ کے تحت تفسیر جلالین میں ہے من الجنۃ وھو الذی قربہ ھابیل جاء بہ جبریل علیہ السلام فذبحہ السید ابراھیم۔ اسی کے تحت صاوی میں ہے وقیل انہ کان تیساً جبلیاً اھبط علیہ من ثبیر اھ اور بحوالۂ بیضاوی جمل میں ہے قیل کان وعلا اھبط علیہ من ثبیر اھ اور تفسیر خازن میں ہے قال اکثر المفسرین کان ھذا الذبح کبشا رعی فی الجنۃ اربعین خریفا وقال ابن عباس الکبش الذی ذبحہ ابراھیم ھوالذی قربہ ابن آدم وقال الحسن ما فدی اسماعیل الا تیس من الاروی اھبط علیہ من ثبیر اھ۔ اب رہا یہ سوال کہ اس مینڈھے کا گوشت وغیرہ کیا ہوا تو صاحب روح البیان کی تفسیر سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ سر کے علاوہ باقی اجزا کو آگ آکر جلا گئی جیسا کہ امم سابقہ کے لئے مقبول قربانیوں کے بارے میں عادت الٰہیہ تھی۔ لیکن صاوی اور جمل میں ہے کہ ما بقی اجزا کو درندوں اور پرندوں نے کھایا اس لئے کہ جنتی چیزوں میں آگ مؤثر نہیں ہوتی۔ صاوی کی عبارت یہ ہے ما بقی من الکبش اکلتہ السباع والطیور لان النار لاتؤثر فیما ھو من الجنۃ اور جمل کی عبارت یہ ہے ومن المعلوم المتصور ان کل ما ھو من الجنۃ لاتؤثر فیہ النار فلم یطبخ لحم الکبش بل اکلتہ السباع والطیور تامل اھ واللہ اعلم بالصواب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۵ر جمادی الاولیٰ ۱۳۹۹ھ

مسئلہ۔ از قاری صغیر احمد قادری خطیب مسجد لچھمن شاہ بابا ریلوے اسٹیشن چار باغ لکھنؤ

قربانی کا گوشت کھانا جائز نہیں اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ قربانی کا گوشت کھایا نہ کھانے کا حکم فرمایا ہے تو زید کا یہ قول کہاں تک صحیح ہے؟ واضح جواب تحریر فرماکر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب زید کا قول بالکل غلط ہے۔ قربانی کا گوشت بلاشبہ کھانا جائز ہے۔ اللہ و رسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے کھانے کی اجازت فرمائی ہے ارشاد خداوندی ہے وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ اس آیت کریمہ کا خلاصہ یہ ہے کہ مخصوص دنوں یعنی ایام قربانی میں اللہ کے نام پر جانوروں کی قربانی کرکے ان میں سے کھاؤ اور مصیبت زدہ محتاجوں کو کھلاؤ (پ۱۷ ع ۱۱) اور ارشاد خداوندی ہے وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ۔ اس آیت مبارکہ کا مطلب یہ ہے کہ قربانی کے جانور اللہ تعالیٰ کے دین کی نشانیوں میں سے ہیں۔ بندوں کے لئے ان میں بھلائی ہے تو اللہ کا نام لیکر ان کو ذبح کرکے خود کھاؤ اور قناعت کرنے والے اور بھیک مانگنے والے کو بھی کھلاؤ (پ۱۷ ع ۱۲) اور بخاری شریف جلد اول ص۲۲۳ میں ہے عن جابر بن عبد اللہ یقول کنا لا ناکل من لحوم بدننا فوق ثلاث منیٰ فرخص لنا النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال کلوا وتزوّدوا فاکلنا وتزودنا۔ یعنی حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ قربانی کے تین دن جب تک منیٰ میں رہتے تھے کھاتے تھے اس کے بعد نہیں کھاتے تھے تو نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام نے ہم لوگوں کو اجازت دی کہ قربانی کا گوشت کھاؤ اور راستے کے لئے بھی رکھ لو تو ہم نے کھایا اور راستے کے لئے بھی رکھا۔ اور مسلم شریف کی حدیث ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا نھیتکم عن لحوم الاضاحی فوق ثلث فامسکوا ما بدأ لکم۔ یعنی میں نے تم لوگوں کو قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ کھانے سے منع فرمایا تھا تو اب میں تم کو اجازت دیتا ہوں کہ جتنے دن کے لئے چاہو رکھ لو (مشکوٰۃ شریف ص۱۵۴) ان حوالہ جات سے بالکل واضح ہوگیا کہ اللہ و رسول نے قربانی کا گوشت کھانے کی اجازت دی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اب تک کسی نے اس کی مخالفت نہیں کی۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے لے کر اب تک سب مسلمان اس کو برابر کھاتے رہے ہیں۔ لہٰذا جو قربانی کا گوشت کھانے کی مخالفت کرتا ہے اور اسے ناجائز کہتا ہے

وہ گمراہ ہے۔ خدائے تعالیٰ اسے ہدایت نصیب فرمائے آمین۔ وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۲۲ر ربیع الاول ۱۴۰۳ھ

مسئلہ۔ از منشی امام علی مقام کوٹلہ بازار پوسٹ راج محل ضلع دمکا (بہار)

(۱) ایک موضع میں قربانی کا یہ دستور ہے کہ گائے قربانی کر کے گوشت کو تین حصہ کرتے ہیں ایک حصہ فقیر و مسکین والے گوشت کو پورے بستی کا ایک جگہ جمع کرتے ہیں اور دو حصے کو اپنے حصہ داروں میں تقسیم کرتے ہیں۔ فقیر و مسکین والا حصہ جمع کرتے ہیں اس کو پورے بستی میں اس طرح تقسیم کرتے ہیں کہ جس نے قربانی کی تھی اس کو بھی دیتے ہیں اور جو قربانی نہیں کرتا اس کو بھی برابر حصہ دیتے ہیں بلکہ بستی کے جو سردار ہیں اس کو دو حصہ دیتے ہیں۔ تو قربانی کا گوشت اس طرح تقسیم کرنا جائز ہے یا نہیں؟ کیونکہ یہ حصہ فقیر مسکین کا تھا خلاصہ تحریر فرمائیں؟

(۲) قربانی کے لئے ایک چھوٹے ٹھھی کو خریدا اور سال بھر اس کو پرورش کیا اور قربانی کے موقع پر اس کو فروخت کر کے اس روپیہ سے گائے خریدا اور گائے کی قربانی کی اس طرح سے دیا کہ مثلاً ۶۰ ساٹھ روپئے میں فروخت کیا جس میں سے گائے کے دو حصے میں ۳۰ تیس روپیہ دیا اور باقی ۳۰ تیس روپیہ اپنے گھر رکھ لیا ایسا کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب (۱) قربانی مذکور کے گوشت کی تقسیم کا طریقہ یہ ہے کہ کل گوشت کا وزن سے سات حصہ کر کے ہر شریک کو اس کا حصہ سپرد کر دیا جائے پھر ہر شریک گوشت کا تین حصہ کرے ایک حصہ فقیروں کے لئے۔ ایک حصہ دوست و احباب کے لئے اور ایک حصہ اپنے گھر والوں کے لئے کرے۔ لیکن اس طرح تین حصہ کرنا بہتر ہے ضروری نہیں بلکہ اگر کسی شخص کے اہل و عیال بہت ہوں اور صاحب وسعت نہ ہو تو اس کے لئے بہتر یہ ہے کہ سارا گوشت اپنے بال بچوں کے لئے رکھ چھوڑے (بہار شریعت حصہ پانزدہم صفحہ ۱۴۴) اور جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری جلد پنجم مصری صفحہ ۲۶۴ میں ہے التصدق بھا افضل الا ان یکون الرجل ذا عیال وغیر موسع الحال فان الافضل لہ حینئذ ان یدعہ لعیالہ و یوسع علیھم کذا فی البدائع قربانی کے شرکا میں گوشت کی تقسیم کا وہ طریقہ جو سوال میں مذکور ہے صحیح نہیں۔ اول اس لئے کہ گوشت کو حصہ داروں میں تقسیم کرنے سے پہلے اس میں فقیر و مسکین والا حصہ الگ کر دیتے ہیں۔ دوسرے

اس لئے کہ جو حصہ صرف فقیر و مسکین کے لئے الگ کرتے ہیں وہ امیر و غریب سب میں تقسیم کرتے ہیں یہ ناجائز ہے ہاں اگر وہ حصہ اس نیت سے الگ کر دیتے ہیں کہ امیر و غریب سب میں تقسیم کیا جائے گا پھر اسی طرح تقسیم کرتے ہیں تو یہ جائز ہے مگر بہتر نہیں اس لئے کہ بہتر یہ ہے کہ ایک حصہ پورا غریب و مسکین میں تقسیم کیا جائے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔

(۲) قربانی کے لئے خصی خریدنے والا اگر مالک نصاب نہیں تھا تو اس پر خصی کی قربانی واجب تھی اسے بیچ کر تیس روپیہ گائے کی قربانی کے دو حصے میں صرف کرنا اور تینتیس روپیہ بچا کر اپنی ضروریات میں خرچ کرنا جائز نہیں۔ اور اگر خصی خریدنے والا مالک نصاب تھا تو اس کو تیس روپئے کے صدقہ کا حکم ہے۔ بہار شریعت جلد پانزدہم صـ۱۳۲ میں ہے کہ فقیر نے قربانی کے لئے جانور خریدا اس پر اس جانور کی قربانی واجب ہے اور غنی اگر خرید تا تو اس خریدنے سے قربانی اس پر واجب نہ ہوتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۹۸ھ

مسئلہ ۔ از محمد احسان الاعظمی مدرسہ اسلامیہ شری ڈونگر گڈھ ضلع چورو راجستھان

قربانی کا گوشت کافر کو دینا کیسا ہے؟ معتبر و مستند کتابوں کی عبارت کے ساتھ مع نام و صفحہ کے جواب مرحمت فرمائیں؟ فقط والسلام

الجواب اللھم ھدایۃ الحق والصواب کافر کی تین قسمیں ہیں حربی، مستامن اور ذمی اس میں صرف ذمی کو قربانی کا گوشت دینا جائز ہے جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری جلد پنجم مصری صـ۲۶۴ میں غیاثیہ سے ہے یھب منھا ماشاء للغنی والفقیر والمسلم والذمی اور ہمارا ملک ہندوستان اگرچہ دارالاسلام ہے اس کو دارالحرب کہنا صحیح نہیں لیکن یہاں کے کفار یقیناً ذمی نہیں کیونکہ ذمی کے لئے بادشاہ اسلام کا ذمہ ضروری ہے۔ وھو سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۱۷ محرم الحرام ۱۳۹۹ھ

مسئلہ ۔ از نور محمد مستری و بندھو شاہ وارثی۔ ہریا چندرسی ضلع گونڈہ

زید قربانی کے گوشت کو تین حصوں میں تقسیم نہیں کرتا ⅓ حصے میں اپنے دوست احباب

فقیر وغیرہم کو کھانا کھلا کر باقی گوشت بھون کر رکھ لیتا ہے اور ایک ماہ تک خود کھاتا رہتا ہے مذکورہ زید پر شرعی حکم بیان کیا جاوے۔

الجواب: تین حصے میں گوشت کے تقسیم کرنے کا حکم استحبابی ہے یعنی اگر کسی نے قربانی کا گوشت تین حصے میں تقسیم نہ کیا تو قربانی ہو جائے گی مگر ثواب کم ملے گا۔ بہار شریعت حصہ پانزدہم صفحہ ۱۴۲ میں عالمگیری کے حوالہ سے ہے بہتر یہ ہے کہ گوشت کے تین حصے کرے ایک حصہ فقراء کے لئے۔ اور ایک حصہ دوست واحباب کے لئے۔ اور ایک حصہ اپنے گھر والوں کے لئے۔ ایک تہائی سے کم صدقہ نہ کرے اور کل کو صدقہ کر دینا بھی جائز ہے۔ اور کل گھر ہی کے لئے رکھ لے یہ بھی جائز ہے۔ تین دن سے زائد اپنے اور گھر والوں کے کھانے کے لئے رکھ لینا بھی جائز ہے۔ اور بعض حدیثوں میں جو اس کی ممانعت آئی وہ منسوخ ہے۔ اگر اس شخص کے اہل وعیال بہت ہوں اور صاحب وسعت نہیں ہے تو بہتر یہ ہے کہ سارا گوشت اپنے بال بچوں کے لئے رکھ چھوڑے انتہیٰ بالفاظہٖ۔ وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۱۳ ربیع الاول ۱۳۹۷ھ

مسئلہ ۔ از ابو الکلام احمد غفرانی کسم کھور ضلع فرخ آباد (یوپی)

جس بکرے کو خصی نہیں کیا گیا ہے اس کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟ قربانی یا عقیقہ کا کچا گوشت تو کافروں کو دینا جائز نہیں۔ اگر سر یا پیر کسی غیر مسلم کو دے دیا جائے تو کیسا ہے؟ یا گوشت پکا کر اپنے یہاں کھلانا کیسا ہے؟

الجواب: جس بکرے کو خصی نہیں کیا گیا ہے اس کی قربانی بھی جائز ہے جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری جلد پنجم مصری صفحہ ۲۶۲ میں ہے یدخل فی کل جنس نوعہ والذکر والانثیٰ منہ والخصی والفحل لاطلاق اسم الجنس علی ذٰلک ـــــ دونوں باتیں منع ہیں۔ وھو تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۱۹ ذی الحجہ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ ۔ از محمد ذکی تنہواں ضلع بستی۔

قربانی کی اوجھڑی کا کھانا کیسا ہے مکروہ ہے یا مطلق حرام یا کوئی بھی اوجھڑی ہو اس کو کھا سکتے ہیں یا اس کو دفن کردیں؟ بینوا توجروا

الجواب اللھم ھدایۃ الحق والصواب قربانی کی اوجھڑی کا کھانا بھی مکروہ تحریمی ہے اور ہر مکروہ تحریمی استحقاق جہنم کا سبب ہونے میں حرام کے مثل ہے جیسا کہ درمختار میں ہے کل مکروہ ای کراھۃ تحریم حرام ای کالحرام فی العقوبۃ بالنار۔ لہذا قربانی کی اوجھڑی بھی نہ کھائیں بلکہ اسے دفن کردیں۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۲۹ شوال المکرم ۹۹ھ

مسئلہ ۔ از ابرار احمد متعلم دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف ضلع بستی

حلال جانوروں کی اوجھڑی اور آنتیں کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو قربانی کے جانور کی اوجھڑی اور آنتیں کیا کی جائیں؟

الجواب اوجھڑی اور آنتیں کھانا جائز نہیں۔ تفصیل کے لئے رسالہ "اوجھڑی کا مسئلہ" دیکھیں۔ لہذا قربانی کے جانور کی اوجھڑی اور آنتیں دفن کردی جائیں۔ البتہ اگر بھنگی کھانا چاہے تو اسے منع نہ کریں۔ اعلیحضرت امام احمد رضا بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں اوجھڑی آنتیں جن کا کھانا مکروہ ہے تقسیم نہ کی جائیں بلکہ دفن کردی جائیں اور اگر بھنگی اٹھالے منع کی حاجت نہیں (فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص۱۶۷) وھو تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم بالصواب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۲۹ ذیقعدہ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ ۔ از احسان اللہ شاہ قادری بیل گھاٹ۔ گورکھپور

قربانی کا جانور ذبح کرنے والے کو سری اور گوڑی دینا جائز ہے یا نہیں؟ مستحق کون ہے؟

الجواب اللھم ھدایۃ الحق والصواب قربانی کا چمڑا یا گوشت یا سری پائے قصاب یا ذبح کرنے والے کو اجرت میں دینا جائز نہیں۔ سری یا پائے خود کھائے یا کسی دوسرے کو بطور ہدیہ دیدے شرعاً اس کا کوئی حقدار نہیں۔ اور یہ جو ذبح کرنے والوں نے مشہور کر رکھا ہے کہ سرا ہمارا حق ہے غلط ہے

ہاں قربانی کرنے والوں کو چاہیئے کہ ذبح کرنے والے کو ذبح کرنے کے اجرت دیدے۔ پھر سری گوڑی خواہ ذبح کرنے والے کو دیں یا کسی اور کو دے دیں ھٰذا ما عندی والعلم بالحق عند اللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۱۸ر ذی الحجہ ۸۶ھ

مسئلہ۔ از نور الحق قادری پرسونی بازار۔ ضلع گورکھپور

اگر ایک مسلمان ذبح کرے اور دوسرا مسلمان قربانی کی دعا پڑھے تو قربانی ہو گی یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

الجواب قربانی کرنے والے کو بسم اللہِ۔ اللہ اکبر پڑھنا ضروری ہے قربانی کی دعا پڑھنا ضروری نہیں۔ لہٰذا اگر کسی دوسرے نے اس کی دُعا پڑھی تو بھی قربانی ہو جائے گی۔ یہاں تک کہ اگر کسی مسلمان نے قربانی کی نیت سے جانور خریدا پھر اس نے اجازت نہیں دی مگر دوسرے نے اسے قربانی کی نیت کے بغیر صرف بسم اللہ۔ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کر دیا تو مالک نے گوشت لے لیا اور ذبح کرنے والے سے تاوان نہیں لیا تو اس صورت میں بھی قربانی ہو جائے گی الاشباہ والنظائر ص ۲۲ میں ہے اشتراھا بنیۃ الاضحیۃ فذبحھا غیرہ بلا اذن فان اخذھا مذبوحۃ ولم یضمنہ اجزأتہ اھ۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ۔ چرم قربانی فروخت کر کے اس کی قیمت مسجد کی تعمیر میں براہ راست لگانا جائز ہے کہ نہیں؟

الجواب مسجد میں صرف کرنے کی نیت سے چرم قربانی فروخت کر کے اس کی قیمت براہ راست مسجد کی تعمیر میں لگانا جائز ہے فتاویٰ عالمگیری جلد پنجم مصری ص ۲۶۵ میں ہے لو باعھا بالدراھم لیتصدق بھا جاز لانہ قربۃ کالتصدق کذا فی التبیین وھکذا فی الھدایۃ والکافی اھ۔ ہاں اگر اپنی ذات پر یا اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنے کی نیت سے بیچا تو اس کی قیمت

کو براہ راست مسجد کی تعمیر میں لگانا جائز نہیں کہ اب اس کا صدقہ کرنا واجب ہے۔ اور صدقۂ واجبہ میں تملیک شرط ہے۔ کفایہ میں ہے اذا تمو لھا بالبیع وجب التصدق کذا فی الایضاح اھ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۹ ذی الحجہ ۹۹ھ

مسئلہ ۔ از عبدالرشید جام محلہ بھساول ضلع جلگاؤں (مہاراشٹر)

چرم قربانی مسجد کے کاموں میں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب چرم قربانی مسجد کے کاموں میں لگا سکتے ہیں جیسا کہ حضرت صدرالشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں قربانی کا چمڑا اپنے کام میں بھی لا سکتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ کسی نیک کام کے لئے دیدے مثلاً مسجد یا دینی مدرسہ کو دیدے یا کسی فقیر کو دیدے (بہار شریعت ص ۱۵۱/۱۵) البتہ اگر چمڑے کو اپنے خرچ میں لانے کی نیت سے بیچا تو اب اس کی قیمت مسجد میں دینا جائز نہیں۔ کفایہ علی فتح القدیر جلد ہشتم ص ۴۳۷ میں ہے اذا تمو لھا بالبیع وجب التصدق کذا فی الایضاح وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۴ ذی القعدہ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ ۔ از محمد عمران انصاری نرساچٹی ضلع دھنباد (بہار)

السلام علیکم۔ چرم قربانی کی رقم مسجد، مدرسہ، قبرستان یا عیدگاہ کی تعمیر میں لگ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب وعلیکم السلام ورحمۃ وبرکاتہ۔ قربانی کا چمڑا صدقہ کرنا واجب نہیں اس لئے کہ اس کو باقی رکھتے ہوئے اپنے کسی کام میں بھی لا سکتا ہے مثلاً اس کا مصلّٰی بنائے یا چلنی اور مشکیزہ وغیرہ۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے "یتصدق بجلدھا او یعمل منھا نحو غربال وجراب" یعنی قربانی کا چمڑا صدقہ کرے یا چلنی اور تھیلی وغیرہ بنائے۔ بلکہ قربانی کے چمڑے کو ایسی چیزوں سے بھی بدل سکتا ہے کہ جس کو باقی رکھتے ہوئے اپنے کام میں لائے جیسے کتاب وغیرہ۔ البتہ کسی ایسی چیز سے نہیں بدل سکتا کہ جس کو ختم کر کے فائدہ حاصل کرے مثلاً چاول، گیہوں اور گوشت وغیرہ جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری

کے اسی صفحہ پر ہے "لاباس بان یشتری بہ ماینتفع بعینہ مع بقائہ استحسانا ولایشتری بہ مالا ینتفع بہ الا بعد الاستھلاک نحو اللحم والطعام" ثابت ہوا کہ قربانی کے چمڑے کا وہ حکم نہیں جو زکاۃ، عشر، اور صدقۂ فطر کا ہے کہ چرم قربانی کا صدقہ کرنا واجب نہیں۔ اور اگر صدقہ کرے تو اس میں تملیک شرط نہیں لہٰذا اسے مسجد، مدرسہ، قبرستان یا عیدگاہ کی تعمیر میں لگانا جائز ہے۔ خواہ ان کے منتظمین کو چمڑا دے کر وہ بیچ کر ان کی تعمیر پر صرف کریں یا ان چیزوں کی تعمیر میں صرف کرنے کی نیت سے بیچ کر اس کی قیمت دیں یہ بھی جائز ہے۔ فتاوی بزازیہ میں ہے "ولہ ان یبیعھا بالدراھم لیتصدق بھا" لیکن اگر اپنی ذات یا اپنے اہل وعیال پر صرف کرنے کی نیت سے بیچا تو اس کی قیمت کو مسجد یا مدرسہ وغیرہ کی تعمیر پر صرف کرنا جائز نہیں کہ اب اس کا صدقہ کرنا واجب ہے اور صدقہ واجبہ میں تملیک شرط ہے کفایہ میں ہے اذا تمولھا بالبیع وجب التصدق کذا فی الایضاح وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۸ ربیع الاول ۱۴۰۰ھ

مسئولہ: از محمد اسلام۔ موضع سرسیا پوسٹ ڈبرا بستی

(۱) قربانی کے لئے خصی پالا گیا ایام قربانی سے پہلے ہی مر گیا بعدہٗ اس کا گوشت غیر مسلموں نے خرید لیا اب عندالشرع وہ پیسہ کہاں صرف کیا جاوے؟

(۲) ایسے داغے ہوئے سانڈ کا گوشت کھانا عندالشرع کیسا ہے جو کسی بت کے نام سے چھوڑا ہوا ہو اور بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کیا گیا ہو؟

الجواب: (۱) وہ روپیہ حلال وطیب ہے کسی بھی جائز کام میں اسے صرف کر سکتے ہیں اس لئے کہ اس ملک کے کافروں کے ہاتھ مردار کا گوشت بیچنا جائز ہے ھکذا فی ردالمحتار وبہار شریعت واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم

(۲) جائز ہے واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۸ رجب المرجب ۱۳۹۷ھ

مسئلہ ۔ از قاضی صالح محمد رتن نگر ضلع چورو (راجستھان)

عقیقہ اور قربانی کی کھال قبرستان کی حفاظت کے لئے خرچ کر سکتے ہیں یا نہیں ؟

الجواب فقہائے کرام تصریح فرماتے ہیں کہ قربانی کے چمڑے کو باقی رکھتے ہوئے اسے اپنے کام میں بھی لا سکتا ہے مثلاً مصلیٰ بنائے یا چلنی یا مشکیزہ وغیرہ ۔ فتاویٰ عالمگیری جلد پنجم مصری ص۲۶۵ میں ہے یتصدق بجلدھا او یعمل منھا نحو غربال وجراب ۔ یعنی قربانی کا چمڑا صدقہ کرے یا چلنی اور تھیلی وغیرہ بنائے ۔ معلوم ہوا کہ قربانی کے چمڑے کا وہ حکم نہیں جو زکوٰۃ اور صدقۂ فطر کا ہے کہ چرم قربانی کا صدقہ کرنا واجب نہیں اور اگر صدقہ کرے تو اس میں تملیک نہیں شرط ہے اور زکوٰۃ وغیرہ میں تملیک شرط ہے اسی لئے زکوٰۃ کو تعمیر مسجد یا حفاظت قبرستان میں صرف کرنا جائز نہیں کما صرح فی کتب الفقہ ۔ اور چرم قربانی کو حفاظت قبرستان میں صرف کرنا جائز ہے اور یہی حکم عقیقہ کی کھال کا بھی ہے ۔ البتہ اگر چرم قربانی کو اپنی ذات پر خرچ کرنے کی نیت سے بیچا تو اب اس پیسہ کو حفاظت قبرستان میں خرچ کرنا جائز نہیں کہ اس صورت میں اس کا صدقہ کرنا واجب ہے اور صدقۂ واجبہ میں تملیک شرط ہے ۔ کفایہ میں ہے اذا تمولھا بالبیع وجب التصدق کذا فی الایضاح اھ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۱۹ر جمادی الاولیٰ ۱۴۰۰ھ

مسئلہ ۔ از عبد الحمید ساکن بشن پور ٹنٹنواں ۔ بچپیڑوا ضلع گونڈہ

چرم قربانی کی قیمت سے مسجد کا کوئی حصّہ تعمیر کیا جا سکتا ہے یا نہیں ؟ زید کا قول ہے کہ چرم قربانی کی قیمت سے مسجد کو تعمیر کیا جا سکتا ہے ۔ زید دلیل میں بہار شریعت حصّہ پانزدہم ص۱۲۴ کی یہ عبارت پیش کرتا ہے " قربانی کا چمڑا اپنے کام میں بھی لا سکتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ کسی نیک کام کے لئے دیدے مثلاً مسجد یا دینی مدرسہ کو دیدے یا کسی فقیر کو دیدے " اس عبارت میں کسی قسم کی تشریح قیمت وغیرہ کا نہیں ہے تو مسجد میں چرم کس صورت میں صرف ہو سکتا ہے ۔ مُفصّل و مدلل مع حوالۂ کتب جواب تحریر فرمانے کی زحمت کریں ۔ بیّنوا توجروا

الجواب بعون الملک الوھّاب قربانی کا چمڑا صدقہ کرنا واجب نہیں ہے ۔ اسی لئے فقہائے کرام

تصریح فرماتے ہیں کہ اس کو باقی رکھتے ہوئے اپنے کسی جائز کام میں بھی لاسکتا ہے مثلاً اس کا مُصَلّیٰ بنائے یا چلنی اور مشکیزہ وغیرہ بنائے یا کتابوں کی جلدوں وغیرہ میں لگائے یہ سب جائز ہے۔ فتح القدیر جلد ہشتم ص۴۳۷ میں ہے الانتفاع بنفس جلد الاضحیۃ غیر محرم اھ۔ یعنی قربانی کے چمڑے کو باقی رکھتے ہوئے اسے کام میں لانا حرام نہیں ہے۔ اور درمختار مع شامی جلد خامس ص۲۰۹ میں ہے یتصدق بجلدھا او یعمل منہ نحو غربال وجراب و قربۃ وسفرۃ ودلو اھ۔ یعنی قربانی کا چمڑا صدقہ کردے یا چلنی، تھیلی، مشکیزہ، دسترخوان اور ڈول وغیرہ بنائے۔ اور فتاویٰ عالمگیری جلد پنجم مصری ص۲۶۵ میں ہے یتصدق بجلدھا او یعمل منھا نحو غربال وجراب اھ۔ یعنی قربانی کا چمڑا صدقہ کرے یا چلنی اور تھیلی وغیرہ بنائے۔ اور فتاویٰ قاضی خاں جلد ثالث مع ہندیہ ص۳۸۷ میں ہے لاباس بان یتخذ من جلد الاضحیۃ فروا او بساطا او متکاء یجلس علیہ اھ۔ یعنی قربانی کے چمڑے کا لباس، بستر یا بیٹھنے کے لئے تکیہ بنانے میں کوئی حرج نہیں۔ اور فتاویٰ بزازیہ جلد سوم مع ہندیہ ص۲۷۹ میں ہے یجوز الانتفاع بجلدھا بان یتخذ فراشا او فروا او جرابا او غربالا اھ۔ یعنی قربانی کے چمڑے کو اپنے کام میں لانا جائز ہے کہ بستر بنائے یا پوستین، تھیلی اور چلنی بنائے ـــــ بلکہ قربانی کے چمڑے کو ایسی چیزوں سے بھی بدل سکتا ہے کہ جس کو باقی رکھتے ہوئے اپنے کام میں لائے جیسے چلنی، مشکیزہ اور کتاب وغیرہ البتہ کسی ایسی چیز سے نہیں بدل سکتا کہ جس کو ختم کرکے فائدہ حاصل کرے مثلاً چاول، گیہوں اور گوشت وغیرہ جیسا کہ فتاویٰ ہندیہ جلد پنجم مصری ص۲۶۵ میں ہے لاباس بان یشتری بہ مالا ینتفع بہ الا بعد الاستھلاک نحو اللحم والطعام اھ۔ اور فتاویٰ قاضی خاں میں ہے لاباس بان ینتفع باھاب الاضحیۃ او یشتری بھا الغربال والمنخل اھ۔ اور فتاویٰ بزازیہ میں ہے لہ ان یشتری متاع البیت کالجراب والغربال والخف لا الخل والزیت واللحم اھ۔ ان حوالہ جات سے خوب ظاہر ہوگیا کہ قربانی کے چمڑے کا وہ حکم نہیں ہے جو زکاۃ، عشر اور صدقۂ فطر کا ہے کہ چرم قربانی کا صدقہ کرنا واجب نہیں اور اگر صدقہ کرے تو اس میں تملیک شرط نہیں۔ اور زکاۃ وغیرہ میں تملیک شرط ہے۔ اسی لئے زکاۃ کا مسجد یا مدرسہ کی تعمیر میں صرف کرنا جائز نہیں۔ کما صرح فی الکتب الفقھیۃ اور چرم قربانی کو مسجد یا اس کے مینارے وغیرہ کی تعمیر میں صرف کرنا جائز ہے خواہ متولیِ مسجد کو چمڑا دے کہ وہ بیچ کر مسجد کی تعمیر پر صرف کرے یا مسجد میں صرف کرنے کی نیت سے بیچ

کہ اس کی قیمت دے ہر طرح جائز ہے اور بہار شریعت کی عبارت کا یہی مطلب ہے۔ فتاوی عالمگیری ج ۵ ص ۲۶۵ میں ہے لو باعھا بالدراھم لیتصدق بھا جاز لانہ قربۃ کالتصدق کذا فی التبیین وھکذا فی الھدایۃ والکافی اھ۔ اور فتاوی بزازیہ میں ہے لہ ان یبیعھا بالدراھم لیتصدق بھا اھ اور فتاوی خانیہ میں ہے ان باعہ بدراھم او فلوس یتصدق بثمنہ فی قول اصحابنا رحمھم اللہ تعالی اھ۔ اور جوہرہ نیرہ جلد ثانی ص ۲۵۵ میں ہے فان باع الجلد او اللحم بالفلوس او الدراھم او الحنطۃ تصدق بثمنہ لان القربۃ انتقلت الی بدلہ اھ۔ اور حدیث شریف میں جو بیچنے کی ممانعت ہے اس سے مراد اپنے لئے بیچنا ہے ۔۔۔ فتاوی عالمگیری میں لا یبیعہ بالدراھم لینفق الدراھم علی نفسہ وعیالہ اھ یعنی اپنی ذات پر اور اپنے اہل و عیال پر خرچ کرنے کے لئے چمڑے کو بیچنا جائز نہیں۔ اور خانیہ میں ہے لیس لہ ان یبیع الجلد لینفق الثمن علی نفسہ او عیالہ اھ۔ یعنی قربانی کے چمڑے کو اس لئے بیچنا کہ اس کی قیمت اپنی ذات پر یا اپنے اہل و عیال پر خرچ کرے گا جائز نہیں۔ اور اگر اپنی ذات پر صرف کرنے کرنے کی نیت سے بیچا تو اس کی قیمت کو مسجد یا مدرسہ کی تعمیر پر صرف کرنا جائز نہیں کہ اب اس کا صدقہ کرنا واجب ہے اور صدقہ واجبہ میں تملیک شرط ہے کفایہ میں ہے اذا تمولھا بالبیع وجب التصدق کذا فی الایضاح اھ ھذا ما ظھر لی والعلم عند المولی تعالی ورسولہ الاعلی جل جلالہ وصلی المولی تعالی علیہ وسلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۲۴ ذی الحجہ ۹۹ھ

مسئلہ۔ از عبد الرسول قادری متعلم جامعہ برکاتیہ سید العلوم کاسگنج ضلع ایٹہ

عید الاضحی کے موقع پر قربانی کی کھالیں چھوٹے چھوٹے مکاتب والے جمع کر لیتے ہیں اس رقم کو مدرسین کی تنخواہوں میں دیگر ضروریات میں صرف کرتے ہیں۔ ایک عالم کا کہنا ہے کہ ان کو اجرت میں دینا جائز نہیں ہے اور نہ ہی اسکول کی عمارت وغیرہ میں صرف کر سکتے ہیں۔ بلکہ اس رقم کو طلبۂ علم دین جو نادار ہوں ان پر خرچ کرنا چاہئے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب قربانی کی کھالیں چھوٹے چھوٹے مکاتب والے بھی جمع کرنے کے بعد جہاں چاہیں خرچ

کریں جائز ہے چاہے مدرسین کی تنخواہ میں دیں یا مدرسہ بنائیں کہ چرم قربانی کا صدقہ کرنا افضل ہے واجب نہیں۔ اور جس چیز کا صدقہ کرنا واجب نہیں اس میں تملیک فقیر ضروری نہیں۔ اسی لئے اگر صدقہ نہیں کیا اور مصلیٰ یا مشکیزہ وغیرہ بنا کر اپنے کام میں لایا تو یہ بھی جائز ہے۔ جیسا کہ درمختار مع شامی جلد پنجم صفحہ ۲۰۹ میں ہے یتصدق بجلدها او یعمل منها نحو غربال وجراب وقربة وسفرة و دلو اهـ۔ وهو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۲۷ ذی الحجہ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ۔ از جوکھو موضع دھوبہی۔ ضلع بستی

قربانی کا چمڑا کن لوگوں کو دینا جائز ہے۔ شریعت مطہرہ کی روشنی میں تحریر فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب قربانی کا چمڑا ہر مسلمان کو دینا جائز ہے خواہ وہ غریب ہو یا امیر اور چھلنی وغیرہ بنا کر یا مصلیٰ کے طور پر اپنے کام میں لانا بھی جائز ہے۔ لیکن چمڑا بیچ کر پیسے اپنے کام میں نہیں لا سکتا اور چمڑا یا اس کا پیسہ کسی کام کی اجرت میں دینا جائز نہیں۔ بہار شریعت جلد پانزدہم صفحہ ۱۵۱ میں ہے "قربانی کا چمڑا اپنے کام میں بھی لا سکتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ کسی نیک کام کے لئے دیدے۔ مثلاً مسجد یا دینی مدرسہ کو دیدے یا کسی غریب کو دیدے۔ بعض جگہ یہ چمڑا مسجد کے امام کو دیا جاتا ہے۔ اگر امام کی تنخواہ میں نہ دیا جاتا ہو بلکہ اعانت کے طور پر ہو تو حرج نہیں" انتھی بالفاظہ۔ بعض لوگ چرم قربانی تکیہ دار کو دیتے ہیں اگر امداد و اعانت کے طور پر دیتے ہوں تو حرج نہیں اور اگر کام لینے کے بدلے میں دیتے ہوں تو جائز نہیں لقوله علیه الصلوٰة والسلام لعلی رضی الله تعالیٰ عنه لا تعط اجر الجزار منها۔ والله تعالیٰ اعلم بالصواب

الجواب صحیح
غلام جیلانی قادری چشتی

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۱۲ محرم الحرام ۱۳۹۰ھ

مسئلہ۔ از غلام غوث بستوی

دیہات میں جہاں کے لوگ نماز عیدین پڑھتے ہوں وہاں نماز عید الاضحیٰ سے پہلے قربانی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب دیہات میں نماز سے پہلے قربانی جائز ہے۔ ہاں شہر میں جب تک نماز عید اضحیٰ نہ ہو جائے۔ قربانی جائز نہیں واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ عبداللہ خاں عزیزی
یکم محرم الحرام ۱۳۹۲ھ

الجواب صحیح واللہ تعالیٰ اعلم
فقیر مصطفےٰ رضا غفرلہٗ

مسئلہ۔ سلمان احمد جاہدی ناظم مدرسہ فیض الاسلام باسنی ناگور (راجستھان)

جانور میں چرم کے علاوہ کوئی عضو صدقہ نہیں نیز مسجدوں کے اماموں کو چرم دینی کس طرح جائز ہے جب کہ زمانہ حاضرہ کی مہنگائی کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کی تنخواہ معمولی ہو۔

الجواب قربانی کے جانور کا نہ چرم صدقہ کرنا واجب ہے نہ گوشت۔ اگر چاہے تو سب صدقہ کر دے ثواب پائے گا اور اگر کچھ نہ صدقہ کرے بلکہ چمڑے کو مصلیٰ یا مشک وغیرہ بنا کر اپنے گھر رکھے اور کل گوشت اپنے بچوں کے لئے رکھ چھوڑے تو کوئی گناہ نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری جلد پنجم مصری ص۲۶۵ میں ہے یتصدق بجلدھا او یعمل منہ نحو غربال وجراب اور اسی کتاب اسی جلد کے ص۲۶۴ میں ہے لو تصدق بالکل جاز ولو حبس الکل لنفسہ جاز ولہ ان یدخر الکل لنفسہ فوق ثلثۃ ایام الا ان الطعامھا والتصدق بھا افضل الا ان یکون الرجل ذا عیال وغیر موسع الحال فان الافضل لہ حینئذ ان یدعہ لعیالہ ویوسع علیھم بہ کذا فی البدائع۔ اور مسجد کے اماموں کو بطور نذر چرم قربانی دینا جائز ہے چاہے وہ امیر ہو یا غریب۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
یکم صفر المظفر ۱۴۰۲ھ

مسئلہ۔ از جمیل احمد نوری۔ دوکان ۲۷ روڈ ویز بس اسٹیشن۔ فیض آباد

قربانی کی کھال مسجد میں لگ سکتی ہے یا نہیں؟ قربانی کی کھال فروخت کر کے اس کا پیسہ تعمیر میں لگایا جا سکتا ہے یا نہیں؟ اور مسجد میں اگر کھال کا پیسہ لگ سکتا ہے تو کس طرح سے۔ وضاحت کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب قربانی کی کھال مسجد میں دے کہ اس کا منتظم بیچ کر اسے مسجد میں لگائے۔ یا مسجد میں صرف کرنے کی نیت سے خود فروخت کر کے اس کا پیسہ تعمیر مسجد میں لگائے دونوں صورتیں جائز ہیں کہ قربانی کی کھال

کا صدقہ کرنا افضل ہے واجب نہیں۔ اسی لئے کھال کو باقی رکھتے ہوئے اپنے کام میں لانا بھی جائز ہے مثلاً نماز کے لئے مصلیٰ بنائے یا مشکیزہ وغیرہ۔ جیساکہ درمختار مع شامی جلد پنجم صفحہ ۲۰۹ میں ہے یتصدق بجلدھا او یعمل منھا نحو غربال وجراب وقربۃ وسفرۃ ودلو اھ۔ ہاں اگر اپنے خرچ میں لانے کی نیت سے چرم بیچا تو اس صورت میں بغیر حیلۂ شرعی اس کی قیمت مسجد میں لگانا جائز نہیں کہ اب اس کا پیسہ صدقہ کرنا واجب ہے۔ جیساکہ کفایہ مع فتح القدیر جلد ہشتم صفحہ ۴۳۷ پر ہے اذا تمولھا بالبیع وجب التصدق کذا فی الایضاح۔ وھو سبحانہ اعلم بالصواب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۲۲؍ ذی الحجہ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ ۔ از چاند علی رضوی سنی نورانی مسجد سوریہ نگر وکرولی بمبئی ۸۳

کسی شخص نے قربانی کی کھال مسجد میں دی تو وہ کھال مسجد کے اندر لگ سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب قربانی کا چمڑا صدقہ کرنا واجب نہیں اسی لئے فقہائے کرام تصریح فرماتے ہیں کہ اس کو باقی رکھتے ہوئے اپنے کسی جائز کام میں لا سکتا ہے مثلاً اس کا مصلیٰ بنائے یا چلنی اور مشکیزہ وغیرہ جیساکہ فتح القدیر درمختار، فتاویٰ عالمگیری اور فتاویٰ قاضی خاں وغیرہ میں ہے بلکہ قربانی کے چمڑے کو ایسی چیزوں سے بھی بدل سکتا ہے کہ جس کو باقی رکھتے ہوئے اپنے کام میں لائے جیسے چلنی مشکیزہ اور کتاب وغیرہ البتہ کسی ایسی چیز سے نہیں بدل سکتا کہ جس کو ختم کر کے فائدہ حاصل کرے مثلاً چاول گیہوں اور گوشت وغیرہ۔ ایسا ہی فتاویٰ عالمگیری۔ فتاویٰ قاضی خاں اور فتاویٰ بزازیہ میں ہے جس سے ظاہر ہوا کہ قربانی کے چمڑے کا وہ حکم نہیں جو زکوٰۃ، عشر اور صدقۂ فطر کا ہے کہ چرم قربانی کا صدقہ کرنا واجب نہیں اور اگر صدقہ کرے تو اس میں تملیک شرط نہیں اور زکوٰۃ وغیرہ میں تملیک شرط ہے اسی لئے زکوٰۃ کو مسجد و مدرسہ کی تعمیر میں صرف کرنا جائز نہیں کما صرح فی الکتب الفقھیۃ۔ اور چرم قربانی کو مسجد کی تعمیر یا اس کی دیگر ضروریات میں صرف کرنے کے لئے دینا جائز ہے کہ قربانی کی کھال مسجد کے ہر کام میں لگ سکتی ہے ہاں اگر چمڑے کو اپنی ذات پر خرچ کرنے کی نیت سے بیچا تو اب اس قیمت کو مسجد میں دینا جائز نہیں اس لئے کہ اب اس قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہے اور جس چیز کا صدقہ کرنا واجب ہو وہ مسجد میں نہیں لگ سکتی کفایہ میں ہے اذا تمولھا بالبیع وجب التصدق کذا فی الایضاح اھ۔

وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۲؍ ذی الحجہ ۱۴۰۰ھ

مسئلہ۔ از ابرار احمد شمسی معین الاسلام دارالعلوم اہلسنت، پرانی بستی

زکوٰۃ یا چرم قربانی کا پیسہ مسلمانوں کی عام قبرستانوں کی چہار دیواری یا دوسری ضروریات میں صرف کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ نیز چکبندی میں گورنمنٹ کی طرف سے قبرستان کے لئے عطا کی ہوئی زمین جو بالکل خالی پڑی ہے اس کی چہار دیواری کے لئے چرم قربانی کے پیسے تصرف میں لائے جا سکتے ہیں یا نہیں؟ بحوالۂ قرآن وحدیث تحریر فرما کر مشکور فرمائیں۔

الجواب: زکوٰۃ کی رقم قبرستان کی دیوار یا مسجد اور مدرسہ وغیرہ کی تعمیر میں نہیں صرف کر سکتے کہ زکاۃ میں تملیک شرط ہے فتاویٰ عالمگیری میں ہے لا یجوز ان یبنی بالزکاۃ المسجد وکذا الحج وکل ما تملیک فیہ کذا فی التبیین ملخصا۔ اگر زکاۃ کی رقم ان چیزوں کی تعمیر میں صرف کرنا چاہیں تو کسی غریب آدمی کو دیدیں پھر وہ اپنی طرف سے ان چیزوں کی تعمیر پر صرف کرے تو ثواب دونوں کو ملے گا ھکذا قال صدر الشریعۃ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فی بہار شریعت ناقلا عن ردّ المحتار اور چرم قربانی کو قدیم وجدید قبرستان کی دیوار یا مسجد اور مدرسہ وغیرہ کی تعمیر میں صرف کر سکتے ہیں کہ اس کی تملیک اور صدقہ واجب نہیں بلکہ چمڑے کو باقی رکھتے ہوئے اسے اپنے کام میں بھی لا سکتا ہے مثلاً اس کی جانماز، چلنی، تھیلی، مشکیزہ، دسترخوان اور ڈول وغیرہ بنائے یا کتابوں کی جلدوں میں لگائے یہ سب کر سکتا ہے (بہار شریعت ج ۱۵ صفحہ ۱۴۴) اور در مختار میں ہے یتصدق بجلدھا او یعمل منہا نحو غربال وجراب وقربۃ وسفرۃ ودلو اھ۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۱۸؍ ذی الحجہ ۱۳۹۸ھ

کتابُ الحَظر وَالاِبَاحَۃ

حضر و اباحت اور متفرق مسائل

مسئلہ: از اللہ بخش پنچیڑہ ضلع رتلام (ایم۔ پی)

پانچوں وقت باجماعت نماز پڑھنے کے بعد مسلمانوں کا آپس میں مصافحہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: مصافحہ کرنا سنت ہے۔ حدیث شریف میں اس کی بہت فضیلت آئی ہے اور نماز باجماعت کے بعد بلاشبہ جائز ہے۔ درمختار کتاب الحظر والاباحۃ باب الاستبراء میں ہے تجوز المصافحۃ ولو بعد العصر وقولھم انہ بدعۃ ای مباحۃ حسنۃ کما افادہ النووی فی اذکارہ ملخصا بقدر الضرورۃ یعنی بعد نماز عصر بھی مصافحہ کرنا جائز ہے اور فقہاء نے جو اسے بدعت فرمایا تو وہ بدعت مباحہ حسنہ ہے جیسا کہ امام نووی نے اپنے اذکار میں فرمایا۔ اسی کے تحت ردالمحتار میں ہے۔ قال اعلم ان المصافحۃ مستحبۃ عند کل لقاء واما ما اعتادہ الناس من المصافحۃ بعد صلاۃ الصبح والعصر فلا اصل لہ فی الشرع علی ھذا الوجہ ولکن لا باس بہ ــ قال الشیخ ابو الحسن البکری وتقییدہ بما بعد الصبح والعصر علی عادۃ کانت فی زمنہ والا فعقب الصلاۃ کلھا کذالک ملخصا بقدر الضرورۃ۔ شامی جلد پنجم ص۲۵۲۔ یعنی امام نووی نے فرمایا کہ ہر ملاقات کے وقت مصافحہ کرنا سنت ہے اور فجر و عصر کی نماز کے بعد جو مصافحہ کا رواج ہے اس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں لیکن اس میں کوئی حرج بھی نہیں۔ شیخ ابو الحسن بکری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ صبح اور عصر کی قید فقط لوگوں کی عادت کی بنا پر ہے جو امام نووی کے زمانہ میں تھی ورنہ ہر نماز کے بعد مصافحہ کا یہی حکم ہے یعنی جائز ہے ــ ھذا ما عندی والعلم بالحق عند اللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ کتبہ جلال الدین احمد الامجدی ۵؍ ربیع النور ۱۳۸۷ھ۔

مسئلہ: از حافظ لئیق احمد انصاری۔ رائے بریلی

(۱) وسیلہ فرض ہے یا واجب؟ سنت ہے یا مستحب؟ کتاب وسنت کی روشنی میں تحریر فرمائیں۔

(۲) بزرگان دین کے وصال کے بعد ان کے مزارات یا ان کے ذوات سے توسل کا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا طریقہ بتایا ہے؟ اور حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی وفات کے بعد صحابۂ کرام آپ کے روضۂ اقدس سے کس طرح توسل کرتے رہے؟

(۳) زید جو عالم دین ہے دوران تقریر کہا کہ غیر اللہ سے استمداد جائز ہے۔ تو کیا قرآن وحدیث میں اس کی کوئی اصل ہے؟ نیز اللہ ورسول نے اس کا حکم فرمایا ہے یا نہیں؟

الجواب: وسیلہ بالاعمال فرض ہے یعنی ایسے اعمال کو اختیار کرنا جس سے خدائے تعالیٰ کی نزدیکی حاصل ہو بندوں پر فرض ہے۔ اور وسیلہ بالذوات جائز ومستحسن ہے اس لئے کہ وسیلہ اس عمل یا ذات کو کہتے ہیں کہ جس کے ذریعہ خدائے تعالیٰ کا قرب حاصل کیا جائے جیسا کہ پ ۶ ع ۱۰ کی آیت کریمہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ کے تحت تفسیر کشاف میں ہے وھی شاملۃ للذوات والاعمال لان الوسیلۃ کل ما یتوسل بہ ای یتقرب بہ الی اللہ تعالیٰ من قرابۃ اوضیعۃ او غیر ذلک اھ۔

(۲) بزرگان دین کے مزارات اور ان کی ذوات سے وسیلہ جائز ہے۔ اور جائز کام کے لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا طریقہ بتانا ضروری نہیں۔ مسلمانوں کو اختیار ہے وہ جائز طریقہ پر جس طرح بھی چاہیں انکو وسیلہ بنائیں۔ جیسے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اداروں کے جشن منانے کا کوئی طریقہ نہیں بتایا تو ندوۃ العلماء لکھنؤ اور دیوبند کے بڑے بڑے مولویوں نے اپنے دار العلوم کا جس طرح چاہا جشن منایا بلکہ اس کا آغاز ایک کافرہ عورت سے کرایا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضور کے روضۂ اقدس سے مختلف طریقے پر توسل کیا کرتے تھے۔ حضرت ابو الجوزاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے قال قحط اھل مدینۃ قحطا شدیدا فشکوا الی عائشۃ فقالت انظروا قبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فاجعلوا منہ کوی الی السماء حتی لا یکون بینہ وبین السماء سقف ففعلوا فمطروا مطرا حتی نبت العشب وسمنت الابل حتی تفتقت من الشحم فسمی عام الفتق۔ یعنی حضرت ابو جوزاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مدینہ منورہ میں سخت قحط پڑ گیا لوگوں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شکایت کی۔ آپ نے فرمایا کہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام کی قبر مبارک کو دیکھ کر اس کے مقابل آسمان کی جانب چھت میں سوراخ کر دو یہاں تک کہ قبر انور اور آسمان کے درمیان حجاب نہ رہے پس انھوں نے

ایسا ہی کیا تو اس زور کی بارش ہوئی کہ خوب سبزہ اگا اور اونٹ فربہ ہو گئے یہاں تک کہ ان کی چربی پھٹی پڑتی تھی تو اس سال کو خوشحالی کا سال کہا جانے لگا (دارمی، مشکوٰۃ صفحہ ۵۴۵) حضرت علامہ سمہودی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (المتوفی ۹۱۱ھ) تحریر فرماتے ہیں کہ آج کل قحط کے وقت اہل مدینہ کا طریقہ یہ ہے کہ حجرہ شریف کے گرد جو مقصورہ ہے اس کا وہ دروازہ جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک کے سامنے ہے کھول دیتے ہیں اور وہاں جمع ہوتے ہیں (وفاء الوفاء جلد اول صفحہ ۳۹۸) اور امام بیہقی و ابن ابی شیبہ نے مالک الدار سے روایت کی ہے۔ اصاب الناس قحط فی زمن عمر بن الخطاب فجاء رجل (بلال بن حارث مزنی صحابی) الی قبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ استسق اللہ لامتك فانھم قد ھلکوا فاتاہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی المنام فقال ائت عمر فاقرأہ السلام واخبرھم انھم یسقون۔ یعنی حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں ایک مرتبہ قحط پڑا تو ایک صحابی یعنی حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مزار اقدس پر حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ اپنی امت کے لئے اللہ تعالیٰ سے پانی مانگئے کہ وہ ہلاک ہوئی جاتی ہے۔ رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے خواب میں تشریف لائے اور ارشاد فرمایا عمر کو جا کر سلام کہو اور لوگوں کو خبر کر دو کہ جلد پانی برسنے والا ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے قرۃ العینین میں اس حدیث کو نقل کر کے لکھا کہ رواہ عمر فی الاستیعاب اور امام قسطلانی نے مواہب میں فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

(۳) زید نے صحیح کہا۔ بے شک غیر اللہ سے استمداد جائز ہے۔ جیسا کہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں حجۃ الاسلام امام محمد غزالی گفتہ ہر کہ استمداد کردہ شود بوے در حیات استمداد کردہ می شود بوے بعد از وفات ویکے از مشائخ عظام گفتہ است دیدم چہار کس را از مشائخ کہ تصرف می کنند در قبور خود مانند تصرفہائے ایشاں در حیات خود یا بیشتر شیخ معروف کرخی و شیخ عبد القادر جیلانی و دو کس دیگر را از اولیاء شمردہ ومقصود حصر نیست آنچہ خود دیدہ ویافتہ است گفتہ وسیدی احمد بن مرزوق کہ از اعاظم فقہاء وعلماء ومشائخ دیار مغرب ست گفت کہ روزے شیخ ابو العباس حضرمی از من پرسید کہ امداد حی اقوی ست یا امداد میت من بگفتم قومے می گویند کہ امداد حی قوی تر ست ومن می گویم کہ امداد میت قوی تر ست پس شیخ گفت نعم زیرا کہ وے در بساط حق ست ودر حضرت اوست ونقل دریں معنیٰ ازیں طائفہ بیشتر ازاں است کہ حصر واحصا کردہ شود ویافتہ نمی شود در کتاب وسنت واقوال سلف صالح کہ منافی ومخالف ایں باشد ورد کند ایں را۔ یعنی حجۃ الاسلام حضرت محمد غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے کہ جس سے زندگی میں مدد طلب کی جاتی ہے اس سے اس کی

وفات کے بعد بھی مدد طلب کی جاسکتی ہے۔ مشائخ میں سے ایک نے فرمایا کہ میں نے بزرگوں سے چار شخص کو دیکھا کہ وہ اپنی قبروں میں ویسے ہی تصرف کرتے ہیں جیسے اپنی زندگی میں یا کچھ زیادہ۔ شیخ معروف کرخی وشیخ عبد القادر جیلانی اور دو دوسرے حضرات کو۔ اور مقصود حصر نہیں ہے جو خود دیکھا اور پایا کہا۔ اور سیدی احمد بن مرزوق جو عظام فقہاء وعلماء ومشائخ مغرب میں سے ہیں انھوں نے فرمایا کہ ایک دن شیخ ابو العباس حضرمی نے مجھ سے پوچھا کہ زندہ کی امداد زیادہ قوی ہے یا فوت شدہ کی۔ میں نے کہا ایک قوم کہتی ہے کہ زندہ کی امداد زیادہ قوی ہے اور میں کہتا ہوں کہ فوت شدہ کی امداد زیادہ قوی ہے تو شیخ ابو العباس نے فرمایا ہاں - اس لئے کہ وہ بارگاہ حق میں ہے اور اس کے حضور ہیں۔ اور اس گروہ سے اس معنی کی نقل حصر واحصا کی حد سے باہر ہے۔ اور کتاب وسنت نیز اقوال سلف میں کوئی بات ایسی نہیں پائی جاتی جو اس کے منافی ہو (اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۷۱۵) اور جب کتاب وسنت میں کوئی ایسی بات نہیں پائی جاتی جو غیر اللہ سے استمداد کے منافی ہو تو یہی قرآن وحدیث سے اس کے جواز کی اصل ہے۔ جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ اور مستدرک حاکم میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں الحلال ما احل اللہ فی کتابہ والحرام ما حرم اللہ فی کتابہ وما سکت عنہ فھو مما عفا عنہ۔ یعنی حلال وہ ہے جو خدائے تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حلال فرمایا اور حرام وہ ہے جو خدائے تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حرام فرمایا اور جس کا کچھ نہیں ذکر فرمایا وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے معاف ہے یعنی اس کے فعل پر کچھ مواخذہ نہیں۔

امام المحدثین حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث کے تحت ارشاد فرماتے ہیں فیہ ان الاصل فی الاشیاء الاباحۃ۔ یعنی اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے اور امام عارف باللہ سیدی عبد الغنی نابلسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔ لیس الاحتیاط فی الافتراء علی اللہ تعالیٰ باثبات الحرمۃ او الکراھۃ الذین لابد لھما من دلیل بل فی الاباحۃ التی ھی الاصل یعنی یہ احتیاط نہیں بلکہ کسی چیز کو حرام یا مکروہ کہہ کر خدائے تعالیٰ پر افترا کیا جائے کہ حرمت وکراہت کے لئے دلیل درکار ہے بلکہ احتیاط اس میں ہے کہ اباحت مانی جائے اس لئے کہ اصل وہی ہے۔ اور جائز ہونے کے لئے اللہ ورسول کا حکم فرمانا ضروری نہیں جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث سے ثابت ہوا۔ اسی لئے مسلمانوں میں بیشمار چیزیں ایسی رائج ہیں کہ جن کا اللہ ورسول نے حکم نہیں فرمایا۔ وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب

جلال الدین احمد الامجدی

۲۰ رشوال المکرم ۱۴۰۲ھ

مسئلہ :- از محمد خاطر رضوی ٹیلی فون اکسچینج آفس سورینڈر نگر (سوراشٹر)

حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذاتی نام "محمد" کے پہلے یا لگا کر پکارنا یعنی یا محمد کہنا شرعاً کیسا ہے ؟

الجواب :- سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذاتی نام محمد کے پہلے یا لگا کر پکارنا حرام وناجائز ہے قرآن مجید پارہ ۱۸ ر رکوع ۱۵ ر میں ہے لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا۔ یعنی رسول کا پکارنا آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسے ایک دوسرے کو پکارتے ہو کہ اے زید! اے عمر! بلکہ یوں عرض کرو۔ یارسول اللہ، یانبی اللہ۔ ابونعیم حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا کانوا یقولون یا محمد یا ابا القاسم فنھٰھم اللہ عن ذالک اعظاما لنبیہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالوا یانبی اللہ یارسول اللہ۔ یعنی پہلے حضور کو یا محمد یا ابا القاسم کہا جاتا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی تعظیم کے لئے اس سے منع فرمایا اس وقت سے صحابۂ کرام یارسول اللہ یانبی اللہ کہا کرتے۔ اور بیہقی امام علقمہ سے، امام اسود اور ابونعیم امام حسن بصری اور امام سعید بن جبیر سے آیت کریمہ کی تفسیر میں روایت کرتے ہیں کہ لا تقولوا یا محمد ولکن قولوا یارسول اللہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یا محمد نہ کہو۔ بلکہ یانبی اللہ یارسول اللہ کہو۔ اسی لئے علماء کرام تصریح فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ذاتی نام لے کر ندا کرنی حرام ہے اور بے شک یہی ہونا بھی چاہیئے اس لئے کہ جب اس کا مالک و مولیٰ تبارک و تعالیٰ نام لے کر نہ پکارے تو امتی کی کیا مجال کہ وہ راہ ادب سے تجاوز کرے بلکہ امام زین الدین مراغی وغیرہ محققین نے فرمایا کہ اگر یہ لفظ کسی دعا میں وارد ہو جو خود نبی کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تعلیم فرمائی جیسے دعائے یا محمد انی توجھت بک الی ربی تاہم اس کی جگہ یارسول اللہ یانبی اللہ کہنا چاہیئے ھکذا قال الامام احمد رضا البریلوی قدس سرہ فی تجلی الیقین بأن نبینا سید المرسلین صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ وعلیھم اجمعین۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۸ ر صفر المظفر ۹۸ھ

مسئلہ : از محمد عبد الوارث اشرفی الیکٹرک دوکان مدینہ مسجد ریتی روڈ گورکھپور۔

جو لوگ کہ وعظ کہنے یا نعت شریف پڑھنے کے لئے جلسوں میں جاتے ہیں اور روپیے پاتے ہیں تو یہ آمدنی ان کے لئے جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب :- اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ اس میں تین صورتیں ہیں۔ اگر وعظ کہنے اور حمد و نعت پڑھنے سے مقصود یہی ہے کہ لوگوں سے کچھ مال

حاصل کریں تو بیشک اس آیت کریمہ کے تحت میں داخل ہیں اور حکم لاتشتروا بآیتی ثمنا قلیلا (پ۱ ع ۵) کے مخالف۔ وہ آمدنی ان کے حق میں خبیث ہے خصوصاً جبکہ ایسے حاجتمند نہ ہوں جن کو سوال کی اجازت ہے کہ اب تو بے ضرورت سوال دوسرا حرام ہوگا اور وہ آمدنی خبیث تر و حرام مثل غصب ہے عالمگیریہ میں ہے۔ ما جمع السائل بالتکدی فھو خبیث۔ دوسرے یہ کہ وعظ اور حمد و نعت سے ان کا مقصود محض اللہ ہے اور مسلمان بطور خود ان کی خدمت کریں تو یہ جائز ہے اور وہ مال حلال۔ تیسرے یہ کہ وعظ سے مقصود تو اللہ ہی ہو مگر ہے حاجتمند اور عادۃً معلوم ہے کہ لوگ خدمت کریں گے اس خدمت کی طمع بھی ساتھ لگی ہوئی ہے تو اگرچہ یہ صورت دوم کے مثل محمود نہیں مگر صورت اولیٰ کی طرح مذموم بھی نہیں جیسے درمختار میں فرمایا الوعظ لجمع المال من ضلالۃ الیھود والنصاریٰ۔ یعنی مال جمع کرنے کے لئے وعظ کہنا یہود و نصاریٰ کی گمراہیوں سے ہے۔ یہ تیسری صورت بین بین ہے اور دوم سے بہ نسبت اول کے قریب تر ہے جس طرح حج کو جائے اور تجارت کا کچھ مال بھی ساتھ لے جائے جیسے (پ۲ ع ۹ میں) لاجناح علیکم ان تبتغوا فضلا من ربکم فرمایا — لہٰذا فتویٰ اس کے جواز پر ہے افتی بہ الفقیہ ابو اللیث رحمۃ اللہ تعالیٰ کما فی الخانیہ والھندیہ وغیرھما والذی ذکرتہ توفیق بین القولین وباللہ التوفیق۔ (فتاویٰ رضویہ جلد دہم ص ۳۹) وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از حبیب

قبلہ جناب مولانا نعمانی صاحب مدظلہ۔ سلام مسنون

مزاج گرامی۔ میں آپ کے علمی و ادبی صلاحیتوں کا معترف ہوں۔ لہٰذا از راہ کرم بروئے شریعت آگاہ فرمائیں کہ مؤمنات خواص و عوام دونوں تکمیل مسرت کے لئے شادی کی تقریبات میں نغمہ سرائی کرتی ہیں اور مسلمانوں کے بعض حلقے اس فعل کو معصیت کفر و شرک اور بدعت قرار دیتے ہیں جبکہ اس کا جواز موجود ہے خود آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمر کی مداخلت کے باوجود شادی (عید) کے موقع پر لڑکیوں کو دف بجاکر گانے کی اجازت دی ہے۔ صرف اس قدر نہیں بلکہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ بیٹھ کر سماعت فرمایا۔ اس حدیث کو اور اس کے راوی کو آپ صحیح اور مستند تسلیم فرماتے ہیں یا نہیں ؟ خواتین زیادہ تر امیر خسرو کے نغمے گاتی اور یہی نغمے عرس کے موقع پر قوال ساز پر گاتے ہیں، اجمیر شریف، پھلواری اور متعدد مقامات پر میں نے خود سنا ہے۔ ایسی حالت میں خواتین پر کس حد تک پابندی لگائی جاسکتی

ہے اور شریعت انھیں کس حد تک اجازت دیتی ہے۔ آپ ازراہِ کرم واضح اور شافی جواب دیں تاکہ غلط فہمیاں دور ہوں، محتاج کرم حبیب۔

حضرت مفتی دار العلوم فیض الرسول سے گزارش ہے کہ اس استفتاء کا جواب باصواب تحریر فرما کر کرم فرمائیں۔ محمد عبد المبین نعمانی قادری خادم دار العلوم غوثیہ نظامیہ جمشید پور

الجواب

بیشک عورتوں کو شادی وغیرہ کسی بھی تقریب میں گانا معصیت ہے ہرگز جائز نہیں کہ ان کا گانا آواز کے ساتھ ہوتا ہے اور فتنہ ہے یہاں تک کہ اسی فتنہ کے سبب ان کو اذان بھی کہنا جائز نہیں۔ بحر الرائق جلد اول صفحہ ۲۶۳ میں ہے۔ اما اذان المرأة فلانها منهية عن رفع صوتها لانه يؤدى الى الفتنة۔ اور گانے میں عموماً وصال و ہجر کے اشعار ہوتے ہیں اور ایسا گانا بہرحال برا ہے کہ وہ زنا کا منتر ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔ الغناء رقية الزنا وهو مروى عن ابن مسعود رضى الله تعالى عنه (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ثانی صفحہ ۲۴۹)

لیکن جو لوگ کہ عورتوں کے گانے کو کفر وشرک کہتے ہیں وہ کھلی ہوئی غلطی پر ہیں اور جو لوگ کہ اس کا جواز حدیث شریف سے ثابت مانتے ہیں وہ بھی غلطی پر ہیں اس لئے کہ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۷۱ باب اعلان النکاح کی وہ حدیث جس میں یہ ذکر ہے کہ لڑکیوں نے حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی موجودگی میں دف بجا کر گایا اس کی شرح میں امام المحدثین حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔ تلك البنات لم يكن بالغات حد الشهوة۔ یعنی دف بجا کر گانے والی لڑکیاں حد شہوت کو پہونچی ہوئی نہیں تھیں (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد سوم صفحہ ۴۱۹) اور مشکوٰۃ شریف صفحہ ۱۲۶ پر باب صلوٰۃ العیدین کی وہ حدیث جس میں یہ مذکور ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دف کے ساتھ لڑکیوں کا گانا سن رہی تھیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے چہرۂ اقدس پر کپڑا اڈالے ہوئے آرام فرما رہے تھے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے اور انھوں نے لڑکیوں کو گانے سے منع کیا تو حضور نے فرمایا۔ دعهما يا ابا بكر فانها ايام عيد۔ یعنی اے ابوبکر! لڑکیوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو کہ یہ عید کا دن ہے۔ اس حدیث شریف کی شرح میں حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ عندها جاريتان کے تحت فرماتے ہیں اى بنتان صغيرتان۔ یعنی دف بجا کر گانے والی دو چھوٹی بچیاں تھیں (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ثانی صفحہ ۲۴۹) اور حضرت شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں، دو دخترک بودند از دخترکان انصار۔ یعنی دف بجانے اور گانے والی انصار کی لڑکیوں میں سے دو چھوٹی لڑکیاں تھیں۔

اشعۃ اللمعات جلد اول ص۵۹۹) اور چھوٹی لڑکیاں غیر مکلف ہوتی ہیں۔ لہٰذا ان کے گانے سے عورتوں کے گانے کا جواز ثابت کرنا کھلی ہوئی غلطی ہے۔ اور جب کہ فتنہ کے سبب عورتوں کو اذان کہنا جائز نہیں تو انھیں امیر خسرو وغیرہ کے نغمے گانا کیوں کر جائز ہوگا۔ اور قوال وغیرہ کا اچھے سے اچھے اشعار کے ساتھ بھی ساز کا ملانا حرام ہے۔ جیسا کہ حضرت محبوب الٰہی سید نا نظام الدین سلطان الاولیا رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ فوائد الفواد شریف میں فرماتے ہیں۔ مزامیر حرام است۔ اور مزامیر جبکہ حرام وناجائز ہے تو وہ ہر جگہ حرام و ناجائز رہے گا۔ چاہے اجمیر شریف میں ہو یا مکہ معظمہ میں۔ خواتین کو گانا گانے کے لئے پورے طور پر پابندی ہے۔ ان کو کسی بھی درجہ میں گانے کی اجازت دینا فتنہ کا دروازہ کھولنا ہے۔ وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۲۹ر رجب المرجب ۱۴۰۲ھ

مسئلہ:

از محمد انیس الرحمٰن مدرسہ جامعہ حبیبیہ مسجد اعظم اترسوئیا الہ آباد یوپی

رد المحتار ص۷۱ و ۷۲ جلد اول مصری میں فقہائے کرام کے طبقۂ ثالثہ میں خصاف ابو جعفر طحاوی و ابو الحسن کرخی و شمس الائمہ سرخسی و فخر الاسلام بزدوی و فخر الدین قاضی خان رضی اللہ عنہم کو شمار فرما کر فرمایا وامثالھم تو ان کے امثال میں کون حضرات آئیں گے۔ طبقۂ رابعہ میں یعنی اصحاب تخریج میں کالرازی علیہ رحمۃ الباری کا صرف ایک ہی نام رقم فرمایا البتہ قول ہدایہ کی نقل میں فرمایا کذا فی تخریج الکرخی اس طرح ایک نام کا اور اضافہ ہوا۔ تو دو حضرات کے سوا باقی آئمۂ تخریج کون کون ہیں طبقہ خامسہ یعنی اہل ترجیح کے بیان میں صرف دو نام یوں تحریر فرمائے کابی الحسن القدوری وصاحب الھدایۃ آگے وامثالھم فرمایا تو باقی اصحاب ترجیح کون حضرات ہیں۔ طبقۂ سادسہ ممیزین بین الاقوی والقوی والضعیف میں فرمایا کاصحاب المتون المعتبرۃ من المتاخرین مثل صاحب الکنز وصاحب المختار وصاحب الوقایۃ وصاحب المجمع تو ان کے علاوہ اہل تمیز بین الاقوی والقوی وضعیف کون کون حضرات ہیں اور تفصیل شافی وکامل ان حضرات کی کس کتاب میں ملے گی؟

حضور پر نور اعلیٰ حضرت رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ نے فتاویٰ رضویہ شریف جلد سوم تحقیق جمعہ فی القریٰ و تعریف مصر میں جو اقوال فقہائے کرام نقل فرمائے۔ وہ فقہائے کرام (علاوہ مذکورین بالا) اہل ترجیح میں ہیں یا صرف برائے تائید و تصدیق و تقویت ان حضرات کے نام تحریر فرمائے۔ علامہ ابو محمد

امین الدین عبد الوہاب بن احمد بن وہبان الدمشقی صاحب منظومہ وہبانیہ اور علامہ عبد البر بن محمد بن محمد بن محمد الحلبی الشہیر بابن شحنہ تلمیذ محقق علی الاطلاق اور علامہ طحاوی علیہم الرحمہ ان تینوں حضرات میں کوئی صاحب یا تینوں اہل ترجیح سے ہیں یا یہ تینوں حضرات میں کوئی بھی اہل ترجیح سے نہیں ہیں؟ اگر اہل ترجیح سے نہیں ہیں تو ان کو محققین میں شمار کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ باقی حضرات طبقہ ثالثہ ورابعہ وخامسہ وسادسہ کے بیان شافی میں کوئی کتاب نظر سے گذری ہو تو نام مصنف وکتاب تحریر فرمائیں یا کسی کتاب میں مقدار قناعت بیان ہو تو نام کتاب وجلد وصفحہ تحریر فرمائیں۔

الجواب:۔ بعون الملک الوھاب طبقہ ثالثہ میں جن فقہائے کرام کو صاحب رد المحتار نے شمار کرنے کے بعد وامثالھم فرمایا تو ان کے امثال میں سے حضرت برہان الدین محمود رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صاحب ذخیرہ ومحیط برہانی اور حضرت شیخ ظاہر بن احمد علیہ الرحمہ صاحب نصاب وخلاصۃ الفتاوی ہیں جیسا کہ حدائق الحنفیہ صہ ۱۶ اور مقدمہ عمدۃ الرعایہ فی شرح الوقایہ مطبوعہ مجیدی صہ ۷ میں ہے اور طبقہ رابعہ میں اصحاب تخریج سے صاحب ہدایہ نے ابو عبد اللہ محمد بن یحییٰ جرجانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بھی شمار فرمایا ہے جیسا کہ مقدمہ عمدۃ الرعایہ کے حاشیہ صہ ۸ پر مولوی عبد الحیٔ فرنگی محلی نے لکھا ہے۔ اور طبقہ خامسہ میں باقی اصحاب ترجیح سے ابن ہمام بھی ہیں۔ فتاوی رضویہ جلد خامس صہ ۳۰۹ میں رد المحتار سے ہے قدمنا غیر مرۃ ان الکمال من اھل الترجیح اور حدائق الحنفیہ صہ ۱۶۲ میں ہے کہ مولیٰ شمس الدین احمد بن کمال پاشا بلکہ مولی افاضل ابو السعود عمادی بھی اصحاب ترجیح سے ہیں اور عمدۃ الرعایہ صہ ۸ کے حاشیہ پر ہے کہ کفوی نے علی رازی تلمیذ حسن بن زیاد اور ابن کمال پاشا رومی کو بھی اصحاب ترجیح سے شمار کیا ہے۔ اور طبقہ سادسہ میں باقی ممیزین بین الاقوی والقوی سے شمس الائمہ محمد کردری، جمال الدین حصیری اور حافظ الدین النسفی بھی ہیں (حدائق الحنفیہ صہ ۱۷) اور اعلیحضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے تحقیق جمعہ الخ میں جن فقہائے کرام کا ذکر فرمایا ہے ظاہر یہ ہے کہ جن کا اصحاب ترجیح سے ہونا پہلے گذرا ان کے علاوہ باقی لوگ اصحاب ترجیح سے نہیں۔ ان کے نام صرف تائید وتصدیق کے لئے تحریر فرمائے گئے ہیں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان میں سے بعض کو کچھ لوگوں نے اصحاب ترجیح سے شمار کیا ہو۔ اور علامہ عبد الوہاب بن احمد بن وہبان دمشقی صاحب منظومہ وہبانیہ کو حدائق الحنفیہ میں نہ صاحب ترجیح لکھا ہے نہ محقق۔ اور محمد بن محمد شحنہ الشہیر بابن شحنہ جن کا لقب محی الدین اور کنیت ابو الولید تھی جو حلب اور شام کی

قضاپر مقرر ہوئے تھے۔ ان کے تذکرہ میں ہے کہ ابن ہمام ان کے تلمیذ تھے نہ کہ استاد۔ اور ابن ہمام کے تذکرہ میں ہے کہ آپ نے قاضی محب الدین بن شحنہ سے استفادہ کیا۔ البتہ محمد بن محمد بن شحنہ کے بارے میں ہے کہ وہ ابن ہمام کے تلمیذ تھے۔ لیکن علامہ عبدالبر بن محمد بن محب الدین محمد بن محمد بن محمود ابوالبرکات بن ابوالفضل بن المحب ابوالولید الحلبی ثم القاہری الشہیر کسلفہ بابن شحنہ جن کو سوال میں تلمیذ محقق علی الاطلاق لکھا گیا ہے وہ ۸۵۱ھ میں پیدا ہوئے اور امام ابن ہمام نے ۸۶۱ھ میں وفات پائی یعنی ابن ہمام کی وفات کے وقت علامہ عبدالبر الشہیر بابن شحنہ کی عمر صرف دس سال کی تھی اور اس عمر میں محقق علی الاطلاق سے شرف تلمذ حاصل کرنا قرین قیاس نہیں۔ بہر حال کسی بھی ابن شحنہ کو ان کے تذکرے میں نہ اصحاب ترجیح سے لکھا ہے اور نہ محقق۔ البتہ علامہ سید طحطاوی کو محقق لکھا ہے۔ اصحاب ترجیح سے ان کو بھی نہ لکھا۔ کوئی ایسی کتاب ہماری نگاہ سے نہیں گذری جس میں طبقات فقہائے حنفیہ کا مفصل ذکر ہو تھوڑا ذکر عمدۃ الرعایہ اور حدائق الحنفیہ میں ملا جس کی روشنی میں جواب تحریر کیا گیا۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۴؍ ربیع الآخر ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از عبدالقیوم بہاری امام مسجد کھرڈیل ضلع اندور (ایم۔ پی)

ایک پیر صاحب اپنے شجرہ نامہ میں النصائح تعلیم مریداں تحریر فرماتے ہیں۔ بشرطیکہ سجود صنم یعنی بت نہ ہو۔ سجدۂ تحیہ (تعظیمی سجدہ) بمنزلہ سلام جائز ہے۔ اس بات سے واقف رہنا چاہئے کہ خانقاہ کے اندر شیخ کو جس طرح سلام کرنا جائز ہے اسی طرح سلام کی نیت سے سجدہ کرنا جائز ہے۔ کیا یہ درست و جائز ہے اور ان کا بیعت کرنا کیسا ہے جواب سے مطلع فرما کر ممنون و مشکور فرمائیں گے۔

الجواب: خدائے تعالیٰ کے علاوہ کسی کو سجدہ کرنا جائز نہیں چاہے وہ صنم ہو یا غیر صنم۔ ترمذی شریف کی حدیث ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں کسی کو کسی مخلوق کے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو ضرور حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے (مشکوۃ شریف صفحہ ۲۸۱) اس حدیث شریف کے تحت حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں ان السجدۃ لاتحل لغیر اللہ یعنی غیر اللہ کے لئے سجدہ حلال نہیں ہے (مرقاۃ جلد سوم صفحہ ۴۶۹) اور شرح فقہ اکبر صفحہ ۲۳۳ میں تحریر فرمایا السجدۃ حرام لغیرہ سبحانہ یعنی خدائے تعالیٰ کے علاوہ دوسرے کو سجدہ کرنا حرام ہے اور فتاوی عالمگیری جلد پنجم مصری صفحہ ۳۲۳ میں ہے کہ جس نے بطور سلام بادشاہ کو

سجدہ کیا یا اس کے سامنے زمین چومی تو کافر نہ ہوا مگر ارتکاب کبیرہ کے سبب گنہگار ہوا۔ معلوم ہوا کہ سلام کی نیت سے بھی سجدہ کرنا جائز نہیں۔ چاہے وہ بادشاہ ہو یا شیخ۔ لہذا جو شخص غیر خدا کو سجدہ جائز بتائے وہ گمراہ ہے اس سے مرید ہونا جائز نہیں۔ اس مسئلہ کی مزید تفصیل جاننے کے لئے اعلیٰحضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کا رسالہ مبارکہ الزبدۃ الزکیۃ لحرمۃ سجود التحیۃ کا مطالعہ کریں۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۲۳ر شوال ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از محمد حنیف رضوی خطیب سنی رضوی مسجد کھارڑی کرلا ممبئی ۷۰

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لفظ غیر صحابہ کے لئے استعمال کرنا کیسا ہے؟ بکر کہتا ہے کہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کا لفظ بڑے بڑے علماء اور بزرگوں کے لئے بھی جائز ہے کہ یہ لفظ صحابۂ کرام کے ساتھ خاص نہیں ہے اور زید کہتا ہے کہ کوئی دینی پیشوا خواہ کتنا ہی بڑا ہو اگر صحابی نہ ہو تو اسے رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنا جائز نہیں کہ یہ لفظ صحابۂ کرام کے ساتھ ہے اسی لئے حضرت اویس قرنی کو جو عاشق رسول اور حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ کے مقبول تھے مگر اتنے بڑے بزرگ کو بھی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہیں لکھا جاتا تو کسی دوسرے بزرگ کو جو صحابی نہ ہوں رضی اللہ عنہ لکھنا غلط ہے۔ لہذا اس کے بارے میں کس کا قول صحیح ہے مفصل جواب تحریر فرمائیں کرم ہوگا۔

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

الجواب: بعون الملک العزیز الوھاب۔

غیر صحابہ کے لئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لفظ استعمال کرنا جائز ہے جیسا کہ درمختار مع شامی جلد پنجم صفحہ ۴۸۰ میں ہے۔ یستحب الترضی للصحابۃ والترحم للتابعین ومن بعدھم من العلماء والعباد وسائر الاخیار وکذا یجوز عکسہ وھو الترحم للصحابۃ والترضی للتابعین ومن بعدھم علی الراجح اھ ملخصا یعنی صحابہ کیلئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنا مستحب ہے اور تابعین وغیرہ کیلئے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مستحب ہے، اور اس کا الٹا یعنی صحابہ کیلئے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور تابعین وغیرہ علماء ومشائخ کے لئے راجح مذہب پر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی جائز ہے۔ اور حضرت علامہ احمد شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض جلد سوم ص ۵۰۹ میں تحریر فرماتے ہیں۔ ویذکر من سواھم ای من سوی الانبیاء من الائمۃ وغیرھم بالغفران والرضی فیقال غفر اللہ تعالیٰ لھم ورضی عنھم اھ ملخصا۔ اور انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے

علاوہ ائمہ وغیرہ علماء ومشائخ کو غفران ورضا سے یاد کیا جائے۔ تو غفر اللہ تعالیٰ لہم ورضی اللہ تعالیٰ عنہم کہا جائے۔ لہذا بکر کا قول صحیح ہے کہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لفظ صحابۂ کرام کے ساتھ خاص نہیں ہے بڑے بڑے علماء اور بزرگوں کے لئے بھی جائز ہے اور زید کا یہ کہنا غلط ہے کہ کوئی دینی پیشوا خواہ کتنا ہی بڑا ہو اگر صحابی نہ ہو تو اسے رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنا جائز نہیں۔ اور یہ بھی غلط ہے کہ حضرت اویس قرنی کو اسی لئے رضی اللہ عنہ نہیں لکھا جاتا کہ وہ صحابی نہیں تھے۔ اس لئے کہ محدث کبیر حضرت شیخ عبد الحق دہلوی بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جن کو کتب خانہ رحیمیہ دیوبند نے اخبار الاخیار شریف کے ٹائیٹل پیج پر سید المحققین اور برگزیدۂ جناب باری لکھا ہے۔ انھوں نے اپنی مشہور کتاب اشعۃ اللمعات میں جلد چہارم صفحہ ۷۴۳ پر حضرت اویس قرنی کو رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھا ہے۔ اور حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسے تابعی ہیں کہ جن کی ملاقات بہت سے بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ سے ہوئی ہے اور حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسے تابعی ہیں جن کی ملاقات صرف چند صحابہ سے ہوئی ہے ان کو خاتم المحققین حضرت علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شامی جلد اول مطبوعہ دیوبند صفحات ۳۵، ۳۶، ۳۷، اور صفحہ ۴۲ پر کل چھ جگہ رضی اللہ عنہ لکھا ہے۔ اور انہی حضرت علامہ شامی نے اپنی کتاب اسی جلد مطبوعہ دیوبند صفحات ۳۵، ۳۸، ۴۱ اور صفحہ ۴۳، پر کل سات جگہ حضرت امام شافعی کو رضی اللہ عنہ لکھا ہے اور صفحہ ۴۳، پر حضرت سہل بن عبد اللہ تستری کو رضی اللہ عنہ لکھا ہے۔ حالانکہ یہ دونوں بزرگ تابعی بھی نہ تھے کہ امام شافعی کی پیدائش ۱۵۰ھ میں ہوئی اور انتقال ۲۰۴ھ میں ہوا۔ اور حضرت تستری کا انتقال ۲۸۳ھ میں ہوا۔ اور حضرت علامہ علاء الدین محمد بن علی حصکفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی مشہور کتاب درمختار مع ردالمحتار جلد اول مطبوعہ دیوبند صفحہ ۴۵ پر حضرت امام شافعی کو رضی اللہ عنہ لکھا اور صفحہ ۴۳، پر حضرت عبد اللہ بن مبارک کو رضی اللہ عنہ لکھا اور یہ بھی تابعی نہ تھے کہ ان کی پیدائش ۱۱۸ھ میں ہوئی۔

اور حضرت علامہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تفسیر کبیر جلد ششم صفحہ ۳۸۲ پر حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کو رضی اللہ عنہ لکھا ہے۔ اور امام المحدثین حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی مرقاۃ شرح مشکوۃ جلد اول مطبوعہ بمبئی صفحہ ۳ پر حضرت امام اعظم اور حضرت امام شافعی کو رضی اللہ عنہ لکھا ہے۔ اور سید العلماء حضرت سید احمد طحطاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی مشہور تصنیف طحطاوی علی مراقی مطبوعہ قسطنطنیہ صفحہ ۱۱ پر حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کو رضی اللہ عنہ لکھا ہے۔

اور حضرت علامہ امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے احیاء العلوم جلد دوم صفحہ ۶ پر حضرت امام مالک

اور حضرت امام شافعی کو رضی اللہ تعالیٰ عنہا لکھا ہے۔

اور شارح بخاری علامہ ابن حجر عسقلانی نے مقدمہ فتح الباری صد ۱۸ پر امام بخاری کو رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھا جن کی پیدائش ۱۹۴ھ میں ہوئی۔ اور انہی علامہ ابن حجر عسقلانی نے اسی کتاب کے مقدمہ صد ۲۱ پر حضرت امام شافعی کو بھی رضی اللہ عنہ لکھا۔

اور شارح مسلم حضرت ابو زکریا امام محی الدین نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مقدمہ شرح مسلم شریف صد ۱۱ پر حضرت امام مسلم کو رضی اللہ عنہ لکھا جن کی ولادت ۲۰۴ھ میں ہوئی۔

اور محدث کبیر حضرت شیخ عبد الحق دہلوی بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اشعۃ اللمعات جلد اول صد ۱۶ پر حضرت امام شافعی کو رضی اللہ عنہ لکھا ہے اور اسی کتاب اسی جلد کے صد ۹ پر حضرت شیخ نے امام بخاری کو بھی رضی اللہ عنہ لکھا ہے۔

اور حدیث کی مشہور کتاب مشکوۃ شریف کے مصنف حضرت شیخ ولی الدین محمد بن عبد اللہ خطیب تبریزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مشکوۃ شریف کے مقدمہ صد ۱۱ پر صاحب مصابیح حضرت علامہ ابو محمد حسین بن مسعود فراء بغوی کو رضی اللہ عنہ لکھا اور انہی علامہ بغوی کو تفسیر معالم التنزیل مطبوعہ مصر کے صد ۲ پر بھی رضی اللہ عنہ لکھا گیا ہے۔ جو تبع تابعی بھی نہ تھے کہ ان کا انتقال چھٹی صدی ہجری میں ہوا ہے۔

اور حضرت علامہ احمد شہاب الدین خفاجی مصری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور تصنیف نسیم الریاض جلد اول مطبوعہ مصر صد ۵ پر حضرت علامہ قاضی عیاض کو رضی اللہ عنہ لکھا ہے اور یہ بھی تبع تابعی نہ تھے چھٹی صدی ہجری کے عالم تھے کہ ان کا انتقال ۵۵۴ھ میں ہوا۔

اور سید المحققین حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اشعۃ اللمعات جلد اول صد ۱ پر اور اخبار الاخیار مطبوعہ کتب خانہ رحیمیہ دیوبند کے صفحات ۱۵، ۱۶، ۱۸، ۱۹، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، پر کل پندرہ مقامات پر حضرت غوث پاک شیخ عبد القادر محی الدین جیلانی کو رضی اللہ عنہ لکھا ہے جن کی ولادت ۴۷۰ھ اور بقول بعض ۴۷۱ھ میں ہوئی۔

اور امام المحدثین حضرت ملا علی قاری نے مرقاۃ شرح مشکوۃ جلد اول صد ۲۷ پر حضرت عبد اللہ بن مبارک، حضرت لیث بن سعد، حضرت امام مالک بن انس، حضرت داؤد طائی، حضرت ابراہیم بن ادہم اور حضرت فضیل بن عیاض وغیرہم کو رضی اللہ عنہم اجمعین لکھا ہے۔ حالانکہ ان میں سے کوئی صحابی نہیں ہے۔

اور عارف باللہ شیخ احمد صاوی مالکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی تفسیر صاوی جلد اول ص۳ پر حضرت علامہ شیخ سلیمان جمل، علامہ شیخ احمد دودیر، علامہ شیخ امیر، علامہ شمس الدین محمد بن سالم حفناوی، امام ابو الحسن شیخ علی صعیدی عدوی، علامہ محمد بن بدیری دمیاطی، علامہ نور الدین علی شبرا ملسی، علامہ حلبی صاحب السیرۃ، علامہ علی اجہوری، علامہ برہان علقمی، علامہ شمس الدین محمد علقمی، علامہ امام زیادی، علامہ شیخ رملی، شیخ الاسلام علامہ زکریا انصاری، علامہ جلال الدین محلی اور علامہ جلال الدین سیوطی ان تمام علماء کو رضی اللہ عنہم لکھا ہے جن میں سے کوئی صحابی نہیں۔

اور حضرت علامہ ابو الحسن نور الملۃ والدین علی بن یوسف شطنوفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی مشہور تصنیف بہجۃ الاسرار میں غیر صحابہ کو بے شمار مقامات پر رضی اللہ عنہ لکھا ہے اور ہدایہ میں صاحب ہدایہ کو ان کے شاگردنے کئی مقام پر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھا ہے۔

ان تمام شواہد سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لفظ صحابۂ کرام کے ساتھ خاص نہیں ہے اگر یہ لفظ ان کے ساتھ خاص ہوتا یعنی غیر صحابہ کو رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھنا جائز نہ ہوتا تو اتنے بڑے بڑے محققین جو اپنے زمانے میں علم کے آفتاب و ماہتاب تھے یہ لوگ غیر صحابہ کو رضی اللہ عنہ ہرگز نہیں لکھتے۔ یہاں تک کہ عام دیوبندی وہابی جو رضی اللہ عنہ کو صحابہ کے ساتھ خاص سمجھتے ہیں اور غیر صحابہ کو رضی اللہ عنہ کہنے پر لڑتے جھگڑتے ہیں ان کے پیشوا مولوی قاسم نانوتوی اور مولوی رشید احمد گنگوہی کو بھی رضی اللہ عنہما لکھا گیا ہے جیسا کہ تذکرۃ الرشید جلد اول ص۲۸ پر ہے۔ "مولانا محمد قاسم صاحب و مولانا رشید احمد صاحب رضی اللہ عنہما چند روز کے بعد ایسے ہم سبق بنے کہ آخرت میں بھی ساتھ نہ چھوڑا"
قرآن کریم سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لفظ صحابۂ کرام کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ پارہ تیس ع۲۶ سورۃ البینہ میں ہے رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡہُ ؕ ذٰلِکَ لِمَنۡ خَشِیَ رَبَّہٗ یعنی رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ ان لوگوں کے لئے ہے جو اپنے رب سے ڈریں۔ جیسا کہ تفسیر مدارک جلد چہارم مصری ص۳۷۱ میں ہے۔ (ذلک) ای الرضا لمن خشی ربہ اس کا مطلب یہ ہے کہ رضا یعنی رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ ان لوگوں کے لئے ہے جن کے دل میں رب کی خشیت ہو۔

اور رب کی خشیت علماء ہی کا خاصہ ہے۔ جیسا کہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آیت کریمہ ذلک لمن خشی ربہ کے تحت تحریر فرماتے ہیں۔ ھذہ الآیۃ اذا ضم الیھا ایۃ اخری صار المجموع دلیلا علی فضل العلم والعلماء وذلک لانہ تعالیٰ قال اِنَّمَا یَخۡشَی اللّٰہَ مِنۡ عِبَادِہِ الۡعُلَمٰٓؤُا فدلت ھذہ

الآیۃ علی ان العالم یکون صاحب الخشیۃ۔ یعنی اس آیت کریمہ کو دوسری آیت سے ملانے پر علم اور علماء کی فضیلت ثابت ہوتی ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ صرف اس کے بندے علماء ہی کو خشیت الٰہی حاصل ہوتی ہے۔ تو اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ خشیت الٰہی علماء کا خاصہ ہے (تفسیر کبیر جلد ہشتم صفحہ ۲۶)

اور تفسیر روح البیان جلد دہم صفحہ ۴۹۱ میں اس آیت کریمہ ذٰلِکَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّہٗ کے تحت ہے۔

ذلک الخشیۃ التی من خصائص العلماء بشؤن اللہ تعالیٰ مناط لجمیع الکمالات العلمیۃ والعلیۃ المستتبعۃ للسعادات الدینیۃ والدنیویۃ قال اللہ تعالیٰ اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا۔ یعنی خشیت الٰہی جو اللہ تعالیٰ کے امور و احوال جاننے والوں کا خاصہ ہے۔ اسی پر تمام کمالات علمیہ و عملیہ کا دار و مدار ہے کہ جن سے دینی اور دنیوی سعادتیں حاصل ہوتی ہیں۔

خاصہ یہ ہوا کہ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ اس کے لئے ہے جسے خشیت الٰہی ہو۔ اور خشیت الٰہی خدائے تعالیٰ کے امور و احوال جاننے والوں کے لئے ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ خدائے تعالیٰ کے امور و احوال جاننے والوں کے لئے ہے۔ یعنی جلیل القدر علماء و مشائخ کے لئے نہ کہ بے عمل علماء کے لئے کہ جب وہ بے عمل ہیں تو ان کو خشیت الٰہی حاصل نہیں ہے اور جب خشیت الٰہی نہیں ہے تو وہ صرف نام کے عالم ہیں حقیقت میں عالم نہیں ہیں۔

اور تفسیر خازن و تفسیر معالم التنزیل جلد پنجم صفحہ ۳۰۲ میں ہے۔ قال الشعبی انما العالم من خشی اللہ عزوجل۔ امام شعبی نے فرمایا کہ عالم صرف وہ شخص ہے جسے خدائے عزوجل کی خشیت حاصل ہو۔

اور تفسیر خازن کے اسی صفحہ ۳۰۲ پر ہے۔ قال الربیع بن انس من لم یخش اللہ فلیس بعالم یعنی امام ربیع بن انس نے فرمایا کہ جسے خشیت الٰہی حاصل نہ وہ عالم نہیں۔ ثابت ہوا کہ رضی اللہ عنہ صرف باعمل علماء و مشائخ کے لئے ہے۔ مگر یہ لفظ چونکہ عرف میں بڑا موقر ہے یہاں تک کہ بہت سے لوگ اسے صحابۂ کرام ہی کے لئے خاص سمجھتے ہیں۔ لہذا اسے ہر ایک کے لئے نہ استعمال کیا جائے بلکہ اسے بڑے بڑے علماء و مشائخ ہی کے لئے استعمال کیا جائے جیسے کہ ہمارے بزرگوں نے کیا ہے۔

ھذا ما ظہر لی والعلم بالحق عند اللہ تعالیٰ ورسولہ جل شانہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۱۲ر صفر المظفر ۱۴۰۱ھ

فتویٰ متعلق سجدۂ تعظیم

مسئلہ : از منیجر محی الدین احمد محلہ باغیچہ۔ التفات گنج ضلع فیض آباد

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید اپنے پیر کو سجدہ کرتا تھا پھر جب پیر کا انتقال ہو گیا تو قبر کو سجدہ کرتا ہے بکر کہتا ہے کہ پیر کو یا کسی قبر کو سجدہ کرنا حرام و ناجائز ہے اور زید کہتا ہے کہ یہ سجدہ تعظیمی ہے اور سجدۂ تعظیمی کا جائز ہونا قرآن و حدیث اور فقہائے کرام کے اقوال سے ثابت ہے تو اس میں کس کا قول درست ہے؟ جواب تحریر فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

لك الحمد یا اللہ۔ والصلاۃ والسلام علیك یا رسول اللہ

الجواب : بعون اللہ الملك الوھاب۔ بکر کا قول صحیح و درست ہے۔ بے شک سجدۂ تعظیمی سخت ناجائز و حرام ہے۔ زید کا قول باطل و مردود ہے۔ قرآن و حدیث اور فقہائے کرام کے اقوال سے سجدۂ تعظیمی کا جواز نہیں ثابت ہے بلکہ ناجائز اور حرام ہونا ثابت ہے۔

قرآن کریم سے سجدۂ تعظیمی کی حرمت :- قرآن کریم پارۂ سوم رکوع ۱۶ میں ہے۔ ایامرکم بالکفر بعد اذ انتم مسلمون۔ یعنی کیا نبی تمہیں کفر کا حکم دے بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو۔ عبد بن حمید اپنی مسند میں سیدنا امام حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں انھوں نے فرمایا۔ بلغنی ان رجلا قال یا رسول اللہ نسلم علیك کما یسلم بعضنا علی بعض افلا نسجد لك قال لا ولکن اکرموا نبیکم واعرفوا الحق لاھلہ فانہ لا ینبغی ان یسجد لاحد من دون اللہ فانزل اللہ تعالیٰ ماکان لبشر الیٰ قولہ بعد اذ انتم مسلمون ہ۔ یعنی مجھے حدیث پہونچی کہ ایک صحابی نے عرض

کیا یارسول اللہ! ہم حضور کو بھی ایسا ہی سلام کرتے ہیں جیسا کہ آپس میں کیا ہم حضور کو سجدہ نہ کریں؟ فرمایا نہیں۔ بلکہ اپنے نبی کی تعظیم کرو اور سجدہ خاص حق خدا ہے اسی کے لئے رکھو۔ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو سجدہ جائز نہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

اگرچہ بعض مفسرین نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ نجران کے نصاریٰ نے جب کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انھیں حکم دیا ہے کہ وہ انھیں رب ٹھہرائیں تو اس آیت کا نزول ہوا۔ لیکن تفسیر مدارک تفسیر ابوالسعود، تفسیر کبیر اور جمل وغیرہم عامۂ مفسرین نے سبب اول ہی کو ترجیح دی ہے کہ مسلمانوں نے حضور کو سجدہ کرنے کی درخواست کی تو اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ آخر آیت میں فرمایا ایامرکم بالکفر بعد اذ انتم مسلمون یعنی کیا تمہیں کفر کا حکم دیں بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو تو واضح طور پر معلوم ہوگیا کہ مخاطب نصاریٰ نہیں ہیں بلکہ مسلمان ہیں جنھوں نے سجدہ کی درخواست کی تھی تفسیر مدارک میں ہے۔ قولہ تعالیٰ بعد اذ انتم مسلمون یدل علی ان المخاطبین کانوا مسلمین وھم الذین استأذنوہ ان یسجدوا لہ تفسیر ابوالسعود میں اللہ تعالیٰ کے قول بعد اذ انتم مسلمون کے بعد ہے یدل علی ان الخطاب للمسلمین وھم المستأذنون للسجود لہ علیہ السلام اور تفسیر کبیر میں صاحب کشاف کے قول کو نقل کر کے مقرر رکھا چنانچہ فرمایا قال صاحب الکشاف قولہ بعد اذ انتم مسلمون دلیل علی ان المخاطبین کانوا مسلمین وھم الذین استأذنوا الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی ان یسجدوا لہ اور جمل میں تفسیر جلالین کے قول او لما طلب بعض المسلمین السجود لہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تحت فرمایا یقرب ھذا الاحتمال قولہ فی اخر الایۃ بعد اذ انتم مسلمون۔

مذکورہ بالا تفاسیر کے عبارتوں سے آفتاب نیم روز کی طرح روشن ہوگیا کہ صحابہ نے حضور کو سجدہ کی درخواست کی اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

اور صحابہ کے بارے میں یہ کہنا کہ انھوں نے سجدۂ عبادت کی درخواست کی تھی دو وجہ سے باطل ہے۔ اول اس لئے کہ مخالف و موافق ہر شخص اچھی طرح جانتا تھا کہ حضور ایک اللہ کی عبادت کی طرف بلاتے ہیں اور شرک کے برابر کسی دوسری چیز کو دشمن نہیں رکھتے تو صحابۂ کرام سے عبادت نبی کی درخواست اور وہ بھی خود نبی سے کیونکر متصور ہوسکتی ہے؟ دوسرے اس لئے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں یہ نہیں فرمایا کہ عبادت غیر اللہ کی درخواست کر کے تم کافر ہوگئے دوبارہ اسلام لاؤ بلکہ جواب میں یہ فرمایا کہ ایسا نہ کرو۔ یہیں سے یہ بات بھی روشن ہوگئی کہ آیت کریمہ میں لفظ کفر سے حقیقی کفر نہیں مراد ہے

اس لئے کہ حقیقی کفر کی درخواست کرکے بھی آدمی مسلمان نہیں رہ جاتا پھر کیونکر فرمایا جاتا انتم مسلمون رہا یہ سوال کہ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی درخواست کو کفر سے کیوں تعبیر فرمایا؟ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ سجدۂ تحیت کی صورت بعینہا صورت کفر ہے تو وہ کفر صوری ضرور ہے اس لئے اسے کفر سے تعبیر کیا گیا۔ تو قرآن کریم کے اس انداز بیان نے ثابت کر دیا کہ سجدۂ تعظیمی ایسا سخت حرام ہے کہ مشابہ کفر ہے اس سے بچنا واجب و لازم ہے چنانچہ اکلیل فی استنباط التنزیل میں اسی آیت کریمہ کے تحت فرمایا۔ ففیہ تحریم السجود لغیر اللہ تعالیٰ اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ غیر خدا کے لئے سجدہ حرام ہے۔

احادیث کریمہ سے سجدۂ تعظیمی کی حرمت

حدیث اول: عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لو کنت امرا احدا ان یسجد لاحد لامرت المرأۃ ان تسجد لزوجھا۔ یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں کسی کو کسی (مخلوق) کے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو ضرور حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ (ترمذی، مشکوٰۃ ص۲۸۱)

اس حدیث کے تحت حضرت ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری تحریر فرماتے ہیں۔ ان السجدۃ لا تحل لغیر اللہ۔ یعنی غیر اللہ کے لئے سجدہ حلال نہیں ہے (مرقاۃ جلد سوم ص۴۶۷)

حدیث دوم: عن قیس بن سعد قال اتیت الحیرۃ فرأیتھم یسجدون لمرزبان لھم فقلت لرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم احق ان یسجد لہ فاتیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقلت انی اتیت الحیرۃ فرأیتھم یسجدون لمرزبان لھم فانت احق بان یسجد لک فقال لی ارأیت لو مررت بقبری اکنت تسجد لہ فقلت لا فقال لا تفعلوا لو کنت امرا احدا ان یسجد لاحد لامرت النساء ان یسجدن لازواجھن۔ یعنی حضرت قیس بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں شہر حیرہ گیا تو وہاں کے لوگوں کو دیکھا کہ وہ اپنے سردار کو سجدہ کرتے ہیں میں نے اپنے دل میں کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہت زیادہ اس کے مستحق ہیں کہ آپ کو سجدہ کیا جائے۔ حضور نے فرمایا کہ اگر تم ہمارے مزار پر گزرو تو کیا مزار کو سجدہ کروگے؟ میں نے عرض کیا نہیں۔ حضور نے فرمایا ایسا نہ کرنا اگر میں کسی کو کسی (مخلوق) کے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو ضرور میں عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہروں کو سجدہ کریں (ابوداؤد، مشکوٰۃ ص۲۸۲)

حدیث سوم: عن عائشۃ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان فی نفر من المہاجرین و الانصار فجاء بعیر فسجد لہ فقال اصحابہ یا رسول اللہ تسجد لک البہائم و الشجر فنحن احق ان نسجد لک فقال اعبدوا ربکم و اکرموا اخاکم لوکنت امر احد ا ان یسجد لاحد لامرت المرأۃ ان تسجد لزوجہا۔ یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم مہاجرین و انصار کی ایک جماعت میں تشریف فرماتھے کہ ایک اونٹ نے آکر حضور کو سجدہ کیا۔ صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ چوپائے اور درخت حضور کو سجدہ کرتے ہیں تو ہم زیادہ مستحق ہیں کہ حضور کو سجدہ کریں۔ حضور نے فرمایا اللہ تعالٰے کی عبادت کرو اور ہماری تعظیم کرو اگر میں کسی کو کسی (مخلوق) کے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو ضرور حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ احمد مشکوۃ ص۲۸۳

حدیث چہارم: محرر مذہب حنفی حضرت امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اپنی مشہور کتاب مؤطا امام محمد باب القبر یتخذ مسجدا اویصلی علیہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا قاتل اللہ الیہود اتخذوا قبور انبیائہم مساجد یعنی یہود کو اللہ تعالٰی ہلاک کردے کہ انھوں نے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔

حدیث پنجم: عن عائشۃ ان رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال فی مرضہ الذی لم یقم منہ لعن اللہ الیہود والنصارٰی اتخذوا قبور انبیائہم مساجد۔ یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنی وفات کے مرض میں فرمایا کہ یہود و نصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو کہ انھوں نے اپنی انبیاء کی قبروں کو محل سجدہ بنالیا۔ (بخاری، مسلم، مشکوۃ ص۶۹)

اس حدیث کے تحت ملاعلی قاری رحمۃ اللہ الباری تحریر فرماتے ہیں۔ قال القاضی کانت الیہود والنصارٰی یسجدون لقبور انبیائہم ویجعلون قبلۃ ویتوجہون فی الصلاۃ نحوہا فقد اتخذوہا اوثانا فلذلک لعنہم و منع المسلمین عن مثل ذلک۔ یعنی علامہ قاضی بیضاوی نے فرمایا کہ یہود و نصاریٰ اپنے انبیاء علیہم السلام کے مزاروں کو سجدہ کرنے اور انھیں قبلہ بناکر انکی طرف نماز میں منہ کرتے تو انھوں نے ان کو بت بنالیا اس لئے حضور نے ان پر لعنت کی اور مسلمانوں کو اس سے منع فرمایا (مرقاۃ شرح مشکوۃ جلد اول ص۴۵۶)

اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ اس حدیث کے تحت

فرماتے ہیں۔ یہود و نصاریٰ کہ قبور انبیاء را مساجد گرفتند ایں بر دو طریق منصور ست یکے آنکہ سجدہ بقبور برند و مقصود عبادت آں دارند چنانکہ بت پرستاں بت می پرستند۔ دوم آنکہ مقصود و منظور عبادت مولیٰ تعالیٰ دارند ولیکن اعتقاد برند کہ توجہ بقبور ایشاں در نماز و عبادت حق موجب قرب و رضائے وے تعالیٰ ست و ایں ہر دو طریق نامرضی و نامشروع ست اول خود شرک جلی کفرست وثانی نیز حرام ست از جہت آں کہ درو ے نیز اشراک بخداست اگرچہ خفی ست و بہر دو طریق لعن متوجہ است و نماز گزاردن بجانب قبر نبی یا مرد صالح بقصد تبرک وتعظیم حرام ست ہیچ راکس رادراں خلاف نیست۔

یعنی یہود و نصاریٰ نے جو انبیاء کرام علیہم السلام کے مزارات کو سجدہ گاہ بنا یا تھا وہ دو طرح پر منصور ہے۔ ایک تو یہ کہ مزار کو سجدہ کرتے تھے اور اسی کو مقصود عبادت سمجھتے تھے جیسے کہ بت پرست لوگ بت کی پرستش کرتے ہیں۔ اور دوسرے یہ کہ خدائے تعالیٰ کی عبادت مقصود اور منظور تھی لیکن وہ لوگ یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ خدائے تعالیٰ کی عبادت اور نماز میں انبیاء علیہم السلام کی قبروں کا سامنے ہونا خدائے تعالیٰ کی نزدیکی اور اس کی خوشی کا سبب ہے اور یہ دونوں صورتیں ناپسندیدہ اور ناجائز ہیں اول تو شرک جلی اور کفر ہے اور دوسری صورت بھی حرام ہے اس لئے کہ اس صورت میں بھی خدائے تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا ہے اگرچہ یہ شرک خفی ہے اور لعنت دونوں صورتوں میں ہے اور برکت وتعظیم کے قصد سے کسی نبی یا ولی کے مزار کی طرف متوجہ ہو کر نماز پڑھنا حرام ہے کسی کو اس میں اختلاف نہیں ہے۔ اشعۃ اللمعات ا ص ۳۳۳

حدیث اور شارحین حدیث کے ان اقوال سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ قبر سامنے ہو تو اللہ تعالیٰ کے لئے سجدہ حرام و ناجائز ہے کسی کو اس میں اختلاف نہیں ہے جس سے ثابت ہوا کہ خود قبر کو سجدہ کرنا بدرجۂ اولیٰ حرام و ناجائز ہے۔

فقہائے کرام کے نزدیک سجدہ تعظیمی حرام ہے

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ الباری تحریر فرماتے ہیں۔ السجدۃ حرام لغیرہ سبحانہ۔ یعنی غیر اللہ کے لئے سجدہ حرام ہے (شرح فقہ اکبر ص ۲۳۳)

اور فتاویٰ عالمگیری جلد پنجم مصری ص ۳۳۲ میں جواہر الاخلاطی سے ہے من سجد للسلطان علی وجہ التحیۃ او قبل الارض بین یدیہ لایکفر ولکن یاثم لارتکاب الکبیرۃ وھو المختار وقال الفقیہ ابوجعفر رحمہ اللہ ان سجد للسلطان بنیۃ العبادۃ اولم تحضرہ النیۃ فقد کفر۔ یعنی جس نے بطور تحیت بادشاہ کو سجدہ کیا یا اس کے سامنے زمین چومی تو کافر نہ ہوا، مگر ارتکاب

کبیرہ کے سبب گنہگار ہوا۔ مذہب مختار یہی ہے اور فقیہ ابو جعفر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر عبادت کی نیت سے بادشاہ کو سجدہ کیا یا عبادت و تحیت کی نیت اس وقت نہ تھی تو بے شک کافر ہو گیا۔

پھر فتاویٰ عالمگیری کے اسی صفحہ پر فتاویٰ غرائب سے ہے۔ لا یجوز السجود الا للہ تعالیٰ غیر خدا کے لئے سجدہ جائز نہیں — حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔ اجماع قطعی است بر تحریم سجدہ۔ یعنی (تعظیمی) سجدہ حرام ہونے پر اجماع قطعی ہے (فتاویٰ عزیزیہ مطبوعہ رحیمیہ جلد اول ص۱۰۱)

سجدہ تو سجدہ زمین بوسی بھی حرام ہے

فتاویٰ عالمگیری جلد پنجم مصری ص۳۲۱ میں جامع صغیر و تتار خانیہ سے ہے۔ تقبیل الارض بین یدی العظیم حرام وان الفاعل والراضی اثمان۔ یعنی بزرگوں کے سامنے زمین بوسی حرام ہے اور چومنے والے اور اس پر راضی ہونے والے دونوں گنہگار ہیں۔

اور ملا علی قاری علیہ رحمۃ اللہ الباری تحریر فرماتے ہیں اما تقبیل الارض فهو قریب من السجود الا ان وضع الجبین او الخد علی الارض افحش و اقبح من تقبیل الارض۔ یعنی زمین چومنا سجدہ کے قریب ہے اور پیشانی یا رخسار زمین پر رکھنا اس سے بھی زیادہ فحش اور قبیح ہے (شرح فقہ اکبر ص۲۳۸)

اور فتاویٰ عالمگیری جلد پنجم مصری ص۳۲۱ میں فتاویٰ غرائب سے ہے۔ تقبیل الارض بین یدی العلماء والزهاد فعل الجهال والفاعل والراضی آثمان۔ یعنی عالموں اور بزرگوں کے سامنے زمین چومنا جاہلوں کا کام ہے زمین چومنے والے اور اس پر راضی ہونے والے دونوں گنہگار ہیں۔

اور کتاب الحظر والاباحۃ درمختار جلد پنجم و کفایہ کرلانی شرح ہدایہ قبیل فصل فی البیع میں ہے ما یفعلونه من تقبیل الارض بین یدی العلماء والعظماء فحرام والفاعل والراضی به آثمان لانه یشبه عبادة الوثن۔ یعنی عالموں اور بزرگوں کے سامنے زمین چومنا حرام ہے چومنے والے اور اس پر راضی ہونے والے دونوں گنہگار ہیں اس لئے کہ یہ فعل بت پرستی کے مشابہ ہے۔

درمختار میں اتنی عبارت زیادہ ہے ھل یکفر ان علی وجه العبادة والتعظیم کفر و ان علی وجه التحیة لا وصار اثما مرتکبا للکبیرة (سوال) کیا زمین چومنے والا کافر ہو جائیگا (جواب) اگر زمین بوسی بطریق عبادت و تعظیم (مثل تعظیم الٰہی) کرے تو کافر ہے اور اگر بطریق تحیت ہو تو کافر نہیں گنہگار مرتکب کبیرہ ہے۔'

فقہائے کرام کی ان عبارتوں سے معلوم ہوا کہ زمین چومنا بت پرستی کے مشابہت کے سبب حرام ہے حالانکہ وہ حقیقت میں سجدہ نہیں اس لئے کہ سجدہ میں پیشانی زمین پر رکھنی ضروری ہے تو جب زمین بوسی کا یہ حال ہے تو خود سجدہ بت پرستی کی مشابہت کے سبب کس درجہ سخت ناجائز و حرام ہوگا۔ العیاذ باللہ (ماخوذ از زبدۃ الزکیہ فی حرمت سجود التحیہ۔ رسالہ مبارکہ اعلحضرت پیشوائے اہلسنت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان)۔

بقدر رکوع جھکنا بھی منع ہے

فتاوی عالمگیری جلد پنجم مطبوعہ مصر صـ۳۲۱ میں جواہر الاخلاطی سے ہے الانحناء للسلطان او لغیرہ مکروہ لانہ یشبہ فعل المجوس۔ بادشاہ ہو یا کوئی دوسرا ہو اس کے لئے بقدر رکوع جھکنا منع ہے کہ مجوس کے فعل سے مشابہ ہے۔

اور شامی جلد پنجم صـ۲۴۶ میں محیط سے ہے یکرہ الانحناء للسلطان وغیرہ بادشاہ ہو خواہ کوئی ہو اس کے لئے بقدر رکوع جھکنا منع ہے۔

اور پھر فتاوی عالمگیری جلد پنجم صـ۳۲۱ میں تمرتاشی سے ہے۔ یکرہ الانحناء عند التحیة وبہ ورد النہی۔ یعنی سلام کرتے وقت بقدر رکوع جھکنا منع ہے۔ حدیث میں اس سے ممانعت فرمائی ہے

انتباہ: سجدۂ تعظیمی کے جواز کے ثبوت میں حضرت آدم اور حضرت یوسف علیہما السلام کے واقعہ کو پیش کرنا جہالت ہے اس لئے کہ سجدہ کی نوعیت میں اختلاف ہے بعض مفسرین نے کہا کہ وہ سجدہ اللہ تعالیٰ کے لئے تھا اور حضرت آدم اور حضرت یوسف علیہما السلام بحیثیت قبلہ کے تھے جیسا کہ تفسیر خازن اور معالم التنزیل وغیرہما میں ہے۔ قیل معنی قولہ اسجدوا لآدم ای الی آدم فکان آدم قبلة والسجود للہ تعالیٰ کما جعلت الکعبة قبلة الصلوٰة والصلوٰة للہ تعالیٰ۔ یعنی بعض لوگوں نے کہا کہ آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں کہ آدم کی طرف سجدہ کرو تو آدم قبلہ تھے اور سجدہ اللہ تعالیٰ کے لئے تھا جیسے کہ کعبہ نماز کا قبلہ ہے اور نماز اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔

اور سورۂ یوسف میں ہے۔ روی عن ابن عباس انہ قال معناہ خروا للہ عزوجل سجدا بین یدیہ یوسف۔ یعنی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے لئے یوسف کے سامنے سجدہ میں گرے۔

اور اگر حضرت آدم و حضرت یوسف علیہما السلام ہی کے لئے سجدہ مان لیا جائے تو وہ سجدہ زمین پر پیشانی رکھنے کے ساتھ نہیں تھا بلکہ صرف جھکنا اور تواضع کرنا تھا جیسا کہ تفسیر جلالین میں علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں واذ قلنا للملئکۃ اسجدوا لادم سجود تحیۃ بالانحناء اور سجدۂ یوسف کے بارے میں فرمایا خروالہ سجدا سجود انحناء لا وضع جبھۃ وکان تحیتھم فی ذلک الزمان۔

اور حضرت علامہ جلال الدین محلی سورۂ کہف میں فرماتے ہیں واذ قلنا للملئکۃ اسجدوا لادم سجود انحناء لا وضع جبھۃ تحیۃ لہ۔

اور تفسیر معالم التنزیل اور تفسیر خازن میں ہے لم یکن فیہ وضع الوجہ علی الارض انما کان انحناء فلما جاء الاسلام ابطل ذلک بالسلام۔ یعنی سجدہ میں زمین پر منہ رکھنا نہیں تھا صرف جھکنا تھا جب اسلام آیا اسے بھی سلام مقرر کر کے باطل فرمادیا۔

اور سجدۂ یوسف میں فرماتے ہیں۔ لم یرد بالسجود وضع الجباہ علی الارض وانما ھو الانحناء۔ یعنی سجدہ سے زمین پر پیشانی رکھنا مراد نہیں ہے تو وہ صرف جھکنا اور تواضع کرنا تھا۔

اور اگر حضرت آدم اور حضرت یوسف علیہما السلام کے لئے سجدہ زمین پیشانی رکھنے کے ساتھ مان بھی لیا جائے تو وہ ہماری شریعت میں منسوخ ہے جیسا کہ معالم التنزیل سورۂ یوسف میں ہے۔ قیل وضعوا الجباہ علی الارض فکان ذلک علی طریق التحیۃ والتعظیم لا علی طریق العبادۃ وکان ذلک جائزا فی الامم السابقۃ فنسخ فی ھذہ الشریعۃ۔ یعنی بعض نے کہا تحیت و تعظیم کے طور پر پیشانی زمین پر رکھی نہ کہ بطریق عبادت اور یہ اگلی امتوں میں جائز تھا۔ اس شریعت میں منسوخ ہو گیا

اور شامی جلد پنجم صفحہ ۲۴۶ میں ہے۔ اختلفوا فی سجود الملئکۃ قیل کان للہ تعالیٰ والتوجہ الی ادم للتشریف کاستقبال القبلۃ وقیل بل لادم علی وجہ التحیۃ والاکرام ثم نسخ بقولہ علیہ السلام لو امرت احدا ان یسجد لاحد لامرت المرأۃ ان تسجد لزوجھا۔ تاترخانیہ قال فی تبیین المحارم والصحیح الثانی ولم یکن عبادۃ لہ بل تحیۃ واکراما ولذا امتنع ابلیس وکان جائزا فیما مضی کما فی قصۃ یوسف قال ابو منصور الماتریدی

وفیہ دلیل علی نسخ الکتاب بالسنۃ۔ یعنی سجدۂ ملائکہ کے بارے میں علماء کو اختلاف ہے بعض نے کہا کہ سجدہ اللہ تعالیٰ کے لئے تھا اور آدم علیہ السلام کے اعزاز کے لئے منہ ان کی طرف تھا جیسے کہ کعبہ کی طرف منہ کیا جاتا ہے اور بعض نے کہا بلکہ سجدہ آدم علیہ السلام کو تحیت و تکریم کے طور پر تھا پھر اس حدیث سے منسوخ ہو گیا کہ اگر میں کسی کو کسی (مخلوق) کے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو ضرور حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے (تتارخانیہ) اور تبیین المحارم میں فرمایا صحیح قول دوم ہے اور یہ ان کی عبادت نہ تھی۔ بلکہ تحیت و تکریم تھی اسی لئے ابلیس اس سے باز رہا اور سجدۂ تحیت اگلی شریعتوں میں جائز تھا جیسا کہ یوسف علیہ السلام کے قصہ میں ہے امام اہلسنت ابو منصور ماتریدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ اس بات پر دلیل ہے کہ قرآن مجید کا حکم حدیث شریف سے منسوخ ہو جاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کتبہ

جلال الدین احمد الامجدی

۲۳ محرم الحرام ۱۳۹۲ھ

(۱) صح الجواب بعون الملک الوھاب والمجیب العلام مصیب ومثاب عبد العزیز عفی عنہ شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ

(۲) اصاب من اجاب لانہ میز القشر عن اللباب۔ غلام جیلانی اعظمی شیخ الحدیث دار العلوم براؤں شریف ضلع بستی۔

مسئلہ: از عبد الحمید شاہ مقام و پوسٹ دھنگڑھوا تحصیل ڈمریا گنج ضلع بستی

زید کی لڑکی ہندہ کو ناجائز حمل تھا جب وہ بچہ پیدا ہوا تو گاؤں کے لوگوں نے زید کے یہاں کھانا پینا چھوڑ دیا اور لوگوں میں یہ بات ہونے لگی کہ زید کے یہاں کھانا پینا حرام و ناجائز ہے۔ ساری بات سلجھانے کے لئے گاؤں کی اور دوسرے گاؤں کی پنچایت بیٹھی اور مندرجہ بالا معاملہ کو سمجھتے ہوئے یہ فیصلہ پنچایت نے کیا کہ (۱) ہندہ اپنی توبہ کا اعلان کرے (۲) اور فقیر کھلائے (۳) میلاد شریف پڑھوائے۔ زید نے ہندہ کی طرف سے توبہ کا اعلان کیا۔ میلاد شریف پڑھوایا اور فقیر کھلایا۔ اب گاؤں کے کچھ لوگ کہہ رہے ہیں کہ زید ہندہ کو اپنے گھر سے نکال دے تب ہم اس کے ساتھ شریک ہوں گے۔ مندرجہ بالا ساری باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ان سوالوں کا جواب عطا فرمائیں۔

● زید کے یہاں کھانا پینا درست ہے یا نہیں؟

- جس مولوی نے زید کی منعقد کردہ میلاد شریف پڑھی پنچایت کے فیصلہ کے مطابق اس کیلئے شریعت کا کیا حکم ہے۔؟
- جس نے زید کے یہاں کھانا کھایا اس کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟
- ہندہ کو لاوارث بنا کر گھر سے نکالنا کیسا ہے؟

الجواب: صورت مستفسرہ میں اگر توبہ کے بعد ہندہ کی طرف سے توبہ کا اعلان کیا گیا تو اس کے بعد زید کے یہاں کھانے پینے اور میلاد شریف پڑھنے میں شرعاً گناہ نہیں لیکن اگر ہندہ کو توبہ نہیں کرائی گئی ہے تو اسے علانیہ توبہ و استغفار کرایا جائے اور اس کے والدین نے اگر اپنی لڑکی کو آزاد رکھا اور اسے بے پردہ نکلنے سے منع نہ کیا تو وہ لوگ بھی گنہگار ہوئے انھیں بھی علانیہ توبہ کرائی جائے اور ان سب کو پابندی کے ساتھ نماز پڑھنے کی تاکید کی جائے۔ اور میلاد شریف کرنے اور فقراء و مساکین کو کھانا کھلانے کے ساتھ قرآن خوانی کرنے اور مسجد میں لوٹا چٹائی رکھنے کی بھی تلقین کی جائے۔ اور ہندہ کو لاوارث بنا کر گھر سے نکالنا جائز نہیں کہ اس صورت میں مزید گناہ ہونے کا اندیشہ ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۲۵؍ جمادی الاخری ۱۴۰۰ھ

مسئلہ: از مرزا جمال بیگ موانپور خرد ڈاکخانہ کپتان گنج ضلع بستی۔

کیا ہر چیز کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا بہتر ہے؟

الجواب: کسی چیز کے شروع میں بسم اللہ پڑھنے کی سات صورتیں ہیں۔ اول فرض۔ جانور ذبح کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا فرض ہے اگرچہ پوری پڑھنا فرض نہیں دوسرے سنت۔ بیرون نماز کسی سورت کے شروع سے تلاوت کی ابتداء کے وقت۔ وضو کے شروع میں نماز کی ہر رکعت کے اول میں اور ہر اہم کام جیسے کھانے پینے اور ہمبستری وغیرہ کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا سنت ہے تیسرے مستحب۔ خارج نماز درمیان سورت سے تلاوت کی ابتداء کے وقت بسم اللہ پڑھنا مستحب ہے۔ اور سورۂ توبہ کے درمیان سے پڑھتے وقت بھی یہی حکم ہے۔ چوتھے جائز و مستحسن — نماز میں سورۂ فاتحہ و سورت کے درمیان اور اٹھنے بیٹھنے کے وقت بسم اللہ پڑھنا جائز و مستحسن ہے، پانچویں کفر، حرام قطعی کرتے وقت بسم اللہ پڑھنے کو حلال سمجھنا کفر ہے۔ چھٹے حرام۔ شراب پینے چوری کرنے اور چوری وغیرہ کا حرام مال استعمال کرنے کے وقت بسم اللہ پڑھنا حرام ہے۔ اسی طرح زنا کرنے اور حائضہ عورت سے ہمبستری کرتے وقت بھی حرام ہے اور وہ شخص کہ جس پر غسل فرض ہو اسے تلاوت کی نیت سے بسم اللہ پڑھنا حرام ہے۔ البتہ اسے ذکر و دعا کی

نیت سے پڑھنا جائز ہے۔ ساتویں مکروہ۔ سورۂ برائت کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا مکروہ ہے جبکہ سورۂ انفال سے ملاکر پڑھے اسی طرح حقہ، بیڑی، سگریٹ پینے اور لہسن پیاز جیسی چیز کھانے کے وقت اور نجاست کی جگہوں میں بسم اللہ پڑھنا مکروہ ہے اور اسی طرح شرمگاہ کھولتے وقت بھی مکروہ ہے۔ طحطاوی علی مراقی صا میں ہے۔ اماالاتیان بالبسملۃ فتارۃ یکون فرضاکما عند الذبح وان کان لایشترط ھذا اللفظ بتمامہ بل لایسن وتارۃ یکون سنۃ کما فی الوضوء واول کل امرذی بال ومنہ الاکل والجماع ونحوھما وتارۃ یکون مباحاکما ھی بین الفاتحۃ والسورۃ علی الراجح وفی ابتداء المشی والقعود مثلاوتارۃ یکون الاتیان بھاحراماکماعند الزنا ووطی الحائض وشرب الخمر واکل مغصوب اومسروق قبل الاستحلال واداء الضمان والصحیح انہ ان استحل ذلک عند فعل المعصیۃ کفر والالاوتارۃ یکون الاتیان بھامکروھاکمافی اول سورۃ براءۃ دون اثنائھا فیستحب ومنہ شرب الدخان وفی محل النجاسات اھ تلخیصا۔ اور شامی جلد اول صے میں ہے تکرہ عند کشف العورۃ اومحل النجاسات وفی اول سورۃ براءۃ اذاوصل قرأتھا بالانفال کماقیدہ بعض المشائخ قیل وعند شرب الدخان ای ونحوہ من کل ذی رائحۃ کریھۃ کاکل ثوم وبصل وتحرم عند استعمال محرم بل فی البزازیۃ وغیرھا یکفر من بسمل عند مباشرۃ کل حرام قطعی الحرمۃ وکذاتحرم علی الجنب ان لم یقصد بھا الذکر اھ۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:

از عبدالجبار انصاری خادم جامعہ عربیہ اظہارالعلوم نیابازار جہانگیر گنج فیض آباد

زید اپنے آپ کو عالم (نائب رسول) بتاتا ہے بکر کے گھر اس کی لڑکی کی شادی میں باہر سے آئے ہوئے باراتیوں میں اکثر دیوبندی اور وہابی عقائد باطلہ کے پیرو تھے۔ بکر نے قیام وطعام کا انتظام مدرسے میں کردیا اس پر زید کو اپنا نائب مقرر کر دیا۔ زید نے طعام وقیام نیز دیگر ضروریات کے لئے علم دین مصطفےٰ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ملائکہ کی بساط ناز کی پرواز پر آرام فرمانے والے طالبان علوم دینیہ کو خدمت کے لئے متعین کیا اور اس پر یہ کہ سخت حکم صادر کرتا ہے کہ اگر کسی لڑکے کی خدمت میں سستی کرنے سے متعلق شکایت سننے میں آئی تو خیریت نہیں اور خود بھی ڈانٹے، درمے

قدمے، سخنے ہر طرح کی خدمت کرنے میں ذرہ برابر بھی شکایت کا موقع نہیں دیا تو ایسے عالم (زید) اور ان طالب علموں کے بارے میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم صادر ہوتا ہے۔ جبکہ زید نے دیدہ و دانستہ خود کیا اور طالب علموں کو بد مذہب و گمراہ (جیساکہ ہماری کتابوں میں لکھا ہے اور عقائد اہلسنت کا بالاجماع فتویٰ ہے) لوگوں کی تعظیم و توقیر نیز خدمت کے لئے مقرر کرنا کیسا ہے؟ حکم شرعی صادر فرماکر ممنون و مشکور فرمائیں۔

(نوٹ) عوام میں اس کا بڑا شہرہ ہے کہ سنی عالم اختلافی مسائل بیان کرکے اپنا الو سیدھا کرتا ہے خود تو ہر ایک سے ہر طرح کی رسم و راہ شادی بیاہ نیز دعوت وغیرہ میں بلاتا ہے اور جاہل اور ناخواندہ عوام کو الگ رہنے کے لئے تاکید کرتا رہتا ہے، خود زید نے اس قسم کی بہت سی تقریریں کی ہیں اور عوام کو روکا ہے مگر اس کے برعکس خود ہی ثبوت بھی دیا کہ عوام کا کہنا بالکلیہ درست ہے۔

الجواب: باراتیوں میں اکثر دیوبندی اور وہابی ہیں زید نے اگر یہ جانتے ہوئے طلبائے اہلسنت کو ان کی خدمت کے لئے مقرر کیا تو اس پر علانیہ توبہ و استغفار کرنا لازم ہے۔ اور جو طلبہ کہ استاد کے اس حکم سے راضی رہے وہ بھی علانیہ توبہ کریں۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۲۵ر رجب المرجب۔ ۱۴۰۰ھ

مسئلہ:

از کریم اللہ موضع امونہ پوسٹ قادی پور ضلع فیض آباد،

(۱) نویں محرم الحرام کو شب میں تعزیہ گھماتے پھراتے ہوئے آبادی کے اکثر و بیشتر مسلمان مرد و عورت مختلط ہو کر رقص و گشت لہو و لعب کرتے ہوئے مع تعزیہ کے جارہے تھے ان تمام لوگوں کو دیکھ کر زید نے بے ساختہ کہا کہ یہ یزیدی لشکر جارہا ہے اس وقت اور اس سے قبل زید نے تعزیہ داری، ڈھول تاشے و باجے کی سخت مخالفت اور معاندت کا اظہار کیا تھا اس جماعت کو عین حالت مذکورہ میں پاکر زید نے ان تمام حضرات کو یزیدی لشکر سے تعبیر کیا اپنے امر کی تائید میں عقائد اہلسنت کی کتاب کا حوالہ بھی پیش کیا۔ حزب مخالف نے معاذ اللہ زید کو دیوبندی وہابی سے متہم کیا دریافت طلب یہ امر ہے کہ زید کا جماعت مذکورہ کو یزیدی لشکر سے تعبیر کرنا اور اس کی سخت مخالفت کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

بحمدہ تعالیٰ و بطفیل سید الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء زید عقائد اہلسنت و جماعت پر قائم و دائم ہے۔ افعال و اعمال میں نیک اور صالح ہے۔ نیز علی الاعلان عقائد باطلہ مثلاً وہابی، دیوبندی، رافضی

وغیرہ کی تکفیر و تشہیر کرنا ہے۔

(۲) تعزیہ داری باجہ وگشت وغیرہ کے متعلق حکم شرع کیا ہے؟ بالتفصیل وضاحت فرماکر حکم شرع سے آگاہ فرمائیں۔

الجواب:- اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔ سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت پر یزیدیوں نے جلوس کی شکل میں ان کے سر مبارک کو کوفہ کے بازاروں میں پھرایا تھا اور انھیں لوگوں نے کوفہ اور دمشق وغیرہ میں خوشی ظاہر کی تھی اور انہی لوگوں نے باجے بھی بجائے تھے۔ لہٰذا سرکار امام کی شہادت کے موقع پر ناچنا، کودنا، ڈھول تاشے بجانا اور طرح طرح کی خرافات کرنا غالبًا یزیدیوں ہی کی یادگار ہے اسی لئے اگر زید نے ایسا کرنے والوں کو یزیدی لشکر سے تعبیر کیا تو اسے غلط نہیں کہا جائے گا۔ اس لئے کہ اس عظیم واقعہ کی تاریخ پر خوشی ظاہر کرنا اور باجے بجانا حضرت امام حسین کے ماننے والوں کی یادگار نہیں ہوسکتی کہ وہ لوگ تو حضرت امام حسین، ان کے جوان بیٹوں، بھتیجوں وغیرہ دیگر رفقاء کی شہادت پر غم والم میں ڈوبے ہوئے تھے۔ البتہ زید کو اس قسم کے جملے استعمال کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے جن سے نصیحت قبول کرنے کے بجائے لوگ اور فتنہ میں مبتلا ہوں۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

(۲) ہندوستان میں جس طرح کی تعزیہ داری، باجہ اور گشت وغیرہ رائج ہے ناجائز حرام اور بدعت سیئہ ہے۔ جیسا کہ امام اہلسنت اعلیٰحضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے اعالی الافادۃ فی تعزیۃ الھند و بیان الشھادۃ میں تصریح فرمائی ہے۔ اور حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے فتاویٰ عزیزیہ جلد اول ص۷۵ پر تحریر فرماتے ہیں،، تعزیہ داری ہم چو مبتدعاں می کنند بدعت ست وہم چنیں ساختن ضرائح وصورت وقبور وعلم وغیرہ ایں ہم بدعت ست وظاہر ست کہ بدعت حسنہ کہ دراں ماخوذ نباشد نیست بلکہ بدعت سیئہ است،، اور اسی جلد کے ص۷۶ پر تحریر فرماتے ہیں کہ،، ایں چوبہا کہ ساختہ اوست قابل زیارت نیستند بلکہ قابل ازالہ اند چنانکہ در حدیث آمدہ من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذلک اضعف الایمان (مسلم شریف) ہاں اگر امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روضۂ مبارکہ کی صحیح نقل بطور تبرک اپنے مکانوں میں رکھیں۔ اور اشاعت غم وتصنع والم ونوحہ زنی و ماتم کنی ودیگر امور شنیعہ و بدعات قطعیہ سے بچتے ہوئے اس کی زیارت کریں تو جائز ہے۔ مگر اب اس نقل میں بھی اہل بدعت سے ایک مشابہت اور تعزیہ داری کی تہمت کا خدشہ ہے

اور آئندہ اپنی اولاد یا اہل اعتقاد کے لئے تعزیہ داری کی بدعت میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے اور حدیث شریف میں ہے اتقوا مواضع التہم اور حضور نے فرمایا من کان یومن باللہ والیوم الاخر فلا یقفن مواضع التہم۔ لہذا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روضہ کی تعزیہ کے مثل تصویر بھی نہ بنائے۔ بلکہ صرف کاغذ کے صحیح نقشے پر قناعت کرے جیسا کہ کعبہ معظمہ اور گنبد خضری کے نقشے بطور تبرک رکھے جاتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۲۱، صفر المظفر ۱۴۰۱ھ

مسئلہ:

از سید نصر اللہ قادری مدرسہ اشاعت الاسلام محمد ڈیہہ پوسٹ ربرا بازار ضلع گونڈہ

زید کہتا ہے کہ ہندوستان میں جس طرح تعزیہ داری کا عام رواج ہے کہ حضرت امام حسین کے روضے کے نام پر مندر کی شکل بناتے ہیں اور اس کو رکھ کر ڈھول وغیرہ بجاتے ہیں یہ ناجائز ہے۔ اور بکر کہتا ہے کہ ڈھول تاشہ وغیرہ بجانا جائز ہے۔ تعزیہ داری کو ناجائز اور مندر کی شکل بتانے والا سنی نہیں ہے بد دین ہے تو ان میں حق پر کون ہے؟

الجواب:

اللھم ھدایۃ الحق والصواب زید حق پر ہے بیشک ہندوستان کی مروجہ تعزیہ داری ناجائز و حرام ہے اور بے شک عام طور پر تعزیہ دار حضرت امام حسین کے روضہ کا نقشہ نہیں بناتے بلکہ مندر کی شکل کا ڈھانچہ بنا کر اس کو اپنی بیوقوفی سے امام حسین کے روضہ کا نقشہ سمجھتے ہیں اور بے شک ڈھول وغیرہ جیسا کہ محرم میں عموماً بجاتے ہیں حرام و ناجائز ہے۔

اور بکر جاہل گنوار ہے جو ہندوستان کی مروجہ تعزیہ داری اور ڈھول تاشہ وغیرہ بجانے کو جائز سمجھتا ہے۔ اور اگر اس نے واقعی مروجہ تعزیہ داری کو ناجائز بتانے والے کو غیر سنی اور بد دین کہا تو اس پر توبہ لازم ہے کہ علمائے اہلسنت نے مروجہ تعزیہ داری کو ناجائز قرار دیا ہے یہاں تک کہ اعلیحضرت امام اہلسنت احمد رضا خاں بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے رسالہ تعزیہ داری میں ہندوستان کی مروجہ تعزیہ داری کو ناجائز و حرام اور بدعت سیئہ لکھا ہے اور حضرت شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے فتاوی عزیزیہ جلد اول ص۷۵ پر تحریر فرماتے ہیں "تعزیہ داری ہم چو مبتدعان می کنند بدعت ست و ہم چنیں ساختن ضرائح و صورت قبور و علم وغیرہ ایں ہمہ بدعت ست و ظاہر ست کہ بدعت حسنہ کہ دراں ماخوذ نہ باشد نیست بلکہ بدعت سیئہ است۔ اور حافظ ملت حضرت شاہ عبد العزیز صاحب

مرادآبادی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں کہ مروجہ تعزیہ داری ڈھول تاشا باجا وغیرہ یزیدیوں کی نقل اور رافضیوں کا طریقہ ہے یہ ناجائز و حرام ہے (تحریر ۳، رجب ۱۳۵۸ھ) وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

جلال الدین احمد الامجدی
کتبہ
یکم ربیع الاول ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از۔ محمد شوکت علی صدر بزم قادری موضع کھریا۔ وارانسی۔

علماء اور مشائخ کی دست بوسی کرنا کیسا ہے؟ کچھ لوگ اس کو ناجائز و حرام کہتے ہیں۔

الجواب: علماء اور مشائخ کی دست بوسی کرنا جائز ہے اسے ناجائز و حرام کہنا جہالت ہے۔ درمختار باب استبراء میں ہے لاباس بتقبیل ید الرجل العالم والمتورع علی سبیل التبرک۔ یعنی برکت کے لئے عالم اور پرہیزگار آدمی کا ہاتھ چومنا جائز ہے۔ اور اشعۃ اللمعات جلد چہارم ص۲۰ پر ہے، بوسہ دادن دست عالم متورع را جائز است۔ بعضے گفتہ اند مستحب است، یعنی پرہیزگار عالم کا ہاتھ چومنا جائز ہے اور بعض لوگوں نے کہا کہ مستحب ہے۔ یہاں تک کہ مخالفین کے پیشوا، مولوی رشید احمد گنگوہی فتاوی رشیدیہ جلد اول کتاب الحظر والاباحہ ص۵۴ میں لکھتے ہیں تعظیم دین دار کو کھڑا ہونا درست ہے اور پاؤں چومنا ایسے ہی شخص کا بھی درست ہے حدیث سے ثابت ہے۔ فقط رشید احمد عفی عنہ۔ اس مسئلہ پر مزید حوالہ جاننے کے لئے رسالہ "محققانہ فیصلہ" کا مطالعہ کریں۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

جلال الدین احمد الامجدی
کتبہ
۱۰، ربیع الاول ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از۔ محمد حنیف مدرسہ اسلامیہ جلالپور سکندرہ پوسٹ مدیا پور ضلع کانپور

گناہ صغیرہ کون کون ہیں اور گناہ کبیرہ کون کون ہیں؟

الجواب: کسی واجب کا ایک بار ترک کرنا گناہ صغیرہ ہے بشرطیکہ بلا عذر شرعی ہو۔ جیسے ایک بار ترک جماعت کرنا۔ یا ایک بار داڑھی منڈانا وغیرہ اور گناہ صغیرہ اصرار سے گناہ کبیرہ ہو جاتا ہے۔ شرک اور کفر اور ہر حرام قطعی کا ارتکاب گناہ کبیرہ ہے۔ اور کسی فرض قطعی جیسے نماز، روزہ اور زکاۃ وغیرہ کا نہ ادا کرنا بھی گناہ کبیرہ

ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۱۰ ربیع الاول سنہ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از۔ محمد ہاشم اشرفی باری مسجد سلی گوڑی ٹاؤن دارجلنگ (مغربی بنگال)

آج کل جو تعزیہ نکلتا ہے اس میں دو قبریں بھی بنائی جاتی ہیں ایک کو سیدنا امام حسین اور ایک کو امام حسن رضی اللہ عنہم اجمعین کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ آگے پیچھے باجہ گاجا، ڈھول تاشا وغیرہ ہوتا ہے۔ فلمی گیت وغیرہ گایا جاتا ہے، کبھی کبھی مرثیہ بھی پڑھا جاتا ہے اکھاڑا بھی ساتھ رہتا ہے لاٹھی بھالا وغیرہ کا کھیل جگہ جگہ سڑک پر تعزیہ روک کر کھیلا جاتا ہے ہاتھی، گھوڑے بھی ساتھ رہتے ہیں، لمبا لمبا جھنڈا رنگ برنگ کا تعزیہ کے ساتھ رہتا ہے کسی کسی تعزیہ میں قبر میں اندر کو ایک ایسی تصویر (مجسمہ) بنا رہتا ہے۔ لکڑی یا مٹی وغیرہ کا جس کا سر عورت کا اور دھڑ سارا گھوڑے کا پھولوں کا ہار اگربتی وغیرہ بھی رہتی ہے۔ خوب ہنگامہ شور شرابا کرتے ہوئے یہ تعزیہ مع ان اسباب کے ایک میدان میں جاتا ہے جسے کربلا کہتے ہیں یہ سبھی وہاں جاکر تعزیہ کی سجی سنوری چیزیں پھول اگربتی اتار کر وہاں ایک اونچی جگہ پر یا کنواں رہتا ہے ڈال کر یہ قافلہ تعزیہ پر کپڑا لپیٹ کر پھر اپنے سابقہ جگہوں پر لے جاکر رکھدیا جاتا ہے جسے امام باڑہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں راستے بھر تعزیہ کے ساتھ یہ آوازیں اٹھائی جاتی ہیں۔ حسین حسین، یا حسین واہ، واہ، واہ کیا اکھاڑا ہے، ارے کیا شاندار تعزیہ ہے کوئی مقابلہ نہیں اس کا۔ ہر سال نکلتا ہے ہر سال نکلے گا وغیرہا جیسے الفاظ، گھوڑے، ہاتھی پر عربی طرز کے لباس پہنا کر تلوار وغیرہ یا دعا کے لئے ہاتھ اٹھتے ہیں، لڑکے جوان بیٹھے رہتے ہیں، اسی طرح ایک اور چیز جسے سپر کہا جاتا ہے وہ بھی نکلتا ہے جسکی شکل یہ ہوتی ہے

تلواریں — ڈھال — رسی — رسی

دونوں طرف رسی دو انار آدمیوں کے ہاتھ میں ہوتی ہے، سپر کو ایک آدمی اٹھائے سڑک کے ایک سرے سے دوسرے تک دوڑاتا ہے دونوں طرف کی رسی ڈھیلی ہوتی ہے اور گھیرنی کی طرح بیچ والا آدمی اسے گھماتا ہے اور وہی الفاظ جو اوپر تعزیہ کے لئے مذکور ہیں دہرائے جاتے ہیں یہ دونوں محرم اور جہلم میں نکلتا ہے شام سے لے کر دوسرے دن دوپہر، کبھی کبھی شام تک سڑک کے دونوں جانب ساری قوم کی عورتوں کی کثیر تعداد ہوتی ہے۔ عزت و آبرو بھی نیلام ہوجاتی ہے میرے خیال میں یہ سراسر حرام ہے۔ شہادت امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذاق اڑانا ہوا اور قوم کی عزت و آبرو بھی گئی، کیا یہ چیزیں (دونوں) جائز ہیں کیا سنیت بریلوی مسلک سے اس کا کوئی تعلق ہے، میرے

خیال میں تو نہیں ہونی چاہیئے۔ جو لوگ یہ دونوں چیزیں نکالتے ہیں اور اس کے نکالنے کی تائید کرتے ہیں شریعت اسلامیہ ان پر کیا فتویٰ دیتی ہے اور کیا یہ دونوں چیزیں نکالنا دیکھنا جائز ہے کچھ سنی حضرات تائید کرتے ہیں حقیقت حال سے واقف کر کے احسان کریں۔ ممنون و مشکور ہوں گا۔

الجواب :۔ تعزیہ کا جلوس آگے پیچھے ڈھول تاشہ، باجہ گاجا فلمی گیت، جاندار کی تصویریں، عورتوں کا ہجوم اور اسی طرح کے دیگر خرافات جو آجکل تعزیہ داری میں کیئے جاتے ہیں ناجائز و حرام ہیں۔ جو لوگ ان بیہودہ باتوں کا انتظام کرتے ہیں اور وہ لوگ کہ اس کی تائید میں ہیں سب گنہگار ہیں۔ مذہب اہلسنت و جماعت سے ان خرافات کا کوئی تعلق نہیں جیسا کہ امام اہلسنت، پیشوائے دین و ملت اعلیحضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان "اعالی الافادہ فی تعزیۃ الہند وبیان الشہادۃ" میں تعزیہ داری کا حکم بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ "تعزیہ کی اصل اس قدر تھی کہ روضۂ پرنور حضور شہزادۂ گلگوں قبا حسین شہید ظلم و جفا صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیٰ جدہ الکریم وعلیہ کی صحیح نقل بنا کر بنیت تبرک مکان میں رکھنا اس میں شرعاً کوئی حرج نہ تھا جہال بے خرد نے اس اصل جائز کو نیست و نابود کر کے صدہا خرافات وہ تراشیں کہ شریعت مطہرہ سے الاماں الاماں کی صدائیں آئیں، اول تو نفس تعزیہ میں روضۂ مبارک کی نقل ملحوظ نہ رہی، ہر جگہ نئی تراش نئی گڑھت جسے اس نقل سے نہ کچھ علاقہ نہ نسبت، پھر کسی میں پریاں، کسی میں براق، کسی میں اور بیہودہ طمطراق پھر کوچہ بکوچہ، دشت بدشت اشاعت غم کے لئے ان کا گشت اور ان کے گرد سینہ زنی اور ماتم کی شورافگنی کوئی ان تصویروں کو جھک جھک کر سلام کر رہا ہے کوئی مشغول طواف کوئی سجدے میں گرا ہے۔ کوئی ان مایۂ بدعات کو (معاذاللہ) جلوہ گاہ حضرت امام علیٰ جدہ وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سمجھ کر اس ابرک پنی سے مرادیں مانگتا ہے منتیں مانتا ہے، حاجت روا جانتا ہے پھر باقی تماشے، باجے، تاشے مردوں عورتوں کا راتوں میں میل اور طرح طرح کے بیہودہ کھیل ان سب پر طرہ ہیں۔

غرض عشرۂ محرم الحرام کی اگلی شریعتوں سے اس شریعت پاک تک نہایت بابرکت و محل عبادت ٹھہرا ہوا تھا ان بیہودہ رسوم نے جاہلانہ و فاسقانہ میلوں کا زمانہ کر دیا۔ اب بہار عشرہ کے پھول کھلے، تاشے باجے بجتے چلے طرح طرح کے کھیلوں کی دھوم، بازاری عورتوں کا ہر طرف ہجوم شہوانی میلوں کی پوری رسوم جشن یہ کچھ اور اس کے ساتھ خیال وہ کچھ کہ گویا یہ ساختہ تصویریں بعینہ حضرات شہداء رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے جنازے ہیں یہ کچھ نوچ اتار باقی توڑ تاڑ دفن کر دیئے۔ ہر سال اضاعت مال کے

جرم و بال جداگانہ ہے۔ اللہ تعالیٰ صدقہ حضرات شہدائے کربلا علیہم الرضوان والثناء کا ہمارے بھائیوں کو نیکیوں کی توفیق بخشے اور بری باتوں سے توبہ عطا فرمائے۔ آمین۔

اب کہ تعزیہ داری اس طریقۂ نامرضیہ کا نام ہے قطعاً بدعت و ناجائز و حرام ہے، انتہی کلامہ ملخصاً۔

مروجہ تعزیہ داری کے بارے میں یہ ہے فتویٰ امام اہلسنت کا کہ وہ بدعت ناجائز اور حرام ہے۔ لہذا مسلمانان اہلسنت پر لازم ہے کہ اس قسم کی تعزیہ داری میں کسی طرح ہرگز شریک نہ ہوں اور نہ اپنے اہل وعیال کو شرکت کی اجازت دیں ورنہ گنہگار مستحق عذاب نار ہوں گے۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۲۸، ذی القعدہ ۱۴۰۰ھ

مسئلہ

از جمیل احمد متعلم مدرسہ حنفیہ غوثیہ کانپور

نسبندی کیا ہوا شخص اذان دے سکتا ہے کہ نہیں؟ امام کے پیچھے کھڑا ہو سکتا ہے کہ نہیں؟ امام کو لقمہ دے سکتا ہے یا نہیں اگر امام نے لقمہ لیا تو نماز ہوگی یا نہیں؟ چاند یا دیگر شرعی گواہی دے سکتا ہے یا نہیں؟ مذکورہ بالا سوالات کا جواب قرآن وحدیث اور فقہائے کرام کے اقوال کی روشنی میں عنایت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

الجواب

نسبندی کیا ہوا شخص بعد توبہ اذان دے سکتا ہے۔ امام کے پیچھے اگلی صف میں کھڑا ہو سکتا ہے۔ امام کو لقمہ بھی دے سکتا ہے اور چاند وغیرہ کی شرعی گواہیاں بھی دے سکتا ہے بشرطیکہ اس میں کوئی اور شرعی خرابی نہ ہو حدیث شریف میں ہے التائب من الذنب کمن لاذنب لہ۔ اور شراب پینے والے چوری کرنے والے، زنا کرنے والے، ماں باپ کی نافرمانی کرنے والے اور اسی قسم کے دوسرے گناہ کبیرہ کے مرتکب جن کی حرمت نصوص قطعیہ سے ثابت ہے۔ اگر بعد توبہ اذان وغیرہ دے سکتے ہیں تو نسبندی کے گناہ کا مرتکب بدرجۂ اولیٰ ان کاموں کو انجام دے سکتا ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۱۱، جمادی الاخریٰ ۱۴۰۰ھ

مسئلہ

از عبد القاسم نوری دار العلوم سکینیہ دھوراجی (گجرات)

(۱) پاجامہ اور بنیائن پہن کر سونا کیسا ہے؟

(۲) بٹن دار پاجامہ پہن کر نماز پڑھنا کیسا ہے ؟

الجواب :- (۱) پاجامہ اور بنیائن پہن کر سونے میں کوئی قباحت نہیں بلکہ بہتر ہے کہ لنگی پہن کر سونے میں بعض اوقات بے ستری ہو جاتی ہے اور پاجامہ میں اس کا امکان نہیں مگر ناف سے لے کر گھٹنے تک پاجامہ کے اوپر چادر یا رومال ڈال لینا انسب ہے کہ اس طرح ستر زیادہ پایا جائے گا۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۲) اگر بٹن دار پاجامہ پہن کر نماز پڑھنے سے رکوع اور سجود کی ادائیگی میں کوئی رکاوٹ نہ ہو اور نہ وہ کافروں کا خاص لباس ہو تو اسے پہن کر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۸ ذی الحجہ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ :- از۔ متعلم انور علی رضوی قصبہ دلاسی گنج فیض آباد

(۱) جو لوگ تیجہ کے دن گاؤں والوں کو اکٹھا کر کے چنا پر درود شریف یا کلمہ وغیرہ پڑھواتے ہیں اور اس کے بعد تیل اور پان اور شربت و میٹھا چاول اور چنا پر فاتحہ دلا کر لوگوں میں تقسیم کرتے ہیں کیا وہ تیل لگانا اور پان و میٹھا وغیرہ کھانا سب لوگوں کو بحکم شرع جائز ہے یا نہیں ؟

(۲) جو لوگ بال کو کنارے کنارے باریک کرواتے ہیں اور اوپر گوچھا کی طرح رکھتے ہیں اور مانگ کو بغل میں رکھتے ہیں اور بہار شریعت میں اس طرح بنوانے کو تقلید نصاریٰ بتایا گیا ہے تو ایسے لوگوں کے پیچھے نماز پڑھنا بحکم شرع کیسا ہے ؟

(۳) جو لوگ ہندؤں کے رچھا بندھن کے دن اپنے ہاتھ میں بھی تاگا باندھ کر گھومتے رہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ سب کا تیوہار ہے ان کے بارے میں شرع کے اعتبار سے کیا حکم ہے ؟

(۴) جو لوگ نسبندی کے فتنے کے موقع پر نسبندی کروالیا تھا کیا وہ امامت کر سکتے ہیں ؟ ان کے پیچھے بحکم شرع نماز پڑھنا کیسا ہے ؟

الجواب :- (۱) عام لوگوں کے تیجہ میں تیل، پان، شربت اور چنا وغیرہ جو تقسیم کیا جاتا ہے سب مسلمانوں کو اگرچہ جائز ہے مگر غرباء و مساکین اسے لیں اور اغنیا کو نہ لینا چاہیئے۔ اور اولیائے کرام و بزرگان دین علیہم الرحمۃ والرضوان کو جو چیزیں بطور نذر پیش کی جاتی ہیں ان کا کھانا سب لوگوں کو بلا تکلف جائز ہے، خواہ تیجہ و چالیسواں میں ہو یا عرس میں۔ ھکذا

قال الامام احمد رضا البریلوی رضی اللہ المولیٰ عنہ فی جزء الرابع من الفتاوی الرضویہ۔ وھو تعالیٰ اعلم :۔

(۲) بے شک اس طرح بال رکھنا نصاریٰ کی تقلید ہے اور ایسے لوگوں کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ وھو اعلم

(۳) وہ لوگ گنہ گار ہیں۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

(۴) نسبندی کرانے والے اگر توبہ کرلئے ہیں تو وہ امامت کرسکتے ہیں ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے، جیسے کہ دوسرے گناہ کبیرہ کے مرتکبین کے پیچھے بعد توبہ نماز جائز ہے۔ بشرطیکہ کوئی اور وجہ مانع امامت نہ ہو۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۲؍ ذی الحجہ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ :۔

از۔ اشرف علی انصاری پوسٹ ومقام دولت پور بلیا یوپی

ایک امام صاحب اپنی تقریر میں بار بار کہتے رہتے ہیں کہ لمبی لمبی داڑھی رکھنے والے ماتھے پر سجدہ کا نشان والے قرآن وحدیث کو لے کر دوڑنے والے یعنی مسجدوں میں تبلیغ کرنے والے تبلیغی جماعت والے حضرات سے دور رہو ورنہ یہ لوگ گمراہ کردیتے ہیں اگر تمہارے اندر طاقت ہے تو ان کو مسجد میں مت آنے دو اگر آجائیں تو مسجد کو دھو ڈالو، ان لوگوں سے دور رہو، سلام وکلام بند کردو، کیا یہ کہنا جائز ہے۔؟

(۲) قوم مسلمان میں دینی تبلیغ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) تبلیغی جماعت والوں کو مسجد میں ٹھہرنے دینا چاہیئے کہ نہیں؟

الجواب :۔

امام صاحب صحیح کہتے ہیں بے شک تبلیغی جماعت والوں سے مسلمانوں کو دور رہنا لازم ہے کہ یہ لوگ پہلے کلمہ اور نماز کا نام لیتے ہیں پھر جب لوگ ان سے قریب ہو جاتے ہیں تو یہ ان کو گمراہ بدمذہب وہابی بنا لیتے ہیں۔

(۲) مسلمانوں میں تبلیغ کرنا جائز ہے مگر تبلیغی جماعت کے ساتھ اس کام کے لئے جانا جائز نہیں۔

(۳) تبلیغی جماعت چونکہ گمراہ و بد مذہب جماعت ہے اس لئے ان کو مسجد میں ٹھہرنے دینا نہیں چاہیئے۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۴؍ شوال المکرم ۱۴۰۱ھ

مسئلہ :۔

محمد حیات دکن ٹریڈنگ کمپنی منڈیا (کرناٹک)

(۱) وہابی تبلیغی جماعتوں کو سلام کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) وہابی تبلیغی جماعتیں عند الشرع مسلمان ہیں یا نہیں؟

(۳) وہابی تبلیغی جماعتوں کا ذبح کیا ہوا جانور یعنی اس کے ہاتھ کا ذبیحہ اس گوشت کا کھانا اور اس ذبیحہ کو حلال جاننا عند الشرع کیسا ہے؟

الجواب: (۱) وہابی تبلیغی جماعت کا ہر فرد اگر مرتد نہیں تو کم از کم گمراہ ضرور ہے اور گمراہ اور مرتد کو سلام کرنا جائز نہیں۔ وھو اعلم بالصواب۔

(۲) پیشوایان وہابیہ مولوی اشرف علی تھانوی، مولوی قاسم نانوتوی، مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی خلیل احمد انبیٹھی کے کفریات قطعیہ مندرجہ حفظ الایمان ص۸، تحذیر الناس ص۳، ۱۴، ۲۸ اور براہین قاطعہ ص۵۱ پر یقینی اطلاع کے باوجود وہابی تبلیغی جماعت کا جو فرد مولویان مذکور کو کافر نہیں سمجھتا تو بمطابق فتویٰ حسام الحرمین وہ کافر ہے اور جسے مولویان مذکور کے کفریات قطعیہ کی خبر نہیں، مگر اس کا طریقۂ کار وہابیوں جیسا ہے تو گمراہ و بد مذہب ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۳) وہابی تبلیغی جماعت کا آدمی اگر مرتد ہے تو اس کا ذبیحہ حرام ہے فتاویٰ عالمگیری جلد پنجم مصری ص۲۵ میں ہے۔ لا تؤکل ذبیحۃ اھل الشرک والمرتد۔ اور اگر مرتد نہیں بلکہ گمراہ ہے تو ایسے شخص کا ذبیحہ اگرچہ حلال ہے مگر مسلمانوں کو اس کے کھانے سے احتراز کرنا چاہئے اور مرتد کے ذبیحہ کو حلال سمجھنا گمراہی نہیں تو جہالت ہے اور جہالت نہیں تو گمراہی ہے وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۱۶؍ ذوالقعدہ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از علی جبار گجپور گرنٹ اتردلہ گونڈہ

حضور صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کے پاس لڑکے اور لڑکیوں کی تعداد اور نام کیا کیا ہیں؟ اور کون سی ماں سے پیدا ہوئے کتنی کتنی عمر میں وصال ہوا؟

الجواب: حضور صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کے لڑکے اور لڑکیوں کی تعداد کل چھ ہے۔ دو صاحبزادے حضرت قاسم و حضرت ابراہیم، اور چار صاحبزادیاں حضرت زینب حضرت رقیہ حضرت ام کلثوم اور حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ مگر بعض لوگوں کا بیان ہے کہ آپ کے ایک صاحبزادے عبد اللہ بھی ہیں جن کا لقب طیب و طاہر تھا ان میں سے حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالی عنہ ماریہ قبطیہ سے پیدا ہوئے باقی سب اولاد کرام حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پیدا ہوئیں (زرقانی جلد سوم ص۱۹۳ و مدارج النبوۃ جلد دوم ص۴۵۱) حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں جمہور علماء کا قول یہ ہے کہ وہ پاؤں پر چلنا سیکھ گئے تھے تب ان کی وفات ہوئی۔ اور ابن سعد کا بیان ہے کہ

ان کی عمر دو برس کی ہوئی مگر علامہ غلابی کہتے ہیں کہ وہ فقط سترہ ماہ زندہ رہے (زرقانی جلد سوم صہ ۱۹۴) اور حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر شریف بوقت وفات سترہ یا اٹھارہ ماہ کی تھی (سیرۃ المصطفےٰ صہ ۷۰۰) اور حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اعلان نبوت سے دس سال قبل پیدا ہوئیں جن کی وفات ۸ھ میں ہوئی۔ اور حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ولادت اعلان نبوت سے سات برس پہلے ہوئی اور وفات ۲ھ میں ہوئی، اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا اعلان نبوت سے کچھ پہلے پیدا ہوئیں، جن کی وفات ۹ھ میں ہوئی۔ اور حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سال پیدائش میں اختلاف ہے ابو عمر کا قول ہے کہ اعلان نبوت کے پہلے سال جب کہ حضور کی عمر شریف ۴۱ر برس کی تھی یہ پیدا ہوئیں اور بعض نے لکھا ہے کہ ان کی ولادت اعلان نبوت سے ایک سال قبل ہوئی اور علامہ ابن الجوزی نے لکھا ہے کہ پانچ سال قبل ہوئی (زرقانی جلد سوم صہ ۲۰۲) اور ان کی وفات ۳ر رمضان ۱۱ھ میں ہوئی۔ (مدارج النبوت جلد دوم صہ ۴۶۱) وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۱۵ر محرم الحرام ۱۴۰۳ھ

مسئلہ:

از۔ محبوب حسن موضع محمد پور روایا دلدار نگر ضلع غازی پور

(۱) اہل بیت میں کون کون حضرات شامل ہیں؟

(۲) کیا یہ صحیح ہے کہ نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اپنے بعد کے لئے اپنی امت سے کہا تھا کہ دو چیزیں گرانقدر چھوڑے جاتا ہوں۔ ایک قرآن دوسرے اہل بیت اس کی پیروی کروگے تو گمراہ نہ ہوگے؟

الجواب:

(۱) اہل بیت کون کون لوگ ہیں اس میں اختلاف ہے بعض لوگوں کے نزدیک اہل بیت سے مراد حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات ہیں یہ حضرت عبد اللہ بن عباس سے حضرت سعید بن جبیر کی روایت ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم، اور یہی قول حضرت عکرمہ و مقاتل رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بھی ہے۔ اور حضرت ابو سعید خدری و تابعین کی ایک جماعت حضرت مجاہد و قتادہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم کا مذہب یہ ہے کہ اہل بیت سے مراد حضرت علی، حضرت فاطمہ اور حضرات حسنین کریمین ہیں، رضی اللہ تعالیٰ عنہم، اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اہل بیت وہ لوگ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے، یعنی آل علی، آل عقیل آل جعفر اور آل عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم ایسا ہی تفسیر خازن اور تفسیر معالم التنزیل جلد پنجم صہ ۲۵۹ میں ہے۔ اور حضرت صدر الافاضل علامہ

نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ والرضوان تفسیر خزائن العرفان میں پ ۲۲ ع ۱ کی آیت کریمہ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں اہل بیت میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات اور حضرت خاتون جنت فاطمہ زہرا اور علی مرتضیٰ اور حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سب داخل ہیں، آیات واحادیث کو جمع کرنے سے یہی نتیجہ نکلتا ہے۔ اور یہی حضرت امام ابومنصور ماتریدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے۔

(۲) ہاں ترمذی شریف میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عرفہ کے دن حجۃ الوداع کے خطبے میں فرمایا یایھا الناس انی ترکت فیکم ما ان اخذتم بہ لن تضلوا کتاب اللہ وعترتی اھل بیتی۔ یعنی اے لوگو! میں نے تمہارے درمیان وہ چیز چھوڑی ہے کہ اگر تم ان کو پکڑے رہوگے تو کبھی گمراہ نہ ہوگے اور وہ اللہ کی کتاب اور میری عترت یعنی میرے اہل بیت ہیں (مشکوٰۃ شریف ص ۵۶۹) وھو تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۱۳ر محرم الحرام ۱۴۰۳ھ

مسئلہ

از: محبوب حسن موضع محمد پور وایا دلدار نگر ضلع غازی پور

مالکی فرقہ کے حضرات ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتے ہیں یا باندھ کر؟

الجواب: مالکی حضرات ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتے ہیں، اس لئے کہ حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک فرض نماز میں ہاتھ باندھنا مکروہ ہے اور نفل میں جائز ہے۔ جیسا کہ بدایۃ المجتہد جلد اول ص ۱۳۷ میں ہے اختلف العلماء فی وضع الیدین احداھما علی الاخری فی الصلاۃ فکرہ ذلک مالک فی الفرض واجازہ فی النفل۔ وھو تعالیٰ وسبحانہ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۱۳ر محرم الحرام ۱۴۰۳ھ

مسئلہ:

از: غلام رب موضع ڈھلہوپور پوسٹ سلیم پور ضلع بستی

تعزیہ داری کرنا اور باجا بجانا کیا ہے؟ اور تعزیہ دار بدعتی ہے یا نہیں؟

الجواب: تعزیہ داری کرنا جیسا کہ آج کل عام طور پر ہندوستان میں رائج ہے اور باجا بجانا حرام، ناجائز، بدعت سیئہ ہے اور تعزیہ دار بدعتی ہے۔ جیسا کہ پیشوائے اہلسنت اعلیٰحضرت امام احمد رضا بریلوی رضی عنہ ربہ القوی اپنے رسالہ مبارکہ اعالی الافادہ فی تعزیۃ الھند

وبیان الشہادۃ صفحہ ۳ و ۱۳ میں تحریر فرماتے ہیں ۔ اب کہ تعزیہ داری طریقۂ نامرضیہ کا نام ہے قطعاً بدعت و ناجائز و حرام ہے ۔ وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم ۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۲۹ ر ذی الحجہ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ :۔

محمد کبیر نصیر ۔ پوسٹ ومقا کیسر پور ضلع سابر کانٹھا (گجرات)

کچھ لوگوں نے کہا لفظ ہوس کا استعمال اچھی جگہ پر نہیں ہوتا تو زید نے کہا ہوتا ہے ۔ جیسا کہ ایک شاعر نے کہا " ہوس تھی دید کی معراج کا بہانہ تھا " اور یہ کہنا بھی صحیح ہے کہ مجھے حج کی ہوس ہے تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے اور زید کے بارے میں کیا کہنا چاہیئے ؟

الجواب :۔

ہوس کے معنی ہیں خبط ، جھوٹا عشق ، لالچ اور خواہش نفس اسی لئے کہا جاتا ہے کہ فلاں کو دولت کی ہوس ہے ، فلاں کو بڑھاپے میں شادی کی ہوس ہے اور نماز کی ہوس ہے یا حج کی ہوس ہے نہیں کہا جاتا ۔ اور نہ یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں بزرگ کو ہوس ہے اور زید کو شاعر کے جس مصرع سے دھوکہ ہوا وہ غلط ہے اس لئے کہ اس میں ہوس کی نسبت خدائے ذوالجلال کی طرف ہے اسی لئے مشہور ہے کہ شاعر نے اپنے اس قول سے رجوع کر لیا ہے ۔ اور ہوس کی جگہ پر طلب یا اسی قسم کا دوسرا کوئی لفظ رکھ دیا ہے ۔ تو زید پر بھی اپنے خیال سے رجوع لازم ہے ۔ وھو تعالیٰ اعلم ۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۷ ر ذوالقعدہ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ :۔

از ۔ ڈاکٹر ایس حسن ۔ کچھوچھ شریف ضلع اٹاوہ

مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات قرآن وحدیث کی روشنی میں دے کر مطلع فرمائیں ۔

(۱) رنڈی بازی اور شراب نوشی کرنا کیسا ہے اور جو شخص اس فعل کا عادی ہو اسلام میں اس کا کیا مقام ہے ۔ ؟

(۲) قصداً شراب پی کر بیوی سے صحبت کرنے والے کی اولاد حرام ہوئی یا حلال ؟

(۳) علی الاعلان شرابی اور رنڈی بازی کی حمایت کرنے والا اس سے صلہ رحمی کرنے والا شادی بیاہ کرنے والا شخص کیسا ہے کیا اس سے عام مسلمانوں کا قطع تعلق جائز ہے ؟

الجواب :۔

رنڈی بازی اور شراب خوری کرنا حرام قطعی ہے جو شخص ان افعال کا عادی ہے وہ سخت گنہ گار ہے اور ظالم جفا کار ہے ۔ مسلمانوں پر واجب ہے کہ ان

حرام افعال سے دور رہنے پر مجبور کریں اگر وہ ان برائیوں سے باز نہ آئے تو اس کا بائیکاٹ کریں۔ قال اللہ تعالیٰ و اما ینسینک الشیطان فلا تقعد بعدی الذکری مع القوم الظلمین (پ ۷ ع ۱۴) واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) اس طرح اولاد حرام نہ ہوگی۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۳) کسی غلط بات میں شرابی رنڈی باز کی حمایت کرنے والا اور اس سے شادی بیاہ کرنے والا گنہ گار ہے اس لئے کہ اس سے بائیکاٹ کا حکم ہے اور جو شخص ایسے ظالم و جفا کار کا بائیکاٹ نہ کرے مسلمان اس کا بھی بائیکاٹ کریں۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۷ محرم الحرام ۱۴۰۲ھ

مسئلہ:
از۔ بابا رضوان احمد ساکن لبسڈلیہ۔ ہلور بستی

زید کہتا ہے کہ غیر محرم پیر ہو یا کوئی غیر ہو اس کا جھوٹا غیر محرم خواتین کے لئے حرام ہے۔ کیا زید کا یہ کہنا بجا ہے؟۔

الجواب:
اگر عورت کو معلوم ہو کہ جھوٹا فلاں غیر مرد کا ہے تو اسے لذت کے طور پر کھانا پینا مکروہ ہے۔ اور اگر معلوم نہ کہ جھوٹا کس مرد کا ہے یا لذت کے طور پر نہ استعمال کرے تو کوئی حرج نہیں اور عالم باشرع و دیندار پیر کا جھوٹا تبرک کے طور پر کھانا پینا جائز بلکہ بہتر ہے۔ زید کا قول صحیح نہیں۔ درمختار مع شامی جلد اول صفحہ ۱۴۸ میں ہے۔ یکرہ سور ھا للرجل کعکسہ للاستلذاذ اور ردالمحتار میں ہے والذی یظھر ان العلۃ الاستلذاذ فقط ویفھم منہ انہ حیث لا استلذاذ لا کراھۃ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۷ محرم الحرام ۱۴۰۲ھ

مسئلہ:
از۔ محمد فاروق نورالقادری مدرسہ اسلامیہ یعقوبیہ جامع مسجد لاتن بازار گوپال گنج بہار

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ۔

(۱) ہمارے ایک امام صاحب روزانہ بعد نماز فجر صلاۃ و سلام پڑھتے ہیں اور جائز بتلاتے ہیں ؟

(۲) جمعہ کے روز کی اذان ثانی جو منبر کے سامنے قریب ایک دو ہاتھ کے فاصلہ پر ہوتی ہے اس کو وہ باہر دلواتے ہیں ؟

(۳) بیک بر نماز پڑھانے سے انکار کرتے ہیں کہ نماز فاسد ہونے کا اندیشہ ہے ؟

(۴) قبر پر اذان دینا کیسا ہے ؟ امام صاحب قبر پر اذان دلواتے ہیں اور جائز بتلاتے ہیں۔

(۵) قربانی کا گوشت، عقیقہ کا گوشت، فطرہ، زکوٰۃ اور فاتحہ کی شیرینی کیا کافروں کو دے سکتے ہیں امام صاحب

دینے سے منع کرتے ہیں۔ زید اپنے کو سنی عالم کہتا ہے اور بہشتی زیور کو مانتا ہے۔ بہشتی زیور میں لکھا ہے کہ قربانی کا گوشت کافروں کو دے سکتے ہیں جائز ہے زید کہتا ہے کہ بہشتی زیور کے مصنف بھی عالم دین ہیں میں اس کو مانتا ہوں چونکہ مسائل میں فرق نہیں ہے۔ عقیدہ میں فرق ہے۔ کیا زید کا کہنا ٹھیک ہے وہابی کو عالم دین کہنا کیسا ہے؟ امام صاحب قربانی کا گوشت کافروں کو دینے سے منع کرتے ہیں۔

(۶) زید کہتا ہے کہ لنگی یا پیجامے سے ٹخنے کے چھپ جانے پر نماز فاسد ہو جاتی ہے اعادہ لازم ہے کیا زید کا کہنا ٹھیک ہے؟

(۷) ریڈیو اخبار کے خبر پر نماز عید پڑھنا کیسا ہے؟ اگر قریب کے شہر والے جس کی دوری چودہ میل کی ہے۔ ریڈیو، اخبار کے اعلان پر نماز پڑھنے کا اعلان کر دیے تو چودہ میل کے دوری پر جو بازار یا قصبہ واقع ہیں اس کے لئے کیا حکم ہے؟ امام صاحب کا کہنا ٹھیک ہے کہ ریڈیو کی خبروں کو نہیں مانتا جبکہ معتبر شہادت نہ ملے۔ کیا امام صاحب کا کہنا ٹھیک ہے، کتنے دور کی شہادت قابل قبول ہے۔

(۸) یہاں پر کچھ لوگ اپنے کو سنی کہتے ہیں لیکن جب وہابی کا نام لیا جاتا ہے تو ان لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے کیا در اصل یہ سنی ہیں۔ یہ لوگ امام صاحب کے ان فعلوں کے اوپر امارت شرعیہ پٹنہ سے فتویٰ منگواتے۔ امارت شرعیہ والے یہ تحریر کئے کہ اذان ثانی منبر کے سامنے میں جائز ہے باہر کے لئے کہیں سے ثبوت نہیں ملتی، چاند کے بارے میں لکھا ہے کہ جب امارت شرعیہ سے کسی بھی ذریعہ اعلان ہو جائے تو آپ لوگ نماز پڑھ لیجئے ہم مصلیان کس کی باتوں پر عمل کریں۔ برائے کرم از روئے شرع حکم صادر فرمایا جائے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔

(۱) بعد نماز فجر صلاۃ وسلام پڑھنا بلاشبہ جائز و مستحسن ہے پارہ ۲۲ میں خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ یایھا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما۔ یعنی اے ایمان والو اپنے نبی پر درود بھیجو اور سلام پڑھو۔ جیسا کہ سلام پڑھنے کا حق ہے۔ اور وقت کی تعیین کے سبب اگر صلاۃ وسلام ناجائز ہو جائے تو قرآن پاک کی تلاوت جو وقت کی تعیین کے ساتھ بعد نماز فجر لوگ کرتے ہیں وہ بھی ناجائز ہو جائے گا البتہ اگر لوگ نمازیں ادا کر رہے ہوں تو بلند آواز سے نہ پڑھا جائے کہ اس سے نمازوں میں خلل پیدا ہوگا اور نمازوں میں خلل پیدا کرنا جائز نہیں!

(۲) خطبہ کی اذان مسجد کے باہر دلوانا سنت ہے اور مسجد کے اندر دلوانا خلاف سنت اور مکروہ ہے۔ حدیث میں ہے۔ عن السائب بن یزید قال کان یؤذن بین یدی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا جلس علی المنبر یوم الجمعۃ علی باب المسجد وابی بکر و عمر۔ یعنی حضرت سائب بن یزید

رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انھوں نے فرمایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمعہ کے روز منبر پر تشریف رکھتے تو حضور کے سامنے مسجد کے دروازے پر اذان ہوتی اور ایسا ہی حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانہ میں (ابوداؤد شریف جلد اول ص۱۶۲) اسی لئے فقہائے کرام مسجد کے اندر اذان پڑھنے کو منع فرماتے ہیں، فتاویٰ قاضی خان جلد اول مصری ص۵۵ اور بحر الرائق جلد اول ص۲۶۸ میں ہے لایؤذن فی المسجد۔ یعنی فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ مسجد میں اذان نہ دی جائے اور طحطاوی علی المراقی الفلاح ص۲۱۷ میں ہے یکرہ ان یؤذن فی المسجد کما فی القہستانی عن النظم۔ یعنی مسجد میں اذان دینا مکروہ ہے جیسا کہ قہستانی میں نظم سے ہے وھو تعالیٰ اعلم

(۳) بے شک ایک پر نماز پڑھانے سے مقتدیوں کی نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ یعنی جو اس کی آواز پر اقتدا کرتے ہیں۔

(۴) قبر پر اذان دینا جائز ہے۔ تفصیل کے لئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ کا رسالہ ایذان الاجر کا مطالعہ کریں۔

(۵) قربانی کا گوشت وغیرہ کافر کو دینے سے جو امام صاحب منع کرتے ہیں وہ حق پر ہیں اور زید جو اپنے آپ کو عالم کہتا ہے اور بہشتی زیور مانتا ہے۔ اور وہابی مولوی کو عالم دین کہتا ہے وہ اگر جاہل نہیں تو گمراہ ہے۔ اور اگر گمراہ نہیں تو جاہل ہے۔ بہشتی زیور میں بے شمار مسائل غلط ہیں جن کا رد اصلاح بہشتی زیور میں کیا گیا ہے۔

(۶) لنگی یا پاجامہ سے ٹخنے چھپ جانے پر نماز فاسد ہو جاتی ہے،، زید کا یہ قول غلط ہے زید پر لازم ہے کہ وہ اپنے اس قول سے رجوع کرے ورنہ معتبر کتابوں کے حوالوں سے اپنے اس قول کو ثابت کرے

(۷) ریڈیو اور اخبار کی خبروں پر نماز عید پڑھنا جائز نہیں۔ چودہ۱۴ میل پر جو قصبات واقع ہیں وہ لوگ شرعی طور پر رویت ہلال ثابت ہوئے بغیر عید الفطر اور عید الاضحیٰ وغیرہ نہیں کر سکتے۔ اور ریڈیو وغیرہ اخبار کی خبروں سے شرعاً چاند ہونا ثابت نہیں ہوتا اور شہادت سے رویت ہلال ثابت ہونے کے لئے کوئی مسافت متعین نہیں۔ یعنی اگر مغرب میں چاند ہوا اور مشرق میں شہادت شرعیہ گزرے تو اہل مغرب کا دیکھنا اہل مشرق کے لئے لازم ہوگا فتاویٰ الامام الغزی ص۵ میں ہے۔ یلزم اھل المشرق برویۃ اھل المغرب علی ما ھو ظاھر الروایۃ علیہ الفتوی کما فی فتح القدیر والخلاصہ۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۸) ضروریات اہلسنت کے تسلیم کرنے والے کو سنی کہتے ہیں۔ جن لوگوں کو وہابیوں کا نام لینے سے تکلیف ہوتی ہے ان لوگوں سے اسمٰعیل دہلوی، تقویۃ الایمان، حفظ الایمان، براہین قاطعہ اور تحذیر الناس اور انکے

مصنفین کے بارے میں دریافت کیا جائے اگر ہر ایک کے جواب میں وہ لوگ وہی نہ کہیں جو کچھ علمائے حرمین شریفین ان کتابوں اور ان کے مصنفین کی نسبت ضلالت اور کفر وارتداد کا حکم لگا چکے ہیں تو وہ سنی نہیں ضرور منہم ہیں۔ اور امارت شرعیہ والوں کا یہ لکھنا غلط ہے کہ " اذان ثانی منبر کے سامنے ہی جائز ہے باہر کے لئے کہیں سے ثبوت نہیں ملتا" انھیں چاہئے کہ جواب ع۲ کے تحت حوالہ میں لکھی ہوئی تمام کتابوں کا مطالعہ کریں۔ اور امارت شرعیہ والوں کا یہ لکھنا بھی صحیح نہیں کہ جب امارت شرعیہ سے کسی بھی ذریعہ اعلان ہو جائے تو آپ لوگ نماز پڑھ لیجئے کہ یہ شریعت کو کھیل بنانا ہے علمائے متقدمین ومتاخرین معتمدین میں سے کسی نے دوسرے شہر والوں کے لئے ایسا نہیں لکھا یہ صرف امارت شرعیہ کی ایجاد ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۱۹ ذی الحجہ ۹۷ھ

مسئلہ:

از: محمد ہاشم۔ میا بازار ضلع فیض آباد

زید نے خالد کے متعلق یہ عام چرچا کیں اور افواہیں مچائیں کہ خالد سور کا گوشت کھاتا ہے (معاذ اللہ) جس پر برادری اور غیر برادری حتی کہ تمام سلمانوں کے ساتھ غیر مسلم بھی شریک ہوئے اور پنچایت کی گئی اور زید سے ثبوت مانگا گیا۔ زید نے پہلے اپنے لڑکے اور ایک بنیا کے ۱۵، ۱۶ رسال کے لڑکے کو گواہی میں پیش کیا۔ بنیا کا لڑکا تو صاف انکار کر دیا کہ ہمیں کچھ معلوم نہیں اور زید کے لڑکے نے پنچایت کے روبرو بیان دیا کہ میں پتی توڑنے گیا تھا میں نے دیکھا کہ ایک غیر مسلم کے ساتھ خالد گوشت باندھ کر لے جا رہا تھا۔ اور خون ٹپک رہا تھا۔ زید کے لڑکے کے اس بیان سے جب کوئی شرعی ثبوت نہ مل سکا اور پھر پنچان نے ثبوت مانگا تو زید نے اس ہریجن کو اس گواہی میں بلایا جو خنزیر کا گوشت فروخت کرتا ہے اس ہریجن نے آکر کہا کہ ایک دن زید نے ہم کو بلایا اور پوچھا کہ تمہارے یہاں سے کون کون گوشت خریدتا ہے۔ اس ہریجن سے علاوہ اس کے اور بھی باتیں ہوئیں۔ جس کا خلاصہ محض اتنا تھا کہ میں خالد کو بھی کہوں مگر جب میں نے خالد کو نہ کہا تو زید نے ہم کو لالچ دیا کہ اگر تم خالد کو بھی کہو تو میں تم کو ایک قمیص اور پچاس روپیہ نقد دونگا ایسی صورت میں جبکہ زید کا الزام سراسر جھوٹ، بہتان اور فریب ثابت ہوئے تو شریعت مطہرہ کا ایسے شخص (زید کے بارے میں کیا حکم ہے جو ایک مسلمان پر محض اپنی چودھرائی جتانے کے لئے اس طرح سے سنگین الزام کیا کہ اس نے قلب اور دین وایمان کو تکلیف پہونچائی اور عام مسلمانوں میں نفاق اور جھوٹ کی آگ لگا کر غیر مسلموں کی نظر میں عام مسلمانوں کی عزت کو برباد کیا۔ برائے کرم جلد جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب:- صورت مسئولہ میں بر صدق مستفتی زید ظالم جفاکار حق العبدمیں گرفتار، سخت گنہ گار۔ لائق عذاب قہار اور مستحق نار ہے۔ زید پر لازم ہے کہ گاؤں والوں کے سامنے علانیہ توبہ و استغفار کرے اور خالد سے معافی مانگے اگر وہ ایسا نہ کرے تو سب لوگ اس کا بائیکاٹ کریں ورنہ وہ بھی گنہ گار ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۰ ذی الحجہ ۹۷ھ

مسئلہ:- از عبد الحمید انصاری موضع للوا پوسٹ کھجریہ ضلع گونڈہ

ایک موضع میں تقریباً ڈیڑھ سو گھر سنی مسلمانوں کا ہے اور صرف چار گھر وہابی بھی آباد ہیں ابھی تک سنی وہابیوں کے یہاں سے کھانے پینے میں اجتناب کرتے ہیں لیکن ایک پیر صاحب قبلہ تشریف لاکر ایک سو پینسٹھ سنی مسلمانوں کو حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مبارک سلسلہ میں بیعت فرمایا اور فرماگئے کہ وہابیوں کا صرف ذبیحہ نہ کھاؤ بقیہ ان کے یہاں ہر کھانا کھاسکتے ہو۔ کیونکہ وہابی دو قسم کے ہوتے ہیں ایک گاڑھے رنگ کا اور دوسرا ہلکے رنگ کا۔ گاڑھے رنگ کا وہابی کافر مرتد ہے مگر ہلکے رنگ کا وہابی مسلمان ہے۔ ہلکے رنگ کا وہابی قریب کفر ہے مطلق کافر نہیں ہے اب کچھ سنی خاص کر ان کے مریدین وہابیوں کے یہاں قربانی کا بکرا خود ذبح کر کے کھاتے ہیں صورت مذکورہ میں یہ مسئلہ پیر صاحب کا بتایا ہوا اہلسنت کے موافق ہے یا مخالف اس طرح سے سب سنی وہابی سے سلام و کلام کھانا و پینا جائز سمجھیں یا ناجائز تفصیلی حکم بیان فرمایا جائے

الجواب:- اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔

مولوی اشرف علی تھانوی، اپنی کتاب حفظ الایمان صفحہ ۸ پر لکھتے ہیں "پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے" اور مولوی قاسم نانوتوی تحذیر الناس ص۳ پر لکھتے ہیں۔

"عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم اور تاخر زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت نہیں" اور ص۱۳ پر لکھتے ہیں "اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا چہ جائیکہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے"

اور براہین قاطعہ مصنفہ مولوی خلیل احمد انبیٹھی مصدقہ مولوی رشید احمد گنگوہی صفحہ ۵۱ پر ہے "الحاصل غور کرنا چاہیئے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے۔ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے۔ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے،، ان مذکورہ بالا عبارات کفریہ کے سبب، مکہ معظمہ، مدینہ طیبہ، ہندوستان، پاکستان، بنگال اور برما وغیرہ کے سیکڑوں علمائے کرام و مفتیان عظام مولیان مذکور پر کفر و ارتداد کا حکم لگا چکے ہیں تو ان عبارتوں کو وہاں کے وہابیوں کے سامنے پیش کیا جائے اور دریافت کیا جائے کہ وہ ان کتابوں اور ان کے مصنفین کے بارے میں کیا کہتے ہیں اگر وہ لوگ وہی کہیں جو علمائے حرمین طیبین وغیرہ نے کہا ہے تو بے شک وہ سنی ہیں ورنہ وہ لوگ بھی پکے وہابی ہیں سنی ہرگز نہیں۔ اور وہابی خواہ کسی قسم کا ہو اس سے میل جول رکھنا اس کے ساتھ کھانا پینا اور اس سے سلام و کلام کرنا ہرگز جائز نہیں کہ وہ اگر مرتد نہیں تو کم سے کم گمراہ و بدمذہب ضرور ہے۔ مسلم شریف کی حدیث ہے۔ عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ان مرضوا فلا تعودوهم وان ماتوا فلا تشهدوهم وان لقيتموهم فلا تسلموا عليهم ولا تجالسوهم ولا تشاربوهم ولا تواكلوهم ولا تناكحوهم ولا تصلوا عليهم ولا تصلوا معهم اھ یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے فرمایا کہ بد مذہب اگر بیمار پڑیں تو ان کی عیادت نہ کرو، اگر مر جائیں تو ان کے جنازہ میں شریک نہ ہو، ان سے ملاقات ہو تو انھیں سلام نہ کرو، ان کے پاس نہ بیٹھو، ان کے ساتھ پانی نہ پیو، ان کے ساتھ شادی بیاہ نہ کرو، ان کے جنازے کی نماز نہ پڑھو۔ اور نہ ان کے ساتھ مل کر نماز پڑھو۔ اس حدیث شریف کو ابوداؤد نے حضرت ابن عمر سے اور ابن ماجہ نے حضرت جابر سے اور عقیل و ابن حبان نے حضرت انس سے بھی روایت کیا ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ لہذا پیر جی کا وہابیوں کے یہاں کھانا کھانے کو جائز کہنا اور ان سے میل جول رکھنے کو ممنوع نہ سمجھنا شریعت کے خلاف اور غلط ہے۔ پیر مذکور اگر جاہل نہیں تو گمراہ ہے اور گمراہ نہیں تو جاہل ہے۔ مسلمانوں کو ایسے پیروں سے دور رہنا لازم ہے۔ وهو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۹ر صفر المظفر ۹۸ھ

مسئلہ:

از: محمد حنیف قادری للوی، پوسٹ کمہریا ضلع گونڈہ

ایک گاؤں میں کثرت سے سنی اور قلت سے وہابی آباد ہیں ایسی جگہ پر وہابیوں کے یہاں مجبوری پر گوشت کے علاوہ اور کھانا کھا سکتے ہیں کہ نہیں؟ اور ان کے یہاں خرید و فروخت اور سلام و کلام جائز ہے یا نہیں؟ ہمارے پیر مولانا اختصاص الدین صاحب نے یہ مسئلہ بتایا ہے کہ وہابیوں کے یہاں کا ذبیحہ نہ کھاؤ، بقیہ ان کے یہاں مجبوری پر ہر کھانا کھا سکتے ہو۔ پیر صاحب کا یہ مسئلہ برتنے کے لائق ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب:

وہابیوں کے یہاں گوشت کے علاوہ اور چیزوں کے کھانے پر کیا مجبوری ہے۔؟ کیا نہ کھانے کے سبب ہلاک ہو جائے گا یا نہ کھانے کی صورت میں وہابی قتل کر دیں گے؟ مجبوری کی کیا صورت ہے؟ اور مولانا اختصاص الدین صاحب جو خود بھی عالم دین ہیں۔ اور اور جلیل القدر عالم دین کے صاحبزادے ہیں ان کے بارے میں یہ کیسے یقین کیا جائے کہ انھوں نے یہ فرمایا کہ ذبیحہ کے علاوہ وہابیوں کے یہاں مجبوری پر ہر کھانا کھا سکتے ہو یہ کسی متدین سنی عالم دین کی بولی ہرگز نہیں ہو سکتی اس لئے کہ اس طرح امان اٹھ جائے گا اور عوام مجبوری کا بہانہ بنا کر عام طور پر کھانا شروع کر دیں گے اور اگر مولانا اختصاص الدین صاحب نے یقیناً ایسا فرمایا ہے تو مجبوری سے شرعی مجبوری مراد ہے۔ مگر شرعی مجبوری میں وہابیوں کے یہاں کھانے کی کوئی تخصیص نہیں کہ شرعی مجبوری میں مرداری کھانا اور شراب پینا بھی جائز ہے ـــــ اور وہابیوں سے سلام کرنا جائز نہیں۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے لا تسلموا علیہم اور خندہ پیشانی کے ساتھ ان سے کلام کرنا بھی جائز نہیں کہ وہ دشمن دین و ایمان ہیں ہاں بضرورت ترش روئی سے کلام کر سکتا ہے اور وہابی سے خرید و فروخت کیا تو عقد منعقد ہو جائے گا لیکن حتی الامکان بچنا چاہئے۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۲۹ رجب المرجب ۹۸ھ

مسئلہ:

از: نور محمد، دھولپور ضلع بھرت پور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین حسب ذیل مسئلے میں۔

(۱) قاضی باعتبار شرع کس کو کہتے ہیں؟

(۲) قاضی کس شخص کو بنانا چاہیئے؟ اور اس کی شرطیں کیا ہیں؟۔

(۳) زید نے ایک شخص سے کہا تم قاضی بن جاؤ تو زید کو اس شخص نے جواب دیا یہاں کی جیسی قضائت پر میں استنجاء نہیں کروں گا۔ لہذا ایسے شخص کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے۔

الجواب: (۱) بادشاہ اسلام کی طرف سے لوگوں کے جھگڑے والے اور منازعات کے فیصلہ کرنے کے لئے جو شخص مقرر کیا گیا اسے شریعت کی بولی میں قاضی کہتے ہیں۔ لہذا کسی شہر کے تمام لوگوں نے متفق ہو کر ایک شخص کو قاضی مقرر کر دیا کہ وہ ان کے معاملات فیصل کیا کرے تو ان کے قاضی بنانے سے وہ قاضی نہ ہوگا۔ کہ قاضی بنانا بادشاہ اسلام کا کام ہے۔ (بہار شریعت حصہ دوازدہم صفحہ ۵۸ بحوالہ فتاوی عالمگیری)

(۲) قاضی ایسے شخص کو بنانا چاہیئے کہ جس میں شہادت کے شرائط پائے جائیں اور وہ یہ ہیں۔ مسلمان عاقل بالغ ہو، اندھا نہ ہو، گونگا نہ ہو، بالکل بہرہ نہ ہو کہ کچھ کا کچھ سنے۔ محدود فی القذف نہ ہو (در مختار، ردالمحتار) اور معاملہ فہم ہو، فیصلہ نافذ کرنے پر قادر ہو، وجیہ ہو، بارعب ہو، لوگوں کی باتوں پر صبر کرتا ہو، صاحب ثروت ہو تاکہ طمع میں مبتلا نہ ہو (فتاوی عالمگیری) اور قاضی ایسے شخص کو بنانا چاہیئے جو عفت اور پارسائی اور عقل و صلاح و فہم و علم میں معتمد علیہ ہو۔ اس کے مزاج میں شدت ہو مگر زیادہ شدت نہ ہو اور نرمی ہو تو اتنی نہ ہو کہ لوگوں سے دب جائے اور ایسا ہونا چاہیئے کہ لوگوں کی طرف سے اس پر جو مصائب آئیں ان پر صبر کرے (بہار شریعت)

(۳) عہدۂ قضاء قبول کر لینا اگرچہ جائز ہے مگر علماء اور ائمہ کی اس کے متعلق مختلف رائیں ہیں بعض نے اس میں حرج نہ سمجھا اور بعض نے بچنے ہی کو ترجیح دی ہے اور حدیث شریف سے بھی اسی رائے کی ترجیح ظاہر ہوتی ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص قاضی بنایا گیا وہ بغیر چھری ذبح کر دیا گیا خود ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ نے یہ عہدہ دینا چاہا مگر امام نے انکار کیا یہاں تک کہ نوے درے آپ کو لگائے گئے پھر بھی آپ نے اسے قبول نہیں فرمایا اور یہ فرمایا کہ اگر سمندر تیر کر پار کرنے کا مجھے حکم دیا جائے تو یہ کر سکتا ہوں مگر اس عہدہ کو قبول نہیں کر سکتا۔ اور عبد اللہ بن وہب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو یہ عہدہ دیا گیا تو انھوں نے انکار کر دیا اور پاگل بن گئے جو کوئی ان کے پاس آتا منہ نوچتے اور کپڑے پھاڑتے ان کے ایک شاگرد نے سوراخ سے جھانک کر کہا کہ اگر آپ اس عہدہ کو قبول فرما لیتے اور عدل کرتے

توبہتر ہوتا جواب دیا کہ اے شخص تیری عقل یہ ہے کیا تو نے نہیں سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ قاضیوں کا حشر سلاطین کے ساتھ ہوگا اور علماء کا حشر انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ ہوگا۔ امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا گیا انھوں نے اس سے انکار کیا جب قید کر دیئے گئے پاؤں میں بیڑیاں ڈال دی گئیں تو مجبوراً انھوں نے قبول کیا۔ (ھکذا فی بہار شریعت) جب عہدۂ قضاء کے بارے میں بزرگوں کا یہ حال ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے تو اگر کوئی شخص سختی کے ساتھ انکار کرے تو وہ شرعاً گنہ گار نہیں خصوصاً یہاں کا عہدۂ قضاء کہ جس کا شریعت کے نزدیک کوئی مقام نہیں۔ جیسا کہ جواب ۱ کے تحت گزرا کہ قاضی بنانا بادشاہ اسلام ہی کا کام ہے۔ ہاں بعض جگہ جو نکاح پڑھنے کے لئے قاضی مقرر ہوتا ہے تو شریعت کو اس سے انکار نہیں۔ وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

کتبہٗ
جلال الدین احمد الامجدی
۹، ذی القعدہ ۹۸ھ

مسئلہ:۔ از۔ فرید بھائی دانا والا، مانڈل، ضلع احمد آباد گجرات

(۱) ایک عورت بیوہ یہاں گنج شہداء کے مزار پر خدمت کرتی ہے اور مجاور کی طرح سارا کام عورت ہی کے ذمہ ہے جس کی وجہ سے اس کی جوان لڑکی بھی مزار شریف پر آتی جاتی ہے۔ پانی بھرنا جھاڑو لگانا سب کام عورت ہی کرتی ہے۔ یا اس کی لڑکی۔ آیا از روئے شرع یہ جائز ہے یا نہیں؟

(۲) مذکورہ عورت زائرین حضرات سے جبراً پیسہ وصول کرتی ہے۔ کسی سے سوا روپیہ، کسی سے سوا پانچ روپیہ، کسی سے سوا گیارہ روپیہ، کسی سے سوا پندرہ روپیہ، کیا یہ جائز ہے۔ اور عورتیں یہاں کی ہر عرس میں مزارات پر حاضر ہوتی ہیں۔ مردوں میں خلط ملط ہر عرس میں ہوتا ہے۔ کیا یہ جائز ہے۔ یا ناجائز ہے؟۔

الجواب:۔

(۱) عورت کو کسی مزار کی خدمت کرنا جائز ہے لیکن گھر سے باہر نکل کر مزار کی خدمت کرنے میں اگر ان کے کپڑے خلاف شرع ہوتے ہیں مثلاً اتنے باریک کہ بدن چمکے یا اتنے چھوٹے کہ ستر عورت نہ کریں یا اونچی قمیص کہ پیٹ کھلا ہوا یا غلط طریقے سے اوڑھیں پہنیں، جیسے دوپٹہ سر سے ڈھلکے یا کچھ حصہ بالوں سے کھلے یا زرق برق پوشاک کہ جس پر نگاہ پڑے اور احتمال فتنہ ہو یا ان کی چال ڈھال اور بول چال میں آثار بدوضعی پائے جائیں تو ان کو مزار کی خدمت

کرنے یا کسی دوسرے کام کے لئے گھر سے باہر نکلنا حرام ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

(۲) زائرین سے جبراً پیسہ وصول کرنا جائز نہیں ہاں اگر لوگ اپنی خوشی سے دیں تو حرج نہیں۔ اور جماعت سے نماز واجب ہے مگر مردوں کے اختلاط اور فساد زمانہ کے سبب عورتوں کو کسی جماعت کی حاضری جائز نہیں دن کی نماز ہو یا رات کی جمعہ ہو یا عیدین خواہ جوان ہو یا بڑھیا۔ تنویر الابصار۔ اور درمختار میں ہے یکرہ حضورهن الجماعة ولو لجمعة وعيد ووعظ مطلقا ولو عجوزا ليلا على المذهب المفتى به لفساد الزمان ام اور مراقی الفلاح میں ہے۔ ولا يحضرن الجماعات لما فيه من الفتنة ام یعنی عورتیں جماعتوں میں حاضر نہ ہوں کہ اس میں فتنہ ہے تو جب عورتوں کو جماعت کی حاضری جائز نہیں تو ان کو عرس کی حاضری کیونکر جائز ہوگی، ہاں بوڑھی عورتیں اگر بزرگوں کے مزار پر اس طرح حاضر ہوں کہ مردوں سے اختلاط وغیرہ کسی قسم کا فتنہ نہ ہو تو جائز ہے۔ اور بہار شریعت جلد چہارم میں ہے کہ،، اسلم یہ ہے کہ عورتیں مطلقا (یعنی جوان ہوں یا بوڑھی) سب منع کی جائیں،، وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۳، ذی الحجہ ۹۸ھ

مسئلہ: از محمد غلام غوث مدرس مدرسہ رضویہ اشرفیہ معین العلوم گورڈیہہ بازار بستی

(۱) مردوں کے لئے اجنبیہ عورتوں کو ہاتھ پکڑ کر چوڑی پہنانا اور ہاتھ پکڑ کر چوڑی پہنانے کا پیشہ اختیار کرنا کیسا ہے؟ نیز اس شخص پر شریعت مطہرہ کی طرف سے کیا حکم عائد ہوتا ہے؟

(۲) زید پیری مریدی کا پیشہ کرتا ہے اس نے مسئلہ بتایا کہ اجنبیہ عورتوں کو ہاتھ پکڑ کر چوڑی پہنانا بہن سمجھ کر جائز ہے۔ ایسے پیر کے بارے میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ نیز اس کی امامت نماز اور اس سے بیعت درست ہے یا نہیں؟۔

الجواب: ۔ مردوں کے لئے اجنبیہ عورتوں کو ہاتھ پکڑ کر چوڑی پہنانا جائز نہیں جو شخص ایسا کرے وہ سخت گنہ گار ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

(۲) ایسا پیر جاہل نہیں تو گمراہ ہے اور گمراہ نہیں تو جاہل ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنا اور اس سے مرید ہونا جائز نہیں۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۱۲، ذی الحجہ ۹۸ھ

مسئلہ: از۔ حافظ محمد اشفاق حسین اشرفی کالا ہانڈی (اڑیسہ)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہماری مسجد میں فجر کے بعد سلام ہوتا ہے اور عشاء کے بعد بھی ہوتا ہے اکثر قرآن خوانی بھی ہوتی ہے اور درود خوانی بھی ہوتی ہے امام صاحب و اول صف کے لوگ قبلہ کی طرف پیٹھ کر کے کھڑے ہو صلوۃ و سلام پڑھتے ہیں اسی طرح درود خوانی میں بھی اکثر ہو جاتا ہے اور اسی طرح قرآن خوانی دعا وغیرہ میں لوگوں سے ہو ہی جاتا ہے کہ قبلہ کی طرف پیٹھ ہو کر پڑھتے ہیں کچھ لوگوں کا اعتراض ہے کہ ادباً احتراماً قبلہ کی طرف پیٹھ نہیں کرنا چاہیے آپ مطلع فرمائیں کہ قبلہ کی طرف پیٹھ کر کے جو لوگ سلام یا درود خوانی یا قرآن کی تلاوت دعا وغیرہ کرتے ہیں ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں قبلہ کی طرف پیٹھ کرنا کیسا ہے مطلع فرمائیں تاکہ سکون ہو۔

الجواب: مدینہ طیبہ کی طرف متوجہ ہو کر درود و سلام پڑھنا اور قبلہ رخ ہو کر قرآن پاک کی تلاوت کرنا اور دعا مانگنا بہتر ہے اور اگر اس کے خلاف کرے تو بھی جائز ہے۔ شرعاً کوئی مضائقہ نہیں البتہ امام کا بعد سلام قبلہ سے انحراف مطلقاً سنت ہے اور اس کا ترک یعنی بعد سلام رو بقبلہ بیٹھا رہنا امام کے بالاجماع مکروہ ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص۲۰۷) وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۱۳، ذی الحجہ ۱۳۹۸ھ

مسئلہ: از ملک شوکت علی اے ڈیہوا خرد پوسٹ دھوبہا ضلع بستی یوپی

زید کہتا ہے کہ مرنے کے بعد بیوی کو شوہر نہ ہاتھ لگا سکتا ہے نہ دیکھ سکتا ہے نہ جنازہ اٹھا سکتا ہے اور نہ قبر میں اتار سکتا ہے اس لئے کہ وہ مرنے کے بعد نکاح سے خارج ہو جاتی ہے۔ تو زید کی باتیں کہاں تک صحیح ہیں؟

الجواب: مرنے کے بعد عورت نکاح سے ضرور خارج ہو جاتی ہے لیکن شوہر اسے دیکھ سکتا ہے جنازہ اٹھا سکتا ہے اور قبر میں اتار سکتا ہے۔ البتہ بلا حائل اس کے بدن کو ہاتھ نہیں لگا سکتا ہے۔ لہذا زید کی سب باتیں صحیح نہیں۔ درمختار مع شامی جلد اول ص۵۷۵ میں ہے۔ یمنع زوجہا من غسلہا ومسہا لا من النظر الیہا علی الاصح۔ اور حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان

تحریر فرماتے ہیں کہ عوام میں جو یہ مشہور ہے کہ شوہر عورت کے جنازہ کو نہ کندھا دے سکتا ہے نہ قبر میں اتار سکتا ہے نہ منھ دیکھ سکتا ہے یہ محض غلط ہے۔ صرف نہلانے اور اس کے بدن کو بلاحائل ہاتھ لگانے کی ممانعت ہے (بہار شریعت حصہ چہارم صفحہ ۱۳۵) وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۲۷ر محرم الحرام ۱۴۰۳ھ

مسئلہ: ازمحمد مسلم قادری گنیش پوری بنوہان گنج بازار بستی

بکر کو عرصہ دراز ہوگیا حج کیے ہوئے سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ کے روضۂ انور کی زیارت کرکے واپس آیا یہاں تک کہ ضعیف العمر بلکہ نحیف ولاغر ہوکر اس دنیائے فانی سے عدم کو سدھارا اب موصوف حاجی کے قبر کو ان کے وارث از زید کی قبر بنوانے کا ارادہ کئے ہیں اور زید سے یہ بھی پتہ چلا کہ حج کے واپسی میں نماز پڑھتے تھے لیکن جب ناتواں کمزور ہوگئے تمام بیماریوں نے آکر گھیر لیا تو نماز پڑھنا چھوڑ دیئے۔ بہرحال کیا زید حاجی صاحب کے قبر کو پکی بنوا سکتا ہے؟

الجواب: علمائے متقدمین نے علماء و مشائخ کی قبروں کو صرف باہر سے پختہ بنانا جائز لکھا ہے اور عامۂ مومنین کی قبر کو پختہ بنانے سے منع فرمایا ہے لیکن اب ہندوستان میں جبکہ کفار اور بعض دنیادار مسلمان ان قبرستانوں پر قبضہ کر رہے ہیں کہ جن میں سب قبریں خام ہوتی ہیں اس لئے ہر قبرستان میں کچھ قبروں کے پختہ بنوانے کی اجازت ہے۔ اور حاجی صاحب کے وارثین کو چاہیے کہ حاجی صاحب کے ذمہ اگر زکوٰۃ، فطرہ اور قربانی کا صدقہ وغیرہ باقی ہو تو ان کے ادا کرنے کی فکر کریں اور آخر وقت میں جو نمازیں قضا ہوئیں بلکہ بالغ ہونے کے بعد سے موت تک جتنی نمازیں اور روزے قضا ہوئے ان سب کا فدیہ ادا کریں یہ چیزیں انشاء اللہ تعالیٰ ان کے لئے بہت فائدہ مند ثابت ہوں گی۔

وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۱۸ر صفر ۱۳۹۹ھ

مسئلہ: از سید محب الحق چھوٹی مسجد گوال ٹولی کان پور

زید ایک عالم دین ہے اور ایک دینی درسگاہ کا صدر مدرس بھی۔ جو دینی اجلاس میں لڑکوں کے علاوہ نابالغہ لڑکیوں کی نعت خوانی کراتا ہے اور جواز میں نحن جوار من بنی النجار ؛ یاحبذا محمد من جار

پیش کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میرا مقصد ان بچیوں کی زبانوں کو سن بلوغ سے قبل نعت ومنقبت نیز حمد خوانی سے لذت آشنا کرکے فلمی حیاسوز گانوں سے بچانے کی کوشش ہے اور بکر جو مستند عالم تو نہیں مگر دینی کتب کا مطالعہ ضرور کرتا ہے اور اچھی معلومات رکھتا ہے حاجی بھی ہے اور مسجد کا امام بھی نیز چرب زبان مقرر اور اچھا خطیب بھی، جس نے زید کے عمل کو ایک جلسہ میں ہزاروں کے مجمع میں نہ صرف ناجائز کہا بلکہ ڈرامہ جیسے الفاظ سے تعبیر کیا جبکہ زید و بکر اور وہ بچیاں جن کو نعت خوانی کے مقابلہ میں شریک ہونا تھا اسٹیج پر موجود تھے اور اعلان بھی کیا گیا اس وقت بکر نے نہ تو زید سے تبادلۂ خیال کیا نہ اپنے خیالات کا اظہار کیا بلکہ سنتا رہا اور جب تقریر کے لئے بیٹھا تو دوران تقریر اہانت آمیز انداز سے تردید کی جس سے زید کو ہزاروں مسلمانوں کے سامنے ذلیل ہونا پڑا اور کتنے مسلمانوں کو رنج و قلق ہوا اور اغیار کو ہنسنے کا موقع ملا۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ زید و بکر میں کون حق پر ہے اور کس کے لئے کیا حکم شرع ہے؟ بحوالہ کتب مفصل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب :- نابالغہ بچیوں کو حمد و نعت اور منقبت خوانی سے لذت آشنا کرکے فلمی گانوں سے بچانے کی کوشش گھر کی چہار دیواری کے اندر کی جائے گی نہ کہ عام اسٹیجوں پر اور زید کا نحن جوار الخ کو پیش کرنا صحیح نہیں اس لئے کہ وہ خیر القرون تھا اور یہ زمانہ پُرفتن ہے یہاں تک کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ظاہری زندگی میں عورتیں مسجد میں نماز کے لئے آتی تھیں پھر تھوڑے ہی دنوں کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کا مسجد میں آنا پسند نہیں فرمایا۔ جیسا کہ بخاری اور مسلم میں حدیث شریف مروی ہے لو ادرک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ما احدث النساء لمنعھن المسجد۔ یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ جو باتیں عورتوں نے اب پیدا کی ہیں اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان باتوں کو ملاحظہ فرماتے تو مسجد میں آنے سے انہیں ضرور منع فرمادیتے۔ یہاں تک حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منع فرمادیا۔ جیسا کہ عنایہ امام اکمل الدین بربائی میں ہے لقد نھی عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ النساء عن الخروج الی المساجد اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جمعہ کے دن کھڑے ہوکر کنکریاں مار مار کر عورتوں کو مسجد سے نکالتے۔ جیسا کہ عمدۃ القاری شرح بخاری میں ہے کان ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقوم یحصب النساء یوم الجمعۃ یخرجھن من المساجد لہٰذا اس زمانہ میں جبکہ عورتوں کی بے حیائی

روز بروز بڑھتی جارہی ہے. نابالغہ بچیوں کو جری بنانے کے لئے عام مردوں کے سامنے اسٹیج پر آنے کی اجازت ہرگز نہیں دی جائے گی بکر مخالفت میں حق بجانب ہے. ہاں اگر منع کرنے میں دل آزار طریقہ اختیار کیا ہو تو ضرور غلطی ہے۔ وھو تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۲۲، ربیع الاول ۱۴۰۳ھ

مسئلہ:

از محمد مستقیم نظامی رضوی چترویدی آنند نگر گورکھ پور

محترم المکرم جناب حضرت مفتی صاحب قبلہ دامت برکاتہم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

زید کہتا ہے کہ تعزیہ داری کرنا جائز ہے جو تعزیہ داری نہیں کرتا ہے اور نہ تعزیہ داری میں چندہ دیتا ہے اور نہ تعزیہ داری مانتا ہے اور چندہ دینے سے انکار کرتا ہے وہ سنی العقیدہ نہیں ہے اور تعزیہ داری ہی سے ہر سال اسلام کی شان ظاہر ہوتی ہے اور تعزیہ داری سے حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کی یاد اور محبت تازہ ہوتی ہے اس کے علاوہ زید کا کہنا ہے کہ میں تعزیہ داری کو جائز قرار دے سکتا ہوں میرے پاس احادیث کریمہ کے کافی ثبوت ہے اکثر وہ اپنی تقریروں میں للکارتا ہے اور اس کی تقریر سے ہمارے یہاں سنی العقیدہ مسلک میں دو گروہ ہونے کا امکان ہے۔ چنانچہ حضور سے گزارش ہے کہ تعزیہ داری کے مسئلہ پر مدلل ثبوت مرحمت فرمائیں گے کہ تعزیہ داری جائز ہے کہ ناجائز تاکہ یہ فتنہ دور ہو جائے۔

الجواب:

مولانا المحترم! وعلیکم السلام ورحمۃ وبرکاتہ،

ہندوستان کی مروجہ تعزیہ داری ناجائز حرام اور بدعت سیئہ ہے. جیساکہ حضرت شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی نے فتاوی عزیزیہ میں اور اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں بریلوی نے رسالہ تعزیہ داری میں تحریر فرمایا ہے۔ اور مولانا حشمت علی خاں بریلوی، مفتی عبد الرشید خاں ناگپوری، سید العلماء حضرت مولانا سید آل مصطفےٰ صاحب مارہروی، حافظ ملت حضرت مولانا عبد العزیز صاحب مبارک پوری، برہان الملت مفتی برہان الحق صاحب جبل پوری اور شہزادۂ اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں بریلوی یعنی حضور مفتی اعظم ہند قبلہ وغیرہ جلیل القدر جمہور علمائے اہلسنت تعزیہ داری کے حرام ناجائز اور بدعت سیئہ ہونے پر متفق ہیں. لہذا تعزیہ داری سے انکار کرنے والے کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ سنی العقیدہ نہیں ہے۔ ان علمائے کرام و مفتیان عظام کے سنی ہونے سے انکار کرتا ہے اور زید کا یہ کہنا کہ تعزیہ داری کے بارے میں میرے

پاس احادیث کے کافی ثبوت ہیں، جھوٹ ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر افترا ہے اور ناجائز کلام سے اسلام کی نشان نہیں ظاہر ہوتی۔ امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یاد اور محبت تازہ کرنے کے لئے جائز طریقے اختیار کریں۔ لہذا فعل حرام کو جائز کہنے، منکرین تعزیہ داری کو سنی ہونے سے انکار کرنے تعزیہ داری کے بارے میں احادیث کے ہونے، حضور علیہ الصلاۃ والسلام پر افترا کرنے اور آیت کریمہ لاتعاونوا علی الاثم والعدوان کے خلاف تعاون علی الاثم والعدوان کرنے کے سبب زید سخت گنہ گار ظالم جفا کار ہے اس پر توبہ واستغفار لازم ہے اگر وہ توبہ واستغفار نہ کرے تو مسلمان اس کی تقریر نہ سنیں اور اس کا بائیکاٹ کریں قال اللہ تعالیٰ واما ینسینک الشیطن فلاتقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۸ ربیع الاول ۱۳۹۹ھ

مسئلہ: از محمد دین سراجی ٹولہ بیشن پور بازار دیوریا

(۱) ایک شخص بلا سند عالم دین کہلاتا ہے اور قرب وجوار حتی کہ دور دراز علاقوں میں گھوم گھوم کر تقریریں بھی کرتا ہے کہ لوگوں پر کچھ حد تک بہت اچھا اثر پڑتا ہے اور جب سکہ جمالیتا ہے تو لوگوں کی اتفاقیہ غلطی پر کفارہ لاگو کرتا ہے اور کفارہ کا پیسہ وصول کر کے خود کھا جاتا ہے۔ لہذا دریافت عرض یہ ہے کہ بلا سند عالم دین کا تقریر کرنا جائز ہے یا ناجائز اگر جائز ہے تو کیوں اور ناجائز ہے تو کیوں از روئے شرع جواب دیا جائے۔

(۲) اور کفارہ کا پیسہ اس عالم کو کھانا جائز یا ناجائز؟

(۳) اور کبھی جھک میں آ کر قوم النصاری کو اچھوت کہتا ہے کیا قوم النصاری شرعاً اچھوت ہے یہ اگر کسی حدیث سے ثابت ہے تو اس حدیث کو تحریر کر دیا جائے اور اگر قوم النصاری اچھوت نہیں ہے تو کہنے والا کیسا شخص ہے؟

(۴) اور مسجد کی زمین کے پاس ایک شخص کا کچا مکان تھا جب وہ پختہ بنانے لگا تو مسجد کی کچھ زمین رکھ کر بنانے لگا جس سے محلے کے بہت سے لوگوں میں نا اتفاقی پھیل گئی اور یہ معاملہ سنگین ہو گیا تو اس کا فیصلہ ایک عالم صاحب پر رکھا گیا عالم صاحب نے فیصلہ یہ کیا کہ مسجد کی زمین سب کا حق ہے۔ مسجد کی زمین وہ آباد کرے ٹھیک ہے لیکن کسی کا دل توڑنا ٹھیک نہیں ہے اس فیصلہ پر گھر بن گیا اور بعد میں

جب مسجد بنی تو مسجد تنگ ہو گئی لہذا دریافت عرض یہ ہے کہ یہ فیصلہ صحیح ہے یا غلط اور فیصلہ کرنے والا کیسا شخص ہے از روئے شرع جواب دیا جائے ؟

الجواب :- (۱) اگر مستند عالم نہ ہو مگر دینی معلومات اور احکام شرعیہ سے واقفیت رکھتا ہو تو اس کو تقریر کرنا جائز ہے اور اگر نام کا مستند عالم ہو مگر دینی معلومات اور احکام شرعیہ سے واقفیت نہ رکھتا ہو تو اسے تقریر کرنا جائز نہیں اور جن چیزوں میں شریعت نے کفارہ مقرر کیا ہے۔ مثلاً قسم کا کفارہ، روزہ کا کفارہ اور ظہار وغیرہ کا کفارہ ان کے علاوہ دوسری غلطیوں پر کفارہ کے نام پر روپیہ پیسہ وصول کرنا حرام و ناجائز ہے لان التعزیر بالمال منسوخ و العمل علی المنسوخ حرام وھو سبحانہ تعالیٰ اعلم

(۲) کفارہ کے مستحق صرف غرباء و مساکین ہیں مگر بنی ہاشم یعنی حضرت علی، حضرت جعفر، حضرت عقیل اور حضرت عباس و حارث بن عبد المطلب کی اولاد کو کفارہ لینا جائز نہیں اگرچہ وہ غریب ہوں لہذا جن میں شریعت نے کفارہ مقرر کیا ہے اگر عالم دین مسکین ہے تو اس قسم کے کفاروں کو لے سکتا ہے اور اگر عالم مسکین نہیں ہے یا بنی ہاشم سے ہے یا شریعت نے ان میں کفارہ مقرر نہیں کیا ہے تو کفارہ لینا حرام و ناجائز ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

(۳) قوم الصاری کو اچھوت کہنا اس قوم کے بڑے بڑے جلیل القدر علماء و مشائخ کی توہین کرنا اور پوری قوم کو گالی دینا ہے۔ قرآن مجید میں ہے ان اکرمکم عند اللہ اتقکم۔ (سورۃ حجرات پارہ ۲۶) اور حدیث شریف میں ہے سباب المسلم فسوق۔ لہذا قوم الصاری کو اچھوت کہنے والے پر توبہ و استغفار لازم ہے وھو تعالیٰ اعلم

(۴) مسجد کی زمین دوسرے کو دے دینا اور مسجد کو تنگ کر دینا جائز نہیں، مسجد کی ملکیت دوسرے شخص کو دے دینے کا فیصلہ غلط ہے اور غلط فیصلہ کرنے والا ظالم جفاکار ہے وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۳، ربیع الاول ۱۳۹۹ھ

مسئلہ :- از محمد علی رضوی کوہ نور سائیکل محلہ نخاس روڈ شہر فیض آباد

زید سنیوں کی مسجد کا امام ہے اور کچھ عرصہ سے گھڑیوں کی مرمت بھی کرنے لگا ہے لوگ زید سے

گھڑیوں کی مرمت کراتے ہیں اور زید غلط بیانی کرکے خوب اجرت لیتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ میرا پیشہ نہیں ہے از راہ شوق یہ کام کرتا ہوں زید اپنے کو خالص سنی کہتا ہے ابھی عرصہ قبل مورخہ ۳۱ جولائی ۱۹۹۲ء بروز چہارشنبہ شہر فیض آباد کے صلح کلیوں اور دیوبندیوں نے ایک جلسہ کیا تھا جس میں دیوبندی مولوی کو تقریر کے لئے بلایا تھا اور یہ مشہور کیا کہ یہ جلسہ شیعوں کے رد میں کیا جارہا ہے زید نے تمام سنیوں سے پر زور گزارش کی کہ وہ جلسہ میں ضرور شرکت کریں لوگوں نے اعتراض کیا زید نے کہا کہ اس جلسہ میں شرکت کرنا بلاشک وشبہ جائز ہے کیونکہ سنی علماء میں کوئی رد شیعہ کرنے والا نہیں ہے اور میں چیلنج کے ساتھ کہتا ہوں کہ مبارک پور سے بریلی تک کوئی مولوی ایسا نہیں ہے جس کے پاس شیعہ کی کوئی کتاب ہو یا وہ رد شیعہ کرسکے۔

جب جلسہ شروع ہوا تو زید دیوبندی کے ساتھ اسٹیج پر بیٹھا واہ واہ اور سبحان اللہ کہتا تھا اور چند شعر بھی جلسہ کے دوران پڑھے اور آخر میں دعا بھی مانگی۔ جلسہ میں تقریر کرنے والوں کے نام یہ ہیں۔ مولوی عبد السلام دیوبندی لکھنوی قادری صدیقی دیوبندی لکھنوی مرزا عابد حسین دیوبندی محمود آبادی جس نے اپنی تقریر میں رد شیعہ کرتے ہوئے تنقیص مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ شروع کردی جیسا کہ ان دیوبندیوں کا طریقہ ہے۔ دوسرے اور شہر میں صلح کلیوں کو دیوبندیوں نے خوب مبارکباد دیں کہ فیض آباد کی تاریخ میں پہلی بار ایسا ہوا ہے کہ دیوبندی اور سنی سب مل کر اسٹیج پر بیٹھے اور سب متفق رہے کچھ ایسے بھی سنی حضرات تھے جنہوں نے اس جلسے میں شرکت نہیں کی اور انکار کردیا تو انھیں زید نے اور صلح کلیوں نے مورد الزام و ہدف بنایا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا زید سنیوں کی مسجد کا امام ہوسکتا ہے؟ اس کی امامت شرعاً درست ہے یا نہیں؟ اور ایسے لوگوں کے لئے کیا حکم ہے جنھوں نے جلسہ میں شرکت نہیں کی اور انکار کردیا ہے۔ از راہ کرم شریعت مطہرہ کے رو سے فیصلہ وحکم سے سرفراز فرمایا جائے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

۱۔ اللھم ھدایۃ الحق والصواب قرآن حکیم ارشاد فرماتا ہے ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار یعنی اور (اے مسلمانو) بد دینوں کی طرف نہ جھکو۔ نہیں تو تم کو (جہنم کی) آگ پکڑے گی۔ یہی قرآن عظیم دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین۔ یعنی یاد آجانے کے بعد تو بد مذہبوں کے ساتھ نہ بیٹھ، عرب

وعجم، ہند وسندھ، بہار وبنگال کے علمائے اسلام وپیشوایان دین نے حسام الحرمین اور الصوارم الہندیہ میں فتویٰ دیا ہے کہ وہابی دیوبندی ضروریات دین کے منکر اور بارگاہ احدیت وسرکار رسالت کے اشد ترین گستاخ ہیں اور بحکم شریعت اسلامیہ بد دین ظالم اور کافر ومرتد ہیں، قرآن وحدیث کے ارشادات کے مطابق بد دینوں کے ساتھ نشست وبرخاست ودیگر اسلامی تعلقات قائم رکھنا سخت حرام ہے۔ اگر زید واقعی ان امور کا مرتکب ہوا جن کا استفتاء میں ذکر ہے تو وہ فاسق معلن ہوگیا اس کے پیچھے نماز پڑھنا سخت ناجائز اور واجب الاعادہ ہے۔ اس کے فاسق معلن ہونے کے بعد جتنی نمازیں اس کے پیچھے دانستگی یا نادانستگی میں پڑھی گئیں ان سب کو دوبارہ ادا کرنا واجب اور لازم ہے۔ مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ زید کے بارے میں تحقیق کریں اگر ثابت ہوجائے کہ زید واقعی دیوبندیوں کے اسٹیج پر گیا اور ان کے جلسے میں شریک رہا تو فوراً زید کو عہدۂ امامت سے برطرف کر دیں کیونکہ زید بحکم شریعت اسلامیہ امامت کے قابل نہ رہ گیا داڑھی منڈا شراب خور فساق وفجار سے ہزاروں درجہ برتر ہوگیا۔ جن مخلص ومتصلب سنیوں نے اس جلسہ کی شرکت سے اعراض کیا وہ لائق مدح ومستحق ثواب ہیں، اور جن لوگوں نے ان متصلب سنیوں کو ہدف ملامت بنایا وہ موذی اور گنہ گار ہیں۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

کتبہ: بدرالدین احمد القادری الرضوی

لاحد من جمادی الاخریٰ ثمانین وثلثمائۃ والف من الہجرۃ ۱۳۸۰ھ

الانتباہ:۔ درود شریف کے بجائے ص، عم، صلعم لکھنا حرام ہے۔ بلکہ اِن اَلَمْ غَلَمْ اشاروں کے بجائے پورا درود شریف، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا علیہ الصلوٰۃ والسلام لکھنا چاہئے

مسئلہ:۔ از عبدالوارث اشرفی الیکٹرک دوکان مدینہ مسجد ریتی روڈ گورکھپور

ہندی اور انگریزی تعلیم مسلمانوں کو حاصل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ دینی تعلیم کے علاوہ دوسری ایسی تعلیم کہ جو دین کی ضروری تعلیم کے لئے رکاوٹ بنے مطلقاً حرام ہے چاہے وہ ہندی انگریزی تعلیم ہو یا کوئی دوسری۔ اور ان باتوں کی تعلیم جو اسلامی عقیدے کے خلاف ہیں جیسے آسمان کے وجود کا انکار، شیطان وجن کے ہونے کا انکار، زمین کے چکر کاٹنے سے رات و دن ہونا، آسمان کا خرق والتیام محال ہونا یا اعادہ معدوم ناممکن ہونا وغیرہ تمام باطل عقیدے جو قدیم وجدید فلسفے میں ہیں ان کا پڑھنا پڑھانا حرام ہے چاہے وہ کسی بھی

زبان میں ہوں۔ اور ایسی تعلیم بھی جائز نہیں کہ جس میں نیچریوں، دہریوں کی صحبت رہے ان کا اثر پڑے دین کی گرہ کھل جائے یا سست ہو۔ اور اگر یہ خرابیاں نہ ہوں تو بقدر ضرورت علم دین حاصل کرنے کے بعد ریاضی و ہندسہ اور حساب و جغرافیہ وغیرہ سیکھنے کی ممانعت نہیں خواہ وہ کسی زبان میں ہوں اور ہندی انگریزی نفس زبان سیکھنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں۔ ھکذا فی الجزء العاشر من الفتاوی الرضویہ۔ وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از ظہیر الدین صدیقی بے بس گوہنیاں تاج ڈاکخانہ بھانپور بستی

(۱) آج کل کالجوں میں جو سائنس پڑھائی جاتی ہے اس میں ایک مضمون ایسا ہوتا ہے کہ جس میں مینڈک وغیرہ کی چیر پھاڑ اور ان کی تصویریں بنائی جاتی ہیں تو ایسا مضمون شرعاً پڑھنا چاہیئے کہ نہیں؟

(۲) علی گڈھی نام کا مشہور پاجامہ جو علیگڈھ یونیورسٹی میں رائج ہے اس کا پہننا کیسا ہے؟

(۳) تبلیغی جماعت اور اسلامی جماعت کے عقائد کیسے ہیں ان میں اہل سنت وجماعت کا شامل ہونا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: اللھم ھدایۃ الحق والصواب (۱) ایذائے حیوان شرعاً ممنوع ہے اور ذی روح کی تصویر سازی ناجائز وحرام ہے اس لئے ایسا مضمون ہرگز نہیں پڑھنا چاہیئے!

(۲) علی گڈھی پاجامہ پہننا بلاشبہ جائز ہے۔ شرعاً کوئی قباحت نہیں بشرطیکہ ٹخنے سے اوپر ہو۔

(۳) نام نہاد جماعت اسلامی اور جماعت تبلیغی کے سربراہوں کا وہی کفری عقیدہ ہے جو وہابیوں اور دیوبندیوں کا کفری عقیدہ ہے بلکہ جماعت اسلامی نے کچھ اور نئے عقائد گڑھے ہیں جو صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور سلف صالحین کے عقائد کے بالکل خلاف ہیں اس لئے ان میں اہلسنت وجماعت کا شامل ہونا ہرگز جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۶ ربیع الاول ۱۴۰۶ھ

مسئلہ: از محمد حامد محلہ سکراول پچھم، ٹانڈہ ضلع فیض آباد

زید نے اپنے دوران تقریر میں وہابیوں کا رد کرتے ہوئے یہ کہا کہ خدائے تعالیٰ نے بھی قرآن کریم کی سورۂ قلم میں گالی دیا ہے اور حرامی کہا ہے تو کیا قرآن شریف کا پڑھنا چھوڑ دوگے۔ زید کا یہ کہنا کیسا ہے اور اس کی تقریر کو سننا اور اس کو کسی مدرسہ اہلسنت کا کوئی کام سپرد کرنا مثلاً محصّل یا سفیر یا مدرس بنانا یا مدرسہ کی کمیٹی کا رکن بنانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب: اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔ چونکہ زید نے وہابیوں پر الزام قائم کرنے کے لئے ان کے طور پر خط کشیدہ مضمون کو ادا کیا ہے جیسا کہ عبارت استفسار سے یہی ظاہر ہے اس لئے زید پر کوئی اعتراض نہیں۔ سائل نے زید کا مکمل جملہ ادا نہیں کیا۔ خط کشیدہ عبارت میں لفظ "بھی" اپنے ماقبل ایک مستقل جملہ چاہتا ہے یا تو سائل "بھی" کا لفظ نقل نہ کئے ہوتا یا اس کو چاہئے تھا کہ ماقبل والا بھی جملہ نقل کر دیتا۔ مذکورہ بالا استفسار کے ان فقروں "وہابیوں کا رد کرتے ہوئے" "خدا نے بھی" "تو کیا قرآن شریف کا پڑھنا چھوڑ دوگے" کو سامنے رکھ کر زید کی خط کشیدہ عبارت کا معنی یہ ہے کہ اے وہابیو! خدائے تعالیٰ نے باعتبار خصوصیت شان نزول بارگاہ رسالت کے گستاخ کی سورۂ قلم شریف میں مذمت بیان فرمائی ہے اور زنیم کا کلمہ جس کا ترجمہ ولدالزنا ہے استعمال فرمایا ہے تو جب تمہارے نزدیک گستاخان بارگاہ رسالت کی مذمت بیان کرنا گالی دینا ہے جیسا کہ تم لوگ وہابیوں کی مذمت بیان کرنے والے عالم کو گالی دینے والا قرار دیتے ہو تو تمہارے طور پر قرآن کریم میں خدائے تعالیٰ نے بھی گالی دیا ہے تو اب بولو کیا معاذ اللہ تعالیٰ! پروردگار عالم کو بھی گالی دینے والا مانو گے اور چونکہ تمہارے طور پر قرآن شریف میں گالی دی گئی ہے تو کیا قرآن شریف کا پڑھنا چھوڑ دوگے۔ ظاہر بات ہے کہ تم کلمہ گو کہلا کر اس امر کی جرأت نہیں کر سکتے تو پھر تسلیم کرو کہ علمائے اہلسنت نے جو وہابیوں دیوبندیوں کی مذمت بیان کی ہے اور بیان کرتے ہیں وہ ہرگز گالی نہیں ہے۔ ہاں اگر زید نے معنی مذکور کو ادا کرنے کے لئے محض اتنی ہی عبارت بولی ہے جس پر خط کھینچا گیا ہے تو زید کا یہ انداز کلام ناپسند قرار پائے گا۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کتبہ: بدر الدین احمد القادری الرضوی

الجواب صحیح والمجیب نجیح۔ ابوالبرکات العبد محمد نعیم الدین احمد عفی عنہ۔ الجواب صحیح۔ محمد محسن یار علوی۔

الجواب صحیح۔ محمد قدرت اللہ الرضوی۔

مسئلہ: ازاحسان علی قصبہ بھیرہوا (نیپال)

(۱) ایک بچہ عمر تقریبًا دس سال ہے اس کا شمار نا بالغ میں ہے اس بچے نے غیر قوم کے بچے کے ساتھ خنزیر کا گوشت کھالیا اب اس کے گھر جو لوگ مہمان آتے ہیں ان کو مقامی لوگ بھی گاؤں کے اس چیز کا تقاضا کرتے ہیں کہ ان کے گھر کا کھانا نہ کھاؤ گاؤں کے لوگوں نے بھی اس کے پورے گھر کو الگ کردیا اب ایسی صورت میں کیا فرماتے ہیں علمائے دین جبکہ وہ بچہ نا بالغ ہے؟ کیا صورت اختیار کی جائے حکم صادر فرمائیں۔

(۲) ایک لڑکی ہے جس کی شادی ہوگئی کچھ دنوں کے بعد آپس میں کشیدگی پیدا ہوئی لڑکی تنگ آکر اپنے میکہ میں چلی گئی وہاں تین سال مسلسل گزارا۔ اس تین سال کے عرصہ میں اس کے شوہر نے کوئی نان ونفقہ کی خبر گیری نہیں کی اس کے بعد لڑکی اپنی مرضی سے ایک دوسرے کے ساتھ دوسری جگہ چلی گئی وہاں اس شخص نے بغیر نکاح کے رکھا اور اس سے دو بچے پیدا ہوئے جس میں ایک لڑکا ایک لڑکی ہے۔ شوہر ثانی کا کہنا ہے کہ شوہر اول طلاق دیدے تو میں عقد کرلوں مگر وہ ضد پر ہے کہتا ہے کہ میں طلاق نہیں دوں گا ایسی صورت میں کیا ہونا چاہیے۔ حکم صادر فرمائیں علمائے متین تاکہ اس حکم کے بموجب عمل کیا جائے۔

(۳) ایک شخص کے دو لڑکے ہیں دونوں کی شادی ہوگئی ہے۔ بڑے لڑکے کی بیوی نے دوسرے شخص سے ناجائز تعلق پیدا کرلیا اور گھر چھوڑ کر غائب ہوگئی کچھ روز کے بعد آئی اور اس کو پھر ان لوگوں نے اپنے گھر میں رکھ لیا۔ دوسرا لڑکا جو چھوٹا ہے اس کے دو بچے ایک گزر گیا اور ایک زندہ ہے گھر میں بیوی موجود ہے پھر بھی ایک دوسری عورت سے ناجائز تعلق پیدا کرلیا اور دو دفعہ فعل کرتے ہوئے پکڑا بھی گیا۔ چونکہ مجرم گاؤں میں سب سے مضبوط ہے اس لئے کچھ لوگ تو ڈرتے ہیں اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو شرعی حکم کے منتظر ہیں اور ان لوگوں نے کھانے پینے کا تعلق بند کر رکھا ہے کہ جب تک حکم شرعی معلوم نہ ہو جائے اس وقت تک کھانا پینا مناسب نہیں۔ اس لئے فوری حکم صادر فرمائیں کہ کیا رویہ اختیار کیا جائے شرعی حکم جو ہو صادر فرمائیں۔؟

الجواب: بعون الملک الوھاب۔ (۱) لڑکا جس نے خنزیر کا گوشت کھایا اسے توبہ کرایا جائے اور گھر والے اگر خنزیر کھانے والی قوم سے اپنے لڑکے کی ایسی گہری دوستی

سے واقف تھے تو انھیں بھی توبہ کرایا جائے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم

(۲) لڑکی مذکور کو چاہئے کہ جس طرح بھی ہوسکے اپنے شوہر سے طلاق حاصل کرے بعدہٗ طلاق کی عدت گزار کر جس کے ساتھ وہ رہتی ہے اس سے یا جس سے بھی چاہے نکاح کرسکتی ہے طلاق حاصل کئے بغیر کسی دوسرے سے نکاح کرنا ہرگز جائز نہیں۔ اگر لڑکی مذکور کا شوہر نہ طلاق دیتا ہے نہ حقوق زوجیت ادا کرتا ہے تو وہ سخت گنہ گار مستحق عذاب نار ہے، شوہر پر واجب ہے کہ یا تو حقوق زوجیت ادا کرے یا طلاق دیدے اور اگر ان دونوں میں سے ایک بھی نہ کرے تو تمام مسلمان اس کا بائیکاٹ کریں۔ لڑکی مذکور اور جس کے ساتھ وہ رہتی ہے دونوں پر واجب ہے کہ فوراً ایک دوسرے سے الگ ہوجائیں اور علانیہ توبہ واستغفار کریں اور اگر وہ دونوں ایسا نہ کریں تو تمام مسلمان ان کے ساتھ کھانا، پینا، اٹھنا، بیٹھنا، سلام وکلام اور ہر قسم کے اسلامی تعلقات بند کردیں۔ اگر مسلمان ایسا نہ کریں تو وہ بھی گنہ گار ہوں گے۔ ھذا ما عندی والعلم بالحق عند اللہ ورسولہ

(۳) جو عورت بھاگ گئی تھی پھر واپس آئی اسے علانیہ توبہ واستغفار کرایا جائے اور قرآن خوانی اور میلاد شریف اور دیگر کار خیر کرنے کی تلقین کی جائے اور اس کا شوہر اگر عورت کی بدچلنی سے واقف تھا یا اس کو ادھر ادھر آنے جانے کے لئے آزاد کر رکھا تھا تو اسے بھی توبہ کرائی جائے ــــــ دوسرا لڑکا جو غیر عورت سے ناجائز تعلق رکھتا ہے مسلمانوں کو چاہئے کہ حسب طاقت اسے حرام کاری سے باز رکھنے کی کوشش کریں اور علانیہ توبہ واستغفار کرائیں اگر وہ حرام کاری سے باز نہ آئے اور توبہ واستغفار نہ کرے تو تمام مسلمان اس کا بائیکاٹ کریں۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۵، ربیع الآخر ۱۳۸۷ھ

مسئلہ ۸: از محمد مصطفےٰ خاں رنوڈیہہ بنگھسری بیچپڑوا ضلع گونڈہ

(۱) ہمارے قرب وجوار میں کھڑے مرغ پر فاتحہ ہوتا ہے بعد میں کسی موقع پر یا خصوصاً گیارہویں شریف کو جس کی تفصیل یوں ہے کہ مرغ کے منھ اور پیر دھو کر کسی صاف جگہ پر مرغ کو کھڑا کرتے ہیں وہاں کچھ لوبان وغیرہ سلگاتے ہیں اور کچھ بیسہ وغیرہ رکھدیتے ہیں جو کسی غریب کو دیدیتے ہیں اور مرغ کو کھڑا کرنے کے بعد یعنی زندہ مرغ رہتا ہے اور فاتحہ پڑھنے والا مرغ کے سامنے قبلہ رو کھڑا ہوکر اول و آخر چند

مرتبہ درود شریف اور کچھ آیتیں قرآن شریف کی پڑھ کر یہ کہتا ہے کہ یا اللہ تعالیٰ میں نے جو اول و آخر درود شریف اور قرآن شریف پڑھی ہے اور یہ مرغ جو ذبح کر کے غریبوں کو کھلایا جائے گا اس کا ثواب حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں گذر کر کے بزرگان دین کو مل کر کے خصوصاً غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روح پاک کو پہونچے۔ اور مرغ ذبح کرنے سے پہلے بسم اللہ اللہ اکبر پڑھ کر ذبح کرتے ہیں لیکن بعض لوگ اسے حرام بتاتے ہیں اس لئے کہ مرغ کے اندر غلاظت ہے لہذا اس پر فاتحہ نہیں ہوسکتا ہے۔ کہتے ہیں کہ بغیر فاتحہ پڑھے ہوئے ذبح کر دو اور جب گوشت بن جائے تب کھانے پر فاتحہ پڑھئے۔ اگر جس کی تفصیل لکھی ہے یعنی زندہ مرغ پر فاتحہ اگر نہیں ہوسکتا ہے یا یہ فعل اگر حرام ہے تو ہم لوگ اسے چھوڑ دیں۔ اور اگر جائز ہے تو کرتے رہیں۔ اس کا آپ فیصلہ فرمادیں۔

(۲) یہ ہے کہ ہمارے قرب و جوار میں بلکہ ہر گاؤں میں ایک جگہ ملنگ کی ہوتی ہے جہاں لوگ روٹ اور لنگوٹ پر فاتحہ پڑھتے ہیں جس کی تفصیل یوں ہے۔ لوگ اپنے ہاتھوں سے ایک قبر بناتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ یہاں ملنگ بابا رہتے تھے لیکن کسی نے پشت در پشت سے ملنگ بابا کو نہیں دیکھا ہے صرف لوگ سنی ہوئی باتوں پر یقین کر کے وہاں روٹ لنگوٹ پر فاتحہ دلاتے ہیں اور نذریں اور منتیں مانتے ہیں تو کیا اس گمنام ملنگ کے نام فاتحہ جائز ہوسکتا ہے جبکہ کسی سے یہ بات پایۂ ثبوت تک نہیں پہونچ سکی ہے یہ کوئی نہیں بتلا سکتا ہے کہ ہاں یہ واقعی ملنگ کی قبر ہے۔ تو کیا ایسی صورت میں مصنوعی قبر پر نذر و نیاز جائز ہوسکتا ہے اس کا آپ فیصلہ فرما دیجئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

الجواب ——— (۱) مشکوٰۃ شریف باب فضل الصدقہ ص ۱۶۹ میں ہے عن سعد بن عبادۃ قال یارسول اللہ ان ام سعد ماتت فای الصدقۃ افضل قال الماء فحفر بئرا وقال ھذہ لام سعد رواہ ابوداؤد والنسائی یعنی حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سعد کی ماں کا انتقال ہوگیا ہے تو ان کی ماں کے لئے کونسا صدقہ افضل ہوگا؟ تو حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پانی۔ تو انھوں نے کنواں کھودا اور کہا کہ یہ ام سعد کے لئے ہے یعنی جو لوگ اس کا پانی استعمال کریں گے اور اس پر جو ثواب مرتب ہوگا وہ ام سعد کو ملتا رہے گا۔ تو اسی طرح جو لوگ زندہ بکرا یا مرغ فاتحہ کرتے ہیں اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کے کھانے سے جو ثواب مرتب ہوگا ہم اسے غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا فلاں

بزرگ کی خدمت میں نذر کرتے ہیں لہذا ایسا کرنا جائز ہے لیکن پکنے کے بعد فاتحہ کرنا بہتر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) مصنوعی قبر کی زیارت حرام ہے اور حدیث شریف میں لعنت آئی ہے۔ فتاوی عزیزیہ میں ہے لَعَنَ اللّٰہُ مَنْ زَارَ بِلَا مَزَارٍ لہذا ملنگ کی مصنوعی قبر کو زیارت کرنا اور وہاں روٹ ولنگوٹ چڑھانا سخت ناجائز اور حرام ہے مسلمانوں کو ایسی خرافات باتوں سے بچنا لازم ہے اگر نہیں بچیں گے تو سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہوں گے۔

ھٰذا ما عندی والعلم بالحق عند اللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

کتبہ

جلال الدین احمد الامجدی

۷ ربیع الآخر ۱۳۸۷ھ

مسئلہ: از احسان علی برکاتی خادم مدرسہ اشرفیہ امیر العلوم موضع ناتھ نگر پرانی بازار ضلع بستی

تاڑ کی تاڑی اور کھجور کی تاڑی پینا کیسا ہے؟ زید کہتا ہے کہ کھجور کی تاڑی میں نشہ نہیں ہوتا اس لئے جائز ہے بکر کہتا ہے کہ کھجور کی تاڑی میں نشہ ہے اس لئے حرام ہے۔ لہذا کتب کے حوالوں کے ساتھ جواب عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب: تاڑ کی تاڑی اور کھجور کی تاڑی دونوں کا پینا حرام ہے اس لئے کہ ان کا کثیر یقیناً مسکر ہے اور ہر وہ چیز کہ جس کا کثیر مسکر ہو اس کا قلیل بھی حرام ہے تنویر الابصار میں ہے حرمھا محمد مطلقاً وبہ یفتی رد المحتار میں ہے "قولہ وبہ یفتی ای بقول محمد وھو قول الائمۃ الثلاثۃ لقولہ علیہ الصلاۃ والسلام کل مسکر خمر وکل مسکر حرام رواہ مسلم وقولہ علیہ الصلاۃ والسلام ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام رواہ احمد وابن ماجہ والدار قطنی وصححہ اھ اور درمختار میں ہے قال محمد ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام اور فتاوی عالمگیری جلد پنجم مصری ص۳۵۳ میں ہے "والفتوی فی زماننا بقول محمد رحمہ اللہ تعالیٰ حتی یحد من سکر من الاشربۃ المتخذۃ من الحبوب والعسل واللبن والتین لان الفساق یجتمعون علی ھذہ الاشربۃ فی زماننا ویقصدون السکر واللھو بشربھا کذا فی التبیین اھ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ

جلال الدین احمد الامجدی

۱۴ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۰ھ

مسئلہ ۱۔ از فقیر محمد قادری موضع پیری نئی بستی۔ اترولہ ضلع گونڈہ

بے پردہ سے غیر مرد کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر عورتوں کو چوڑی پہنانا کیسا ہے؟

الجواب ۱۔ بلا پردہ ہو یا پردہ سے بہر صورت غیر مرد کے ہاتھ میں ہاتھ دیکر عورتوں کو چوڑی پہننا حرام ہے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان اسی قسم کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ حرام حرام حرام ہے۔ ہاتھ دکھانا غیر مرد کو حرام ہے۔ اس کے ہاتھ میں ہاتھ دینا حرام ہے جو مرد اپنی عورتوں کے ساتھ اسے جائز رکھتے ہیں دیوث ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ جلد دہم نصف آخر ص ۲۰۸) وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ ۲۔ از سید ضیاء الدین چونروی کالپی ضلع جالون

ایک پیر صاحب جن کے مرید کافی ہیں اور کسی خانقاہ کے سجادہ نشین بھی نہیں۔ اپنے ایک نوجوان مرید سے قوم لوط علیہ السلام کا فعل کراتے ہیں اور مرید کو منع کر دیتے ہیں کہ کسی سے نہ کہنا مرید مذکور نے کچھ دن کے بعد لوگوں سے کہہ دیا بات بہت بڑھ گئی تو پیر صاحب کے روبرو اس کی صفائی ہونے لگی وہاں کافی مجمع ہوگیا اس مجمع میں ایک مولوی صاحب بھی تھے جب نوجوان مرید سے پوچھا گیا تو اس نے بحلف کہہ دیا کہ ہاں انھوں نے مجھ سے یہ فعل کرایا ہے۔ اس پر مولوی صاحب نے فرمایا کہ اس کا بیان ابھی ہم صحیح نہیں مانتے اگر پیر صاحب بحلف اس کی تردید کر دیں تو پیر صاحب کا بیان صحیح مان لیں گے اور پیر صاحب نے کہا کہ ہم قسم نہیں کھائیں گے کوئی ہمارا مرید رہے یا نہ رہے۔ چنانچہ ایسی صورت میں نوجوان مرید کا بیان درست مانا گیا اور انھیں پیر صاحب کے کئی مرید یہاں امامت بھی کرتے ہیں۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ ایسے پیر صاحب کے لئے شرعی کیا حکم ہے؟ اور ان کے مریدوں کے لئے کیا حکم ہے؟ کیا ایسے پیر کے مرید کے پیچھے نماز جائز ہے یا ناجائز؟ اور ان مریدوں کو ایسی مریدی سے توبہ کرنا چاہئے یا نہیں؟

(۲) انھیں پیر صاحب نے ایک تقریر میں فرمایا کہ مزامیر کے ساتھ گانا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے سنا ہے کون کہتا ہے کہ گانا ناجائز ہے۔ اس کا بھی مفصل جواب مرحمت فرمائیں؟

الجواب :- (۱) حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کا فعل نہایت خبیث ہے بلکہ زنا سے بھی بدتر ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کو تم لوط علیہ السلام کی قوم کا عمل کرتے ہوئے پاؤ تو فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر دو۔ اور حدیث شریف میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسا کام کرنے والے اور کرانے والے دونوں کو جلا دیا۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان دونوں پر دیوار گرا دی۔ اور حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ پیچھے کے مقام میں وطی کی تو اس کی سزا یہ ہے کہ اس کے اوپر دیوار گرا دیں یا اونچی جگہ سے اسے اوندھا کر کے گرائیں اور اس پر پتھر برسائیں یا اسے قید میں رکھیں یہاں تک کہ مر جائے یا توبہ کرے یا چند بار ایسا کیا ہو تو بادشاہ اسلام اسے قتل کر ڈالے۔ الغرض یہ فعل نہایت خبیث ہے بلکہ زنا سے بھی بدتر ہے (بہار شریعت) لیکن ایک شخص کے حلف بیان سے کسی کا لوطی ہونا عند الشرع ہرگز ثابت نہ ہوگا۔ ورنہ جو شخص جس کو رسوا کرنا چاہے گا اسے آسانی کے ساتھ لوطی ہونا ثابت کر دے گا اور اس قسم کے معاملہ میں جس پر الزام ہو اس سے قسم کھلانا بھی غلط ہے۔ لہٰذا پیر صاحب کے انکار حلف سے بھی ان کا لوطی ہونا ثابت نہ ہوگا۔ حاشیہ ہدایہ جلد ثالث ص۲۹ پر زیلعی سے لایکون النکول فی الحد وحجتہ ولھذا لم یحلف فیہا وھو تعالیٰ اعلم۔

(۲) مزمار کے معنی لغت میں بانسری کے ہیں اس کی جمع مزامیر ہے۔ لیکن عرف میں آجکل مزامیر بول کر طبلہ، ڈھولک ہارمونیم، ستار اور سارنگی وغیرہ مراد لیتے ہیں۔ لہٰذا شخص مذکور کا یہ کہنا کہ حضور اور صحابۂ کرام نے مزامیر کے ساتھ گانا سنا ہے سراسر جھوٹ اور ذات اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کھلا ہوا بہتان ہے کہ اگر ایسا ہوتا تو مزامیر کا سننا جائز بلکہ سنت ہوتا حالانکہ وہ حرام ہے جیسا کہ سلطان المشائخ محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ملفوظات فوائد الفواد شریف میں ہے۔ مزامیر حرام است اور صحیح بخاری شریف میں ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا لیکونن فی امتی اقوام یستحلون الحر والحریر والخمر والمعازف یعنی میری امت میں کچھ لوگ ایسے (بدبخت) ہوں گے جو آزاد عورت، ریشم، شراب اور گانے بجانے کو حلال ٹھہرائیں گے۔ البتہ ایسا دف کہ جس میں جھانجھ نہ ہوں محض ڈھب ڈھب بغیر قواعد موسیقی کے بجانا جائز ہے (بہار شریعت ج ۱۶ ص۱۳۰ بحوالہ ردالمحتار و عالمگیری) اور اسی قسم کا دف حضور کا سننا بعض روایتوں سے ثابت ہے۔ لہٰذا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی ذات پر جس نے مزامیر سننے کا بہتان باندھا اس پر علانیہ توبہ و استغفار واجب ہے۔ وھو تعالیٰ

اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۲۷ر جمادی الاولی ۱۴۰۱ھ

مسئلہ:۔ از حیدر علی اوجھا گنج ضلع بستی

زید کی لڑکی ہندہ شام کو دن ڈوبنے کے پہلے باہر گئی ایک نامحرم نے ہندہ سے چھیڑ کھانی کیا اور مارنے لگا لڑکی نے بہت زوروں سے شور مچایا گاؤں کے نزدیک والے دوڑے اور نامحرم مرد بھاگ گیا جس کی وجہ سے ہندہ کے باپ زید کو گاؤں کی برادری نے بائیکاٹ کر دیا چند دن کے بعد زید نے ساری برادری کو اکٹھا کیا اور اپنی غلطی کی معافی چاہی۔ لہٰذا پنچان نے فیصلہ کیا کہ شریعت جو قانون کہتی ہے وہ مانا جائے گا۔ اس کا جواب شریعت کے مطابق دیا جائے عین نوازش ہوگی؟

الجواب:۔ اگر ہندہ کا پہلے سے اس نامحرم کے ساتھ کوئی تعلق نہ تھا بلکہ یکایک اس نے شام کو دن ڈوبنے سے پہلے ہندہ کو چھیڑا اور مارا جیسا کہ سوال میں پہلے سے تعلق کا کوئی ذکر نہیں ہے تو اس صورت میں نہ لڑکی گنہگار ہے اور نہ اس کا باپ۔ لیکن اگر ہندہ کا شخص مذکور کے ساتھ پہلے سے ناجائز تعلق تھا اس بنیاد پر اس نے ہندہ کو چھیڑا اور مارا تو ہندہ، اس کا باپ اور گھر کا ہر وہ فرد جو ہندہ کی غلط روش اور اس کے بے پردہ اِدھر اُدھر گھومنے پھرنے سے راضی تھا ہر ایک گنہگار ہوا۔ سب کو علانیہ توبہ و استغفار کرایا جائے اور پابندی کے ساتھ نماز پڑھنے کی تاکید کی جائے نیز قرآن خوانی و میلاد شریف کرنے غربا و مساکین کو کھانا کھلانے اور مسجد میں چٹائی وغیرہ رکھنے کی تلقین کی جائے کہ یہ چیزیں قبول توبہ میں معاون و مددگار ہوں گی۔ قال اللہ تعالیٰ مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِھِمْ حَسَنٰتٍ وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا (پ ۱۹ رکوع ۴) پھر توبہ وغیرہ کے بعد بائیکاٹ ختم کیا جائے۔ ھذا ما عندی والعلم بالحق عند اللہ ورسولہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۲۹ر جمادی الاخریٰ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ:۔ از فرزند علی راعی سمرا حسین بخش تری بازار بستی

حضرت مفتی صاحب قبلہ! السلام علیکم زید کی والدہ ہندہ نے زید کے والد کے انتقال کے چھ سال بعد ایک مسلمان نداف کے ساتھ ناجائز تعلق کے بعد نکاح کر لیا۔

زید کی برادری نے ہندہ کو برادری سے الگ کر دیا اور زید پر سختی کی کہ تم قطع تعلق ہو جاؤ ورنہ تم کو بھی برادری سے الگ کر دیا جائے گا۔ برادری کے خوف سے زید ماں سے قطع تعلق رہا۔ تقریباً دو سال بعد نداف نے بھی طلاق دے دیا اس کے بعد ہندہ قریب ہی بازار میں اپنا سبزی وغیرہ خرید و فروخت کر کے گذارا کرتی تھی تقریباً نو سال اسی طرح گذارا کیا۔ ابھی ایک ماہ ہوئے کہ زید کی بیوی چار بچوں کو چھوڑ کر انتقال کر گئی۔ انتقال کے موقع پر ہندہ زید کے یہاں موجود تھی کفن دفن ہو جانے کے بعد زید نے برادری سے اپیل کیا کہ بھائیو میرے پاس چھوٹے چھوٹے بچے ہیں اور ان کا دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہیں ہے اگر برادری اجازت دے تو میں اپنی ماں ہندہ کو رکھ لوں اور ماں کی عمر ستر کے قریب ہے اور ہر طرح سے مجبوری ہے۔ برادری نے غور کر کے کہا کہ خدا سے توبہ کرے ہندہ نے توبہ کر لی اور آپس میں برادریوں کا کھانا پینا بھی ہوا۔ پندرہ یوم کے بعد پھر زید کی برادری نے کہا کہ تم اپنی ماں ہندہ کو الگ کر دو۔ تب تمہارے یہاں کھانا وغیرہ کھایا جائے گا ورنہ نہیں۔ اب زید کیا کرے جبکہ ہر طرح سے پریشانی ہے ادھر چھوٹے چھوٹے بچے اور ادھر ماں کی ضعیفی۔ جیسا حکم شرعی ہو جواب سے نوازیں۔ والسلام مع الاحترام۔

الجواب ــــــــ اللھم ھدایۃ الحق والصواب بخاری شریف کی حدیث ہے "ان العبد اذا اعترف ثم تاب تاب اللہ علیہ" یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بندہ اپنے گناہ کا اقرار کرتا ہے پھر توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۰۳) اور ترمذی شریف کی حدیث ہے "یا ابن آدم لو بلغت ذنوبک عنان السماء ثم استغفرتنی غفرت لک" یعنی خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے انسان اگر تیرے گناہ آسمان تک پہونچ جائیں پھر تو مجھ سے معافی مانگے اور بخشش چاہے تو میں تجھ کو بخش دوں گا۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۰۴) اور ابن ماجہ شریف کی حدیث ہے۔ التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ "یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گناہ سے توبہ کرنے والا شخص ایسا پاک وصاف ہو جاتا ہے جیسے اس نے کبھی گناہ ہی نہیں کیا (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۰۶) ان حدیثوں سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ جب بندہ دل سے توبہ کرتا ہے تو خدائے تعالیٰ اس کے گناہ کو معاف فرما دیتا ہے۔ لہٰذا جبکہ زید کی والدہ ہندہ نے توبہ کر لی تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ اسے برادری میں شامل کر لیں۔ اگر توبہ کے بعد بھی برادری میں شامل نہ کریں گے تو گنہگار ہوں گے۔ البتہ اسے مسجد میں چٹائی لوٹا رکھنے، غرباء و مساکین کو کھانا کھلانے، میلاد شریف، قرآن خوانی کرنے

کی تلقین کی جائے اور پابندی کے ساتھ نماز پڑھنے کی تاکید کی جائے کہ یہ چیزیں قبول توبہ میں معاون و مددگار ہوں گی جیسا کہ خدائے تعالیٰ نے فرمایا، من تاب وآمن وعمل صالحا فاولئک یبدل اللہ سیئاتھم حسنات وکان اللہ غفوراً رحیما (پ ۱۹ ع ۴) وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۱۵ ربیع الآخر ۱۴۰۰ھ

مسئلہ:۔ از جیش محمد پیری بزرگ پوسٹ بھدوکھر بازار ضلع بستی

ہم لوگ آپس میں گفتگو کرتے تھے۔ ایک شخص نے کہا کہ کچھ مسلم ملک آپس میں اتحاد کرنے سے دور رہتے ہیں ایک صاحب نے کہا کہ (۱) ابلیس اور آدم علیہ السلام میں اتفاق نہیں ہوا۔ (۲) حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نمرود میں اتفاق نہیں ہوا۔ (۳) حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون میں اتفاق نہیں۔ (۴) حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ابولہب۔ ابوسفیان وغیرہ سے اتفاق نہیں ہوا تو آج مسلم ملک کیسے ایک ہوں میرے خیال میں یہ بات ٹھیک نہیں ہے۔ مہربانی کرکے جلد جواب دیں تو عین مہربانی ہوگی؟

الجواب:۔ حضرت آدم علیہ السلام و ابلیس۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام و نمرود حضرت موسیٰ علیہ السلام و فرعون۔ اور حضرت سیدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و ابولہب کے مابین اتفاق نہ ہونے کی مثال میں آج کے مسلم ممالک کو پیش کرنا صحیح نہیں۔ اور کافر ابولہب کے ساتھ صحابیٔ رسول حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیش کرنا کہ حضور سے ان کا اتفاق نہیں ہوا غلط ہے۔ کہنے والا اگر گمراہ نہیں تو جاہل ہے۔ اور جاہل نہیں تو گمراہ ہے۔ اس پر اپنے اس قول سے توبہ و رجوع لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۰ھ

مسئلہ:۔ از لقمان علی خاں، پوسٹ و مقام بدیا دھرپور ضلع بالاسور (اڑیسہ)

زرینہ بی بی نام کی ایک مسلمان لڑکی کے گھر میں غیر قوم مثلاً ہندو وغیرہ آیا جایا کرتے تھے اہل محلہ نے اس کی شکایت لڑکی کے والد سے کی تو اس نے صاف انکار کردیا اور جب محلہ کی پنچایت کمیٹی نے اسے پنچایت میں بلایا تو اس نے اس واقعہ کو غلط افواہ کہہ کر کمیٹی کو بے خاطر کرکے چلا گیا کچھ دنوں بعد ہندؤں میں جب یہ بات پھیلی تو ان لوگوں نے ایک کمیٹی میں زرینہ اور اس کے والد کو بلا کر اس واقعہ کی تفتیش کرنی چاہی بتوں کے منڈپ میں

اس کمیٹی میں زرینہ نے صاف اقرار کیا ایک ہندو لڑکا بدیا دھر جینا نامی سے میرے تعلقات ہیں اور اس نے میری عزت تک لوٹی ہے اس ہندو لڑکے سے پوچھا گیا تو اس نے بھی اقرار کیا اور ذات پات کا معاملہ لیکر بات بہت شدت اختیار کر گئی کچھ مسلمان نے صلح صفائی کر کے لڑکی کو کسی طرح وہاں سے لاکر اس کے رشتہ دار کے گھر نظر بندی سے رکھا اور لڑکی کو سمجھایا کہ تو کسی مسلمان لڑکا کو چاہتی ہے ہمیں بتا ہم لوگ بغیر خرچ کے تیری شادی کر دیں گے مگر لڑکی شادی پر رضامند نہ ہوئی اور ایک ہفتہ کے اندر ایک رات بہانے سے اپنے گھر چلی آئی۔ پھر ایک سال بعد ایک ہندو لڑکا کا نھو پاتر نامی کے ساتھ رات میں ایک بس اسٹیشن میں پکڑی گئی قریب بستی کے مسلمانوں نے ان دونوں کو پکڑ کر پولیس میں دیدیا پھر وہاں سے کسی طرح لڑکی کو اس کے والد کے گھر میں پہونچا دیا اس کے والد نے اس لڑکی کو شہر کلکتہ نوکری کے لئے روانہ کر دیا اس اثنا میں وہی ہندو لڑکا کا نھو پاتر نامی کلکتہ تنخواہ وغیرہ لینے کے بہانے ملتا رہا دو سال بعد جب زرینہ کلکتہ سے گاؤں واپس ہوئی تو اس کی گود میں قریب دس بارہ دن کا ایک بچہ تھا لوگوں نے جب بچے کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا یہ اسٹیشن پر پڑا ہوا ملا ہے لیکن محلہ والوں نے اس بات کو یقین نہ کیا اور اس لڑکی کے خاندان کا مکمل بائیکاٹ کر دیا کچھ دن بعد لڑکی اور اس کے والد بستی کے پنچایت میں حاضر ہو کر اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور لڑکی نے اقرار کیا کہ یہ بچہ میرا ہی ہے جو ناجائز حمل سے ہوا ہے اور اہل محلہ سے ملکر رہنے کی درخواست کی ہے اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ یہ لوگ کس طرح مل کر رہیں گے۔ ان کے لئے شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے بیان فرماکر ممنون فرمائیں۔ فقط بینوا توجروا۔

الجواب ـــــــــ اللھم ھدایۃ الحق والصواب خدائے تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منھما مائۃ جلدۃ۔ ولا تاخذکم بھما رافۃ فی دین اللہ ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الاخر۔ یعنی جو عورت زنا کرے اور جو مرد تو ان میں سے ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ اور تمہیں ان پر ترس نہ آئے۔ اللہ کے دین میں اگر تم اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو۔ (پ ۱۸ ع ۷) اور حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "البکر بالبکر جلد مائۃ" یعنی کنواری عورت کے کنوارے مرد سے زنا کرنے کی سزا سو درے ہیں (مسلم مشکوٰۃ ص ۳۰۹) مگر قرآن و حدیث کا یہ حکم بادشاہ اسلام کے ساتھ خاص ہے اگر بادشاہ اسلام نہ ہو تو دوسرے لوگوں کو شرعی حد قائم کرنے کا اختیار نہیں حضرت امام فخر الدین رازی قدس سرہ تفسیر کبیر جلد ۶ ص ۲۵۶ میں تحریر فرماتے ہیں "اذا فقد الامام فلیس

لاحاد الناس اقامة هذہ الحد ود بل الاولیٰ ان یعینوا واحدا من الصالحین یقوم بہ " یعنی جب بادشاہ اسلام نہ ہو تو حدود شرعیہ قائم کرنا لوگوں کو جائز نہیں بلکہ بہتر یہ ہے کہ کسی نیک آدمی کو مقرر کریں جو حدود شرعیہ کو قائم کرے لہذا اگر ممکن ہو تو اس طرح اس لڑکی پر حد قائم کی جائے لیکن اگر اس طرح حد قائم کرنے کی حکومت کی طرف سے روک ہو تو لڑکی اور اس کے باپ کو علانیہ توبہ واستغفار کرائیں اور جتنی سزا ممکن ہو دیں۔ مثلاً دونوں کا ہاتھ پیٹھ کے پیچھے باندھ کر مسلمانوں کے سامنے کھڑا کریں۔ وہ اپنی غلطیوں کا اقرار کریں کہ بے شک ہم نے اسلام اور مسلمانوں کی توہین کی ہم توبہ کرتے ہیں اور آپ لوگوں سے غلطی کی معافی چاہتے ہیں مگر لڑکی کو مسلمانوں کی پنچایت میں پردہ کے ساتھ کھڑی کریں یا پنچ کا جوتا اس کے سر پر رکھیں یا دس بیس کوڑے ان دونوں کو ماریں غرضیکہ جتنی سزا ممکن ہو دونوں کو دیں مگر مالی سزا دینا کہ ان سے کچھ روپیہ پیسہ وصول کرنا جائز نہیں لان التعزیر بالمال منسوخ والعمل علی المنسوخ حرام البتہ ان دونوں کو پابندی نماز کی تاکید کی جائے اور مسجد میں چٹائی رکھنے غرباء ومساکین کو کھانا کھلانے اور میلاد شریف وقرآن خوانی کرنے کی تلقین کی جائے کہ یہ چیزیں قبول توبہ میں معاون ہوں گی۔ ھذا ما ظھرلی والعلم بالحق عند اللہ تعالیٰ ورسولہ جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۱۳ ربیع الآخر ۱۴۰۰ھ

مسئلہ :- از عبد الکبیر اڑیسوی متعلم دار العلوم مظہر اسلام بریلی شریف

(۱) کدام بر سماط خوردن سنت است بکر می گوید بر سماط سیاہ خوردن سنت است۔ زید می گوید بر سماط احمر خوردن سنت است۔ بکر بہم برآمد وبگفت گر قول تو درست است دلیل بیار۔ زید دلیل بیان کرد پیش حضرت عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ بر سماط سفید طعام آمدہ بود۔ حضرت عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ فرمودند سماط احمر بیاز زید مزید گفت حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نیز بر سماط احمر طعام دائم تناول فرمودہ اند وبہمان را بر سماط احمر طعام می دہند۔ زید باز گفت نشنیدی چہ فرمود سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سماط احمر نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام را بود آں سماط احمر از آسمان نازل شدہ بود۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مزید فرمود ہر کہ بر سماط احمر طعام می خورد آنکس را پاداش ہر لقمہ صد نیکیاں می آمیزند ودر بہشت صد جاہ بلند می شود واو ہمنشیں مع حضرت عیسیٰ علیہ السلام در بہشت باشد قول زید راست است یا قول بکر؟

(۲) تعویذ نوشتن از خون خروس رواست یانیست در شرع چہ حکم است بیان کنید ؟

(۳) ریش کرو بیاں ہست یانیست ۔ خالدی گوید ریش کرو بیاں ہست گفتن خالد درست است یا کذب

الجواب (۱) بعون الملك العزيز الوهاب برسماط احمر خوردن سنت ست ازانکہ سماط آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سرخ بودے چنانکہ شیخ محقق حضرت عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرمودہ اند کہ سفرۂ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سرخ بودے (شرح سفر السعادہ ص۴۲۶) وبیشک حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام راسماط احمر از آسماں نازل شدہ چنانچہ امام فخر الدین رازی نوشتہ اند۔ روی ان عیسیٰ علیہ السلام لما اراد الدعاء لبس صوفا ثم قال اللهم انزل علینا الخ فنزلت سفرة حمراء (تفسیر کبیر جلد ثالث ص۴۸۵) ودر تفسیر ابو السعود ست روی انه علیه السلام لما دعا بما دعا واجیب بما اجیب اذا بسفرة حمراء نزلت ودر تفسیر خازن ومعالم التنزیل فرمودہ اند قال سلمان الفارسی لما سأل الحواریون المائدة لبس عیسیٰ صوفا وبکی وقال اللهم ربنا انزل علینا مائدة من السماء الآیة فنزلت سفرة حمراء اھ لہذا قول زید راست ست مگر ہر کہ برسماط احمری خورد الخ ایں فرمان آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در کتب حدیث ندیدم ۔ وهو تعالیٰ اعلم بالصواب ۔

(۲) تعویذ نوشتن از خون سیال روانیست چہ از خروس باشد چہ از غیر آں زیراکہ خون سیال نجس است وهو سبحانه وتعالیٰ اعلم ۔

(۳) کرو بیاں ریش ندارند زیراکہ ریش راگوشت وپوست باید وکرو بیاں نوری ہستند۔ گوشت وپوست ندارند وهو تعالیٰ اعلم بالصواب ۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۱۶ ربیع الآخر ۱۴۰۰ھ

مسئلہ :۔ از پیر طریقت بابا ہلال الدین چشتی خانقاہ عالیہ قادریہ چشتیہ ہلالیہ پرول نگر واگلے اسٹیٹ تھانہ

حضرت علامہ مفتی صاحب قبلہ مدظلہ العالی ! السلام علیکم

گذارش ہے کہ حضرت خواجہ اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ یاکسی دوسرے بزرگ کی چوکھٹ کو عطر کے ساتھ رومال سے صاف کرنا جائز ہے کہ نہیں ؟

الجواب :۔ محترم ! وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ،

حضرت خواجہ اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا کسی دوسرے بزرگ کی چوکھٹ کو عطر کے ساتھ رومال سے صاف کرنا جائز ہے کہ اس میں اس بزرگ کی تعظیم ہے اور ہر بزرگ کی تعظیم جائز و مستحسن ہے وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۱۶ صفر المظفر ۱۴۰۱ھ

مسئلہ:۔ از محمد صادق موضع کوری ضلع بھوجپور (بہار)

تصویر یعنی فوٹو کھینچنا جہنمی بتایا گیا ہے لیکن کھینچوانے والے کا کیا حشر ہوگا؟ اس لئے کہ اکثر لوگ اس مرض میں مبتلا ہیں خواہ پاسپورٹ کے لئے یا گھر کی رونق کے لئے یا گھر کے لوگوں کے دیکھنے کے لئے۔ کیا رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس بات کی اجازت دی ہے اگر نہیں تو ان کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب:۔ انسان کا فوٹو کھینچنا اور کھینچانا دونوں حرام و ناجائز ہے رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہرگز اس بات کی اجازت نہیں دی ہے۔ ایسا فوٹو کھینچنے اور کھینچوانے والے دونوں سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہیں واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:۔ از ڈاکٹر عثمانی

عورت کا حمل ساقط کرنا کیسا ہے؟

الجواب:۔ چار مہینہ میں جان پڑ جاتی ہے اور جان پڑ جانے کے بعد حمل ساقط کرنا حرام ہے اور ایسا کرنے والا گویا کہ قاتل ہے۔ اور جان پڑنے سے پہلے اگر ضرورت ہو تو حرج نہیں وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:۔ از محمد حنیف رضوی خطیب سنی رضوی مسجد کھاڑی کرلا۔ بمبئی ۷۰

بکر اور زید دونوں بھائی ہیں۔ بکر وطن میں اپنے بال بچوں کے ساتھ رہتا ہے جس کا گذارہ وہاں کی مشترکہ جائداد سے ہوتا ہے اور زید بمبئی میں اپنے اہل وعیال کے ساتھ رہتا ہے اس نے یہاں دوکان بنالی ہے جس کی آمدنی سے بمبئی میں گذارہ ہوتا ہے۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ بمبئی کی دوکان میں بکر کا حصہ ہے کہ نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ۔ زید نے اگر دونوں بھائیوں کی مشترکہ جائداد سے دوکان لی ہے تو اس صورت میں بکر کا بھی دوکان میں حصہ ہے اور اگر زید نے اپنی کمائی سے دوکان لی ہے تو بکر کا دوکان میں کوئی حصہ نہیں۔ فتاوی رضویہ جلد ہفتم ص۲۲۴ پر فتاوی خیریہ اور عقود الدریہ سے ہے سئل فی ابن کبیر ذی زوجۃ وعیال لہ کسب مستقل حصل بسببہ اموالا ھل ھی لوالدہ اجاب ھی لابن حیث لہ کسب مستقل اھ۔ ھذا ماعندی وھو تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم جل مجدہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ ۔ از حافظ امام بخش مظفر پور (بہار)

(۱) زید عالم اور ایک خانقاہ کا متولی ہے اپنی ذاتی اور نفسانی غرض سے ایک سنی صحیح العقیدہ نمازی کو خانقاہ میں جاکر فاتحہ درود اور میلاد شریف میں شرکت کرنے سے جبراً روکتا ہے ایسے متولی کے بارے میں شرعاً کیا حکم ہے؟

(۲) بکر سنی عالم ہے اور خالد سے بکر کا تعلق اچھا ہے پھر خالد کے برادری والے کسی شخص سے زید کا جھگڑا ہو گیا تو بکر خالد کو مجبور کر رہا ہے کہ تم شخص مذکور سے اپنا تعلق توڑ دو ورنہ ہم تمہارے کسی کام میں شرکت نہیں کریں گے اس طرح پر بکر نے بہت سے سنی مسلمانوں کی برادری میں پھوٹ ڈال دیا ہے بکر کے بارے میں شرعاً کیا حکم ہے؟

(۳) عمرو سنی عالم ہے اور اپنے آپ کو بڑا عامل کہلاتا ہے اس نے اپنی نفسانی غرض سے ایک سنی مسلمان کو بار بار دھمکی دی کہ میں نے کچھ لوگوں کو تباہ و برباد کر دیا ہے اور تم کو بھی تباہ و برباد کر دوں گا۔ عمرو کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟

(۴) اپنے ذاتی جھگڑے کی وجہ سے کسی سنی مسلمان کی اولاد کے لئے بددعا کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا

الجواب ۔ اللھم ھدایۃ الحق والصواب (۱) زید اگر واقعی ذاتی اور نفسانی غرض سے سنی صحیح العقیدہ کو خانقاہ میں جاکر درود اور میلاد شریف سے روکتا ہے تو گنہگار ہے اور اگر کسی وجہ شرعی سے روکتا ہے تو گنہگار نہیں وھو اعلم وعلمہ اتم۔

(۲) اگر واقعی سنی مسلمانوں کی برادری میں بکر پھوٹ ڈالتا ہے تو سخت گنہگار ہے اس پر لازم ہے کہ اپنی اس حرکت سے باز آئے اور مسلمانوں کے درمیان صلح و آشتی پیدا کرے۔ قال اللہ تعالیٰ انما المؤمنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم۔ وھو اعلم بالصواب۔

(۳) اگر واقعی عمرو نے بلا وجہ شرعی مسلمانوں کو برباد کرنے کی کوشش کی ہے اور صرف نفسانی غرض سے کسی سنی مسلمان کو برباد کرنے کی دھمکی دیتا ہے تو وہ ظالم جفا کار ہے۔ اس پر توبہ لازم ہے۔ وھو سبحانہ اعلم۔

(۴) ذاتی جھگڑے کی وجہ سے کسی مسلمان کے لئے بد دعا کرنا جائز نہیں۔ وھو عز اسمہ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:۔ از۔ سردار محمود جیبی بخشی بازار کٹک (اڑیسہ)

عرض یہ ہے کہ چودھویں صدی جاری ہے یا پندرہویں صدی شروع ہو چکی ہے۔ زید کہتا ہے کہ چودھویں صدی ذی الحجہ تک جاری رہے گی اس کے بعد محرم سے پندرہویں صدی شروع ہوگی۔ مگر اقبال کہتا ہے کہ گذشتہ محرم سے پندرہویں صدی شروع ہو چکی ہے تو اس بارے میں اطمینان بخش جواب تحریر فرمادیں؟

الجواب:۔ ابھی چودہویں صدی جاری ہے پندرہویں صدی آنے والے محرم الحرام سے شروع ہوگی کہ سال گذشتہ ۱۳۹۹ھ تھی تو امسال چودہ سو ہجری ہے جب چودہ سو پورا ہو جائے گا تو پندرہواں سیکڑہ شروع ہوگا جیسے کسی درخت کی عمر سال گذشتہ ۱۳۹۹ برس رہی ہو تو امسال اس کی عمر کا ایک سیکڑہ اور پورا ہو کر چودہ سو ہوگا۔ اور سال آئندہ اس کی عمر کا پندرہواں سیکڑہ شروع ہوگا۔ بالکل اسی طرح چودہواں سیکڑہ امسال ذی الحجہ کی آخری تاریخ کو پورا ہوگا۔ اور یکم محرم الحرام سے ہجری کا پندرہواں سیکڑہ شروع ہو گا۔ مزید اطمینان کے لئے سال رواں کی جنتریوں کو دیکھیں۔ مسئلہ بالکل واضح ہے مگر ہٹ دھرم کو کوئی نہیں سمجھا سکتا۔ فقط

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:۔ از۔ مصطفےٰ خاں بھیلائی نگر ضلع درگ ایم پی

زید کے ایک غیر مسلم عورت کے ساتھ ناجائز تعلقات ہیں اس سے قبل بھی زید کے ایک دوسری غیر مسلم عورت کے ساتھ ناجائز تعلقات تھے جب وہ عورت جل کر مر گئی تو اس کی تجہیز و تکفین ہندو مذہب کے رسم و رواج کے مطابق ہوئی۔ زید ہندو رسم و رواج کے مطابق اس عورت کی گھر سے آرہی تھی (جنازہ) اٹھنے سے لیکر شمشان تک جہاں ہندو لوگ مُردے کو جلاتے ہیں۔ شریک رہا۔ زید کے متعلق شرعی حکم سے آگاہ فرمائیں

بینوا؟

الجواب :- زید پر لازم ہے کہ مذکورہ عورت سے ناجائز تعلقات ختم کرے اور علانیہ توبہ واستغفار کرے۔ قرآن خوانی ومیلاد شریف کرے، غربا ومساکین کو کھانا کھلائے اور مسجد میں چٹائی وغیرہ رکھے۔ اگر وہ علانیہ توبہ واستغفار نہ کرے یا ناجائز تعلقات ختم نہ کرے تو سب مسلمان اس کا بائیکاٹ کریں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ قال اللہ تعالیٰ واما ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظٰلمین (پ ۷ رکوع ۱۴) حضرت ملاجیون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں ان القوم الظٰلمین یعم المبتدع والفاسق والکافر والعقود مع کلھم ممتنع (تفسیرات احمدیہ ص ۲۵۵)

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ :- از۔ محمد غوث محی الدین قادری ربانی میمن مسجد ۲۷ انڈرسن اسٹریٹ مدراس

درود شریف صلی اللہ علی النبی الامی واٰلہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃً وسلامًا علیك یارسول اللہ، یا اور کوئی درود شریف کا ورد راستہ میں یا بازاروں میں چلتے پھرتے پڑھنا جائز ہے یا نہیں زید کہتا ہے درود شریف جس طرح نماز میں قعدہ میں بیٹھ کر پڑھتے ہیں ایسا ہی پڑھنا چاہئے تو یہ بات کہاں تک درست ہے معلوم کرائیں تو عین نوازش ہوگی؟

الجواب :- گندی جگہ میں درود شریف پڑھنا منع ہے اس کے علاوہ بازاروں اور راستوں میں چلتے پھرتے درود شریف پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ بشرطیکہ ریاکاری نہ ہو۔ اور زید کا یہ کہنا غلط ہے کہ "درود شریف جس طرح نماز کے قعدہ میں بیٹھ کر پڑھتے ہیں ویسا ہی پڑھنا چاہئے" اس لئے کہ خارج نماز کے افعال کو داخل نماز کے افعال پر قیاس کرنا صحیح نہیں۔ ورنہ پھر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ جس طرح نماز میں کھڑے ہو کر قرآن کریم پڑھتے ہیں ویسے ہی خارج نماز بھی پڑھنا چاہئے بیٹھ کر نہیں پڑھنا چاہئے۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ :- از قدرت اللہ خاں معرفت مولانا محمد فاروق خاں چھوٹی مسجد مکان نمبر ۱۱۶ گلی نمبر ۱ جونا رسالہ۔ اندور (ایم پی)

کافر حربی کی ترقی کے لئے آیت کریمہ پڑھنا اور اس کے لئے دعا کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب :- کافر حربی کی ترقی کے لئے آیت کریمہ پڑھنا اور اس کے لئے دعا کرنا حرام

ہے کہ وہ اسلام اور مسلمانوں کا دشمن ہے قال اللہ لتجدن اشد الناس عداوۃ للذین اٰمنوا الیھود والذین اشرکوا۔ (پ ۶ ع آخر) ھذا ما ظھرلی والعلم عند المولیٰ ورسولہ الاعلیٰ۔

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۲۱ ؍ رجب المرجب ۹۹ھ

مسئلہ:۔ از قدرت اللہ خاں معرفت مولانا محمد فاروق احمد خاں چھوٹی مسجد مکان نمبر ۱۱۶ گلی نمبر ۱۔ جونا رسالہ۔ اندور (ایم۔ پی)

انگریزی بال رکھنا کیسا ہے اور ہپی کٹ بال رکھنا کیسا ہے؟

الجواب:۔ انگریزی اور ہپی کٹ بال رکھنا مکروہ و ناجائز ہے کہ کافروں اور فاسقوں کا طریقہ ہے وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۲۱ ؍ رجب المرجب ۹۹ھ

مسئلہ:۔ از عبد الصمد متعلم مدرسہ غوثیہ موضع بڑھیا۔ ضلع بستی (یوپی)

زید اور اس کے گھر والوں نے اپنے پیر و مرشد کے سامنے یہ عہد و اقرار کیا تھا کہ ہم لوگ اب وہابی کے یہاں نہ تو لڑکے اور لڑکیوں کی شادی کریں گے اور نہ وہابیوں کے یہاں کھائیں گے نہ ان سے میل جول رکھیں گے۔ اگر ہم لوگ یہ سب کام کریں تو خدائے تعالیٰ اور رسول پاک اور مرشد سے دور ہوں۔ اس عہد کے بعد زید کے پیر و مرشد نے گاؤں کی مسجد کے امام صاحب کو اجازت دی کہ آپ زید کے گھر کھانا کھایئے پھر ۱۷ ؍ مئی ۱۹۷۹ء جمعرات کو زید کا باپ اور گھر والے اس بارات میں شریک ہوئے جو وہابی کے گھر گئی تھی اور وہابی کے یہاں کھایا پیا امام صاحب نے زید کے گھر والوں کو اس بارات میں شریک ہونے اور وہابی کے گھر جانے سے منع کیا لیکن ان لوگوں نے نہیں مانا اور بارات میں شریک ہو کر وہابی کے یہاں گئے اس واقعہ کے بعد امام صاحب نے زید کے گھر کھانا پینا ترک کر دیا ہے۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ زید کے گھر والوں نے اپنے پیر و مرشد کے سامنے کئے ہوئے عہد کو توڑا اور وہابی کے یہاں کھایا پیا تو ان پر توبہ فرض ہے یا نہیں؟ اگر زید کے گھر والے توبہ کریں تو زید کے گھر کھانا پینا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: بعون الملک الوھاب بیشک زید اور اس کے گھر والوں پر توبہ

فرض ہے کہ وہابیوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا اور ان کے یہاں کھانا پینا گناہ ہے خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ الآیہ (پ ۷ رکوع ۱۴) رئیس الفقہاء حضرت ملا جیون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس آیت کریمہ کے تحت تحریر فرماتے ہیں ان القوم الظلمین یعم المبتدع والفاسق والکافر والعقود مع کلھم ممتنع (تفسیرات احمدیہ ص۲۵۵) اور بعد توبہ زید کے گھر جانا، کھانا، پینا شرعاً درست ہے کہ حدیث شریف میں ہے۔ التائب من الذنب کمن لاذنب لہ اھ۔ وھو تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
یکم شعبان المعظم ۹۹ھ

مسئلہ: از۔ جواد علی خاں بھیمڑی ضلع تھانہ (مہاراشٹر)

موجودہ سکریٹری مدرسہ چشم رحمت نے مدرسہ کا پرانا حساب جو کہ ہو چکا تھا۔ چک کیا حساب میں غلطیاں نکلیں۔ سابق حساب میں جو غلطیاں تھیں اور مدرسہ کا قرضہ نکلا تھا اس قرضہ کو خزانچی نے اپنے پاس سے پورا کیا۔ سکریٹری خزانچی کی بیوی سے کہے کہ دیکھئے محنت کروں گا پیسہ نکلے گا آپ کا۔ لہذا محنت کے بدلے میں آپ مجھ کو کچھ دیں گی تو انھوں نے کہا کہ میرا پیسہ پورا نکل آیا تو انشاء اللہ تعالیٰ میں آپ کو اپنے پاس سے دو سو روپئے دیدوں گی۔ حساب پنچوں کے درمیان ہوا۔ خزانچی صاحب کا پورا پیسہ نکل آیا۔ خزانچی کی بیوی نے سکریٹری کو دو سو روپیہ دیا اب بتایئے کہ یہ دو سو روپیہ سود ہو گیا شریعت کی روشنی میں سکریٹری کو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب صورت مستفسرہ میں سکریٹری کے اس جملے سے کہ "محنت کروں گا آپ کا پیسہ نکلے گا" ظاہر یہ ہے کہ سکریٹری نے اپنی آمدنی کے لئے ازراہ فریب حساب میں غلطیاں نکالیں۔ اگر صورت حال یہی ہے تو خزانچی کی بیوی سے روپیہ لینے کے سبب سکریٹری گنہگار حق العبد میں گرفتار اور مستحق عذاب نار ہے اس پر لازم ہے کہ خزانچی کی بیوی کو روپیہ واپس کر دے اور آئندہ اس قسم کی مکاری کرنے سے توبہ کرے۔ قال اللہ تعالیٰ لاتاکلوا اموالکم بینکم بالباطل (پارہ ۲ رکوع ۷) وھو تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۸ر شعبان المعظم ۹۹ھ

مسئلہ:۔ از محمد حسین علی موضع گوبند پور پوسٹ پوکھر بھنڈا۔ ضلع گورکھپور یوپی

ایک شخص محمد حسین شادی شدہ ہے اس کے چار بچے ہیں اس کی بیوی کا نام آسمہ ہے ایک بار غائب ہوگئی ایک رات ایک دن غائب تھی اس کے بعد آئی اس کے ایک ماہ کے بعد پھر غائب ہوئی ایک دن کے بعد ملی تھا۔ محمد حسین نے دریافت کیا تم کیوں بھاگتی ہو تمہیں کیا تکلیف ہے۔ آسمہ نے جواب دیا کہ میرا سر چکر کرتا ہے اور دل الجھن میں رہتا ہے اس کے بعد پھر غائب ہوئی دو ہفتہ غائب رہی تلاش کرنے کے بعد ملی اور یہ پتہ چلا کہ ایک شخص اصغر علی نام کا ہے اس کے ساتھ اس کے ناجائز تعلقات ہیں۔ چونکہ کچھ نقدی رقم اور ایک زیور چاندی کا تقریباً ڈیڑھ پاؤ کا غائب تھا نقدی رقم سات سو روپئے کا تھا اس لئے محمد حسین نے کسی صورت سے ایک روز آسمہ کو لایا اور ایک دن ایک رات رکھا۔ اس نے رقم اور زیور کے متعلق دریافت کیا مگر اس نے بتانے سے انکار کر دیا۔ جواب دیا کہ میں نہیں جانتی ہوں۔ جب محمد حسین کو بالکل یقین ہوگیا کہ اب یہ رکھنے کے قابل نہیں ہے تو محمد حسین نے دوسرے روز اس کو اس کے میکے لیجا کر پہونچا دیا اور یہ بھی پتہ چلا کہ آسمہ اصغر علی کے ساتھ قانونی طریقے سے ”سول میرج“ کورٹ میں دعویٰ کر چکی ہے۔ لہذا محمد حسین نے ایک طلاق نامہ لکھ کر بھیجدیا۔ اب سوال یہ ہے کہ پنچ نے محمد حسین کا بائیکاٹ کر دیا۔ کھانا، پینا، لین، دین بند کر دیا ہے۔ پنچ یہ کہتی ہے کہ تم اس عورت کو کیوں لائے اور ایک رات کیوں رکھا جبکہ اس کا چال چلن خراب ہوگیا تھا۔ لہذا ایسی صورت میں شرعی مسئلہ کے تحت کیا حکم صادر ہوتا ہے آگاہ کریں تاکہ پنچ محمد حسین کو شامل برادری کرے۔ بینوا وتوجروا۔

الجواب:۔ اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔ آسمہ کئی بار فرار ہونے کے باوجود محمد حسین کی زوجیت سے نہیں نکلی۔ تو اگر زیور اور نقدی حاصل کرنے کی غرض سے محمد حسین اپنی بیوی آسمہ کو ایک شب کے لئے اپنے گھر لایا پھر دوسرے روز آسمہ کو اس کے میکے پہونچا دیا تو اس صورت میں محمد حسین گنہگار نہ ہوا لہذا اس کا بائیکاٹ کرنا شرعاً صحیح نہیں۔ قال اللہ تعالیٰ لا تزر وازرۃ وزر اخریٰ۔ وھو تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۹؍ ربیع الآخر ۹۹ھ

مسئلہ:۔ از محمد عبدالوارث اشرفی الیکٹرک دوکان مدینہ مسجد ریتی روڈ گورکھپور

ساس اپنے داماد سے اور بہو اپنے خسر سے پردہ کرے یا نہیں؟

الجواب ـــــــــ جوان ساس کو اپنے داماد سے پردہ مناسب ہے یہی حکم خسر اور بہو کا بھی ہے هکذا فی الجزء العاشر من الفتاوی الرضویه وهو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از سید خوشتر ربانی متعلم دار العلوم ربانیہ علی گنج باندا۔

برینائے ضرورت تصویر کھینچوانا کیسا ہے؟ بینوا بالدلائل الفقهیة الحنفیة۔

الجواب ـــــــــ اللهم هداية الحق والصواب ضرورت سے مراد اگر حاجت ہے تو برینائے حاجت تصویر کھینچوانا جائز نہیں اور اگر ضرورت سے مراد ضرورت شرعیہ ہے یعنی ایسی ضرورت جو مالا بد منہ ہے اور شریعت کے نزدیک قابل قبول ہے تو اس صورت میں جائز ہے کہ الضرورات تبیح المحظورات۔ وهو سبحانه تعالیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۳ جمادی الاولیٰ ۹۹ھ

مسئلہ: از ثناء اللہ بارہ بنکی (یوپی)

زید کسی گاؤں میں بچوں کو تعلیم دے رہا ہے اور فرصت میں ایک کے گھر جانا آنا رہتا ہے صاحب مکان کے لڑکیاں ہیں جو کہ بالغہ ہیں اس پر کچھ لوگوں نے زنا کا الزام لگایا ہے حالانکہ زید اپنی برأت میں قرآن لیکر مسجد میں از روئے قسم بیان دیا کہ میرا دامن اس ناپاک حرکت سے صاف ہے اور لڑکی بھی منکر ہے غالباً اس صفائی پر لوگوں کو کچھ اطمینان ہو گیا کہ ہو سکتا ہے ایسا نہ کیا ہو لیکن جب زید نے کافی افواہ سنی اور لڑکی نے بھی تہمت والی بات سنی تو زید نے کہا کہ اگر میرا نکاح اس لڑکی سے کر دیں تو میں اس کا ذمہ لے لوں کیونکہ بدنامی کی صورت میں کوئی اس سے شادی نہ کرے تو زندگی اس کی میری وجہ سے تلخ ہو جائے۔ لہذا مزید براں الزام لگانے والوں میں کوئی عینی شاہد بھی نہیں ہے کہ جو یہ کہہ دے کہ میں نے دیکھا ہے محض آمد و رفت سے الزام لگایا گیا ہے۔ لہذا قرآن و حدیث کی روشنی میں اس پر الزام زنا ثابت ہوگا یا نہیں؟ اگر ثابت ہوتا ہے تو اس کی کیا سزا ہے اور اگر ثابت نہیں ہوتا ہے تو الزام لگانے والوں پر شرع شریف کا کیا حکم ہے۔ بینوا وتوجروا۔

الجواب ـــــــــ اقرار یا چار گواہوں کی گواہیوں سے زنا ثابت ہوتا ہے لہذا صورت مستفسرہ میں شخص مذکور کے گھر صرف آنے جانے کی وجہ سے زنا ثابت نہیں ہوگا جن لوگوں نے زنا کا الزام لگایا ہے وہ

سب توبہ کریں اور زید بھی علانیہ توبہ کرے کہ وہ تہمت کی جگہ سے کیوں نہیں بچا ایسی جگہ پر کیوں آمد ورفت رکھی کہ جس سے لوگوں کو تہمت لگانے کا موقع ملا حدیث شریف میں ہے اتقوا مواضع التھم یعنی سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تہمتوں کی جگہوں سے بچو وھو تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ مرجع والمآب۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۸ر شوال المکرم ۹۹ھ

مسئلہ:۔ از عبدالعلی تیغی مدرسہ تیغیہ فیض الرسول مہوا ضلع ویشالی (بہار)

عید وبقر عید اور شادی بیاہ کے موقع پر زینت کے لئے ہاتھ پاؤں پر مہندی لگاتے ہیں تو اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب: زینت کے لئے عورتوں کو مہندی لگانا سنت ہے اور مردوں کو حرام ہے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں۔ مرد کو ہتھیلی یا تلوے بلکہ صرف ناخنوں ہی میں مہندی لگانی حرام ہے کہ عورتوں سے تشبہ ہے شرعۃ الاسلام ومرقاۃ شرح مشکوۃ میں ہے الحناء سنۃ للنساء ویکرہ لغیرھن من الرجال الا ان یکون لعذر لانہ تشبہ بھن اھ اقول والکراھۃ تحریمیۃ لحدیث لعن اللہ المتشبھین من الرجال بالنساء فھی التحریم ثم الاطلاق شمل الاظفار (فتاویٰ رضویہ جلد دہم نصف آخر ص ۱۴۹) وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:۔ از غفور علی کٹری بازار ضلع بستی

کسی بزرگ کی تعظیم کے لئے اس کے مزار کا طواف کرنا کیسا ہے؟ بینوا۔

الجواب: ناجائز ہے جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں مزار کا طواف کہ محض بہ نیت تعظیم کیا جائے ناجائز ہے کہ تعظیم بالطواف مخصوص بخانۂ کعبہ ہے (فتاویٰ رضویہ جلد چہارم ص ۸) وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:۔ از ڈاکٹر محمد اسحق دھول پور راجستھان

زید کہتا ہے اگر کسی غیر مسلم عورت سے مومن ہمبستری کرے تو زنا کا حکم نہیں دیا جائے گا تو کیا زید کا یہ قول درست ہے؟ بینوا۔

الجواب:۔ غیر مسلم عورت سے کسی مومن مرد کا ہمبستری کرنا بھی شرعاً زنا ہے جو اسے زنا نہ مانے وہ گمراہ نہیں تو جاہل ہے اور جاہل نہیں تو گمراہ ہے۔ مسلمانوں کو ایسے شخص سے دور رہنا لازم ہے۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

یکم ذی الحجہ ۹۹ھ

مسئلہ:۔ از شہاب الدین مہندریل۔ پوکھرہ گنڈکی انچل ضلع کاسکی (نیپال)

انسان چاند پر جا سکتا ہے کہ نہیں؟ حوالہ کے ساتھ جواب تحریر فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

الجواب:۔ قرآن مجید پ ۲۳ ع ۲ میں ہے والشمس والقمر کل فی فلک یسبحون یعنی اور سورج و چاند ہر ایک ایک گھیرے میں پیر رہے ہیں حضرت علامہ ابو البرکات نسفی قدس سرہ تفسیر مدارک میں تحریر فرماتے ہیں عن ابن عباس المراد بالفلک السماء والجمهور على ان الفلك موج مكفوف تحت السماء تجرى فيه الشمس والقمر والنجوم یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فلک سے مراد آسمان ہے اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ فلک سے مراد موج مکفوف ہے جو آسمان کے نیچے ہے جس میں سورج چاند اور ستارے چلتے ہیں۔ لہٰذا جمہور مفسرین کے قول پر جبکہ چاند آسمان کے نیچے ہے تو انسان اس پر جا سکتا ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۸ شوال ۱۴۰۱ھ

مسئلہ:۔ از مصلیان کالیا مسجد محلہ بلوہا بلرامپور گونڈہ

ایسا شخص جو جوئے باز اور داڑھی منڈا ہو یا ایسا شخص جو دینی ادارہ کی رقم میں خیانت کرتا ہو اسے مسجد کمیٹی کی صدارت و نظامت سے معزول کر دینا کیسا ہے؟

الجواب:۔ اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔ جوا کھیلنا، داڑھی منڈانے کا عادی ہونا اور خیانت کرنا حرام ہے جو لوگ اس کے مرتکب ہوں ان کو مسجد کمیٹی کی صدارت و

نظامت سے معزول کر دینا ضروری ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۴ر ذی الحجہ ۹۹ھ

مسئلہ:۔ از۔ عبدالستار موضع پٹرولی پوسٹ ٹھنگٹی ضلع گورکھپور

خالد بلا طلاق عورت بھگا کر لایا اور اب تک تقریباً آٹھ مہینہ ہوا ویسے ہی رکھے ہوئے ہے طلاق لینے کے چکر میں پڑا ہے مگر طلاق نہیں حاصل کر پا رہا ہے اب ایسی صورت میں خالد کے یہاں کا کھانا پانی از روئے شرع کھانا پینا کیسا ہے؟

الجواب اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔ خالد دوسرے کی عورت بھگا کر رکھنے کے سبب سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہے۔ اگر حکومت اسلامیہ ہوتی تو اسے سخت سزا دی جاتی موجودہ صورت حال میں یہ حکم ہے کہ مسلمان بطور سزا اس کا بائیکاٹ کریں جیسا کہ قرآن کریم (پارۂ ہفتم رکوع ۱۴) میں ہے وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۔ ھذا ما عندی والعلم عند اللہ تعالیٰ ورسولہ جل مجدہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۳ر ذی الحجہ ۹۹ھ

مسئلہ:۔ از۔ بدرالدین گاؤں بڑودہ پوسٹ آفس کردھنا ضلع وارانسی

تعزیہ داری جائز ہے یا نہیں۔ اگر ناجائز ہے تو پھر علماء دین کیوں نہیں اس کے بارے میں اپنی زبان کھولتے ہیں میں نے کئی بار دیکھا ہے کہ بمبئی میں ہندوستان کے بڑے بڑے علماء محرم کے مہینے میں تقریر کرنے آتے ہیں اور وہ جہاں تقریر کرتے ہیں اسی کے سامنے تعزیہ رکھا رہتا ہے مگر ایک دن بھی اور ایک بار بھی تعزیہ کے بارے میں نہیں بولتے تو ان کے نہ بولنے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ تعزیہ داری جائز ہے مگر میرے ایک

دوست نے مجھ سے کہا کہ تعزیہ داری ناجائز ہے۔ لہذا آپ قرآن وحدیث کی روشنی میں بتائیں کہ یہ تعزیہ داری جائز ہے یا نہیں ؟

دوسری بات یہ ہے کہ لوگ شیرینی وغیرہ تعزیہ پر رکھکر امام حسین کے نام فاتحہ پڑھتے ہیں تو کیا یہ جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب ہندوستان میں جس طرح کہ عام طور پر تعزیہ داری رائج ہے وہ بیشک حرام وناجائز وبدعت سیئہ ہے جیساکہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام اہلسنت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے رسالہ مبارکہ اعالی الافادہ فی تعزیۃ الھند وبیان الشہادہ میں تصریح فرمائی ہے اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے فتاویٰ عزیزیہ جلد اول ص۷۵ میں تحریر فرماتے ہیں "تعزیہ داری درعشرۂ محرم وساختن ضرائح وصورت وغیرہ درست نیست" اور پھر چند سطر کے بعد اسی صفحہ پر تحریر فرماتے ہیں تعزیہ داری کہ ہمچو مبتدعاں می کنند بدعت است وہمچنیں ساختن ضرائح وصورت قبور وعلم وغیرہ ایں ہم بدعت است وظاہر است کہ بدعت حسنہ کہ دراں ماخوذ نباشد نیست بلکہ بدعت سیئہ است اور جلد اول ہی کے ص۷۶ پر تحریر فرماتے ہیں۔ ایں چوبہا کہ ساختہ اوست قابل زیارت نیستند بلکہ قابل ازالہ اند چناں کہ درحدیث آمدہ من رای منکرا انکیر فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذلک اضعف الایمان رواہ مسلم اور حافظ ملت حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب مرادآبادی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں کہ مروجہ تعزیہ داری ڈھول، تاشہ، باجا وغیرہ یزیدیوں کی نقل اور رافضیوں کا طریقہ ہے یہ ناجائز وحرام ہے (۱) ہاں اگر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روضۂ مبارکہ کی صحیح نقل بطور تبرک اپنے مکانوں میں رکھیں اور اشاعت غم وتصنع الم ونوحہ خوانی وماتم کنی ودیگر امور شنیعہ وبدعات قطعیہ سے بچتے ہوئے اس کی زیارت کریں تو جائز ہے مگر اب اس نقل میں بھی اہل بدعت سے ایک مشابہت اور تعزیہ داری کا خدشہ ہے اور آئندہ اپنی اولاد یا اہل اعتقاد کے لئے تعزیہ داری کی بدعت میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے اور حدیث شریف میں ہے اتقوا مواضع التہم اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا من کان یؤمن باللہ

---

(۱) تحریر ۳؍رجب ۱۳۸۸ھ جو دارالافتاء فیض الرسول میں محفوظ ہے ۱۲ منہ

والیوم الآخر فلایقفن مواضع التھم لہذا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روضۂ مبارکہ کی تعزیئے
مثل تصویر نہ بنائے بلکہ صرف کاغذ کے صحیح نقشے پر قناعت کرے جیساکہ کعبۂ معظمہ اور گنبد خضراء کے نقشے بطور
تبرک رکھے جاتے ہیں۔ رہی یہ بات کہ علمائے اہلسنت ہندوستان کی مروجہ تعزیہ داری سے منع کیوں نہیں
کرتے تو اگر کسی تعزیہ دار کے بارے میں غالب گمان ہو کہ نصیحت کو قبول کرے گا اور مروجہ تعزیہ داری سے باز
آجائے گا تو ایسی صورت میں عالم دین پر نصیحت کرنا واجب ہے خاموش رہنا جائز نہیں اگر خاموش رہے تو
گنہگار ہوگا اور اگر غالب گمان ہو کہ تعزیہ داری سے باز نہیں آئے گا بلکہ مار پیٹ کرے گا یا کم از کم برا بھلا کہے گا
جس سے دشمنی اور عداوت پیدا ہوگی تو ان صورتوں میں خاموش رہنا افضل ہے اور آج کل عام تعزیہ داروں کا
یہی حال ہے کہ وہ منع کرنے سے باز نہیں آتے بلکہ گالی گلوج و فتنہ و فساد اور مار پیٹ پر آمادہ ہو جاتے ہیں اس
لئے اکثر علمائے اہلسنت مروجہ تعزیہ داری کے منع سے خاموش رہتے ہیں۔ اور بہت سے علمائے اہلسنت جو
اپنی تقریر و تحریر میں مروجہ تعزیہ داری سے منع کرتے ہیں اور گالی گلوج وغیرہ کی پروا نہیں کرتے وہ مجاہد ہیں۔
اور کسی تعزیہ دار کے بارے میں غالب گمان ہو کہ وہ نصیحت کو قبول نہیں کرے گا اور مار پیٹ گالی گلوج کا اندیشہ
نہیں تو عالم دین پر ایسے تعزیہ دار کو نصیحت کرنے کا اختیار ہے مگر بہتر ہے کہ اس صورت میں نصیحت کرے جیساکہ
فتاویٰ عالمگیری جلد پنجم مصری ص۳۰۹ میں ہے۔ ذکر الفقیہ فی کتاب البستان ان الامر بالمعروف علی وجوہ
ان کان یعلم باکبر رایہ انہ لو امر بالمعروف یقبلون ذلک منہ ویمتنعون عن المنکر فالامر
واجب علیہ ولایسعہ ترکہ ولو علم باکبر رایہ انہ لو امرھم بذلک قذفوہ وشتموہ فترکہ افضل
وکذلک لو علم انھم یضربونہ ولو یصبر علی ذالک ویقع بینھم عداوۃ ویھیج منہ القتال فترکہ
افضل ولو علم انھم لو ضربوہ صبر علی ذلک ولایشکو الی احد فلا باس بان ینتھی عنہ ذلک
وھو مجاھد ولو علم انھم لایقبلون منہ ولایخاف منہ ضربا ولا شتما فھو بالخیار والامر افضل کذا
فی المحیط اھ چوک پر یا تعزیہ کے سامنے شیرینی وغیرہ رکھ کر فاتحہ کرنا جائز نہیں۔ ھکذا قال الامام احمد رضا
البریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۱۱ محرم الحرام ۱۳۹۹ھ

مسئلہ: از محمد یونس ایڈوکیٹ محلہ گھوسی پوروہ شہر گورکھپور

(۱) جو شخص دو مسلمان میں جھگڑا لگاتا اور آپس میں لڑاتا ہے اس کے بارے میں شرعی قانون کیا ہے؟

(۲) جو شخص دو مسلمان کے درمیان جھگڑا ختم کرتا ہے اس کے بارے میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں نوازش ہوگی۔

الجواب: (۱) جو شخص دو مسلمانوں کو آپس میں لڑائے اور جھگڑا لگائے وہ سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہے۔

(۲) جو شخص دو مسلمانوں کو آپس میں ملائے اور ان کے مابین مصالحت کرائے وہ مستحق اجر و ثواب ہے۔

قال اللہ انما المؤمنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم (پ۲۶ سورۂ حجرات ۱۴) وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۹ ذی الحجہ ۹۹ھ

مسئلہ: از (مولانا) عبد المبین نعمانی ذاکر نگر جمشید پور

اگر لوہے تانبے پیتل وغیرہ دھاتوں کو سونے یا چاندی سے ملمع کر دیں تو بطور زیور اس کا استعمال عورتوں کو جائز ہے یا نہیں؟ بینوا و توجروا۔

الجواب: لوہا تانبا اور پیتل وغیرہ دھاتوں کے زیورات کا ناجائز ہونا احادیث و فقہ میں صراحۃً مذکور ہے جیسا کہ ترمذی، ابوداؤد اور نسائی کی حدیث ہے۔ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال لرجل علیہ خاتم من شبہ مالی اجد منک ریح الاصنام فطرحہ ثم جاء علیہ خاتم من حدید فقال مالی اری علیک حلیۃ اھل النار فطرحہ فقال یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من ای شئی اتخذہ قال من ورق ولا تتمہ مثقالا۔ یعنی حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے ایک شخص سے فرمایا جو پیتل کی انگوٹھی پہنے ہوئے تھا کہ کیا بات ہے کہ تجھ سے بتوں کی بو آتی ہے؟ انھوں نے وہ انگوٹھی پھینک دی پھر لوہے کی انگوٹھی پہن کر آئے حضور نے فرمایا کیا بات ہے کہ میں دیکھتا ہوں تم جہنمیوں کا زیور پہنے ہوئے ہو؟ اس شخص نے وہ انگوٹھی بھی پھینک دی پھر عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کس چیز کی انگوٹھی بنواؤں؟ فرمایا چاندی کی بنواؤ اور ایک مثقال پورا نہ کرو یعنی وزن میں

پورے ساڑھے چار ماشے نہ ہو بلکہ کچھ کم ہو۔ (مشکوٰۃ صہ ۳۷۸) اور جوہرہ نیرہ جلد ثانی صہ ۳۴ میں ہے التختم بالحدید والصفر والنحاس والرصاص مکروہ للرجال والنساء لانہ زی اھل النار۔ یعنی لوہا پیتل تانبا اور سیسہ کی انگوٹھی پہننا مردوں اور عورتوں کو ناجائز ہے اس لئے کہ وہ جہنمیوں کا پہناوا ہے اھ۔ لہذا سونا یا چاندی کا ملمع کرنے سے بطور زیور ان کا استعمال جائز نہ ہو جائے گا کہ حکم اصل شئی کا ہوتا ہے نہ کہ ملمع کا۔ اسی لئے فقہائے کرام تصریح فرماتے ہیں کہ سونا چاندی کا برتن استعمال کرنا جائز نہیں لیکن اگر تانبا پیتل وغیرہ دھاتوں کے برتنوں پر سونا چاندی کا ملمع کر دیا جائے تو ان برتنوں کا استعمال جائز ہے۔ درمختار کتاب الحظر والاباحۃ میں ہے۔ اما المطلی فلا باس بہ بالاجماع لان الطلاء مستھلک لایخلص فلا عبرۃ للونہ عینی وغیرہ اور ردالمحتار جلد پنجم صہ ۲۱۹ میں ہے اما التمویہ الذی لایخلص فلا باس بہ بالاجماع لانہ مستھلک فلا عبرۃ ببقائہ لونا اھ اور فتاوی عالمگیری جلد پنجم مصری صہ ۲۹۵ میں ہے لاباس بالانتفاع بالاوانی المموھۃ بالذھب والفضۃ بالاجماع کذا فی الاختیار شرح المختار اھ۔ خلاصہ یہ کہ مذکورہ دھاتوں کے زیورات عورتوں کے لئے بھی جائز نہیں اگرچہ وہ ملمع کئے ہوئے ہوں۔ ہاں ان دھاتوں کے زیورات پر اگر چاندی یا سونے کا خول اس طرح پڑھا دیا جائے کہ اندر کی دھات نظر نہ آئے تو ایسے زیوروں کے پہننے کی ممانعت نہیں جیسا کہ بہار شریعت حصہ شانزدہم صہ ۱۶ انگوٹھی اور زیور کے بیان میں ہے کہ ”زیوروں میں جو بہت لوگ اندر تانبے یا لوہے کی سلاخ رکھتے ہیں اور اوپر سے سونے کا پتر چڑھا دیتے ہیں اس کا پہننا جائز ہے اھ۔ ردالمحتار جلد پنجم صہ ۲۳۰ میں تاتر خانیہ سے اور فتاوی عالمگیری جلد پنجم صہ ۲۹۵ میں محیط سے ہے۔ لاباس بان یتخذ خاتم حدید قد لوی علیہ فضۃ والبس بفضۃ حتی لایری اھ وھو تعالی اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۴ ذی القعدہ ۹۹ھ

مسئلہ ۱۰ از۔ قدرت اللہ خاں نوری منزل بڑوالی چوکی اندور

والی بال و کرکٹ وغیرہ کھیل شریعت کے نزدیک کھیلنا کیسا ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب کھیل کی جتنی قسمیں ہیں سب باطل ہیں صرف تین قسم کے کھیل کی حدیث میں اجازت ہے۔ بیوی سے کھیل کرنا، گھوڑے کی سواری اور تیر اندازی کرنا جیسا کہ

درمختار میں ہے کرہ کل لہو لقولہ علیہ الصلاۃ والسلام کل لھو المسلم حرام الا ثلاثۃ ملاعبتہ اھلہ وتادیبہ لفرسہ ومناضلتہ بقوسہ اھ اور دوڑ میں مقابلہ کرنا بھی جائز ہے بشرطیکہ جُوا کے ساتھ نہ ہو ردالمحتار جلد پنجم صــــ ۲۵۳ میں ہے فی الجواھر قد جاء الاثر فی رخصۃ المسارعۃ لتحصیل القدرۃ علی المقاتلۃ دون التلھی فانہ مکروہ اھ اسی طرح کشتی لڑنا اگر لہو ولعب کے طور پر نہ ہو بلکہ جسم میں قوت لانے اور کفار سے لڑنے کی نیت سے ہو جائز ومستحسن بلکہ کار ثواب ہے بشرطیکہ ستر پوشی کے ساتھ ہو (بہار شریعت جلد شانزدہم صــــ ۱۳۲) وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از۔ اوج محمد چھاونی بازار ضلع بستی (یوپی)

لڑکیوں سے لکھوانا شرع میں کیسا ہے اور لڑکیوں کو لکھنا سکھانے والے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب: لڑکیوں کو لکھنا سکھانا منع ہے جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کہ رسول کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے فرمایا لاتسکنوھن الغرف ولاتعلموھن الکتابۃ وعلموھن المغزل وسورۃ النور یعنی عورتوں کو کوٹھوں پر نہ رکھو اور انھیں لکھنا نہ سکھاؤ۔ انھیں چرخا کاتنا سکھاؤ اور سورۂ نور پڑھاؤ۔ (بیہقی شریف) اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے کہ لاتسکنوا نساء کم الغرف ولاتعلموھن الکتابۃ یعنی اپنی عورتوں کو بالاخانہ پر نہ رکھو اور انھیں لکھنا نہ سکھاؤ (ترمذی شریف) اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے لاتعلموا نساء کم الکتابۃ ولاتسکنوھن العلالی۔ یعنی اپنی عورتوں کو لکھنا نہ سکھاؤ اور نہ انھیں کوٹھوں پر ٹھہراؤ (ابن عدی وابن حبان) لھذا لڑکیوں کو لکھنا سکھانے والے فعل ممنوع کے مرتکب ہیں مسلمانوں کو چاہئے کہ اس سے پرہیز کریں اور حدیث شریف کو اپنے لئے مشعل راہ بنائیں۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از سید محمد محسن علی الحسینی ہیڈ مولوی بی۔ بی ہائی اسکول۔ بنسکورہ ضلع مدنہ پور (بنگال)

قوت تولید منقطع کرنے کی غرض سے آپریشن کروانا کیسا ہے بعض لوگ اسے عزل پر قیاس کرتے ہوئے جائز بتاتے ہیں؟

الجواب قوت تولید منقطع کرنے کی غرض سے آپریشن کروانا جائز نہیں اسے عزل پر قیاس کرنا غلط ہے اس لئے کہ اس آپریشن کا اثر دائمی ہوتا ہے اور عزل وقتی۔ اور دائمی کو وقتی پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۹ جمادی الاولیٰ ۸۹ ۱۳ھ

مسئلہ: از ابوالقمر غلام رضوی قادری موتی گنج گونڈہ

(الف) نسیم و شمیم دونوں ساتھی ہیں نسیم نے شمیم سے کچھ روپیہ قرض لیا۔ ابھی نسیم اپنا قرض ادا بھی نہ کر پایا تھا کہ شمیم کا انتقال ہوگیا۔ اب نسیم اس قرض سے کیسے سبکدوش ہوسکتا ہے۔ اسی طرح اگر نسیم نے شمیم کو گالی دی ہو اور شمیم سے شمیم کی حیات میں معافی نہ مانگ سکا ہو تو اب نسیم کے بچنے کی کیا صورت ہوگی۔

(ب) ہندہ و بکر زن و شوہر ہیں بکر نے ایک غیر عورت سے اپنا منھ کالا کیا تو کیا ہندہ اگر معاف کر دے تو بکر گناہ سے بچ سکتا ہے؟

(ج) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا کیا نام تھا؟

الجواب (الف) صورت مسئولہ میں سبکدوش ہونے کی صورت یہ ہے کہ شمیم کے ورثہ کو قرض ادا کردے اور اگر شمیم کا کوئی وارث نہ ہو تو قرض کی رقم اس کی طرف سے خیرات کرے کسی غریب مسکین کو دیدے یا کتاب و چٹائی وغیرہ خرید کر مدرسہ اور مسجد میں دیدے اور گالی کی صورت میں حق العباد سے چھٹکارہ پانے کے لئے بارگاہ الٰہی میں توبہ و استغفار کرے اور شمیم کے لئے ایصال ثواب اور خیرات وغیرہ کرے اور اس کے ورثہ ہوں تو ان سے معذرت بھی کرے امید کہ اس طرح کرنے سے وہ چھٹکارہ پا جائے گا۔

(ب) ہندہ کے معاف کرنے سے زنا کا گناہ معاف نہ ہوگا۔

(ج) حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کے والد کے نام میں اختلاف ہے۔ علمائے اہل سنت کے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ آپ کے والد کا نام تارخ تھا اور آزر آپ کے چچا کا نام تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۲۴ جمادی الاولیٰ ۸۹ ۱۳ھ

مسئلہ :- از غلام محمد امین ساکن برہ پور ڈاکخانہ ہریا بستی

گذارش خدمت اقدس یہ ہے کہ زید نے جملہ مسلمان حضرات کو بازار کے اندر علی الاعلان گالی دیا اور عرصہ سے یہی اس کی روش ہے جس پر عام مسلمانوں نے اس پر اپنی ناراضگی ظاہر کی اور زید سے اپنا تعلق ختم کر لیا۔ اب زید کے یہاں اس کے لڑکے کی تقریب شادی پیش آئی۔ زید کا کہنا ہے کہ نہ میں مسلمانوں کو کھلاؤں گا اور نہ اپنی مٹی میں شریک کروں گا۔ ہمارا سب کام چمار، کھٹک ہندو کریں گے۔

زید نے ایک حافظ صاحب کو غیر جگہ سے لاکر شریک کیا جبکہ قصبہ میں دو حافظ اور ایک امام مسجد مستقل طور پر رہتے ہیں۔ آئے ہوئے حافظ صاحب کو بلا کر ساری کیفیت سے آگاہ کیا گیا مگر اس پر انھوں نے کوئی دھیان نہ دیکر غیر دو آدمیوں کو راستہ چلتے بلا کر ان کے سامنے توبہ کرالیا اور کہا کہ میں نے اپنا دل صاف کر لیا ہے۔ حالانکہ سرگذشت بیان کرنے والوں نے تاکید کر دی تھی کہ اگر آپ کو عام مسلمانوں کے ساتھ رہنا ہے تو شرکت نہ کریں۔ مگر انھوں نے کوئی توجہ نہ دی اور اس بارات میں شریک ہوئے کہ جس میں باجا کے ساتھ ناچ بھی۔ حافظ صاحب کے ایسا کرنے سے زید کے دل میں اتنی دلیری ہوگئی کہ اسی کے دوسرے دن سے پھر مسلمانوں کو دیکھ دیکھ کر آوازیں کستا ہے اور گالیاں بکتا ہے جس سے سبھی مسلم باشندگان کو کافی اذیت پہونچ رہی ہے۔ لہٰذا ایسا فعل کرنے والے زید اور حافظ کے بارے میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے۔ ارشاد فرما کر مشکور فرمائیں فقط۔ بینوا۔ توجروا

الجواب ـــــــــــ زید اگر واقعی عامۂ مسلمین کو علانیہ گالی دیتا ہے تو وہ فاسق معلن، موذی ظالم، جفا کار حق العباد میں گرفتار اور سخت گنہگار ہے۔ بخاری اور مسلم شریف کی حدیث ہے سرکار ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ یعنی مسلمانوں کو گالی دینا فسق ہے۔ لہٰذا زید پر علانیہ توبہ کرنے کے ساتھ عامۂ مسلمین سے معافی مانگنا بھی واجب ہے اور اگر ایسا نہ کرے تو مسلمان اس کا بائیکاٹ رکھیں اور جس حافظ نے باجا اور ناچ کی بارات میں شرکت کی اور پوری واقفیت کے باوجود صرف توبہ کے بعد ایسے ظالم جفا کار کا ساتھ دیا تو زید کو جری بنایا اور آیت کریمہ لَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ کے خلاف کیا اس پر بھی توبہ و استغفار واجب ہے وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۷ ذی القعدہ ۹ھ

مسئلہ :۔ از مقبول احمد نیا کمالتی پور پوسٹ گوپال پور ضلع مالدہ (بنگال)

جس شخص پر شرعاً حد جاری کرنے کا حکم ہے حد قذف ہو یا حد زنا۔ اسلامی حکومت نہ ہونے کی وجہ سے حد کا اجرا ناممکن ہے۔ انسداد راہ کے لئے پنچایتی دباؤ ڈال کر حد پر جرمانہ عائد کرتے ہیں۔ جرمانہ لینا شرعاً جائز نہیں بحوالہ بہار شریعت تعزیر بالمال یعنی جرمانہ لینا جائز نہیں ہاں اگر دیکھے کہ بغیر لئے باز نہ آئے گا تو وصول کرے پھر جب اس کام سے توبہ کرے واپس دیدے بہار شریعت حصہ نہم ص ۹۸ مگر گاؤں کے دستور کے مطابق جرمانہ کی حاصل شدہ رقم کو واپس نہیں کرتے تو ان رقموں سے میلاد شریف وغیرہ کے لئے شامیانہ و فرش وغیرہ بنوا سکتے ہیں کہ نہیں یا مسجد کی کسی ضرورت کے لئے باہر جانے میں زاد سفر خرچ کر سکتے ہیں کہ نہیں تاکہ مسجد زاد سفر کے مزید خرچ سے محفوظ رہے۔ بینوا بالدلائل الشرعیہ۔

الجواب :۔ اللھم ھدایۃ الحق والصواب رقم مذکور سے شامیانہ وغیرہ بنوانا یا مسجد کی ضروریات میں اسے صرف کرنا جائز نہیں بلکہ صاحب حد توبہ کرنے کے بعد توبہ پر قائم رہے تو اس کی رقم اسے واپس دیدی جائے ایسا ہی بحر الرائق جلد پنجم ص ۴۱ پر ہے وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۷ ربیع الاول ۹۵ھ

مسئلہ :۔ از احمد علی علی منزل ماڑی پور۔ مظفر پور

زید مدرسہ کی رسید لیکر بمبئی گیا وہاں اپنی مرضی سے ذاتی منفعت کے لئے سونا خریدا جو پیتل نکلا اب زید کا دعویٰ ہے کہ ہم مدرسہ کی وصول شدہ رقم کے امین تھے اس لئے مدرسہ ہم سے تاوان کا مطالبہ نہیں کر سکتا تو کیا از روئے شرع زید واقعی بری الذمہ ہے یا مدرسہ کی رقم زید کو دینا چاہئے کیا کسی امین کو اختیار ہے کہ اپنی مرضی سے مال امانت سے اپنے منفعت کے لئے کچھ خریدے۔ بینوا توجروا

الجواب :۔ اللھم ھدایۃ الحق والصواب زید پر رقم کی ادائگی اور توبہ لازم ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲ ذی القعدہ ۱۳۹۴ھ

مسئلہ :۔ از ابوالکلام مقام و پوسٹ کسم کھور ضلع فرخ آباد

حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کتنی شادیاں کیں اور کب کیں۔ اور سب سے علیحدہ علیحدہ کتنی اولادیں ہوئیں۔ سب کے اسمار گرامی بھی تحریر فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــ اللھم ھدایۃ الحق والصواب حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حضرت خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے علاوہ آٹھ بیویاں اور تھیں اور حضرت خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بعد یکے بعد دیگرے آپ کے نکاح میں آئیں اور حضرت خاتون جنت سمیت آپ کی نو بیویوں سے پندرہ صاحبزادگان اور اٹھارہ صاحبزادیاں پیدا ہوئیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ کے صاحبزادگان صاحبزادیوں اور بیویوں کے اسمائے مبارکہ حسب ذیل ہیں۔

صاحبزادگان :۔ حسن۔ حسین۔ محسن۔ محمد اکبر (المعروف محمد بن حنفیہ) عبداللہ اکبر۔ ابوبکر۔ عباس اکبر عثمان۔ جعفر۔ عبداللہ اکبر۔ محمد اصغر۔ یحییٰ۔ عون۔ عمر اکبر۔ محمد اوسط۔

صاحبزادیاں :۔ ام کلثوم۔ زینب الکبریٰ۔ رقیہ۔ ام الحسن۔ رملۃ الکبریٰ۔ ام ہانی۔ میمونہ رملۃ الصغریٰ۔ ام کلثوم صغریٰ۔ فاطمہ۔ امامہ۔ خدیجہ۔ ام الخیر۔ ام سلمہ۔ ام جعفر۔ جمانہ۔ تقیہ۔

بیویاں :۔ سیدہ فاطمہ۔ خولہ۔ لیلٰہ۔ ام البنین۔ ام ولد۔ اسماء۔ ام حبیب۔ امامہ۔ ام سعد رضی اللہ عنہم اجمعین۔ بحوالہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ پاکستان جلد ۲ شمارہ ۱۷ ۹ ذی القعدہ ۱۳۷۹ھ ھذا ماعندی والعلم بالحق عند المولیٰ ورسولہ الاعلیٰ جل وعلیٰ وصلی المولیٰ تعالیٰ۔

کتبہ محمد الیاس خاں

مسئلہ :۔ از کلام الدین مقام کسم کھور ضلع فرخ آباد

علمائے اہلسنت کے نزدیک شادی میں سہرا باندھنا کیسا ہے اگر جائز ہے تو کیسا؟ تشریح فرمائیں۔ دیوبندیوں نے جو سہرا باندھنا شرک لکھا ہے وہ کیسے؟

الجواب ــــــــــ :۔ علمائے اہلسنت کے نزدیک شادی میں پھولوں کا سہرا باندھنا جائز ہے۔ دیوبندی مولویوں کا سہرا باندھنے کو شرک لکھنا ان کی جہالت قدیمہ ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم۔

کتبہ محمد الیاس خاں۔

مسئلہ:۔ از ابوالکلام مقام کسم کھور ضلع فرخ آباد

سننے میں آیا ہے کہ ایک بار نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے مسجد نبوی سے منافقوں کو نام لیکر باہر نکلوا دیا تھا کیا یہ واقعہ صحیح ہے؟ اگر صحیح ہے تو یہ واقعہ کب کا ہے اور نکالے جانے والوں کے نام کیا ہیں اور ان کی تعداد کتنی تھی بحوالہ جواب عنایت فرمائیں۔ بینوا و توجروا

الجواب:۔ اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔ ہاں یہ واقعہ صحیح ہے کہ ایک مرتبہ سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منافقوں کے نام لے لے کر مسجد نبوی سے باہر نکلوا دیا تھا۔ نکالے جانے والے منافقوں کی تعداد ۳۶ رہے جیسا کہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انباء الحی ص۱۵۲ پر تحریر فرمایا ہے واخرج ابن مردویہ عن ابی مسعود الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال لقد خطبنا النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خطبۃ ما شھدت مثلھا قط فقال ایھا الناس ان منکم منافقین فمن سمیتہ فلیقم قم یا فلان قم یا فلان حتی قام ستۃ وثلاثون رجلا۔ یعنی ابن مردویہ نے بروایت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کیا۔ انھوں نے کہا کہ وعظ فرمایا نبی محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (حاضرین) کو ایسا وعظ کہ ویسا وعظ میں نے کبھی نہیں سنا۔ تو فرمایا اے لوگو! بیشک تم میں بعض لوگ منافق ہیں۔ تو میں جس کا نام لوں اس کو اٹھنا پڑے گا۔ اچھا اٹھ اے فلاں، اٹھ اے فلاں (اس طرح بار بار حکم دیتے رہے) یہاں تک کہ چھتیس ۳۶ منافق مجمع سے اٹھ گئے واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

کتبہ محمد الیاس خاں

مسئلہ:۔ از عبداللطیف مقام کسم کھور ضلع فرخ آباد

ایک دیوبندی نے میلاد پاک کی مجلس میں سلام کے بارے میں یہ کہا ہے کہ پڑھنا ہی ہے تو بلند آواز سے نہ پڑھا جائے کیونکہ سورۂ حجرات میں یہ ہے کہ نبی کی بارگاہ میں بلند آواز سے بولنا بھی منع ہے کیا اس کا کہنا درست ہے؟ اگر غلط ہے تو بلند آواز سے درود و سلام پڑھنے کا صحیح مسئلہ کیا ہے مدلل جواب عطا فرمائیں۔

الجواب:۔ بیشک حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی بارگاہ میں آواز بلند کرنا منع ہے۔

مگر اس سے یہ ثابت کرنا کہ بلند آواز سے سلام پڑھنا منع ہے جہالت ہے اس لئے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام علم کے لحاظ سے حاضر ہیں نہ کہ جسم کے لحاظ سے ورنہ ہر جگہ آواز بلند کرنا ناجائز ہو جائے گا اور یہ باطل ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:۔ از ارشاد حسین صدیقی بانی دار العلوم امجدیہ سنڈیلہ ضلع ہردوئی

عورت جیٹھ، دیور اور خسر سے پردہ کرے یا نہیں؟

الجواب: جیٹھ اور دیور سے پردہ واجب ہے کہ وہ نامحرم ہیں اور خسر سے پردہ واجب نہیں جائز ہے۔ اس کے بارے میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ نامحرموں سے پردہ مطلقاً واجب ہے اور محارم نسبی سے پردہ نہ کرنا واجب ہے اگر کرے گی گنہگار ہوگی اور محارم غیر نسبی جیسے کہ مصاہرت اور رضاعت کا رشتہ تو ان سے پردہ کرنا اور نہ کرنا جائز ہے مصلحت اور حالت کا لحاظ ہوگا۔ اسی واسطے علماء نے لکھا ہے کہ جوان ساس کو داماد سے پردہ مناسب ہے یہی حکم خسر اور بہو کا ہے اور جہاں فتنہ کا گمان ہو پردہ واجب ہو جائے گا ھکذا فی الجزء العاشر من الفتاوی الرضویہ وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:۔ از مخدوم زادہ سید محمد اشتیاق علی القادری

قرآن کریم کلنڈر پر چھپوا کر دوکانوں اور مکانوں کی دیواروں پر لگاتے ہیں۔ بنیت زیبائش جو کچھ دنوں کے بعد دیواروں سے گر کر زمین پر اور زمین سے نالوں کوڑے خانوں اور غلاظت کے ٹکڑوں میں چلا جاتا ہے جس سے قرآن کریم کی سراسر بے حرمتی ہو رہی ہے۔ اخبارات میں بھی قرآن کریم اکثر تحریر کیا جا رہا ہے اور اخبار عوام باشعور اور بے شعور کے ہاتھوں فروخت ہوتا ہے اور وہ اخبار مطالعہ کے بعد پنساریوں کی دوکانوں سے بشکل اشیاء کی پڑیوں خانۂ عام اور خواص میں پہونچتا ہے اور اکثر چولہا جلانے کے واسطے آگ میں یا غلیظ کو اخبار میں لپیٹ کر کوڑے خانوں میں پھینک دیا جاتا ہے۔ ایسی صورت میں قرآن کریم کی بے حرمتی ہو رہی ہے یا نہیں؟ اور اگر ہے تو کیا حکم ہے شریعت مقدسہ کا؟ کہ اشاعت قرآن اخباروں اور کلنڈروں کی بند کی جائے حکم شریعت مطہرہ کا تحریری جواب عطا فرما کر مشکور فرمائیں۔

الجواب صورت مستفسرہ میں جبکہ قرآن کریم کے کلمات وآیات کوڑے خانوں اور غلاظت کے ٹوکروں میں پھینک دئے جاتے ہیں تو بیشک اس میں قرآن کریم کی شدید ترین توہین ہے اخبار اور کلنڈر نکالنے والوں پر لازم ہے کہ وہ قرآن کریم کے کلمات وآیات اخبار وکلنڈر میں چھاپنے سے پرہیز کریں اگر وہ باز نہ آئیں تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کے خلاف متفقہ طور پر احتجاج کریں وھو تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۸ جمادی الاخری ۱۳۹۲ھ

مسئلہ:۔ از عبدالستار موضع پڑولی پوسٹ بھنگھٹی ضلع گورکھپور

ہمارے گاؤں میں نعوذ باللہ کچھ بے نمازی ہیں اور کچھ سود خور اور کچھ شراب خور اور کچھ بلا طلاقی عورت لئے رکھے ہیں ان وجوہ کی بنا پر آپس میں پھوٹ ہے جس کی وجہ سے ایسے کاموں پر لوگ اور دلیر ہوتے جارہے ہیں نیز اسلام اور ارکان اسلام سے دور ہوتے جارہے ہیں۔ ایک مولوی صاحب نے آپس کی پھوٹ کو توڑ کر سب کو ایک کر دیا اور سب کو سب کے یہاں کھلایا پلایا اس شرط سے کہ سب لوگ مل کر نماز با جماعت پنجوقتی ادا کریں جب اس اہم فریضہ پر پابند ہو جائیں تو دیگر حرام کام کرنے والوں کو دبایا جائے چنانچہ اس نظریے کے تحت قدرے سدھار ہوئی تو اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ مولوی صاحب کے اس نظریے سے سب کو سب کے یہاں کھانا پینا حلال ہوا یا حرام۔ بعض دوسرے پیر اور مولوی کہہ رہے ہیں کہ کسی طرح آپس کا یہ کھانا پینا حلال نہیں۔

الجواب اللھم ھدایۃ الحق والصواب سود خوری عظیم گناہ ہے ابن ماجہ اور بیہقی کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سود کا گناہ ایسے ستر گناہوں کے برابر ہے۔ جن میں سب سے کم درجہ کا گناہ یہ ہے کہ مرد اپنی ماں سے زنا کرے (العیاذ باللہ تعالیٰ) اور شراب پینا بھی بدترین گناہ ہے۔ ترمذی شریف کی حدیث ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شراب پئے اسے اسّی درے مارو اور جو شخص چوتھی مرتبہ شراب پئے اسے قتل کر دو۔ اور دوسرے کی عورت ناجائز طور پر رکھنا پھر اس سے زنا بھی کرنا بہت بڑا گناہ ہے کہ اگر سلطنت اسلامیہ ہوتی تو ایسے لوگوں کو کوڑا مارا جاتا یا سنگسار کیا جاتا یعنی اس قدر پتھر مارا جاتا کہ وہ مر جاتے۔ اتنے بڑے بڑے مجرموں کے یہاں مولوی صاحب نے لوگوں کو کھلا پلا کر اس آیت کریمہ کے خلاف کیا وَاِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ

پھر مولوی صاحب کے اس طریقۂ کار سے اچھائی کی بجائے ہمیشہ کے لئے خرابی کی بنیاد پڑگئی کہ جو لوگ خود بڑے بڑے گناہوں میں مبتلا ہیں وہ کسی دوسرے گناہ کرنے والے کو باز نہیں رکھ سکتے۔ اور جو لوگ کہ اتنے بڑے مجرمین کے یہاں کھانے پینے لگے وہ کسی دوسرے مجرم پر کوئی دباؤ نہیں ڈال سکتے کہ کچھ مجرموں کے ساتھ گھل مل کر کھانا پینا اور کچھ مجرموں پر سختی کرنا کھلی ہوئی ناانصافی ہے جو کبھی کامیاب نہیں ہوسکتی۔ خلاصہ یہ کہ مولوی صاحب کا طریقۂ مذکور ہر لوگوں کو ملانا بہرصورت غلط ہے۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ سود خوروں، شراب خوروں اور دوسرے کی عورتوں کے رکھنے والوں کا شرعی بائیکاٹ کریں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۳؍ ذی الحجہ ۹۹ھ

مسئلہ:۔ از محمد قمر القادری مشاہدی اترولہ ضلع گونڈہ (یوپی)

میں مسمیٰ زید نے غیر دانستہ طور پر ایک دیوبندی کے یہاں چالیسواں پڑھا تھا بعد میں مجھے جب علم ہوا تو میں نے توبہ کیا بوقت توبہ حضرت علامہ مولانا عنایت احمد صاحب قبلہ اور دیگر تقریباً پچیس ۲۵ آدمی مزید موجود تھے زید کے توبہ کر لینے کے بعد بھی اگر کچھ لوگ کسی قسم کی تہمت لگائیں تو ان پر کیا حکم ہے اور زید کے اوپر کیا حکم ہے قرآن و حدیث سے جو ثابت ہو آگاہ فرمادیں تاکہ میرے پاس سند رہے اور وقت ضرورت پر کام آئے فقط والسلام۔

الجواب: بعون الملك العزيز الوهاب۔ زید نے اگر واقعی توبہ کر لی ہے اور دل سے نادم ہے تو اس گناہ کے سبب زید پر طعن کرنا جائز نہیں حدیث شریف میں ہے۔ التائب من الذنب کمن لا ذنب له وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۵ ربیع الآخر ۱۴۰۱ھ

مسئلہ:۔ از۔ محمد حنیف مدرسہ اسلامیہ جلال پور سکندرہ پوسٹ مدیا پور ضلع کانپور

زید نے اپنی ماں ہندہ کے واسطے جو ابھی زندہ ہیں ستر ہزار کلمۂ طیبہ اور دس مرتبہ سورۂ یٰسین شریف اور دس مرتبہ سورۂ ملک اور تین قرآن پاک ختم اور ایک سو مرتبہ سورہ فاتحہ تین سو مرتبہ سورۂ اخلاص تین مرتبہ پنج سورہ ختم اور پہلے پارہ سے لیکر سوا دس پارہ تک پانچ مرتبہ درود اکبر اور پانچ مرتبہ درود لکھی گیارہ مرتبہ

درود ہزاری اور تیرہ عہد نامہ شریف پڑھکر ماں کے لئے جمع کر دیا اور پروردگار عالم سے دعا ہے کہ اپنے حبیب سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل قبول فرما کر میری والدہ کے صغیرہ وکبیرہ گناہوں کو معاف فرما کر جنت الفردوس عطا فرمائے۔ آمین۔

الجواب بعون الملک العزیز الوھاب یہ صورت جائز ہے وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۷ ربیع الغوث ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: مسئولہ مولانا محمد نصر اللہ یار علوی صدر المدرسین دارالعلوم امجدیہ سنڈیلہ ضلع ہردوئی

عورت کو غیر محرم کے یہاں یا کسی نامحرم کے ساتھ گورنمنٹ کی ملازمت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب غیر محرم کے یہاں یا نامحرم کے ساتھ عورت کو ملازمت کرنے کے لئے پانچ شرطیں ہیں۔ اول کپڑے باریک نہ ہوں جن سے سر کے بال یا کلائی وغیرہ ستر کا کوئی حصہ جھلکے۔ دوم کپڑے تنگ وچست نہ ہوں جو بدن کی ہیأت ظاہر کریں۔ سوم بالوں، گلے، پیٹ، کلائی یا پنڈلی کا کوئی حصہ ظاہر نہ ہوتا ہو۔ چہارم کبھی نامحرم کے ساتھ تھوڑی دیر کے لئے بھی تنہائی نہ ہوتی ہو۔ پنجم ملازمت کی جگہ پر رہنے یا باہر آنے جانے میں کسی فتنہ کا اندیشہ نہ ہو۔ اگر یہ پانچوں شرطیں پائی جائیں تو عورت کو ملازمت کرنے میں حرج نہیں۔ اور اگر ان میں سے ایک شرط بھی نہ پائی جائے تو عورت کو ملازمت کرنا حرام ہے۔ ھکذا فی الجزء العاشر من الفتاویٰ الرضویۃ۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از محمد سعید خاں پوسٹ ومقام کپتان گنج ضلع بستی

ایک شخص مسلمان ہوگیا ہے جس کی عمر ستائیس ۲۷ سال ہے اسے ڈاکٹر سے ختنہ کروانا کیسا ہے؟

الجواب: شخص مذکور کو ڈاکٹر سے ختنہ کروانا جائز نہیں اس لئے کہ ختنہ سنت ہے اور بالغ آدمی کا ڈاکٹر یا نائی کے سامنے شرمگاہ کو کھولنا حرام ہے اور سنت کے لئے حرام کا ارتکاب جائز نہیں۔ ہاں اگر اپنا ختنہ خود کر سکتا ہے تو کرے یا ایسی عورت سے نکاح کرے جو ختنہ کر سکے ورنہ ایسے شخص کے لئے ختنہ معاف ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان فتاویٰ افریقہ میں تحریر فرماتے ہیں "جوان اپنی اپنا ختنہ

کرسکے توکرے ورنہ ممکن ہو تو ایسی عورت سے نکاح کرے یا ایسی کنیز شرعی خریدے جو ختنہ کرسکے یہ بھی نہ ہوسکے تو اسے معاف ہے،، اور صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فتاویٰ عالمگیری کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں کہ" بالغ شخص مشرف باسلام ہوا اگر خود ہی اپنی مسلمانی کرسکتا ہے تو اپنے ہاتھ سے کرے ورنہ نہیں۔ ہاں اگر ممکن ہو کہ کوئی عورت جو ختنہ جانتی ہو اس سے نکاح کرکے اس سے ختنہ کرالے (بہار شریعت حصہ ۱۶ ص ۱۲۰) وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۸ ر جمادی الاولیٰ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ ۱۰: از منشی عبد الرحمن مدرس مدرسہ اسلامیہ موضع شسئی بھیک پور ڈاکخانہ جگنا بازار گونڈہ

رحیم مرحوم کی بیوہ اپنے نابالغ بیمار پوتے کو سوکھا کے پاس لے گئی۔ ساتھ میں عبد الرؤف اور بچے کا باپ چھٹائی بھی تھا۔ سوکھا کے کہنے پر پچیس روپئے کا سوئر خریدا اور ہوم واگیار کا سامان دے کر سوئر چڑھوایا تو ان کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب: رحیم مرحوم کی بیوہ، عبد الرؤف اور بچے کے باپ پر علانیہ توبہ واستغفار واجب ہے۔ عبد الرؤف اور بچے کا باپ اگر دونوں بیوی والے ہوں تو ان دونوں کا نکاح پھر پڑھا جائے اور ان تینوں کو قرآن خوانی، میلاد شریف کرنے، غرباء ومساکین کو کھانا کھلانے اور مسجد میں لوٹا وچٹائی رکھنے کی تلقین کی جائے اور پابندی کے ساتھ نماز پڑھنے کی تاکید کی جائے کہ یہ چیزیں قبول توبہ میں معاون ہوں گی۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۱۱ ر جمادی الاولیٰ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ ۱۱: از محمد ابراہیم۔ دیوکلی پوسٹ روپ گڈھ۔ ضلع بستی

ایک حافظ نے سور کی چربی دوا میں استعمال کی۔ باز پرس پر توبہ واستغفار کیا تو اب اس حافظ پر سور کی چربی استعمال کرنے سے شرع کا کیا حکم ہے اور اگر وہ برادری میں آنا چاہیں تو کیا صورت ہے اور جن مسلمانوں نے اس حافظ سے اب تک تعلقات برقرار رکھے ہیں ان کے لئے شرع کا کیا حکم ہے؟

الجواب: بعون الملک الوھاب صورت مستفسرہ میں حافظ مذکور کو مسلمانوں کے مجمع عام میں توبہ واستغفار کرانے کے بعد برادری میں شامل کرلیا جائے میلاد شریف اور قرآن خوانی کرنے

نیز فقراء و مساکین کو کھانا کھلانے کی تلقین کی جائے قال اللہ تعالیٰ ومن تاب وعمل صالحا فانہ یتوب الی اللہ متابا (پارہ ۱۹ رکوع ۴) لیکن تاوقتیکہ پورا اطمینان نہ ہو جائے اس کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے اور حافظ مذکور کے اس غلط کام کا علم ہونے کے باوجود جن لوگوں نے اس کی موافقت کی اور ساتھ دیا سب لوگ مسلمانوں کے مجمع عام میں اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے توبہ واستغفار کریں۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۱۵ ذی القعدہ ۱۳۹۳ھ

مسئلہ: از محمد علی عرف جنگی صدر جامع مسجد نواب گنج ضلع گونڈہ (یوپی)

(۱) میں یہاں کی جامع مسجد کا صدر ہوں میری مسجد کے امام صاحب بریلوی مسلک کے ادارے کے فارغ التحصیل ہیں اس قصبہ میں ایک عرصہ سے تبلیغی جماعت کے لوگ اکثر آتے رہتے ہیں اور یہاں کی ایک دوسری مسجد جو ان کے مسلک کی ہے اجتماع وغیرہ کرتے ہیں جو دیوبندی لوگوں کا مرکز ہے۔ یہاں کے مقامی دیوبندی مسلک اور تبلیغی جماعت سے انس رکھنے والے لوگ تبلیغی جماعت کو جامع مسجد میں بھی لے آتے ہیں جسے امام صاحب واراکین مصلیان مسجد پسند نہیں کرتے ہیں اس لئے ابھی حال میں امام صاحب نے میری اجازت سے مسجد میں ایک نوٹس لگا دیا ہے کہ کوئی صاحب بغیر اجازت امام صاحب جامع مسجد میں قیام اور تقریر نہ کریں۔ امام صاحب کے اس اقدام سے دیوبندی مسلک کے لوگوں اور تبلیغی جماعت سے تعلق رکھنے والوں میں بڑا ہیجان ہے اور وہ کہتے ہیں کہ تبلیغی جماعت جامع مسجد میں ضرور جائے گی اور اجتماع و تقریر وغیرہ بھی کرے گی۔ اسے کوئی روک نہیں سکتا۔ براہ کرم از روئے شرع شریف جواب باصواب سے سرفراز فرمائیں کہ صدر و امام جامع مسجد کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ جس کو چاہیں اپنی مسجد میں تقریر اور وعظ کی اجازت دیں اور جس کو چاہیں نہ دیں یا شریعت ان کو ایسی پابندی لگانے سے روکتی ہے؟

(۲) نیز یہاں جامع مسجد میں امام و مقتدی بعد نماز فجر و عصر آپس میں مصافحہ کرتے ہیں؟

(۳) اور نماز پنجگانہ کے بعد الصلاۃ والسلام علیک یا رسول اللہ آخر تک پڑھتے ہیں؟

(۴) امام صاحب کبھی کبھی درس قرآن بھی دیتے ہیں اور آخر میں کھڑے ہو کر صلاۃ و سلام پڑھتے ہیں۔ دیوبندی لوگ کہتے ہیں کہ یہ سب بدعت ہے اور شرعاً ناجائز ہے۔ کیا دیوبندیوں کا مذکورہ بالا امور کو بدعت

کہنا صحیح ہے یا یہ تمام امور از روئے شرع جائز و درست ہیں؟ جواب باصواب سے مشرف فرمائیں۔

الجواب ـــــــ بیشک صدر اور امام مسجد کو یہ حق حاصل ہے کہ دیوبندیوں اور وہابیوں کو مسجد میں وعظ و تقریر سے روک دیں بلکہ لازم ہے کہ حسب استطاعت ایسے کو مسجد میں آنے بھی نہ دیں ورنہ گنہگار ہوں گے۔ درمختار میں ہے یمنع منہ کل موذ ولو بلسانہ یعنی ہر ایذا دینے والے شخص کو مسجد سے روکا جائے اگرچہ وہ زبان سے ہی ایذا دیتا ہو اور اللہ و رسول جل جلالہ و صلی المولیٰ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان ہائے مقدسہ میں توہین کرنے والوں اور گالیاں بکنے والوں سے بڑھ کر کون ظالم اور موذی المسلمین ہوگا لہٰذا انہیں مسجد میں آنے اور وعظ و تقریر سے ضرور روکا جائے۔

(۲) فجر و عصر کے بعد ہی نہیں بلکہ ہر نماز کے بعد مصافحہ کرنا جائز ہے اور یہ بدعت ضرور ہے مگر بدعت مباحہ حسنہ ہے جیساکہ درمختار کتاب الحظر والاباحۃ باب الاستبراء میں ہے تجوز المصافحۃ ولو بعد العصر وقولھم انہ بدعۃ ای مباحۃ حسنۃ کما افادہ النووی فی اذکارہ اھ ملخصا یعنی بعد نماز عصر بھی مصافحہ کرنا جائز ہے اور فقہائے کرام نے جو اسے بدعت فرمایا تو وہ بدعت مباحہ حسنہ ہے جیساکہ امام نووی نے اپنے اذکار میں تحریر فرمایا ہے اس مسئلہ کی مزید وضاحت کے لئے ہماری کتاب انوار الحدیث کا مطالعہ کریں۔

(۳) نماز پنجگانہ کے بعد یا جب بھی چاہیں اور جس طرح چاہیں یعنی لیٹ کر بیٹھ کر اور کھڑے ہو کر حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی بارگاہ میں صلاۃ و سلام کا نذرانہ پیش کریں۔ یہ بلاشبہ جائز ہے اس لئے کہ قرآن کریم کا حکم یایھا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما مطلق ہے اور کسی حکم مطلق کو مقید کرنا جائز نہیں تو اس حکم مطلق کو بھی غیر قیام کے ساتھ مقید کرنا جائز نہیں اور پھر اللہ جل مجدہ نے قرآن مجید میں ایمان والوں کو درود و سلام پڑھنے کا حکم فرمایا ہے تو اگر کوئی بے ایمان اس حکم پر عمل کرنے کو بدعت قرار دے اور مخالفت کرے تو مسلمانوں کو اس کی پروانہ کرنا چاہئے کہ خدائے تعالیٰ نے اسے درود و سلام پڑھنے کا حکم ہی نہیں دیا ہے۔ اس مسئلہ کی مزید تحقیق کے لئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رسالۂ مبارکہ اقامۃ القیامۃ کا مطالعہ کریں۔

دیوبندیوں کا مذکورہ امور کو بدعت کہنا کھلی ہوئی گمراہی اور بدمذہبی ہے ھذا ما عندی والعلم عند اللہ تعالیٰ ورسولہ جل جلالہ وصلی المولیٰ تعالیٰ علیہ

وسلم۔

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی

۱۹ رجب المرجب ۱۳۹۳ھ

مسئلہ :- از محی الدین مدرسہ غوثیہ نور العلوم کٹھوتیا بھیرہوا ضلع روپن دیہی (نیپال)

ہمارے یہاں جن کی اولادیں کچھ ہو چکی ہیں وہ پریوار نیوجن کے ڈاکٹر سے اولاد کی بندش کے لئے ٹبلٹ اور بوقت جماع ربر کی تھیلی استعمال کرتے ہیں یہی حال عورتوں کا ہے کہ ٹبلٹ استعمال کرتی ہیں اور لوپ لگواتی ہیں منع کرنے پر یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ چونکہ صحت خراب ہوتی جا رہی ہے اس لئے ہم لوگ ایسا کرتے ہیں تو کیا یہ فعل درست ہے؟ نیز ان کا یہ عذر شریعت مطہرہ کے نزدیک قابل قبول ہے بالتفصیل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب۔ کسی جائز مقصد کے پیش نظر وقتی طور پر ضبط تولید کے لئے کوئی دوا یا ربڑ کی تھیلی استعمال کرنا جائز ہے۔ لیکن کسی عمل سے ہمیشہ کے لئے قوت تولید کو ختم کر دینا کسی طرح جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی

۲۲ رجب المرجب ۹۴ھ

مسئلہ :- از سید محمود اشرف ومصلیان جامع مسجد وعیدگاہ بسکھاری کچھوچھہ شریف فیض آباد

ہمارے خاندان میں ایک معروف ومشہور بزرگ گذرے ہیں جن کا نام نامی اسم گرامی حضرت سید مخدوم اشرف سمنانی رضی اللہ عنہ ہے۔ دستور خاندان کے مطابق آپ کا ہمیشہ ایک جانشین اور خلیفہ ہوتا ہے جسے جانشین کہتے ہیں۔ رویت ہلال کی تصدیق نیز نماز جمعہ وعیدین کی امامت سجادہ نشین ہی فرماتے ہیں ہمیشہ اس منصب اور مقام پر بلا لحاظ وراثت خاندان کے عالم اور اہل علم ہی بطریق نامزدگی یا بذریعہ انتخاب ہوتے آئے ہیں۔ لیکن سجادہ نشین اپنے صاحبزادہ کے نام رجسٹری کر دی ہے جو علوم دین واسلامی سے کورے اور زبان عربی سے نابلد بلکہ جاہل ہیں۔ فقط معمولی اردو وانگریزی کی تعلیم ہے اب دریافت طلب امور یہ ہیں۔

(۱) سجادہ نشین علیہ الرحمۃ کے صاحبزادے مذکور کی خلافت وامامت کا از روئے شرع مطہرہ کیا

حکم ہے۔

(۲) صاحبزادے مذکور کے پیچھے سب کی نماز ہوگی یا نہیں جبکہ مسائل نماز اور طہارت ان سے کہیں زیادہ جاننے والے لوگ بلکہ علماء بھی جماعت میں شامل ہوتے ہیں۔

(۳) مذکورہ عالم دین جو کہ اسی خاندان سے ہیں اور کوشش سے اس منصب کو حاصل کرسکتے ہیں ان پر از روئے شرع اس منصب کے لئے جد وجہد لازم ہے یا نہیں؟

(۴) مذکورہ عالم دین اگر خاموشی اختیار کریں بلکہ خود سجادہ نشین سابق کے پیچھے نماز پڑھیں اور نماز پڑھنا جائز سمجھیں تو کیا حکم ہے بینوا توجروا۔

الجواب بعون الملک الوھاب (۱) سابق سجادہ نشین کے صاحبزادے مذکور اگر خلافت وامامت کے اہل نہیں ہیں تو انہیں سجادہ نشین بنانا شرعاً جائز نہیں۔ (۲) صاحبزادے مذکور اگر نماز وطہارت کے زیادہ مسائل نہیں جانتے لیکن ضروری مسائل سے آگاہ ہیں اور قرأت ما یجوز بہ الصلاۃ کرتے ہیں تو اگرچہ عالم نہ ہوں ان کے پیچھے نماز وطہارت کے مسائل ان سے زیادہ جاننے والے عالم اور غیر عالم سب کی نماز ہو جائے گی۔ اگر کوئی اور دوسری وجہ مانع جواز نہ ہو اور اگر نماز وطہارت کے ضروری مسائل سے آگاہ نہیں ہیں یا ما یجوز بہ الصلوٰۃ قرأت نہیں کرتے مثلاً ث، س، ش، ص، ت ط، ذ، ز، ا، ع، ح ہ، ق ک، د ض وغیرہ میں امتیاز نہیں رکھتے تو انہیں امام بنانا جائز نہیں کہ معنی فاسد ہونے کی صورت میں نماز نہ ہوگی۔ (عامۂ کتب)

(۳) صاحبزادے مذکور اگر منصب سجادگی کے اہل نہیں ہیں تو دوسرا عالم جو اہل ہے اس پر اپنے حق میں اس منصب کے لئے جد وجہد کرنا لازم ہے۔ بشرطیکہ حصول دنیا وطلب زر مقصود نہ ہو اور دوسرا کوئی اہل نہ پایا جاتا ہو۔ اس لئے کہ مسلمانوں کی پیشوائی اور امامت کا اصل حق حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے اور علمائے اہل سنت کثرہم اللہ تعالیٰ ان کے نائب ہیں اور یہ ہر عاقل جانتا ہے کہ جہاں اصل تشریف فرما نہ ہو وہاں اس کا نائب ہی قائم ہوگا نہ کہ غیر۔

(۴) اگر صاحبزادے مذکور خلافت وامامت کے اہل نہیں ہیں تو وہ عالم جو کہ اس منصب کو حاصل کرسکتے ہیں ان کا سکوت اختیار کرنا اور نااہل کی امامت کو جائز سمجھنا گناہ ہے کما قال رسول اللہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذلک اضعف الایمان۔ ھذا ما ظھر فی والعلم عند اللہ تعالیٰ ورسولہ جل جلالہ وصلی المولیٰ تعالیٰ علیہ وسلم

الجواب صحیح	الجواب صحیح	کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
غلام جیلانی اعظمی عفی عنہ	بدرالدین احمد القادری الرضوی	۱۸ر ذی القعدہ ۸۸ھ
۱۸ر ذی القعدہ ۸۸ھ		

مسئلہ :۱۰- از محمد اخلاق حسین رضوی منیجر غریب نواز کالج امرڈوبھا پوسٹ بکھرہ ضلع بستی

اعلیٰ حضرت مجدد اعظم فاضل بریلوی قدس سرہ جابجا اپنے فتاویٰ میں بالخصوص احکام شریعت نیز فتاویٰ رضویہ جلد پنجم صفحہ ۶۶۷ میں مسئلہ نسب کے متعلق جواب ارشاد فرماتے ہیں وھو ھذا ۔ الجواب۔ شرع مطہرہ میں نسب باپ سے لیا جاتا ہے جس کے باپ دادا پٹھان یا مغل یا شیخ ہوں وہ انھیں قوموں سے ہوگا اگرچہ اس کی ماں اور دادی سیدانیاں ہوں۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں فرمایا ہے من ادعی الی غیر ابیہ فعلیہ لعنۃ اللہ والملئکۃ والناس اجمعین لا یقبل اللہ منہ یوم القیامۃ صرفا ولا عدلا ھذا مختصر۔ جو اپنے باپ کے سوا دوسرے کی طرف اپنے آپ کو نسبت کرے اس پر خدا اللہ تعالیٰ کی اور سب فرشتوں اور آدمیوں کی لعنت ہے۔ اللہ قیامت کے دن اس کا نہ فرض قبول کرے نہ نفل۔ بخاری ومسلم وابوداؤد وترمذی ونسائی وغیرہم نے یہ حدیث مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی ہے۔ ہاں اللہ تعالیٰ نے یہ فضیلت خاص امام حسن وامام حسین اور ان کے حقیقی بھائی بہنوں کو عطا فرمائی ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیٹے ٹھہرے پھر ان کی جو خاص اولاد ہے ان میں بھی وہ قاعدہ عام جاری ہوا کہ اپنے باپ کی طرف منسوب ہوں اس لئے سبطین کریمین کی اولاد سید ہیں نہ بنات فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد کہ وہ اپنے والدوں ہی طرف نسبت کی جائیں گی ۔ واللہ تعالیٰ اعلم انتہی بالفاظہ۔

مذکورہ عبارت کی روشنی میں حسب ذیل امور دریافت طلب ہیں۔

(الف) لسان شرع میں سید النسب کسے کہا جاتا ہے ؟

(ب) بنو ہاشم میں آل علی (از محمد بن حنفیہ) آل جعفر، آل عباس، آل عقیل کو سید کہا جاسکتا ہے یا نہیں

۲۔ (ج) علوی حضرات پہ سید کا اطلاق اگر شرعاً درست ہے تو پھر جعفری، عباسی، عقیلی حضرات کو سید کہنا لکھنا درست ہے یا نہیں؟

(د) اگر شیوخ عرب اور قریشی النسل ہونے کے تحت مذکورہ حضرات سید کہے جاسکتے ہیں تو پھر آل ابوبکر آل عمر آل عثمان کو سید لکھنا درست ہے یا نہیں بالخصوص جبکہ الاصح ان فضل ابنائہم علی ترتیب فضل آبائہم الا اولاد فاطمہ الخ فرمایا گیا ہے (شرح فقہ اکبر للعلامۃ علی القاری) اقول قال الشارح الاصح بناءً علی ان بعضہم قالوا ولا نفضل بعد الصحابۃ احدا الا بالعلم والتقوی کما نقلہ الشارح اولا من قبیل۔

(ہ) علوی (از محمد بن حنفیہ) حضرات کو سید لکھنا شیعی دستور ہے یا اہل سنت کا بھی طریقہ ہے۔

(۳) اہل لغت جو محاورات عرب کے راوی اور شارح ہوتے ہیں سید کے معنی جہاں وہ سیادت (سردار) بیان کرتے ہیں وہیں اس کے اسلامی معنی یوں لکھتے ہیں السید عند المسلمین من کان سلالۃ نبیہم (المنجد ومختار الصحاح بفرق لفظ) بعض میں یوں ہے السید عند المسلمین حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالی عنہا کی اولاد اور ان کی نسل سے جو لوگ ہوں (مصباح اللغات) دریافت طلب یہ ہے کہ لغت کا بیان کردہ یہ معنی عامۂ مسلمین عرب وعجم کے عرف کی صحیح ترجمانی ہے یا نہیں؟ نیز یہ ترجمانی شرعاً مقبول ہے یا نہیں؟ نیز لکھنے والے من ادعی الی غیر ابیہ الخ کی ہولناک وعید کے مستحق ہوں گے یا نہیں؟

(۴) سید سالار مسعود غازی رضی المولی تعالی عنہ کے نام میں لفظ سید کا استعمال بترکیب توصیفی ہے یا اضافی؟ بکر کا کہنا ہے کہ سید سالار میں ترکیب اضافی ہے یہاں سید از روئے نسب نہیں ہے بلکہ بطور حسب ہے اس لئے کہ آپ سیدنا محمد بن حنفیہ کی اولاد سے علوی ہیں چونکہ آپ کی فوج میں آپ کے مقرر کردہ بہت سے سالار تھے مثلاً سالار رجب (ٹھیلے پیر) سالار سیف الدین، سالار ابراہیم وغیرہم رحمہم اللہ اور آپ ان تمام سالاروں کے سالار تھے اس لئے سید سالار (سالار کے سردار) کے لقب سے مشہور ہوئے اور غالباً عوام مسلمین کی طرف سے یہ اطلاق شائع ہوا بہرکیف آپ کا کیا ارشاد ہے۔

عرض :۔ بعض جگہ کسی وجہ سے سوال متکرر ہوگیا ہے اس لئے قدرے طویل ہوگیا معاف فرمائیں اور جواب باصواب سے نوازیں۔ امید کہ تاخیر نہ فرمائی جائے گی۔

الجواب :۔ الف ۔ شریف کا لفظ جو عرب میں سید کے معنی میں بولا جاتا ہے پہلے زمانہ میں علوی، جعفری اور عباسی وغیرہ پر بھی اس کو بولا جاتا تھا مگر جب مصر پر فاطمی حکومت کا قبضہ ہوا تو یہ لفظ حضرات حسنین کریمین کی اولاد کے ساتھ خاص ہوگیا اور یہی عرف اب تک چلا آرہا ہے اسی لئے ہندوستان میں بھی سید سے اولاد حسنین ہی مراد لیتے ہیں فتاوی رضویہ جلد خامس ص ۲۹۹ میں ہے "اگرچہ سید نہ ہو مثلاً شیخ، صدیقی یا فاروقی یا عثمانی یا علوی یا عباسی" اور فتاوی حدیثیہ میں ہے۔

واعلم ان اسم الشریف کان یطلق علی من کان اھل البیت ولو عباسیا او عقیلیا ومنہ قول المؤرخین الشریف العباسی الشریف الزینبی فلما ولی الفاطمیون بمصر قصروا الشریف علی ذریۃ الحسن والحسین فقط واستمر ذلک الی الآن اھ وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

(ب) بنو ہاشم میں اولاد محمد بن حنفیہ، آل جعفر، آل عباس اور آل عقیل کو سید کہنا صحیح نہیں کہ تخصیص عرفی کے خلاف ہے جیسے کہ تخصیص عرفی کے خلاف ہونے کے سبب قوم کے پیشوا اور سردار کو بہتر کہنا صحیح نہیں۔

(ج) جبکہ حسنین کریمین کی اولاد کے لئے لفظ سید خاص ہوگیا تو دوسرے لوگوں کے لئے اس لفظ کا استعمال کرنا درست نہیں۔

(د) بیشک اگر قرشی النسل ہونے کی بنیاد پر علوی وغیرہ کو سید کہنا درست ہو تو صدیقی فاروقی اور عثمانی کو بھی اس بنیاد پر سید کہنا درست ہوگا۔

(ہ) عام اہلسنت کا طریقہ یہ ہے کہ وہ حضرات حسنین ہی کی اولاد کو سید کہتے ہیں مگر بعض لغات مثلاً لغات سعیدی وغیرہ میں ہے کہ علویان گروہ سادات سے ہیں اور پھر اکثر لوگ حضرت سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو محمد بن حنفیہ کی اولاد سے ہیں ان کو سید کہتے ہیں۔ اور مرکزی دار الافتاء بریلی شریف کے مفتی علامہ اختر رضا خاں صاحب ازہری نے لکھا کہ ہندوستان میں سید سے اولاد زہرا مراد لیتے ہیں مگر یہ تخصیص عرفی ہے جس کے سبب علوی وغیرہ سید ہونے سے نہ

نکلیں گے اس لئے کچھ علوی حضرات جو اہل سنت سے ہیں اپنے کو سید کہنے لگے ہیں۔ وھو اعلم۔

(۳) ظاہر یہی ہے کہ المنجد اور مصباح اللغات کا بیان کیا ہوا معنی عامۂ مسلمین عرب وعجم کے عرف کی صحیح ترجمانی ہے اور یہ ترجمانی مقبول بھی ہے جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی تحریروں سے ظاہر ہے جو لوگ سید نہیں ہوں گے وہ اپنے آپ کو سید لکھیں گے وہ لوگ ضرور من ادعی الی غیر ابیہ الخ کی وعید کے مستحق ہوں گے وھو تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

(۴) حضرت سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نام میں لفظ سید کا استعمال ہو سکتا ہے کہ بترکیب اضافی ہو اور بکر کا قول صحیح ہو لیکن ظاہر یہ ہے کہ اس میں ترکیب توصیفی ہے جس کی بنیاد خوش عقیدگی یا غلط فہمی ہے۔ لہذا میرے نزدیک ان کو بھی سید کہنا صحیح نہیں اس لئے کہ جب یہ لفظ حضرات حسنین کی اولاد کے لئے عرف میں خاص ہو گیا تو لغت کا سہارا لیکر حضرت غازی میاں پر سید کا اطلاق کرنا عرف سے جنگ کرنا ہے اور لوگوں کے لئے غلط فہمی پیدا کرنا ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۳ ربیع الاول ۱۴۰۰ھ

مسئلہ:

زید ایک سنی آدمی ہے لیکن اس کی کچھ ایسی حرکتیں ہوگئی ہیں آیا وہ اسلامی قانون کے اندر ہیں یا اس کی من گھڑت چیزیں ہیں یہ عمل اس کا اللہ اور اللہ کے پیارے حبیب کے قانون سے درست ہیں یا نہیں؟

(۱) زید غیر نمازی شخص کا پکا یا کھانا نہیں کھاتا ہے
(۲) بازار کی بنی ہوئی مٹھائی نہیں کھاتا ہے
(۳) اپنی چارپائی پر کسی بے نمازی آدمی کو نہیں بیٹھنے دیتا ہے
(۴) خود بازار یا دنیاوی غرض سے باہر نہیں نکلتا۔
(۵) زیادہ آدمیوں کی بھینٹ نہیں چاہتا۔

(۶) ایک بار وہ انگریزی اسکول گیا وہاں کسی کے کہنے سے کرسی پر بیٹھ گیا پھر جب وہ گھر آیا تو اپنے کپڑے دھل ڈالے۔ بتایا کہ وہاں سب انگریزی داں رہتے ہیں جو بلا پانی کے پیشاب کرنے جاتے ہیں اور اسی کرسی پر آکر روز بیٹھتے ہیں اس لئے میرے دل نے کراہت کی۔ کہا کہ جس جگہ ناپاک شخص روز بیٹھے اس جگہ ایک پاک نمازی کو نہیں بیٹھنا چاہئے کیونکہ پینٹ لباس پہن کر کھڑے کھڑے پیشاب کرتے ہیں جو کہ چھینٹیں پڑتی ہیں بھلا ایسی کرسی پر بیٹھ کر اور اسی لباس سے نماز کیسے پڑھ لوں۔ (۷) گھی دودھ وغیرہ ہندو کے یہاں کا نہیں کھاتا (۸) اپنے لوٹے کو غیر نمازی کو نہیں چھونے دیتا ہے۔ (۹) مسجد مصلی اور کچھ نمازی لوگوں سے تعلق رکھتا ہے (۱۰) کرایہ کی سائیکل لائی گئی اس پر چڑھنے سے انکار کر دیا (۱۱) وہابی دیوبندی کے یہاں کا سودا تولا تا ہی نہیں تھا اب کفار کے یہاں کا بھی لانے میں پرہیز کرتا ہے بس مسلمان پاک لوگوں کی تلاش میں رہتا ہے (۱۲) جن عورتوں سے نکاح ہو سکتا ہے ان سے پردہ کرتا ہے یہاں تک کہ آواز سننا بھی ٹھیک نہیں سمجھتا ہے (۱۳) غیر نمازی لوگوں کے پیچھے یا ہندو کا فر کا پیچھا بالکل نہیں چاہتا ہے یہ لوگ بدن اور کپڑوں سے ناپاک ہیں۔ ایسی حالت میں ان کے پیچھے بیٹھ کر ان کے پاس بیٹھ کر بات چیت یا کوئی کام کرنے میں مجھے الجھن معلوم ہوتی ہے کیا یہ فعل اس کا درست ہے۔ وہ کہتا ہے کہ روئے زمین پر میرے سنی نمازی بھائی اتنے ہیں کہ میرا دینی و دنیاوی کام حل ہو جائے گا۔ غیروں ناپاکوں سے کیوں ظاہری یا باطنی تعلق رکھوں (۱۴) علم کے بارے میں صرف قرآن پاک حدیث اور کچھ سچی کتابیں بیان کرتے ہیں کہتا ہے۔ جو مولانا روم صاحب کا قول ہے وہی علم۔ اور یہ سب انٹر۔ بی۔ اے۔ ایم۔ اے۔ ہائی اسکول کی تعلیم بیکار اپنے بچوں کو مت پڑھاؤ ایسا علم جو خلاف ہو وہ کہتا ہے کہ دینی تعلیم سے کام سب حل ہو جائے گا (۱۵) تو ان کے قول سے جو لوگ ہندی، سنسکرت، انگریزی پڑھا کر روٹی کھاتے ہیں نوکری پر ہیں وہ گناہ میں ہوئے تعلیم کے بارے میں کہتا ہے (۱) پڑھانے والا استاذ ظاہر باطن میں پاک ہو (۲) لڑکا دس سال سے اوپر کا ظاہر و باطن میں پاک ہو (۳) کتابیں جو پڑھائی جائیں وہ ظاہر باطن میں پاک ہوں۔ کتاب کے مضمون صاف ہوں فقط۔

الجواب ـــــــ اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔ باشرع مسلمان کی دو حیثیت

ہے۔ ایک وہ جو محض فتویٰ پر عمل کرتا ہے۔ دوسرا وہ جو فتویٰ سے زائد تقویٰ پر بھی کاربند رہتا ہے جو ایمان کا اعلیٰ اور باکمال درجہ ہے۔ غیر مسلم ہنود وغیرہ کا پکایا ہوا کھانا یا ان کی بنائی ہوئی مٹھائی فتویٰ کے رو سے شرعا جائز و مباح ہے لیکن تقویٰ کی رو سے نہ کھانا ہی بہتر ہے لہذا زید کا عمل شریعت طاہرہ کے بالکل موافق اور مطابق ہے مولیٰ تعالیٰ ایسے مومن صالح کو اپنی خاص نعمتوں اور برکتوں سے نوازے اور دوسرے مسلمان بھائیوں کو بھی ایسی توفیق عطا فرمائے جس سے اسلام وسنیت کی تابنا کی افزوں ہو اور صحابہ کرام تابعین عظام کے عملی نقوش ابھر آئیں۔ آمین بحرمت سید المرسلین علیہ وعلیہم الصلاۃ والتسلیم الی یوم الدین۔ سوال میں زید کے قول کی تفسیر صحیح طور پر نہیں پیش کی گئی۔ انگریزی یا سنسکرت کی تعلیم کو ذریعہ معاش بنانا زید نے مطلق ناجائز و گناہ نہیں بتایا ہے گناہ بتانے کا جملہ خود سائل نے لکھ دیا ہے سائل کو اپنے پیش کردہ سوال پر نظر ثانی کرنا چاہئے ہاں اپنے اسلام وسنیت سے بے خبر رہنا اور غیر مذہبی تعلیم میں مشہور ہونا اور اسے ذریعہ معاش بنانا بیشک ناجائز و گناہ ہے۔ نص قرآنی فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون کی بالکل خلاف ورزی ہے۔ اسی لئے حدیث پاک میں صاف کیا گیا طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم (رواہ اصحاب الصحاح) یعنی شریعت کے ضروری علوم سے باخبر ہونا ہر مسلمان پر فرض ہے تاکہ وہ اپنے اعمال فرض وواجب کو صحیح طریقہ سے ادا کر سکے اور حلال وحرام کا امتیاز رکھتے ہوئے حلال میں مشغول ہو اور حرام سے بچے اور پرہیز رکھے۔ واللہ ورسولہ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

کتبہ ابوالبرکات محمد نعیم الدین عفی عنہ

۲ شعبان ۸۸ھ

مسئلہ:۔ مرسلہ محمد فاروق الحسن گونڈوی از بمبئی

ایک مدرسہ عربیہ ہے جس میں اردو ہندی پرائمری تعلیم پرنسپل سے منظور شدہ نظام تعلیم کے علاوہ خصوصیت سے درس نظامی عربی، فارسی، حفظ قرأۃ وغیرہ کی تعلیم ہوتی ہے نیز بیرونی نادار طلباء کے خورد ونوش قیام علاج وملبوسات کا بھی مدرسہ خود کفیل ہے۔ جواب طلب امر یہ ہے کہ ایسے مدرسہ میں غیر مسلم کی رقم جس کا ذریعہ معاش بظاہر حلال طریقے پر ہے اگر وہ اپنی خوشی سے بطور اعانت

چندہ دیں تو اس کا لینا اور اس مدرسہ میں اس کا صرف کرنا جائز ہے کہ نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب جائز ہے لیکن آئندہ کسی شرعی قباحت کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہو تو احتراز لازم ہے ھذا ما عندی والعلم عند اللہ تعالیٰ و رسولہ جل جلالہ وصلی المولیٰ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۰ ذیقعدہ ۹۰ھ

مسئلہ :۔ از عبد الرحمٰن موضع مرسٹھوا گنیش پور ضلع بستی

نظم میں نور نامہ نام کی ایک کتاب عوام میں بہت مقبول ہے۔ خاص کر عورتیں اسے بہت پڑھتی ہیں تو اس کتاب میں جو روایت لکھی ہے وہ صحیح ہے یا نہیں؟ اور اس کا پڑھنا کیسا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب نور نامہ مذکور میں جو روایت لکھی ہوئی ہے وہ بے اصل ہے اس کتاب کا پڑھنا جائز نہیں ہے جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں "رسالہ منظوم ہندیہ بنام نور نامہ مشہور ست روایتش بے اصل ست خواندنش روا نیست چہ جائے ثواب (فتاویٰ رضویہ جلد نہم ص ۱۵۵) وھو تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ :۔ از صوفی ثناء اللہ دوکان ۳۴ اندھیری کرلا روڈ جری مری بمبئی ۷۲

شوہر کو اپنی بیوی سے جدا ہو کر زیادہ سے زیادہ دوسرے شہر میں کتنے دن رہنا چاہیئے؟

الجواب :۔ زیادہ سے زیادہ چار مہینے بیوی کو چھوڑ کر اس سے زیادہ شوہر کو دوسرے شہر میں نہیں رہنا چاہیئے امام العادلین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اتنی ہی مدت کا فیصلہ فرمایا ہے۔ ھذا ما عندی وھو اعلم بالصواب۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ ۱۔ مقبول احمد سوئٹر والے کالپی شریف جالون

س۱ سنی کس کو کہتے ہیں ہمارے محلہ میں ایک شخص رہتا ہے وہ سنی ہے اور اس کا بھائی حقیقی قادیانی ہے اور یہ قادیانی اس کا برسہا برس سے ہمارے شہر سے تقریباً سو یا دو سو میل دور رہتا ہے اور وہاں ریلوے میں نوکری کرتا ہے۔ کبھی اتفاق سے ایک دوسرے کے یہاں شادی ہوئی یا اور کوئی ضرورت درپیش ہوئی یا بھائی کے ناتے کبھی کبھی آتے جاتے ہیں اور رہتے بستے ہیں اور کھاتے پیتے ہیں کیا یہ سنی بھائی جو کہ آتا جاتا ہے قادیانی بھائی کے یہاں کیا یہ سنی نہیں رہا کیا جو لوگ یہ سنی بھائی سے گریز پرہیز کریں تو ان کا پرہیز کرنا کیا درست ہے کیا ایسے سنی کے یہاں روزانہ یا شادی وغیرہ میں آنا جانا درست ہے؟

س۲ ایک شخص سنی ہے اور دوسرا شخص دیوبندی وہابی ہے اور تیسرا شخص بھی سنی ہے جو تیسرا شخص ہے وہ اپنے لڑکے کی شادی کر رہا ہے بسلسلۂ شادی قرآن خوانی میلاد شریف کر رہا ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اور کھانا کھلانے کا انتظام بھی کر رہا ہے جس میں سیکڑوں سنیوں کو بھی دعوت دے رہا ہے اور پچاسوں دیوبندیوں وہابیوں کو بھی اور سیکڑوں سنیوں نے اس شخص کی دعوت قبول کر لی ہے اور وہابیوں نے بھی کیا ایسے شخص کے یہاں جو دونوں حضرات کو مدعو کر رہا ہو تو کیا ایک ہی دسترخوان پر یہ دونوں حضرات کھانا کھا سکتے ہیں یا نہیں؟ کیا جو سنی حضرات نے دعوت قبول کی ہے ایسے جگہ کی دعوت قبول کرنے اور ایسی محفل میں شرکت کرنا کیا درست ہے اور اس میں سیکڑوں سنی اور وہابی کھا رہے ہیں اور صرف دس پانچ سنی ایسی محفل میں شرکت کرنے کے بعد قرآن خوانی اور میلاد شریف ہونے کے بعد چل دئے اور کھانا نہیں کھائے تو فیصلہ فرما دیجئے کہ کون لوگ حق پر رہیں اور یہ سیکڑوں سنی سنی نہیں رہے۔

س۳ کیا کافر یا مشرک کے منھ کا جھوٹا یا ہاتھ سے پکا ہوا وہ اپنے ہاتھوں سے دے کہ کھا تو تو وہ کھا سکتا ہے تو کیا اگر مشرک کافر کا کھا سکتا ہے۔ مدلل فیصلہ فرما دیجئے کہ سنی حضرات کو مشرک کافر اور وہابی قادیانی کے منھ کا جھوٹا یا ہاتھوں کا پکا ہوا یا ہاتھوں کا دیا کھانا کھانا کیا درست ہے یا ناجائز

حرام۔ جواب نمبر سے پیچھے لکھ دیجئے گا میں نے بہار شریعت میں لکھا دیکھا ہے کہ کافر کا جھوٹا پاک ہے اگر کافر کا جھوٹا پاک ہے دیوبندی قادیانی کا جھوٹا پاک ہے جب پاک ہے تو کیا کھانا بھی جائز ہے؟

سا۴ مردوں کی محفل میں لڑکیاں دس یا گیارہ سال کی دینی تقریر کر سکتی ہیں یا نہیں؟

الجواب ــــــــ اللھم ھدایۃ الحق والصواب ضروریات اہل سنت کے ماننے والے کو سنی کہتے ہیں جو ان کی کتابوں میں مذکور ہے۔

۱؎ قادیانی اپنے کفریات قطعیہ کی بنا پر علمائے اہلسنت ــــــــ کے نزدیک متفقہ طور پر کافر و مرتد ہیں قادیانی کے بھائی کا اعتقاد اگر مذہب اہل سنت وجماعت کے مطابق ہے تو وہ بہر حال سنی ہے لیکن اپنے قادیانی بھائی سے میل جول اور آمد ورفت رکھتا ہے تو سخت گنہگار ہے ایسے سنی کا بائیکاٹ کیا جائے لیکن بائیکاٹ کرتے میں اگر اس کے قادیانی ہو جانے کا اندیشہ ہو تو عوام سنی بائیکاٹ نہ کریں لیکن خواص سنی ضرور اس سے ترک تعلق کریں۔

۲؎ جو سنی کہ وہابیوں کو بھی کھانے کی دعوت دے ایسی دعوت میں سنیوں کو شرکت نہیں کرنا چاہیے جو لوگ کھانا کھائے بغیر چلے گئے انھوں نے بہتر کیا اور جن سنیوں نے وہابیوں کے ساتھ کھایا وہ گنہگار ہوئے کھانے کے سبب وہابی نہیں ہوئے اس لئے کہ سنیت اعتقاد کا نام ہے۔ اعمال کا نام سنیت نہیں ہے۔

۳؎ کافر ومشرک کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا جائز ہے مگر نہ کھانا بہتر ہے۔ لیکن اس کے ہاتھ کا گوشت کھانا جائز نہیں اگرچہ وہ کہتا ہو کہ مسلمان کا ذبیحہ ہے (عالمگیری) اور مشرک، کافر، وہابی اور قادیانی کا جھوٹا اس معنی کر پاک ہے کہ اگر کپڑے میں لگ جائے اور اسی کپڑے کو پہن کر نماز پڑھ لی تو نماز ہو جائے گی لیکن اس کا کھانا جائز نہیں بلکہ اس سے نفرت کی جائے گی جیسے تھوک، رینٹھ اور کھنکھار سے نفرت کی جاتی ہے اس لئے کہ پاک ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ اس کا کھانا بھی جائز ہے۔ بہت سی چیزیں ایسی ہیں کہ پاک ہیں لیکن ان کا کھانا حرام ہے۔ بہار شریعت حصہ دوم صـ۱۱ میں ہے جو گوشت سڑ گیا بدبو آیا اس کا کھانا حرام ہے اگرچہ نجس نہیں۔ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم یعنی گمراہ فرقوں سے دور رہو اور

انھیں اپنے سے دور رکھو اس لئے کہ ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں گمراہ کر دیں اور ایسا نہ ہو کہ تمہیں فتنہ میں ڈالدیں اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ گمراہ فرقوں کے پاس اٹھنا بیٹھنا اور ان کے یہاں کھانا پینا اس لئے ناجائز ہے کہ ایسا کرنے سے گمراہ ہو جانے کا قوی اندیشہ ہے کیونکہ وہ قرآن و حدیث اللہ و رسول (جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا نام لیتے ہیں اور مشرک کافر کے یہاں اٹھنے بیٹھنے اور اس کے یہاں کھانے سے گمراہ ہونے کا اندیشہ ضعیف ہے۔ اسی لئے مشرک کافر سے معاملہ کرنا اور اس کے یہاں کھانا جائز ہے مگر نہ کھانا بہتر ہے۔ علاوہ ازیں مشرک و کافر اللہ و رسول کو نہیں پہچانتا اور وہابی قادیانی وغیرہ نے اللہ و رسول کو جان پہچان کر ان کی توہین و گستاخی کی اسی لئے وہ کافروں کی بدترین قسم میں سے ہیں اور اسی لئے شریعت کا حکم ان کے بارے میں سخت ہے۔

۳۔ دس گیارہ سال کی لڑکیوں کو مردوں کی مجلس میں تقریر کرنے کے لئے پیش کرنا بہت بڑے فتنہ کا دروازہ کھولنا ہے مسلمانوں کو اس سے بچنا لازم ہے واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۳؍ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۰ھ

مسئلہ: از ولی اللہ برکاتی قصبہ مگہر محلہ شیر پور ضلع بستی

جو شاعر کہ فاسق معلن ہو تو اس کے نعتیہ کلام اور اس کے اشعار کو پڑھنا درست ہے کہ نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: اللھم ھدایۃ الحق والصواب فاسق معلن کا جو نعتیہ کلام مزاج شریعت سے مطابق ہو اس کا پڑھنا جائز ہے مگر نہ پڑھنا بہتر ہے ھذا ما عندی والعلم بالحق عند اللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ جل جلالہ وصلی المولیٰ تعالیٰ علیہ وسلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۵؍ جمادی الاولیٰ ۹۰ھ

مسئلہ: از ایس۔ ایم۔ محمد سلیم اناڑ۔ بڑا روڈ راؤڑکیلا (اڑیسہ)

۱۔ ایک ایسے بزرگ کے بارے میں جو خود بھی صحیح العقیدہ سنی اور مسلک اعلیحضرت فاضل بریلوی

کا پابند ہے اور اپنے مریدین کو بھی مسلک پر قائم رہنے کی تلقین کرتا ہے۔ زید نے ان پر یہ بہتان لگایا ہے کہ وہ دیوبندیوں اور وہابیوں کے مسلک کی حمایت کرتا ہے اور دیوبندیوں سے رابطہ رکھتا ہے اور ان کے عقائد باطلہ وفاسدہ وجملہ کفریہ سے واقف ہے اور اپنے کو عالم دین مفتی شرع کہتا اور جانتا اور اعلان کرتا ہے اس کے بعد ان کے عقائد کفریہ کو جانتے ہوئے ان کا مؤید ہے لہٰذا حکم صادر فرمایا جائے کہ اس طرح کا غلط بہتان لگانے والے کے لئے شریعت میں کیا سزا ہے۔

ع۲ زید نے صراط مستقیم نامی کتاب مصنفہ مولوی اسماعیل دہلوی کے متعلق ایک صوفی طریقت کی طرف یہ جھوٹا الزام منسوب کیا ہے اور اس کتاب کو مستند یا معتبر کہتا ہے اور اسے تصوف کی مایۂ ناز تصنیف قرار دیتا ہے دریافت طلب یہ امر ہے کہ ایسے مفتری شخص کے لئے شریعت میں کیا حکم ہے؟

الجواب :- آپ کا استفتار دار العلوم فیض الرسول کو موصول ہوا جوابا تحریر ہے کہ اس قسم کے سوال وجواب سے اصلاح نہیں ہوتی بلکہ اختلاف کی آگ اور تیز ہو جاتی ہے جس سے سنیت کو شدید نقصان پہونچتا ہے اگر آپ اصلاح چاہتے ہیں (اور کون سنی ہوگا جو اصلاح نہیں چاہے گا خصوصًا فتنۂ وہابیت کے زمانہ میں) تو اس کی احسن صورت یہ کہ با اثر علمار کے سامنے یہ معاملہ رکھا جائے پھر طرفین کا بیان سننے کے بعد جو فیصلہ فرمائیں اس پر عمل کیا جائے حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بہار شریعت جلد دوازدہم ص۷ پر تحریر فرماتے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ نزاعی معاملات میں اس وقت فتویٰ دے جب فریقین کو طلب کرے اور ہر ایک کا بیان دوسرے کی موجودگی میں سنے اور جس کے ساتھ حق دیکھے اسے فتویٰ دے اور شامی جلد چہارم ص۳۱۴ میں ہے۔ الاحسن ان یجمع بینہ وبین خصمہ فاذا ظہر لہ الحق مع احدہما کتب الفتوی لصاحب الحق اھ دعا ہے کہ خدائے تعالیٰ اہلسنت وجماعت علمار ومشائخ کو اتحاد واتفاق کے ساتھ رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۲۷ جمادی الاولیٰ ۹۰ھ

مسئلہ :- از خورشید احمد موضع مجھولیا پوسٹ چندن پٹی ضلع مظفر پور (بہار)

بارہ ربیع الاول کو جلوس نکالنا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت کا جشن منانا

جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ۔۔۔ ربیع الاول شریف کی بارہویں تاریخ کو جلوس نکالنا اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت کا جشن منانا جائز ہے اس لئے کہ ان باتوں سے حضور کی تعظیم ہوتی ہے جس کا حکم مسلمانوں کو سورۂ فتح میں اس طرح دیا گیا ہے وتعزروہ وتوقروہ یعنی رسول کی تعظیم وتوقیر کرو (پ ۲۶ ع ۹) اور تعظیم وتوہین کا مدار عرف پر ہے یعنی کوئی قول ہو یا فعل اگر کسی کے عرف میں وہ تعظیم کے لئے مانا جاتا ہے تو وہ قول یا فعل اس کے یہاں تعظیم ہی قرار دیا جائے گا اور وہی قول وفعل اگر کسی دوسرے ملک یا قوم میں توہین سمجھا جاتا ہے تو وہاں اس قول وفعل کو توہین ہی ٹھہرایا جائے گا خدائے تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے لاتقل لھما اف ولاتنھرھما وقل لھما قولا کریما۔ یعنی ماں باپ کو اف نہ کہنا اور نہ ان کو جھڑکنا اور ان سے تعظیم کی بات کہنا (پ ۱۵ ع ۳) حضرت امام قاضی ابوزید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا لوان قوما یعدون التافیف کرامۃ لایحرم علیھم تافیف الابوین یعنی اگر کوئی قوم اف کہنے کو تعظیم سمجھتی ہے تو انھیں ماں باپ کو اف کہنا حرام نہیں ہے (اصول الشاشی بیان دلالۃ النص ص ۱۳) یعنی آیت کریمہ میں اگرچہ ماں باپ کو اف کہنے سے روکا گیا ہے لیکن چونکہ تعظیم وتوہین کا مدار عرف پر ہے اس لئے اگر کسی کے عرف میں ماں باپ کو اف کہنے سے ان کو تکلیف نہیں ہوتی ہے بلکہ اس لفظ سے ان کی تعظیم وتکریم ہوتی ہے تو اس شخص کے لئے ماں باپ کو اف کہنا حرام نہیں ہوگا بلکہ اس لفظ کو ان کے لئے بولنے سے بیٹے کو ثواب بھی ملے گا کہ جب یہ لفظ اس کے عرف میں تعظیم کے لئے ہے تو ماں باپ کو اس سے خوشی ہوگی اور ان کو خوش کرنے میں ثواب یقیناً ملے گا۔ جیسے کہ فارسی عرف میں کسی شخص کے لئے مہتر کا لفظ بولنا اس کی تعظیم ہے اس لئے کہ اس کا معنی ہے سردار اور بہت بزرگ وبرتر۔ مگر فارسی عرف کا یہی عزت والا لفظ ہمارے عرف میں کسی شخص کو کہنا اس کی توہین وتذلیل ہے اور یہی عرف ہی بنیاد ہے کہ ہم اپنے ملک میں خداوند قدوس کے لئے مکر کا لفظ نہیں بول سکتے کہ اس کی توہین ہے لیکن عربی عرف میں توہین نہیں اسی لئے قرآن مجید میں ہے واللہ خیر الماکرین (پ ۳ ع ۳۔ پ ۹ ع ۱۸) اور حدیث شریف میں ہے حضرت عمرو بن شعیب اپنے

باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یصلی حافیا ومنتعلا یعنی میں نے رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ننگے پاؤں اور نعلین پہنے ہوئے نماز پڑھتے دیکھا (ابوداؤد، مشکوٰۃ ص۷۳) اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اذا جاء احدکم المسجد فلینظر فان رأی فی نعلیہ قذرًا فلیمسحہ ولیصل فیھما۔ یعنی جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں آیا کرے تو دیکھ لیا کرے۔ اگر جوتوں میں گندگی دیکھے تو اسے پونچھ دے اور ان کو پہنے ہوئے نماز پڑھ لے (ابوداؤد۔ دارمی۔ مشکوٰۃ ص۷۳) اور حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خالفوا الیھود فانھم لا یصلون فی نعالھم ولا خفافھم یعنی رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا یہودیوں کی مخالفت کرو۔ وہ اپنے جوتوں اور موزوں میں نماز نہیں پڑھتے (ابوداؤد۔ مشکوٰۃ ص۷۳) ان احادیث کریمہ سے ثابت ہوا کہ جوتا پہنے ہوئے مسجد میں جا کر نماز پڑھنا جائز ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نعلین مبارک کے ساتھ نماز ادا کرتے تھے بلکہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حکم فرمایا کہ جوتے پہن کر نماز پڑھو مگر یہ عرب کا عرف ہے کہ مسجد میں جوتا پہن کر جانے سے اس کی توہین نہیں ہوتی۔ اس لئے مسجد حرام جو ساری دنیا کی مسجدوں میں سب سے زیادہ افضل اور سب سے زیادہ قابل تعظیم وتکریم ہے آج بھی عرب اس میں جوتا پہن کر چلتے پھرتے نظر آتے ہیں اور اسے آداب مسجد کے خلاف نہیں سمجھتے ہیں لیکن ہمارے عرف میں چونکہ جوتا پہن کر مسجد میں جانا اس کی توہین ہے یہاں تک کہ اگر کوئی شخص اپنی سرکشی سے جوتا پہن کر مسجد میں جائے تو فتنہ برپا ہوگا اس لئے جائز نہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ تعظیم وتوہین کا مدار عرف پر ہے اور صدہا سال سے عرف عام ہے کہ استعمالی جوتے پہن کر مسجد میں جانے کو بے ادبی سمجھتے ہیں۔ ائمہ دین نے اس کے بے ادبی ہونے کی تصریح فرمائی۔ امام برہان الملۃ والدین صاحب ہدایہ کی کتاب التجنیس والمزید اور محقق بحر زین بن نجیم کی بحر الرائق اور فتاوی سراجیہ اور فتاویٰ عالمگیریہ جلد پنجم ص۱۲۲ کتاب الکراہیۃ باب خامس میں ہے۔ دخول المسجد متنعلا مکروہ آج اگر کسی نواب کے دربار میں آدمی جوتا پہنے ہوئے جائے بے ادب

ٹھہرے نماز اللہ واحد قہار کا دربار ہے۔ مسلمانوں کی راہ کے خلاف چلنا اور ان میں فتنہ وفساد پیدا کرنا اور انھیں نفرت دلانا قرآن عظیم واحادیث صحیحہ کے نصوص قاطعہ سے حرام اور سخت حرام ہے انتہی ملخصًا (فتاوی رضویہ ج ۳ ص ۲۷۵) اسی طرح عرب کے عرف میں ملاقات پر ایک دوسرے کا رخسار وگال چومنا اور مہمان کی سواری کے لئے خچر وگدھے کو پیش کرنا اس کی تعظیم ہے لیکن ہمارے عرف میں توہین ہے اور تالی پیٹنا ہمارے عرف میں ذلیل کرنا اور ہنسی اڑانا ہے مگر انگریزی ماحول میں تعظیم وتحسین ہے اور عربی مدارس کے عرف میں طلبہ کا ایک درجہ میں بیٹھا رہنا اور اساتذہ کا تعلیم دینے کے لئے ایک درجہ سے دوسرے درجہ میں جانا ان کی توہین ہے لیکن انگریزی اسکولوں میں توہین نہیں تعظیم وتوہین کا مدار عرف پر ہے اس کی مثالوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اگر کسی ملک کے عرف میں کوئی پیشہ ذلیل مانا گیا ہے تو معزز گھرانے کی لڑکی کا اس پیشہ والے سے نکاح کرنا اس کے خاندان کی توہین ہے اور وہی پیشہ اگر کسی دوسرے ملک میں معزز سمجھا جاتا ہے تو توہین نہیں حضرت امام ابن ہمام علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں ان الموجب ھو استنقاص اھل العرف فید ور معہ وعلی ھذا ینبغی ان یکون الحائک کفوًا للعطار بالاسکندریۃ لما ھناک من حسن اعتبارھا وعدم نقصھا البتۃ (فتح القدیر ج ۳ ص ۱۹۳) ان مثالوں سے روز روشن کی طرح یہ بات ثابت ہوگئی کہ تعظیم وتوہین کا مدار عرف پر ہے اور ہمارے عرف میں کسی کا یوم ولادت منانا اس کی تعظیم وتکریم ہے اسی لئے بڑے لیڈروں کی جینتی منائی جاتی ہے لہذا ربیع الاول شریف کی بارہویں تاریخ کو رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت کا جشن منانا اس تاریخ میں تعطیل کرنا دکانیں بند رکھنا، غسل کرنا، خوشبو لگانا، نئے کپڑے پہننا، خوشی ظاہر کرنا، گھروں کو آراستہ کرنا، چراغاں کرنا، سڑکوں اور گلیوں کو قمقموں سے سجانا، سڑکوں پر گیٹ بنانا، نعروں کے ساتھ جلوس نکالنا اور میلاد شریف کی محفلیں منعقد کرنا سب جائز ہے کہ یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ہے اور حضور کی تعظیم کا جواز قرآن وحدیث اور صحابۂ کرام اور ائمہ عظام کے قول وفعل سے ثابت ہے اور جب دار العلوم دیوبند وندوۃ العلماء لکھنؤ کا جشن منانا جائز ہے تو حضور کی ولادت کا جشن منانا بدرجۂ اولیٰ جائز ہے وصلی اللہ تعالیٰ علی النبی الکریم وعلی الہ واصحابہ اجمعین۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:۔ از عبدالرشید خاں امام مسجد ہریا ڈاکخانہ راج گھاٹ ضلع بستی

۱؎ زید کی لڑکی بدچلن تھی جس کی وجہ سے لڑکی کے شوہر نے اس کو طلاق دیدیا جس سے لڑکی کا ناجائز تعلق تھا اب بھی لڑکی اس کے ساتھ رہتی ہے اور نکاح بھی اس کے ساتھ ہوگا اس کے اوپر کفارہ (ناجائز تعلق کے بنا پر) جو عائد ہوں اس سے واقف کرا کر مشکور فرمائیں تاکہ فلاح دین و دنیا حاصل ہو۔

۲؎ مندرجہ بالا واقعہ عمر کے مکان میں ہوتا رہا بلکہ مندرجہ بالا دونوں آدمی کھانا، پینا، رہنا، سہنا سب کچھ عمر کے ساتھ ہوتا رہا تو اس امر میں علمائے دین کیا فرماتے ہیں عمر پر کفارہ کونسا عائد ہوتا ہے؟

الجواب:۔ ناجائز تعلق یعنی زنا کے لئے شرع نے کوئی کفارہ مقرر نہیں کیا ہے ہاں اگر حکومت اسلامیہ ہوتی تو زنا ثابت ہونے پر دونوں کو سنگسار کیا جاتا یا کوڑا مارا جاتا اب ہمارے یہاں موجودہ زمانہ میں حکم یہ ہے کہ لڑکی اور لڑکا دونوں کو علانیہ توبہ استغفار کرایا جائے اور دونوں کو نماز کی پابندی کرنے پر زور دیا جائے اور قرآن خوانی نیز میلاد شریف کرنے کی تلقین کی جائے ــــ اور عمر کو اگر ان دونوں کے ناجائز تعلق کا علم تھا اور عمر ان دونوں کے ناجائز فعل سے راضی تھا تو وہ بھی علانیہ توبہ و استغفار کرے اور اسے بھی میلاد شریف وغیرہ کرنے کی تلقین کی جائے ھذا ما ظھرلی والعلم عند اللہ تعالیٰ ورسولہ جل جلالہ وصلی المولیٰ تعالیٰ علیہ وسلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۲؍ شعبان المعظم ۸۹ھ

مسئلہ:۔ از محمد طیب خاں مٹہناں کھنڈسری بستی

۱؎ زید خود سنی صحیح العقیدہ ہونے کے ساتھ ایک پیر بھی ہے اور بیعت بھی کرتا ہے اس سلسلے میں مریدین متعلقین کے یہاں آتا جاتا ہے۔ البتہ مریدین کے تعلقات اور رشتہ داری وہابیوں دیوبندیوں سے ہیں۔ مریدین ان کے یہاں آتے جاتے ہیں اور وہ لوگ ان کے یہاں آتے جاتے سلام و کلام کرتے ہیں خود کھاتے اور ان لوگوں کو کھلاتے پلاتے ہیں اور زید ان تمام حالات کے جاننے کے باوجود اپنے ان مریدوں کے یہاں جاتا ہے اور سلسلہ میں داخل کرتا رہتا ہے۔ دریافت طلب یہ ہے کہ وہ پیر طریقت از روئے شریعت مطہرہ سنی رہ گئے یا نہیں اگر ہیں تو کیسے اور اگر نہیں ہیں تو سلسلہ بیعت باقی ہے یا نہیں اگر باقی نہیں تو ان کے یہاں دوبارہ خود پیر طریقت جانے پر کیا ہوں گے؟

ع۲ موجودہ زمانہ میں جو عرس ہوتے ہیں جس کے اندر بے شمار مرد کے سوا عورتیں بے پردہ شریک ہوتی ہیں اور وہ بھی زیارت قبور کے طریقوں سے ناواقف ہوتی ہیں جن کے روک تھام کے لئے بانی عرس کوئی معقول انتظام نہیں رکھتے اس خلط ملط اور تمام خرافات کا ضامن کون ہوگا یہاں تک کہ مزارات پر اکثر دیکھا گیا ہے کہ جہلاء عورتیں مرد اہل دین کے سامنے سربسجود ہوتے رہتے ہیں۔ مگر اہل علم توجہ نہیں فرماتے بلکہ اگر اشارۃً کوئی عرض کرے کہ حضرت یہ کہاں تک روا ہے تو فرماتے ہیں کہ عقیدتاً ایسا کرتے ہیں ایسا کہنے والے اہل علم کے بارے میں احکام شرعیہ کیا ہیں پورے اجزاء کے جوابات مفصل تحریر فرمائیں اور یہ بھی تحریر فرمائیں کہ عرس منانے کا صحیح طریقہ عند الشرع کیا ہے؟

الجواب اللھم ھدایۃ الحق والصواب (۱) دیوبندی وہابی اپنے عقائد کفریہ مندرجہ حفظ الایمان ص۸ تحذیر الناس ص۳، ۱۴، ۲۸ اور براہین قاطعہ ص۵۱ وغیرہ کی بناء پر بحکم شریعت اسلامیہ کافر و مرتد ہیں اور مرتد سے میل جول رکھنا اس سے شادی بیاہ کا رشتہ قائم کرنا اور رشتہ کی بناء پر اس کے یہاں آنا جانا اور اس کی اپنے گھر مہمان نوازی کرنا یہ سب امور بحکم شریعت اسلامیہ ناجائز و حرام ہیں۔ زید کے مریدین جو وہابیوں دیوبندیوں سے رشتہ ناتا قائم کئے ہوئے ہیں۔ وہ سب گناہ کبیرہ کے مرتکب اور شرعاً فاسق ہیں پھر اگر زید ان باتوں کو جانتے ہوئے حسب استطاعت اپنے مریدوں کو امور مذکورہ بالا کے ارتکاب سے منع نہیں کرتا بلکہ صرف دنیوی منفعت کے حصول کے لئے ان کے یہاں جاتا اور اور لوگوں کو سلسلۂ بیعت میں داخل کرتا ہے تو ایسی صورت میں خود زید بھی گنہگار ہے اور اگر وہ اپنے مریدوں کو وہابیوں سے تعلقات قائم کرنے سے منع کرتا رہتا ہو لیکن وہ لوگ عمل نہ کرتے ہوں تو اس پر مواخذہ نہیں اور زید جبکہ وہابیوں دیوبندیوں کو ان کے عقائد کفریہ کے باعث کافر و مرتد مانتا ہو اور اس کا اعتقاد مذہب اہلسنت کے مطابق ہو تو بہر حال سنی ہے خواہ وہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرتا ہو یا نہ کرتا ہو۔ یہ عجیب بات ہے کہ مستفتی زید کے بارے میں سب کچھ جانتے ہوئے ایک طرف تو یہ پوچھ رہا ہے کہ زید سنی رہ گیا یا نہیں اور دوسری طرف اپنے ابتدائی سوال میں اس کو سنی صحیح العقیدہ تسلیم کر رہا ہے کہ زید خود سنی صحیح العقیدہ ہونے کیساتھ ایک پیر بھی ہے سائل کو اپنے مقصد کے مطابق یوں لکھنا چاہیئے تھا کہ زید سنی کہلانے کے ساتھ ایک پیر

بھی ہے۔

ع۲ بسلسلۂ زیارت قبور عوام مردوں اور عورتوں کے اختلاط وغیرہ کو روکنے کی جتنی استطاعت بانیٔ عرس کو ہے اگر وہ اس کو بروئے کار نہیں لاتا تو بیشک وہ ان خرابیوں کا ذمہ دار ہے۔ مزار کو بوسہ دینا حرام نہیں مگر پھر بھی عوام کو اس سے روکنے کا حکم ہے اس بوسہ کو وہابی سجدہ کہتے ہیں تو اس بوسہ کو سائل نے سر بسجود سے تعبیر کیا ہے تو یہ اس کی سخت نادانی ہے۔ رہا مزار کو سجدہ کرنا تو اگر یہ سجدہ سجدۂ عبادت ہو تو سجدہ کرنے والا کافر و مرتد ہے اور اگر سجدۂ تعظیمی ہو تو سجدہ کرنے والا فعل حرام و گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے جس شخص نے سجدۂ فقہی کو قبر کے لئے جائز مانا ہے وہ گمراہ اور فاسق ہے۔ سائل کو چاہئے تھا کہ اس کے خیال میں صاحب علم نے قبر کے لئے سجدۂ عقیدت کو جائز مانا ہے پہلے اسی سے استفتاء کرتا اگر وہ صاحب علم واضح جواب نہ دیتا تو سائل اس سوال کو یہاں بھیجتا۔ اس لئے کہ سجدۂ عقیدت کو جائز ماننے والا بزعم سائل اہل علم ہے تو سائل کو اسی سے فتویٰ لکھانا چاہئے اور اگر لکھا چکا ہے تو اس کی نقل بھیج دے تاکہ اس کا رد لکھا جائے اس لئے کہ سجدۂ عقیدت بہر صورت ناجائز و حرام ہے ھذا ما عندی والعلم عند اللہ تعالیٰ و رسولہ جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۵ ربیع الآخر ۱۳۹۰ھ

مسئلہ: از محمد سلیمان گورکھپوری

ع۱ زید کی بیوی نے ایک ڈوم سے زنا کی تو برادری نے زید کا بائیکاٹ کر دیا تو زید کی بیوی بہت نادم ہوئی اور معافی طلب ہوئی تو چودھری نے کہا کہ زید کی بیوی توبہ کرے پانچ فقیر کھلائے اور میلاد شریف سنے تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ چودھری کا یہ فیصلہ شرعاً درست ہے یا نہیں اور زید کی بیوی مذکورہ بالا باتوں کو کرنے کے بعد پاک ہو جائے گی یا نہیں؟

ع۲ زنا کار کو جوتے مارنا یا اس سے کچھ روپیہ وصول کرنا اور میلاد شریف سننے کا حکم دینا ان چیزوں کو زنا کا کفارہ سمجھنا درست ہے یا نہیں اگر روپیہ لینا جائز ہے تو اسے کہاں خرچ کیا جائے؟

الجواب ـــــــ اگر حکومت اسلامیہ قائم ہوتی تو زانی اور زانیہ کو سنگسار

کیا جاتا یا حد لگائی جاتی لیکن جب حکومت اسلامیہ قائم نہیں تو زید کی بیوی کو علانیہ توبہ کرایا جائے اور زیادہ سے زیادہ نیکیاں اور خیرات کرنے کی تلقین کی جائے زبردستی نہ کی جائے اور چودھری نے جو فیصلہ کیا ہے وہ اگر بطور مشورہ کے ہو تو شرعاً درست ہے اور اگر بطور تاوان اور جرمانہ کے ہو جائز نہیں اور میلاد شریف سننے فقیر کے کھلانے اور دیگر نیکیوں کے کرنے سے صرف قبول توبہ کی امید کی جائے گی اور کچھ نہیں۔ اور بعد توبہ جبکہ لوگ اس کے توبہ سے مطمئن ہو جائیں تو اس کے یہاں کھا پی سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ع۲ زنا کار کو پنچائت کے حکم سے جوتے مارنا جائز ہے اور میلاد شریف اور دیگر نیکیوں کے کرنے کا مشورہ دینا مستحسن ہے لیکن ان نیکیوں کو زنا کا کفارہ سمجھنا غلطی اور خطا ہے اس لئے کہ شرع میں زنا کا کوئی کفارہ نہیں بلکہ حد اور رجم ہے اور زنا کار سے کچھ روپیہ بطور تاوان اور جرمانہ لینا جائز نہیں لان التعزیر بالمال منسوخ والعمل علی المنسوخ حرام وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۲۶ ذی القعدہ ۱۳۸۰ھ

مسئلہ: مسئولہ رحمت اللہ بہرائچ

زاہد علی ایک عورت منی بیگم کو ناجائز طور پر اس کے میکے میں رکھے ہوئے ہے اور منی بیگم کے والدین اس کے اس فعل سے راضی ہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ زاہد علی، منی بیگم اور اس کے ساتھ مسلمانوں کو کیسا برتاؤ کرنا چاہیئے؟

الجواب: صورت مسئولہ میں اگر زاہد علی اور منی بیگم آپس میں میاں بیوی کے تعلقات قائم کئے ہوئے ہیں تو یہ سخت ناجائز اور حرام ہے دونوں ایک دوسرے سے ناجائز تعلقات ختم کر کے علانیہ توبہ کریں ورنہ دونوں سخت حرام کار، نہایت بدکار، لائق عذاب قہار اور دین و دنیا میں روسیاہ و شرمسار ہوں گے۔ اور منی بیگم کے والدین جو اس کے فعل سے راضی تھے وہ بھی علانیہ توبہ کریں اور اگر یہ لوگ توبہ و استغفار نہ کریں تو مسلمان ان کے ساتھ کھانا پینا اٹھنا بیٹھنا اور ہر طرح کے اسلامی تعلقات ہرگز نہ رکھیں۔ وھو سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:۔ از نورالدین سیورالال ضلع بستی

زید کے بیٹے خالد نے ایک چمارن سے زنا کی تو محلہ والوں نے زید سے قطع تعلق کرلی لیکن بکر کا کھانا زید کے گھر اور زید کا کھانا بکر کے گھر ہوتا رہا ویسے نادم دونوں ہیں۔ مطلع فرمائیں کہ ان دونوں کے لئے عند الشرع کیا حکم ہے؟

الجواب:۔ زید کے بیٹے خالد نے اگر چمارن سے زنا کیا اور زید اس سے راضی رہا پھر بکر نے اس گھر کا کھانا لیا یا کسی قسم کا اسلامی تعلق رکھا تو زید و بکر دونوں بالاعلان توبہ کریں اور لڑکے خالد پر علانیہ توبہ کرنا فرض ہے اگر وہ توبہ نہ کرے تو زید پر واجب ہے کہ ایسے لڑکے کو گھر سے نکال باہر کرے اور ہرگز ہرگز کوئی تعلق و روا داری اس سے نہ رکھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۹ ذی القعدہ ۱۳۸۲ھ

مسئلہ:۔ از محمد حسین ساکن منجھوڑا پوسٹ ہرپور بدھٹ گورکھپور

زید چند باتیں پیش کرتا ہے (الف) عورتوں کو سینڈل پہننا ناجائز ہے اس لئے کہ انگریز کی عورتوں سے مشابہت ہے۔

(ب) کلی دار پیجامہ یا پانچ چھ گز کپڑے کا شلوار پہننا بھی ناجائز ہے اس لئے کہ یہ فضول خرچی میں سے ہے اور اس پر قرآن کریم کی آیت کریمہ پڑھتا ہے کلوا واشربوا ولا تسرفوا انہ لایحب المسرفین۔

(ج) ساڑی بھی پہننا ناجائز ہے اس لئے کہ اس میں بے پردگی ہے آیا زید کا کہنا بحکم شریعت مطہرہ غلط ہے یا صحیح؟

الجواب:۔ (الف) حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں من تشبہ بقوم فھو منھم (رواہ احمد و ابوداؤد) یعنی جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے وہ اسی قوم میں سے ہے (احمد و ابوداؤد) اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ غیر مسلم کی ہر وہ چیز جو ان کے لئے اس طرح خاص ہو کہ اگر مسلم اسے استعمال کرے تو غیر مسلم ہونے کا اس پر دھوکا ہو تو اس کا استعمال کرنا مسلمانوں کے لئے ناجائز ہے اور کم اونچی والی سینڈل جو عام طور سے

مسلمانوں میں رائج ہے اس کے پہننے والے پر چونکہ غیر مسلم ہونے کا دھوکا نہ ہوگا لہذا اس کا پہننا جائز ہے ہاں اگر کوئی سینڈل ان کے لئے اس طرح خاص ہو کہ جسے دیکھ کر غیر مسلم ہونے کا دھوکا ہو تو اس کا پہننا جائز نہیں۔

(ب) عورتوں کو ایسا کپڑا پہننا ضروری ہے کہ جس سے اعضائے جسم کے اتار اور چڑھاؤ ظاہر نہ رہیں اور یہ چیز کلی دار پائجامہ یا پانچ چھ گز کپڑے کے شلوار میں بدرجہ اتم پائی جاتی ہے اور کپڑے کی زیادتی کے سبب پائداری اور زینت میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے لہذا اس کا پہننا جائز ہے زید کا اس کو اسراف اور فضول خرچی کہنا اور ثبوت میں آیت کریمہ کلوا واشربوا ولا تسرفوا انہ لا یحب المسرفین پیش کرنا تعجب اور سخت تعجب ہے اس لئے کہ اگر زید کا استدلال صحیح مان لیا جائے تو مٹی کے برتنوں کے علاوہ دوسرے برتنوں کے استعمال کرنے پختہ مکانات بنانے اور قیمتی کپڑوں کے پہننے کا ناجائز ہونا لازم آجائے گا اور اس کا غلط اور باطل ہونا سورج سے زیادہ روشن ہے زید کو آیت کریمہ کا صحیح موقف معلوم کرنے کے لئے علمائے اہل سنت کثرہم اللہ تعالیٰ کی جانب رجوع کرنا چاہئے۔

(ج) ساڑی اگر اس طرح پہنی جائے کہ بے پردگی نہ ہو تو جائز اور بے پردگی ہو تو ناجائز اور نیچے کی جانب کھلے رہنے میں کوئی قباحت نہیں ہے اس لئے کہ شریعت مطہرہ نے ساڑی اور تہبند پہن کر نماز پڑھنے کو جائز قرار دیا ہے اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ تہبند ہی استعمال فرماتے رہے وھو سبحانہ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲ ربیع الآخر ۱۳۷۹ھ

مسئلہ : از ابراہیم اسمٰعیل مرچنٹ بائیکلہ ہاؤس چوتھا منزلہ فلیٹ سی بمبئی ۸

آئندہ جمعہ کو بمبئی کے سینما گھروں میں جہاں بے حیا مناظر کی فلمیں دکھائی جاتی ہیں اسی پردہ میں پر خانہ خدا نامی ایک فلم دکھائی جانے والی ہے جس میں طواف کعبہ معظمہ، سعی صفا و مروہ اور وقوف عرفات سے لیکر زیارت اندرون مسجد نبوی شریف تک کے مناظر کو بذریعہ اسکرین فلم تیار کیا ہے جسمیں مردوں اور عورتوں کو تمام ارکان حج ادا کرتے ہوئے ان کی تصویریں لی گئی ہیں ایسی فلم دیکھنا اور دکھانا اور اس فلم کی نمائش کرنا از روئے شرع مطہرہ جائز ہے یا ناجائز ہے تو وضاحت سے تحریر فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب ـــــــــ اللھم ھدایۃ الحق والصواب اے سائل یہ نہ پوچھ کہ نام نہاد فلم "خانۂ خدا" کا دیکھنا اور دکھانا جائز ہے یا ناجائز بلکہ یہ پوچھ کہ اس فلم کے دیکھنے والوں اور دکھانے والوں پر کتنا سخت شدید گناہ اور عظیم وبال ہے عام فلموں کا دیکھنا اور دکھانا حرام سخت حرام شدید حرام ہے مقامات مقدسہ کے مناظر کو پردۂ سیمیں پر لاکر دکھانا ان کی حرمت اور عظمت پر ضرب کاری ہے مسلمانوں کا جذبۂ عقیدت واحترام بالکل سرد ہو چکا ہے ورنہ فلمی کمپنیاں مقامات مقدسہ کے مناظر فلمانے کی جرأت ہی نہ کر سکتی تھیں لیکن پانی سر سے اونچا گذر جانے کے باوجود اب بھی موقعہ ہے کہ ہر طبقہ کے مسلمان اس نام نہاد فلم خانۂ خدا کی نمائش کا قولاً اور عملاً بائیکاٹ کریں اور مقامات مقدسہ کی عزت وآبرو کی حفاظت کا فرض انجام دیں۔ مسلمانو! ہوش میں آؤ یہ فلم کمپنیاں تمہیں سے پیسہ لیکر تمہارے دین ومذہب سے کھیل رہی ہیں اور شعائر الٰہیہ کی آبرو لوٹ رہی ہیں اگر تم نے آج ہی اس فتنۂ عظیم کی بیخ کنی نہ کر دی تو فلم کمپنیوں کا حوصلہ بڑھ جائے گا اور کل وہ نام نہاد فلم خانۂ خدا کے بعد معاذ اللہ تعالیٰ عنہ صحابۂ کرام اور اولیاء عظام کے نام کی بھی فلم نکالنے کی کوشش کر سکتی ہیں پھر اس طرح تمہارا دین ومذہب ایک تماشہ بنکر رہ جائے گا لہٰذا آج ہی چونک جاؤ ہوشیار ہو جاؤ ہو سکتا ہے کہ کرائے کے کچھ مولوی اور لیڈر اس نام نہاد فلم کے دیکھنے کو جائز کہیں مگر خبردار خبردار تم ان کے دھوکے میں ہرگز نہ آنا ورنہ تمہارا دینی جذبہ تباہ وبرباد ہو جائے گا اور تم قیامت کے میدان میں ان مجرموں کی صف میں کھڑے کئے جاؤ گے جنھوں نے دین ومذہب کے شعائر کی بیحرمتی کی ہے لہٰذا اس سنگین فتنے میں گھسنے سے خود بچو اور اپنے بال بچوں تیز دوست واحباب اور اپنے عزیز واقارب سب کو بچاؤ انما التوفیق والھدایۃ من اللہ تعالیٰ واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم جل جلالہ وصلی المولیٰ تعالیٰ علیہ وسلم۔

کتبہ بدر الدین احمد القادری الرضوی غفر لہ ربہ القوی

ثمانیہ عشر من ذی الحجۃ الحرام ۱۳۸۷ھ

مسئلہ :۔ از سید معین الدین دلاور پور پوسٹ بندر اپادہ ضلع کٹک

ایک شخص جس کا نام زید ہے وہ کہتا ہے کہ درود پڑھنا جائز ہے اور سلام پڑھنا بدعت ہے؟

بینوا توجروا۔

الجواب اللھم ھدایۃ الحق والصواب زید کا سلام پڑھنے کو بدعت قرار دینا سخت گناہ ہے قرآن کریم میں جہاں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو درود بھیجنے کا حکم دیا ہے وہیں سلام پڑھنے کا بھی حکم دیا ہے چنانچہ فرماتا ہے یاایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما۔ یعنی اے مسلمانو! تم میرے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود بھیجو اور خوب سلام پڑھو اور جب خود اللہ تعالیٰ نے درود شریف کے ساتھ سلام پڑھنے کا حکم دیا ہے تو سلام پڑھنا بدعت کیونکر ہوسکتا ہے زید پر فرض ہے کہ وہ اپنے اس بیہودہ باطل قول سے علی الاعلان توبہ کرے ھذا ما عندی والعلم بالحق عند اللہ تعالیٰ ورسولہ جل جلالہ وصلی المولیٰ تعالیٰ علیہ وسلم۔

کتبہ بدر الدین احمد القادری الرضوی
المدرس بدار العلوم فیض الرسول فی براؤں الشریفۃ من اعمال بستی
۲؍ من محرم الحرام ۱۳۸۸ھ

الحمد لولیہ والصلاۃ والسلام علی نبیہ وآلہ وصحبہ حضرات رسل وانبیاء علیہم الصلاۃ والسلام پہ درود بھیجنا اور سلام بھیجنا سنت الہیہ ہے چنانچہ فرمان ربانی اور ارشاد ربانی ہے۔
وسلام علی المرسلین تمام رسولوں پیغمبروں پہ سلام ہو سلام علی موسیٰ وھرون، سلام علی ابراھیم سلام علی الیاسین ۔ یعنی موسیٰ وہارون پہ سلام ہو۔ ابراہیم والیاس کو سلام ہو (سورہ الصفت پارہ ۲۳) علی نبینا علیہم السلام اور سرکار اعظم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پہ درود وسلام پڑھنے کو توخصوصیت سے حکم دیا گیا ہے جیسا کہ حضرت مجیب نے آیت کریمہ پیش فرمائی اس لئے زید پر کبر کا حکم قرآنی اور ارشاد ربانی کے خلاف ایک اعلیٰ درجہ کے مستحب اور مقدس عمل کو بدعت کہنا کھلی جہالت اور نری بدعت ہے جس کی بنا پر زید بے قید خود مبتدع اور گمراہ ہو گیا لہذا بحکم شرع حضرت مجیب زید مجدہ کے فتویٰ کے مطابق عمل کیا جائے۔ فالجواب حق وصواب والمجیب مصیب ومثاب۔

العبد محمد نعیم الدین عفا عنہ العلی المتین
الصدیقی القادری الرضوی المصطفوی الکورکھپوری
۲؍ من محرم الحرام ۱۳۸۸ھ

مسئلہ:۔ از عبدالمنان متعلم مدرسہ عربیہ نور العلوم اینٹی رام پور ضلع گونڈہ

بکر عالم سنی صحیح العقیدہ ہے اور حلق راُس کرواتا ہے زید بکر کو حلق راُس سے منع کرتا ہے اور کہتا ہے کہ حلق راُس وہابیوں کا طریقہ ہے لہٰذا دریافت طلب یہ امر ہے کہ حلق راُس کے متعلق شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

الجواب: اللھم ھدایۃ الحق والصواب حلق راُس سے منع کرنا مسائل شرعیہ سے ناواقفی کی دلیل ہے۔ حلق راُس بلاشبہ جائز و مستحسن ہے بلکہ بعض علماء کے نزدیک سنت بہار شریعت جلد شانزدہم صفحہ ۱۹۸ پر بحوالہ ردالمحتار ہے کہ "مرد کو اختیار ہے کہ سر کے بال مونڈائے یا بڑھائے اور مانگ نکالے" پھر صفحہ ۱۹۹ پر ہے کہ "ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ نہ پورے بال رکھتے ہیں نہ مونڈاتے ہیں بلکہ قینچی یا مشین سے بال کترواتے ہیں یہ ناجائز نہیں مگر افضل و بہتر وہی ہے کہ مونڈائے یا بال رکھے" انتہیٰ اور فتاویٰ عالمگیری جلد پنجم مصری صفحہ ۳۱۲ میں ہے کہ فی الروضۃ الزند ویستی ان السنۃ فی شعر الرأس اما الفرق واما الحلق وذکر الطحاوی الحلق سنۃ ونسب ذلک الی العلماء الثلثۃ ای الامام الاعظم والامام ابویوسف والامام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنھم کذا فی التاتارخانیۃ اور دنیائے اسلام کے فقیہ شہیر حضرت ملا جیون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تفسیرات احمدیہ مطبوعہ رحیمیہ صفحہ ۲۱ پر فرماتے ہیں کہ حلق الرأس وقصرہ مسنون للرجال علی سبیل التخییر۔ حلق راُس اگر وہابیوں کی علامت اور طریقہ ہونے کی وجہ سے ممنوع ہو جائے تو چاہیئے کہ زیادہ عبادت کرنا بھی منع ہو جائے اس لئے کہ اس کو بھی وہابیوں کی علامت بتایا گیا ہے۔ ھٰذا ما عندی والعلم عند اللہ تعالیٰ ورسولہ جل جلالہ وصلی المولیٰ تعالیٰ علیہ وسلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۸۸ھ

مسئلہ:۔ از حاجی عین اللہ خاں و رحمت اللہ خاں بھگوت پور بستی

کسی لڑکے کا اچھا نام رکھ کر اس کو سوّر یا بُرے الفاظ سے پکارنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ پارہ ۲۶ رکوع ۱۴ میں ہے ولا تنابزوا بالالقاب یعنی ایک دوسرے کے بُرے نام نہ رکھو۔ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں حضرت صدرالافاضل رحمۃ اللہ تعالیٰ

علیہ فرماتے ہیں کہ بعض علماء نے فرمایا کہ کسی مسلمان کو کتا یا گدھا یا سوّر کہنا بھی اس (نہی) میں داخل ہے لہٰذا اچھا نام رکھکر برے لفظ سے پکارنا گناہ ہے۔ ہاں اگر کبھی بطور تادیب گدھا وغیرہ کہا جائے تو حرج نہیں واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم جل جلالہ وصلی المولیٰ تعالیٰ علیہ وسلم۔

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۶؍ جمادی الاخریٰ ۸۶ھ

مسئلہ:۔ از زوجۂ رشید سکندرپور ضلع بستی ۳۰؍ صفر ۱۳۸۶ھ

زید سوتی رات میں ہندہ کی چارپائی پر آیا اور ہندہ عورت سے زنا کا سوال کیا اور دست درازی کی ہندہ نے اسے ہٹا دیا زید پھر آیا دوبارہ ہندہ سے زبردستی کرنا چاہا ہندہ نے لات سے زید کو مارا۔ جب زید بھاگا ہندہ نے شور مچایا اپنے خسر سے شکایت کی زید کے والد برادری کے چودھری ہیں پنچوں کو جمع کیا ہندہ نے جو واقعہ گذرا تھا بیان کیا بحلف کیا لوگوں نے تسلیم کیا مگر چودھری نے ہندہ کو گالی دی اور رنڈی بنایا اور پنچایت سے بھگا دیا زید مولوی ہے اور ابھی پڑھ رہا ہے۔

(۱) زید پر کیا جرم عائد ہوتا ہے اور کس کی سزا کیا ہے قابل امامت ہے یا نہیں؟

(۲) زید کے والد چودھری پر کیا جرم عائد ہوتا ہے ہندہ کو گالی دی اور رنڈی بنایا آیا وہ چودھری کے قابل ہے کہ نہیں؟

(۳) ہندہ مجرم ہے کہ نہیں؟

الجواب:۔ اللھم ھدایۃ الحق والصواب اگر واقعی زید نے ہندہ سے زنا کا سوال کیا اور دست درازی کی ہندہ کو پکڑا ہندہ نے ہٹا دیا پھر اس نے دوبارہ ہندہ سے زبردستی کرنی چاہی پھر اس نے لات کھایا اور بھاگ گیا تو ضرور وہ گنہگار ہے اس پر توبہ فرض ہے اگر وہ اپنے ان افعال شنیعہ سے توبہ نہیں کرے گا تو عذاب اخروی میں گرفتار ہوگا لیکن محض ہندہ کے کہہ دینے سے یہ کیسے مان لیا جائے کہ واقعی زید ان امور بالا کا مرتکب ہوا ہے حدیث شریف کا حکم یہ ہے کہ البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر یعنی مدعی کے ذمہ ثبوت دینا ہے اگر وہ ثبوت نہ دے سکے تو مدعیٰ علیہ کو قسم کھانی پڑے گی اور یہاں اس کا برعکس ہے یعنی ہندہ مدعی ہے اس نے بجائے ثبوت

دینے کے قسم کھائی ہندہ کو یہ چاہئے تھا کہ جب زید سوتی رات میں اس کی چارپائی پر آیا اسی وقت وہ شور مچاتی لوگوں کو آواز دیتی مگر ہندہ نے ایسا نہیں کیا پھر جب زید دوبارہ آیا اور ہندہ سے زبردستی کرنی چاہی تو تعجب ہے کہ ہندہ نے اس وقت بھی شور نہیں مچایا صرف لات چلانے پر اکتفا کیا جب زید بھاگا تب شور مچایا اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک من گڑھت قصہ ہے۔ بہرکیف صورت مسئولہ میں جن امور کو ہندہ نے زید کی طرف منسوب کئے ہیں اگر وہ شرعاً ثابت ہو جائیں تو زید قابل امامت نہیں رہے گا اور اس پر فرض ہوگا کہ کھلے عام توبہ کرے۔

(۲) فحش بکنا شرعاً حرام ہے اگر چودھری نے فحش بکا ہے اور ہندہ کو رنڈی بنایا ہے تو اس پر اپنے فحش کلمات سے توبہ کرنا فرض ہے اور ہندہ سے معافی مانگنا بھی لازم ہے۔

(۳) اگر ہندہ ثبوت نہ دے سکے تو الزام لگانے کی وجہ سے وہ مجرم ہے توبہ کرے اور زید سے معافی مانگے هذا ما عندی والعلم عند الله تعالیٰ ثم عند رسوله جل جلاله وصلی الله تعالیٰ علیه وسلم۔

کتبہ بدر الدین احمد القادری الرضوی
من اساتذہ دار العلوم فیض الرسول ببراؤن الشریفة
اربع وعشرین من جمادی الاولی ۸۶ھ

مسئلہ: از دلجان ستری بنگلہ گوری سری رام ضلع دیوریا

ہم لوگ میلاد شریف کی محفل میں قیام کرتے ہیں اور یا نبی سلام علیک پڑھتے ہیں لیکن ادھر چند دنوں سے ہمارے گاؤں کے مکتب میں ایک شخص دینی تعلیم پڑھانے کے لئے آیا ہوا ہے وہ کہتا ہے کہ میلاد کے اندر سلام پڑھنا ناجائز ہے اور کہتا ہے کہ میں نے کسی کتاب میں نہیں دیکھا ہے تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ میلاد شریف کی محفل منعقد کرنا اور میلاد شریف میں قیام تعظیمی کرنا اور سلام پڑھنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور جو شخص میلاد شریف کی مجلس میں سلام پڑھنے کو ناجائز بتائے وہ سنی ہے یا نہیں؟ ایسے شخص کو مکتب میں پڑھانے کیلئے مقرر کرنا اور اس سے اپنے بچوں کو تعلیم دلوانا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ـــــ اللھم ھدایة الحق والصواب تمام سنی علماء کا اس بات پر

اتفاق ہے کہ میلاد شریف کی محفل منعقد کرنا اور اس میں قیام تعظیمی کرنا یا نبی سلام علیك یا رسول سلام علیك پڑھنا نہ صرف جائز بلکہ مستحب و باعث اجر و ثواب ہے اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے یاایھا الذین اٰمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما ؕ یعنی اے ایمان والو تم میرے نبی پر درود و سلام پڑھو۔ اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ خود اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس سیدنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود و سلام پڑھنے کا حکم دیا ہے لہٰذا جو شخص کہتا ہے کہ میلاد میں سلام پڑھنا ناجائز ہے وہ جھوٹا ہے گمراہ اور بد دین ہے اور رہا میلاد شریف میں حضور کے تذکرۂ آمد کے وقت قیام کرنا تو یہ بھی قطعاً درست اور جائز ہے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وتعزروہ وتوقروہ اور (اے مسلمانو) تم لوگ میرے نبی کی تعظیم اور توقیر کرو۔ تو چونکہ میلاد شریف میں حضور کے ذکر آمد کے وقت قیام کرنا اس میں حضور کی تعظیم ہے اور تعظیم کرنے کا حکم خود اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اس لئے یہ قیام تعظیمی بحکم قرآن مجید ثابت ہے خاتم المحدثین حضرت مولانا سید احمد زینی دحلان مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب الدرر السنیہ میں لکھتے ہیں الفرح بلیلۃ ولادتہ وقراءۃ المولود والقیام عند ذکر ولادتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واطعام الطعام وغیر ذلك مما یعتاد الناس فعلہ من انواع البرفان ذلك کلہ من تعظیمہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یعنی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شب ولادت کی خوشی کرنا اور میلاد شریف پڑھنا اور ذکر ولادت اقدس کے وقت کھڑے ہونا اور کھانا کھلانا اور ان کے سوا اور نیک کام جو مسلمانوں میں رائج ہیں یہ سب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم سے ہیں فقیہ محدث مولانا عثمان بن حسن دمیاطی علیہ الرحمۃ والرضوان اپنے رسالہ اثبات قیام میں لکھتے ہیں قد اجتمعت الامۃ المحمدیۃ من اھل السنۃ والجماعۃ علی استحسان القیام المذکور وقد قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا تجتمع امتی علی الضلالۃ یعنی بیشک امت محمدیہ اہل سنت و جماعت کا اجماع و اتفاق ہے کہ (میلاد شریف میں) قیام تعظیمی کرنا مستحب و باعث ثواب ہے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرما چکے ہیں کہ میری امت گمراہی کی بات پر اتفاق نہیں کر سکتی جس کا معنی یہ ہوا کہ قیام تعظیمی گمراہی کی بات نہیں ہے۔ حاصل کلام یہ کہ سنی مسلمانوں کے نزدیک میلاد شریف کی محفل کرنا قیام تعظیمی کرنا اور اس میں سلام پڑھنا قطعاً جائز ہے ہاں وہابی مذہب والے چونکہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر پاک اور حضور کی تعظیم و توقیر سے جلتے ہیں اس لئے وہ مجلس

میلاد شریف کے منعقد کرنے اور کھڑے ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھنے کو اپنی کتابوں میں ناجائز بتاتے ہیں۔
چنانچہ مولوی رشید احمد گنگوہی اور دیگر وہابی مولویوں نے محفل میلاد شریف اور کھڑے ہو کر صلاۃ وسلام پڑھنے کو اپنی کتابوں مثلاً براہین قاطعہ، فتاوی رشیدیہ وغیرہ میں ناجائز لکھا ہے گاؤں کے مکتب کے جس معلم نے میلاد شریف میں سلام پڑھنے کو ناجائز بتایا ہے وہ گمراہ اور وہابی ہے ایسے شخص کو مکتب میں مقرر کرنا اور بچوں کو اس سے تعلیم دلوانا شرعاً ناجائز وحرام ہے اور دین کے حق میں زہر قاتل ہے۔ مسلمانوں پر فرض ہے کہ اپنے بچوں کو اس وہابی معلم سے پڑھوانا فوراً بند کر دیں اور کسی سنی صحیح العقیدہ آدمی سے تعلیم دلوائیں اور جب تک سنی آدمی کا انتظام نہ ہو اس وقت تک بچوں کی پڑھائی کو ملتوی رکھیں اور اس وہابی معلم سے ہرگز ہرگز تعلیم نہ دلوائیں۔ ھذا ما عندی والعلم عند اللہ تعالیٰ وعند رسولہ الاعلیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

کتبہ محمد قدرت اللہ الرضوی

۲۸ رمن جمادی الاولیٰ ۱۳۸۶ھ

مسئلہ :۔ از شمیم احمد فاروقی مقام وپوسٹ سعدی مدنپور ضلع باندہ (یوپی)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کرنا جائز ہے یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ حضور کی تعظیم کرنا جائز نہیں اور بکر کہتا ہے کہ ہمیں حضور کی تعظیم کا جائز ہونا تسلیم ہے لیکن چونکہ وہ ہماری نگاہوں کے سامنے نہیں اور ہم انہیں دیکھتے نہیں اس لئے ہم ان کی تعظیم نہیں کرتے تو زید وبکر کی باتوں کا مدلل جواب تحریر فرمائیں کرم ہوگا۔

الجواب :۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم جائز ہی نہیں بلکہ واجب ولازم ہے خداوند قدوس ارشاد فرماتا ہے وتعزروہ وتوقروہ یعنی رسول کی تعظیم وتوقیر کرو۔ (پ ۲۶ ع ۹) حضرت قاضی عیاض علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں فاوجب اللہ تعالیٰ تعزیرہ وتوقیرہ والزم اکرامہ وتعظیمہ یعنی خدائے عزوجل نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حرمت وتوقیر کو واجب قرار دیا اور ان کی تعظیم وتکریم کو لازم فرمایا (شفا شریف جلد ۲ ص ۲۸) لہٰذا زید کا یہ کہنا غلط ہے کہ حضور کی تعظیم جائز نہیں۔ مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ ہر طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ادب بجالائیں اور ہر جائز طریقے سے ان کی تعظیم کریں اس لئے کہ قرآن مجید میں حکم مطلق ہے یعنی حضور کی تعظیم کے

لئے کوئی خاص طریقہ متعین نہیں کیا گیا ہے لہذا ہر طرح سے ان کی تعظیم کرنا لازم ہے البتہ انھیں خدا یا خدا کا بیٹا کہنا یا خدائے تعالیٰ کی طرح ان کے لئے کسی صفت کا ثابت کرنا شرک و کفر ہے اور ان کو سجدہ کرنا حرام و ناجائز ہے۔

اور بکر کا یہ کہنا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو چونکہ دیکھتے نہیں اس لئے ہم ان کی تعظیم نہیں کرتے اس کا بھی یہ قول غلط ہے اس لئے کہ تعظیم کے لئے معظم (جس کی تعظیم کی جائے) اس کا سامنے ہونا ضروری نہیں۔ بخاری اور مسلم میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اذا اتیتم الغائط فلا تستقبلوا القبلۃ ولا تستدبروھا۔ یعنی جب تم پاخانہ جاؤ تو قبلہ کی طرف نہ موبنھ کرو اور نہ پیٹھ (مشکوٰۃ شریف ص۴۲) حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث شریف کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں ای جھۃ الکعبۃ تعظیما لھا یعنی کعبہ شریف کی طرف موبنھ اور پیٹھ نہ کرنے کا حکم اس کی تعظیم کے لئے ہے (مرقاۃ جلد اول ص۲۸۳) اور بخاری و مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اذا قام احدکم الی الصلاۃ فلا یبصق امامہ یعنی جب تم میں سے کوئی نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہو تو وہ اپنے سامنے نہ تھوکے (مشکوٰۃ شریف ص۶۹) حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس حکم کی علت بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں تخصیص القبلۃ لتعظیمہا یعنی قبلہ کی طرف تھوکنے سے اس کی تعظیم کے لئے منع کیا گیا ہے (مرقاۃ جلد اول ص۴۵۵) اور ابوداؤد شریف میں حضرت سائب بن خلاد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے ان رجلا ام قوما فبصق فی القبلۃ ورسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ینظر فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لقومہ حین فرغ لا یصلی لکم فاراد بعد ذلک ان یصلی لھم فمنعوہ فاخبروہ بقول رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فذکر ذلک لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال نعم وحسبت انہ قال انک قد اذیت اللہ ورسولہ یعنی ایک شخص اپنی قوم کو نماز پڑھا رہا تھا تو اس نے قبلہ کی طرف تھوک دیا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دیکھ رہے تھے جب وہ نماز سے فارغ ہوگیا تو حضور نے اس کی قوم سے فرمایا کہ آئندہ یہ شخص تم لوگوں کو نماز نہ پڑھائے حضور کی ممانعت کے بعد اس نے نماز پڑھانی

چاہی لوگوں نے روک دیا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم سے اس کو آگاہ کیا شخص مذکور نے یہ بات حضور سے دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ ہاں میں نے منع کیا ہے۔ راوی حدیث حضرت سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں میرے خیال میں حضور نے یہ بھی فرمایا کہ تو نے اللہ و رسول کو اذیت دی اور ان کو ستایا (مشکوٰۃ شریف ص۷۱) تو جس طرح کعبۂ معظمہ ہماری نگاہوں کے سامنے نہیں ہے مگر اس کی تعظیم کرنا ہم پر ضروری ہے اسی طرح اگرچہ ہم حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہیں دیکھ پاتے مگر ان کی تعظیم کرنا ہم پر واجب و لازم ہے۔ وصلی اللہ تعالیٰ وسلم علی النبی الکریم الامین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از فتح محمد شاہ دولیولیا بازار بستی

طوائف خاندان کے جو افراد فعل حرام سے توبہ و تجدید ایمان کر چکے ہیں ان کے یہاں فاتحہ کے لئے جانا ان سے اسلامی تعلقات رکھنا کیسا ہے؟

الجواب: صورت مستفسرہ میں طوائف خاندان کے جو افراد پیشۂ حرام سے توبہ کر چکے ہیں اور توبہ پر قائم ہیں صوم و صلاۃ کے پابند ہیں اور حرام پیشہ والوں سے قطع تعلق بھی کئے ہوئے ہیں تو ان کے یہاں ایصال ثواب کے لئے جانا، کھانا، پینا، اٹھنا بیٹھنا، سلام کلام کرنا حتی کہ ہر قسم کے اسلامی تعلقات رکھنا جائز ہیں وھو تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۴ ربیع الاول ۱۳۸۴ھ

مسئلہ: از اکرام علی گورکھپوری متعلم فیض الرسول براؤں شریف

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک پیر صاحب نے ایک بزرگ کی مزار کے کچھ تبرکات لاکر اسے دفن کر کے ایک مزار بنوایا اور ہر ماہ کی پہلی جمعرات کو وہاں قوالی بڑے اہتمام سے کراتے ہیں تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ فرضی قبر بنانا اس کی زیارت کرنا اور قوالی کرنا شرعاً کیسا ہے؟ کیا پیر صاحب پر بھی ان افعال و کردار میں حکم شرع نافذ ہوگا۔

الجواب :- فرضی قبر بنانا جائز نہیں اور اس کی زیارت کرنے والوں پر خدائے تعالیٰ کی لعنت ہے فتاوی عزیزیہ جلد اول ص۱۴۴ پر ہے درکتاب السراج بروایت خطیب آوردہ لعن اللہ من زار بلا مزار اھ اور خالی قوالی جائز ہے مزامیر حرام ہے حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فوائد الفواد شریف میں فرماتے ہیں مزامیر حرام است اور حضرت مخدوم شرف الملۃ والدین یحییٰ منیری قدس سرہ العزیز نے مزامیر کو زنا کے ساتھ شمار کیا ہے (احکام شریعت) پیر ہو یا غیر پیر ہر عاقل بالغ مسلمان کو حکم شرع پر عمل کرنا واجب ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۱ ذو القعدہ ۹۷ھ

مسئلہ :- از ابو الکلام احمد کسم کھور ضلع فرخ آباد (یوپی)

نعرۂ تکبیر کا دستور تو سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے زمانۂ مقدسہ میں تھا مگر نعرۂ رسالت اور نعرۂ حیدری اور نعرۂ غوثیہ وغیرہ کا رواج کب سے اور کیسے پڑا؟ آپ تفصیلی طور پر تحریر فرمائیں۔

الجواب :- کسی فعل کے جائز ہونے کے لئے یہ جاننا ضروری نہیں کہ اس کا رواج کب اور کیسے پڑا نعرۂ رسالت، نعرۂ حیدری اور نعرۂ غوثیہ وغیرہ لوگوں نے صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے بعد ایجاد کیا کہ اس میں سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اور حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعظیم و تکریم ہے اور قرآن مجید میں ہے وتعزروہ وتوقروہ یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم کرو اور حضرت علی و غوث پاک رضی اللہ عنہما کی تعظیم بھی حقیقت میں حضور ہی کی تعظیم ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۷ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۱ھ

الجواب :- از خلیل الرحمان مظفرپوری متعلم مدرسہ مصباح العلوم اشرفیہ مبارکپور

کیا ایک سنی مدرسہ انتظامیہ کا سکریٹری کوئی شیعہ ہو سکتا ہے اور اگر کسی ادارے کا سکریٹری

شیعہ ہے تو کیا ایک سنی عالم شیعہ کی سکریٹریٹ کو تسلیم کرکے اس کے تحت کام کر سکتا ہے اور اگر کوئی سنی عالم ایسا کرتا ہے بلکہ اس کے ساتھ نشست و برخاست اور اس کی ہاں میں ہاں ملاتا ہے اور اس کے اشارے سے کام کرتا ہے تو کیا از روئے شرع جائز ہے؟ اعلحضرت کا اس بارے میں کیا فتویٰ ہے؟

الجواب اللھم ھدایۃ الحق والصواب قرآن کریم کا ارشاد ہے ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار (پارہ ۱۲، رکوع ۱۰) یعنی ظالموں کی طرف مائل نہ ہو نہیں تو تمہیں آگ پکڑے گی۔ دوسری جگہ قرآن پاک ارشاد فرماتا ہے واما ینسینک الشیطان فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظلمین (پارہ ۷، رکوع ۱۴) یعنی (اور اے سننے والے) اگر (کبھی) تجھے شیطان بھلادے تو یاد پڑنے پر تو ظالموں کے ساتھ نہ بیٹھو۔ اسی آیت کریمہ کے تحت تفسیرات احمدیہ میں ہے دخل فیہ الکافر والمبتدع والفاسق والعقود مع کلھم ممتنع یعنی اس آیت کریمہ کے حکم میں کافر بدمذہب اور فاسق سب داخل ہیں ان میں سے کسی کے پاس بیٹھنے کی اجازت نہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں من وقر صاحب بدعۃ فقد اعان علی ھدم الاسلام مشکوٰۃ شریف ص۳۱ یعنی جو شخص بدمذہب کی تعظیم کرے تو ضرور اس نے اسلام ڈھانے کے لئے مدد دی۔ قرآن و حدیث سے واضح ہوگیا کہ مرتدوں بدمذہبوں اور گمراہوں سے میل جول اور ان کے ساتھ نشست و برخاست رکھنا اور ان کو عزت و اکرام کے منصب پر بٹھانا حرام ہے اب رہا یہ امر کہ روافض زمانہ اسلامی نقطہ نگاہ سے کیا ہیں تو اس کی وضاحت کے لئے ہم ذیل میں شیخ الاسلام سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فتاویٰ کا اقتباس نقل کرتے ہیں اعلحضرت ردالرفضہ میں وراثت کے متعلق ایک استفتاء کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ رافضی تبرائی جو حضرات شیخین سیدنا ابوبکر صدیق و سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما خواہ ان میں سے کسی ایک کی شان پاک میں گستاخی کرے اگرچہ صرف اسی قدر کہ امام و خلیفہ برحق نہ مانے کتب معتمدہ فقہ حنفی تصریحات و عامہ ائمہ ترجیح و فتویٰ کی تصحیحات پر مطلقا کافر ہے فتح القدیر ہدایہ مطبع مصر جلد اول ۲۴۸ میں ہے فی الروافض من فضل علیا علی الثلثۃ فمبتدع وان انکر خلافۃ الصدیق او عمر رضی اللہ عنہما فھو کافر (یعنی) رافضیوں میں جو شخص مولیٰ علی کو خلفائے ثلثہ (سیدنا ابوبکر صدیق وسیدنا

عمر فاروق سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے) افضل کہے گمراہ ہے اور اگر صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خلافت کا انکار کرے تو وہ کافر ہے (رد الرفضہ ص۲۷۲) پھر سرکار اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ رافضیوں کے متعلق کتب معتبرہ معتمدہ سے احکام شرعی نقل کرنے کے بعد اپنے فتویٰ کے آخر میں لکھتے ہیں کہ بالجملہ ان رافضیوں تبرائیوں کے باب میں حکم یقینی قطعی یہ ہے کہ وہ علی العموم کفار مرتدین ہیں ان کے ہاتھ کا ذبیحہ مردار ہے ان کے ساتھ مناکحت نہ صرف حرام بلکہ خالص زنا ہے (الی ان قال) ان کے مرد عورت عالم جاہل کسی سے میل جول سلام و کلام سخت کبیرہ اشد حرام (رد الرفضہ ص۲۳) ان جوابات کی روشنی میں صاف طور پر واضح ہوگیا کہ روافض زمانہ حسب فتاویٰ اکابر علمائے کرام کافر و مرتد ہیں لہذا بحکم قرآن و حدیث سنی ادارہ کی مجلس انتظامیہ کا کسی رافضی کو سکریٹری بنانا حرام ہے اور جو سنی مولوی کسی رافضی کی نظامت کے تحت کام کرے اس کے ساتھ نشست و برخاست رکھے اس کی ہاں میں ہاں ملائے اس کے ایماء اور اشارے پر کام کرے وہ فاسق معلن ہے واللہ تعالیٰ و رسولہ الاعلیٰ اعلم جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۲۶ ذی الحجہ ۸۶ھ

مسئلہ:۔ از حاجی اقبال احمد عیسیٰ نگر ضلع لکھیم پور کھیری

عورتوں کا قبروں کی زیارت کرنا کیسا ہے؟

الجواب:۔ عورتوں کو اپنے عزیزوں کی قبروں پر جانا ممنوع ہے اس لئے کہ جزع فزع کریں گی اور اولیائے کرام کے مزارات مقدسہ پر بوڑھی عورتیں چادر وغیرہ اوڑھ کر برکت کے لئے حاضری دے سکتی ہیں اور جوانوں کے لئے ناجائز ہے جیسا کہ شامی جلد اول ص۶۳۱ میں ہے التبرک بزیارۃ قبور الصالحین فلاباس اذا کن عجائز ویکرہ اذا کن شواب کحضور الجماعۃ فی المساجد اھ اور علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شامی کے مثل لکھنے کے بعد فرماتے ہیں حاصلہ ان محل الرخصۃ لھن اذا کانت الزیارۃ علی وجہ لیس فیہ فتنۃ یعنی حاصل یہ ہے کہ عورتوں کے لئے اجازت صرف اس صورت میں ہے جبکہ زیارت ایسے طریقہ پر ہو کہ اس میں فتنہ نہ ہو۔

(طحطاوی ص۳۷۶) اور حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تحریر فرمایا۔ اسلم یہ ہے کہ عورتیں مطلقاً منع کی جائیں (بہار شریعت جلد چہارم ص۵۴۹)

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۳۰ر شوال ۱۳۸۹ھ

مسئلہ:۔ از محمد عبد الشکور راو جا گرپوری ضلع گونڈہ

(۱) زید حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک سن کر انگوٹھا چومنے کو ناجائز اور حرام قرار دیتا ہے۔

(۲) اور درود فاتحہ میلاد و قیام کو ناجائز کہتا ہے اور یا رسول اللہ، یا غوث اعظم کہنے سے روکتا ہے

دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کے مذکورہ بالا اقوال از روئے شرع درست ہیں یا نہیں؟

الجواب:۔ (۱) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام سنکر انگوٹھا چومنا جائز اور مستحسن ہے اس کو ناجائز کہنا جہالت ہے تفصیل کے لئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رسالے نہج السلامہ اور منیر العین کا مطالعہ کریں۔ (۲) یا رسول اللہ، یا غوث اعظم کہنا اور درود و فاتحہ میلاد و قیام جو عام مسلمانوں میں رائج ہے شرعاً جائز ہے اس کو ناجائز کہنے والا موجودہ زمانے کے گمراہ فرقہ وہابیہ دیوبندیہ سے ہے لہٰذا مسلمان اس سے دور رہیں یہ اور اس قسم کے مختلف فیہ مسائل کے لئے جاء الحق حصہ اول کو مطالعہ میں رکھیں۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۱۱ر رجب المرجب ۱۳۸۱ھ

مسئلہ:۔ از موضع پکھر بھنڈا ضلع بٹول ریاست نیپال مرسلہ عظیم اللہ

زید ایک کافرہ عورت کو بھگا لایا کچھ دنوں کے بعد بازار گیا تو آریہ سماج کے لوگوں نے اس کو پکڑ لیا اور کہا کہ یا تو عورت کو واپس کر دو یا ہندو مذہب قبول کرو زید نے کفر اختیار کر لی کچھ دنوں تک اسی کفر و ارتداد کی حالت میں رہا پھر چند ہی دنوں کے بعد خود از سر نو اسلام لایا اور کافرہ عورت کو بھی توبہ کرا کے داخل اسلام کیا اب دونوں کا نکاح بھی ہو گیا ہے تو ایسی صورت میں عام مسلمانوں کو زید سے میل جول رکھنا چاہیئے یا نہیں؟ اور اس کے گھر کا کھانا پینا درست ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ صورت مستفسرہ میں اگر زید اور اس کی بیوی نے صدق دل سے

اسلام قبول کیا اور اب بھی اسلام پر قائم ہیں اور نکاح بھی کر دیا گیا تو اب عام مسلمانوں کو زید سے میل جول رکھنا اس کے گھر کھانا پینا شرعاً جائز ہے بلکہ اگر بائیکاٹ کے سبب پھر کفر وارتداد کے اختیار کر لینے کا خوف ہو تو اس صورت میں اس سے میل جول رکھنا ضروری ہے وھو سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۳؍محرم الحرام ۱۳۸۲ھ

مسئلہ: از محمد عباس علی ساکن دھنکھر پور تحصیل ڈومریا گنج بستی

انجمن تعلیمات ضلع بستی کے زیر اہتمام ۳۰،۳۱؍دسمبر ۵۹ء کو شہر بستی میں جلسہ ہونے جا رہا ہے جس کے کرتا دھرتا دیوبندی، وہابی، مودودی غیر مقلدین مولوی ہیں۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ سنی مسلمانوں کو ایسے جلسے میں شریک ہونا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: قرآن عظیم ارشاد فرماتا ہے ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار یعنی اور ظالموں کی طرف نہ جھکو کہ تم کو آگ چھوئے گی۔ دوسری جگہ ارشاد ہے واما ینسینک الشیطان فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین یعنی اگر تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آنے پر ظالموں کے ساتھ نہ بیٹھ۔ جتنے بدمذہب، بدعقیدہ، گمراہ اور مرتد ہیں وہ سب شریعت طاہرہ کے نزدیک ظالم ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا تجالسوھم ولا تشاربوھم ولا تواکلوھم ولا تناکحوھم (رواہ البیھقی عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ولا تصلوا علیھم ولا تصلوا معھم (زاد ابن حبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ) یعنی مسلمان کہلانے والوں میں کلمہ پڑھنے والوں میں جو بدمذہب گمراہ بد دین پیدا ہوں ان کے ساتھ نہ بیٹھو اور ان کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ اور ان کے ساتھ نماز نہ پڑھو۔ اور ان کے ساتھ پانی نہ پیو اور ان کے ساتھ شادی بیاہ نہ کرو اور ان کے جنازہ پر نماز نہ پڑھو اور فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم ایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم (رواہ مسلم) یعنی تم ان سے دور رہو اور ان کو اپنے سے دور رکھو کہیں وہ تم کو گمراہ نہ کر دیں کہیں وہ تم کو فتنے میں نہ مبتلا کر دیں۔

حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے استاذ معظم حضرت سیدنا امام محمد بن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ان ھذا العلم دین فانظروا عمن تاخذون دینکم۔

(رواہ مسلم) یعنی یہ علم تو دین ہے تو دیکھ بھال کر لو کہ کس سے اپنا دین حاصل کر رہے ہو کہیں کسی بےدین سے تو دین نہیں حاصل کر رہے ہو۔ وہابی، دیوبندی، مودودی، تبلیغی جماعت مرتدوں بے دینیوں گمراہوں اور بدمذہبوں کی جماعت ہیں دیکھو حسام الحرمین، الصوارم الہندیہ، تجانب اہلسنت اور دیگر رسائل اہلسنت۔ ان کے جلسوں میں سنیوں کو شریک ہونا قطعاً حرام اور ایمان وسنت کے خلاف اور زہر قاتل ہے۔ واللہ اعلم ورسولہ اعلم۔

کتبہ بدرالدین احمد الرضوی
۲۷ر جمادی الاخری ۱۳۷۹ھ

مسئلہ: از عبدالرحمٰن این۔ای ریلوے گورکھپور

ایک حاجی صاحب ہیں ان کی بہو کو کوئی لڑکا نہیں ہے۔ ایک دن حاجی صاحب کے بھائی محمود نے حاجی صاحب کو گالی دیتے ہوئے کہا کہ جبتک تمہاری داڑھی نہیں اکھاڑوں گا تمہارا حج نہیں پورا ہوگا اور جب تک تمہاری بہو سے زنا نہیں کروں گا لڑکا نہیں پیدا ہوگا تو محمود کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب: صورت مستفسرہ میں برصدق مستفتی محمود سخت گنہگار ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں سباب المسلم فسوق یعنی مسلمان کو گالی دینا سخت جرم ہے لہٰذا محمود توبہ واستغفار کرے اور اپنے بھائی حاجی صاحب سے معافی مانگے۔ واللہ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۸ر شوال ۱۳۸۵ھ

مسئلہ: محمد حفیظ اللہ نعیمی خادم دارالعلوم فاروقیہ مدھ نگر پوسٹ دھوائی ضلع گونڈہ

ایلوپیتھک (ڈاکٹری) دواؤں میں الکحل کی آمیزش ہوتی ہے۔ ان دواؤں سے علاج کرنے کروانے کے سلسلہ میں فقہا کا ارشاد کیا ہے کیا اس مسئلہ میں کسی صورت میں عموم بلوی کی رعایت ہوگی؟

الجواب: جن دواؤں میں الکحل کی آمیزش ہوتی ہے ان دواؤں

سے علاج کرنا کرانا جائز نہیں اس لئے کہ وہ ایک قسم کی شراب ہے اور شراب سے علاج ناجائز ہے۔
حدیث شریف میں ہے لا تداووا بحرام رواہ ابوداؤد وفی صحیح مسلم ان طارق بن سوید سأل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن الخمر فنہاہ فقال انما اصنعہا للدواء فقال انہا لیست بدواء ولکنہا داء ہدایہ جلد رابع ص۴۶ میں ہے الاستشفاء بالمحرم حرام اور فتاویٰ عالمگیری جلد پنجم مصری میں ہے لا یجوز ان یداوی بالخمر اور بہار شریعت حصہ شانزدہم ص۱۲۷ میں ہے انگریزی دوائیں بکثرت ایسی ہیں جن میں اسپرٹ اور شراب کی آمیزش ہوتی ہے ایسی دوائیں ہرگز استعمال نہ کی جائیں اور چونکہ یونانی اور ایورویدک دواؤں سے علاج ممکن ہے لہٰذا اس مسئلہ میں کسی طرح عموم بلویٰ کی رعایت نہ ہوگی وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۵ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۰ھ

مسئلہ: از عزیز احمد بیگ رضوی خطیب مسجد بنگالی اسٹریٹ ویراجپیٹ کورگ کرناٹک

کیا فرماتے ہیں علمائے حق و ربانیین اس مسئلہ کے بارے میں کہ غیر اللہ کے نام کا پالا ہوا یا غیر اللہ کے نام سے خریدے ہوئے جانور کا ذبیحہ جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ صاحب درمختار نے درمختار ص۱۷۹ کتاب الذبائح میں لکھتے ہیں یہ جو ہندوستان میں جاہلوں میں رواج ہے کہ منت مان کر سید احمد کبیر کی گائے اور شیخ سدو کا بکرا ذبح کرتے ہیں وہ گائے اور بکرا مردار ہے اس واسطے ذبح سے تعظیم غیر خدا مراد ہے اور تقرب مخلوق کا ارادہ کرتے ہیں اور یہ جو بعض لوگ کہتے ہیں کہ ذبح کے وقت نام خدا کے ذکر کرنے سے ذبیحہ حلال اور پاک ہو جاتا ہے گو نیت عوام کی خرابی ہو سو ان کی غلط فہمی ہے کیونکہ مذکور ہو چکا ہے درصورت تعظیم غیر خدا ذبیحہ مردار ہو جاتا ہے اگرچہ خالص اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے۔
جبکہ جاء الحق میں ہے کہ بتوں کے نام کا چھوڑا ہوا جانور اگر اللہ کے نام سے ذبح کیا جائے حلال ہے اور نام پکارنا بوقت ذبح معتبر ہے۔ دونوں قول میں فرق ہے اور ان دونوں قول کے فرق میں غوث پاک کا مرغا سالار کا بکرا وغیرہ کا غیر خدا سے نسبت ہے در یں صورت غیر خدا کے نام کا چھوڑا ہوا جانور کا ذبیحہ حلال ہے یا حرام صحیح مسئلہ سے آگاہ فرمائیں؟

الجواب: اللھم ھدایۃ الحق والصواب کتاب جاء الحق کا

مسئلہ حق ہے بیشک نام پکارنا بوقت ذبح معتبر ہے اگر عند الذبح غیر اللہ کا نام لیا گیا تو ذبیحہ حرام ہے اور اگر ذبح کے وقت اللہ کا نام لیا گیا تو ذبیحہ حلال ہے اگرچہ جانور غیر اللہ کے نام کا ہو جیسا کہ رئیس الفقہاء حضرت ملا جیون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں البقرۃ المنذورۃ للاولیاء کما ھو الرسم فی زماننا حلال طیب لانہ لم یذکر اسم غیر اللہ علیہا وقت الذبح وان کانوا ینذرونہا لہ۔
(تفسیرات احمدیہ ص۴۲) اور صاحب درمختار نے اپنی اصل عربی کتاب الذبائح میں نہ کہیں ہندوستان کا ذکر کیا ہے اور نہ کہیں سید احمد کبیر کی گائے وغیرہ کا اگر واقعی درمختار کے اردو ترجمہ میں مذکورہ بالا مضمون موجود ہے تو وہ الحاقی ہے۔ بدمذہب مترجم نے لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے وہ عبارت بڑھا دی ہے اسی لئے عام مسلمانوں کو بدمذہبوں کے ترجمہ کا مطالعہ کرنا جائز نہیں۔ احادیث و مسائل کی جانکاری کے لئے ہماری کتاب انوار الحدیث، اور بہار شریعت کا مطالعہ کریں اور بدمذہبوں کا ترجمہ ہرگز نہ پڑھیں کہ گمراہ ہونے کا اندیشہ ہے وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۰ر جمادی الاخری ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از مصلیان مسجد منکا پور بازار ضلع گونڈہ

مسمی زید اور مسماۃ ہندہ غیر منکوحہ آپس میں کچھ دنوں سے ناجائز تعلقات رکھتے ہیں یہ باتیں محض قرینے اور قیاس کے ذریعہ معلوم ہوئیں کوئی عینی شہادت موجود نہیں ہے علاوہ اس کے زید اور ہندہ مذکور گھر سے فرار ہو گئے چند دن کے بعد دونوں یکے بعد دیگرے لوٹ کر اپنے اپنے گھر واپس آئے تو یہ معلوم ہوا کہ دونوں فرار ہونے کے بعد ایک قصبہ میں ایک ہی جگہ تھے یہ باتیں سب قرینہ اور قیاس سے معلوم ہوئیں ان سب باتوں کی کوئی عینی شہادت موجود نہیں ہے ایسی صورت میں زید مذکور اور ہندہ پر از روئے شرع کونسا جرم عائد ہوتا ہے اور اس کی کیا سزا ہے یا اس جرم سے سبکدوش ہونے کا کونسا طریقہ ہے۔

مذکورہ بالا معاملات کو جانتے ہوئے اگر کسی شخص نے زید مذکور یا ہندہ کو بغیر کسی حکم شرعی کے ان کی حمایت میں اپنے گھر رکھے تو شرعاً اس رکھنے والے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے ان

دونوں سوالوں کا جواب مدلل ومفصل بیان فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــ اگر حکومت اسلامیہ ہوتی تو ناجائز تعلق یعنی زنا ثابت ہونے پر زانی اور زانیہ کو سنگسار کیا جاتا یا کوڑا مارا جاتا۔ صورت مستفسرہ میں اگر واقعی زید وہندہ سے ناجائز فعل سرزد ہوا تو دونوں سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہوئے دونوں کو علانیہ توبہ واستغفار کرایا جائے اور دونوں کو نماز کی پابندی پر زور دیا جائے اور میلاد شریف نیز قرآن خوانی وغیرہ کرنے کی تلقین کی جائے اور گناہ کرنے والوں کی جس نے حمایت کی وہ بھی توبہ واستغفار کرے قرآن مجید میں ہے لاتعاونوا علی الاثم والعدوان (پارہ ۶ رکوع ۵) ھذا ما عندی والعلم عند اللہ تعالیٰ ورسولہ جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۶ شعبان المعظم ۸۹ھ

مسئلہ: از حاجی میر فقیر الدین بڑا ہاٹ کیندا پاڑہ ضلع کٹک (اڑیسہ)

میدان محشر میں لوگ اپنی ماں کے نام کے ساتھ پکارے جائیں گے یا باپ کے نام سے؟

الجواب ــــــ میدان محشر میں لوگ اپنی ماں کی طرف منسوب کرکے بلائے جائیں گے جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ "روز قیامت شان ستاری جلوہ فرمائے گی اور لوگ اپنی ماؤں کی طرف منسوب کرکے بلائے جائیں گے (احکام شریعت حصہ دوم مطبوعہ لاہور صفحہ ۱۹۸) وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از غلام حسنین قادری رضوی نوری مدرسہ اسلامیہ سعدی مدنپور باندہ

اللہ اور اس کا رسول چاہے تو فلاں کام ہو جائے گا اس طرح کہنا کیسا ہے؟

الجواب: ــــــ اللہ اور اس کا رسول چاہے تو فلاں کام ہو جائے گا اس طرح کہنے کو حدیث شریف میں منع کیا گیا ہے لہذا اس کے بجائے یوں کہنا چاہئے کہ اللہ پھر اس کا رسول چاہے تو فلاں کام ہو جائے گا جیسا کہ حدیث شریف میں ہے عن حذیفۃ عن النبی

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال لاتقولوا ماشاء اللہ وشاء فلان ولکن قولوا ماشاء اللہ ثم شاء فلان رواہ احمد وابوداؤد یعنی حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ نہ کہو جو چاہے اللہ اور چاہے فلاں بلکہ یوں کہو جو چاہے اللہ اور پھر چاہے فلاں (احمد ابوداؤد، مشکوٰۃ صـ۴۰۸) وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۶ ذوالقعدہ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از حبیب اللہ سعی بزرگ پوسٹ بھرہ ضلع بستی

زید نے ایک مرتبہ ہندہ کے ساتھ زنا کیا تو ہندہ کو حمل ٹھہر گیا۔ چھ ماہ کے قریب گذر جانے کے بعد ہندہ کے حمل کو دوا کے ذریعہ ساقط کر دیا۔ زید اور ہندہ دونوں شادی شدہ ہیں۔ زید اپنے اس فعل پر بہت شرمندہ ہے اور بار بار استغفار کر رہا ہے تو اب زید کے متعلق شرع کا کیا حکم ہے؟

الجواب: زنا اور چھ مہینے کے حمل کا اسقاط دونوں گناہ عظیم ہیں اگر حکومت اسلامیہ ہوتی تو عورت مرد دونوں کو سنگسار کیا جاتا یعنی اس قدر پتھر مارا جاتا کہ وہ مرجاتے مگر موجودہ صورت حال میں ان کے لئے یہاں یہ حکم ہے کہ اگر یہ گناہ لوگوں پر ظاہر ہو گیا ہو تو علانیہ توبہ واستغفار کریں اور اگر ظاہر نہ ہوا ہو تو ظاہر نہ کریں کہ گناہ کا ظاہر کرنا بھی گناہ ہے ردالمحتار میں اظہار المعصیۃ معصیۃ مگر اس صورت میں پوشیدہ طور پر اپنے گناہ پر نادم ہوں۔ دونوں توبہ واستغفار کریں اور بہر حال خدائے تعالیٰ سے روئیں گڑگڑائیں۔ پابندی کے ساتھ نماز پڑھیں اور اگر قرآن خوانی ومیلاد شریف کریں۔ غربا ومساکین کو کھانا کھلائیں اور مسجد میں لوٹا چٹائی رکھیں تو بہتر ہے کہ یہ چیزیں قبول توبہ میں معاون ہوں گی۔ قال اللہ تعالیٰ ان الحسنٰت یذھبن السیأٰت وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۱ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از غلام جیلانی بحر العلوم خلیل آباد بستی

طوائف نے کنواں کھدوایا اس کنویں کے پانی سے وضو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: اس کنویں کے پانی سے وضو کرنا جائز ہے۔ اعلیٰ حضرت امام

احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ والرضوان سود، شراب اور رشوت وغیرہ کا ناجائز پیسہ مسجد اور مدرسہ وغیرہ میں لگانے کے متعلق جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں مسجد، مدرسہ وغیرہ میں بعینہ روپیہ وغیرہ نہیں لگایا جاتا بلکہ اس سے اشیاء خریدی جاتی ہیں خریداری میں اگر یہ نہ ہوا ہو کہ حرام دکھا کر کہا اس کے بدلے فلاں چیز دے اس نے دی اس نے قیمت میں زر حرام دیا تو جو چیز خریدی وہ چیز خبیث نہیں ہوتی (احکام شریعت حصہ اول مطبوعہ لاہور صفحہ ۱۰) بلکہ خاص طوائف کی حرام آمدنی سے لائی ہوئی شیرینی کے بارے میں جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ اگر شیرینی اپنے مال حرام ہی سے خریدی اور خریدنے میں اس پر عقد و نقد جمع نہ ہوئی یعنی حرام روپیہ دکھا کر اس کے بدلے خرید کر وہی حرام روپیہ دیا اگر ایسا نہ ہوا ہو تو مذہب مفتی بہ پر وہ شیرینی بھی حرام نہ ہوگی (احکام شریعت حصۂ دوم مطبوعہ لاہور صفحہ ۱۴۷) وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۱۶ ربصفر المظفر ۱۴۰۲ھ

مسئلہ:- از بھاؤ پور ضلع بستی مرسلہ ارکان مدرسہ عربیہ قادریہ اہلسنت مخزن العلوم

(۱) جہاد فقہی ہم مسلمانوں پر لازم ہے یا نہیں اور اس کے لزوم کی شرطیں کیا ہیں؟

(۲) کسی وہم کے سبب یقینی خطرے کو نظر انداز کر دینا ولاتلقوا بایدیکم الی التھلکۃ کے مخالف نہیں ہے؟

(۳) اگر کسی جگہ اطراف وجوانب کے مسلمانوں کا اجتماع شرعاً لازم وواجب یا اولیٰ ومستحسن ہو تو مقامی لوگوں کا اور بالخصوص کسی اعرف شخص کا اس وقت خاص میں ایسی جگہ سے چلا جانا شرعاً کیسا ہے (۴) اگر کوئی بدمذہب وہابی دیوبندی یا ہندو مشرک مسلمانوں کی طرف سے دشمنان اسلام سے لڑتے ہوئے مارا جائے تو اسے جنتی یا شہید کہنا صحیح ہے اور کوئی شخص اسے شہید کہے اور بتانے پر بھی نہ مانے تو وہ قائل خود ازروئے شرع کیسا ہے؟

الجواب:- (۱) ہم مسلمانوں پر جہاد فرض نہیں۔ اس کی فرضیت بلکہ اباحت کے لئے دو شرطیں ہیں۔ اول یہ کہ کفار دین اسلام قبول نہ کریں اور نہ ان کو امن دیا گیا ہو اور نہ ہمارے ان کے درمیان معاہدہ ہو۔ دوم یہ کہ سامان جنگ اور لڑنے کی قدرت ہو اور ساتھ ہی ساتھ مسلمانوں کی شوکت بڑھنے کا غالب گمان ہو۔ فتاویٰ ہندیہ میں ہے اما شرط اباحتہ فشیئان احدھما امتناع العدو عن قبول ما دعی الیہ من دین الحق وعدم الامان والعھد بیننا وبینھم۔ والثانی ان یرجو الشوکۃ والقوۃ لاھل

الاسلام باجتہادہ او باجتہاد من یعتقد فی اجتہادہ ورایہ وان کان لا یرجو القوۃ والشوکۃ للمسلمین فی القتال فانہ لا یحل لہ القتال لما فیہ من القاء نفسہ فی التہلکۃ۔

(۲) کسی امر متوہم کے سبب یقینی خطرہ کو نظر انداز کر دینا ضرور خلاف حکم آیت کریمہ ہے (۳) اجتماع اگر واجب عین ہو تو چلا جانا گناہ ہوگا اور اگر واجب کفایہ ہو اور اس امر کو بعض لوگوں نے پورا کر لیا یا کریں گے تو اس صورت میں چلا جانا گناہ نہیں ہاں اگر کوئی بھی ادا نہ کرے تو سب گنہگار ہوں گے اولیٰ و مستحسن کو ترک کرنے سے کوئی الزام نہیں۔

(۴) اسے شہید کہنا غلط ہے۔ اگر اس کا وہابی، دیوبندی، کافر مرتد ہونا یا ہندو مشرک ہونا معلوم ہے اس کے باوجود شہید کہتا ہے تو کہنے والے پر توبہ و تجدید ایمان فرض ہے اپنی بیوی کو رکھنا چاہے تو تجدید نکاح بہ مہر جدید لازم ہے واللہ ورسولہ اعلم۔

کتبہ بدر الدین احمد الرضوی
۱۷ ربیع الاول سنہ ۱۳۸۱ھ

مسئلہ : از قاضی اطیعوا الحق عثمانی رضوی۔ علاء الدین پور سعد اللہ نگر گونڈہ

سونے یا چاندی کے دانت بنوانا یا ہلتے ہوئے دانتوں کو سونے چاندی کے تار سے بندھوانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب : چاندی کا دانت بنوانا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک جائز ہے اور سونے کا بنوانا جائز نہیں شامی جلد پنجم مصری ص ۲۳۹ میں تاتارخانیہ سے ہے کہ اذا اسقط سنہ فاراد ان یتخذ سنا آخر فعند الامام یتخذ ذلک من الفضۃ فقط وعند محمد من الذھب ایضا اھ اور ہلتے ہوئے دانتوں کو سونے چاندی سے بندھوانا جائز ہے (بہار شریعت) اور فتاوی عالمگیری جلد پنجم مصری ص ۲۹۵ میں ہے ذکر الحاکم فی المنتقی لو تحرکت سن رجل وخاف سقوطھا فشدھا بالذھب او بالفضۃ لم یکن بہ باس عند ابی حنیفۃ وابی یوسف رحمھما اللہ تعالیٰ وھو سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۳ شوال ۱۳۹۰ھ

مسئلہ :- از شان اللہ ٹیلر ڈہرہ ضلع سلطانپور

ظہور ڈہرہ اپنی لڑکی شبراتن کا نکاح کنکرا تقدیر احمد کے ساتھ کیا شبراتن تین چار سال تقدیر احمد کیساتھ رہی ظہور خوشی کے ساتھ شبراتن کو اپنے گھر لائے تو دو ماہ کے بعد تقدیر احمد نے طلاق لکھ کر بھیج دیا تو شبراتن کی عدت گزار کر نصیر احمد گوری گنج کے ساتھ نکاح کیا ۳ سال رہی ایک دن شبراتن دعوت میں گئی تو وہاں تقدیر احمد بھی آئے تھے رات میں شبراتن کو دھوکہ دے کر اپنے گھر لے کر چلا گیا ایک ماہ شبراتن تقدیر احمد کے ساتھ رہی تقدیر احمد شبراتن کو نکال دیا گھر سے تو شبراتن ظہور کے گھر آئی رات میں ظہور کے یہاں موجود رہے تو ظہور کے بارے میں علمائے دین کیا فرماتے ہیں ؟

الجواب :- جبکہ شبراتن نصیر احمد کے نکاح میں ہوتے ہوئے تقدیر احمد غیر محرم کے ساتھ ایک ماہ رہی تو وہ تو سخت گنہگار لائق عذاب قہار ہوئی ۔ اور ظہور اگر اس کے اس فعل سے راضی رہا تو وہ بھی سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہوا ۔ دونوں کو علانیہ توبہ و استغفار کرایا جائے ۔ قرآن خوانی اور میلاد شریف وغیرہ کار خیر کرنے کی تلقین کی جائے اور نماز کی پابندی کی تاکید کی جائے ۔ اور اگر ظہور راضی نہ رہا تو صرف لڑکی گنہگار ہوئی ۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب ۔

کتبہ : جلال الدین احمد امجدی

۲۳ رجب المرجب ۱۳۹۷ھ

مسئلہ :- از عبد الغنی مقام بیروا ینکٹوا پوسٹ کھریا بازار ضلع گورکھپور

زید کی شادی نہیں ہوئی ہے اور بغیر نکاح کے زید نے عورت کو رکھ لیا ہے اور اس کے ساتھ ہمبستری بھی کرتا ہے اور اس کے گھر والے اس کے ہاتھ سے پکا ہوا کھانا بھی کھاتے ہیں اور زید کا باپ اسی حالت میں مرگیا اب اس صورت میں سبھی لوگ گنہگار ہوں گے کہ صرف زید اور زید اور اس کے بھائی مل کر باپ کا کھانا کرنا چاہتے ہیں اب اس حالت میں فقراء اور اس کے برادری اس کے یہاں کھا سکتے ہیں کہ نہیں یا پھر زید کہتا ہے کہ چاول اور کھانے کے پورے سامان کسی کے یہاں دے دیا جائے اور وہ پکا کر سب کو کھلا دے اب اس صورت میں اس کے یہاں کھا سکتے ہیں یا نہیں ۔ جواب جلد روانہ کریں عین مہربانی ہوگی ؟

الجواب :- زید سخت گنہگار ظالم جفا کار اور مستحق عذاب نار اور اس کے گھر

والے جو اس کے ساتھ رہتے سہتے اور کھاتے پیتے ہیں سب گنہگار ہیں زید پر لازم ہے کہ فوراً بے نکاحی عورت اپنے گھر سے نکال دے پھر علانیہ توبہ واستغفار کرے اور اس کے بھائی وغیرہ جو اس کے ساتھ رہے وہ بھی توبہ کریں اس کے بعد لوگ اس کے یہاں کھا پی سکتے ہیں اور اگر زید ایسا نہ کرے تو اس کے یہاں یا اس کا چاول وغیرہ دوسرے کے یہاں پکوا کر ہرگز نہ کھائیں قال اللہ تعالیٰ و اما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظٰلمین وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۱۹ محرم الحرام ۹۹ھ

مسئلہ:۔ از خالد علی رضوی دار العلوم غوثیہ نظامیہ ذاکر نگر پوسٹ آزاد نگر جمشید پور

آج کل بعض تسبیح کے دانوں پر اللہ اللہ لکھا ہوا ہوتا ہے یوں ہی بعض ٹوپیاں اور رومال بھی اسی طرح کے پائے جاتے ہیں جن پر اسم جلالت چھپا یا کڑھا ہوتا ہے تو ان کا استعمال شرعاً کیسا ہے ؟

الجواب:۔ تسبیح کے جن دانوں پر اللہ اللہ لکھا ہوتا ہے ان کا استعمال منع ہے کہ خلاف ادب ہے اور ایسی ٹوپی ورومال کہ جس پر اسم جلالت چھپا یا کڑھا ہو انھیں استعمال کرنا اور شدت کے ساتھ منع ہے کہ غفلت میں اس کے ساتھ بیت الخلاء وغیرہ میں بھی چلا جائے گا جس سے اسم جلالت کی سخت بے ادبی ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:۔ از رجب علی موضع گرانس بزرگ ضلع گونڈہ

(۱) زید سنی اپنے لڑکے کی شادی ایک مشہور ومعروف وہابی کے یہاں کر رہا ہے وہابی کے یہاں شادی کرنا اور وہابی کے یہاں بارات جانا اور کھانا پینا کیسا ہے ایسے لوگوں کے لئے از روئے شرع کیا حکم ہے ؟

(۲) زید کہتا ہے کہ میں وہابی کی لڑکی لا رہا ہوں اس میں کوئی حرج نہیں کیا زید کا یہ قول درست ہے۔

(۳) ادارہ اہل سنت کا اگر کوئی ممبر وہابی کے یہاں بارات جائے اور اس کے یہاں کھائے پیئے تو اس کے لئے کیا حکم ہے وہ شخص ادارہ اہل سنت کا ممبر رہنے کے لائق ہے کہ نہیں ؟

الجواب بعون الملک العزیز الوھاب (۱) وہابیہ کے ساتھ شادی کرنا جائز نہیں پھر اگر وہابیہ بمعنی مرتد ہے تو نکاح باطل ہے اور اگر لڑکی صرف گمراہ ہے تو اس صورت میں نکاح منعقد ہو جائے گا مگر گمراہ لڑکی سے رشتہ ازدواج قائم کرنا جائز نہیں اور وہابی کے یہاں شادی کرنا اس کے یہاں بارات جانا اور کھانا پینا بھی جائز نہیں جن لوگوں نے ایسا کیا وہ گنہگار ہوئے توبہ کریں صحیح مسلم شریف کی حدیث ہے عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان مرضوا فلا تعودوھم وان ماتوا فلا تشھدوھم وان لقیتموھم فلا تسلموا علیھم ولا تجالسوھم ولا تشاربوھم ولا تواکلوھم ولا تناکحوھم ولا تصلوا علیھم ولا تصلوا معھم۔ یعنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بدمذہب اگر بیمار پڑیں تو ان کی عیادت مت کرو۔ اگر مر جائیں تو ان کے جنازہ میں شریک نہ ہو۔ ان سے ملاقات ہو تو انھیں سلام نہ کرو ان کے پاس نہ بیٹھو ان کے ساتھ پانی نہ پیو۔ ان کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ۔ ان کے ساتھ شادی بیاہ نہ کرو۔ ان کے جنازہ کی نماز نہ پڑھو اور نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو۔ اس حدیث کو ابوداؤد، ابن ماجہ اور عقیل ابن حبان نے بھی روایت کیا ہے وھو تعالیٰ اعلم۔

(۲) وہابی کی لڑکی بھی اگر وہابیہ بمعنی مرتدہ ہے تو نکاح منعقد نہ ہوگا جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری جلد اول مصری ص ۲۶۳ میں ہے لا یجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولا مسلمۃ ولا کافرۃ اصلیۃ وکذلک لا یجوز نکاح المرتدۃ مع احد کذا فی المبسوط یعنی مرتد کے لئے مرتدہ، مسلمہ اور کافرہ اصلیہ کسی سے شادی کرنا جائز نہیں اور ایسے ہی مرتدہ کے لئے کسی سے نکاح کرنا جائز نہیں ایسا ہی مبسوط میں ہے اور اگر وہابی کی لڑکی کا طریقہ کار وہابیوں جیسا ہے مگر وہابیوں کے کفریات قطعیہ کی اسے خبر نہیں یا باپ وہابی اور لڑکی سنیہ ہے تو ان صورتوں میں نکاح ہو جائے گا مگر وہابیوں سے کسی قسم کا رشتہ جائز نہیں کہ سنیوں کے لئے زہر قاتل ہے بہت سے رشتہ داریوں کے سبب وہابی ہو گئے۔ لہٰذا زید کا یہ کہنا غلط ہے کہ "میں وہابی کی لڑکی لا رہا ہوں اس میں کوئی حرج نہیں وھو تعالیٰ اعلم۔

(۳) اگر ادارہ اہل سنت کا کوئی وہابی کے یہاں بارات جائے اور اس کے یہاں کھائے پیئے

تو وہ ادارہ کا ممبر رہنے کے بھی لائق نہیں اسی طرح ہر فاسق و فاجر داڑھی منڈانے والا اور نماز وغیرہ فرائض الٰہی کو قصداً ترک کرنے والا بھی ادارہ اہل سنت کا ممبر رہنے کے لائق نہیں وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد امجدی
۲۱ رجب المرجب ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از عبداللطیف بلداری ٹولہ مہراج گنج ضلع سیوان

ایک کافر کو ملعون کہنے کے سبب کچھ لوگ زید کو کافر کہتے ہیں دریافت طلب یہ امر ہے کہ کسی شخص خاص کو ملعون کہنا کیسا ہے؟ اور جو لوگ کہ زید کو کافر کہتے ہیں ان کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب: کسی شخص خاص کو ملعون کہنا کفر نہیں البتہ منع ضرور ہے شرح فقہ اکبر میں حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں فی لعن الاشخاص خطر فلیجتنب اھ۔ لہٰذا کسی شخص معین کو ملعون کہنے کے سبب زید کو کافر کہنے والوں پر توبہ، تجدید ایمان اور زید سے معذرت لازم ہے وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد امجدی
۲۹ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از عبدالرؤف اختر اشرفی موضع گنیش پور ضلع گورکھپور

زید کی عمر تقریباً چالیس سال کی ہے سن بلوغیت سے لیکر آج تک پانچ شادیاں کیں ہر عورت کو بلا قصور طلاق دیتا گیا دوسری شادی کی تفصیل زیر تحریر ہے زید کی دوسری بیوی ہندہ مطلقہ ہونے کے بعد اپنے میکے رہنے لگی۔ زید نے تیسری شادی کیا چند ہی دنوں کے بعد اس کو بلا قصور چھوڑ دیا۔ دوسری مطلقہ بیوی کو اپنے گھر لے آیا اور اس سے شریک صحبت رہا بلا نکاح ثانی کے کچھ لوگوں کے دباؤ سے حلالہ کرنے پر تیار ہوا تین آدمیوں سے نکاح پڑھایا یکے بعد دیگرے اور ہر آدمی سے یہ شرط کرتا تھا کہ اس کے قریب مت جانا مجبور کر کے طلاق لے لیتا تھا۔ اور تین مذکور آدمیوں سے حلالہ کرایا مگر حلالہ کے شرائط کو پورا نہیں کیا۔ اب اس کو یعنی ہندہ کو بلا پرہیز شرعی کے دوران عدت اپنے پاس رکھے رہا بعد عدت پوری ہونے کے ایسے عالم سے نکاح پڑھوایا جو زید کی پوری حالت سے بھرپور واقف تھا۔ پانچویں بیوی زینب کو طرح طرح کی سزائیں دے کر بھگاتا رہتا ہے اس کے نان و نفقے کا قطعی اس کو خیال نہیں ہے زینب مجبور ہو کر

نان و نفقے سے تین یکے بعد دیگرے ناجائز شوہر کا انتخاب کر لیا تھا بلکہ ہر ناجائز شوہروں کے پاس کچھ دنوں تک ازدواجی زندگی بھی گذار رہی ہے پھر اس کو وہی زید مذکور نے لانے کی کوشش کیا اور تین آدمیوں کو دلال بنا کر زینب کو اپنے یہاں لانے کے لئے میکے بھیجا تینوں دلالوں نے زینب مذکورہ کو لانے میں کامیاب ہو گئے کچھ دن رکھنے کے بعد اس کو بھگا دیا تو حاصل مسئلہ یہ ہے کہ یہ شریعت کے نزدیک مجرم نہیں ہے کیا اس کے معنی زید کے وہاں مسلمانوں کا کھانا پینا جائز ہے کیا اس مولوی مذکور کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے؟ کیا وہ تینوں دلال مرتکب گناہ نہیں ہیں؟

الجواب :۔ زید کے بارے میں جو باتیں سوال میں مذکور ہیں اگر وہ صحیح ہیں تو زید بہت بڑا ظالم جفاکار اور سخت گنہگار ہے مسلمانوں کو اس کے یہاں کھانا پینا جائز نہیں قال اللہ تعالیٰ واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظلمین (پ ۷ ع ۱۴) اور مولوی مذکور اگر جانتا تھا کہ حلالہ صحیح نہیں ہوا ہے اس کے باوجود اس نے شوہر اول سے نکاح پڑھ دیا تو وہ نکاح جائز نہیں نکاح پڑھنے والے مولوی پر لازم ہے کہ علانیہ توبہ و استغفار کرے نکاح مذکور کے ناجائز ہونے کا اعلان عام کرے اور نکاحانہ پیسہ بھی واپس کرے اگر وہ ایسا نہ کرے تو سب مسلمان اس کا بائیکاٹ کریں اور اس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں اور زید نے اگر زینب کو بغیر طلاق دئے گھر سے بھگا دیا تھا اس صورت میں تین آدمی زینب کو سمجھا کر لے آئے تو ان پر کوئی گناہ نہیں اس لئے کہ انھوں نے بیوی کو اس کے شوہر کے پاس پہنچایا البتہ بغیر طلاق زینب نے یکے بعد دیگرے جو تین شوہر کیا تو وہ سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہوئی اس پر توبہ و استغفار لازم ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد امجدی
۴ ذی الحجہ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ :۔ از نظام الدین چودھری سبزی فروش رہرا بازار پوسٹ اسکا بازار بستی

زید کی عمر ۶۰ سال کی ہے اور اس کی شریک حیات انتقال کر چکی ہے زید نے انتقال کے چند ماہ بعد شادی کر لی جب دولہن لے کر گھر پہونچا تو زید کی ہمشیرہ نے زید کی بیوی کو الگ لے جا کر یہ معلوم کیا کہ ہمیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے پیٹ میں بچہ ہے۔ پہلے تو زید کی بیوی نے آنا کانی کی پھر بتایا کہ یہ

بات صحیح ہے اور حمل تین ماہ کا ہے اب زید کی ہمشیرہ نے جتنا جلدی ہو سکا اسی رات لڑکی اس کے میکے روانہ کردی۔ دوسرے دن یہ بات مشہور ہوچکی کہ زید کے گھر کھانا پینا بالکل ترک کر دیا جائے یہ مشورہ برادریوں کے طرف سے ہوا۔ اب برادریوں نے اتنا زید کو تنگ کر دیا ہے کہ زید کا شرم وحیا سے گھر سے نکلنا دشوار ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ عقد کے پہلے یہ سارا واقعہ بالکل ہی نہیں معلوم تھا اور زید دولہن کو گھر لایا لیکن دنیاوی رسم ورواج سے بالکل پاک ہے ایسی صورت میں زید کی بحالی کے لئے شرعی فیصلہ جو ہو وہ ارسال فرمائیں؟

الجواب صورت مذکورہ میں زید کی کوئی خطا نہیں ہے قال اللہ تعالیٰ لاتزر وازرۃ وزر اخریٰ لہٰذا زید کے گھر کھانے پینے کو ترک کرنا یعنی اس کا بائیکاٹ کرنا ایذاء مسلم ہے اور ایذاء مسلم سخت گناہ ہے وھو سبحانہ اعلم بالصواب۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۷ر شوال المکرم ۱۴۰۲ھ

مسئلہ :۔ از سید اعجاز احمد تاڈپتری۔ ضلع اننت پور (آندھرا پردیش)

عورت کو کسی سلسلہ کا خلیفہ بنانا کیسا ہے؟

الجواب :۔ عورت کو خلیفہ بنانا صحیح نہیں کہ ائمۂ باطن کا اس بات پر اجماع ہے کہ عورت داعی الی اللہ نہیں ہوسکتی۔ فتاویٰ رضویہ جلد چہارم ص ۱۷۶ میں ہے کہ امام شعرانی میزان الشریعۃ الکبریٰ میں فرماتے ہیں قد اجمع اھل الکشف علیٰ اشتراط الذکورۃ فی کل داع الی اللہ ولم یبلغنا ان احدا من نساء السلف الصالح تصدرت لتربیۃ المریدین ابدا لنقص النساء فی الدرجۃ وان ورد الکمال فی بعضھن کمریم بنت عمران واٰسیۃ امرأۃ فرعون فذالک کمال بالنسبۃ للتکمیل بین الناس وتسلیکھم فی مقامات الولایۃ وغایۃ امر المرأۃ ان تکون عابدۃ زاھدۃ کرابعۃ العدویۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وھو اعلم بالصواب۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۲ر صفر المظفر ۱۴۰۳ھ

مسئلہ: از محمد قاسم موضع محبوب نگر پوسٹ لوٹن ضلع بستی

زید و عمرو دونوں بکر کی بیوی ہندہ اور بکر کی بہن زینب کو لے کر رات کے گیارہ بجے لیکر بھاگ رہے تھے۔ اچانک رات کے چار بجے یہ چاروں آدمی پکڑ لئے گئے جب ان کو پکڑ کر لایا گیا تو بکر اس کو ایک الگ کمرہ رہنے کے لئے دیا گھر والوں نے اس سے بالکل قطع تعلق کر لیا وہ اسی طرح بکر کے یہاں چھ دن رہی۔ اس کے بعد ہندہ کا بھائی آکر اپنے بہن کو لے گیا اور ہندہ ابھی تک اپنے بھائی کے یہاں ہے۔ اور بکر کی غیر مدخولہ بہن کا شوہر خالد کہتا ہے کہ میں اب اپنی عورت کو نہیں لے جاؤں گا کیونکہ اس میں ہماری بدنامی ہے تو خالد نہ اپنے عورت کو لے جانے کو کہتا ہے اور نہ طلاق ہی دینے کو تیار رہتا ہے اور خالد کا کہنا ہے کہ میں اس وقت طلاق دوں گا جب میری عورت کا بھائی طلاق دے گا اسی کے متعلق ایک دوسرے جگہ آکر پنچایت ہوئی اور جس جگہ پنچایت تھی اس گاؤں میں زینب کے بہنوئی کا گھر تھا وہ اپنے بہنوئی کے یہاں ایک ہفتہ رہی۔ زینب کو اپنے بہنوئی کے یہاں ایک ہفتہ رہنے کی وجہ سے اس کے بہنوئی کو پنچ سے الگ کر دیا گیا تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ بکر ہندہ کو اپنے یہاں چھ دن رکھا اس پہ شریعت کے رو سے کیا حکم ہے اور خالد کے اوپر کیا حکم ہے۔ اور اگر خالد طلاق دے تو اس پہ کتنا مہر ہے اور زینب کے بہنوئی کو پنچ سے نکالنا درست ہے یا نہیں اور جو لوگ نکالے ہیں وہ حق پر ہیں یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب ـــــــــــ اللھم ھدایۃ الحق والصواب ہندہ فرار ہونے کے سبب بکر کی زوجیت سے نہیں نکلی لہذا بکر نے اگر اپنی بیوی کو الگ کمرہ میں رکھا اس سے نفرت و بیزاری ظاہر کی۔ اور قطع تعلق کیا تو اس پہ مواخذہ نہیں قال اللہ تعالیٰ ولا تزر وازرۃ وزر اخریٰ (پارہ ۲۲ رکوع ۵) لیکن اگر فرار ہونے سے پہلے بکر اپنی بیوی کو غیر مردوں سے میل جول رکھتے ہوئے دیکھا اور حتی الامکان اسے منع نہ کیا تو وہ بھی مجرم ہے اور خالد کو چاہئے تھا کہ اپنی بہن کو علانیہ توبہ و استغفار کراتا اس کے بعد اپنے گھر لے جاتا کہ اس کی بہن کا نان و نفقہ اس پر واجب نہیں لہذا قبل توبہ اپنے بہن کی اعانت کرنے کے سبب خالد گنہگار ہوا تو بہ کرے اور خالد نے اگر اپنی غیر مدخولہ بیوی کو طلاق دی تو اس پہ نصف مہر ادا کرنا واجب ہوگا۔ قال اللہ تعالیٰ: وان طلقتموھن من قبل ان تمسوھن وقد فرضتم

لھن فریضۃ فنصف ما فرضتم (پ ۲ ع ۱۵) اور زینب کا نان ونفقہ اس کے بہنوئی پر واجب نہیں ایسی مجرمہ کو اسے اپنے یہاں سے فوراً بھگا دینا چاہئے تھا یا زیادہ سے زیادہ ایک دن اسے بطور مہمانی رکھتا مگر اسے ایک ہفتہ اپنے یہاں رکھا تو ضرور گنہگار ہوا کہ ایسے مجرمہ کا ہر مسلمان پر بائیکاٹ کرنا لازم ہے۔ قال اللہ تعالیٰ واما ینسینک الشیطن فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظلمین (پ ۷ ع ۱۴) لہذا زینب کے بہنوئی کو پنچ سے نکالنا درست ہے اور نکالنے والے حق پر ہیں اس لئے کہ اگر مجرمین اور ان کے ہمدردوں کے ساتھ سختی نہیں کی جائے گی تو لوگ گناہوں پر اور جری ہوں گے ہاں زینب کا بہنوئی اگر علانیہ توبہ کرے تو اسے پنچ میں ضرور شامل کرلیا جائے وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۳؍ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۰ھ

مسئلہ: از کمال الدین ظہوری دارالعلوم ظہور الاسلام گوبند پور بوکھر بھنڈا گورکھپور

زید کی بیوی ہندہ بکر کے ساتھ فرار ہوگئی تو زید نے اسے طلاق مغلظہ دیدی۔ بعد عدت بکر نے اس سے نکاح کرلیا مگر ہندہ پھر زید کے یہاں آئی تو زید نے اسے بیوی کی طرح رکھا کچھ دنوں بعد وہ پھر بکر کے یہاں گئی۔ وہاں کچھ دن رہ کر پھر زید کے یہاں آئی غرضیکہ وہ اسی طرح دونوں کے یہاں رہتی تو زید کا بائیکاٹ کردیا گیا۔ آخر اس نے توبہ کی اور ہندہ کو پھر نہ رکھنے کا عہد کیا۔ مگر تھوڑے دنوں بعد ہندہ پھر زید کے یہاں آئی جس کو اس نے بیوی کی طرح علانیہ رکھا تو مسلمانوں نے اس کا بائیکاٹ کردیا اب وہ دوبارہ توبہ کرکے برادری میں شامل ہونا چاہتا ہے تو اس کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے اس کے اوپر کوئی کفارہ ہے یا نہیں؟

الجواب: زید اگر دوبارہ توبہ کرکے برادری میں شامل ہونا چاہتا ہے تو اسے علانیہ توبہ واستغفار کرا کے برادری میں شامل کرلیا جائے کہ حدیث شریف میں ہے التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ (مشکوٰۃ شریف ص ۲۰۶) اور اس گناہ کے لئے شریعت نے کوئی کفارہ نہیں مقرر کیا ہاں اگر حکومت اسلامیہ ہوتی اور زید کا ہندہ کے ساتھ زنا کرنا ثابت ہوتا تو وہ سنگسار کیا جاتا۔ اب توبہ کے ساتھ اسے پابندیِ نماز کی تاکید کی جائے اور قرآن خوانی و میلاد شریف کرنے

غربا و مساکین کو کھانا کھلانے اور مسجد میں لوٹا و چٹائی رکھنے کی تلقین کی جائے کہ یہ چیزیں قبول توبہ میں معاون ہوں گی۔ قال اللہ تعالیٰ ومن تاب وعمل صالحا فانہ یتوب الی اللہ متابا (پ ۱۹ ع ۴)
وھو تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۷ محرم الحرام ۱۴۰۳ھ

مسئلہ: از عبد العزیز ناگ بھیڑ ضلع چاندہ (مہاراشٹر)
ایک شخص نے ایک مرتبہ شراب پی لی تو اس کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حدیث شریف میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص شراب پئے گا اس کی چالیس روز کی نماز قبول نہ ہوگی پھر اگر توبہ کرے تو اللہ اس کی توبہ قبول فرمائے گا پھر اگر پئے تو چالیس روز کی نماز قبول نہ ہوگی اس سے توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ قبول فرمائے گا پھر اگر چوتھی مرتبہ پئے تو چالیس روز کی نماز قبول نہ ہوگی۔ اب اگر توبہ کرے تو اللہ اس کی توبہ قبول نہیں فرمائے گا (ترمذی۔ نسائی۔ مشکوۃ صفحہ ۳۱۷) شخص مذکور کے بارے میں شریعت کا یہ حکم ہے کہ اس پر حد جاری کی جائے یعنی اس کو اسی کوڑے مارے جائیں۔ مگر یہ کام حکومت اسلامیہ کا ہے لہٰذا موجودہ صورت میں وہ صرف دل سے توبہ و استغفار کرے۔ اگر اس کا شراب پینا لوگوں پر ظاہر نہیں ہوا ہے تو پوشیدہ طور پر توبہ کرے اور خدائے تعالیٰ کی بارگاہ میں روئے گڑگڑائے کسی پر ظاہر نہ کرے کہ گناہ کا ظاہر کرنا بھی گناہ ہے اور اگر کھلم کھلا شراب پی ہے تو علانیہ توبہ کرے۔ حدیث شریف میں ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اذا عملت سیئۃ فاحدث عندھا توبۃ السر بالسر والعلانیۃ بالعلانیۃ یعنی جب تو گناہ کرے تو فوراً توبہ کر خفیہ کی خفیہ اور علانیہ کی علانیہ
ھذا ما عندی وھو تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از کریم بخش موضع ٹنڈوا پوسٹ بھنگا ضلع بہرائچ
(۱) عورتوں کو نقاب لگا کر سڑکوں پر گھومنا پھرنا بزرگوں کے مزار پر جانا اور نقاب ہٹا کر چادر کے

سامنے مزار پر حاضری دینا کیسا ہے؟

(۲) کیا تیمور لنگ کی باتوں پر ہم سنیوں کو عمل کرنا چاہیئے؟

الجواب :- (۱) عورتوں کو نقاب لگا کر سڑکوں پر گھومنا پھرنا جائز نہیں کہ اگرچہ غیر محرم انھیں نہیں دیکھتے مگر وہ تو غیر محرم کو دیکھتی ہیں البتہ کسی ضرورت سے اپنی نگاہوں کو غیر محرم سے بچاتے ہوئے ڈھیلا ڈھالا نقاب لگا کر کہ جس سے ان کی زینت ظاہر نہ ہو باہر نکل سکتی ہیں اور عورتوں کو بزرگوں کے مزاروں پر جانا منع ہے جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان احکام شریعت حصہ دوم صفحہ ۱۶۰ میں تحریر فرماتے ہیں کہ عورتوں کو مزارات اولیاء و مقابر عوام دونوں پر جانے کی ممانعت ہے اور بہار شریعت حصہ چہارم صفحہ ۵۴۹ میں ہے کہ اسلم یہ ہے کہ عورتیں مطلقاً (یعنی جوان ہوں یا بوڑھی سب مزارات کی حاضری سے) منع کی جائیں اور مجاور کے سامنے عورتوں کا نقاب ہٹانا ناجائز و گناہ ہے۔

(۲) تیمور لنگ بادشاہ کی ان باتوں پر جو شریعت کے اصول و قواعد کے مخالف ہوں عمل کرنا جائز نہیں وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۰ ر جمادی الاخریٰ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ :- از غلام مصطفےٰ محمود محلہ مومن پورہ خلیل آباد ضلع بستی

عورتوں سے زنا کا ارتکاب کرنے والا کس سزا کا مستحق ہے احکام شرع سے مطلع فرمائیں؟

الجواب :- زنا کا ارتکاب کرنے والا اگر محصن نہیں ہے تو خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اسے سو کوڑے مارے جائیں جیسا کہ پارہ ۱۸، سورۂ نور کے رکوع اول میں ہے الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منھما مائۃ جلدۃ۔ اور اگر محصن ہے تو حکم ہے کہ اسے سنگسار کیا جائے یعنی اس قدر پتھر مارا جائے کہ مر جائے اور اگر کسی وجہ سے زانی کو یہ سزا نہ دے سکیں تو سب مسلمان اس کے ساتھ کھانا، پینا، اٹھنا بیٹھنا بند کر دیں یعنی مکمل طور پر اس کا بائیکاٹ کریں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے۔

قال اللہ تعالیٰ واما ینسینک الشیطن فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظلمین (پ ۷ رکوع ۱۴)

رئیس الفقہاء حضرت ملا جیون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس آیت کریمہ کے تحت تحریر فرماتے ہیں۔ ان القوم

الظلمین یعم المبتدع والفاسق والکافر والعقود مع کلھم ممتنع (تفسیرات احمدیہ ص۲۵۵)
وھو تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:۔ از محمد نواز خاں بھاؤ پور بستی

ہندہ کا عقد زید کے ساتھ ہوا۔ زید کو جذام کا مرض ہے دریافت طلب یہ امر ہے کہ زید جذامی کے یہاں ہندہ کا رخصت ہو کر جانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ جائز ہے کوئی گناہ نہیں وھو تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۸ شوال المکرم ۱۳۸۳ھ

مسئلہ:۔ از محمد یوسف عازم القادری قطر نیشنل سیمنٹ کمپنی دوحہ قطر عربین گلف پوسٹ بکس ۱۳۳۳

جو عورتیں ننگے سر و سینہ کھلا و گلا کھلا و سرعام اسلامی شعائر کا مذاق اڑا رہی ہیں برقعہ تو در کنار دوپٹہ اور چادر بھی ترک کر دی ہے ایسی عورتوں کے خاوند باپ بیٹے اور بھائیوں کے لئے شرع مطہر نے کیا حکم لگایا ہے کیا یہ لوگ دیوث کہلانے کے مستحق نہیں ہیں؟ جن کو جنت کی خوشبو تک نہ ملے گی جب کہ جنت کی خوشبو ستر ہزار میل تک محسوس ہوگی۔ اس سوال کا جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں دقیق اور طویل عطا فرمائیں تاکہ علماء حق اور سیچ یات عوام تک پہونچا کر اپنے فرض سے سبکدوش ہوں۔ فقیر ہندو پاک اور عرب ممالک سے فتویٰ حاصل کر کے عربی، انگریزی اور اردو میں کتابی شکل میں شائع کر کے دنیا بھر کے اسلامی ممالک کے سربراہوں اور عدالت شرعیہ کے مفتیوں کو روانہ کر کے ان کو ان کے فرض اور مذہب سے آگاہ کرنا چاہتا ہے کہ وہ اپنی طاقت اور رسوخ سے ان افعال قبیح کی روک تھام کریں اور خدا کے غضب نے اگر لپیٹ میں لے لیا تو کوئی چھڑانے والا نہ ہوگا۔ ان اعمال بد ہی کی سزا فلسطینی مسلمان بھگت رہے ہیں؟

الجواب:۔ جو عورتیں کہ ننگے سر اور گلا و سینہ کھول کر سرعام گھومتی پھرتی

ہیں اور ان کے ذمہ دار یعنی باپ بھائی یا شوہر وغیرہ ان کو ایسا کرنے سے حتی الامکان نہیں روکتے تو بیشک وہ ضرور دیوث ہیں۔ فان الدیوث من لایغار علی امرأته او محرمه هكذا فی الجزء الثالث من الفتاوی الرضویه۔ لہٰذا ان کے ذمہ داروں پر لازم ہے کہ وہ عورتوں کو پردہ کے بارے میں قرآن و حدیث اور ائمہ کرام کے فرمان پر عمل کرنے کے لئے مجبور کریں اگر وہ بے پردگی سے باز نہ آئیں اور شریعت کے حکم پر عمل نہ کریں تو ان کی سرزنش کریں۔ پ۱۸ سورۂ نور میں ارشاد خداوندی ہے ولایبدین زینتهن یعنی عورتیں اپنے جسم کے محل زینت کو ظاہر نہ کریں جیسا کہ تفسیر جمل میں ہے المراد بها هنا البدن الذی هو محل الزينة۔ پھر اسی آیت مبارکہ میں ارشاد فرمایا ولیضربن بخمرهن علی جیوبهن یعنی عورتیں اپنے سروں گردنوں اور سینوں کو چادر سے چھپائے رہیں جیسا کہ تفسیر جلالین میں ہے ان یسترن الرؤس والاعناق والصدور بالمقانع پھر اسی آیت کریمہ میں ارشاد فرمایا ولایضربن بارجلهن لیعلم مایخفین من زینتهن یعنی عورتیں اپنے پیروں کو زمین پر نہ ماریں کہ جس سے ان کی چھپی ہوئی زینت کو لوگ جان جائیں اس لئے کہ اس سے لوگوں کا ان کی جانب میلان ہوگا جو فتنہ کا سبب بنے گا اور جب پیروں کے زیور کی آواز اجنبی مردوں کو سنانا حرام ہوا تو عورت کا بذات خود زرق برق پوشاک پہن کر سر عام گھومنا، اپنی آواز نامحرموں کے کانوں تک پہونچانا اور ان سے بات چیت کرنا اشد حرام ہوگا۔ کہ ان چیزوں سے میلان اور زیادہ ہوگا جو بڑے بڑے فتنوں کا باعث ہوگا۔ اسی لئے شریعت مطہرہ نے عورتوں کو اذان تک کہنا جائز نہیں ٹھہرایا۔ تفسیر روح البیان میں اس آیت کریمہ کے تحت ہے۔ ای لایضربن بارجلهن الارض لیتقعقع خلخالهن فیعلم انهن ذوات خلخال فان ذلک مما یورث الرجال میلا الیهن ویوهم ان لهن میلا الیهم۔ واذا کان اسماع صوت خلخالها للاجانب حراما کان رفع صوتها بحیث یسمع الاجانب کلامها حراما بطریق الاولی لان صوت نفسها اقرب الی الفتنة من صوت خلخالها ولذلک کرهوا اذان النساء لانه یحتاج فیه الی رفع الصوت اور حدیث شریف میں ہے کہ ان الله لایستجیب دعاء قوم یلبسون الخلخال نساءهم یعنی سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدائے تعالیٰ اس قوم کی دعا قبول نہیں فرماتا جو اپنی عورتوں کو باجنے والا پازیب پہناتے ہیں (تفسیرات احمدیہ ملاجیون) اور جب زیور کی آواز دعا کے قبول نہ ہونے کا

سبب بنتی ہے تو خاص عورت کی آواز اور اس کا ننگے سر بے حیائی کے ساتھ گھومنا پھرنا بدرجۂ اولیٰ غضب الٰہی کا سبب ہوگا اور عورت کو عورت کہتے ہی اس لئے ہیں کہ وہ پردہ میں رہنے کی چیز ہے نہ کہ پارکوں اور سڑکوں پر پھرنے کی۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ترمذی میں حدیث شریف مروی ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا المرأۃ عورۃ جس کے ترجمہ میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔ زن عورت ست حق وے آنست کہ مستور و محجوب باشد۔ اور جس طرح مرد کا اجنبی عورتوں کو دیکھنا جائز نہیں ایسے ہی عورت کا اجنبی مردوں کو بھی دیکھنا جائز نہیں جیسا کہ حدیث شریف میں ہے عن ام سلمۃ انھا کانت عند رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ومیمونۃ اذ اقبل ابن ام مکتوم فدخل علیہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احتجبا منہ فقلت یارسول اللہ الیس ھو اعمی لایبصرنا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افعمیا وان انتما الستما تبصرانہ یعنی حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں اور حضرت میمونہ حضور کی خدمت میں حاضر تھیں کہ ایک نابینا صحابی حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ سامنے سے حضور کی خدمت میں آرہے تھے تو سرکار نے ہم دونوں سے فرمایا کہ پردہ کر لو حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ کیا وہ نابینا نہیں ہیں؟ وہ ہمیں نہیں دیکھ سکیں گے۔ حضور نے فرمایا کیا تم دونوں بھی نابینا ہو کیا تم انھیں نہیں دیکھو گی؟ (احمد، ترمذی، ابوداؤد) حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث شریف کے تحت اشعۃ اللمعات میں تحریر فرماتے ہیں کہ ازینجا معلوم می شود کہ ہمچناں کہ نظر مرد بیگانہ بر زن بیگانہ حرام است عکس نیز ہمیں حال دارد اور اب تو عورتوں کی عریانیت اور ان کی آزادی بہت بڑھ چکی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے زمانہ کی عورتوں کا بھی مسجد میں آنا پسند نہیں فرمایا جیسا کہ بخاری اور مسلم میں ان کا ارشاد مروی ہے لو ادرک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ما احدث النساء لمنعھن المسجد یعنی جو باتیں کہ عورتوں نے اب پیدا کی ہیں اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان باتوں کو ملاحظہ فرماتے تو مسجد میں آنے سے انھیں ضرور منع فرما دیتے یہاں تک کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عورتوں کا حال دیکھ کر انھیں مسجد میں آنے سے منع فرما دیا حالانکہ اس زمانہ میں اگر ایک عورت نیک ہے تو ان کے زمانۂ مبارکہ

یں ہزاروں عورتیں نیک تھیں اور ان کے زمانہ میں اگر ایک عورت فاسقہ تھی تو اب ہزاروں عورتیں فاسقہ ہیں عنایہ امام اکمل الدین بابرتی میں ہے لقد نھی عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ النساء عن الخروج الی المساجد اور حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے تھے کہ عورت سراپا شرم کی چیز ہے۔ سب سے زیادہ خدائے تعالٰی سے قریب اپنے گھر کی تہ میں ہوتی ہے اور جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اس پر نگاہ ڈالتا ہے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جمعہ کے دن کھڑے ہو کر کنکریاں مار مار کر عورتوں کو مسجد سے باہر نکالتے اور حضرت امام ابراہیم نخعی تابعی رضی اللہ تعالٰی عنہ اپنی مستورات کو جمعہ اور جماعت میں نہیں جانے دیتے تھے جیسا کہ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں ہے قال ابن مسعود رضی اللہ عنہ المرأۃ عورۃ واقرب ماتکون الی اللہ فی قعر بیتہا فاذا خرجت استشرفہا الشیطن وکان ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ یقوم یحصب النساء یوم الجمعۃ یخرجھن من المسجد وکان ابراھیم یمنع نساءہ الجمعۃ والجماعۃ اور حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ و دیگر متقدمین نے اگرچہ بوڑھی عورتوں کو فجر مغرب اور عشاء کی جماعتوں میں شرکت کو جائز ٹھہرایا تھا لیکن متاخرین نے بوڑھی ہو یا جوان ہر عمر کی عورتوں کو سب نمازوں کی جماعت میں دن کی ہو یا رات کی شرکت سے منع فرما دیا عنایہ اکمل الدین بابرتی میں ہے الفتوی الیوم علی کراھۃ حضورھن فی الصلوات اور امام ابن ہمام فتح القدیر میں فرماتے ہیں۔ عمم المتاخرون المنع للعجائز والشواب فی الصلوات کلھا اور ممانعت کی وجہ فتنہ کا خوف ہے جو حرام کا سبب ہے اور جو چیز حرام کا سبب ہوتی ہے وہ بھی حرام ہوتی ہے عینی میں ہے قال اصحابنا لان فی خروجھن خوف الفتنۃ وھو سبب للحرام وما یفضی الی الحرام حرام ظاہر ہے کہ جب فساد زمانہ کے سبب اب سے سیکڑوں برس پہلے مسجدوں میں حاضر ہونے اور جماعتوں میں شرکت کرنے سے عورتیں روک دی گئیں حالانکہ ان دونوں باتوں کی شریعت میں بہت سخت تاکید ہے تو اس زمانہ میں جب کہ فتنہ و فساد بہت بڑھ چکا ہے بھلا عورتوں کا بے پردگی کے ساتھ سڑکوں، پارکوں اور بازاروں میں گھومنا پھرنا اور نامحرموں کو اپنا بناؤ سنگار دکھانا کیونکر جائز و درست ہو سکتا ہے جبکہ ان جگہوں میں برقعوں اور نقابوں کے ساتھ بھی عورتوں کا جانا فتنوں سے خالی نہیں ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس زمانہ میں عورتوں کا باہر نکلنا بہت بڑا فتنہ ہے اور ننگے سر بے پردگی کے ساتھ گھومنا

پھرنا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ناراضگی کا باعث اور خدائے تعالیٰ کے غضب کا سبب ہے عورتوں پر لازم ہے کہ وہ اس طرح ہرگز نہ نکلیں۔ اگر وہ باز نہ آئیں تو مردوں پر واجب ہے کہ انھیں حتی الامکان روکیں اور سختی کریں ورنہ وہ بھی سخت گنہگار، لائق عذاب قہار اور مستحق نار ہوں گے۔ دعا ہے کہ خدائے عزوجل مسلمان مردوں اور عورتوں کو شریعت حقہ پر عمل کرنے کی توفیق رفیق بخشے آمین وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۱۵ر صفر المظفر ۱۴۰۳ھ

مسئلہ:۔ از واجد علی رحمانی موضع پیری نئی بستی اترولہ ضلع گونڈہ

مرغی کا انڈا بیچنے والے سے انڈا خریدا گیا اور توڑنے پر خراب نکلا تو انڈا بیچنے والے پر اس کی قیمت واپس کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ انڈا خراب نکلا تو بیچنے والے پر اس کی قیمت واپس کرنا فرض ہے اگر نہیں واپس کرے گا تو حق العبد میں گرفتار ہوگا۔ بہار شریعت حصہ ۱۲ صفحہ ۸۷ میں ہے کہ انڈا خریدا توڑا تو گندہ نکلا کل دام واپس ہوں گے کہ وہ بیکار چیز ہے بیع کے قابل نہیں اور درمختار مع شامی جلد چہارم ص۸۵ میں ہے شری نحو بیض وبطیخ فکسرہ فوجدہ فاسدا ینتفع بہ فلہ نقصانہ وان لم ینتفع بہ اصلا فلہ کل الثمن لبطلان البیع اھ ملخصا اور اسی طرح فتاویٰ عالمگیری جلد سوم ص۷۶ میں بھی ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:۔ از شیر محمد قادری راوڑکیلا (اڑیسہ)

غیر صحابی کے نام کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ رضی اللہ عنہ کا دعائیہ جملہ صحابۂ کرام کے ساتھ خاص نہیں غیر صحابہ کے نام کے ساتھ بھی اس کا استعمال جائز ہے۔ اسی لئے بزرگوں نے بڑے بڑے علماء و مشائخ کے لئے بھی اس کو استعمال فرمایا ہے جیسا کہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اشعۃ اللمعات جلد چہارم ص۷۴۳ پر حضرت اویس قرنی کو رضی اللہ عنہ لکھا اور حضرت علامہ ابن عابدین شامی

رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ نے ردالمحتار جلد اول مطبوعہ دیوبند صفحات ۳۵، ۳۶، ۳۷ اور صفحہ ۴۲ پر حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کو رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھا اور مشکوٰۃ کے مصنف حضرت شیخ ولی الدین محمد بن عبد اللہ خطیب تبریزی نے مشکوٰۃ شریف کے مقدمہ ص۱۱ پر صاحب مصابیح علامہ ابو محمد حسین بن مسعود فرا بغوی کو رضی اللہ عنہ لکھا اور علامہ شہاب الدین خفاجی نے نسیم الریاض جلد اول ص۵ پر علامہ قاضی عیاض کو رضی اللہ عنہ لکھا۔ اور حضرت شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی بخاری علیہ الرحمہ والرضوان نے اخبار الاخیار میں حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام کے ساتھ کئی جگہ یہ دعائیہ جملہ لکھا ہے جبکہ ان میں سے کوئی صحابی نہیں تو معلوم ہوا کہ غیر صحابہ کے نام کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھنا اور کہنا جائز ہے۔ یہاں تک کہ عام دیوبندی وہابی جو رضی اللہ عنہ کو صحابہ کے ساتھ خاص سمجھتے ہیں اور غیر صحابہ کو رضی اللہ عنہ کہنے پر لڑتے ہیں ان کے پیشوا مولوی قاسم نانوتوی اور مولوی رشید احمد گنگوہی کو بھی رضی اللہ عنہما لکھا گیا ہے جیسا کہ تذکرۃ الرشید جلد اول صفحہ ۲۸ پر ہے مولانا قاسم صاحب مولانا رشید احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہما چند روز کے بعد ایسے ہم سبق بنے کہ آخرت میں بھی ساتھ نہ چھوڑا۔ ان تمام حوالہ جات سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ غیر صحابی کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ کہنا جائز ہے وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۷ ربیع الاول ۱۴۰۳ھ

مسئلہ: از حاجی محمد حدیث پوسٹ و مقام ٹانڈوا ضلع بستی

مدرسہ اہلسنت بقر عیدیہ مظہر العلوم ڈومریاگنج کے ذمہ داروں نے مدرسہ کی کچھ رقم ہمارے پاس بطور امانت رکھی ہے جس کو ہم نے حفاظت کی غرض سے بینک میں جمع کر دیا ہے ایک صاحب اس رقم میں سے چار ہزار روپیہ ہم سے بطور قرض مانگتے ہیں تو اس رقم سے ہم کسی کو قرض دیں تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ تسلی بخش جواب تحریر فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

الجواب: رقم مذکور میں سے آپ کا کسی کو قرض دینا جائز نہیں اس لئے کہ آپ اس رقم کو صدقہ نہیں کر سکتے کہ امانت ہے اور جس رقم کو آپ صدقہ نہیں کر سکتے اسے آپ قرض بھی نہیں دے سکتے جیسا کہ ہدایہ اخیرین ص۲۸۰ میں ہے لایملک القرض من لایملک التبرع

کالوصی والصبی یہاں تک کہ مدرسہ کے ذمہ داران کو بھی مدرسہ کی رقم قرض دینا جائز نہیں کہ وہ مدرسہ کی رقم کو اس کی ضروریات پر خرچ کرنے کے مالک ہوتے ہیں صدقہ کرنے کے مالک وہ بھی نہیں ہوتے ھذا ما ظھر لی والعلم بالحق عند اللہ تعالیٰ ورسولہ جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از عبدالحمید حبیبی بھارت نگر اسرائیل سونا پور جال ۹ ڈی سی۔ روڈ بمبئی ۱۸

(۱) ایک مسجد کے منتظمین چند حضرات ہیں سب اپنے آپ کو سنی صحیح العقیدہ بتاتے ہیں لیکن ایک شخص جو دیوبندی یا وہابی ہے اس کو اپنی جماعت میں رکھا ہے اور خزانچی کا عہدہ دیا ہے لیکن مرتبہ بادشاہ جیسا دیا ہے کہ خزانچی صاحب جو کہہ دیں سب عہدہ داران مسجد لبیک کہتے ہیں حالانکہ مسجد گورنمنٹ کے گھر میں سنی حنفی مدینہ مسجد کے نام سے رجسٹرڈ ہے مگر امام صاحب پر ہر طرح کی پابندی مذکور خزانچی صاحب عاید کرتے ہیں کہ اس مسجد میں کسی بھی جماعت کے خلاف امام بیان نہیں کر سکتا ہے ایسا بیان کرے کہ کسی بھی جماعت کو برا نہ لگے کیا شریعت کہتی ہے کہ علمائے اہلسنت حق کو چھپائیں اور باطل کو ظاہر نہ کریں جیسا کہ جملہ متولیان مسجد اپنے آپ کو سنی صحیح العقیدہ مسلمان ظاہر کرتے ہیں لیکن سب متولیان اس دیوبندی خزانچی صاحب سے سلام وکلام اور ان کے گھر یا دوکان پر جاکر کھانا پانی چائے ناشتہ کھاتے پیتے ہیں کیا شریعت کی طرف سے کھانے پینے کی اجازت ہے مسجد کا جملہ خرچ تمام اہلسنت وجماعت چندہ کرکے اٹھاتے ہیں یعنی جمعہ جمعہ کو مسجد کے نام کا چندہ ہوتا ہے۔

(۲) کیا مذکورہ خزانچی کو شریعت بدلنے کی اجازت دیتی ہے اگر دیتی ہے اور اہل محلہ نہ بدلے اور خاموش رہے تو ان لوگوں پر شریعت کا کیا حکم ہے؟

(۳) کیا اہلسنت کے لوگ اس دیوبندی سے میل جول سلام ودعا کر سکتے ہیں کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اس کا عقیدہ اس کے ساتھ ہمارا عقیدہ ہمارے ساتھ ہے؟

الجواب: (۱) دیوبندی وہابی کو مسجد کا خزانچی بنانا ہرگز جائز نہیں جن لوگوں نے ایسے شخص کو خزانچی بنا کر مسجد کا انتظام اس کے سپرد کر دیا وہ لوگ سخت گنہگار ہیں۔

(۲) مذکورہ خزانچی کو بدلنے کی شریعت صرف اجازت ہی نہیں دیتی ہے بلکہ ضروری قرار دیتی ہے اگر اہل محلہ خاموش رہیں گے اور اس بد مذہب کو خزانچی کے عہدہ سے ہٹا کر مسجد کی انتظامیہ کمیٹی سے الگ نہیں کر دیں گے تو سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہوں گے۔

(۳) دیوبندی وہابی اپنے عقائد کفریہ مندرجہ حفظ الایمان ص۸ تحذیر الناس ص۳، ۱۴، ۲۸ اور براہین قاطعہ ص۵۱ کی بنا پر بمطابق فتویٰ حسام الحرمین کافر و مرتد ہیں ان سے میل جول رکھنا اور ان سے سلام و کلام کرنا ہرگز جائز نہیں حدیث شریف میں ہے ایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم اپنے کو ان سے دور رکھو اور ان کو اپنے سے دور رکھو کہ وہ تم کو گمراہ نہ کر دیں اور تم کو فتنہ میں نہ ڈال دیں جو لوگ کہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شیدائی و فدائی ہیں اور انبیائے کرام و اولیاء عظام سے محبت رکھنے والے ہیں وہ کبھی ان کے دشمنوں سے میل و محبت نہیں رکھیں گے جو لوگ کہتے ہیں کہ ان کا عقیدہ ان کے ساتھ اور ہمارا عقیدہ ہمارے ساتھ وہ گمراہ نہیں تو جاہل ہیں اور جاہل نہیں تو گمراہ ہیں خدائے تعالیٰ ہدایت دے۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: مسئولہ مولوی عبدالحکیم بھاؤپور ضلع بستی

(۱) عالم دین جو باعمل ہے وہ اللہ کا ولی ہے یا نہیں؟

(۲) زید سنی عالم دین کو برا کہتا ہے اس کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب: (۱) عالم باعمل بیشک اللہ کا ولی ہے۔ تفسیر صاوی جلد دوم ص۱۸۲ میں ہے کہ حضرت امام اعظم اور حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا اذا لم تکن العلماء اولیاء اللہ فلیس للہ ولی وذلک فی العالم العامل بعلمہ یعنی جبکہ علماء اولیاء اللہ نہیں تو پھر کوئی اللہ کا ولی نہیں اور یہ اس عالم کے بارے میں ہے جو اپنے علم پر عمل کرتا ہو۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

(۲) اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ اگر عالم دین کو اس لئے برا کہتا ہے کہ وہ عالم ہے جب تو صریح کفر ہے اور اگر بوجہ علم اس کی تعظیم فرض جانتا ہے مگر اپنی کسی دنیوی خصومت کے باعث برا کہتا ہے گالی دیتا ہے تو سخت فاسق و فاجر ہے اور اگر بے سبب رنج رکھتا ہے تو مریض القلب خبیث الباطن ہے اور اس کے کفر کا اندیشہ ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ص۱۴۰ ج۱۰) وھو اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ

محمد یعقوب ساکن جمنی، پوسٹ تلولی ضلع بستی

(۱) کیا ختنہ کے موقع پر دعوت کھلائی جا سکتی ہے اگر ہاں تو کس دلیل سے اگر نہیں تو کیوں؟ (۲) شریعت نے کن کن مواقعات پر دعوت کھلانے کی اجازت دی ہے، اور کون کون سی دعوتیں حدیث سے ثابت ہیں؟

الجواب

(۱) ختنہ شعائرِ اسلام میں سے ہے کہ مسلم اور کافر میں اس سے امتیاز ہوتا ہے اس لئے عرف عام میں اسے مسلمانی بھی کہتے ہیں تو اس شعار اسلام کے حصول کی خوشی میں مسلمانوں کی دعوت کرنا جائز و مباح ہے۔ اور مباح شریعت کی جانب سے مطلوب نہیں ہوتا بلکہ بندہ کو کرنے نہ کرنے کا اختیار ہوتا ہے اگر نہ کرے تو کوئی گناہ نہیں اور کرے تو کوئی مضائقہ نہیں بلکہ حدیث شریف میں ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ان احب الاعمال الی اللہ تعالیٰ بعد الفرائض ادخال السرور علی اخیک المسلم۔ یعنی بیشک اللہ تعالیٰ کے نزدیک فرضوں کے بعد سب اعمال سے زیادہ محبوب مسلمان کا خوش کرنا ہے۔ اور دوسری حدیث میں رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں ان من موجبات المغفرۃ ادخال السرور علی اخیک المسلم یعنی تمہارا اپنے بھائی مسلمان کو خوش کرنا مغفرت کے موجبات سے ہے رواھما الطبرانی فی المعجم الکبیر والاوسط الاول عن عبد اللہ بن عباس والثانی عن الحسن المجتبیٰ بن علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنھم۔ لہٰذا اگر مسلمان بھائیوں کو خوش کرنے کی نیت سے انہیں ختنہ کے موقع پر کھلائے تو ثواب کا بھی مستحق ہوگا کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما الاعمال بالنیات۔ اور رد المحتار جلد پنجم مطبوعہ دیوبند ص ۲۲۱ میں بنایہ سے ہے اجابۃ الدعوۃ سنۃ ولیمۃ او غیرھا۔ یعنی ولیمہ ہو یا غیر ولیمہ دعوت کا قبول کرنا سنت ہے۔ معلوم ہوا ولیمہ کے علاوہ دوسری دعوتوں کا کرنا جائز ہے کہ اگر جائز نہ ہوتا تو اس کا قبول کرنا سنت نہ ہوتا۔ اور فتاویٰ عالمگیری جلد پنجم مطبوعہ مصر ص ۳۰۱ میں ہے لا ینبغی التخلف عن اجابۃ الدعوۃ العامۃ کدعوۃ العرس والختان ونحوھما کذا فی الخلاصۃ۔ یعنی شادی ختنہ کی دعوت اور ان کے علاوہ دوسری تمام دعوتوں کے قبول کرنے سے انکار کرنا مناسب نہیں ایسا ہی خلاصہ میں ہے۔ ثابت ہوا کہ ختنہ وغیرہ کے موقع پر عام دعوتیں کرنا جائز ہے کہ اگر اس قسم کی دعوتیں جائز نہ ہوتیں تو ان سے انکار نامناسب نہ ہوتا۔ اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے یعنی جس چیز کی ممانعت شریعت سے ثابت ہو اور اس کی برائی پر دلیل شرعی ناطق ہو صرف وہی ممنوع و مذموم ہے باقی سب چیزیں جائز و مباح ہیں۔ خواہ ان کے جواز کا ذکر قرآن و حدیث میں منصوص ہو یا ان کا کچھ ذکر ہی نہ آیا ہو جیسے کہ مسجد میں محراب و مینار بنانا اور حدیث و فقہ کی تدوین وغیرہ۔ لہٰذا جو شخص کسی فعل کو ناجائز، حرام یا مکروہ کہے اس پر لازم ہوتا ہے کہ

اپنے دعویٰ پر دلیل قائم کرے اور جو شخص جائز و مباح کہے اسے دلیل قائم کرنے کی ضرورت نہیں کہ ممانعت پر دلیل شرعی نہ ہونا ہی جواز کی دلیل کے لئے کافی ہے۔ جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ اور مستدرک حاکم میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں الحلال ما احل اللہ فی کتابہ والحرام ماحرم اللہ فی کتابہ وماسکت عنہ فھو مما عفا عنہ۔ یعنی حلال وہ ہے جو خدائے تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حلال فرمایا اور حرام وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حرام فرمایا اور جس کا کچھ ذکر نہ فرمایا وہ اللہ کی طرف سے معاف ہے یعنی اس کے فعل پر کچھ مواخذہ نہیں۔ امام المحدثین حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث کے تحت ارشاد فرماتے ہیں۔ فیہ ان الاصل فی الاشیاء الاباحۃ۔ یعنی اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے اور حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں "ایں دلیل ست برآنکہ اصل در اشیاء اباحت است" اور امام عارف باللہ سیدی عبد الغنی نابلسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں لیس الاحتیاط فی الافتراء علی اللہ تعالیٰ باثبات الحرمۃ او الکراھۃ الذین لابد لھما من دلیل بل فی الاباحۃ التی ھی الاصل۔ ترجمہ۔ یہ احتیاط نہیں ہے کہ کسی چیز کو حرام یا مکروہ کہہ کر خدائے تعالیٰ پر افترا کیا جائے کہ حرمت و کراہت کے لئے دلیل درکار ہے بلکہ احتیاط اس میں ہے کہ اباحت مانی جائے اس لئے کہ اصل وہی ہے۔

(۲) میت کے تیجہ وغیرہ میں شادی بیاہ کی طرح دعوت ناجائز اور بدعت قبیحہ ہے جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری جلد اول مطبوعہ مصر ص۱۵۷ میں ہے لایباح اتخاذ الضیافۃ عند ثلثۃ ایام کذا فی التتارخانیۃ۔ اور رد المحتار جلد اول ص۶۲۹ اور فتح القدیر جلد دوم ص۱۰۲ میں ہے ویکرہ اتخاذ الضیافۃ من الطعام من اھل المیت لانہ شرع فی السرور لا فی الشرور وھی بدعۃ مستقبحۃ۔ اور جن دعوتوں کو منع نہیں کیا گیا ہے ان دعوتوں کو شریعت کی طرف سے کھلانے کی اجازت ہے کما عرف فی الجواب الاول۔ دعوت ولیمہ حدیث شریف سے ثابت ہے جو سنت ہے وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۸ ر صفر المظفر ۱۴۰۲ھ

مسئلہ از محمد نصر اللہ گورکھپوری صدر المدرسین دار العلوم امجدیہ قصبہ سنڈیلہ ہردوئی

زید کہتا ہے کہ بدمذہبوں اور مرتدوں کا مذہبی بائیکاٹ کرنے کا جو حکم دیا جاتا ہے اور ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے سے جو منع کیا جاتا ہے یہ بداخلاقی ہے۔ ایسا نہیں ہونا چاہیئے۔ تو اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب زید یا تو خود بدمذہب ہے اور یا تو جاہل۔ اس لئے کہ اللہ و رسول جل جلالہ

وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دشمنوں بدمذہبوں اور مرتدوں کا مذہبی بائیکاٹ کرنا، ان سے دور رہنا، ان کے یہاں شادی بیاہ نہ کرنا اور ان کے ساتھ سختی سے پیش آنا بداخلاقی نہیں ہے بلکہ خلق عظیم سے ہے کہ خداوند قدوس اور اس کے پیارے مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہم کو یہی حکم فرمایا ہے اور ہمارے بزرگوں نے ہم کو یہی سبق دیا ہے کہ بدمذہبوں اور مرتدوں سے دور رہو۔ ان کے یہاں شادی بیاہ کرنا تو بڑی بات ہے ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا بھی گوارا نہ کرو جیسا کہ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے واما ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظّٰلمین۔ یعنی اور اگر شیطان تم کو بھلا دے تو یاد آنے کے بعد ظالم قوموں کے پاس نہ بیٹھو (پ۷ ع ۱۴) اور خدائے عزوجل ارشاد فرماتا ہے ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار۔ اور ظالموں کی طرف مائل نہ ہو کہ تمہیں (جہنم کی) آگ چھوئے گی (پ۱۲ ع ۱۰) اور بدمذہبوں کے بارے میں نبی کریم صاحب خلق عظیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں ایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم۔ یعنی ان سے دور رہو اور انہیں اپنے سے دور رکھو کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں۔ کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں (مسلم شریف) اور سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں اذا رائیتم صاحب بدعۃ فاکفھروا فی وجھہ فان اللہ یبغض کل مبتدع۔ یعنی جب تم کسی بدمذہب کو دیکھو تو اس کے سامنے ترشروئی سے پیش آؤ۔ اس لئے کہ خدائے تعالیٰ ہر بدمذہب کو دشمن رکھتا ہے (ابن عساکر) اور امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ حبیب خود را علیہ الصلوٰۃ والتحیہ می فرماید واغلظ علیہم پس پیغمبر خود را کہ موصوف بخلق عظیم ست در غلظت برایشاں امر فرمود۔ معلوم شد کہ غلظت بایشاں داخل خلق عظیم ست۔ در رنگ سگاں ایشاں را دور باید داشت۔ دوستی والفت یا دشمنانِ خدا منجر بدشمنی خدائے عزوجل و دشمنی پیغمبر او علیہ الصلوٰۃ والسلام می شود۔ شخصے گمان می کند کہ او از اہل اسلام ست وتصدیق ایمان باللہ ورسولہٖ دارد۔ ا نمی داند کہ ایں قسم اعمال شنیعہ دولت اسلام او را پاک وصاف می برد نعوذ باللہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے حبیب لبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ارشاد فرمایا کفر والوں پر سختی کرو۔ تو رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو کہ خلق عظیم سے موصوف ہیں ان کو سختی کرنے کا حکم فرمانے سے معلوم ہوا کہ کفر والوں کے ساتھ شدت سے پیش آنا خلق عظیم میں داخل ہے۔ خدا کے دشمنوں کو کتے کی طرح دور رکھا جائے۔ ان کے ساتھ دوستی ومحبت اللہ ورسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دشمنی تک پہونچا دیتی ہے (کلمہ ونماز کے سبب) آدمی گمان کرتا ہے کہ وہ مسلمان ہے اللہ ورسول پر ایمان رکھتا ہے (اس لئے ان سے دوستی اور رشتہ کرتا ہے) لیکن وہ یہ نہیں جانتا کہ اس طرح کی بیہودہ حرکتیں اس کے اسلام کو برباد کردیتی ہیں (مکتوب ۱۶۳) اور اعلیٰحضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان ارشاد فرماتے ہیں کہ امیر المومنین عمر فاروق اعظم

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد اقدس نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں نماز مغرب کے بعد کسی مسافر کو بھوکا پایا۔ اپنے ساتھ کاشانۂ اقدس خلافت میں لے آئے۔ اس کے لئے کھانا منگایا۔ جب وہ کھانا کھانے بیٹھا کوئی بات بد مذہبی کی اس سے ظاہر ہوئی۔ فوراً حکم ہوا کھانا اٹھالیا جائے اور اسے باہر نکال دیا جائے۔ سامنے سے کھانا اٹھوالیا اور اسے نکلوا دیا (الملفوظ جلد اوّل ص۹۴) بدمذہبوں اور مرتدوں سے دور رہنے اور ان کو اپنے سے دور رکھنے کا حکم اس لئے ہے کہ ان سے میل جول رکھنے اور ان کے پاس اٹھنے بیٹھنے پر کفر کا قوی اندیشہ ہے امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شرح الصدور میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک شخص رافضیوں کے پاس بیٹھا کرتا تھا اس کے مرتے وقت لوگوں نے اسے کلمۂ طیبہ کی تلقین کی اس نے کہا نہیں کہا جاتا۔ پوچھا کیوں؟ کہا یہ دو شخص کھڑے ہیں۔ یہ کہتے ہیں تو ان کے پاس بیٹھا کرتا تھا جو ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو برا کہتے تھے اب چاہتا ہے کہ کلمہ پڑھ کر اٹھے نہ پڑھنے دیں گے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ جب صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے برا کہنے والوں کے پاس بیٹھنے والوں کی یہ حالت ہے تو جو لوگ اللہ جل وعلیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو برا کہتے ہیں، ان کی تنقیص شان کرتے ہیں اور انھیں طرح طرح کے عیب لگاتے ہیں ان کے پاس بیٹھنے والوں کو کلمہ نصیب ہونا اور بھی دشوار ہے (فتاویٰ رضویہ جلد دہم نصف آخر ص۲۱۱) وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سید المرسلین صلوٰۃ اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ

ابوالکلام احمد۔ کسم کھور۔ ضلع فرخ آباد

شرعی باندی کس کو کہتے ہیں؟ اور عرب میں ابھی بھی اس قسم کی باندی پائی جاتی ہے یا نہیں؟

الجواب

شرعی باندی اس مملوکہ عورت کو کہتے ہیں جس سے مالک کا نکاح کرنا جائز نہیں اور ہمبستری کرنا جائز ہے۔ اس قسم کی باندی ہر دارالاسلام میں پائی جاسکتی ہے اس کے لئے ملک عرب خاص نہیں در مختار میں ہے دخل دارھم مسلم بامان ثم اشتریٰ من احدھم ابنہ ثم اخرجہ الیٰ دارنا قھرا ملکہ وھل یملکہ فی دارھم خلاف والصحیح لا۔ یعنی مسلمان دار الحرب میں پناہ لیکر گیا پھر وہاں کسی کافر کا بچہ اس سے خرید کر زبردستی دارالاسلام میں لے آیا تو اس کا مالک ہو جائے گا۔ اور دار الحرب میں بھی اس کا مالک ہوگا یا نہیں اس میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ نہ ہوگا۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۰ر صفر المظفر ۱۴۰۲ھ

مسئلہ از محمد نور اللہ قادری ۔ مقام پریوا ناڑ، پوسٹ اہرولی بازار ضلع دیوریا

زید تعزیہ کی جگہ پر مسجد کا نقشہ اور اس پر براق کا نقشہ بنا رہا ہے اور اس کا اعلان ہے کہ میرا یہ مسجد کا نقشہ اور اس پر براق کا نقشہ بنانا قطعاً جائز اور کار ثواب ہے ۔ اور زید یہ کہہ کر ادھر بہت سے لوگوں کو گمراہ کر رہا ہے ۔ لہٰذا حضور مفتی صاحب قبلہ فوراً مدلل اور مفصل حوالے کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں ۔ اور نیز شریعت کے اعتبار سے زید پر کیا سزا عائد ہوتی ہے جواب عنایت فرمائیں ۔

الجواب براق کہ جس کا چہرہ عورت جیسا ہوتا ہے اس تصویر کا بنانا حرام اور ناجائز ہے اور زید کا یہ کہنا کہ قطعاً جائز ہے شریعت پر افترا و بہتان ہے اسے اپنے اس کام سے باز آجانا اور توبہ و استغفار کرنا لازم ہے

وھو تعالیٰ و رسولہ الاعلیٰ اعلم بالصواب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۱۵ ر صفر المظفر ۱۴۰۲ھ

مسئلہ از سید اعجاز احمد قادری تاڑپتری ۔ اننت پور (آندھرا پردیش)

یہاں استاذ لوگ ماہ صفر کے آخری چہار شنبہ کو چند مصرعے بچوں سے پڑھوا کر عیدی وصول کرتے ہیں وہ مصرعے یہ ہیں ۔

آخر چہار شنبہ ماہ صفر میں آیا ٭ ہر مومنوں کے دل میں فرحت کا گل کھلایا

استاذ کی محنت ہم کو علم دیں سکھایا ٭ دریافت طلب یہ امر ہے کہ کیا واقعی ماہ صفر کا آخری چہار شنبہ عید اور خوشی کا دن ہے ؟

الجواب ماہ صفر کا آخری چہار شنبہ عید اور خوشی کا دن نہیں ہے ۔ اور عوام میں جو مشہور ہے وہ بے اصل ہے جیسا کہ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ ماہ صفر کا آخری چہار شنبہ ہندوستان میں بہت منایا جاتا ہے لوگ اپنے کاروبار بند کر دیتے ہیں سیر و تفریح و شکار کو جاتے ہیں پوریاں پکتی ہیں اور نہاتے دھوتے خوشیاں مناتے ہیں اور کہتے یہ ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس روز غسل صحت فرمایا تھا اور بیرون مدینہ طیبہ سیر کے لئے تشریف لے گئے تھے یہ سب باتیں بے اصل ہیں بلکہ ان دنوں میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مرض شدت کے ساتھ تھا وہ باتیں خلاف واقع ہیں (بہار شریعت حصہ ۱۶ ص ۲۸۵) وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب ۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۱۵ ر صفر المظفر ۱۴۰۲ھ

مسئلہ از شکیل احمد قادری نوری دواخانہ باری مسجد جگتدل ضلع چوبیس ۲۴ پرگنہ

موجودہ وقت میں نوکرانی کا درجہ پہلے کی لونڈی کے برابر ہے یا نہیں؟ لونڈی و نوکرانی میں کیا فرق ہے؟

الجواب نوکرانی کا درجہ لونڈی کی طرح نہیں ہے دونوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ لونڈی کی خرید و فروخت جائز ہے اور نوکرانی کا خریدنا بیچنا جائز نہیں اس لئے کہ لونڈی مال ہے اور نوکرانی مال نہیں اور لونڈی سے مالک کا نکاح کرنا جائز نہیں نوکرانی سے جائز ہے۔ اور لونڈی سے ہمبستری جائز ہے مگر نوکرانی سے بلا نکاح ہمبستری جائز نہیں کما صرح فی الکتب الفقہیۃ۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۶ر صفر المظفر ۱۴۰۲ھ

مسئلہ از محمد اشرفی نوادہ مبارک پور۔ ضلع اعظم گڈھ

امام زین العابدین جن کو عابد بیمار اور سید سجاد بھی کہتے ہیں۔ ان کا اصلی نام مبارک کیا ہے؟

الجواب حضرت سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اصلی نام مبارک علی ہے ان کی کنیت ابوالحسن ہے اسی طرح صاحب مشکوٰۃ شیخ ولی الدین ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ خطیب تبریزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اکمال فی اسماء الرجال میں تحریر فرمایا ہے۔ اور حضرت صدرالافاضل مولانا محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی علیہ الرحمۃ والرضوان نے سوانح کربلا میں ان کو علی اوسط تحریر فرمایا ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۷ر ربیع الاول ۱۴۰۳ھ

مسئلہ از محمد محبوب حسن ساکن محمد پور۔ ضلع غازی پور

تعزیہ داری شعائراللہ میں سے ہے یا نہیں؟ جب کہ کوہِ مروہ شعائراللہ میں سے ہے۔

الجواب ہندوستان کی مروجہ تعزیہ داری کہ جس میں طرح طرح کے بیہودہ کھیل تماشے ہوتے ہیں اور مردوں عورتوں کا راتوں کو میل اور باجے تاشے ہوتے ہیں۔ مایۂ بدعات اور ناجائز و حرام ہے ھٰکذا قال الشاہ عبدالعزیز المحدث الدہلوی والامام احمد رضا البریلوی رضی عنھما ربہ القوی البتہ اس قدر جائز ہے کہ شہید کربلا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روضۂ مبارکہ کی صحیح نقل تبرک اور زیارت کے لئے رکھیں مگر آج کل اس نقل میں بھی اولاد کے مبتلائے بدعات ہونے کا اندیشہ ہے اس لئے بہتر یہ ہے کہ صرف

کاغذکے صحیح نقشے پر قناعت کریں جس طرح کی کعبۂ مکہ معظمہ اور روضۂ عالیہ کے نقشے رکھے جاتے ہیں۔ اور شعائراللہ وہ چیزیں ہیں کہ جن کے ذریعہ قرب الٰہی حاصل کیا جائے جیسے صفا مروہ، نماز دعا اور ذبیحہ وغیرہ جیسا کہ تفسیر جمل میں ہے المراد بالشعائر المواضع التی یقام فیھا الدین اور تفسیر خازن ومعالم التنزیل میں آیت کریمہ ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ کی تفسیر میں ہے کل ما کان معلما للقربان یتقرب بہ الی اللہ تعالیٰ من صلاۃ ودعاء وذبیحۃ فھو شعیرۃ من شعائر اللہ اور تعزیہ پر یہ تعریف صادق نہیں آتی اس لئے وہ شعائراللہ میں سے نہیں ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۱۹ ربیع الاول ۱۴۰۳ھ

مسئلہ از ملاجی محمد حسین ادجھا گنج ضلع بستی

آج کل مسلمانوں میں بہت سی برائیاں پیدا ہو گئی ہیں۔ مثلاً کوئی شراب پیتا ہے، کوئی جوا کھیلتا ہے، کوئی دوسرے کی عورت بھگا کر لاتا ہے اور حرام کاری کرتا ہے، کوئی اپنی بیوی کو تین طلاق دے کر بغیر حلالہ رکھ لیتا ہے، کوئی بدمذہبوں اور مرتدوں کے یہاں شادی بیاہ کرتا ہے، کوئی مسلمانوں سے سود لیتا ہے، کوئی دوسرے کو ستاتا ہے اور کوئی کسی کی جائداد ہڑپ کر لیتا ہے اور مسلمان ماہ رمضان کے دنوں میں بلا عذر علانیہ کھاتے پیتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اور محلہ یا گاؤں میں جو کہ با اثر ہیں وہ یہ سوچ کر خاموش رہتے ہیں کہ جو لوگ برائیاں کر رہے ہیں اور گناہوں میں مبتلا ہیں وہ خدائے تعالیٰ کے یہاں جواب دیں گے۔ ہم سے کیا غرض؟ بلکہ بعض لوگ تو برائی روکنے والے کی مخالفت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ سے کیا مطلب؟ جو جیسا کرے گا ویسا بھرے گا۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ لوگوں کو برائیوں سے روکنا کیسا ہے؟ اور قدرت کے باوجود اگر نہ روکیں تو کیا حکم ہے؟

الجواب مسلمانوں پر واجب ہے کہ سب متحد ہو کر لوگوں کو ہر قسم کی برائیوں اور گناہوں سے روکیں۔ اگر قدرت کے باوجود نہیں روکیں گے تو سب گنہگار ہوں گے اور ان پر عذاب نازل ہوگا جیسا کہ ابن عدی کندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ان اللہ لایعذب العامۃ بعمل الخاصۃ حتی یروا المنکر بین ظھرانیھم وھم قادرون ان ینکروہ فلا ینکروہ فاذا فعلوا ذلک عذب اللہ العامۃ والخاصۃ۔ یعنی اللہ تعالیٰ سب لوگوں کو بعض لوگوں کے عمل کے سبب عذاب نہیں دیتا مگر جب کہ وہ اپنے درمیان برے کام ہوتے ہوئے دیکھیں اور اسے روکنے کی طاقت رکھتے ہوئے نہ روکیں اگر انہوں نے ایسا کیا تو خدائے تعالیٰ عام اور خاص سب کو عذاب دے گا (مشکوٰۃ شریف ص۴۳۸) یعنی اگر کچھ لوگ کوئی گناہ

کریں۔ تو اس کے سبب خدائے تعالیٰ دوسروں پر عذاب نہیں فرماتا لیکن برائی دیکھ کر چپ رہنا اور اسے نہ مٹانا ایسا گناہ ہے کہ اس کے سبب برائی کرنے والے اور چپ رہنے والے دونوں پر عذاب نازل فرماتا ہے۔ برائی کرنے والے پر برائی کے سبب اور چپ رہنے والوں پر چپ رہنے کے سبب۔ اور ترمذی شریف میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا والذی نفسی بیدہ لتامرن بالمعروف ولتنھون عن المنکر او لیوشکن اللہ ان یبعث علیکم عذابا من عندہ ثم لتدعنہ ولا یستجاب لکم یعنی قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے تم ضرور اچھی باتوں کا حکم کرنا اور برے کاموں سے منع کرتے رہنا۔ ورنہ عنقریب اللہ تعالیٰ تم پر اپنے پاس سے عذاب بھیج دے گا۔ پھر تم اس سے دعا کروگے تو تمہاری دعا قبول نہیں کی جائے گی (مشکوٰۃ شریف ص۴۳۶) حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث شریف کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں۔ یعنی عذابہا وبلاہائے دیگر بدعا احتمال دفع دارند۔ اما عذابے کہ بر ترک امر معروف ونہی منکر نازل می گردد احتمال رفع نہ دارد ودعا در آں مستجاب نہ بود۔ یعنی دوسرے عذاب اور مصیبتیں دعا سے دور ہو سکتی ہیں لیکن اچھی بات کا حکم دینا اور بری بات سے روکنا چھوڑ دینے کے سبب جو عذاب نازل ہوگا وہ دور نہیں ہوگا اور دعا اس کے بارے میں قبول نہ ہوگی (اشعۃ اللمعات ج۴ ص۱۷۵) اور ترمذی وابن ماجہ کی حدیث ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ کو فرماتے ہوئے سنا ان الناس اذا رأوا منکرا فلم یغیروہ یوشک ان یعمہم اللہ بعقابہ۔ یعنی لوگ جب کوئی برا کام دیکھیں اور اس کو نہ مٹائیں تو عنقریب خدائے تعالیٰ ان سب کو اپنے عذاب میں مبتلا کرے گا (مشکوٰۃ شریف ص۴۳۶) اور ابوداؤد وابن ماجہ کی حدیث ہے۔ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو فرماتے ہوئے سنا۔ ما من رجل یکون فی قوم یعمل فیہم بالمعاصی یقدرون علیٰ ان یغیروا علیہ ولا یغیرون الا اصابہم اللہ منہ بعقاب قبل ان یموتوا۔ یعنی کسی قوم کا کوئی آدمی ان کے درمیان گناہ کرتا ہو اور وہ اسے روکنے کی طاقت رکھتے ہوں مگر نہ روکیں تو خدائے تعالیٰ ان سب پر عذاب بھیجے گا اس سے پہلے کہ وہ مریں (مشکوٰۃ شریف ص۴۳۷) حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری علیہ الرحمۃ والرضوان اس حدیث شریف کے تحت لکھتے ہیں۔ ازیں جا معلوم می شود کہ بہ ترک دادن امر معروف ونہی منکر عذاب در دنیا ہم برسد وعذاب آخرت باقی ست بخلاف گناہان دیگر کہ عقاب برآں در دنیا لازم نیست۔ یعنی اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ اچھی بات کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کو چھوڑ دینے کے سبب دنیا میں بھی عذاب ہوگا اور آخرت میں بھی۔ بخلاف دوسرے گناہوں کے کہ

دنیا میں ان پر عذاب لازم نہیں (اشعۃ اللمعات ج ۴ ص۱۷۷) اور بیہقی شریف میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اوحی اللہ عزوجل الی جبرئیل علیہ السلام ان اقلب مدینۃ کذا وکذا باھلھا فقال یارب ان فیھم عبدک فلانا لم یعصک طرفۃ عین قال فقال اقلبھا علیہ وعلیھم فان وجھہ لم یتمعر فی ساعۃ قط۔ یعنی خدائے تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ فلاں شہر کو جو ایسا اور ایسا ہے۔ اس کے باشندوں سمیت الٹ دو۔ جبریل علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے پروردگار! اس باشندوں میں تیرا فلاں بندہ بھی ہے جس نے ایک لمحہ بھی تیری نافرمانی نہیں کی ہے تو خدائے تعالیٰ نے فرمایا میں پھر حکم دیتا ہوں کہ اس پر اور کل باشندوں پر شہر کو الٹ دو اس لئے کہ اس کا چہرہ گناہوں کو دیکھ کر میری خوشنودی کے لئے ایک لمحہ بھی متغیر نہیں ہوا۔ (مشکوٰۃ شریف ص۴۳۹) حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس حدیث شریف کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں۔ ایں گناہ عظیم ست ولہذا تقدیم کرد علیہ را بر علیہم۔ یعنی گناہوں کو دیکھ کر خدائے تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے چہرہ کا رنگ نہ بدلنا بہت بڑا گناہ ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے علیہ کو علیہم پر مقدم کیا یعنی اس نیک بندے پر عذاب دینے کا حکم پہلے فرمایا اور گناہ کرنے والوں پر عذاب دینے کا حکم بعد میں (اشعۃ اللمعات ج ۴ ص۱۸۳) وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ

از غلام جیلانی بحر العلوم خلیل آباد بستی

کیا عزازیل معلم الملکوت تھا؟

الجواب

بیشک عزازیل معلم الملکوت تھا کہ بیس ہزار برس تک وہ فرشتوں کا واعظ رہا جیسا کہ تفسیر جمل جلد اول ص۴۱ میں ہے۔ قال کعب الاحبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان ابلیس اللعین کان خازن الجنۃ اربعین الف سنۃ ومع الملئکۃ ثمانین الف سنۃ وواعظ الملئکۃ عشرین الف سنۃ۔ وھو تعالیٰ سبحانہ اعلم بالصواب۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۶؍ صفر المظفر ۱۴۰۳ھ

مسئلہ

از محمد ضامن علی قادری مقام و پوسٹ بھمی پور بازار ضلع گورکھپور

زید کہتا ہے کہ استنجے کے پانی سے وضو جائز ہے لیکن اس کا پینا جائز نہیں اور بکر کہتا ہے کہ جب اس سے وضو جائز ہے تو اس کا پینا بھی جائز ہے اس لئے کہ استنجے کا پانی پاک ہے اور پاک کرنے والا ہے تو اس کا پینا بلاشبہ جائز ہے

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کون حق ہے اور کون ناحق ؟

الجواب استنجا کا بچا ہوا پانی پینا جائز ہے۔ بکر کا قول صحیح ہے اور زید کا قول غلط ہے۔ وھو تعالیٰ و رسولہ الاعلیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۷ ربیع الآخر ۱۴۰۲ھ

مسئلہ از عبد الحمید خاں معرفت محمد مشتاق احمد صدیقی ۹۷/۲۵۴ مسجد محمد حسین ٹھیکیدار طلاق محل کانپور

زید کا کہنا ہے کہ سر منڈانا گناہ نہیں مگر حضور نے وہابیوں کی نشانی بتائی ہے۔ کیا زید کا یہ قول صحیح ہے؟ اور کیا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کوئی حدیث شریف ہے کہ سر منڈانے والے کو وہابی سمجھا جائے؟ اور حج میں جانے والے سنی صحیح العقیدہ کو سر منڈانے سے منع کیا جائے تاکہ وہابیوں کی مشابہت نہ ہو؟

الجواب بیشک حضور سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک گمراہ فرقے کی بہت سی علامتیں اور نشانیاں بیان فرمائی ہیں۔ جو وہابیوں میں پائی جاتی ہیں اور ان میں ایک علامت بال کا منڈانا بھی ہے جیسا کہ ابو داؤد شریف میں حضرت ابو سعید خدری اور انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سیکون فی امتی اختلاف وفرقۃ قوم یحسنون القیل ویسیئون الفعل یقرؤن القرآن لا یجاوز تراقیھم یمرقون من الدین مروق السھم من الرمیۃ لا یرجعون حتی یرتد السھم علی فوقہ ھم شر الخلق والخلیقۃ طوبیٰ لمن قتلھم وقتلوہ یدعون الی کتاب اللہ ولیسوا منا فی شئی من قاتلھم کان اولیٰ باللہ منھم قالوا یا رسول اللہ ما سیماھم قال التحلیق۔ یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت میں اختلاف و افتراق مقدر ہو چکا ہے۔ ان میں ایک گروہ ایسا ہوگا جس کی باتیں بظاہر اچھی ہوں گی لیکن اس کا عمل گمراہ کن اور خراب ہوگا وہ قرآن پڑھیں گے لیکن قرآن ان کی حلق کے نیچے نہیں اترے گا وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے پھر وہ دین کی طرف واپس نہیں لوٹیں گے یہاں تک کہ تیر اپنے کمان کی طرف لوٹ آئے۔ وہ اپنی طبیعت کے لحاظ سے بدترین مخلوق ہوں گے وہ لوگوں کو قرآن اور دین کی طرف بلائیں گے حالانکہ دین سے ان کا کچھ بھی تعلق نہیں ہوگا۔ جو ان سے لڑائی کرے گا وہ خدائے تعالیٰ کا مقرب ترین بندہ ہوگا۔ صحابہ نے عرض کیا ان کی خاص پہچان کیا ہوگی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! فرمایا سر منڈانا (مشکوٰۃ شریف ص۳۰۸) اسی طرح نسائی شریف میں حضرت ابن شہاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ یقرؤن القرآن لا یجاوز تراقیھم یمرقون من الاسلام کما یمرق السھم من الرمیۃ سیماھم التحلیق

یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ لوگ قرآن پڑھیں گے لیکن قرآن ان کے حلق کے نیچے نہیں اترے گا وہ اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے ان کی خاص پہچان سر منڈانا ہے (مشکوٰۃ شریف ص۳۰۹) لیکن سر منڈانے والے کو وہابی سمجھنا اور حج بیت اللہ کے لئے جانے والوں کو سر منڈانے سے منع کرنا سخت ترین جہالت ہے اس لئے کہ بخاری اور مسلم میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے حجۃ الوداع میں اپنا سر منڈایا۔ (مشکوٰۃ شریف ص۲۳۲) اور مسلم شریف میں حضرت یحیٰی بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حجۃ الوداع میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سر منڈانے والوں کے لئے تین مرتبہ دعا کرتے ہوئے سنا اور بال ترشوانے والوں کے لئے صرف ایک مرتبہ (مشکوٰۃ شریف ص۲۳۲) معلوم ہوا کہ گمراہ فرقے کی علامت ہونے کے سبب سر منڈانا برا نہیں ہے۔ جیسے کہ ایک حدیث شریف میں بہت نماز اور روزہ بھی ان کی علامت ہونا بیان کیا گیا ہے۔ مگر نماز روزہ برا نہیں۔ اس لئے کہ بہت سے نبیت اور گمراہ اپنی خباثت اور گمراہی کو پھیلانے کے لئے صالحین اور بزرگان دین کی خصلتوں کو اختیار کر لیتے ہیں۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد چہارم ص۵۳ میں ہے۔ علامتھم التحلیق وھو استیصال الشعر والمبالغۃ فی الحلق۔ وھو لا یدل علی ان الحلق مذموم فان الشیم والحلی المحمودۃ قد یتزیا بھا الخبیث ترویجا لخبثہ وافسادہ علی الناس وھو کوصفھم بالصلوٰۃ والقیام اھ ملتقطا۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۱۸ ربیع الآخر ۱۴۰۲ھ

مسئلہ از ملک جیش محمد موضع تتری پوسٹ بیر پور بستی۔

زید نے ایک چمار کی لڑکی سے ناجائز تعلق کر لیا بعدہٗ گاؤں سے بھگا کر بگھنی گاؤں میں لے گیا وہاں سے نیپال کے کسی مولوی نے مسلمان بنا کر نکاح کر دیا۔ تقریباً ڈیڑھ سال بعد پھر اپنے گاؤں واپس آیا۔ دو مہینہ اس کے ساتھ رہ کر پھر اپنے بھائی کے گھر چلی گئی۔ بعدہٗ دوسرے چمار کے یہاں چلی گئی۔ اب زید ایک مسلم عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو اس کے لئے عند الشرع کیا حکم ہے؟

الجواب زید سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہے اگر حکومت اسلامیہ ہوتی تو اس کو بہت کڑی سزا دی جاتی موجودہ صورت میں علانیہ توبہ واستغفار کرانے کے بعد اس کا نکاح مسلم عورت سے کر دیا جائے۔ اور اس کو پابندی نماز کی تاکید کی جائے۔ اور قرآن خوانی میلاد شریف کرنے غربا و مساکین کو کھانا کھلانے اور مسجد میں لوٹا وغیرہ رکھنے کی تلقین کی جائے کہ اعمال صالحہ قبول توبہ میں معاون ہوتے ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ

ومن تاب وعمل صالحا فانہ یتوب الی اللہ متابا (پ ۱۹ ع ۱۴) وھو سبحانہ اعلم بالصواب ۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۴ رصفر المظفر ۱۴۰۳ھ

مسئلہ از فیض اللہ یار علوی ۔ گورا کلاں بستی

(۱) اہل بیت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں کون کون داخل ہیں؟ (۲) سادات اور اہل بیت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں کون سی نسبت ہے؟ (۳) آل رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کتنی قسمیں ہیں؟ اور حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کس قسم میں داخل ہیں؟ (۴) اس حدیث کا کیا مطلب ہے کہ الحسن والحسین سید اشباب اھل الجنۃ ۔ حسن اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما جوانان جنت کے سردار ہیں ۔ تو کیا اس دنیا کی طرح جنت میں بھی سرداری وسروری اور ماتحتی جاری رہے گی؟ بالفرض اگر مان لیا جائے تو کیا مشترکہ سرداری میں جوانان جنت رہیں گے یا الگ الگ؟

الجواب (۱) حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر اہل بیت کا اطلاق عام طور پر مشہور ہے ۔ جیسا کہ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ اطلاق اہل بیت بریں چہار تن پاک شائع ومشہور ست (اشعۃ اللمعات جلد رابع ص ۶۸۱) لیکن اہل بیت کے معنیٰ کی تعیین میں علمائے کرام کے اقوال مختلف ہیں اور صحیح قول یہ ہے کہ اہل بیت میں ازواج مطہرات بھی داخل ہیں ۔ جیسا کہ حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تفسیر خزائن العرفان میں آیت کریمہ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت الخ کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ اہل بیت میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات اور حضرت خاتون جنت فاطمہ زہرا اور علی مرتضیٰ اور حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سب داخل ہیں ۔ آیات اور احادیث کے جمع کرنے سے یہی نتیجہ نکلتا ہے ۔ اور یہی حضرت امام ابو منصور ماتریدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے ۔ اھ بالفاظہٖ ۔

(۲) سادات اور اہل بیت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے ۔ اہل بیت عام اور سادات خاص ہے ۔ یعنی ہر سید اہل بیت سے ہے ۔ مگر اہل بیت کا ہر فرد سید نہیں ۔ (۳) آل کے تین معنیٰ ہیں ۔ اول فرزند دوم اہل خانہ، سوم متبعین ۔ جیسا کہ غیاث اللغات میں ہے کہ آل درعربی بمعنی فرزنداں واہل خانہ وپیرواں آمدہ است ازمنتخب ۔ لہٰذا اس طرح آل رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تین قسمیں ہوئی ہیں ۔ اور حضرات حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما قسم اول سے ہیں ۔ اس لئے کہ ترمذی شریف میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے

کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حسنین کریمین کے بارے میں ارشاد فرمایا ھٰذان ابنای یعنی یہ دونوں میرے بیٹے ہیں۔ (مشکوٰۃ شریف ص۵۷۰) (۴) قرآن مجید کی آیات اور احادیث کے معانی سمجھنے کے لئے مفسرین وشارحین کی طرف رجوع ضروری ہے ورنہ آدمی گمراہ ہو جائے گا۔ حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ حسنین کریمین جنت کے جوانوں میں سب سے افضل ہوں گے نہ کہ دنیا کی طرح وہاں بھی سرداری وماتحتی جاری رہے گی۔ پھر بعض نے کہا کہ جو جوان کہ راہ خدا میں مرے ہیں حضرات حسنین کریمین صرف انھیں جوانوں سے افضل ہوں گے۔ اور بعض لوگوں نے کہا کہ اہل جنت سب جوان ہوں گے۔ اور حسنین کریمین انبیائے کرام وخلفائے راشدین کے علاوہ جنت کے سب جوانوں سے افضل ہوں گے۔ اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے قول ثانی کو اولیٰ فرمایا۔ جیسا کہ اشعۃ اللمعات جلد رابع ص۶۹۳ میں تحریر فرماتے ہیں: طیبی گفتہ کہ مراد آنست کہ ایشاں افضل اند از کسے کہ جوان مرد در راہ خدا۔ و دریں سخن نظر ست زیرا کہ نیست وجہ تخصیص مر فضل ایشاں را بر کسے کہ جواں مرد بلکہ ایشاں افضل اند از بسیار سے کساں کہ پیر مردند۔ پس اولیٰ آنست کہ بعضے گفتہ اند کہ مراد آنست کہ ایشاں سید اہل الجنۃ اند زیرا کہ اہل جنت ہمہ جوانانند لیکن تخصیص کنند بغیر انبیاء وخلفائے راشدین اھ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۱۱ ربیع الآخر ۱۴۰۲ھ

مسئلہ

از دار محمد مدرسہ تعلیم القرآن حیات نگر غارسی باڑی گھاٹ کوپر بمبئی ۸۶

قبرستان میں جہاں کہ مردے دفن کئے جاتے ہیں وہاں صلاۃ وسلام پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

کارڈ پر فتویٰ دریافت کرنا خلاف قاعدہ ہے۔ اور پھر ثبوت کے لئے اس پر قرآن وحدیث نہیں لکھ سکتے کہ توہین ہوگی۔ لہٰذا آئندہ فتویٰ کے لئے جوابی لفافہ ضرور روانہ کریں۔ قبرستان میں جہاں کہ مردے دفن کئے جاتے ہیں وہاں بھی صلاۃ وسلام پڑھنا جائز ومستحسن ہے کہ پڑھنے والوں کو ثواب ملے گا اور مردوں کو فائدہ پہنچے گا۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۴ رجمادی الاخریٰ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ

از ملاحسین اوجھا گنج۔ ضلع بستی

کافر کے کھانا وغیرہ پر حضرت سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یا کسی دوسرے بزرگ کی نیاز کرنا کیسا ہے؟

الجواب کافر کی کوئی نیاز کوئی عمل قبول نہیں نہ ہرگز اس پر ثواب ممکن جسے پہونچایا جائے قال اللہ تعالیٰ وقدمنا الی ما عملوا من عمل فجعلناہ ھباء منثورا (پ ۱۹ ع ۱) اس کے کھانے پر فاتحہ دینا اس کے ثواب پہونچنے کا اعتقاد کرنا ہے اور یہ قرآن عظیم کے خلاف ہے۔ جو شخص ایسا کرے اس پر توبہ فرض ہے بلکہ تجدید اسلام و نکاح بھی چاہیئے (فتاوی رضویہ جلد دہم ص ۳۲۹) وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ از سید سیف الحق مکان نمبر بی پوسٹ آفس دھروا رانچی نمبر ۴ (بہار)

اسٹیل کا برتن استعمال کرنا کیسا ہے؟

الجواب سونے چاندی کے سوا ہر قسم کے برتن کا استعمال جائز ہے۔ (بہار شریعت ح ۱۶ ص ۳۵) وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۷ رجمادی الاخری ۱۴۰۲ھ

مسئلہ از حاجی محمود عالم گیاوی صابر ہوٹل چاندنی چوک کلکتہ ۷۲

زید حاجی ہے اور بہت دیندار ہے جس کے سبب مسلمان اس کی بہت عزت کرتے ہیں۔ مگر ایک دولت مند مسلمان اس سے بہت جلتا ہے اور کہتا ہے کہ وہ حاجی نہیں بلکہ پاجی ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی وہ بہت سے توہین آمیز جملے بولتا رہتا ہے جس سے زید کو سخت اذیت پہونچتی ہے تو اس دولت مند کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب زید اگر واقعی دیندار ہے جس سے دولت مند مسلمان جلتا ہے اور اس کے بارے میں توہین آمیز جملے بول کر اسے اذیت پہونچاتا ہے تو وہ سخت گنہگار، حق العبد میں گرفتار اور مستحق عذاب نار ہے۔ اس پر لازم ہے کہ اپنے اس غلط رویہ سے باز آجائے توبہ و استغفار کرے اور زید سے معافی مانگے۔ اگر وہ زید سے معافی مانگ کر اسے راضی نہیں کرے گا تو قیامت کے دن اسے اپنے ستانے کا معاوضہ دینا پڑے گا۔ مگر دولت مند کا روپیہ وہاں کام نہیں دے گا بلکہ زید کو اس کی نیکیاں دی جائیں گی۔ اگر ادا ہو گیا تو غنیمت ورنہ اس کے گناہ ستانے والے پر لاد دیئے جائیں گے۔ حدیث شریف میں ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے کہ مفلس کون ہے؟ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم میں مفلس وہ شخص ہے کہ جس کے پاس نہ پیسے ہوں نہ سامان۔ حضور نے فرمایا میری امت میں دراصل مفلس وہ شخص ہے کہ جو قیامت کے دن نماز، روزہ

اور زکاۃ لے کر آئے اس حال میں کہ اس نے کسی کو برا بھلا کہا ہو، گالی دی ہو، کسی پر تہمت لگائی ہو کسی کا مال کھا لیا ہو، کسی کا خون بہایا ہو اور کسی کو مارا ہو تو اب انھیں راضی کرنے کے لئے اس شخص کی نیکیاں ان مظلوموں کے درمیان تقسیم کی جائیں گی۔ پس اس کی نیکیاں ختم ہو جانے کے بعد بھی اگر لوگوں کے حقوق اس پر باقی رہ جائیں گے تو اب حق داروں کے گناہ لاد دیئے جائیں گے۔ یہاں تک کہ اسے دوزخ میں پھینک دیا جائے گا (مسلم شریف، مشکوۃ شریف ۴۳۵) وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۹ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ

از غلام محی الدین سبحانی مدرسہ مخدومیہ علاؤ الدین پور گکر ہوا پوسٹ دولت پور گرنٹ ضلع گونڈہ

سرکار اعلیٰ حضرت الملفوظ حصہ اول میں فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے چار روز میں آسمان از یکشنبہ تا چہار شنبہ پیدا کیا جب کہ قرآن شریف میں (پ ۲۴ ع ۱۶) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا فقضٰھن سبع سمٰوات فی یومین پورا کر دیا ساتوں آسمان کو دو دنوں میں اس صورت میں الملفوظ کی عبارت کس طرح صحیح ہے؟ سرکار والا مدلل تحریر فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

الجواب

الملفوظ حصہ اول کی عبارت مذکورہ اصل میں یوں ہے۔ رب العزت تبارک وتعالیٰ نے چار دن میں زمین۔ اور آسمان دو دن میں۔ زمین یکشنبہ تا چہار شنبہ۔ آسمان پنجشنبہ تا جمعہ۔ نیز اس جمعہ میں بین العصر والمغرب آدم علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیدا فرمایا۔ لہٰذا اس کے خلاف جس نسخہ میں چھپا ہو وہ طباعت کی غلطی ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۳ رجب المرجب ۱۴۰۲ھ

مسئلہ

از ریاض احمد قادری۔ بہادر پور بازار ضلع بستی

زید کہتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جتنی محبت صحابۂ کرام کو تھی اتنی محبت آج ہم میں نہیں ہے لیکن میلاد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی صحابی یا تابعی یا امام نے قیام نہیں کیا تو آج کیوں کیا جاتا ہے؟ اور اگر کسی نے کیا ہے تو حوالہ کے ساتھ تحریر فرمائیں؟

الجواب

زید کا یہ کہنا صحیح ہے کہ جتنی محبت صحابۂ کرام کو حضور سے تھی اتنی محبت آج ہم میں نہیں ہے۔ لیکن جب انھوں نے قیام نہیں کیا تو آج کیوں کیا جاتا ہے اس کا یہ قول غلط ہے۔ اس لئے کہ اگر اس کی یہ بات تسلیم کر لی جائے تو بعینہ یہی اعتراض صحابۂ کرام و تابعین عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر بھی

وارد ہوگا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قرآن مجید کو کتابی شکل میں جمع نہیں فرمایا تو صحابۂ کرام نے ایسا کیوں کیا جبکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دین کی بھلائیوں سے جتنے واقف تھے صحابۂ کرام نہ تھے۔ اور جتنی محبت قرآن سے حضور کو تھی صحابہ کو نہ تھی۔ پھر ایسا ہی اعتراض تابعین و تبع تابعین پر بھی وارد ہوگا کہ جتنی محبت صحابۂ کرام کو حضور کی ذات گرامی سے اور ان کے اقوال واحوال سے تھی اتنی محبت تابعین و تبع تابعین کو نہ تھی۔ تو جب صحابۂ کرام نے حضور کی حدیث کو کتابی شکل میں جمع نہیں کیا تو ان لوگوں نے کیوں کیا اسی طرح دین سے زیادہ محبت ہونے کے باوجود جب صحابۂ کرام نے فقہ کی تدوین نہیں کی تو تابعین و تبع تابعین نے کیوں کی؟ اور جس طرح آج کل دینی تعلیم کے لئے مدرسے قائم کئے جاتے ہیں اور جلسے منعقد کئے جاتے ہیں جب کہ صحابۂ کرام تابعین عظام اور ائمۂ اسلام کو دینی تعلیم سے زیادہ محبت تھی مگر انھوں نے نہ ایسے مدرسے قائم کئے نہ جلسے۔ تو پھر آج کیوں قائم کئے جاتے ہیں؟ اور شفا شریف میں حضرت علامہ امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام مالک علیہ الرحمۃ والرضوان مدینہ طیبہ میں سواری پر سوار نہ ہوتے اور فرماتے مجھے خدائے تعالیٰ سے شرم آتی ہے کہ جس زمین میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جلوہ فرما ہوں میں اسے جانور کے پیروں سے روندوں۔ تو کیا حضرت امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس ادب کو یہ کہہ کر رد کر دیا جائے گا کہ صحابۂ کرام کو چونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ محبت تھی اور انھوں نے ایسا نہیں کیا اس لئے حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ طریقہ غلط ہے۔ اور حضرت علامہ ابن حاج مالکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو مخالفین کے نزدیک بھی مستند ہیں اپنی کتاب مدخل میں تحریر فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ چالیس سال تک مکہ معظمہ کے مجاور رہے مگر کبھی مکہ معظمہ میں نہ پیشاب کیا اور نہ لیٹے۔ تو کیا ان لوگوں کے ادب کو یہ کہہ کر ٹھکرا دیا جائے گا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام و تابعین عظام کو مکہ معظمہ سے زیادہ محبت تھی مگر جب ان لوگوں نے مکہ معظمہ کا ایسا ادب نہیں کیا تو ان لوگوں کا یہ ادب غلط ہے۔ نہیں ہرگز رد نہیں کیا جائے گا بلکہ ان لوگوں کا یہ طریقہ بنظر استحسان دیکھا جائے گا۔ اور جو اس پر عمل کرے اسے نیک وصالح قرار دیا جائے گا۔ لہذا ثابت ہوا کہ زید کا اعتراض باطل ہے۔

اگر اس کے اعتراض کو صحیح مان لیا جائے تو اس قسم کی بہت سی باتیں جو بعد کے مسلمانوں نے دین میں، مکہ معظمہ ومدینہ طیبہ کے ادب میں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم میں ایجاد کی ہیں سب ناجائز ہو جائیں گی۔ خلاصہ یہ ہوا کہ جائز اور ناجائز ہونے کا معیار صحابہ و تابعین کے زمانے کا عمل نہیں ہے بلکہ [illegible] جائز کا معیار اچھائی اور برائی ہے۔ اچھی بات کسی بھی زمانے میں ہو اچھی ہے بری بات کسی زمانے میں ہو بری ہے۔ صحابہ و تابعین کے زمانے میں آل رسول کو میدان کربلا میں بے دردی کے ساتھ قتل کیا گیا۔ مسجد نبوی میں گھوڑے باندھے گئے اور کعبہ شریف پر پتھر برسائے

اس کی دیواروں کو توڑ دیا گیا تو کیا آج بھی ایسا کرنا جائز ہے؟ اور صحابہ و تابعین کے زمانے میں چونکہ آج کی طرح مدرسے اور جلسے نہیں قائم کئے گئے اس لئے وہ ناجائز ہو جائیں گے؟ نہیں ہرگز نہیں معلوم ہوا کہ صحابہ و تابعین کے زمانے کا ہر کام جائز نہیں اور بعد کے مسلمانوں نے جتنی باتیں ایجاد کی ہیں وہ سب ناجائز نہیں۔ جو بری بات ایجاد کی ہے وہ ناجائز ہے اور جو اچھی بات رائج کی ہے وہ جائز ہے۔ بلکہ اچھی بات کے رائج کرنے پر ثواب بھی ملے گا۔ جیسا کہ مسلم شریف کی حدیث ہے عن جریر قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ فلہ اجرھا واجر من عمل بھا من بعدہ من غیر ان ینقص من اجورھم شئ۔ ومن سن فی الاسلام سنۃ سیئۃ کان علیہ وزرھا ووزر من عمل بھا من بعدہ من غیر ان ینقص من اوزارھم شئ۔ یعنی حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اسلام میں کسی اچھے طریقے کو رائج کرے گا تو اس کو اپنے رائج کرنے کا بھی ثواب ملے گا اور ان لوگوں کے عمل کرنے کا بھی جو اس کے اس طریقہ پر عمل کرتے رہیں گے۔ اور عمل کرنے والوں کے ثواب میں کوئی کمی بھی نہ ہوگی۔ اور جو مذہب اسلام میں کسی برے طریقہ کو رائج کرے گا تو اس شخص پر اس کے رائج کرنے کا بھی گناہ اور ان لوگوں کے عمل کرنے کا بھی گناہ ہوگا۔ جو اس کے بعد اس طریقہ پر عمل کرتے رہیں گے اور عمل کرنے والوں کے گناہ میں کوئی کمی نہ ہوگی (مشکوٰۃ شریف ص۳۳)۔ اس حدیث شریف سے واضح طور پر معلوم ہو گیا کہ بری بات کا ایجاد کرنا برا ہے چاہے وہ کسی زمانہ میں ہو اور اچھی بات کا رائج کرنا اچھا ہے خواہ وہ کسی زمانے میں ہو۔ لہٰذا اچھی بات کا ایجاد کرنا صحابہ و تابعین کے زمانے کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ اور قیام اچھی ایجاد ہے جو سیکڑوں برس سے مسلمانوں میں رائج ہے۔ اور مکہ معظمہ، مدینہ طیبہ، جدہ، روم، شام، مصر، دمیاط، یمن، زبید، بصرہ، حضرموت، حلب، حبش، برزنج، برتلے، کرد، اندلس، داغستان اور پاکستان ہندوستان وغیرہ کے سیکڑوں علمائے کرام و مفتیان عظام نے اس کے جائز و مستحسن ہونے کا فتویٰ دیا ہے جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے ان لوگوں کے فتاویٰ کو اپنے رسالہ مبارکہ "اقامۃ القیامہ" میں جمع فرمایا ہے ان میں سے بعض کے اقوال یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔ حضرت علامہ برہان الدین حلبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سیرت حلبیہ میں قیام کے اچھی ایجاد ہونے کی تصریح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔ قد وجد القیام عند ذکر اسمہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من عالم الامۃ ومقتدی الائمۃ دینا وورعا تقی الدین السبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وتابعہ علی ذلک مشایخ الاسلام فی عصرہ۔ یعنی بے شک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام پاک کے ذکر کے وقت قیام کرنا امام تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پایا گیا جو اس امت مرحومہ کے عالم اور دین و تقویٰ میں

اماموں کے امام ہیں۔ اور اس قیام پر ان کے معاصرین ائمہ کرام مشائخ الاسلام نے ان کی اتباع کی۔ اور عارف باللہ حضرت علامہ سید جعفر برزنجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ عقد الجوہر فی مورد النبی الازہر میں تحریر فرماتے ہیں۔ قد استحسن القیام عند ذکر الولادۃ الشریفۃ ائمۃ درایۃ و روایۃ فطوبی لمن کان تعظیمہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غایۃ مرامہ ومرماہ۔ یعنی بے شک نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر ولادت کے وقت قیام کرنا ان اماموں نے مستحسن سمجھا ہے جو صاحب درایت و روایت تھے تو شادمانی ہے اس کے لئے جس کی نہایت مراد مقصود نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ہے۔ اور حضرت علامہ عثمان بن حسین دمیاطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب "اثبات قیام" میں تحریر فرماتے ہیں۔ القیام عند ذکر ولادۃ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امر لاشک فی استحبابہ واستحسانہ وندبہ یحصل لفاعلہ من الثواب الاوفر والخیر الاکبر۔ یعنی ذکر ولادت سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وقت قیام کرنا مستحب و مستحسن ہے جس کے کرنے والے کو ثواب کبیر و فضل کثیر حاصل ہوگا۔ پھر یہی حضرت علامہ دمیاطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں قد اجتمعت الامۃ المحمدیۃ من اھل السنۃ والجماعۃ علی استحسان القیام المذکور وقد قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا تجتمع امتی علی الضلالۃ۔ یعنی بیشک امت مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اہل سنت و جماعت کا اجماع واتفاق ہے کہ یہ قیام مستحسن ہے اور بیشک نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوگی۔ اور علامہ جمال بن عبد اللہ مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے فتاویٰ میں ارشاد فرماتے ہیں۔ القیام عند ذکر مولدہ اعظم حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم استحسنہ جمع من السلف فھو بدعۃ حسنۃ۔ یعنی ذکر مولد اعظم حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وقت قیام کو ایک جماعت سلف نے مستحسن قرار دیا ہے تو وہ اچھی ایجاد ہے۔ اور حضرت علامہ ابو ذر رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ میلاد میں لکھتے ہیں استحسن القیام عند ذکر الولادۃ یعنی ذکر ولادت کے وقت قیام کرنا مستحسن ہے۔ اور سراج الفقہا حضرت علامہ سراج مکی مفتی حنیفہ تحریر فرماتے ہیں توارثہ الائمۃ الاعلام واقرہ الائمۃ والحکام من غیر نکیر منکر ورد راد ولھذا کان حسنا ومن یستحق التعظیم غیرہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ویکفی اثر عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنھما ما راٰہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن۔ یعنی یہ قیام مشہور اماموں میں متوارث چلا آتا ہے اور اسے ائمہ و حکام نے برقرار رکھا اور کسی نے رد و انکار نہ کیا لہٰذا یہ مستحب ٹھہرا اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا اور کون مستحق تعظیم ہے اور حضرت سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کافی ہے کہ جس چیز کو اہل اسلام اچھی سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے

نزدیک بھی اچھی ہے۔ یہاں تک کہ جو لوگ قیام کے مخالف ہیں ان کے پیر حاجی امداد اللہ مہاجر مکی لکھتے ہیں مشرب فقیر کا یہ ہے کہ محفل مولود شریف میں شریک ہوتا ہوں بلکہ ذریعہ برکات سمجھ کر ہر سال منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف ولذت پاتا ہوں (فیصلہ ہفت مسئلہ ص۸) یہ عجیب بات ہے کہ پیر و مرشد تو مولود شریف میں شریک ہوتے ہیں بلکہ مولود شریف کو برکتوں کا ذریعہ سمجھ کر ہر سال کرتے ہیں یہاں تک کہ قیام میں لطف ولذت پاتے ہیں مگر مریدین ومعتقدین اپنے پیر و مقتدا کی اتباع کرنے کے بجائے میلاد و قیام کی مخالفت کرتے ہیں۔ خدائے تعالیٰ انہیں سمجھ عطا فرمائے اور بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق رفیق بخشے۔ (آمین) وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب[1]

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۹ر جمادی الاخریٰ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ
از رسول مجاور کلب روڈ بلگام (کرناٹک)

ہمارے شہر میں ہلال کمیٹی اور انجمن اسلام کے نام سے موسوم کئے جانے والے دو ادارے ہیں۔ مذکورہ ادارے بذریعہ چندہ جاری ہیں۔ ان اداروں کے ممبران میں اکثریت سنیوں کی ہے اور ساتھ ہی ساتھ چندہ دہندگان حضرات میں بھی اکثریت سنیوں کی ہے۔ ان اداروں میں بالخصوص انجمن اسلام ضلع بلگام میں سنیوں کے نادار و یتیم بچے زیر تعلیم ہیں۔ مگر یہاں کے چند مسجدوں کے امام صاحبان اور یہاں کے قائم مقام مفتی صاحب نے مل کر ان اداروں کے صدر، مہتمم کے لئے ایک اسماعیلی کھوجا جو کہ شیعہ کا تقرر کئے ہوئے ہیں اس کو دین سے کوئی تعلق ہی نہیں۔ سوال در پیش یہ ہے کہ آیا ایسے شخص کو مذکورہ ہلال کمیٹی اور انجمن اسلام وغیرہ اداروں کا صدر بنا سکتے ہیں؟ اگر بنا سکتے ہیں تو شریعت کے مطابق مع شرائط وضوابط مدلل جواب سے نوازنے کی زحمت فرمائیں؟

الجواب
اسماعیلی کھوجا شیعہ کو ہلال کمیٹی اور انجمن اسلام وغیرہ کسی ادارے کا صدر، مہتمم یا رکن بنانا جائز نہیں کہ یہ بہت بڑا فتنہ ہونے کے ساتھ اس کی تعظیم وتوقیر بھی ہے۔ اور بدمذہب کی تعظیم وتوقیر کرنا مذہب اسلام کے ڈھانے پر مدد کرنا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے عن ابراھیم بن میسرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من وقر صاحب بدعۃ فقد اعان علی ھدم الاسلام۔ یعنی

---

(۱) اس مسئلہ پر مکمل بحث ہمارے رسالہ "تعظیم نبی" صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں دیکھیں ۱۲ الامجدی

حضرت ابراہیم بن میسرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کسی بدمذہب کی تعظیم و توقیر کی تو اس نے اسلام کے ڈھانے پر مدد دی (مشکوٰۃ شریف) آپ نے اپنا نام رسول مجاور رکھا ہے۔ رسول نام رکھنا حرام ہے۔ اسی طرح محمد رسول، رسول محمد، محمد نبی، احمد نبی، رسول اللہ نبی اللہ اور نبی الزماں نام رکھنا بھی جائز نہیں کہ ان میں حقیقتاً ادعائے نبوت نہ ہو تا مسلم ورنہ خالص کفر ہوتا مگر صورت ادعا ضرور ہے اور وہ یقیناً حرام ہے۔ لہٰذا آپ اپنا نام عبدالرسول، غلام رسول یا رسول بخش رکھیں۔ وھو تعالیٰ و رسولہ الاعلیٰ اعلم بالصواب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۷ شوال المکرم ۱۴۰۲ھ

مسئلہ از محمد محبوب فیضی موضع لال پور پوسٹ لچھمی پور ضلع گورکھپور

استاذ کے حقوق کس قدر ہیں؟ جس استاذ سے علم دین حاصل کیا ہو اس کے کچھ حقوق تحریر فرمائیں؟

الجواب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ عالمگیری میں وجیز حافظ امام الدین کردری سے ہے قال الزند ویستی حق العالم علی الجاھل وحق الاستاذ علی التلمیذ واحد علی السواء وھو ان لا تفتتح بالکلام قبلہ ولا یجلس مکانہ وان غاب ولا یرد علی کلامہ ولا یتقدم علیہ فی مشیہ۔ یعنی فرمایا امام زندویستی نے عالم کا حق جاہل پر اور استاذ کا حق شاگرد پر یکساں ہے اور وہ یہ کہ اس سے پہلے بات نہ کرے اور اس کے بیٹھنے کی جگہ اس کے غیبت میں بھی نہ بیٹھے اور اس کی بات کو رد نہ کرے اور چلنے میں اس سے آگے نہ بڑھے۔ اسی میں غرائب سے ہے ینبغی للرجل ان یراعی حقوق استاذہ وادابہ لا یبخل بشئ من مالہ۔ آدمی کو چاہئے کہ استاذ کے حقوق واجب کا لحاظ رکھے اپنے مال میں کسی چیز سے اس کے ساتھ بخل نہ کرے یعنی جو کچھ اسے درکار ہو بخوشی خاطر حاضر کرے اور اس کے قبول کر لینے میں اس کا احسان اور اپنی سعادت جانے۔ اسی میں تاتارخانیہ سے ہے یقدم حق معلمہ علی حق ابویہ وسائر المسلمین و یتواضع لمن علمہ خیرا ولو حرفا ولا ینبغی ان یخذلہ ولا یستاثر علیہ احدا فان فعل ذٰلک فقد فصم عروۃ من عری الاسلام۔ یعنی استاذ کے حق کو اپنے ماں باپ اور تمام مسلمانوں کے حق سے مقدم رکھے اور جس نے اسے اچھا علم سکھایا اگرچہ ایک ہی حرف پڑھایا ہو اس کے لئے تواضع کرے اور لائق نہیں کہ کسی وقت اس کی مدد سے باز رہے اپنے استاذ پر کسی کو ترجیح نہ دے اگر ایسا کرے گا تو اس نے اسلام کی رسیوں میں سے ایک رسی کھول دی۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۱۰ ص ۹۶) اور تحریر فرماتے ہیں استاذ علم دین اپنے شاگرد

کے حق میں خصوصًا نائب حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے (فتاوی رضویہ ج ۱۰ ص ۹۷) وھو تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ از بے بس صدیقی بھانپور ضلع بستی

آج کل کالجوں میں جو سائنسیں پڑھائی جاتی ہے اس میں ایک مضمون ایسا ہوتا ہے کہ جس میں میڈک وغیرہ کی چیر پھاڑ کی جاتی ہے اور ان کی تصویر بنائی جاتی ہے تو ایسا مضمون شرعًا پڑھنا چاہیئے یا نہیں؟

الجواب ایذائے حیوان شرعًا ممنوع ہے اور ذی روح کی تصویر سازی حرام وناجائز ہے اس لئے ایسا مضمون نہیں پڑھنا چاہیئے۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ از شکیل احمد جگتدل ۲۴ پرگنہ (مغربی بنگال)

(۱) گھڑی میں اسٹیل کا چین لگا کر استعمال کرنا نماز کے علاوہ جائز ہے یا نہیں؟ (۲) ٹیلی ویژن خریدنا اور اپنے استعمال میں لانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب گھڑی میں اسٹیل کا چین لگا کر استعمال کرنا نماز کے باہر بھی ناجائز ہے اس لئے کہ ہاتھ پر گھڑی باندھنے میں چین متبوع ہوتا ہے جو از قسم زیور ہے۔ اور نیلون وغیرہ کے پٹہ کے ساتھ گھڑی کا استعمال اس لئے جائز ہے کہ گھڑی تابع ہے۔ جیسے کہ سونے کا بٹن اسٹیل کی زنجیر کے ساتھ ناجائز ہے اور نیلون وغیرہ کے دھاگے کے ساتھ جائز ہے۔ (۲) ٹیلی ویژن ایک قسم کا چھوٹا سنیما ہے اسے خریدنا اور استعمال میں لانا جائز نہیں۔ وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ از محمد عارف رضوی ۷۔ اکامبیکر اسٹریٹ ای۔ ای دادانی ہاؤس بمبئی

تعویذ والی انگوٹھی جس کا تعویذ پوشیدہ ہو مثلاً بریلی شریف کی انگوٹھی یا جس کا تعویذ ظاہر ہو جو چاندی کی دھات پر کندہ کیا گیا ہو۔ اور گلے یا بازو پر باندھے ہوئے تعویذ ظاہر یا پوشیدہ ہوں انھیں پہن کر بیت الخلاء میں یا کسی

ناپاک جگہ پر جانا بیوی سے صحبت کرنا اور کسی بھی نجاست کی حالت میں پہننا جائز ہے یا ناجائز جواب عنایت کرکے شکریہ کا موقع دیں ۔

الجواب جس تعویذ کے حروف ظاہر ہوں اسے پہن کر بیت الخلاء وغیرہ نجاست کی جگہوں میں جانا منع ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل الخلاء نزع خاتمہ۔ یعنی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب بیت الخلاء میں جاتے تو اپنی انگوٹھی اتار دیتے (اس لئے کہ اس پر محمد رسول اللہ نقش تھا۔ ابوداؤد۔ ترمذی) اور اگر حروف نظر نہ آتے ہوں تو انھیں پہن کر جانے میں کوئی حرج نہیں۔ اور تعویذ پہنے ہوئے بیوی سے صحبت کرنا جائز ہے۔ چاہے حروف ظاہر ہوں یا پوشیدہ۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۱۰/ ذی القعدہ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ از صوفی حسن علی مقام و پوسٹ کپتان گنج۔ ضلع بستی

ایک عالم دین جو متقی پرہیزگار ہیں۔ ان کی ذات سے مذہب حق اہل سنت وجماعت کو بڑی تقویت ملی۔ دور و نزدیک کے بے شمار مسلمان ان کے علمی فیضان سے اپنے ایمان وعمل کو سنوار رہے ہیں۔ خاص کر انھوں نے اپنی آبادی میں وہابیوں دیوبندیوں اور دیگر بدمذہبوں و مرتدوں کے یہاں مسلمانوں کا رشتہ ناتہ بند کروا دیا۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی مذہبی وسماجی خرابیوں کو دور فرمادیا اور شادی بیاہ کی بہت سی بری رسموں کو مٹا دیا۔ آبادی کی زیر تعمیر مسجد میں سب سے زیادہ حصہ لیا اور اپنے اثر و رسوخ کے سبب بمبئی وغیرہ کے کئی بڑے سیٹھوں سے چندہ لے کر مسجد کو تکمیل کے قریب تک پہونچا دیا ایک دینی مدرسہ کو دارالعلوم میں تبدیل کرنے کے لئے ڈیڑھ بیگہہ سے زیادہ زمین اپنے جیب خاص سے سڑک کے کنارے خرید کر مدرسہ کو دیدی۔ ان تمام باتوں سے آبادی اور قرب وجوار میں ان کی بہت عزت ہوگئی تو کچھ لوگ ازراہ حسد بلاوجہ ان سے دشمنی کرنے لگے، ان کی باتوں پر اعتراض کرکے عوام کو ان کے خلاف بھڑکانے لگے اور ہر طرح سے ان کی عزت بگاڑنے کے درپے ہوگئے۔ اصل میں آبادی کے کچھ لوگوں کا مزاج یہ ہے کہ جب کوئی شخص دینی کام کرتا ہے اور اس کے سبب عوام وخواص میں اس کی عزت ہوجاتی ہے تو وہ لوگ اس کی عزت بگاڑنے کے درپے ہوجاتے ہیں۔ چنانچہ ایک شخص نے مسجد کو دوڑ دھوپ کر بنوایا اور بغیر کسی معاوضہ کے فی سبیل اللہ بڑی محنت سے کام کیا یہاں تک کہ مسجد کی چھت لگوادی۔ عرصہ دراز تک مدرسہ کا انتظام سنبھالتا رہا اور بلا تنخواہ آبادی میں اس کا چندہ

کرتا رہا مگر حساب لکھنے میں اس سے کچھ چوک ہوگئی تو اس نے یہ کہدیا کہ اب میرے پاس مسجد اور مدرسہ کی رقم نہیں ہے لیکن جب حساب کی جانچ کی گئی تو کچھ رقم اس کے ذمہ باقی نکلی۔ بس کیا تھا پورے علاقہ میں مشہور کردیا گیا کہ مسجد و مدرسہ کی رقم کھا گیا۔ اس طرح اس کو ذلیل و رسوا کردیا گیا۔ حالانکہ اس نے دس پندرہ دن میں پوری رقم ادا کردی اور جس نے دوڑ دھوپ کر مسجد کی صفائی کروائی۔ فرش اور اس کا ایک مینارہ بنوایا۔ اس کی بھی عزت بگاڑنے کی ان لوگوں نے کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوئے جب کہ ایک تیسرا شخص مسجد کی پانچ ہزار رقم لاکر جوا کھیل ڈالا اور کئی برس گذر گئے اب تک نہیں دیا اس کے خلاف وہ لوگ ایک لفظ نہیں بولتے۔ لہٰذا قرآن و حدیث سے عالم دین کی فضیلت اور ان کا درجہ بیان فرمائیں۔ اور جو لوگ کہ عالم دین کی بلاوجہ صرف ازراہِ حسد مخالفت کرتے ہیں، ان سے بغض و عناد رکھتے ہیں، ان کو برا بھلا کہتے ہیں، اور ان کی توہین کرتے ہیں، بلکہ لوگوں کو ان کے خلاف بھڑکاتے ہیں اور دینی کام کرنے والے کی عزت بگاڑنے کے درپے ہو جاتے ہیں۔ ان کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟ تحریر فرمائیں۔

الجواب بعون الملک العزیز الوھاب۔ اللہ و رسول جل جلالہٗ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نزدیک عالم دین کا بہت بڑا مرتبہ ہے قرآن مجید کی کئی آیتوں سے اس کی فضیلت ثابت ہے۔ آیت نمبر ۱ یا یھا الذین اٰمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم (پ ۵ ع ۵) یعنی اے ایمان والو! اللہ و رسول کی اطاعت کرو۔ اور ان کی اطاعت کرو جو تم میں اولو الامر ہیں یعنی اپنے عالموں کی اطاعت کرو۔ جیسا کہ حضرت علامہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں المراد من اولی الامر العلماء فی اصح الاقوال لان الملوک یجب علیھم طاعۃ العلماء ولا ینعکس (تفسیر کبیر جلد اول) آیت نمبر ۲ فسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔ یعنی اگر تم نہیں جانتے ہو تو علم والوں سے پوچھو (پ ۱۴ ع ۱۲) حضرت علامہ اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں فی الاٰیۃ اشارۃ الی وجوب المراجعۃ الی العلماء فیما لا یعلم۔ یعنی آیت مبارکہ میں اس بات کی جانب اشارہ ہے کہ جو مسئلہ نہیں جانتے اس کے بارے میں علمائے دین کی طرف رجوع کرنا واجب ہے (تفسیر روح البیان جلد ۵ ص ۳۸) آیت نمبر ۳ انما یخشی اللہ من عبادہ العلمٰٓؤا۔ یعنی اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں (پ ۲۲ ع ۱۶) یعنی علمائے دین خدائے تعالیٰ کے صفات جانتے اور اس کی عظمت کو پہچانتے ہیں جتنا زیادہ علم اتنا زیادہ خوف حضرت صدر الافاضل علامہ محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے

ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ مراد یہ ہے کہ مخلوق میں اللہ تعالیٰ کا خوف اس کو ہے جو اللہ تعالیٰ کے جبروت اور اس کی عزت وشان سے باخبر ہے۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا قسم اللہ عزوجل کی کہ میں اللہ تعالیٰ کو سب چیز سے زیادہ جاننے والا ہوں اور سب سے زیادہ اس کا خوف رکھنے والا ہوں اھ۔ اور حضرت علامہ امام رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں دلالتھا علیٰ انھم من اھل الجنۃ وذٰلک لان العلماء من اھل الخشیۃ وکل من کان من اھل الخشیۃ کان من اھل الجنۃ فالعلماء من اھل الجنۃ۔ وبیان ان اھل الخشیۃ من اھل الجنۃ قولہ تعالیٰ جزاءھم عند ربھم جنٰت عدن تجری من تحتھا الانھٰر خٰلدین فیھا ابدا۔ رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ۔ ذٰلک لمن خشی ربہ۔ یعنی آیت کریمہ میں اس بات پر دلالت ہے کہ علماء جنتی ہیں اور وہ اس لئے کہ علماء خشیت والے ہیں اور ہر وہ شخص جو خشیت والا ہے وہ جنتی ہے تو علماء جنتی ہیں۔ اور اس بات کا ثبوت کہ خشیت والے جنتی ہیں اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے کہ ان کا صلہ ان کے رب کے پاس رہنے کے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ وہ لوگ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔ یہ اس کے لئے ہے جو اپنے رب سے ڈرے۔ (پ۳۰ سورۂ لم یکن۔ تفسیر کبیر جلد اول ص۲۷۹) آیت نمبر۴ ھل یستوی الذین یعلمون والذین لایعلمون۔ یعنی کیا علم والے اور بے علم برابر ہو جائیں گے؟ (پ۲۳ ع ۱۵) اس آیت مبارکہ سے ثابت ہوا کہ عالم غیر عالم سے افضل ہے۔ غیر عالم خواہ عابد ہو یا غیر عابد۔ بہر حال عالم اس سے افضل ہے جیسا کہ ترمذی اور ابو داؤد کی حدیث ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا فضل العالم علی العابد کفضل القمر لیلۃ البدر علی سائر الکواکب یعنی عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے چودھویں رات کے چاند کی فضیلت تمام ستاروں پر (مشکوٰۃ شریف ص۳۴) آیت نمبر۵ یرفع اللہ الذین اٰمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجٰت۔ یعنی اللہ تمہارے ایمان والوں کے اور جن لوگوں کو علم دیا گیا خاص کر ان کے درجے کو بلند فرمائے گا (پ۲۸ ع ۲) اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ سب مومن بڑے درجے والے ہیں اور ان میں خاص کر علمائے دین بہت بلند مرتبے والے ہیں دنیا وآخرت میں ان کی عزت ہے خدائے تعالیٰ نے ان کے لئے بلندی درجات کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور عالم دین کی فضیلت میں بے شمار حدیثیں وارد ہیں جن میں سے چند یہاں درج کی جاتی ہیں حدیث نمبر۱ العلماء ورثۃ الانبیاء۔ یعنی علمائے دین انبیائے کرام علیہم السلام کے وارث اور جانشین ہیں (ترمذی، ابو داؤد، عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ مشکوٰۃ ص۳۴) حدیث نمبر۲ فضل العالم علی العابد کفضلی علی ادناکم۔ یعنی حضور سید عالم

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عابد پر عالم کی فضیلت ایسی ہے کہ جیسی میری فضیلت تمہارے ادنیٰ آدمی پر (ترمذی۔ عن ابی امامۃ الباہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ مشکوٰۃ ص۳۴) اور جب عابد پر عالم کی فضیلت ایسی ہے تو پھر عام مسلمانوں پر عالم دین کو جو فضیلت حاصل ہے وہ اندازہ سے باہر ہے۔ حدیث نمبر۳ العلماء مصابیح الارض و خلفاء الانبیاء وورثتی وورثۃ الانبیاء۔ یعنی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علمائے دین زمین کے چراغ ہیں، انبیائے کرام کے خلیفہ ہیں اور میرے و دیگر انبیاء کے وارث ہیں (ابن عدی فی الکامل۔ عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ کنز العمال جلد ۱ ص۷۷)۔ حدیث نمبر۴ وزن حبر العلماء بدم الشہداء فرجح علیہ۔ یعنی عالموں کے قلم کی روشنائی شہیدوں کے خون سے تولی جائے گی تو روشنائی خون پر غالب آجائے گی (خطیب۔ عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ کنز العمال جلد ۱ ص۸۰) حدیث نمبر۵ مجالسۃ العلماء عبادۃ۔ یعنی علماء کی مجلس میں بیٹھنا عبادت ہے (دیلمی فی مسند الفردوس۔ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ کنز العمال جلد ۱ ص۸۰) حدیث نمبر۶ لا تفارقوا مجالس العلماء فان اللہ لم یخلق تربۃ علی وجہ الارض اکرم من مجالس العلماء۔ یعنی علمائے دین کی مجلسوں سے الگ نہ رہو اس لئے کہ خدائے تعالیٰ نے روئے زمین پر کوئی ایسی مٹی نہیں پیدا کی جو عالموں کی مجلسوں سے افضل ہو (امام رازی۔ عن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ تفسیر کبیر جلد اول ص۲۸۲) حدیث نمبر۷ اول من یشفع یوم القیامۃ الانبیاء ثم العلماء ثم الشہداء۔ یعنی قیامت کے دن جو لوگ کہ سب سے پہلے شفاعت فرمائیں گے وہ انبیاء علیہم السلام ہیں پھر علمائے کرام اس کے بعد شہدائے اسلام (خطیب عن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ کنز العمال جلد ۱ ص۸۶) حدیث نمبر۸ اکرموا العلماء فانہم ورثۃ الانبیاء فمن اکرمہم فقد اکرم اللہ ورسولہ۔ یعنی عالموں کی عزت کرو اس لئے کہ وہ انبیائے کرام علیہم السلام کے وارث ہیں۔ تو جس نے عالموں کی عزت کی تحقیق اس نے اللہ و رسول کی عزت کی۔ جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (خطیب۔ عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ کنز العمال جلد ۱ ص۸۵) حدیث نمبر۹ من استقبل العلماء فقد استقبلنی ومن زار العلماء فقد زارنی ومن جالس العلماء فقد جالسنی ومن جالسنی فکانما جالس ربی۔ یعنی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے عالموں کا استقبال کیا تحقیق اس نے میرا استقبال کیا اور جس نے عالموں کی زیارت کی تحقیق اس نے میری زیارت کی اور جو عالموں کی مجلس میں بیٹھا تحقیق وہ میری مجلس میں بیٹھا اور جو میری مجلس میں بیٹھا وہ گویا کہ میرے رب کی مجلس میں بیٹھا (الرافعی۔ عن بہز بن حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ کنز العمال جلد ۱ ص۹۷) حدیث نمبر۱۰ قال علیہ الصلوٰۃ والسلام قلت یا جبریل ای الاعمال

افضل لامتی قال العلم قلت ثم ای قال النظر الی العالم قلت ثم ای قال زیارۃ العالم۔ یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے جبریل سے پوچھا کہ میری امت کے لئے کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ انھوں نے کہا علم۔ میں نے پوچھا اس کے بعد کیا افضل ہے؟ انھوں نے کہا عالم دین کو دیکھنا میں نے دریافت کیا پھر کون سا عمل افضل ہے؟ انھوں نے کہا کہ عالم دین کی زیارت کرنا (امام رازی۔ تفسیر کبیر جلد اول ص۲۸۲)

حدیث ۱۱ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں خمس من العبادۃ قلۃ الطعام والقعود فی المساجد والنظر الی الکعبۃ والنظر الی المصحف والنظر الی وجہ العالم۔ یعنی پانچ چیزیں عبادت سے ہیں۔ کم کھانا مسجد میں بیٹھنا، کعبہ کو دیکھنا، مصحف کو دیکھنا اور عالم کا چہرہ دیکھنا۔ رواہ فی مسند الفردوس عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ۴ ص۶۲۶) حدیث ۱۲ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا یستخف بحقھم الا منافق بین النفاق۔ یعنی علماء کے حق کو ہلکا نہ سمجھے گا مگر کھلا ہوا منافق۔ رواہ ابو الشیخ فی التوبیخ عن جابر بن عبد اللہ الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما (فتاویٰ رضویہ جلد ۱ ص۱۴) حدیث ۱۳ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لیس من امتی من لم یعرف لعالمنا حقہ۔ یعنی جو ہمارے عالم کا حق نہ پہچانے وہ میری امت سے نہیں۔ رواہ احمد والحاکم والطبرانی فی الکبیر عن عبادۃ بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ (فتاویٰ رضویہ جلد ۱ ص۱۴) حدیث ۱۴ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ نوم العالم عبادۃ ومذاکرتہ تسبیح ونفسہ صدقۃ وکل قطرۃ نزلت من عینیہ تطفئ بحرا من جہنم فمن اہان العالم فقد اہان العلم ومن اہان العلم فقد اہان النبی ومن اہان النبی فقد اہان جبریل ومن اہان جبریل فقد اہان اللہ ومن اہان اللہ اہانہ اللہ یوم القیامۃ۔ یعنی عالم کا سونا عبادت ہے اس کا علمی مذاکرہ تسبیح ہے، اس کی سانس صدقہ ہے اور آنسو کا ہر قطرہ جو اس کی آنکھ سے ٹپکتا ہے جہنم کے ایک سمندر کو بجھا دیتا ہے تو جس نے عالم کی توہین کی تحقیق اس نے علم کی توہین کی۔ اور جس نے علم کی توہین کی تحقیق اس نے نبی کی توہین کی۔ اور جس نے نبی کی توہین کی تحقیق اس نے جبریل کی توہین کی۔ اور جس نے جبریل کی توہین کی تو اس نے اللہ کی توہین کی۔ اور جس نے اللہ کی توہین کی اللہ اسے قیامت کے دن ذلیل و رسوا کرے گا (امام رازی۔ تفسیر کبیر جلد اول ص۲۸۱)

قرآن مجید کی مذکورہ بالا آیتوں، تفسیروں اور حدیثوں سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نزدیک عالم دین بڑی عزت و عظمت والا اور فضیلت و منزلت والا ہے۔ اور جب کہ

قرآن کریم نے اللہ و رسول کی اطاعت کے ساتھ عالم دین کی اطاعت کو بھی لازم قرار دیا اور سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو اپنا وارث و جانشین فرمایا تو مسلمانوں پر ایسے عالم دین کی اطاعت و فرمانبرداری واجب ہے جس کے عقائد و اعمال درست ہوں کہ وہ حاکم شرعی اور نائب رسول ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ عالم دین سنی المذہب جو اپنے اہل شہر میں اعلم (یعنی سب سے زیادہ علم والا ہو) مزدوران کا حاکم شرعی ہے (فتاویٰ رضویہ جلد۱ صفحہ ۱۸۰) اور تحریر فرماتے ہیں کہ عالم دین ہر مسلمان کے حق میں عموماً اور علم دین کا استاذ اپنے شاگرد کے حق میں خصوصاً حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نائب ہے (فتاویٰ رضویہ جلد۱ صفحہ ۹۷) لہٰذا جو لوگ صحیح العقیدہ اور صحیح الاعمال عالم دین کی مخالفت کرتے ہیں وہ حقیقت میں حاکم شرعی اور نائب رسول کی مخالفت کرتے ہیں اور یہ ان کی ہلاکت کا سبب بنے گا حدیث شریف میں ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کن عالما او متعلما او مستمعا او محبا ولا تکن الخامس فتھلک یعنی عالم ہو یا اس سے علم حاصل کرنے والا ہو یا اس کی بات سننے والا ہو یا اس سے محبت کرنے والا ہو، اور پانچواں مت ہو کہ ہلاک ہو جاؤ گے (تفسیر کبیر جلد اول صفحہ ۲۸۲) اور اگر ازراہ حسد بلاوجہ عالم دین سے بغض و عناد رکھتے اور اس کی تحقیر و توہین کرتے ہیں تو ان لوگوں کے کفر کا اندیشہ ہے حضرت علامہ امام رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں من استخف بالعالم اھلک دینہ۔ یعنی جس نے عالم دین کو حقیر سمجھا اس نے اپنے دین کو ہلاک کر دیا (تفسیر کبیر جلد اول صفحہ ۲۸۳) اور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں کہ عالم دین سے بلاوجہ بغض رکھنے میں بھی خوف کفر ہے اگرچہ اہانت نہ کرے (فتاویٰ رضویہ جلد۱ صفحہ ۵۷۷) اور تحریر فرماتے ہیں کہ اگر عالم دین کو اس لئے برا کہتا ہے کہ وہ عالم ہے جب تو صریح کافر ہے۔ اور اگر بوجہ علم اس کی تعظیم فرض جانتا ہے مگر اپنی کسی دنیوی خصومت کے باعث برا کہتا ہے گالی دیتا ہے تحقیر کرتا ہے تو سخت فاسق و فاجر ہے۔ اور اگر بے سبب رنج رکھتا ہے تو مریض القلب خبیث الباطن ہے اور اس کے کفر کا اندیشہ ہے خلاصہ میں ہے۔ من ابغض عالما من غیر سبب ظاھر خیف علیہ الکفر۔ منح الروض الازہر میں ہے الظاھر انہ یکفر (فتاویٰ رضویہ جلد۱ صفحہ ۱۴۰) اور تنویر الابصار و درمختار کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں قال اللہ تعالیٰ والذین اوتوا العلم درجت۔ فالرافع ھو اللہ فمن یضعہ یضعہ اللہ فی جھنم یعنی خدائے تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ وہ عالموں کے درجے کو بلند فرمائے گا۔ تو عالم کو بلند کرنے والا اللہ ہے۔ لہٰذا جو شخص اس کو گرائے گا اللہ اس کو جہنم میں گرائے گا۔ فتاویٰ رضویہ جلد ۹ صفحہ ۵۹) اور تحریر فرماتے ہیں کہ مجمع الانہر میں ہے

من قال العالم عویلم استخفا فافقد کفر۔ یعنی جو کسی عالم کو مولویا اس کی تحقیر کے لئے کہے وہ کافر ہے۔ (فتاوی رضویہ جلد ۱۰ صفحہ ۳۹۵) اور اگر مسلمانوں کو عالم دین کے خلاف بھڑکاتے ہیں تو وہ مسلمانوں کے دشمن ہیں اس لئے کہ جب عوام عالم دین سے بدظن ہو جائیں گے تو اس کی طرف رجوع کرنا اور اس سے حلال وحرام پوچھنا چھوڑدیں گے جو ان کے دین وایمان کے لئے زہر قاتل ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ عالم کی خطاگیری اور اس پر اعتراض حرام ہے اور اس کے سبب رہنمائے دین سے کنارہ کش ہونا اور استفادۂ مسائل چھوڑ دینا اس کے حق میں زہر ہے (فتاوی رضویہ جلد ۱۰ صفحہ ۵۳۹) اور جو لوگ کہ دینی کام کرنے والوں کی عزت بگاڑنے کے درپے ہو جاتے ہیں وہ شیطان کے مددگار، ظالم وجفاکار، حق العبد میں گرفتار اور مستحق عذاب نار ہیں۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ ایسے لوگوں کا ساتھ نہ دیں بلکہ ان کا بائیکاٹ کریں ورنہ وہ بھی گنہ گار ہوں گے حدیث شریف میں ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا من مشیٰ مع ظالم لیقویہ وھو یعلم انہ ظالم فقد خرج من الاسلام۔ یعنی جو شخص ظالم کو تقویت دینے کے لئے اس کا ساتھ دے یہ جانتے ہوئے کہ وہ ظالم ہے تو وہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے (بیہقی، مشکوٰۃ صفحہ ۴۳۶) اور خدائے تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے واما ینسینک الشیطن فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظلمین۔ یعنی اور اگر شیطان تم کو بھلا دے تو یاد آنے کے بعد ظالم قوم کے ساتھ نہ بیٹھو (پ ۷ ع ۱۴) وصلی اللہ تعالیٰ وسلم علی النبی الکریم وعلیٰ آلہ واصحابہ افضل الصلوٰۃ واکمل التسلیم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ

از اصغر علی نعیمی۔ مقام وپوسٹ بڑھپور ضلع بستی

ایک آبادی میں بہت سے مسلمان ہیں۔ الیکشن کے موقع پر عمرو کے سامنے زید نے کہا کہ بکر اور خالد کے سوا میری نظر میں کوئی مسلمان نہیں۔ جب یہ بات آبادی میں پھیل گئی تو زید نے منبر پر کھڑے ہو کر کہا کہ عمرو مجھ پر جھوٹا الزام لگا رہا ہے لہٰذا اس پر تجدید ایمان اور تجدید نکاح لازم ہے۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ اگر زید نے حقیقت میں یہ بات کہی ہو تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟ اور اگر نہیں کہی ہے بلکہ عمرو نے جھوٹا الزام لگایا تو کیا اس صورت میں عمرو پر تجدید ایمان لازم ہے؟ اور اس کا نکاح ٹوٹ گیا؟ جواب تحریر فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب بکر اور خالد کے علاوہ میری نظر میں کوئی مسلمان نہیں۔ اگر واقعی زید نے یہ جملہ کہا تو وہ گنہگار ہوا توبہ کرے اور اس آبادی کے مسلمانوں سے معذرت کرے۔ اور اگر عمرو نے جھوٹا الزام لگایا ہے تو وہ سخت گنہگار ہوا توبہ کرنے کے ساتھ زید سے معافی بھی طلب کرے۔ اور اگر الزام نہیں لگایا ہے بلکہ واقعی زید نے مذکورہ جملہ کہا تھا جس کو عمرو نے لوگوں سے بیان کیا تو وہ چغلی کرنے کے سبب گنہگار ہوا مگر یہ فعل حرام ہے کفر نہیں۔ لہٰذا نہ اس پر تجدید ایمان لازم ہے اور نہ اس کا نکاح ٹوٹا صرف توبہ واستغفار کرے۔ اور جس کی چغلی کھائی ہے اس سے معذرت کرے۔ حدیث شریف میں ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدائے تعالیٰ کے بدترین بندے وہ ہیں جو لوگوں میں چغلی کھاتے پھرتے ہیں اور دوستوں کے درمیان جدائی ڈالتے ہیں (احمد بیہقی) وھو تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۱ ذی القعدہ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ از محمد صابر القادری نوری گونڈوی رہرا بازار ضلع گونڈہ

ایک شخص ہے جو شہزادۂ اعلیٰ حضرت تاجدار اہلسنت سیدی وسندی سرکار مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان سے شرف بیعت حاصل کر چکا ہے۔ اور ہر نذر ونیاز کا بھی قائل ہے اور کرتا بھی ہے مگر اس کا میل جول زیادہ بدعقیدوں یعنی دیوبندیوں، وہابیوں سے ہے ان کی محفلوں میں شرکت کرتا ہے مثلاً اجتماع وغیرہ میں جاتا ہے ان کے یہاں خود بھی کھاتا ہے اور ان کو اپنے یہاں کھلاتا ہے اور ان کی اقتدا میں نماز بھی پڑھتا ہے۔ اور اس کے باوجود اپنے آپ کو سنی صحیح العقیدہ بتاتا ہے۔ ایسی صورت میں مسلک اعلیٰحضرت پہ چلنے والے سنی صحیح العقیدہ حضرات اس شخص سے تعلقات قائم رکھیں اس کے یہاں کھائیں پئیں یا گریز کریں؟ از روئے شریعت مطلع فرمائیں۔

الجواب مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان سے مرید ہونا، نذر ونیاز کرنا اور اپنے آپ کو سنی صحیح العقیدہ بتانا سنی ہونے کے لئے کافی نہیں کہ بہت سے گمراہ وبدمذہب اپنی گمراہی پھیلانے کے لئے اس طرح کے مکر وفریب سے کام لیتے ہیں۔ لہٰذا شخص مذکور سے دیوبندی مولوی اور ان کے کفریات قطعیہ کے بارے میں دریافت کیا جائے اور یہ بھی پوچھا جائے کہ جو کفریات قطعیہ لکھنے والوں کے کفر میں شک کرے ان کے بارے اس کا کیا خیال ہے؟ اگر ان سوالوں کے جوابات سے اس کا دیوبندی ہونا ثابت ہو تو اس کا بائیکاٹ کریں۔ اور اگر سنی ہونا ثابت ہو مگر اس کے غلط رویہ سے دوسرے سنی عوام کے بے راہ ہونے کا اندیشہ ہو تو اس صورت میں بھی بائیکاٹ کریں ورنہ صرف نظر کریں لیکن خواص بہر صورت اس کے کسی کام میں شریک نہ ہوں۔

وھو سبحانہ اعلم بالصواب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۶ رجب المرجب ۱۴۰۲ھ

مسئلہ از ریاست علی منصوری ۔ ناتھ نگر ۔ بستی ۔ یوپی

ایک آدمی جو نسبا ہیلا (مہتر) ہے چمڑا کا کاروبار کرتا ہے ۔ عوام اس کے یہاں کھانے پینے یا اپنے برتن میں کھلانے پلانے کو سخت معیوب سمجھتے ہیں ۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ عوام کا خیال صحیح ہے یا نہیں؟ اس کے گھر کھانے پینے میں حرج شرعی ہے کہ نہیں؟ دوسرا آدمی جو نسبا نٹوا (خلیفہ) ہے اس کی بھی پوزیشن بعینہٖ یہی ہے ۔ اس کی بھی وضاحت فرمائیں ۔ تیسرا آدمی جو شرابی، جواڑی ہے ۔ ہندو سو کھاؤں سے سکھیتی کراتا ہے نشہ کی حالت میں لوگوں کو گالی گلوج بکتا ہے منع کرنے پر سخت گالیاں دیتا ہے ۔ ایسے کے گھر کھانے پینے میں حرج ہے کہ نہیں؟ اس کے حکم سے آگاہ فرمائیں؟

الجواب مہتر اور نٹوا کے یہاں کھانے پینے کو معیوب سمجھنا صحیح ہے ۔ اعلیٰحضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں بھنگی کی روٹی کھانا ضرور شرعاً ممنوع ہے اور آدمی کی سخت بے قدری پر دلیل ہے ۔ جو بات عام مسلمانوں کی نفرت کی موجب ہو شرعاً منع ہے ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں بشروا ولا تنفروا ۔ جس بات میں آدمی متہم ہو، مطعون ہو، انگشت نما ہو شرعاً منع ہے ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حدیث ہے من کان یؤمن باللہ والیوم الاٰخر فلا یقف مواقف التھم ۔ جو بات مسلمانوں پر فتح باب غیبت کرے انھیں فتنہ میں ڈالے گی اور انھیں فتنہ میں ڈالنا حرام ہے ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان الذین فتنوا المؤمنین والمؤمنات ثم لم یتوبوا فلھم عذاب جھنم ولھم عذاب الحریق ۔ مسلمان کہ بھنگیوں سے احتراز کرتے ہیں شرعاً منع نہیں نہ شرعاً بے اصل ہے (فتاویٰ رضویہ جلد دہم ص ۲۲۷) اور جو شخص کہ شرابی، جواڑی ہے ہندو سو کھاؤں سے سکھیتی کراتا ہے اور نشہ کی حالت میں لوگوں کو گالیاں دیتا ہے وہ سخت گنہگار مستحق سزا ہے ۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کا سختی کے ساتھ بائیکاٹ کریں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے ۔ قال اللہ تعالیٰ واما ینسینک الشیطن فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظلمین (پ ۷ ع ۱۴) وھو تعالیٰ وسبحانہ اعلم بالصواب ۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۱ ذوالقعدہ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ

از پیر محمد ساکن بھروی پوسٹ بیناپور ضلع بستی

مصیبت اور جھنو دونوں سگے بھائی ہیں۔ ایک عرصہ تقریباً چودہ سال سے جھنو کی بیوی سے مصیبت کا ناجائز تعلق ہے۔ گاؤں والوں کے کہنے سے کئی بار توبہ بھی کیا لیکن اپنی عادت سے باز نہیں آتا۔ جھنو جو کہ مصیبت کا چھوٹا بھائی ہے اس کے جانکاری میں سب ہوتا ہے مگر اس کو کوئی اعتراض نہیں۔ ایسی صورت میں مسائل شرعیہ سے آگاہ فرما کر ممنون فرمائیں؟

الجواب

اگر واقعی جھنو کی بیوی کا مصیبت سے ناجائز تعلق ہے جس کو جھنو بھی جانتا ہے۔ تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ ان سب کا مکمل بائیکاٹ کریں۔ ان سب سے سلام و کلام اور ہر قسم کے تعلقات ختم کردیں یہاں تک کہ مسلمانوں کے کوئیں سے ان کو پانی بھی نہ بھرنے دیں۔ اگر مسلمان حتی الامکان ان پر سختی نہ کریں گے تو وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ قال اللہ تعالیٰ واما ینسینک الشیطن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین (پ ۷ ع ۱۴) وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۵ رجب المرجب ۱۴۰۲ھ

مسئلہ

مسئولہ مولوی قیام الدین احمد خاں موضع پڑریا پوسٹ لوٹن ضلع بستی

حدیث شریف میں ہے ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام۔ یعنی جس چیز کا کثیر نشہ آور ہو اس کا قلیل بھی حرام ہے تو حدیث شریف کے اس قاعدۂ کلیہ کے مطابق پان کے ساتھ جو تمباکو کھایا جاتا ہے اس کو بھی حرام ہونا چاہیئے۔ اس لئے کہ اس کا بھی کثیر نشہ آور ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

حدیث شریف ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام۔ میں صرف وہ نشہ آور چیزیں مراد ہیں جو مائع و سیال یعنی پانی کی طرح بہنے والی ہیں جیسے تاڑی اور سیندھی وغیرہ نہ کہ تمباکو اور مشک و زعفران وامثالہا کہ ان کا قلیل حلال ہے اور نشہ لانے کی مقدار میں حرام۔ ردالمحتار جلد پنجم ص ۲۹۳ میں ہے الحاصل انہ لا یلزم من حرمۃ الکثیر المسکر حرمۃ قلیلہ ولا نجاستہ مطلقا الا فی المائعات لمعنی خاص بہا اما الجامدات فلا یحرم منہا الا الکثیر المسکر ولا یلزم من حرمتہ نجاستہ کالسم القاتل فانہ حرام مع انہ طاہر اھ اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام میں صرف مسکرات مائعہ مراد ہیں جن کا نشہ لانا ان کے سیال کرنے سے ہوتا ہے ورنہ مشک و عنبر اور زعفران بھی مطلقاً حرام و نجس ہو جائیں کہ حد سے زیادہ ان کا کھانا بھی نشہ لاتا ہے

(فتاویٰ رضویہ جلد یازدہم ص۸۷) ھٰذا ما عندی وھو تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

کتبہ انوار احمد قادری
فاضل فیض الرسول براؤں شریف

مسئلہ از سید ظفر احمد فیض آبادی

زید کہتا ہے اولیائے کرام کا عرس وصال کے موقع پر ایک ضروری کام سمجھ کر منایا جانا کیسا ہے؟ قرآن حدیث کی روشنی میں مدلل اور مفصل تحریر فرمائیں عین نوازش ہوگی؟

الجواب اولیائے کرام کا عرس جائز ہے ضروری نہیں۔ اور کوئی مسلمان اسے ضروری نہیں کہتا بلکہ جائز ہی کہتا ہے۔ لہٰذا زید کا یہ کہنا کہ عرس ضروری سمجھ کر کیا جاتا ہے مسلمانوں پر بدگمانی ہے اور بدگمانی حرام ہے قال اللہ تعالیٰ ان بعض الظن اثم (پ۲۶ سورۂ حجرات) وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۲ ذوقعدہ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ از سید اللہ بخش ۱۸/۹۲ راجہ جی اسٹریٹ اننت پور (آندھرا پردیش)

بعض لوگ فرض نماز ہونے کے بعد فوراً اپنا داہنا ہاتھ پیشانی پر لگا دیتے ہیں۔ اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب دین و دنیا کے فائدے کے لئے بعض لوگ یا قوی اور بعض لوگ سلام قولا من رب رحیم اور ان کے علاوہ مختلف دعائیں پڑھتے ہیں۔ یہ جائز ہے شرعاً کوئی قباحت نہیں وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۲ ذوالقعدہ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ از نصیر خاں مسٹر فراش واڑہ۔ ڈونگر پور (راجستھان)

حرام مغز اگر گوشت یا پلاؤ وغیرہ میں ڈال کر پکا دے تو اس گوشت کا کھانا، پلاؤ وغیرہ کھانا درست ہوگا یا نہیں؟

الجواب حرام مغز گوشت وغیرہ میں قصداً ڈال کر نہیں پکانا چاہیئے کہ غفلت میں لوگ اسے کھا جائیں گے۔ ہاں اگر غلطی سے گوشت کے ساتھ پک جائے تو اس گوشت کا کھانا حلال ہے۔ اس

لئے کہ حرام مغز کا کھانا ناجائز ہے مگر وہ نجس نہیں جیسے کہ غیر ماکول اللحم کا گوشت بعد ذبح شرعی پاک ہے مگر اس کا کھانا حرام ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۷ر ذوقعدہ سنہ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ
از محمد عاشق علی قادری مدرسہ صدیقیہ بھنان بازار ضلع بستی

پردھانی کے الیکشن میں ایک ہندو اور ایک مسلمان کھڑے ہوئے زید ہندو کا سپوٹر ہے اور بکر مسلمان کا سپوٹر ہے نیز بکر نے زید سے کہا کہ بھائی صاحب رمضان شریف کا مبارک مہینہ ہے آپ بھی نماز کے لئے مسجد آیا کرو کیونکہ سبھی مسلمان اس مہینے میں نماز پڑھتے ہیں اس کے جواب میں زید نے کہا کہ اگر ہمارا امیدوار (یعنی ہندو) الیکشن میں جیت جائے گا تو نماز پڑھوں گا اور اگر ہار گیا تو نہیں پڑھونگا الیکشن ہونے کے بعد زید کا امیدوار ہار گیا تو اس صورت میں انکار صلوٰۃ لازم آیا کہ نہیں؟ اور اگر انکار صلوٰۃ لازم آیا تو زید کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب
نماز کی فرضیت کا انکار نہیں لازم آیا۔ البتہ نماز پڑھنے کا واضح الفاظ میں انکار ہے جو بہت بڑا گناہ ہے۔ زید پر علانیہ توبہ و استغفار کرنا لازم ہے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو سب مسلمان اس کا بائیکاٹ کریں۔ قال اللہ تعالیٰ واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظٰلمین (پ ۷ ع ۱۴) وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۶ر ذوقعدہ سنہ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ
رحیم الدین القادری مدرس جامعہ اسلامیہ غوثیہ رانجن (جموں کشمیر)

ایک مشت سے زائد داڑھی رکھنا کیسا ہے؟

الجواب
ایک مشت سے زائد داڑھی رکھنا جائز ہے لیکن ہمارے ائمہ اور جمہور علماء کے نزدیک اس کا طول فاحش کہ جو حد تناسب سے خارج اور باعث انگشت نمائی ہو مکروہ و ناپسندیدہ ہے ھکذا فی لمعۃ الضحیٰ۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۹ر رجب المرجب سنہ ۹۷ھ

مسئلہ
از عبد اللہ مدنپورہ۔ بمبئی ۸

کیا ہمبستری سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کا حکم ہے؟

الجواب
ہاں ہمبستری سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کا حکم ہے۔ اعلیحضرت امام

احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان ارشاد فرماتے ہیں کہ جو بغیر بسم اللہ عورت کے پاس جائے اس کی اولاد میں شیطان کا ساجھا ہوتا ہے حدیث میں ایسوں کو مغربین فرمایا جو انسان و شیطان کے مجموعی نطفے سے بنتے ہیں (الملفوظ ح ۲ صـ ۹۲) وھو اعلم بالصواب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ

ازقاضی محمد الطیع الحق عثمانی علاؤالدین پور ڈاکخانہ سعد اللہ نگر ضلع گونڈہ

سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زہر خورانی کی نسبت جعدہ بنت اشعث کو دینا یہ مؤرخین کی زیادتی ہے اس سلسلہ میں حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمہ نے جو کچھ فرمایا ہے وہی آپ کے نزدیک صحیح ہے جیسا کہ آپ نے فتاویٰ ۶۹ محررہ ۴ صفر المظفر ۱۳۹۷ھ میں تحریر فرمایا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ آئینۂ قیامت استاذ زمن حضرت علامہ حسن رضا خاں صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کی تصنیف لطیف ہے جس کی صحت روایت کی تصدیق اعلیٰحضرت عظیم البرکت مجدد اعظم دین وملت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمائی ہے۔ جس میں زہر خورانی کی نسبت جعدہ بنت اشعث بن قیس کو دی گئی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ زہر خورانی کی نسبت جعدہ بنت اشعث کی طرف صحیح ہے کیونکہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی تصدیق کے بعد کسی شک وشبہہ کی گنجائش نہیں رہ جاتی ہے۔ ذیل میں آئینۂ قیامت کی عبارت ملاحظہ فرمائیں۔ استاذ زمن حضرت علامہ حسن رضا میاں علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں اس خبیث (یزید پلید) کا پہلا حملہ سیدنا امام حسن پر چلا جعدہ زوجہ امام کو بہکایا کہ اگر تو زہر دے کر امام کا کام تمام کر دے گی تو میں تجھ سے نکاح کر لوں گا۔ وہ شقیہ بادشاہ کی بیگم بننے کی لالچ میں شاہان جنت کا ساتھ چھوڑ کر سلطنت عقبیٰ سے منہ موڑ کر جہنم کی راہ پر ہوئی کئی بار زہر دیا کچھ اثر نہ ہوا پھر تو جی کھول کر اپنے پیٹ میں جہنم کے انگارے بھرے اور امام جنت مقام کو سخت تیز زہر دیا یہاں تک کہ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جگر پارے کے اعضاء باطنی پارہ پارہ ہو کر نکلنے لگے۔ انتخاب شہادت مع آئینۂ قیامت ص۱۱ مطبوعہ انتظامی پریس کانپور۔ آئینۂ قیامت کے بارے میں سرکار اعلیٰحضرت قدس سرہٗ کی مصدقہ عبارت یہ ہے۔ عرض۔ محرم کی مجالس میں جو مرثیہ خوانی وغیرہ ہوتی ہے سننا چاہیئے یا نہیں؟ ارشاد۔ مولانا شاہ عبد العزیز صاحب کی کتاب جو عربی میں ہے وہ یا حسن میاں مرحوم میرے بھائی کی کتاب آئینۂ قیامت میں صحیح روایات ہیں۔ باقی غلط روایات کے پڑھنے سے نہ پڑھنا اور نہ سننا بہت بہتر ہے (الملفوظات شریعت جلد دوم ص۹۱ مطبوعہ نظامی پریس بدایوں) تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ جن روایتوں میں زہر خورانی کی نسبت جعدہ بنت اشعث کو دی گئی ہے کیوں صحیح نہیں؟ اور اس روایت میں کیا سقم ہے؟ ظاہر فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

الجواب زہر خورانی کی نسبت جعدہ بنت اشعث کی طرف جو کی گئی ہے اس کے قابل اعتماد نہ ہونے کے وجوہات وہی ہیں جن کو حضرت صدرالافاضل علیہ الرحمۃ والرضوان نے تفصیل کے ساتھ سوانح کربلا میں تحریر فرمایا ہے یعنی اس روایات کی کوئی صحیح سند دستیاب نہیں۔ اور واقعات کی تحقیق خود واقعات کے زمانے میں جیسی ہو سکتی ہے بعد کو ویسی تحقیق مشکل ہے۔ اور حال یہ ہے کہ حضرات حسنین کے صاحبزادوں میں سے کسی کو جعدہ کی زہر خورانی کا ثبوت نہیں پہونچا اسی لئے کسی نے اس سے مواخذہ نہ کیا۔ پھر اس میں حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات پر ایک بدترین تبرا بھی ہے کہ ان کی بیوی نے غیر سے سازباز کی لیکن چونکہ عام طور پر مورخین نے زہر خورانی کی نسبت جعدہ بنت اشعث ہی کی طرف کی ہے اور یہی مشہور بھی ہے اس لئے حضرت حسن خاں صاحب علیہ الرحمہ نے جعدہ ہی کی طرف اس واقعہ کو منسوب کر دیا۔ رہا ملفوظ میں آئینۂ قیامت کی تصحیح کا سوال تو اعلیحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ملفوظ ان کے وصال فرما جانے کے بعد اپنی یادداشت اور دوسرے لوگوں کے بیان پر مرتب کیا گیا ہے۔ اور فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص۱۰۷ میں ہے کہ بحال احتمال کبیرہ گناہ کی نسبت کسی مسلمان کی طرف جائز نہیں۔ اور جب کہ جعدہ کے زہر کھلانے پر یقین نہیں بلکہ صرف احتمال ہے کہ بقول حضرت صدرالافاضل علیہ الرحمہ اس روایت کی کوئی صحیح سند دستیاب نہیں۔ تو اعلیحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے محتاط بغیر صحیح روایت کے اس واقعہ کی نسبت جعدہ کی طرف مان لیں کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ لہٰذا ماننا پڑے گا کہ انھوں نے اس نسبت کی تصحیح نہیں فرمائی ہے زیادہ سے زیادہ آئینۂ قیامت کی تصحیح فرمائی ہے اور کسی ایک بات کے قابل اعتماد نہ ہونے سے پوری کتاب کا اعتماد نہیں ختم ہو جائے گا ورنہ ہدایہ وغیرہ جو محققین کے نزدیک معتمد ہیں وہ بھی قابل اعتماد نہیں رہ جائیں گی۔ وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۶؍ ذی الحجہ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ مسئولہ تابش قصوری نائب ناظم انجمن حزب الرحمان بھیرپور ضلع منٹگمری (پاکستان)

ٹرانسسٹر آلہ (جس کے ذریعہ شدید بہرہ انسان عام و خاص آوازیں سن سکتا ہے) کا لگانا اور کاروبار میں اس سے فائدہ حاصل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کے ذریعہ کئے ہوئے وعدوں کی پابندی ضروری ہوگی یا نہیں؟ نیز اس سے خبر رویت ہلال سن کر روزہ رکھنا اور عید کرنا لازم ہوگا یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ یہ بدعت ہے اس سے استفادہ ناجائز اور کئے ہوئے تمام کام بے معنی ہیں؟ شرعی حکم کیا ہے تحریر فرمائیں؟

الجواب ٹرانسسٹر آلہ کا استعمال کرنا اور کاروبار میں اس سے فائدہ حاصل کرنا جائز

ہے۔ اس کے ذریعہ کئے ہوئے وعدوں کی پابندی بھی ضروری ہوگی نیز اس کی مدد سے روٗیت ہلال کی شہادت کے الفاظ سن کر روزہ رکھنا اور عید کرنا واجب ہوگا جیساکہ عینک اور دوربین کے ذریعہ ہلال دیکھنے سے روزہ وغیرہ واجب ہوجاتا ہے صرف ایجاد نو کے سبب آلہ مذکور کو بدعت قرار دے کر اس سے استفادہ ناجائز بتانا صحیح نہیں اس لئے کہ بہت سی اشیا رایجاد نو ہیں اور کاروبار میں ان سے استفادہ جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۲ر جمادی الاولیٰ ۱۳۸۵ھ

مسئلہ

از مشہنا پوسٹ کھنڈسری بازار ضلع بستی مرسلہ محمد طیب

(۱) زید عالم ہے غیر محرم عورت کے پاس تنہائی میں گھنٹہ، ڈیڑھ گھنٹہ بیٹھا کرتا ہے رات میں بھی اور دن میں بھی تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۲) زید عالم کو ایک جاہل آدمی نے سمجھایا تو زید نے کہا کہ ہم عالم دین ہیں ہماری کسی بات پر آپ اعتراض نہیں کر سکتے ہیں۔ اس کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب

(۱) غیر محرم عورت کے پاس تنہائی میں بیٹھنا جیساکہ سوال میں ذکر کیا گیا سخت ناجائز اور حرام ہے اس لئے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب مرد عورت کے ساتھ تنہائی میں ہوتا ہے تو تیسرا شیطان ہوتا ہے (ترمذی، مشکوٰۃ) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) زید عالم ہو یا محدث جب فعل ناجائز کا ارتکاب کرے گا تو اسے ضرور روکا جائے گا۔ عالم ہونے کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ خود برائی سے بچے اور دوسروں کو روکے نہ یہ کہ اسے کوئی برائی سے نہ روکے جیساکہ زید نے سمجھا مولیٰ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو خصوصاً علمائے اہلسنت کو احکام شرع پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوٰۃ واکرم التسلیم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۳ر جمادی الاولیٰ ۱۳۸۵ھ

مسئلہ

از محمد محبوب علی فیضی موضع لال پور۔ برہی پور ضلع گورکھپور

ایک سید صاحب ہیں جو عالم نہیں ہیں اور ایک عالم دین ہیں جو سید نہیں ہیں تو ان میں افضل کون ہے؟ حوالے کے ساتھ تحریر فرمائیں؟

الجواب

اللہ و رسول کے نزدیک عالم دین اگرچہ سید نہ ہو ایسے سید سے افضل

ہے جو عالم نہ ہو قال اللہ تعالیٰ ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون ۔ یعنی کیا عالم اور بے علم برابر ہو جائیں گے (پ۲۳ ع ۱۵) اور فرماتا ہے یرفع اللہ الذین امنوا منکم والذین اوتوا العلم درجٰت ۔ یعنی اللہ بلند فرمائے گا تم میں کے مومنوں اور بالخصوص عالموں کے درجے کو (پ۲۸ ع ۲) اور اعلیٰحضرت امام احمد رضا بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ فضل علم فضل نسب سے اشرف و اعظم ہے ۔ میر صاحب کہ عالم نہ ہوں اگرچہ صالح ہوں عالم سنی صحیح العقیدہ کے مرتبہ کو شرعاً نہیں پہنچتے (فتاویٰ رضویہ جلد نہم ص۵۹) وھو تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم بالصواب

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ

از عبد الحکیم مقام و پوسٹ ٹنڈوا ضلع بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ پختہ مکان بنانا کیسا ہے؟ بینوا توجروا!

الجواب

اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں پختہ مکان اگر نیک کاموں کے لئے ہو جیسے مسجد و مدرسہ و خانقاہ و سرائے تو ثواب ہے اور اپنی ضرورت و حاجت کے لئے ہو تو مباح اور تفاخر و تکبر کی نیت سے ہو تو حرام (فتاویٰ رضویہ جلد دہم ص۱۸۰) وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ

از عبید الرضا، مراد رضا گجراتی متعلم دار العلوم نوری اندور

(۱) کسی سنی صحیح العقیدہ کے گھر اس کے دیوبندی بھائی کی تعزیت کے سلسلے میں آنا اور سنی کا اس دیوبندی کو اپنے گھر میں ٹھہرنے کی اجازت دینا و نیز دیوبندیت کا علم ہوتے ہوئے اس کے ساتھ بات چیت، کھانا پینا، سونا بیٹھنا اور اس دیوبندی کو اپنے سنی عزیز و اقارب کے یہاں دعوتوں میں لے جانا۔ ایسی صورتوں میں اس سنی صحیح العقیدہ کے لئے حضور پر نور اعلیٰحضرت عظیم البرکت علیہ الرحمہ کے مسلک کے مطابق شرعی کیا حکم ہوگا؟ سنی کا یہ عمل جائز ہے یا ممنوع، حق ہے یا باطل؟ مدلل جواب عنایت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔ (۲) اگر وہ سنی مسلمان بالفرض عالم دین ہو۔ یا بالفرض مفتی وقت ہو یا شیخ الحدیث ہو اور بالفرض اس کا ایک بھائی کٹر دیوبندی عالم ہو تو سوال نمبر ۱ کی مذکورہ صورت میں کیا حکم نافذ ہوگا؟ (۳) کسی دیوبندی کے رہنما کو ایک دن یا تین دن یا تین مہینے تک (اس کی دیوبندیت کا علم ہوتے ہوئے) سنی عالم کا اپنے گھر میں رہنے کی اجازت دینا کیا یہ

افعال اسلام میں شرعی اخلاق میں شمار کئے جائیں گے؟ یا اس دیوبندی کو دھتکار دینا اس سے بیزاری کا اظہار کرنا اور اس کو اپنے یہاں آنے سے قطعاً منع کر دینا یا کسی وہابی کے ساتھ اس طرح پیش آنے کو شریعت کیا بداخلاقی سے پیش آنا کہا جائے گا؟

الجواب (۱) شخص مذکور گنہگار ہے۔ دیوبندی کے ساتھ اس کا اس طرح پیش آنا جائز نہیں۔ جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث شریف مروی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان مرضوا فلا تعودوھم وان ماتوا فلا تشھدوھم وان لقیتموھم فلا تسلموا علیھم ولا تجالسوھم ولا تشاربوھم ولا تواکلوھم ولا تناکحوھم ولا تصلوا علیھم ولا تصلوا معھم۔ یعنی سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بدمذہب اگر بیمار پڑیں تو ان کی عیادت نہ کرو، اگر مرجائیں تو ان کے جنازہ میں شریک نہ ہو، ان سے ملاقات ہو تو انھیں سلام نہ کرو، ان کے پاس نہ بیٹھو، ان کے ساتھ پانی نہ پیو، ان کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ، ان کے ساتھ شادی بیاہ نہ کرو، ان کے جنازہ کی نماز نہ پڑھو اور نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو۔ (مسلم شریف) اس حدیث کو ابوداؤد نے حضرت ابن عمر سے اور ابن ماجہ نے حضرت جابر سے اور عقیلی وابن حبان نے حضرت انس سے روایت کیا۔ رضی اللہ عنہم (۲) دیوبندی اللہ و رسول جل مجدہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دشمن ہیں۔ لہٰذا مفتی ہو یا شیخ الحدیث کسی کو ان سے مسلمانوں جیسا برتاؤ کرنا جائز نہیں۔ (۳) افعال مذکورہ اسلام میں شرعی اخلاق نہیں۔ بدمذہبوں سے دور رہنا اور ان سے بیزاری ظاہر کرنا یہی شرعی اخلاق ہیں۔ ان کو بدخلقی سے تعبیر کرنا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان کی توہین ہے۔ وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۶ شوال المکرم ۱۴۰۲ھ

مسئلہ از اختر علی خاں براؤنی تاج سائیکل شاپ ٹاٹانگر گوونڈی بمبئی ۴۳

کیا اپنے اعمال نماز و روزہ اور حج و زکوٰۃ وغیرہ کا ثواب مردہ اور زندہ دونوں کو بخشنا جائز ہے۔

الجواب ہاں اپنے تمام اعمال نماز و روزہ اور حج و زکاۃ وغیرہ ہر قسم کی نیکیوں کا ثواب زندہ اور مردہ دونوں کو بخشنا جائز ہے۔ جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری جلد اول مصری صفحہ ۲۴ میں ہے۔ ان الانسان لہ ان یجعل ثواب عملہ لغیرہ صلاۃ کان او صوما او صدقۃ او غیرھا کالحج وقراءۃ القرآن والاذکار وزیارۃ قبور الانبیاء علیھم الصلوۃ والسلام والشھداء والاولیاء والصالحین وتکفین الموتی

وجمیع انواع البر۔ یعنی اپنے عمل نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، قرأۃ قرآن واذکار کا ثواب اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام شہدائے اسلام، اولیائے کرام و بزرگان دین کی قبروں کی زیارت کا ثواب اور مردوں کی تجہیز و تکفین وغیرہ ہر قسم کی نیکیوں کا ثواب دوسرے کو بخشنا جائز ہے۔ اور بحر الرائق جلد سوم صہ ۵۹ میں ہے لا فرق بین ان یکون المجعول لہ میتا او حیا۔ یعنی مردہ اور زندہ کو ثواب بخشنے میں کوئی فرق نہیں۔ ھٰذا ما عندی وھو تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم جل مجدہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کتبہ انوار احمد قادری
فاضل فیض الرسول براؤں شریف

مسئلہ

از محمد صابر حسین رضوی۔ جاسی مارہ ضلع جلپائی گوڑی (بنگال)

حلال جانوروں کو ذبح کر کے ان کے گوشت بیچنے کو ذریعہ معاش بنانا کیسا ہے؟

الجواب

حلال جانوروں کو ذبح کرنا اور ان کا گوشت بیچنا یعنی پیشۂ قصاب کو ذریعہ معاش بنانا بلا کراہت جائز ہے۔ جیسا کہ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں شکار کو پیشہ بنا لینا اور کسب کا ذریعہ کر لینا جائز ہے۔ بعض فقہا نے اس کو ناجائز یا مکروہ کہا یہ صحیح نہیں کیونکہ کراہت جب ہی ہو سکتی ہے کہ اس کے لئے دلیل شرعی ہو اور دلیل میں یہ کہنا کہ جان مارنے کا پیشہ کر لینا قساوت قلب کا سبب ہوتا ہے اس سے بھی کراہت ثابت نہیں۔ صرف اتنا ہی ثابت ہوگا کہ دوسرے جائز پیشے اس سے بہتر ہیں ورنہ لازم آئے گا کہ قصاب کا پیشہ بھی مکروہ ہو حالانکہ اس کی کراہت کا قول کسی سے منقول نہیں۔ (بہار شریعت حصۂ ہفدہم صہ ۱۸ بحوالہ رد المحتار) وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲ر شعبان المعظم ۱۴۰۲ھ

مسئلہ

از عبد العلی فریدی مدرسہ تیغیہ فیض الرسول مقام و پوسٹ مہوا ضلع ویشالی (بہار)

زید کہتا ہے کہ حدیث شریف میں کسی کی تعظیم کے لئے کھڑے ہونے کو منع کیا گیا ہے۔ اور ثبوت میں مندرجہ ذیل حدیثوں کو پیش کرتا ہے۔ (۱) حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا لا تقوموا کما تقوم الاعاجم یعظم بعضھا بعضاً۔ یعنی تم لوگ نہ کھڑے ہو جیسے عجمی لوگ ایک دوسرے کی کھڑے ہو کر تعظیم کرتے ہیں (مشکوٰۃ شریف صہ ۴۰۳) (۲) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا من سرہٗ ان یتمثل لہ الرجال

قیاما فلیتبوأ مقعدہ من النار۔ یعنی جس کو پسند ہو کہ لوگ تعظیم کے لئے اس کے سامنے کھڑے رہیں وہ اپنی جگہ دوزخ میں ڈھونڈھے (مشکوٰۃ شریف ص۴۰۳) (۳) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا کانوا اذا راٴوہ لم یقوموا لما یعلمون من کراھیتہ ذلک۔ یعنی جب صحابہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھتے تو کھڑے نہیں ہوتے تھے اس لئے کہ وہ جانتے تھے کہ حضور کو یہ ناپسند ہے (مشکوٰۃ شریف ص۴۰۳)

الجواب

(۱) احادیث کریمہ میں کھڑے ہونے کو ہر صورت میں نہیں منع کیا گیا ہے بلکہ صرف اس حالت میں منع کیا گیا ہے جبکہ کوئی شخص چاہے کہ لوگ اس کے لئے قیام کریں۔ یا وہ بیٹھا ہے اور پسند کرے کہ لوگ اس کے سامنے کھڑے رہیں اس لئے کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آنے پر خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی قوم سے فرمایا قوموا الیٰ سیدکم۔ یعنی اپنے سردار کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔ محقق علی الاطلاق حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی بخاری علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں۔ قیام مکروہ بعینہٖ نیست بلکہ مکروہ محبت قیام ست از کسیکہ قیام کردہ شدہ است برائے وے۔ واگر وے محبت قیام نہ دارد۔ قیام برائے وے مکروہ نہ بود۔ قاضی عیاض مالکی گفتہ کہ قیام منہی عنہ در حق کسے ست کہ نشستہ باشد وایستادہ باشند بہ پیش وے مردم تا نشستن وے۔ یعنی کھڑا ہونا مکروہ نہیں۔ بلکہ کھڑا ہونے کو چاہنا مکروہ ہے۔ اگر کوئی شخص کھڑا ہونے کو نہ چاہتا ہو تو اس کے لئے کھڑا ہونا مکروہ نہیں۔ حضرت قاضی عیاض نے فرمایا کہ کھڑا ہونا اس شخص کے لئے منع ہے جو کہ خود تو بیٹھا ہو اور لوگ اس کے سامنے بیٹھے رہنے تک کھڑے رہیں (اشعۃ اللمعات ج۴ ص۲۸) اور محی السنۃ حضرت امام نووی علیہ الرحمۃ والرضوان حدیث شریف قوموا الیٰ سیدکم کے تحت تحریر فرماتے ہیں۔ فیہ اکرام اھل الفضل وتلقیھم بالقیام لھم اذا اقبلوا ھکذا احتج بہ جماھیر العلماء لاستحباب القیام قال القاضی ولیس ھذا من القیام المنھی عنہ وانما ذاک فیمن یقومون علیہ وھو جالس ویمثلون قیاما طول جلوسہ قلت القیام للقادم من اھل الفضل مستحب وقد جاء فیہ احادیث ولم یصح فی النھی عنہ شئی صریح۔ یعنی اس حدیث شریف سے بزرگوں کی تعظیم اور ان کے آنے پر کھڑے ہو کر ان سے ملنا ثابت ہے اور قیام تعظیمی کے مستحب ہونے پر جمہور علماء نے اس سے دلیل پکڑی ہے۔ حضرت قاضی عیاض نے فرمایا یہ قیام منع قیاموں میں سے نہیں ہے۔ منع اس شخص کے بارے میں ہے کہ جس کے پاس لوگ کھڑے ہوں اور وہ بیٹھا ہو اور لوگ اس کے بیٹھے رہنے تک کھڑے رہیں۔ حضرت امام نووی فرماتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ بزرگوں کی آمد پر کھڑا ہونا مستحب ہے اور اس کے بارے میں حدیثیں

ہیں لیکن ممانعت میں صراحۃً کوئی حدیث نہیں آئی (مسلم شریف مع نووی ج ۲ صفحہ ۹۵) اور حدیث شریف میں ہے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ توبہ قبول ہونے کے بعد جب میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ فقام طلحۃ بن عبید اللہ یہرول حتی صافحنی وھنانی۔ یعنی تو حضرت طلحہ بن عبید اللہ کھڑے ہوگئے اور دوڑ کر آئے مجھ سے مصافحہ کیا اور مبارک باد دی (مسلم شریف ج ۲ صفحہ ۳۶۲) اس حدیث کے تحت حضرت امام نووی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں فیہ استحباب مصافحۃ القادم والقیام لہ اکراما والھرولۃ الی لقائہ۔ یعنی اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ آنے والے سے مصافحہ کرنا، اس کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا اور دوڑ کر اس سے ملنا مستحب ہے (مسلم شریف مع نووی ج ۲ صفحہ ۳۶۲) اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کردہ حدیث جو مخالف نے پیش کی ہے اس کے تحت محقق علی الاطلاق حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔ ازیں جا معلوم می شود کہ مکروہ ومنہی عنہ دوست داشتن برپا ایستادن مردم بخدمت بطریق تعظیم وتکبر وآنچہ بریں وجہ نبود مکروہ نہ باشد۔ یعنی اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ تعظیم و تکبر کے طریقے پر خدمت میں لوگوں کے کھڑے ہونے کو چاہنا مکروہ ومنع ہے اور جو اس طریقے پر نہ ہو مکروہ نہیں (اشعۃ اللمعات ج ۴ صفحہ ۲۹) اسی لئے فقہائے کرام نے قیام تعظیمی کے جواز کی تصریح فرمائی۔ شیخ علاء الدین محمد بن علی حصکفی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں۔ یجوز بل یندب القیام تعظیما للقادم کما یجوز القیام ولو للقاری بین یدی العالم۔ یعنی آنے والے کی تعظیم کو کھڑا ہونا جائز بلکہ مستحب ہے جیسا کہ قرآن پڑھنے والے کو عالم کے سامنے کھڑا ہو جانا جائز ہے (درمختار مع شامی ج ۵ صفحہ ۲۴۶) اور اسی کے تحت حضرت علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں۔ قیام قارئ القرآن لمن یجیٔ تعظیما لایکرہ اذا کان ممن یستحق التعظیم۔ یعنی قرآن پڑھنے والے کا آنے والے کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا مکروہ نہیں جب کہ وہ تعظیم کے لائق ہو (ردالمحتار ج ۵ صفحہ ۲۴۶) اور حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی بخاری علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں۔ در مطالب المؤمنین از قنیہ نقل کردہ کہ مکروہ نیست قیام جالس از برائے کسے کہ در آمدہ است بروئے بجہت تعظیم یعنی مطالب المؤمنین میں قنیہ سے نقل کیا کہ بیٹھے ہوئے آدمی کا کسی آنے والے کی تعظیم کے لئے کھڑا ہو جانا مکروہ نہیں (اشعۃ اللمعات ج ۴ صفحہ ۲۸) وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ
از کلو موضع جگجوا پوسٹ چھپیا بستی

نیل گاؤ کے شکار کے سبب کچھ ہندؤں نے چند مسلمانوں کو پکڑ کر زدوکوب کیا اور ان کو رسّی میں باندھدیا بعدۂ خنزیر کا گوشت زبردستی ان کے دانتوں پر رگڑ دیا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ وہ مسلمان شرعاً مجرم و گنہگار ہوئے یا نہیں؟

الجواب
صورت مسئولہ میں غیر مسلموں کا مسلمانوں کے دانتوں میں خنزیر کا گوشت رگڑنا ظلم ہے تو ایسی صورت میں مسلمان گنہگار ہونے کے بجائے ثواب کے مستحق ہوئے البتہ اب ایسا آئندہ کوئی فعل مباح نہ کریں جو غیر مسلموں کو اس قسم کی سختی پر آمادہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۳ رجمادی الاولیٰ ۱۳۸۵ھ

مسئلہ
مسئولہ حاجی عبد القیوم بھریندا خرد پوسٹ بھبن جوت ضلع گونڈہ

ہمارے یہاں ایک مدرسہ چل رہا تھا جس میں قرآن پاک کی تعلیم ہوتی تھی اخراجات کے لئے کچھ رقم جمع تھی مدرسہ بند ہو گیا رقم مذکور کو دوسرے مدرسہ میں نہ دے کر مسجد کے دروازے پر ایک کنواں ہے جو گر گیا ہے پانی کی تکلیف ہے اس کنواں سے پانی موضع میں بھی خرچ ہوتا ہے اس کی کنوئیں کی مرمت کرانا چاہتے ہیں شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب
جب رقم کو لوگوں نے قرآن مجید کی تعلیم کے لئے دی تھی تو اس رقم کو کنواں کی مرمت میں صرف کرنا جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۲ رذی الحجہ ۸۵ھ

مسئلہ
از مشتاق احمد موضع کھیریا پوسٹ برگدوا ضلع بستی

کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تمام عورتوں سے یہاں تک کہ حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی افضل ہیں؟۔

الجواب
بیشک حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی لخت جگر حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سارے جہان کی تمام عورتوں سے یہاں تک کی حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی افضل ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا

سے فرمایا یابنیۃ الا ترضین انک سیدۃ نساء العالمین۔ قالت یا ابت فاین مریم۔ قال تلک سیدۃ نساء عالمہا۔ یعنی اے بیٹی! کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ تم سارے جہان کی عورتوں کی سردار ہو؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا۔ ابا جان! پھر حضرت مریم کا کیا مقام ہے؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا وہ اپنے زمانہ کی عورتوں کی سردار ہیں۔ حضرت علامہ نبہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث شریف کو نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں صرح بافضلیتہا علیٰ سائر النساء حتی السیدۃ مریم کثیر من العلماء المحققین منہم التقی السبکی والجلال السیوطی والبدر الزرکشی والتقی المقریزی۔ یعنی تمام عورتوں یہاں تک کہ حضرت مریم پر حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے افضل ہونے کی بہت سے علماء محققین نے تصریح فرمائی ہے جن میں علامہ تقی الدین سبکی، علامہ جلال الدین سیوطی، علامہ بدر الدین زرکشی اور علامہ تقی الدین مقریزی شامل ہیں (الشرف المؤبد ص۵۴) ھذا ما عندی وھو اعلم بالصواب۔

کتبہ: انوار احمد قادری
فیض الرسول براؤں شریف

مسئلہ از مولوی مقبول احمد سیٹھ ڈائی میکر کیراف اقبال میٹر ورکس اکبر لالہ کمپاؤنڈ آزاد نگر گھاٹکوپر بمبئی

آج کل عام طور پر یہ رواج ہوتا جا رہا ہے کہ جب کوئی شخص اپنی لڑکی کی شادی کسی کے یہاں کرنا چاہتا ہے تو لڑکے کا باپ یا اس کے گھر والے بلکہ کبھی خود لڑکا کہتا ہے کہ اتنے ہزار روپئے نقد اور اتنے روپئے کا سامان جہیز میں لیں گے تب شادی کریں گے اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ موٹر سائیکل لیں گے اور کچھ لوگ جیپ یا کار کا مطالبہ کرتے ہیں تو اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب لڑکا یا اس کے گھر والوں کا شادی کرنے کے لئے نقد روپیہ اور سامان جہیز مانگنا یا موٹر سائیکل اور جیپ و کار وغیرہ کا مطالبہ کرنا حرام و ناجائز ہے اس لئے کہ وہ رشوت ہے فتاویٰ عالمگیری جلد اول ص۳۰۶ میں ہے لو اخذ اھل المرأۃ شیئاً عند التسلیم فللزوج ان یسترده لانہ رشوۃ کذا فی البحر الرائق۔ یعنی عورت کے گھر والوں نے رخصتی کے وقت کچھ لیا تھا تو شوہر کو اس کے واپس لینے کا شرعاً حق ہے اس لئے کہ وہ رشوت ہے۔ اور جب لڑکے سے لینا رشوت ہے تو لڑکی سے نکاح پر لینا بدرجہ اولیٰ رشوت ہے۔ اس لئے کہ آیت کریمہ ان تبتغوا باموالکم کے مطابق نکاح کے عوض مہر کی صورت میں شوہر پر مال دینا واجب بھی ہوتا ہے اور بیوی پر کسی حال میں نکاح کے بدلے کوئی مال واجب نہیں ہوتا لہٰذا نکاح پر لڑکی یا اس کے گھر والوں سے مال وصول کرنا رشوت ہی ہے۔ اور حدیث شریف میں ہے لعن

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الراشی والمرتشی۔ یعنی رشوت دینے والے اور لینے والے دونوں پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے۔ یہ ترمذی، ابوداؤد اور ابن ماجہ کی روایت ہے۔ اور احمد و بیہقی کی روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رشوت لینے اور دینے والے کے درمیان واسطہ بننے والے پر بھی لعنت فرمائی ہے (مشکوٰۃ شریف ص۳۲۶) لہٰذا مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی لعنت سے بچیں اور اپنی عاقبت خراب نہ کریں۔ یعنی لڑکی والوں سے نکاح کے عوض کسی چیز کا مطالبہ نہ کریں اور مانگنے کی صورت میں لڑکی والے ان کو کچھ نہ دیں۔ اگر وہ لوگ نہ مانیں تو ان کے درمیان واسطہ نہ بنیں بلکہ ان کو ذلیل قرار دیں۔ یہ حکم اس صورت میں ہے جب کہ صراحتاً یا اشارتاً مطالبہ کیا جائے اور اگر اپنی خوشی سے دیا جائے تو شرعاً کوئی قباحت نہیں۔ ھذا ما عندی وھو اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد امجدی

مسئلہ

از عبدالرحمٰن مرسٹھوا پوسٹ گنیش پور ضلع بستی۔ (یوپی)

شراب کے متعلق کیا حکم ہے؟ اس کا پینا کیسا ہے؟ اور جو لوگ پیتے ہیں ان کے بارے میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا فرمایا ہے؟

الجواب

شراب حرام اور پیشاب کی طرح ناپاک۔ اور اس کا پینا سخت گناہ کبیرہ اور پینے والا فاسق و فاجر، ناپاک، بیباک، مردود و ملعون مستحق عذاب شدید و عقاب الیم ہے۔ والعیاذ باللہ رب العلمین۔ اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر سخت سخت وعیدیں ہولناک تہدیدیں فرمائیں ہم یہاں صرف بعض پر اکتفا کرتے ہیں۔ حدیث نمبر۱ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لایشرب الخمر حین یشربہا وھو مومن۔ یعنی شراب پیتے وقت شرابی کا ایمان ٹھیک نہیں رہتا رواہ الشیخان وغیرہما عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ حدیث نمبر۲ لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی الخمر عشرۃ عاصرھا ومعتصرھا وشاربہا وحاملہا والمحمولۃ الیہ وساقیہا وبائعہا وآکل ثمنہا والمشتری لہا والمشتراۃ لہ۔ یعنی جو شخص شراب کے لئے شیرہ نکالے اور جو نکلوائے اور جو پیئے اور جو اٹھا کر لائے اور جس کے پاس لائی جائے اور جو پلائے اور جو بیچے اور جو اس کی قیمت کھائے اور جو خریدے اور جس کے لئے خریدی جائے۔ ان سب پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی۔ رواہ الترمذی وابن ماجہ عن انس بن

مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہا ورجالہ ثقات ۔ حدیث ۳؎ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من زنی اوشرب الخمر نزع اللہ منہ الایمان کما یخلع الانسان القمیص من راسہ ۔ یعنی جو زنا کرے یا شراب پیئے اللہ تعالیٰ اس سے ایمان کھینچ لیتا ہے جیسے آدمی اپنے سر سے کرتا کھینچ لے ۔ رواہ الحاکم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث ۴؎ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ۔ ثلاثۃ لا یدخلون الجنۃ مدمن الخمر و قاطع الرحم ومصدق بالسحر ومن مات مدمن الخمر سقاہ اللہ جل وعلا من نھر الغوطۃ قیل وما نھر الغوطۃ قال نھر یجری من فروج المومسات توذی اھل النار ریح فروجھن ۔ یعنی تین شخص جنت میں نہ جائیں گے شرابی اور اپنے قریبی رشتہ داروں سے بدسلوکی کرنے والا اور جادو کی تصدیق کرنے والا ۔ اور جو شرابی بے توبہ مر جائے اللہ تعالیٰ اسے وہ خون اور پیپ پلائے گا جو دوزخ میں فاحشہ عورتوں کی شرمگاہوں سے اس قدر بہے گا کہ ایک نہر ہو جائے گا ۔ دوزخیوں کو ان کی شرمگاہ کی بدبو عذاب پر عذاب ہو گی ۔ وہ سخت بدبو گندگی پیپ جو بدکار عورتوں کی شرمگاہ سے بہے گا ۔ اس شرابی کو پینی پڑے گی ۔ رواہ احمد وابن حبان فی صحیحہ والحاکم وصححہ وابو یعلیٰ عن ابی موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمان ذرا آنکھیں بند کر کے غور کرے کہ شراب چھوڑنا قبول ہے یا اس پیپ کے گھونٹ نگلنا والعیاذ باللہ رب العلمین ۔ حدیث ۵؎ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ۔ مدمن الخمر ان مات لقی اللہ کعابد وثن ۔ یعنی شرابی اگر بے توبہ مرے تو اللہ تعالیٰ کے حضور اس طرح حاضر ہو گا جیسے کوئی بت کا پوجنے والا ۔ رواہ احمد بسند صحیح عندنا وابن حبان فی صحیحہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ۔ حدیث ۶؎ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ۔ ما من احد یشربھا فتقبل لہ صلوٰۃ اربعین لیلۃ ولا یموت وفی مثانتہ منہ شیئ الاحرمت بھا علیہ الجنۃ فان مات فی اربعین لیلۃ مات میتۃ جاھلیۃ ۔ یعنی جو شخص شراب کی ایک بوند پیئے چالیس روز تک اس کی کوئی نماز قبول نہ ہو اور جو مر جائے اور اس کے پیٹ میں شراب کا ایک ذرہ بھی ہو تو جنت اس پر حرام کر دی جائے گی اور جو شراب پینے سے چالیس دن کے اندر مرے گا وہ زمانہ کفر کی موت مرے گا ۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ ۔ حدیث ۷؎ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اقسم ربی بعزتہ لا یشرب عبد من عبیدی جرعۃ من الخمر الا سقیتہ مکانھا من حمیم جھنم معذبا او مغفورا لہ ولا یسقیھا صبیا صغیرا الا سقیتہ مکانھا من حمیم جھنم معذبا او مغفورا ولا یدعھا عبد من عبیدی من مخافتی الا سقیتھا ایاہ من حظیرۃ القدس ۔ یعنی میرے رب نے اپنی عزت کی قسم یاد فرمائی ہے کہ میرا جو بندہ ایک گھونٹ شراب پیئے گا میں اسے اس کے بدلے جہنم کا کھولتا ہوا پانی پلاؤں گا اگرچہ وہ بخشا ہی گیا ہو ۔ اور جو کسی

چھوٹے بچہ کو شراب پلائے گا جب بھی اس کی سزا میں وہ پانی پلاؤں گا اگرچہ وہ مغفور ہی ہو۔ اور جو میرا بندہ میرے خوف سے شراب چھوڑے گا میں اسے اپنے پاک دربار میں پلاؤں گا۔ رواہ احمد عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (فتاوے رضویہ جلد یازدہم ص۴۸) وھو تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

کتبہ
انوار احمد قادری
فاضل فیض الرسول براؤں شریف

مسئلہ

از حقیق اللہ کٹھیلا بازار شرقی دیبا پور بستی

زید و بکر صوم و صلاۃ کے پابند نہیں ان کی ظاہری صورت صوفیوں جیسی ہے انھوں نے اپنے کو صوفی قرار دیتے ہوئے چند مسلمانوں کو اس بات پر آمادہ کیا کہ تمہارے موضع میں ایک بزرگ فلاں جگہ مدفون ہیں یہ ان بزرگ کو حضرت سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کا قریبی بتاتے ہیں اور لوگوں کو عرس کراتے پر اکسایا لوگ آمادہ ہوگئے اور وہاں مصنوعی قبر بھی تیار کرادی ہے تو اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا اس قبر کی زیارت کرنا و عرس کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

صورت مسئولہ میں چونکہ زید و عمر نماز و روزہ کے تارک ہونے کے باعث فاسق معلن ہیں لہذا ان فاسقوں کی خبر کی بنیاد پر اس قبر پر عرس کرانا اور اس کی زیارت کرنا سخت ناجائز و حرام ہے۔

کتبہ
بدرالدین احمد رضوی
یکم ذی القعدہ ۱۳۸۵ھ

جواب ۲

مصنوعی قبر کی زیارت حرام ہے اور حدیث میں لعنت آئی ہے فتاوے عزیزیہ میں ہے لعن اللہ من زار بلا مزار جو بزرگ کی قبر ہونے کا مدعی ہو وہ دلیل شرعی سے ثابت کرے بلا دلیل شرعی قبر بنانا بھی ناجائز و گناہ ہے۔

کتبہ
قاضی عبدالرحیم
بریلی شریف

جواب ۳

صح الجواب بیشک جب تک ثبوت صحیح شرعی سے کسی بزرگ کا مزار ہونا ثابت نہ ہو جائے وہاں محض خیال قائم کرنے اور غیر معتمد لوگوں کے کہنے سے یہ جائز نہ ہوگا کہ وہاں بزرگ کا مزار مان لیں خصوصاً فساق کا بیان حال قال اللہ تعالیٰ ان جاءکم فاسق بنبأ فتبینوا۔ بزرگ کا مزار ہونا تو بزرگ کا مزار ہے وہاں عرس کرنا اور چڑھانا کہ وہاں مسلم کی قبر ہے جب تک ثابت

نہ ہو جائے وہاں جانا نیز سمجھنا اور وہاں پڑھنا اس کی بھی اجازت نہ ہو گی۔ واللہ تعالیٰ

فقیر مصطفےٰ رضا خاں غفرلہٗ

الجواب صحیح محمد شریف الحق امجدی۔ الجواب صحیح جلال الدین احمد الامجدی۔

مسئلہ

از اکبر علی موضع مجھیا گرام کٹاس پوسٹ رام پور رام مٹی ضلع فیض آباد (یوپی)

زینب اور ہندہ کے درمیان جھگڑا ہوا ہندہ نے کہا کہ جتنے داڑھی والے ہیں وہ سب کے سب خنزیر کا بال رکھے ہوئے ہیں (العیاذ باللہ) ایسی صورت میں ہندہ پر شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب

ہندہ پر علانیہ توبہ و استغفار لازم ہے اور شوہر والی عورت ہو تو تجدید نکاح بھی لازم ہے اگر وہ ایسا نہ کرے تو سب مسلمان اس کا بائیکاٹ کریں۔ قال اللہ تعالیٰ وامّا ینسینّک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین (پ ۷ ع ۱۴) وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد امجدی

۹ ر ذوالقعدہ ۱۴۰۰ھ

مسئلہ

از امام علی سکندر پوری ضلع بستی

(۱) حلال جانوروں کی اوجھڑی کھانا کیسا ہے؟ (۲) کیچوے سے شکار کرنا کیسا ہے؟

الجواب

(۱) حلال جانوروں کی اوجھڑی اور آنتیں کھانا مکروہ تحریمی، ناجائز اور گناہ ہے۔ ھٰذا خلاصۃ ما فی الفتاوی الرضویۃ۔ واللہ تعالیٰ اعلم (۲) زندہ کیچوے سے شکار کرنا منع ہے۔ بہار شریعت جلد ہفدہم ص ۳۰ میں ہے "بعض لوگ مچھلیوں کے شکار میں زندہ مچھلی یا زندہ مینڈکی کانٹے میں پرو دیتے ہیں اور اس سے بڑی مچھلی پھنساتے ہیں ایسا کرنا منع ہے کہ اس جانور کو ایذا دینا ہے" اسی طرح زندہ گھینسا (کیچوا) کانٹے میں پرو کر شکار کرتے ہیں یہ بھی منع ہے۔" وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی۔

۲۴ ر ربیع الاول ۱۳۸۵ھ

مسئلہ

از ابو الکلام احمد عفرانی کسم کھور ضلع فرخ آباد (یوپی)

(۱) زید اپنے مرنے سے قبل تیجہ، دسواں، بیسواں، چالیسواں کرنا چاہتا ہے کیا یہ صورت جائز ہے؟ اور اس کھانے کو امیر غریب فقیر سبھی کھا سکتے ہیں یا نہیں۔ نیز مردہ کو نہلاتے اور کفنانے کے بعد دیکھنا کیسا ہے؟

(۲) کیا سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں باندی سے بلا نکاح کرکے مجامعت کی جاتی تھی۔ اگر ایسی بات تھی تو پھر آج بھی کوئی شخص کسی عورت کو خرید کر بلا نکاح کئے ہمبستری کرے تو کیسا ہے؟

الجواب (۱) مرنے کے بعد تیسرے دن تیجہ ہوتا ہے تو زندگی میں تیجہ ہونے کی کیا صورت ہے؟ البتہ ثواب پانے کے لئے قرآن خوانی میلاد شریف کرنا جائز ہے اور لوگوں کو کھانا کھلانا پلانا بھی جائز ہے جسے امیر و غریب سب کھا سکتے ہیں کہ یہ میت کا کھانا نہیں ہے۔ اور نہلانے اور کفنانے کے بعد مردہ کا چہرہ دیکھنا جائز ہے لیکن عورتیں نامحرم مرد کو اور مرد نامحرم عورتوں کو نہ دیکھیں۔ و ھو تعالیٰ اعلم۔

(۲) سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ظاہری زمانۂ مبارکہ میں شرعی باندی ہوتی تھی مالک اپنی باندی سے نکاح نہیں کر سکتا تھا البتہ اس سے مجامعت کر سکتا تھا لیکن ہمارے ملک میں شرعی باندی نہیں اس لئے کہ سب آزاد ہیں اور آزاد کی خرید و فروخت شرعاً باطل ہے۔ لہٰذا اگر کسی نے عورت کو خریدا تو وہ اس کا مالک نہیں ہوگا۔ اور بغیر نکاح اس سے مجامعت کرنا حرام ہوگا۔ ہدایہ اخرین ص۳۳ میں ہے۔ بیع المیتۃ والدم والحر باطل لانہا لیست اموالا فلا تکون محلا للبیع۔ اور اسی کتاب کے اسی صفحہ میں ہے والباطل لایفید ملک التصرف وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۹ ذی الحجہ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ مسئولہ محمد عبد الہادی خان بھوپال

(۱) دینی مدارس کے مدرسین کو اپنے جائز یا ناجائز مطالبات منوانے کے لئے اسٹرائک کرنا یعنی اوقات مدرسہ میں بیکار بیٹھنا، آپس میں میٹنگ کرنا۔ اور طلبہ کو بجائے پڑھانے کے ڈانٹ کر بھگا دینا، جو مدرسین یا ملازمین اسٹرائک میں حصہ نہ لیں انھیں اسٹرائک کرنے پر مجبور کرنا کیسا ہے؟ (۲) اسٹرائک کرنے یا اس کے اندر حصہ لینے میں کس قوم کی پیروی ہے؟ (۳) دینی درسگاہوں میں اسٹرائک کرنے والوں پر شرعی کیا حکم ہے؟ (۴) اسٹرائک کرنے والے مدرسین کو ایام اسٹرائک کی تنخواہ دینا یا لینا کیسا ہے؟

الجواب (۱) جائزہ مطالبہ ہو یا ناجائز بہر حال بمعانی مذکورہ اسٹرائک کرنا۔ یا اسٹرائک کرنے پر دوسرے کو مجبور کرنا دونوں باتیں ناجائز ہیں۔ وھو تعالیٰ اعلم (۲) اسٹرائک کرنے یا اس کے اندر حصہ لینے میں قوم کفار کی پیروی ہے۔ واللہ اعلم (۳) اسٹرائک کرنے والوں پر توبہ کرنا اور ایام اسٹرائک کے مالی نقصان کا تاوان دینا نیز اس سلسلے میں جن لوگوں کی حق تلفی ہوئی ان سے معذرت کرنا واجب

اور لازم ہے وھو سبحانہ تعالیٰ اعلم۔ (۴) ایام اسٹرائک کی تنخواہ دینا اور لینا جائز نہیں۔ ہاں اگر مدرسہ شخصی ہو تو مالک مدرسہ ان ایام کی تنخواہ اپنی خوشی سے دے سکتا ہے۔ دینے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا اس لئے کہ وہ تنخواہ نہیں بلکہ عطیہ ہے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۶ر جمادی الاولیٰ ۱۳۸۵ھ

مسئلہ

از شاہ محمد عرف جھینگر ساکن پورینہ ضلع بستی

ہندہ سے اگر کسی نیچی قوم مثلاً چمار وغیرہ کے ساتھ فعل زنا ہوجائے اور برادری کے لوگ اسے اس حرکت شنیع کی بنا پر برادری سے الگ کردیئے ہوں تو ہندہ کو دوبارہ برادری میں داخل ہونے کی کیا صورت ہے؟

الجواب

ہندہ اگر صدق دل سے توبہ واستغفار کرلے اور آئندہ اس کے قریب نہ جانے کا عہد صمیم قلب سے کرے تو برادری میں داخل ہوسکتی ہے قال اللہ تبارک وتعالیٰ یاایھا الذین اٰمنوا توبوا الی اللہ توبۃ نصوحًا اے ایمان والو اللہ کی بارگاہ میں سچی توبہ کرو۔ خالص اور سچی توبہ کرلینے کے بعد کوئی وجہ نہیں کہ برادری کے لوگ اسے الگ رکھیں۔ رب غفور ورحیم ارشاد فرماتا ہے ومن یعمل سوءًا او یظلم نفسہ ثم یستغفر اللہ یجد اللہ غفورًا رحیمًا اور جو کوئی برائی یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ سے بخشش چاہے تو اللہ کو بخشنے والا مہربان پائے گا۔ جب اللہ تعالیٰ توبہ واستغفار سے اپنے گنہگار بندے کے لئے غفور ورحیم ہے تو کوئی صورت نہیں کہ اس رب تبارک وتعالیٰ کے بندے توبہ واستغفار کے بعد بھی برادری سے الگ رکھ کر سختی اختیار کریں۔ حضور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ التائب من الذنب کما لاذنب لہ یعنی گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے کہ اس نے گناہ ہی نہیں کیا واللہ ورسولہ اعلم

کتبہ محمد یونس نعیمی بستوی
۲ر محرم الحرام ۱۳۸۳ھ

مسئلہ

از محمد سلیمان چیف انجینیر آفس این ای ریلوے گورکھپور

ہمارے یہاں یہ اصول بن چکا ہے کہ جب کوئی زنا میں پکڑا جائے تو اس سے پہلے توبہ کرایا جائے بعدہٗ پانچ جوتہ لگایا جائے تاکہ لوگ اس سے عبرت حاصل کریں اور ایسے عظیم گناہ سے بچیں۔ لیکن حال ہی میں زید نامی ایک شخص نے ایک چمار کی لڑکی سے زنا کیا تو برادری نے زید کا بائیکاٹ کردیا کچھ دن بعد زید نے اس لڑکی کو مسلمان کرلیا اور بمطابق شرع نکاح بھی کرلیا پھر برادری کے سامنے آیا اور کہا کہ ہمیں آپ حضرات اپنے ساتھ

کر لیجئے تو برادری کے لوگوں نے کہا نکاح کر لیا ٹھیک ہے لیکن اصول کے مطابق پانچ جوتہ لگائے بغیر اپنے ساتھ نہیں ملا سکتے تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ جب زید نے اس لڑکی کو مسلمان کر کے نکاح پڑھا لیا ہے تو جوتہ لگانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب زید نے قبل نکاح جو ناجائز تعلقات چمارن لڑکی سے قائم کیے تھے وہ مسلمان ہو جانے اور زید کی منکوحہ بن جانے سے معاف نہ ہوں گے۔ لہٰذا زید علانیہ توبہ کرے اور پنچایتی اصول کے مطابق اسے جوتے بھی مار سکتے ہیں کہ حکومت اسلامیہ ہوتی تو اسے سو کوڑا مارا جاتا یا سنگسار کیا جاتا واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۲۶ ذی القعدہ ۱۳۸۳ھ

مسئلہ از عبد الرب موضع بچھیا پوسٹ میاں بازار ضلع گورکھپور

زنا کار سے روپیہ کا جرمانہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ احمد چودھری نے ایک زنا کے ملزم سے پچپن روپے وصول کیا ہے عند الشرع ان پر کیا حکم ہے؟

الجواب زنا کے ملزم سے روپیہ کا جرمانہ وصول کرنا شرعاً ناجائز و حرام ہے اس لئے کہ مالی جرمانہ منسوخ ہو گیا ہے اور منسوخ پر عمل کرنا حرام ہے فتاویٰ قاضی خاں میں ہے التعزیر بالمال منسوخ لہٰذا احمد چودھری حرام کے مرتکب ہوئے ان پر پیسہ کا لوٹانا اور توبہ و استغفار کرنا واجب ہے اگر حکومت اسلامیہ ہوتی تو زنا کرنے والے کو کوڑا مارا جاتا یا سنگسار کیا جاتا اس زمانہ میں حکم یہ ہے کہ علانیہ توبہ و استغفار کرے ورنہ مسلمان اس کا بائیکاٹ کر دیں ہاں زنا کے مجرم کو پنچایتی رو سے جسمانی سزا دے سکتے ہیں شرعاً اس میں کوئی قباحت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۴ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۴ھ

مسئلہ از مولوی عبد العلیم قادری ساکن پورینا ضلع بستی

داڑھی کا رکھنا شریعت اسلامیہ میں ضروری ہے یا نہیں؟ نیز داڑھی شعار اسلام میں سے ہے یا نہیں کسی کی داڑھی کی بے حرمتی کرنا اور اکھاڑنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا

الجواب بیشک ہماری اسلامی شریعت میں داڑھی رکھنا ضروری ہے چنانچہ پیغمبر اسلام سرکار مصطفیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جزوا الشوارب وارخوا اللحی خالفوا المجوس یعنی مونچھیں

کترواؤ اور داڑھیاں بڑھنے دو۔ آتش پرستوں کا خلاف کرو۔ دوسری جگہ فرماتے ہیں احفوا الشوارب واعفوا اللحیٰ ولا تشبھوا بالیھود یعنی مونچھیں خوب پست کرو اور داڑھیوں کو بڑھاؤ اور (شکل وصورت) میں یہودیوں جیسے نہ بنو۔ نیز امام مسلم اور امام ترمذی روایت کرتے ہیں۔ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امر باحفاء الشوارب واعفاء اللحیٰ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مونچھیں خوب پست کرنے اور داڑھیاں بڑھانے کا حکم دیا۔

درمختار، ردالمحتار مطبوعہ مصر جلد پنجم کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع صفحہ ۲۶۹ میں ہے یحرم علی الرجل قطع لحیتہ یعنی مرد کو اپنی داڑھی منڈوانا حرام اور ناجائز ہے۔ بیشک داڑھی شعار اسلام میں سے ہے جیسا کہ اعلیحضرت شیخ الاسلام امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی کتاب لمعۃ الضحیٰ فی اعفاء اللحیٰ صفحہ ۲ میں اس کی تصریح فرمادی ہے۔ لہٰذا داڑھی کی بے حرمتی کرنا اکھاڑنا دین اسلام کی بے حرمتی کرنا ہے اور جو شخص دین اسلام کی بے حرمتی کرے وہ بہت سخت مجرم ہے واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۵ ذی القعدہ ۱۳۸۳ھ

مسئلہ
از چمپا کیمپ گورکھپور

زید کے بارے میں چودھری نبی بخش صاحب نے کہا کہ زید پر زنا کا الزام ہے لہٰذا زید کو برادری سے خارج کیا جائے اور زید پر ۵۰ روپیہ جرمانہ لگایا جائے اور ۵ فقیروں کو کھانا کھلائے اور مسجد میں ۵ چٹائی اور ۵ لوٹے دے۔ جب دوسرے چودھریوں نے ثبوت مانگا کہ بتاؤ زید پر زنا کا الزام کہاں ہے تو ثبوت نہ دے سکے اور خاموش ہوگئے لہٰذا فرمایا جائے کہ زید پر جرمانہ لگانا صحیح ہے یا غلط چودھری نبی بخش کا کہنا اور جرمانہ لگانا کہاں تک جائز ہے؟

الجواب

صورت مسئولہ میں بلا ثبوت شرعی زنا کی تہمت لگانا بحکم شرع ناجائز وگناہ ہے شرح فقہ اکبر صفحہ ۸۷ میں حضرت علامہ ملا علی قاری سیدنا امام محمد غزالی سے ناقل ہیں (رحمۃ اللہ علیہما) لایجوز نسبۃ مسلم الی کبیرۃ من غیر تحقیق،، یعنی کسی مومن کی طرف بغیر تحقیق شرعی کسی کبیرہ گناہ کی نسبت کرنا جائز نہیں اور وہ بھی زنا جیسے سخت گناہ کی تہمت لگانا کہ جس کے ثبوت کے لئے چار عاقل گواہ درکار ہیں اور وہ بھی اس طرح دیکھا ہو جیسے سرمہ دانی میں سلائی۔ لہٰذا ایسی صورت میں کہ چودھری نبی بخش صاحب زید پر زنا کا الزام ثابت نہ کرسکے تو وہ بحکم شرع بالاعلان توبہ کریں اور زید سے حق العبد کی معافی مانگیں ورنہ سخت ماخوذ ہوں گے۔ وھو تعالیٰ اعلم۔ (۲) قول مفتی بہ پر شرعاً جرمانہ لگانا جائز نہیں بلکہ ایسے موقعہ پر شریعت نے سزا اور تعزیر مقرر فرمائی

ہے اور جب کہ جرمانہ بلاوجہ لگایا جائے تو یہ اور زیادتی ہے اور سخت ظلم ہے جو شرعًا ناجائز و حرام ہے ظالم کے لئے قرآن و حدیث میں بہت سخت وعیدیں آئی ہیں (والعیاذ باللہ تعالیٰ) لہذا زید پر بلاوجہ شرعی جرمانہ لگانا گناہ در گناہ ہے اس لئے چودھری نبی بخش اس فعل سے باز رہتے ہوتے توبہ کریں۔ نیز زید کو کھانا کھلانے اور مسجد میں چٹائی دینے پر مجبور نہیں کر سکتے یہ اور بات ہے کہ زید از خود راہ خدا میں غریبوں، مسکینوں کو کھانا کھلائے اور مسجد کی خدمت کرے تو لائق ثواب واجب ہے لیکن زید کو اس کام پر مکلف کرنا شرعًا صحیح نہیں۔ اگر واقعی زید سے شرعًا کوئی غلطی اور گناہ کا کام ہو جائے تو اس سے توبہ لی جائے اور مناسب سزا کی جائے لیکن یہ سب لینا دینا اور اس پر مجبور کرنا شرعًا درست نہیں۔ اور صورت مسئولہ میں تو زید کی کوئی شرعی پکڑ ثابت نہ ہو سکی لہذا زید پر بحکم شرع کوئی مواخذہ نہیں واللہ اعلم ہاں نبی بخش پر شرعًا توبہ اور زید سے معافی مانگنی لازم ہے اور جب تک توبہ اور رجوع سے اپنا معاملہ صاف نہ کرلیں تو انھیں مسلمانوں کا پنچ اور چودھری بننا شرعًا جائز نہیں اور نہ مسلمانوں کو روا ہے کہ اپنا چودھری تسلیم کریں۔ ھکذا الیستفاد من الکتب والسنۃ والفقہ واللہ ورسولہ اعلم۔

کتبہ محمد نعیم الدین احمد صدیقی رضوی
۱۸ر جمادی الاخری ۱۳۸۳ھ

مسئلہ

از خانقاہ دادا میاں علیہ الرحمۃ کانپور

(۱) مسلمانوں کی شادی اسلام کے نظریہ میں کیا ہے؟ (۲) مسلمان شادی میں عمومًا کثرت سے باجا بجاتے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟ (۳) دلہن (لڑکی) کے گھر کثرت سے ریکارڈنگ ہوتی ہے بوقت نکاح بند ہو جاتی ہے بعد میں پھر ریکارڈنگ شروع ہو جاتی ہے اس کا کیا حکم ہے؟ (۴) عقیقہ مسنونہ، ختنہ مسنونہ، ولیمہ مسنونہ، جب کہ یہ سنت ہے اس میں بھی کثرت سے لاؤڈ اسپیکر ریکارڈنگ کے ساتھ بجتا ہے اس کے لئے کیا حکم ہے؟

(نوٹ) حسب بالا مسئلوں میں جو شرعی حکم ہو اس کو بحوالہ قرآن و حدیث یا دیگر کوئی بھی کتاب سے ہو کتاب کا نام بھی تحریر فرمائیں عین وکرم ہوگا۔

الجواب

سوال نمبر ایک مجمل ہے واضح نہیں ہے اور شادی بیاہ، ختنہ، عقیقہ، اور ولیمہ وغیرہ کی تقریبات میں مروجہ باجا بجانا اور وہ ریکارڈنگ جو عام طور پر کی جاتی ہے سب کے نزدیک متفقہ طور پر ناجائز و حرام ہے اور ان چیزوں کا ناجائز حرام ہونا اس قدر مشہور و معروف ہے کہ جس کے لئے دلیل پیش کرنے کی ضرورت نہیں کہ دیہات کے عوام بھی اس سے واقف ہیں مگر حیرت ہے کہ آپ کو ان باتوں کے

ناجائز و حرام ہونے کا علم نہیں کہ جس کے لئے آپ کو فتویٰ منگانے کی ضرورت پیش آئی اور اگر آپ نے اس لئے فتویٰ منگایا کہ جو لوگ ان ناجائز امور کو کرتے ہیں انھیں فتویٰ دکھا کر ان کاموں سے باز رکھا جائے گا تو وہ ان کاموں کو جائز سمجھ کر نہیں کرتے کہ آپ کے فتویٰ دکھلانے سے باز آجائیں گے بلکہ وہ ناجائز سمجھتے ہوتے بھی ان کاموں کو کرتے ہیں اس لئے کہ شیطان ان لوگوں پر غالب ہے بس دعا کیجئے کہ خدائے تعالیٰ انھیں شیطان کے پھندے سے نجات بخشے آمین بجاہ سید المرسلین صلوٰت اللہ تعالیٰ وسلامہٗ علیہ وعلیہم اجمعین۔

کتبہ
جلال الدین احمد امجدی
۱۹ر جمادی الاخری ۱۴۰۰ھ

مسئلہ از مظفر احمد پوسٹ و مقام کھورئی ضلع ساگر (ایم پی)

ماہ صفر میں آخر چہار شنبہ کو بہت سے لوگ بستی چھوڑ کر جنگلوں میں نکل جاتے ہیں، وہیں کھاتے پکاتے ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں لوگوں کا کہنا ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اسی روز بیماری سے صحت یاب ہوئے تھے اور جنگل میں جاکر نفل نمازیں ادا کی تھیں تو کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب بالکل بے اصل ہے جس کا کوئی ثبوت نہیں بلکہ خلاف واقع ہے جیسا کہ صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی مشہور کتاب بہار شریعت حصہ شانزدہم ۱۶ کے ص۲۵۷ پر تحریر فرماتے ہیں کہ ماہ صفر کا آخری چہار شنبہ ہندوستان میں بہت منایا جاتا ہے لوگ اپنے کاروبار بند کر دیتے ہیں سیر و تفریح و شکار کو جاتے ہیں پوریاں (وغیرہ) پکتی ہیں اور نہاتے، دھوتے خوشیاں مناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی روز غسل صحت فرمایا تھا اور بیرون مدینہ طیبہ سیر کے لئے تشریف لے گئے تھے یہ سب باتیں بے اصل ہیں بلکہ ان دنوں میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مرض شدت کے ساتھ تھا وہ باتیں (غسل اور سیر و تفریح) خلاف واقع ہیں اھ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۲۸ر ذی الحجہ ۱۳۸۴ھ

مسئلہ از محمد بشیر دولت پور گرنٹ گونڈہ

(۱) جب محرم شریف کی ۹ر تاریخ کو چوک پر تعزیہ رکھتے ہیں اس وقت سے ۱۰ر تاریخ کو تعزیہ ٹھنڈا ہونے تک پانچ کھڑے رہتے ہیں تو اس درمیان میں فرض اور دیگر ضروریات کا ادا کرنا لازم ہے یا نہیں؟ اور پانچ کا کھڑا ہونا کیسا ہے؟ (۲) محرم شریف کی پہلی تاریخ سے دس تاریخ تک مجلسیں قائم ہوتی ہیں جس میں واقعہ کربلا کے ساتھ ساتھ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام وخلفائے راشدین کا بھی ذکر ہوتا ہے۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ ختم مجلس کے موقع پر کھڑے ہو کر سلام پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب ـــــــ پیک بننا جسے عام لوگ پائک، یا ئخ کھڑا ہونا کہتے ہیں یہ اور اس قسم کی دوسری چیزیں شریعت مطہرہ کے نزدیک سب لغو، خرافات اور بدعات ہیں۔ فرض نیز دیگر ضروریات کا ادا کرنا لازم ہے اور پھر اس کا کھڑے ہو کر پیشاب، پاخانہ کرنا اور نماز نہ پڑھنا گناہ سخت گناہ ہے ان لوگوں سے سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہرگز ہرگز خوش نہیں، مسلمانوں کو اس سے بچنا چاہیئے کہ یہ سب خرافات شیوہ روافض ہیں ان سے تشبہ کرنا من تشبہ بقوم فھو منھم کے قبیل سے ہے (۲) محرم شریف کی مجالس کے ختم ہونے پر مجالس ذکر میلاد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرح کھڑے ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھنا جائز اور مستحسن ہے کما قال العلماء لاھل السنۃ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ ـــــــ جلال الدین احمد الامجدی
۲۶ رجب ۱۳۷۹ھ

مسئلہ از محمد مصلح الدین گھوسی اعظم گڑھ

زید نے زگاٹ کے پتے میں انسان کی صورت کاٹی اور بکر نے زگاٹ سے کپڑا بنا تو اس میں انسان کی صورت ظاہر ہوئی تو گنہگار کون ہوگا زید یا بکر؟

الجواب ـــــــ جاندار کی تصویر بنانا شرعاً ناجائز وگناہ ہے اور صورت مسئولہ میں جاندار تصویر کا ظہور چوں کہ زید وبکر دونوں کی صنعت سے ہوا لہٰذا گنہگار دونوں ہوئے مسلمانوں کو اس سے بچنا واجب اور لازم ہے واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم

کتبہ ـــــــ جلال الدین احمد الامجدی
۱۲ محرم الحرام ۸۰ھ

مسئلہ از سیورالالہ ضلع بستی مرسلہ نورالدین

محلہ کی جو چکی نکلتی تھی زید اس میں سے کچھ چوری سے ہضم کرتا رہا جب کچھ دنوں کے بعد یہ معلوم ہوا تو زید کی برادری نے اس کا بائیکاٹ کر دیا تو زید نے محلہ کی پنچایت میں توبہ کی اور میلاد شریف کی اور فقیر کو کھلایا تو زید صاف پاک ہوا یا نہیں؟

الجواب ـــــــ جب زید نے چکی کی رقم کھائی ہے جیسا کہ سوال میں مذکور ہے تو صرف توبہ و میلاد کرنے اور فقیر کو کھانا کھلانے سے وہ بری الذمہ نہ ہوگا بلکہ زید پر ان رقوم کی ادائیگی اب

بھی واجب ہے اگر نہیں ادا کرے گا تو دین و دنیا میں روسیاہ و شرمسار اور لائق عذاب قہار ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۹ رمن ذی القعدہ ۱۳۸۲ھ

مسئلہ

از عابد علی منہاج پور بازار ضلع اعظم گڈھ

زید پیر ہے اور مرید بھی کرتا ہے اور مسجد کے اندر منبر پر کھڑے ہو کر فوٹو کھنچواتا ہے؟

الجواب

جاندار کی تصویر کھینچنا اور کھنچوانا حرام و ناجائز ہے اور مسجد کے منبر پر کھنچوانا اشد حرام ہے اس کی حرمت پر احادیث کریمہ اور فقہائے کرام کے اقوال شاہد ہیں جو پیر اتنا جری ہے کہ فعل حرام کا علانیہ مسجد میں ارتکاب کرتا ہے مسلمانوں کو ایسے پیر سے دور رہنا لازم ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۳۰ رجمادی الاخری ۱۴۰۰ھ

مسئلہ

از احسان اللہ قادری۔ بیل گھاٹ۔ گورکھپور

ایک شخص نے تاڑ لگایا اور مر گیا۔ تاڑ سے تاڑی نکلی پینے والوں نے اسے پیا۔ سوال یہ ہے کہ درخت لگانے والا گنہگار ہوگا یا تاڑی کا پینے والا؟ اگر کوئی اس تاڑ کو کاٹ کر کام میں لائے تو کیسا ہے؟

الجواب

تاڑ کا درخت لگانے والا گنہگار نہیں ہوا بلکہ پینے والا گنہگار ہوا۔ اور وہ تاڑ اب جس کی ملکیت میں ہو وہ کاٹ کر اپنے کام میں لا سکتا ہے دوسرے کو حق نہیں۔ وھو سبحانہٗ و تعالیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۹ رمحرم الحرام ۱۳۸۳ھ

مسئلہ

مسئولہ عبد القیوم اشرف القادری خطیب جامع مسجد ٹاٹ شاہ فیض آباد

زید سنی صحیح العقیدہ حافظ قرآن اور مقرر ہے خاندان قادریہ رضویہ سے بیعت بھی ہے اس نے دوران تقریر میں یہ بیان کیا کہ اگر میں حضرت ابراہیم کی تعریف کردوں تو اسماعیلی خفا ہوں گے اگر جناب اسمٰعیل کی تعریف کرتا ہوں تو ابراہیمی نالاں ہوتے ہیں اگر موسیٰ کا تذکرہ کرتا ہوں تو عیسائی خلاف ہوتے ہیں اگر جناب عیسیٰ کے ذکر کو عنوان سخن بناتا ہوں تو موسیٰ شاکی ہوتے ہیں۔ . . . سمجھ میں نہیں آتا کہ کس کا ذکر کردوں۔ لہٰذا چلو ایسی ذات گرامی کی تعریف کی جائے جس سے سب خوش ہو جائیں اور وہ ذات گرامی ہے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی . . . .

دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا زید کا بیان از روئے شرع درست ہے؟

الجواب: زید کا بیان صریح کذب وافترا پر مشتمل ہے اس لئے شرعاً ناجائز ہے اگر حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے ذکر سے بقول زید موسوی خلاف ہوتے ہیں تو حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر سے موسوی وعیسائی دونوں بدرجہ اولیٰ خلاف ہوں گے اس لئے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے ان کے ادیان کو منسوخ فرمایا جسے وہ لوگ دین مؤبد سمجھتے تھے زید اپنے بیان مذکور سے رجوع کرے اور آئندہ ایسے بازاری مضامین سے احتراز کرے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۸ر صفر المظفر ۱۳۸۳ھ

مسئلہ: از عبد اللہ عرف گھورے موضع گورڈیہہ پوسٹ کھنڈسری بازار ضلع بستی

گھوڑی پر کابلی گدھا لگا کر خچر پیدا کرنا کیسا ہے؟

الجواب: گھوڑی کو گدھے سے گابھن کرانا شرعاً جائز ہے بہار شریعت حصہ شانزدہم مطبوعہ لاہور صـ ۲۶۲۸ میں ہے گھوڑی کو گدھے سے گابھن کرانا جس سے خچر پیدا ہوتا ہے اس میں حرج نہیں۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ بدر الدین احمد الرضوی

۹ ربیع الاول ۱۳۸۳ھ

مسئلہ: از محمد حسن وعبد الستار خاں پوسٹ ومقام بکرم جوت بستی

مسجد کے اندر محراب میں لکھا گیا ہے یا رسول اللہ اور نیچے لکھا گیا ہے یا غوث المدد ایک جماعت کہتی ہے یہ صحیح ہے اور دوسری جماعت کہتی ہے کہ اس میں انسان کے نام لکھنے کی ضرورت نہیں ہے اور یہ کہہ کر مٹا دیا تو یہ مٹانا درست ہے یا لکھنا راست؟ ہم دونوں فریق ماننے کے لئے دستخط کر رہے ہیں۔

(۱) دستخط محمد حسن بقلم خود

(۲) عبد الستار خاں   نقشہ درج ذیل ہے

یا رسول اللہ
یا غوث المدد

یا رسول اللہ
یا غوث المدد

الجواب ــــــــ حاکم، امام بیہقی، ابونعیم، ابن عساکر سیدنا امیرالمومنین عمرفاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا لما اقترف آدم الخطیئۃ قال رب اسئلک بحق محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اغفرلی قال کیف عرفت محمدا قال لانک لما خلقتنی بیدک ونفخت فی من روحک رفعت راسی فرأیت علی قوائم العرش مکتوبا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ فعلمت انک لم تضف الی اسمک الا احب الخلق الیک قال صدقت یا آدم ولولا محمد ما خلقتک (وفی روایۃ عند الحاکم) اما اذ اسئلتنی بحقہ فقد غفرت لک ولولا محمد ما غفرت لک وما خلقتک یعنی حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام سے جب لغزش ہوئی تو انھوں نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا کہ اے میرے رب صدقہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا میری مغفرت فرما یعنی میری لغزش کو معاف فرما۔ رب العٰلمین جل جلالہ نے فرمایا۔ اے آدم تم نے پیارے محبوب محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو کیونکر جانا عرض کیا اس طرح سے کہ جب تو نے مجھے اپنے دست قدرت سے بنایا اور مجھ میں اپنی روح ڈالی میں نے سر اٹھایا تو عرش کے پایوں پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا پایا تو میں نے جان لیا کہ تو نے اپنے نام کے ساتھ اسی کا نام ملایا ہے جو تجھے تمام مخلوق سے زیادہ پیارا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم نے سچ کہا اور اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو تمہیں پیدا نہ کرتا (حاکم کی ایک روایت میں یوں ہے) اب کہ تم نے اس کے حق کا وسیلہ کرکے مجھ سے مانگا تو میں تمہاری مغفرت کرتا ہوں اور اگر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں تمہاری مغفرت نہ کرتا اور نہ تمہیں بناتا۔ اس عظمت والی حدیث نے صاف صاف بے پھیر پھار ظاہر کر دیا کہ یہاں کی مسجدوں سے افضل واعلیٰ برتر عبالاعرش اعظم کے پایوں پر لا الٰہ الا اللہ کے ساتھ محمد رسول اللہ لکھا ہوا ہے تو جب وہاں اللہ کے محبوب اور پیارے رسول کا نام لکھا ہوا ہے تو یہاں لکھنا کیوں باعث اعتراض ہے؟ ہمارے آقا حضور اقدس سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی اور حبیب ہیں اور حضور پرنور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا اللہ تعالیٰ کے پیارے ولی اور محبوب ہیں محبوبان بارگاہ الٰہی کا نام مسجدوں کے اندر لکھنا باعث خیر وبرکت ہے اور اس زمانہ میں جبکہ دیوبندی مرتدین اور وہابی کفار یارسول اللہ، یاغوث المدد سے جلتے، کڑھتے اور چڑھتے ہیں تو مسجدوں میں ان مبارک کلموں کا لکھ دینا بہت ہی ضروری ہے تاکہ آنے والی نسل کے لئے ثبوت رہے کہ یہ مسجد اہلسنت کی ہے۔

ہاں اتنا خیال رہے کہ یارسول اللہ یاغوث المدد روشنائی سے لکھنے کے بجائے کھود کر لکھا جائے تاکہ حروف مٹنے اور ضائع ہونے سے محفوظ رہیں جس فریق نے یارسول اللہ، یاغوث المدد مٹادیا ہے وہ اپنی اس بیجا جرأت پر نادم ہو اور توبہ کرے۔ فریق ثانی کا یارسول اللہ یاغوث المدد لکھے جانے کے بارے میں یہ کہنا کہ "مسجد میں انسان کے نام لکھنے کی ضرورت نہیں ہے نبی اور ولی کی شان میں بے ادبی ہے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام اور حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو انسان محض کا لقب دیدیا۔ پھر اس زمانے میں مسجدوں کے اندر نبی اور ولی کے نام لکھنے کی واقعی ضرورت ہے تاکہ نبی اور ولی سے جلنے والوں کا تعلق نہ رہے علاوہ بریں مسجد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام مبارک مٹانے کی ضرورت کس آیت وحدیث سے ثابت ہے کہ یہ مبارک نام مٹادئے گئے۔ فریق ثانی کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ جائز بات کو حرام مان لینا اسلام میں سخت حرام ہے لہذا فریق ثانی اپنے اس خیال سے بھی توبہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ
بدرالدین احمد الرضوی
۱۴ رجب ۱۳۷۹ھ

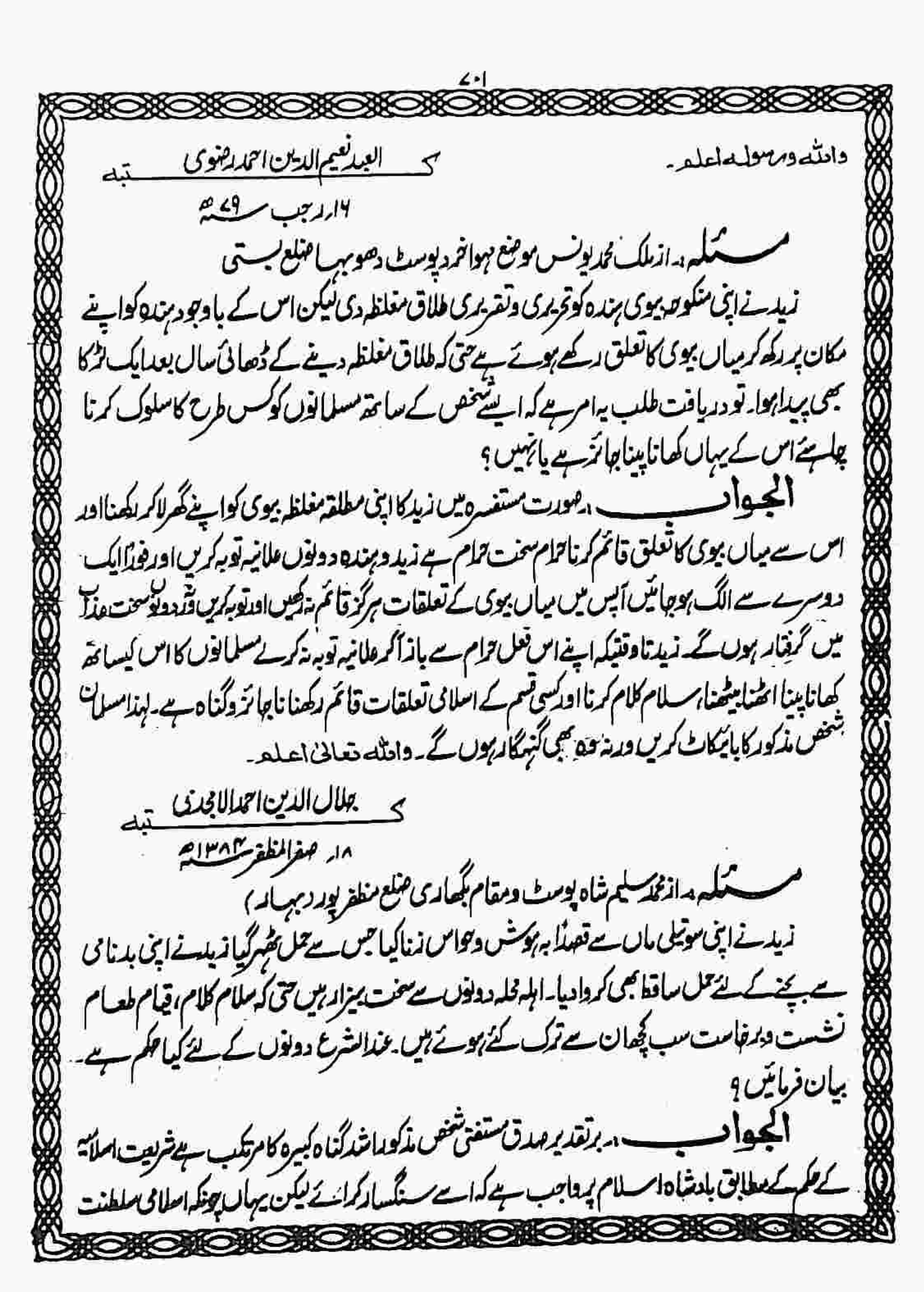
مذکورہ بالا استفتاء کا جواب از جانب حضرت مولانا نعیم الدین احمد رضوی صاحب قبلہ مندرجہ ذیل ہے

الجواب ۔ صورت مسئولہ میں مسجد کے محراب یا دیوار و در پر انبیاء کرام و اولیاء عظام کے نام اور ہر کلمہ خیر کا لکھنا شرعاً جائز ہے ہاں بجائے سادہ لکھائی کے حروف کی کھدائی کر دینا چاہئے تاکہ مٹی، چونا کے گرنے پر حروف بھی نہ گریں کہ بے ادبی ہو چنانچہ قرآن مجید کی آیات لکھنے کی بابت فتاویٰ کی مستند کتاب عالمگیری جو سلطان اسلام اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے اہتمام سے پانچسو علمائے کرام کی تصدیق شدہ دنیا کے سامنے پیش ہوئی ہے۔ آداب مسجد کے تحت یہ مسئلہ آیا ہے۔ ولو کتب القرآن علی الحیطان والجدران بعضهم قالوا یرجی ان یجوز و بعضهم کرهوا ذلك مخافة السقوط تحت الاقدام کذا فی فتاوی قاضی خاں عالمگیری جلد چہارم ص۹۴ مطبع مجیدی یعنی مسجد یا عام مکان کی دیوار و در پر قرآن شریف لکھنا علماء فقہاء جائز سمجھتے ہیں اور بعض علماء اس کو مکروہ جانتے ہیں کہ مٹی، چونا کے ساتھ

حروف کے گر کر بیر کے نیچے آنے کا اندیشہ ہے ایسے ہی فتاویٰ قاضی خاں میں ہے۔ اور اگر اہتمام سے حروف کی کھدائی کر دی جائے کہ حروف کے گرنے اور بیر کے تلے آنے کا احتمال نہ رہے تو اس صورت کو مکروہ سمجھنے والے علماء بھی جائز قرار دیتے ہیں۔ اور واضح رہے قرآن مجید میں وہ آیتیں بھی ہیں جو سرکار اقدس اور دیگر انبیاء کے نام و رسالت پر مشتمل ہیں مثلاً محمد رسول اللہ والذین آمنوا معہ اشداء علی الکفار ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل۔ یا یحیٰ خذ الکتاب بقوۃ۔ یا زکریا انا نبشرک بغلام اسمہ یحیٰ۔ وناديناه ان يا ابراهيم قد صدقت الرؤیا۔ اور اولیاء حق کے نام کی بھی آیتیں ہیں مثلاً حضرت سکندر ذوالقرنین حضرت لقمان کی بابت جو صحیح مذہب پر فقط ولی ہیں نبی نہیں تو قانوناً ان اسماء مبارکہ کی کتابت جائز رہی حالانکہ ان میں انبیاء اور اولیاء کے نام اور فریق ثانی کے خیال پر اختلاط کی بنا پر انسان کا نام نہیں ہونا چاہئے اور جب انبیاء کرام اور اولیاء عظام علیہم الصلاۃ والسلام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نام لکھنے کی صحت معلوم ہوئی تو یا غوث یا خواجہ کے نام لکھنے کی ممانعت کہاں سے نکل آئی پھر یہ کہ مبارک ناموں کو مسجد جیسی پاکیزہ طاہر جگہ میں نہ لکھا جائے تو کیا معاذ اللہ نجس گندی جگہ لکھا جائے گا۔

اصل مسئلہ کے صاف کر دینے کے بعد مناسب ہے کہ فریق ثانی کے لئے سبق آموز صلح حدیبیہ کا واقعہ بخاری مسلم کی روایت مشکوٰۃ شریف کے حوالہ سے آئینہ دار پیش کر کے مزید بصیرت پیدا کی جائے۔ مقام حدیبیہ میں یہ واقعہ ہوا کہ صلح نامہ کے مضمون پر سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ نے تحریر فرمایا۔ ھذا ما قاضی علیہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالوا لا نقربھا فلو نعلم انک رسول اللہ ما منعناک ولکن انت محمد بن عبد اللہ فقال انا رسول اللہ وانا محمد بن عبد اللہ ثم قال لعلی بن طالب امح رسول اللہ قال لا واللہ لا امحوک ابدا فاخذ رسول اللہ ولیس یکتب فکتب ھذا ما قاضی محمد بن عبد اللہ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۳۵۵ مطبع مجیدی) یعنی رسول اللہ کے لفظ پر کفار مکہ بولے کہ ہمیں آپ کی رسالت تسلیم نہیں (لہذا رسول اللہ لفظ مضمون میں نہ لکھئے) اس لئے کہ اگر ہم آپ کو اللہ کا رسول جانتے تو بیت الحرم میں آنے سے کیوں روکتے ہاں آپ محمد بن عبد اللہ ہیں تو سرکار نے فرمایا میں رسول اللہ، محمد بن عبد اللہ دونوں ہوں۔ پھر آپ نے حضرت علی سے فرمایا کہ رسول کا لفظ تحریر سے مٹا دو۔ مولیٰ علی نے عرض کیا نہیں، خدا کی قسم میں آپ کو کبھی نہیں

مٹا سکتا پھر سرکار نے لکھنے کا ملکہ نہ ہونے کے باوجود صلح نامہ لیکر اس پر خود ہی لکھ دیا ھذا ما قاضی علیہ محمد بن عبد اللہ یعنی اس مضمون پر محمد بن عبد اللہ نے صلح کیا اور بعد میں صلح نامہ کے الفاظ تحریر تھے۔ حدیث مذکور میں مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا عمل کتنا سبق آموز ہے اور اہل حق کا آئینہ ہے کہ رسول اللہ کا لفظ سرکار اقدس باقتضائے مصلحت صلح محو کرنے کو فرماتے ہیں مگر مولیٰ علی کا ایمان ہرگز گوارہ نہیں کرتا کہ اس لفظ کو مٹائیں بلکہ اس مٹانے کو انھوں نے خود حضور کے مٹانے سے تعبیر کی۔ حالات ضرورت صلح اس کو چاہتی تھی ورنہ کفار صلح پر تیار نہ ہوتے جس سے مسلمانوں کو سخت دشواریاں پیش آجاتیں۔ اللہ اکبر سخت جرأت کا مقام ہے کہ وہاں مولائے کائنات کہ رسول اللہ کا لفظ لکھ کر مٹانے پر کسی طرح طیار نہیں اور یہاں وہ بھی ایک کلمہ گو مسلمان ہیں جو مبارک لفظ کو جرأت وبیباکی کے ساتھ من گھڑت دلیل صد علیل وذلیل پیش کر کے مٹاتا ہے۔ فریق ثانی کا یہ کہنا کہ مسجد میں انسان کے نام کی ضرورت نہیں۔ اس پر دریافت طلب یہ امر ہے کہ کیا توحید کا سبق صرف مسجد ہی میں ہے یہ اسمٰعیلی بخار کہاں سے آگیا کیا نماز انتہائی عظمت کی جگہ ہوتے ہوئے انسان کے نام کی گنجائش رکھتی ہے تو پھر درود وتشہد سے سرکار کا نام نامی اسم گرامی نکالدو اور کیا کلام الٰہی انتہائی محترم ہونے کے باوجود انسان کے نام لکھنے کی ضرورت سمجھتا ہے تو پھر انبیاء کرام اور اولیاء عظام علیہم الصلاۃ والسلام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے نام محو کر دو بلکہ وہ آیات جن میں کافروں کے نام ہیں ان کی تلاوت منسوخ کر دو اس لئے کہ ان کی تلاوت مسجدوں نمازوں پاکیزہ جگہوں میں ہو کر نام لینے کی باعث بنتی ہے یہ فریق ثانی کی کتنی بڑی جہالت اور سخت شناعت ہے کہ انبیاء کرام اور اولیاء عظام کو عام انسان کہہ کر مقام اہانت پیدا کرتا ہے دینی امور میں ایسی جرأت اور بیباکی سے کام لینا اور شریعت مطہرہ کے حدود سے باہر نکلنا نئی شریعت گڑھنا ہے۔ مسجد کا احترام جس میں ہے اسے کرتا نہیں اور محترم شے کی ہتک کرتا ہے۔ الحاصل۔ فریق ثانی کا یہ عمل اور رویہ کہ جس میں مقام اہانت پیدا ہوتا ہے اس پر شرعاً توبہ لازم ہے ہر وہ لوگ جو فریق ثانی کے قول وعمل میں شریک ہوں توبہ کریں۔ اور توبہ کھلے عام ہونا چاہئے نیز اپنی مذہبی پوزیشن صاف کریں اس لئے کہ اس عمل میں کسی اور چیز کی مہک آرہی ہے۔ اور دوسرے لوگوں کو چاہئے کہ فریق ثانی کو نرمی کے ساتھ سمجھائیں ہر شخص کو لازم ہے کہ امر شرع میں اپنی عقل کو دخل نہ دے پہلے اپنے علماء سے سوال کر کے سمجھ بوجھ لے پھر اپنا عمل پیش کرے۔



واللہ ورسولہ اعلم۔

کتبہ العبد نعیم الدین احمد رضوی

۱۶ رجب سنہ ۷۹ھ

مسئلہ:۔ از ملک محمد یونس موضع ہواخرد پوسٹ دھوبہا ضلع بستی

زید نے اپنی منکوحہ بیوی ہندہ کو تحریری و تقریری طلاق مغلظہ دی لیکن اس کے باوجود ہندہ کو اپنے مکان پر رکھ کر میاں بیوی کا تعلق رکھے ہوئے ہے حتی کہ طلاق مغلظہ دینے کے ڈھائی سال بعد ایک لڑکا بھی پیدا ہوا۔ تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ ایسے شخص کے ساتھ مسلمانوں کو کس طرح کا سلوک کرنا چاہئے اس کے یہاں کھانا پینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ صورت مستفسرہ میں زید کا اپنی مطلقہ مغلظہ بیوی کو اپنے گھر لاکر رکھنا اور اس سے میاں بیوی کا تعلق قائم کرنا حرام سخت حرام ہے زید و ہندہ دونوں علانیہ توبہ کریں اور فوراً ایک دوسرے سے الگ ہو جائیں آپس میں میاں بیوی کے تعلقات ہرگز قائم نہ رکھیں اور توبہ کریں ورنہ دونوں سخت عذاب میں گرفتار ہوں گے۔ زید تاوقتیکہ اپنے اس فعل حرام سے باز آکر علانیہ توبہ نہ کرے مسلمانوں کا اس کیساتھ کھانا پینا اٹھنا بیٹھنا، سلام کلام کرنا اور کسی قسم کے اسلامی تعلقات قائم رکھنا ناجائز وگناہ ہے۔ لہذا مسلمان شخص مذکور کا بائیکاٹ کریں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۱۸ صفر المظفر سنہ ۱۳۸۴ھ

مسئلہ:۔ از محمد سلیم شاہ پوسٹ و مقام بگھاری ضلع مظفر پور (بہار)

زید نے اپنی سوتیلی ماں سے قصداً بہ ہوش و حواس زنا کیا جس سے حمل ٹھہر گیا زید نے اپنی بدنامی سے بچنے کے لئے حمل ساقط بھی کروادیا۔ اہل محلہ دونوں سے سخت بیزار ہیں حتی کہ سلام کلام، قیام طعام نشست و برخاست سب کچھ ان سے ترک کئے ہوئے ہیں۔ عند الشرع دونوں کے لئے کیا حکم ہے۔ بیان فرمائیں؟

الجواب:۔ بر تقدیر صدق مستفتی شخص مذکور اشد گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے شریعت اسلامیہ کے حکم کے مطابق بادشاہ اسلام پر واجب ہے کہ اسے سنگسار کرائے لیکن یہاں چونکہ اسلامی سلطنت

نہیں اس لئے مسلمانوں پر فرض ہے کہ شخص مذکور سے تمام اسلامی تعلقات منقطع کرلیں اور عورت مذکورہ جس نے اپنے سوتیلے لڑکے سے زنا کرایا وہ بھی اشد گناہ کبیرہ کی مرتکب ہے اور اس سوتیلے لڑکے کا باپ اگر عورت مذکورہ کا شوہر ہے تو وہ عورت اپنے اس شوہر پر ہمیشہ کے لئے حرام ہوگئی مسلمانوں پر فرض ہے کہ اس عورت سے بھی اسلامی تعلقات منقطع کرلیں ــــــ دونوں زانی اور زانیہ پر توبہ کرنی فرض ہے اور بہتر یہ ہے کہ تجدید ایمان بھی کرلیں۔ پھر جب یہ دونوں توبہ کرلیں اور پرہیزگاری سے رہتے ہوئے ایسا چال چلن اختیار کریں جس سے مسلمانوں کو اطمینان ہو جائے تو اس وقت ان دونوں سے اسلامی تعلقات دوبارہ قائم کئے جائیں ــــ پھر اگر اس سوتیلے لڑکے کا باپ عورت مذکورہ کا شوہر ہے تو اس پر فرض ہے کہ اپنی اس بیوی کو فوراً طلاق دیدے کیونکہ عورت مذکورہ اس کے لئے حلال نہ رہ گئی اور اگر وہ طلاق نہ دے اور بدستور سابق عورت مذکورہ کو اپنی زوجیت میں رکھے تو اس شوہر سے بھی اسلامی تعلقات منقطع کرلینا مسلمانوں پر فرض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: قدرت اللہ الرضوی
۲۴ صفر المظفر ۱۳۸۴ھ

مسئلہ: از والدۂ مولوی شبیر احمد محلہ گگھا سرائے ٹانڈہ ضلع فیض آباد

آجکل عورتیں میلاد میں نعت شریف بلند آواز سے پڑھتی ہیں اور پھر آخر میں صلاۃ وسلام تو اتنی زور سے پڑھتی ہیں کہ ان کی آواز گھر کے باہر دور تک پہنچ جاتی ہے تو اس طرح عورتوں کو پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: عورتوں کو اس طرح پڑھنا حرام، حرام، حرام ہے سورۂ نور رکوع ۴ کی آیت کریمہ ولا یضربن بارجلهن الخ کے تحت تفسیر روح البیان میں ہے رفع صوتها بحيث يسمع الاجانب كلامها حرام یعنی عورت کا اپنی آواز کو اس طرح بلند کرنا کہ اجنبی مرد سنیں حرام ہے اور رد المحتار جلد اول ص ۲۵۶ میں ہے رفع صوتهن حرام یعنی عورتوں کو اپنی آواز اونچی کرنا حرام ہے لہذا ان پر لازم ہے کہ وہ نعت شریف اور صلاۃ وسلام اتنی آہستہ پڑھیں کہ گھر کے باہر آواز نہ جائے ورنہ ایسا میلاد شریف حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خوشنودی کی بجائے ان کی ناراضگی اور آخرت کی بربادی کا سبب ہوگا هذا ما عندی وهو اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ از سید اشرف حسین ۲۲ نیا نگر پکی گلی دہرہ دون

بزرگوں کے ہاتھ پاؤں چومنا کیسا ہے؟ بعض لوگ اسے ناجائز کہتے ہیں۔

الجواب بزرگوں کے ہاتھ پاؤں چومنا جائز ہے۔ اسے ناجائز کہنا جہالت و نادانی ہے کہ صحابۂ کرام نے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست مبارک اور پائے اقدس کے بوسے لئے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے عن زارع وکان فی وفد عبد القیس قال لما قدمنا المدینۃ فجعلنا نتبادر من رواحلنا فنقبل ید رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ تعالیٰ علیہ وسلم ورجلہ یعنی حضرت زارع رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو وفد عبد القیس میں شامل تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب ہم مدینہ میں آئے تو جلد جلد اپنی سواریوں سے اتر پڑے اور ہم نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ اور پاؤں کا بوسہ لیا۔ (ابوداؤد، مشکوٰۃ ص۴۰۲) اس حدیث کے تحت حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں ازیں جا تجویز پائے بوس معلوم شد۔ یعنی اس حدیث شریف سے پاؤں چومنے کا جائز ہونا ثابت ہوا۔ (اشعۃ اللمعات جلد چہارم ص۲۵) اور علامہ ابن علی حصکفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ درمختار مع ردالمحتار جلد پنجم ص۲۴۵) میں تحریر فرماتے ہیں۔ لاباس بتقبیل ید الرجل العالم والمتورع علی سبیل التبرک۔ یعنی برکت کے لئے عالم اور پرہیزگار آدمی کا ہاتھ چومنا جائز ہے۔ اور فتاویٰ عالمگیری جلد اول مصری ص۳۲۱ میں ہے ان قبل ید عالم او سلطان عادل لعلمہ او عدلہ لاباس بہ۔ یعنی اگر علم اور عدل کی وجہ سے عالم اور عادل بادشاہ کے ہاتھ چومے تو جائز ہے۔ اور حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اشعۃ اللمعات جلد چہارم ص۲۱ پر تحریر فرماتے ہیں۔ بوسہ دادن دست عالم متورع را جائز ست و بعضے گفتہ اند مستحب ست وآنکہ بعد از مصافحہ دست خود را بوسند چیزے نیست وفعل جاہلاں ست و مکروہ ست) ۔ یعنی پرہیزگار عالم کے ہاتھ کو چومنا جائز ہے اور بعض لوگوں نے کہا کہ مستحب ہے۔ اور جو لوگ کہ مصافحہ کے بعد اپنا ہاتھ چومتے ہیں کوئی چیز نہیں جاہلوں کا فعل ہے اور مکروہ ہے۔ پھر چند سطر بعد فرمایا اگر بر دست عالم یا سلطان بوسہ دہد از جہت علم و عدالت واعزاز دین لاباس بہ ست واگر بجہت غرض دنیاوی کند مکروہ است اشد کراہت۔ یعنی دین کی عزت اور علم و عدالت کی وجہ سے پرہیزگار عالم اور عادل بادشاہ کے ہاتھ چومے تو جائز ہے اور اگر دنیاوی غرض کے لئے ایسا کرے تو سخت مکروہ ہے۔ مخالفین کے پیشوا مولوی رشید احمد گنگوہی فتاویٰ رشیدیہ جلد اول کتاب الحظر والاباحۃ ص۵۴ میں لکھتے ہیں تعظیم دیندار کو کھڑا ہونا درست ہے اور پاؤں چومنا ایسے ہی شخص کا بھی درست

ہے حدیث سے ثابت ہے۔ ھٰذا ما عندی والعلم بالحق عند اللہ تعالیٰ ورسولہ جل مجدہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کتبہ جلال الدین احمد امجدی
۳۰ رجمادی الاخریٰ ۱۴۱۲ھ

مسئلہ از عبد الرحمٰن مرسٹھوا پوسٹ گنیش پور ضلع بستی

ایصال ثواب کرنا اور بزرگوں کے مزاروں پر اور عام مسلمانوں کی قبروں پر فاتحہ پڑھنا کیسا ہے؟ اور دسواں بیسواں وغیرہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ دیوبندی اسے ناجائز بتاتے ہیں۔

الجواب ایصال ثواب کرنا اور فاتحہ پڑھنا جیسا کہ مسلمانوں میں رائج ہے بلاشبہہ جائز و مستحسن ہے حدیث شریف میں ہے عن سعد بن عبادۃ قال یا رسول اللہ ان ام سعد ماتت فای الصدقۃ افضل قال الماء فحفر بئرا وقال ھٰذہٖ لام سعد۔ یعنی حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کیا کہ ام سعد یعنی میری ماں کا انتقال ہو گیا ہے ان کے لئے کون سا صدقہ افضل ہے؟ سرکار اقدس نے فرمایا پانی۔ تو حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کنواں کھدوایا اور کہا کہ یہ کنواں سعد کی ماں کے لئے ہے یعنی اس کا ثواب ان کی روح کو ملے۔ (ابوداؤد، نسائی، مشکوٰۃ ص ۱۶۹) اس حدیث شریف سے چند باتیں واضح طور پر معلوم ہوئیں (۱) میت کو کسی کار خیر کا ثواب بخشنا بہتر ہے کہ صحابی رسول نے کنواں کھودنے کا ثواب اپنی ماں کو بخشا۔ (۲) ثواب بخشنے کے الفاظ زبان سے کہنا صحابی کی سنت ہے کہ کنواں کھودنے کے بعد انھوں نے فرمایا ھٰذہٖ لام سعد یہ کنواں سعد کی ماں کے لئے ہے یعنی اس کا ثواب ان کی روح کو ملے۔ (۳) کھانا یا شیرینی وغیرہ کو سامنے رکھ کر ایصال ثواب کرنا جائز ہے۔ اس لئے کہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اشارۂ قریب کا لفظ استعمال کرتے ہوئے فرمایا ھٰذہٖ لام سعد یعنی یہ کنواں سعد کی ماں کے لئے ہے جس سے معلوم ہوا کہ کنواں ان کے سامنے تھا (۴) غریب و مسکین کو کھانا وغیرہ دینے سے پہلے بھی ایصال ثواب کرنا جائز ہے جیسا کہ صحابی رسول نے کیا کہ کنواں تیار ہونے کے ساتھ ہی انھوں نے ایصال ثواب کیا۔ حالانکہ لوگوں کے پانی استعمال کرنے پر ثواب ملے گا اسی طرح اگرچہ غریب و مسکین کو کھانا دینے پر ثواب مرتب ہوگا لیکن اس ثواب کو پہلے ہی بخش دینا بھی جائز ہے۔

اور بزرگانِ دین کے مزارات اور عامۂ مومنین کی قبروں پر فاتحہ کا جو طریقہ رائج ہے کہ مختلف جگہ سے قرآن مجید کی چند سورتیں اور آیتیں پڑھی جاتی ہیں پھر ایصال ثواب کیا جاتا ہے بلاشبہہ جائز و مستحسن ہے اسی

طرح پانچوں وقت نمازوں سے فارغ ہوکر دعاؤں میں الفاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص وغیرہ پڑھ کر ایصال ثواب کرنا جیساکہ بعض جگہوں میں رائج ہے بہتر ہے اس لئے کہ ایصال ثواب کرنے والے اور جن کو ایصال ثواب کیا جاتا ہے دونوں اجر و ثواب کے مستحق ہوتے ہیں۔ حضرت علامہ ابن علی حصکفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں فی الحدیث من قرء الاخلاص احد عشر مرۃ ثم وھب اجرھا للاموات اعطی من الاجر بعدد الاموات۔ یعنی حدیث شریف میں ہے جو شخص گیارہ بار سورۂ اخلاص یعنی قل ھو اللہ پڑھے پھر اس کا ثواب مردوں کو بخشے تو اس کو تمام مردوں کے برابر ثواب ملے گا۔ (در مختار مع شامی جلد اول ص۶۰۵) اور علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسی کے تحت شرح اللباب سے تحریر فرماتے ہیں یقرء من القرآن ما تیسر له من الفاتحة واول البقرة الی المفلحون وآیة الکرسی وآمن الرسول وسورة یٰس وتبارک الملک وسورة التکاثر والاخلاص اثنی عشر مرة او احدی عشر او سبعا او ثلاثا ثم یقول اللّٰھم اوصل ثواب ما قرأناہ الی فلان او الیھم۔ یعنی جو ممکن ہو قرآن پڑھے یعنی سورۂ فاتحہ سورۂ بقرہ کی پہلی آیتیں مفلحون تک، آیۃ الکرسی، آمن الرسول، سورۂ یٰسٓ، سورۂ ملک، سورۂ تکاثر پڑھے اور سورۂ اخلاص بارہ گیارہ، سات یا تین بار پڑھے پھر کہے کہ یا اللہ جو کچھ میں نے پڑھا ہے اس کا ثواب فلاں کو یا لوگوں کو پہنچا دے۔ (رد المحتار جلد اول ص۶۰۵) اور جو کھانا مالیدہ وغیرہ بنا کر امامین کریمین حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما یا کسی دوسرے بزرگ کی نیاز کرتے ہیں وہ بھی جائز اور باعث برکت ہے جیساکہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (فتاویٰ عزیزیہ جلد اول ص۷۸) میں تحریر فرماتے ہیں۔ طعامے کہ ثواب آں نیاز حضرات امامین نمایند برآں فاتحہ وقل و درود خواندن تبرک می شود و خوردن بسیار خوب ست یعنی جو کھانا کہ حضرات حسنین کو نیاز کریں اس پر فاتحہ، قل اور درود شریف پڑھنا باعث برکت ہے اور اس کا کھانا بہت اچھا ہے۔ اور اسی فتاویٰ عزیزیہ جلد اول ص۵۰ میں ہے اگر مالیدہ و شیر برنج بنا بر فاتحہ بزرگے بقصد ایصال ثواب بروح ایشاں پختہ بخورانند مضائقہ نیست جائز ست۔ یعنی اگر مالیدہ اور چاولوں کی کھیر کسی بزرگ کے فاتحہ کے لئے ایصال ثواب کی نیت سے پکا کر کھلائے تو کوئی مضائقہ نہیں جائز ہے ــــــ پھر چند سطر بعد فرمایا اگر فاتحہ بنام بزرگے دادہ شد پس اغنیاء راہم خوردن ازاں جائز ست۔ یعنی اگر فاتحہ کسی بزرگ کے نام کیا گیا تو مالداروں کو بھی اس میں سے کھانا جائز ہے ــــــ اور آج کل فاتحہ و نیاز کی جو صورت عام طور پر رائج ہے وہ بھی جائز ہے۔ جیساکہ حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی جنہیں دیوبندی لوگ اپنا پیر، دادا پیر، اور پردادا

بیرمانتے ہیں وہ لکھتے ہیں۔ بلکہ اگر کوئی مصلحت باعث تقیید ہیئت کذائیہ ہے تو کچھ حرج نہیں جیساکہ بمصلحت نماز میں سورۂ خاص معین کرنے کو فقہائے محققین نے جائز لکھا ہے اور تہجد میں اکثر مشائخ کا معمول ہے اور تامل سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ سلف میں تو یہ عادت تھی مثلاً کھانا پکا کر مسکین کو کھلا دیا اور دل سے ایصال ثواب کی نیت کرلی متاخرین نے یہ خیال کیا کہ جیسے نماز میں نیت ہر چند دل سے کافی ہے مگر موافقت قلب و لسان کے لئے عوام کو زبان سے کہنا بھی مستحسن ہے اسی طرح اگر یہاں زبان سے کہہ لیا جائے کہ یا اللہ! اس کھانے کا ثواب فلاں شخص کو پہونچ جائے تو بہتر ہے پھر کسی کو خیال ہوا کہ لفظ اس کا مشار الیہ اگر روبرو موجود ہو تو زیادہ استحضار قلب ہو تو کھانا روبرو لانے لگے۔ کسی کو یہ خیال ہوا یہ ایک دعا ہے اس کے ساتھ اگر کچھ کلام الٰہی بھی پڑھا جائے تو قبولیت دعا کی بھی امید ہے کہ اس کلام کا ثواب بھی پہونچ جائے کہ جمع بین العبادتین ہے۔ چہ خوش بود برآید بیک کرشمہ دو کار۔ قرآن کی بعض صورتیں بھی جو لفظوں میں مختصر اور ثواب میں بہت زیادہ ہیں پڑھی جانے لگیں کسی نے خیال کیا کہ دعا کے لئے رفع یدین سنت ہے ہاتھ بھی اٹھانے لگے کسی نے خیال کیا کہ کھانا جو مسکین کو دیا جائے گا اس کے ساتھ پانی دینا بھی مستحسن ہے کہ پانی پلانا بڑا ثواب ہے اس پانی کو بھی کھانے کے ساتھ رکھ لیا بس ہیئت کذائیہ حاصل ہو گئی۔ (فیصلہ ہفت مسئلہ ص۶) پھر حاجی صاحب آگے لکھتے ہیں اور گیارھویں شریف حضرت غوث پاک قدس سرہٗ اور دسواں، بیسواں، چہلم و ششماہی و سالیانہ وغیرہ اور توشہ حضرت شیخ احمد عبد الحق رودولوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور سہ منی حضرت شاہ بو علی قلندر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ و حلوائے شب برأت و دیگر ثواب کے کام اسی قاعدہ پر مبنی ہیں۔ (فیصلہ ہفت مسئلہ ص۷) حاجی صاحب نے فیصلہ کر دیا کہ فاتحہ و نیاز کی مروجہ صورت اور دسواں، بیسواں، وغیرہ جائز ہے۔ اب بھی ان باتوں کو ناجائز کہنا دیوبندیوں کی کھلی ہوئی ہٹ دھرمی ہے اور حاجی صاحب کو گنہگار ٹھہرانا ہے۔ ھذا ما عندی وھو اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
یکم رجب المرجب ۱۴۱۲ھ

مسئلہ از عبد الرحمن مرسٹھوا پوسٹ گنیش پور ضلع بستی

اولیائے کرام کی نذر ماننا کیسا ہے؟ کچھ لوگ اسے ناجائز کہتے ہیں۔

الجواب نذر کی دو قسمیں ہیں۔ فقہی اور عرفی۔ نذر فقہی کے معنی ہیں غیر ضروری عبادات کو اپنے لئے ضروری کر لینا۔ اور نذر عرفی کے معنی ہیں نذرانہ، ہدیہ اور نیاز۔ نذر فقہی۔ خدائے تعالےٰ

کے سوا کسی کی ماننا جائز نہیں۔ اور نذر عرفی۔ جو بزرگان دین کے لئے ان کی حیات ظاہری یا حیات باطنی میں پیش کی جاتی ہیں جائز ہیں۔ حضرت شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی کے بھائی شاہ رفیع الدین صاحب "رسالہ نذور" میں تحریر فرماتے ہیں۔ نذر کہ ایں جا مستعمل می شود نہ بر معنی شرعی است چہ عرف آنست کہ آنچہ پیش بزرگان می برند نذر و نیاز می گویند۔ یعنی لفظ نذر جو کہ یہاں مستعمل ہوتا ہے شرعی معنی پر نہیں ہے اس لئے کہ عرف میں جو کچھ بزرگوں کے یہاں لے جاتے ہیں نذر و نیاز کہتے ہیں۔ اور حضرت علامہ عبد الغنی نابلسی قدس سرہ حدیقۂ ندیہ میں تحریر فرماتے ہیں۔ من هذا القبيل زيارة القبور والتبرك بضرائح الاولياء والصالحين والنذر لهم بتعليق ذلك على حصول شفاء او قدوم غائب فانه مجاز عن الصدقة على الخادمين بقبورهم یعنی اس قبیل سے ہے قبروں کی زیارت کرنا اور اولیائے کرام و بزرگان دین کی مزارات سے برکت حاصل کرنا اور بیمار کی شفا یا مسافر کے آنے پر اولیائے گذشتہ کے لئے نذر ماننا کہ وہ ان کی قبروں کی خدمت کرنے والوں پر صدقہ کرنے سے مجاز ہے۔ اور امام اجل حضرت ابو الحسن نور الملۃ والدین علی بن یوسف شطنوفی قدس سرہ العزیز کو شمس الدین ذہبی نے طبقات القراء میں اور امام اجل جلال الدین سیوطی نے حسن المحاضرہ میں الامام الاوحد یعنی بے نظیر امام کہا ہے وہ اپنی کتاب بہجۃ الاسرار شریف میں محدثانہ اسانید صحیحہ معتبرہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابو العفاف موسیٰ بن عثمان نے ۶۶۳ھ میں ہم سے شہر قاہرہ میں حدیث بیان کی کہ میرے والد ماجد ابو المعانی عثمانی نے ہمیں ۶۱۴ھ میں شہر دمشق میں خبر دی کہ ہمیں دو بزرگ حضرت ابو عمر و عثمان صریفینی اور حضرت ابو محمد عبد الحق حریمی نے ۵۵۹ھ میں بغداد شریف میں خبر دی کہ ہم ۳ صفر روز یکشنبہ ۵۵۵ھ میں حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دربار میں حاضر تھے۔ حضرت نے وضو کر کے کھڑاؤں پہنی اور دو رکعت نماز پڑھی سلام کے بعد ایک عظیم نعرہ مارا اور ایک کھڑاؤں ہوا میں پھینکی۔ پھر دوسرا نعرہ مارا دوسری کھڑاؤں پھینکی۔ وہ دونوں ہماری نگاہوں سے غائب ہو گئیں پھر حضرت نے تشریف رکھی مگر ہیبت کے سبب کسی کو پوچھنے کی جرأت نہ ہوئی ۲۳ دن کے بعد عجم سے ایک قافلہ حاضر بارگاہ ہوا اور کہا ان معنا للشیخ نذرا۔ یعنی ہمارے پاس حضرت کی ایک نذر ہے فاستأذناه فقال خذوه منهم یعنی ہم نے حضرت سے اس نذر کے لینے میں اجازت طلب کی۔ حضرت نے فرمایا لے لو۔ انھوں نے ایک من ریشم، خز کے تھان سونا اور حضرت کے کھڑاؤں جو اس روز ہوا میں پھینکی تھی پیش کی۔ ہم نے ان سے پوچھا یہ کھڑاؤں تمہارے پاس کہاں سے آئی؟ انھوں نے کہا ہم ۳ صفر یکشنبہ کو سفر میں تھے کہ بہت سے ڈاکو دو سرداروں کے ساتھ ہم پر

ٹوٹ پڑے۔ ہمارے مال لوٹ لئے اور کچھ آدمیوں کو قتل کر دیئے پھر ایک نالے میں مال تقسیم کرنے کے لئے اترے
نالے کے کنارے ہم تھے فقلنا لو ذکرنا الشیخ عبد القادر فی ھذا الوقت ونذرنا لہ شیئا من اموالنا
ان سلمنا۔ یعنی ہم نے کہا کہ بہتر ہو کہ اس وقت ہم حضرت غوث اعظم کو یاد کریں اور نجات پانے پر کچھ مال حضرت
کے لئے نذر مانیں۔ ہم نے حضرت کو یاد ہی کیا تھا کہ دو عظیم نعرے سنے گئے جن سے جنگل گونج اٹھا اور ہم نے
ڈاکوؤں کو دیکھا کہ ان پر خوف چھا گیا۔ ہم سمجھے کہ ان پر کوئی اور ڈاکو آپڑے۔ وہ بھاگ کر ہمارے پاس آئے
اور بولے اپنا مال لے لو اور دیکھو ہم پر کیسی مصیبت آپڑی۔ ہمیں اپنے دونوں سرداروں کے پاس لے
گئے۔ ہم نے دیکھا وہ مرے پڑے ہیں اور ہر ایک کے پاس ایک کھڑاؤں پانی سے بھیگی ہوئی رکھی ہے۔ ڈاکوؤں
نے ہمارے سب مال ہمیں واپس کر دیئے اور کہا کہ اس واقعہ کی کوئی عظیم الشان خبر ہے۔ اور بہجۃ الاسرار
شریف میں ہے حدثنا ابو الفتوح نصر اللہ بن یوسف الازجی قال اخبرنا الشیخ ابو العباس احمد بن
اسمٰعیل قال اخبرنا الشیخ ابو محمد عبد اللہ بن حسین بن ابی الفضل قال شیخنا الشیخ محی الدین
عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقبل النذور ویاکل منھا۔ یعنی حدیث بیان کی ہم سے ابو الفتوح نصر اللہ
بن یوسف ازجی نے انھوں نے کہا کہ ہمیں شیخ ابو العباس احمد بن اسمٰعیل نے خبر دی انھوں نے کہا ہمیں شیخ
ابو محمد عبد اللہ حسین بن ابو الفضل نے خبر دی کہ ہمارے شیخ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نذریں قبول
فرماتے اور بذات خود اس میں تناول فرماتے۔ ظاہر ہے کہ اگر یہ نذر فقہی ہوتی تو حضرت غوث اعظم رضی اللہ
تعالیٰ عنہ جو سادات کرام سے ہیں ان میں سے ہرگز تناول نہ فرماتے کہ سیدوں کے لئے نذر فقہی میں سے کھانا
جائز نہیں اس لئے کہ اسے وہی کھا سکتا ہے جو زکوٰۃ لے سکتا ہے۔ اور عارف باللہ حضرت عبد الوہاب شعرانی
قدس سرہٗ طبقات کبریٰ میں حضرت ابو المواہب محمد شاذلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات میں تحریر فرماتے
ہیں وکان رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقول رأیت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال اذا کان لک حاجۃ
داردت قضاءھا فانذر نفیسۃ الطاھرۃ ولو فلسا فان حاجتک تقضیٰ۔ یعنی حضرت ابو المواہب محمد
شاذلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا حضور نے فرمایا
جب تمہیں کوئی حاجت پیش آئے اور چاہو کہ وہ پوری ہو جائے تو سیدہ طاہرہ حضرت نفیسہ کے لئے کچھ نذر
مان لیا کرو اگرچہ ایک ہی پیسہ ہو تمہاری حاجت پوری ہو گی۔ ثابت ہوا کہ اولیائے کرام کی نذر فقہی نہیں ہے
بلکہ نذر عرفی ہے اسے سادات کرام اور امیر و غریب سب لوگ لے سکتے ہیں اور کھا سکتے ہیں۔ وہابیوں کے

پیشوا مولوی اسمٰعیل دہلوی کے دادا اور دادا استاذ اور پردادا پیر یعنی شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی اپنے والد ماجد شاہ عبد الرحیم صاحب کے حال میں لکھتے ہیں کہ وہ قصبہ ڈاسنہ حضرت مخدوم اللہ دیا قدس سرہٗ کے مزار پر حاضر ہوئے رات کا وقت تھا والد گرامی نے فرمایا کہ حضرت مخدوم ہماری دعوت کر رہے ہیں اور فرماتے ہیں کہ کچھ کھا کے جانا۔ تھوڑی دیر ٹھہر گئے جب لوگوں کی آمد و رفت بند ہوگئی تو ایک عورت تھالی میں چاول اور شیرینی لئے حاضر ہوئی اور کہا کہ میں نے نذر مانی تھی کہ اگر میرا شوہر آجائے گا تو میں اسی وقت یہ کھانے پکا کر حضرت مخدوم اللہ دیا کے درگاہ میں حاضرین کے لئے پہنچاؤں گی تو میرا شوہر اس وقت آ گیا تو میں نذر پوری کرنے کے لئے حاضر ہوئی ہوں شاہ صاحب کے الفاظ یہ ہیں۔ حضرت ایشاں در قصبۂ ڈاسنہ بزیارت مخدوم الہ دیا رفتہ بودند شب ہنگام بود در آں محل فرمودند مخدوم ضیافت ما می کنند و می گویند چیزے خوردہ روید توقف کردند تا آنکہ اثر مردم منقطع شد و ملال بر یاراں غالب آمد آں گاہ زنانے بیامد طبقی برنج و شیرینی بر سر و گفت نذر کردہ بودم کہ اگر زوج من بیاید ہماں ساعت ایں طعام پختہ بہ نشینندگان درگاہ مخدوم الہ دیا رسانم دریں وقت آمد ایفائے نذر کردم (انفاس العارفین صـ۴۲) اور شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ میرے والد شاہ عبد الرحیم صاحب فرمایا کرتے تھے کہ فرہاد بیگ نے مشکل کے وقت میری نذر مانی مگر وہ بھول گئے نذر پوری نہ کی تو ان کا گھوڑا بیمار ہو گیا یہاں تک کہ مرنے کے قریب پہونچ گیا۔ مجھے معلوم ہوا کہ فرہاد بیگ پر یہ مصیبت میری نذر پوری نہ کرنے کے سبب ہے میں نے کہلا بھیجا کہ گھوڑا بچانا چاہتے ہو تو ہماری نذر پوری کرو۔ فرہاد بیگ نے نذر پوری کی تو گھوڑا فوراً اچھا ہو گیا شاہ صاحب کے اصل الفاظ یہ ہیں۔ حضرت ایشاں می فرمودند کہ فرہاد بیگ را مشکل افتاد نذر کرد کہ بار خدایا اگر ایں مشکل بسر آید ایں قدر مبلغ بحضرت ایشاں ہدیہ دہم آں مشکل مندفع شد آں نذر از خاطر او برفت۔ بعد چند اسپ او بیمار شد و نزدیک ہلاک رسید۔ بر سبب ایں مشرف شدم بدست یکے از خادماں گفتہ فرستادم کہ ایں بیماری اسپ عدم وفائے نذر است۔ اگر اسپ خود را می خواہی نذر را کہ فلاں محل التزام نمودہ بفرست وے نادم شد و آں نذر فرستاد ہماں ساعت اسپ او شفا یافت (انفاس العارفین)

مذکورہ بالا بزرگوں کے اقوال و احوال سے خوب اچھی طرح واضح ہو گیا کہ نذر عرفی جو بزرگوں کے لئے مانی جاتی ہے بلاشبہ جائز ہے اسے ناجائز اور شرک کہنا بزرگوں کو مشرک اور گنہگار ٹھہرانا ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ
جلال الدین احمد امجدی
۱۲ رجب المرجب ۱۴۱۲ھ

مسئلہ ۲ از حاجی نظام الدین احمد یار علوی۔ رضوی باغ اے پہلا مالا روم نمبر۳ مسجد کے بازو میں۔ ممبرا ضلع تھانہ

بعض لوگ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے ابو شحمہ نے شراب پی اور پھر اسی نشہ کی حالت میں زنا کیا۔ ان باتوں پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو کوڑے لگوائے یہاں تک کہ ان کا انتقال ہوگیا۔ تو حضرت ابو شحمہ کی طرف زنا کرنے اور شراب پینے کی نسبت صحیح ہے یا غلط؟ معتمد کتاب کے حوالے سے جواب تحریر فرماکر ممنون فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے جن کا نام عبد الرحمٰن اوسط اور کنیت ابو شحمہ ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ان کی جانب شراب پینے اور زنا کرنے کی نسبت غلط ہے۔ صحیح یہ ہے کہ انھوں نے نبیذ پی تھی جس کے سبب نشہ ہوگیا تھا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان پر حد قائم فرمائی۔ پھر وہ بیمار ہوکر انتقال فرماگئے مجمع البحار میں ہے۔ وح أبی شحمة ولد عمر وزناه واقامة عمر علیه الحد وموته بطوله لا یصح بل وضعه القصاص والذی ورد فیه ماروی ان عبد الرحمٰن الاوسط من اولاد عمر ویکنی ابا شحمة وکان غازیا بمصر فشرب نبیذا فجاء الیٰ ابن العاص فقال اقم علی الحد فامتنع فقال اخبر ابی اذا قدمت فضربه الحد فی داره فلامه عمر قائلا الا فعلت به ما تفعل بالمسلمین فلما قدم علی عمر ضربه واتفق أن مرض فمات اھ۔ واللہ تعالیٰ ورسوله الاعلیٰ اعلم جل مجده وصلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم۔

کتبه جلال الدین احمد امجدی

مسئلہ ۳ از رضی الدین احمد موضع سرسیا کرامت چودھری۔ ضلع سدھارتھ نگر

وہابی دیوبندی عام طور پر کہتے ہیں کہ یزید نے اگرچہ حضرت امام حسین کو شہید کروایا مگر وہ جنتی ہے۔ اس لئے کہ بخاری شریف میں حدیث ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت کا پہلا لشکر جو قسطنطنیہ پر حملہ کرے گا وہ بخشا ہوا ہے۔ اور قسطنطنیہ پر پہلا حملہ کرنے والا یزید ہے لہذا وہ بخشا بخشایا ہوا پیدائشی جنتی ہے۔ تو وہابیوں دیوبندیوں کی اس بکواس کا جواب کیا ہے؟ مفصل و مدلل تحریر فرمائیں۔ عین کرم ہوگا۔

الجواب یزید پلید جس نے مسجد نبوی اور بیت اللہ شریف کی سخت بے حرمتی کی جس نے ہزاروں صحابۂ کرام و تابعین عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بے گناہ قتل عام کیا، جس نے مدینہ طیبہ کی پاک دامن خواتین کو تین شبانہ روز اپنے لشکر پر حلال کیا اور جس نے فرزند رسول جگر گوشۂ بتول حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تین دن بے آب و دانہ رکھ کر پیاسا ذبح کیا ایسے بدبخت اور مردود یزید کو جو لوگ بخشا بخشایا ہوا پیدائشی جنتی کہتے ہیں اور ثبوت میں بخاری شریف کی حدیث کا حوالہ دیتے ہیں وہ اہل بیت رسالت کے

دشمن خارجی اور یزیدی ہیں۔ ان باطل پرست یزیدیوں کا مقصد یہ ہے کہ جب یزید کی بخشش اور اس کا جنتی ہونا حدیث شریف سے ثابت ہے تو امام حسین کا ایسے شخص کی بیعت نہ کرنا اور اس کے خلاف علم جہاد بلند کرنا بغاوت ہے اور سارے فتنہ و فساد کی ذمہ داری انھیں پر ہے۔ نعوذ باللہ من ذٰلک

وہابی دیوبندی یزید پلید کے جنتی ہونے کے متعلق جو حدیث پیش کرتے ہیں اس کے اصل الفاظ یہ ہیں قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اول جیش من امتی یغزون مدینۃ قیصر مغفور لھم۔ یعنی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کا پہلا لشکر جو قیصر کے شہر (قسطنطنیہ) پر حملہ کرے گا وہ بخشا ہوا ہے (بخاری شریف جلد اول ص۴۱۰) تو اللہ کے محبوب دانائے خفایا و غیوب جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ فرمان حق ہے۔ لیکن قیصر کے شہر قسطنطنیہ پر پہلا حملہ کرنے والا یزید ہے وہابیوں دیوبندیوں کا یہ دعویٰ غلط ہے۔ اس لئے کہ یزید نے قسطنطنیہ پر کب حملہ کیا اس کے بارے میں چار اقوال ہیں۔ ۴۹ھ، ۵۰ھ، ۵۲ھ، اور ۵۵ھ جیسا کہ کامل ابن اثیر جلد سوم ص۱۳۱، بدایہ نہایہ جلد ہشتم ص۳۲، عینی شرح بخاری جلد چہاردہم اور اصابہ جلد اول ص۴۰۵ میں ہے۔ ثابت ہوا کہ یزید ۴۹ھ سے ۵۵ھ تک قسطنطنیہ کی کسی جنگ میں شریک ہوا چاہے سپہ سالار وہ رہا ہو یا حضرت سفیان بن عوف۔ اور وہ معمولی سپاہی رہا ہو۔ مگر قسطنطنیہ پر اس سے پہلے حملہ ہو چکا تھا جس کے سپہ سالار حضرت عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید تھے۔ اور ان کے ساتھ حضرت ابو ایوب انصاری بھی تھے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسا کہ ابو داؤد شریف کتاب الجہاد ص۳۴۰ کی حدیث عن اسلم ابی عمران قال غزونا من المدینۃ نرید القسطنطنیۃ وعلی الجماعۃ عبدالرحمٰن بن خالد بن الولید الخ سے ظاہر ہے۔ اور حضرت عبدالرحمٰن بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا انتقال ۴۶ھ یا ۴۷ھ میں ہوا جیسا کہ بدایہ نہایہ جلد ہشتم ص۳۱، کامل ابن اثیر جلد سوم ص۲۲۹ اور اسد الغابہ جلد سوم ص۲۸۹ میں ہے۔

معلوم ہوا کہ آپ کا حملہ قسطنطنیہ پر ۴۶ھ یا ۴۷ھ سے پہلے ہوا۔ اور تاریخ کی معتبر کتابیں شاہد ہیں کہ یزید قسطنطنیہ کی ایک جنگ کے علاوہ کسی میں شریک نہیں ہوا۔ تو ثابت ہو گیا کہ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قسطنطنیہ پر جو پہلا حملہ کیا تھا یزید اس میں شریک نہیں تھا تو پھر حدیث اول جیش من امتی الخ میں یزید داخل نہیں۔ اور جب وہ داخل نہیں تو اس حدیث شریف کی بشارت کا بھی وہ مستحق نہیں۔ اور چونکہ ابو داؤد شریف صحاح ستہ میں سے ہے اس لئے عام کتب تاریخ کے مقابلہ میں اسی کی

روایت کو ترجیح دی جائے گی۔ رہی یہ بات کہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال اس جنگ میں ہوا کہ جس کا سپہ سالار یزید تھا تو اس میں کوئی خلجان نہیں۔ اس لئے کہ قسطنطنیہ کا پہلا حملہ جو حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرکردگی میں ہوا آپ اس میں شریک رہے اور پھر بعد میں جب اس لشکر میں شریک ہوئے کہ جس کا سپہ سالار یزید تھا تو قسطنطنیہ میں آپ کا انتقال ہوگیا۔ اس لئے کہ قسطنطنیہ پر متعدد بار اسلامی لشکر حملہ آور ہوا ہے۔

اور اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ قسطنطنیہ پر پہلا حملہ کرنے والا جو لشکر تھا اس میں یزید موجود تھا پھر بھی یہ ہرگز نہیں ثابت ہوگا کہ اس کے سارے کرتوت معاف ہوگئے اور وہ جنتی ہے۔ اس لئے کہ حدیث شریف میں یہ بھی ہے ما من مسلمین یلتقیان فیتصافحان الا غفر لهما قبل ان یتفرقا۔ یعنی جب دو مسلمان آپس میں مصافحہ کرتے ہیں تو جدا ہونے سے پہلے ان دونوں کو بخش دیا جاتا ہے (ترمذی شریف جلد دوم ص۹۷) اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے من فطر فیه صائما کان له مغفرة لذنوبه۔ یعنی جو ماہ رمضان میں روزہ دار کو افطار کرائے اس کے گناہوں کے لئے مغفرت ہے (مشکوٰۃ شریف ص۱۷۳) اور سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث یہ بھی ہے۔ یغفر لامته فی اٰخر لیلة فی رمضان۔ یعنی روزہ وغیرہ کے سبب ماہ رمضان کی آخری رات میں اس امت کو بخش دیا جاتا ہے (مشکوٰۃ شریف ص۱۷۴) لہٰذا اگر وہابیوں دیوبندیوں کی بات مان لی جائے تو ان احادیث کریمہ کا یہ مطلب ہوگا کہ مسلمان سے مصافحہ کرنے والے روزہ دار کو افطار کرانے والے اور ماہ رمضان میں روزہ رکھنے والے سب بخشے بخشائے جنتی ہیں۔ اب اگر وہ حرمین طیبین کی بے حرمتی کریں معاف، کعبہ شریف کو (معاذ اللہ) کھود کر پھینک دیں معاف، مسجد نبوی میں غلاظت ڈالیں معاف، ہزاروں بے گناہ کو قتل کر ڈالیں معاف، یہاں تک کہ اگر سید الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جگر پاروں کو تین دن کا بھوکا پیاسا رکھ کر ذبح کر ڈالیں تو وہ بھی معاف اور جو چاہیں کریں سب معاف۔ نعوذ باللہ من ذلک۔ خدائے عزوجل یزید نواز وہابیوں دیوبندیوں کو صحیح سمجھ عطا فرمائے اور گمراہی و بدمذہبی سے بچنے کی توفیق رفیق بخشے۔ آمین بحرمة النبی الکریم الامین علیه وعلیٰ اٰله افضل الصلوات واکمل التسلیم۔

کتبہ: جلال الدین احمد امجدی

۱۷ ذوالحجہ ۱۴۱۳ھ

مسئلہ ۴ ازاحمد علی اشرفی۔ مدن پورہ بمبئی ۸

سنا گیا ہے بلکہ ایک کتاب میں لکھا ہوا بھی دیکھا گیا ہے کہ دارالعلوم فیض الرسول کے بانی شاہ یار علی صاحب نے اپنی مسجد کی تعمیر میں کسی فاسق و فاجر کو کام نہیں کرنے دیا۔ اس کے سارے کاریگر اور مزدور نماز باجماعت تکبیر اولیٰ کے پابند تھے۔ پھر حاجی محمد یوسف سیٹھ نانپاروی نے اسی اہتمام کے ساتھ آپ کا روضہ بھی بنوایا۔ تو کیا شرع کی رو سے مسجد اور بزرگوں کا روضہ بنانے والوں کا غیر فاسق اور نماز باجماعت تکبیر اولیٰ کا پابند ہونا ضروری ہے؟ بینوا توجروا

الجواب آستانۂ فیض الرسول کے ذمہ داران بلکہ تو دحضرت شاہ محمد یار علی صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بھی یہ سنا گیا ہے کہ مسجد فیض الرسول کی تعمیر میں کسی فاسق و فاجر کو کام نہیں کرنے دیا گیا۔ اس کے کاریگر اور مزدور وغیرہ سب زمانۂ تعمیر میں نماز باجماعت تکبیر اولیٰ کے پابند تھے۔ لیکن سیٹھ محمد یوسف نانپاروی (جن کو سوال میں حاجی لکھا گیا حالانکہ ابھی وہ اس نعمت سے مشرف نہ ہوئے) ان کے متعلق یہ کہنا صحیح نہیں کہ انھوں نے حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ کا روضہ بھی اسی اہتمام سے بنوایا۔ اس لئے کہ اس کی تعمیر میں فاسق و فاجر بلکہ کافروں نے بھی کام کیا ہے۔ رہا آپ کے سوال کا جواب تو عند الشرع مسجد اور بزرگوں کا روضہ بنانے والوں کا غیر فاسق اور نماز باجماعت تکبیر اولیٰ کا پابند ہونا بہتر ہے ضروری نہیں۔ ھٰذا ما عندی وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
رمضان المبارک ۱۴۱۳ھ

مسئلہ ۵ ازعبداللہ کرنیل گنج کانپور

آج کل لوگ زندگی کے ہر شعبے میں ترقی کر رہے ہیں۔ تو بہت سے لوگ اپنے نسب میں بھی ترقی کرنے لگے ہیں۔ بعض لوگ جو حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اولاد سے نہیں ہیں مگر اپنے آپ کو صدیقی، فاروقی، عثمانی اور علوی لکھنے لگے ہیں۔ اور بہت سے لوگ جو سید نہیں ہیں وہ اپنے آپ کو سید لکھنا چالو کر دیئے ہیں۔ اور کچھ لوگ اپنے پیر اور استاذ کو جو سید نہیں ہیں عزت بڑھانے کے لئے ان کو سید بنانے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں تو ان سب کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب نسب بدلنا، جو لوگ کہ خلفائے اربعہ کی اولاد سے نہ ہوں ان کا اپنے

آپ کو صدیقی، فاروقی، عثمانی اور علوی لکھنا۔ اور جو لوگ کہ سید نہ ہوں ان کا اپنے آپ کو سید کہنا و لکھنا سخت ناجائز اور خدائے تعالیٰ و ملائکہ وغیرہ کی لعنت کا سبب ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا برکاتی فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں فرمایا ہے۔ من ادعیٰ الی غیر ابیہ فعلیہ لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین لا یقبل اللہ منہ یوم القیمۃ صرفا ولا عدلا ھذا مختصر۔ یعنی جو اپنے باپ کے سوا دوسرے کی طرف اپنے آپ کو نسبت کرے اس پر خدا اور سب فرشتوں اور آدمیوں کی لعنت ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا نہ فرض قبول کرے نہ نفل۔ بخاری و مسلم و ابوداؤد و ترمذی و نسائی وغیرہم نے یہ حدیث مولا علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ۵ صـ۶۶۷) اور جو لوگ کہ اپنے پیر و استاذ کو سید بنانے کی کوشش کر رہے ہیں وہ بھی اس وعید کے مستحق ہیں اس لئے کہ جب اپنے باپ کے سوا دوسرے کی طرف اپنی نسبت کرنے والے پر یہ وعید ہے تو جو شخص کسی کو اس کے باپ کے سوا دوسرے کی طرف منسوب کرے وہ بدرجۂ اولیٰ اس وعید کا مستحق ہے۔ ھٰذا ما عندی وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد امجدی

مسئلہ ۶

از ایم۔ اے خان بلرام پور۔ ضلع گونڈہ

مدرسہ غوثیہ بڑھیا ضلع بستی کی سالانہ روداد ۱۴۰۵ھ میں چند قرآنی فتاویٰ شائع ہوئے جو مع سوال و جواب بعینہٖ درج ذیل ہیں۔

سوال۔ قرآن مجید کے محاورہ اور بولی میں کفری عقیدہ رکھنے والے لوگ ظالم ہیں یا نہیں؟

جواب۔ وَالْكَافِرُوْنَ هُمُ الظَّالِمُوْنَ (تیسرا پارہ، دوسرا رکوع) یعنی کفری عقیدہ رکھنے والے لوگ خود ہی ظالم ہیں۔

سوال۔ کفری عقائد رکھنے والے جو شرعاً ظالم ہیں کیا مسلمان ان سے میل جول، دوستی اور محبت کر سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب۔ وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ط یعنی (کفری عقیدہ رکھنے والے) ظالموں کی طرف مت جھکو ورنہ تمہیں جہنم کی آگ بھون ڈالے گی (پارہ بارہواں دسواں رکوع)

سوال۔ کھلے کفار و مشرکین اور کلمہ گو منافقین اور مرتدین جو شرعاً ظالم ہیں مسلمانوں کا ان کے ساتھ میل جول، اٹھنا بیٹھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب۔ وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۔ اور اگر شیطان تجھے بھلاوے تو یاد آئے پر ظالم لوگوں کے پاس نہ بیٹھ (پارہ ساتواں رکوع چودھواں)

سوال۔ اہل کتاب یہود و نصاریٰ اور دیگر مشرکین و مرتدین کفار کو دوست بنانا مسلمانوں کے لئے جائز ہے کہ نہیں؟

جواب۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَکُمْ ھُزُوًا وَّلَعِبًا مِّنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِکُمْ وَالْکُفَّارَ اَوْلِیَآءَ ج وَاتَّقُوا اللّٰہَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ہ یعنی اے ایمان والو! جنھوں نے تمہارے دین کو ہنسی کھیل بنالیا جنھیں تم سے پہلے کتاب (آسمانی) دی گئی انھیں اور دیگر کافروں کو دوست نہ بناؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو اگر ایمان رکھتے ہو (پارہ ۶ رکوع ۱۳)

سوال۔ جو مسلمان عقائد اسلامیہ کو حق مانے۔ کسی عقیدۂ دینیہ کا انکار نہ کرے۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ پر قائم رہے۔ مدرسہ اور مسجد کی تعمیر پر روپیہ خرچ کرے۔ یتیموں، بیواؤں، اندھوں کی خبر گیری کرے اور بہت سے دوسرے نیک کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے لیکن باایں ہمہ کسی یہودی، نصرانی سے محبت بھی کرے تو ایسا نیک صالح انسان اللہ تعالیٰ کے نزدیک مسلمان ہے یا نہیں؟۔ اور کیا مسلمانوں کو یہ جائز ہے کہ وہ اہل کتاب یہودیوں اور نصرانیوں سے دوستی و محبت قائم کریں؟

جواب۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَھُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓی اَوْلِیَآءَ بَعْضُھُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ط وَمَنْ یَّتَوَلَّھُمْ مِّنْکُمْ فَاِنَّہٗ مِنْھُمْ ط اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ہ (پارہ ۶ رکوع ۱۲) یعنی اے ایمان والو! تم یہودیوں اور نصرانیوں کو دوست نہ بناؤ۔ وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ اور (اے مسلمانو!) تم میں جو شخص یہودیوں اور نصرانیوں سے محبت کرے گا تو (پھر) وہ (مسلمان نہیں) انھیں میں سے یہودی اور نصرانی ہے۔ بے شک اللہ ایسے بے انصاف لوگوں کو راہ نہیں دیتا

جو کافر حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت میں ہونے کا دعویٰ کرے وہ قرآن مجید کی اصطلاح میں یہودی اور جو کافر حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت میں ہونے کا مدعی ہو وہ نصرانی ہے۔ یہود و نصاریٰ مجوس وہنود وغیرہ مشرکین یہ سب کھلے کفار اور دین اسلام کے علی الاعلان

منکر ہیں اور رہے مرتدین و منافقین مثلاً قادیانی، نیچری، رافضی، وہابی دیوبندی وغیرہ تو یہ لوگ یہود و نصاریٰ کھلے کفار سے بہت زیادہ بد تر ہیں اس لئے کہ کھلے کافروں سے صرف موالات یعنی محبت و دوستی کا برتاؤ حرام ہے دنیوی معاملات ممنوع نہیں یعنی ان سے خرید و فروخت، ان کے یہاں نوکری کرنا، ان کو اپنے یہاں نوکر رکھنا جائز ہے لیکن مرتدین و منافقین سے دنیوی معاملات بھی ممنوع ہے۔

تو جب قرآن حکیم نے صاف صاف فتویٰ دے دیا کہ یہود و نصاریٰ سے قلبی محبت رکھنا کفر ہے تو قرآن ہی کا بِدَلَالَۃِ النَّص یہ بھی فتویٰ ہے کہ مرتدین و منافقین جو یہود و نصاریٰ سے بدرجہا بد تر ہیں ان سے دلی محبت کرنا شدید کفر و ارتداد ہے اب قرآن کے اس اجمالی فتویٰ کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

(۱) جو سنی مسلمان قادیانیوں سے محبت کرے وہ سنی نہیں رہ گیا مِنْھُمْ ہو کر قادیانی ہو گیا۔

(۲) جو سنی مسلمان رافضیوں سے محبت کرے وہ سنی نہیں رہ گیا مِنْھُمْ ہو کر رافضی ہو گیا۔

(۳) جو سنی مسلمان نیچریوں سے محبت کرے وہ سنی نہیں رہ گیا مِنْھُمْ ہو کر نیچری ہو گیا۔

(۴) جو سنی مسلمان دہریوں سے محبت کرے وہ سنی نہیں رہ گیا مِنْھُمْ ہو کر زندیق ہو گیا۔

(۵) جو سنی مسلمان محفل میلاد شریف قائم کرے نیاز و فاتحہ کرے، سرکار خواجہ غریب نواز، سرکار محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء، سرکار مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی، سرکار سالار مسعود غازی، سرکار مخدوم مہائمی، سرکار حاجی ملنگ، سرکار شرف الدین یحیٰ مخدوم بہار، سرکار مخدوم مینا، سرکار بدیع الدین شاہ مدار، سرکار حاجی شاہ وارث علی وغیرہ اولیائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی بارگاہوں میں حاضری کی خاطر اجمیر شریف دہلی، کچھوچھہ مقدسہ ضلع فیض آباد، بہرائچ شریف، ماہم شریف شہر بمبئی، بھیونڈی باڑی کلیان (بمبئی) بہار شریف ضلع نالندہ (پٹنہ) لکھنؤ، مکن پور شریف ضلع کانپور، دیوہ ضلع بارہ بنکی جائے مگر بایں ہمہ دیوبندیوں وہابیوں سے محبت کرے میل جول رکھے تو وہ سنی نہیں رہ گیا مِنْھُمْ ہو کر وہابی دیوبندی ہو گیا جیسا کہ وہ حلوہ جو پاک اور ستھرا ہو، خوب لذت دار ہو، اونچے دام کا ہو، مفرح قلب و دماغ ہو، خوشبو دار ہو لیکن بایں ہمہ گوبر سے دوستی کرکے گوبر سے مل جائے تو وہ حلوہ نہیں رہ گیا۔ گوبر ہو گیا۔

ہو سکتا ہے کہ اس مقام پر کوئی چرب زبان یہ کہہ کر سادہ لوح مسلمانوں کو دھوکہ دے کہ قرآن شریف میں تو صرف یہ بیان ہے کہ جو مسلمان یہودیوں اور نصرانیوں سے محبت کرے وہ مِنْھُمْ ہو کر یہودی اور نصرانی ہو جائے گا لیکن قرآن عظیم میں یہ کہاں ہے کہ سنی مسلمان اگر وہابی دیوبندی سے محبت کرے تو

صرف محبت کی وجہ سے مِنْھُمْ ہو کر وہابی دیوبندی ہو جائے گا۔

حضراتِ ناظرین ۔! مذکورہ بالا اعتراض کا جواب آسانی سے سمجھنے کے لئے ہم بطور تمہید قرآن مجید کی ایک آیت کریمہ پیش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ۔ اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْکِبَرَ اَحَدُھُمَآ اَوْ کِلٰھُمَا فَلَا تَقُلْ لَّھُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْھَرْھُمَا وَقُلْ لَّھُمَا قَوْلًا کَرِیْمًا (پ۱۵ ، ع ۳) یعنی اے مخاطب! اگر تیرے سامنے ماں باپ میں کوئی ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان سے ہوں، نہ کہنا اور نہ انہیں جھڑکنا اور ان سے تعظیم کی بات کہنا۔

اب اگر کوئی یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ نے ماں باپ کو مارنے پیٹنے، گالی دینے سے تو منع نہیں کیا صرف "ہوں" کہنے اور جھڑکنے سے روکا ہے لہذا ماں باپ کو گالی دینا اور انہیں مارنا پیٹنا ممنوع نہیں تو اسے یہی جواب دیا جائے گا کہ آیت کریمہ کا مقصد یہ ہے کہ ماں باپ سے "ہوں" بول کر یا انہیں ڈانٹ سنا کر ایذا اور دکھ نہ پہنچاؤ تو چونکہ ماں باپ کو مارنے اور گالی دینے سے انہیں زیادہ رنج اور دکھ پہونچے گا اس لئے انہیں مارنا اور گالی دینا شدید ممنوع ہے۔ حاصل یہ ہے کہ جب ماں باپ کو جھڑکنا جو کار بد ہے قرآن کے نزدیک حرام ہے تو ماں باپ کو گالی دینا، مارنا پیٹنا جو کار بدتر ہے وہ قرآن کے نزدیک بدرجۂ اولیٰ حرام ہے اگرچہ آیت کریمہ میں اس کار بدتر کا تذکرہ نہیں۔ اب مذکورہ بالا اعتراض کا جواب ملاحظہ ہو۔ یہود و نصاریٰ کافران بد ہیں اور ان سے بدتر مشرکین ہیں اور ان سے بدتر کلمہ گو منافقین و مرتدین ہیں اور ان میں سب سے بدتر بارگاہ رسالت علیہ التحیۃ والثناء کے گستاخ اور باغی، وہابی، دیوبندی ہیں تو جب قرآن حکیم نے بعبارۃ النص فتویٰ دیا کہ یہود و نصاریٰ سے قلبی محبت و وداد کفر و ارتداد ہے تو اسی قرآن مجید کا بدلالۃ النص یہ فتویٰ بھی ہے کہ وہابی دیوبندی سے دلی محبت اور قلبی موافقت شدید کفر و ارتداد ہے ولِلّٰہِ الْحُجَّۃُ السَّامِیَۃُ ط

سوال ۔ اللہ تعالیٰ جو ربّ العلمین اور ارحم الرّاحمین ہے وہ کافروں کا دوست ہے یا دشمن ؟ یا نہ دوست نہ دشمن ؟

جواب ۔ فَاِنَّ اللّٰہَ عَدُوٌّ لِّلْکٰفِرِیْنَ ۝ (پارہ اول رکوع ۱۲) یعنی بیشک اللہ کافروں کا (ہرگز دوست نہیں بلکہ) دشمن ہے ۔ اور جب اللہ تعالیٰ کافروں کا دشمن ہے تو دشمنانِ خدا سے قلبی محبت رکھنا ضرور کفر ہے۔ انتھٰی بالفاظہ

دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیت کریمہ ومن یتولھم منکم فانہ منھم کی روشنی میں کیا مذکورہ

بالا فتوٰی صحیح ہے کہ جو سنی قادیانی و رافضی یا وہابی دیوبندی سے محبت کرے گا وہ سنی نہیں رہ جائے گا بلکہ وہ منہم ہو کر قادیانی و رافضی یا وہابی و دیوبندی ہو جائے گا؟ زید کہتا ہے کہ فتوٰی مذکور غلط ہے اس لئے کہ کافروں اور مرتدوں سے دوستی کرنا کفر و ارتداد نہیں بلکہ ناجائز و حرام ہے۔ اور بکر کہتا ہے کہ فتوٰی مذکور صحیح ہے۔ لہٰذا آپ کی طرف رجوع کیا جاتا ہے کہ ان میں کس کا قول صحیح ہے؟ واضح فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

الجواب جس سال روداد میں یہ فتوٰی چھپا تھا اسی سال بلرام پور کا ایک شخص اسے پوسٹر کی شکل میں شائع کرنا چاہتا تھا مگر جب مدرسہ غوثیہ بڑھیا کے ذمہ داران پر ظاہر کیا گیا کہ فتوٰی مذکور غلط ہے تو انھوں نے اس کی اشاعت روک دی لیکن کئی سال گذرنے کے باوجود آج تک اس کے غلط ہونے کا اعلان نہیں کیا گیا اور نہ اس سے رجوع کیا گیا یہاں تک کہ آپ کو اس کے متعلق استفسار کرنا پڑا۔ تو واضح ہو کہ زید کا قول صحیح ہے۔ بیشک کافروں اور مرتدوں سے دوستی کرنا کفر و ارتداد نہیں بلکہ ناجائز و حرام ہے۔ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان احکام شریعت حصہ دوم ص ۱۹۷ میں تحریر فرماتے ہیں کہ موالات مطلقاً جملہ کفار سے حرام ہے۔ اور فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص ۱۲ پر یوں تحریر فرماتے ہیں کہ موالات ہر کافر سے مطلقاً حرام ہے اور فتاویٰ رضویہ جلد دہم نصف آخر ص ۳۲ میں تحریر فرماتے ہیں کہ فھو منھم اسکے لئے ہے جو کفار کے دینی شعار میں بالقصد معاذ اللہ اسکے پسند کے طور پر کیجائے۔ لہٰذا آیت کریمہ ومن یتولھم منکم فانہ منھم کا یہ مطلب سمجھنا غلط ہے کہ جو سنی کافر و مرتد سے دوستی کریگا وہ کافر و مرتد ہو جائیگا۔ حضرت علامہ امام رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آیت مذکورہ کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں۔ قال ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما یرید کانہ مثلھم وھذا تغلیظ من اللہ وتشدید فی وجوب مجانبۃ المخالف فی الدین ونظیرہ قولہ تعالیٰ ومن لم یطعمہ فانہ منی۔ یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ سے محبت کرنے والا گویا کہ ان کے مثل ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دین اسلام کے مخالف سے اجتناب کے وجوب میں تغلیظ و تشدید ہے۔ اور اس کی مثال اللہ تعالیٰ کا قول ہے اور جو اس نہر کا پانی نہ پیئے وہ میرا ہے۔ (پ ۲ ع ۱۷ تفسیر کبیر جلد سوم ص ۴۲۵)

اور حضرت علامہ سلیمان جمل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں ھذا علی سبیل المبالغۃ فی الزجر۔ یعنی یہ زجر میں مبالغہ کے قبیل سے ہے (تفسیر جمل جلد اول ص ۵) اور حضرت علامہ

نسفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں من جملتھم وحکمہ حکمھم وھٰذا تغلیظ من اللہ وتشدید فی وجوب مجانبۃ المخالف فی الدین۔ یعنی یہود و نصاریٰ سے محبت کرنے والا انھیں کے گروہ سے ہوگا۔ اور اس کا حکم وہی ہوگا جو ان کا حکم ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے دین اسلام کے مخالف سے دور رہنے کے وجوب میں تغلیظ و تشدید ہے (تفسیر مدارک جلد اول صفحہ ۲۸۷) اور حضرت علامہ ابو السعود رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں فیہ زجر شدید للمؤمنین عن اظھار صورۃ الموالاۃ وان لم یکن موالاۃ فی الحقیقۃ۔ یعنی اس آیت مبارکہ میں مسلمانوں کو زجر شدید ہے کافروں سے موالات کی صورت پیدا کرنے سے۔ اگرچہ حقیقت میں موالات نہ ہو (تفسیر ابو السعود مع تفسیر کبیر جلد چہارم صفحہ ۱۰۶) اور حضرت علامہ علاء الدین خازن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں ھٰذا تعلیم من اللہ تعالیٰ وتشدید عظیم فی مجانبۃ الیھود والنصاریٰ وکل من خالف دین الاسلام یعنی یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تعلیم اور شدت عظیم ہے یہود و نصاریٰ اور ہر اس شخص سے دور رہنے کے متعلق جو دین اسلام کی مخالفت کرے (تفسیر خازن جلد دوم صفحہ ۶۲)

معتبر تفسیروں سے واضح ہوگیا کہ آیت مذکورہ کا یہ معنی ہرگز نہیں کہ جو مسلمان کافروں سے محبت کریگا وہ درحقیقت انھیں میں سے ہوکر کافر ہوجائے گا بلکہ مطلب یہ ہے کہ وہ گویا کہ ان کے مثل ہے اور یہ زجر و تہدید میں مبالغہ ہے اور سخت تاکید ہے کہ دین اسلام کے ہر مخالف سے مسلمانوں کو دور رہنا واجب ہے۔ جیسا کہ حضرت صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی اسی آیت کی تفسیر میں مدارک و خازن کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں کہ اس میں بہت شدت و تاکید ہے کہ مسلمانوں پر یہود و نصاریٰ اور ہر مخالف دین اسلام سے علیحدگی اور جدا رہنا واجب ہے۔ اور پارہ سوم سورۂ آل عمران آیت ۲۸ لا یتخذ المومنون الکٰفرین اولیاء کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ کفار سے دوستی و محبت ممنوع و حرام ہے انھیں رازدار بنانا ان سے موالات کرنا جائز نہیں۔ اور پ ۵ سورۂ نساء آیت ۸۹ فلا تتخذوا منھم اولیاء کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ اس آیت میں کفار کے ساتھ موالات ممنوع کی گئی۔ اور اسی سورۂ مبارکہ کی آیت ۱۳۹ الذین یتخذون الکٰفرین اولیاء کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ کفار کے ساتھ دوستی ممنوع۔ اور اسی سورۂ مبارکہ کی آیت ۱۴۴ یاایھا الذین آمنوا لا تتخذوا الکٰفرین اولیاء کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ اس آیت میں مسلمانوں کو بتایا گیا کہ کفار کو دوست بنانا منافقین کی خصلت

ہے۔ تم اس سے بچو۔ اور پ۶ سورۂ مائدہ آیت ۵۱ یاایھا الذین آمنوا لا تتخذوا الیھود والنصریٰ اولیاء کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس آیت میں یہود و نصاریٰ کے ساتھ دوستی و موالات یعنی ان کی مدد کرنا، ان سے مدد چاہنا اور ان کے ساتھ محبت کے روابط رکھنا ممنوع فرمایا گیا۔ اور پ۱۰ سورۂ توبہ آیت ۲۳ ومن یتولھم منکم فاولٓئک ھم الظلمون کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ کفار سے موالات جائز نہیں چاہے ان سے کوئی بھی رشتہ ہو۔ تفسیر خزائن العرفان کے ان حوالوں سے بھی واضح ہوگیا کہ کافر و مرتد سے دوستی کرنا ممنوع، ناجائز اور حرام ہے کفر و ارتداد نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

کـــــــــــتبہ جلال الدین احمد امجدی
۱۷ ذوالقعدہ ۱۴۱۳ھ

مسئلہ:۔ از محمد شاکر علی صدیقی۔ مدنپورہ بمبئی ۸

وہ مدارس عربیہ جو الٰہ آباد بورڈ سے ملحق ہیں وہ مدرسین وطلبہ کی تعداد اور ان کی حاضریاں بلکہ داخلہ و خارجہ کے کاغذات بھی عموماً فرضی بناکر گورنمنٹ سے روپیہ حاصل کرتے ہیں تو ان کا یہ فعل کیسا ہے؟ ان مدارس میں تدریس کی ملازمت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ کہا جاتا ہے کہ مولانا بدرالدین احمد رضوی نے الحاق کی وجہ سے فیض الرسول براؤں شریف کی ملازمت چھوڑی ہے، تو یہ کہاں تک صحیح ہے؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ مدرسین وطلبہ کی تعداد، ان کی حاضریاں اور داخلہ وغیرہ کے متعلق جھوٹے کاغذات بناکر یہاں کی گورنمنٹ سے بھی رقم حاصل کرنا جائز نہیں کہ یہ غدر ہے اور غدر و بدعہدی مطلقاً سب سے حرام ہے جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا برکاتی فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان فتاویٰ رضویہ جلد ہفتم ص۱۰۵ پر تحریر فرماتے ہیں کہ غدر اور بدعہدی مطلقاً ہر کافر سے بھی حرام ہے، ہدایہ و فتح القدیر وغیرہما میں ہے۔ ان مالھم غیر معصوم فبای طریق اخذہ المسلم اخذ مالا مباحا ما لم یکن غدرا اھ ملخصاً۔ مگر اس فعل حرام کے ذمہ داران مدارس کے کلرک واراکین ہیں نہ کہ علماء و مدرسین۔ لہٰذا ایسے مدارس میں تدریس کی ملازمت کرنا جائز ہے بشرطیکہ کلرک واراکین کے غلط کاموں سے راضی نہ ہو اور روکنے پر قادر ہو تو روکے ورنہ دل سے برا جانے۔

حدیث شریف میں ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اذا عملت الخطیئۃ فی الارض من شھدھا فکرھھا کان کمن غاب عنھا۔ یعنی جب کسی جگہ کوئی گناہ کیا جائے تو جو شخص وہاں حاضر ہو مگر اسے برا سمجھتا ہو تو وہ اس آدمی کے مثل ہے جو وہاں موجود نہیں۔
(مشکوٰۃ شریف ص۴۳۶)

رہی مولانا بدرالدین احمد قدس سرہ کی بات کہ انھوں نے الحاق کی وجہ سے فیض الرسول براؤں شریف کی ملازمت چھوڑی تو یہ ان کے چند جھوٹے مریدین کا الحاقی مدارس کے علماء کی تحقیر اور اپنے پیر کی تعظیم کے لئے جھوٹا پروپگنڈہ ہے جو بالکل غلط اور بے بنیاد ہے۔ اس لئے کہ ان کے براؤں شریف چھوڑنے کی وجہ کچھ اور ہے جو دارالعلوم فیض الرسول کے داخلی و اندرونی حالات جاننے والوں سے پوشیدہ نہیں اگر وہ الحاق کے سبب فیض الرسول سے مستعفی ہوئے ہوتے تو وہ اسکی ممبری سے بدرجۂ اولیٰ استعفاء دے کر الگ ہو جاتے۔ اس لئے کہ الحاق سے متعلق ساری مکاریوں و فریب کاریوں کے ذمہ دار الحاقی مدارس کے اراکین و ممبران ہی ہوتے ہیں۔ لہٰذا تا وقتیکہ وہ مستعفی ہو کر الگ نہ ہو جائیں ان مدارس کی غلط کاریوں سے وہ بری نہیں ہو سکتے۔ البتہ مدرسین و ملازمین اس صورت میں گنہگار ہونگے جب کہ ان مکاریوں سے راضی ہوں یا ان میں شریک ہوں، یہی وجہ ہے کہ بت خانہ کا ممبر بننا حرام و ناجائز ہے اور بعض صورتوں میں کفر بھی ہے لیکن اس کے جائز کاموں کی ملازمت و مزدوری جائز ہے جیسا کہ اعلیٰحضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں۔ فی الخانیۃ لو آجر نفسہ یعمل فی الکنیسۃ ویعمرھا لاباس بہ لانہ لامعصیۃ فی عین العمل۔ اور ھدایہ میں ہے۔ من اجر بیتا لیتخذ فیہ بیت نار او کنیسۃ او بیعۃ او یباع فیہ الخمر بالسواد فلاباس بہ۔ وھٰذا عند ابی حنیفۃ رحمۃ اللہ تعالیٰ۔ (فتاویٰ رضویہ جلد دہم نصف اول ص۸۵)

خلاصہ یہ ہے کہ الحاقی مدارس کی غلط کاریوں کے ذمہ دار اس کے ممبران و اراکین ہیں نہ کہ مدرسین و ملازمین لہٰذا مولانا بدرالدین احمد رضوی اگر الحاق کے سبب فیض الرسول براؤں شریف کی مدرسی سے مستعفی ہوئے ہوتے تو اس کی ممبری سے وہ ضرور استعفاء دے کر الگ ہو جاتے حالانکہ وہ اپنی زندگی کے آخری لمحہ تک الحاقی مدرسہ فیض الرسول براؤں شریف کے ممبر رہے۔ ھٰذا ھو الحق المبین ولعنۃ اللہ علی الکٰذبین۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی النبی الکریم الامین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

کتبہ
جلال الدین احمد امجدی

کتاب الفرائض

وراثت کا بیان

مسئلہ : از حکیم غلام محمد ٹیڑھی بازار۔ شہر غازی پور (یو۔ پی)

زید کا انتقال ہوا جس کی دو بیویاں ہیں مگر ان سے کوئی اولاد نہیں۔ متوفی زید کے ذمہ دونوں بیویوں کا مہر دَین واجب الادا ہے۔ زید کا اور کوئی وارث نہیں البتہ اس کے علاتی سوتیلے بھائیوں کی اولاد ہیں۔ زید نے کوئی وصیت نامہ بھی لکھا ہے جس کا مضمون مخفی ہے۔ اب دریافت طلب یہ امور ہیں کہ زید کی وصیت پوری کی جائے گی یا نہیں؟ اور اس کے ترکہ سے اس کی دونوں بیویوں اور سوتیلے بھائیوں کی اولاد کو کتنا کتنا ملے گا۔ حوالہ کے ساتھ تحریر فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب ــــــــــ میت کے ترکہ سے چار حقوق ترتیب وار متعلق ہوتے ہیں۔ اول اس کے مال سے تجہیز و تکفین کی جائے گی پھر مابقی جمیع مال سے اس کے دیون ادا کئے جائیں گے پھر مابقی مال کے ثلث سے میت کی وصیت پوری کی جائے گی اس کے بعد بچے ہوئے مال کو میت کے ورثہ میں تقسیم کیا جائے گا۔ فتاوی عالمگیری میں ہے۔ التركة تتعلق بها حقوق اربعة جهاز الميت ودفنه والدين والوصية والميراث فيبدأ اولاً بجهازه وكفنه ثم بالدين ــــــــ ثم تنفذ وصاياه من ثلث ما يبقى بعد الكفن والدين الا ان يجيز الورثة اكثر من الثلث ثم يقسم الباقي بين الورثة اھ ملخصًا۔ لہٰذا صورت مستفسرہ میں اگر متوفی کے ذمہ بیویوں کا مہر باقی ہے تو تجہیز و تکفین کے بعد سب سے پہلے اس کے ترکہ سے مہر ادا کئے جائیں گے۔

فتاوی عالمگیری میں ہے امرأة ادعت على ورثة زوجها بعد موته ان لها عليه الف درهم من مهرها فالقول قولها الى تمام مهر مثلها عند ابى حنيفة رحمة الله تعالىٰ عليه كذا فى محيط السرخسى اھ پھر اگر متوفی نے وصیت کی ہے اور وصیت کے جواز کی شرطیں پائی جاتی ہیں یعنی وصیت پوری کرنے میں کوئی شرعی مانع نہیں ہے تو مہر دین کی ادائیگی کے بعد بقدر جواز اس کی وصیت پوری کی جائے گی۔ پھر مذکورہ ورثہ کی صورت میں متوفی کے مابقی مال کے آٹھ حصے کئے جائیں گے جس میں سے ایک ایک حصہ اس کی دونوں بیویوں کو ملے گا اور باقی چھ حصے سوتیلے بھائی کی اولاد کو ملیں گے۔ بشرطیکہ سوتیلے بھائی سے علاتی یعنی باپ شریکی بھائی مراد ہوں۔ قال الله تعالىٰ ولهن الربع مما تركتم

ان لم یکن لکم ولد (پارۂ چہارم آیت میراث) اور درمختار میں ہے۔ فیفرض للزوجۃ فصاعداً الثمن مع ولد او ولد ابن والرابع لہا عند عدمہا اھ۔ وھو تعالیٰ وسبحانہ اعلم بالصواب۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۶ رشوال المکرم ۹۹ھ

مسئلہ:۔ از ماسٹر اقبال احمد خان اشرفی معرفت چنن بھائی پانڈے احاطہ۔ گورکھپور

اگر ماں یا باپ اپنے کسی بیٹا یا بیٹی کے بارے میں کہہ دیں کہ میں نے عاق کر دیا میری جائداد سے اس کو حصہ نہ دیا جائے میں نے اسے اپنی میراث سے محروم کر دیا تو اس صورت میں وہ لڑکا یا لڑکی اپنے ماں باپ کی وراثت سے محروم ہو جائیں گے یا نہیں؟

الجواب:۔ توریث ورثہ بحکم شریعت ہے مورث اپنے کسی وارث کی وراثت کو باطل نہیں کرسکتا یہاں تک کہ وارث بھی اپنے حق ارث سے دستبردار نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا ماں باپ اپنے کسی بیٹا یا بیٹی کو وراثت سے محروم نہیں کرسکتے۔ ان کا یہ کہنا کہ میں نے فلاں کو اپنی وراثت سے محروم کر دیا لغو ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں۔ رہا باپ کا اولاد کو اپنی میراث سے محروم کرنا وہ اگر یوں ہو کہ زبان سے لاکھ بار کہے کہ میں نے اسے محروم الارث کر دیا یا میرے مال میں اس کا کچھ حق نہیں یا میرے ترکہ سے اسے کچھ حصہ نہ دیا جائے یا خیال جہال کا وہ لفظ بے اصل کہ میں نے اسے عاق کیا یا انھیں مضامین کی لاکھ تحریریں لکھے رجسٹریاں کرائے یا اپنا کل مال اپنے فلاں وارث یا کسی غیر کو ملنے کی وصیت کر جائے ایسی ہزار تدبیریں ہوں کچھ کارگر نہیں نہ ہرگز وہ ان وجوہ سے محروم الارث ہوسکے کہ میراث حق مقرر فرمودہ رب العزت جل وعلا ہے جو خود لینے والے کے اسقاط سے ساقط نہیں ہوسکتا بلکہ جبراً دلایا جائے گا اگرچہ وہ لاکھ کہتا رہے کہ مجھے اپنی وراثت منظور نہیں میں حصہ کا مالک نہیں بنتا میں نے اپنا حق ساقط کیا۔ پھر دوسرا کیونکر ساقط کرسکتا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین۔ اشباہ میں ہے لو قال الوارث ترکت حقی لم یبطل حقہ غرض بالقصد محروم کرنے کی کوئی سبیل نہیں۔ ہاں اگر حالت صحت میں اپنا مال اپنی ملک سے زائل کر دے تو وارث کچھ نہ پائے گا کہ جب ترکہ ہی نہیں تو میراث کاہے میں جاری ہو مگر اس قصد ناپاک سے جو فعل کرے گا عنداللہ گنہگار و ماخوذ رہے گا حدیث میں ہے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ من فر من میراث وارثہ قطع اللہ میراثہ من الجنۃ یوم القیامۃ۔ جو اپنے وارث کو اپنا ترکہ پہنچنے سے بھاگے اللہ تعالیٰ روز قیامت اس کی میراث جنت سے قطع فرما دے رواہ ابن ماجۃ

عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ (فتاوی رضویہ جلد ھفتم ص۳۲۵) وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ :۔ ازمولوی شیر محمد انصاری موضع لکھاہی ڈاکخانہ مرزاپور (بلرامپور) ضلع گونڈہ

زید نے مرض الموت سے قبل مکان وغیرہ کا ہبہ نامہ اپنے حقیقی چھوٹے بھائی کے نام لکھ کر اور مکان اسی بھائی کو سونپ کر حج کرنے گیا واپس آنے پر مرض الموت میں دوسرے وارثوں سے وصیت فرمائی کہ میں نے سفر حج سے قبل ہی مکان مذکور شخص مذکور کو ہبہ کر دیا ہے تم لوگ بھی اسے قبول کرلو اور کسی قسم کا اس میں حقدار نہ ہونا۔ دوسرے بھائی نے بھی زبانی قبول کرلیا اور تحریر بھی قبولیت کا لکھ دیا۔ چھوٹے بھائی کو مکان پر قبضہ کئے ہوئے پانچ سال ہوچکا۔ صورتِ مذکورہ میں یہ ہبہ درست ہے یا نہیں؟ اور چھوٹے بھائی کے علاوہ اور وارثوں کو بعد وفاتِ زید مکان میں حقدار بننا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب صورت مسئولہ میں اگر ہبہ کے سارے شرائط پائے گئے تو ہبہ صحیح ہوگیا۔ زید کی وفات کے بعد چھوٹے بھائی کے علاوہ دیگر ورثہ کا اشیاء موہوبہ میں حق نہیں ہے۔ بحر الرائق جلد ہفتم ص۲۸۸ میں ہے ان وھب مالہ کلہ لواحد جاز۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۸ صفر المظفر ۱۴۰۳ھ

مسئلہ :۔ ازمحمد حنیف کوٹرگیٹ۔ بھیونڈی۔ ضلع تھانہ

زید کا انتقال ہوگیا اس نے اپنے بعد صرف دو لڑکوں اور تین لڑکیوں کو چھوڑا تو زید کا ترکہ ہر ایک کو کتنا ملے گا؟

الجواب :۔ بعد تقدیم ماتقدم زید کے ترکہ کے کل سات حصے کئے جائیں گے جن میں سے دو دو حصے لڑکوں کو ملیں گے اور ایک ایک حصہ لڑکیوں کو ملے گا۔ کما قال اللہ تعالیٰ للذکر مثل حظ الانثیین۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ :۔ مسئولہ سید رضا علی رضوی وکیل جاورہ رضوی منزل۔ اجمیر شریف۔

الف مولوی پانچ بھائی اور چھ بہنیں ہیں یعنی کل گیارہ بھائی بہن ہیں۔ باپ کا انتقال ہوگیا جس نے بڑی جائداد

چھوڑی۔ جائداد پر الف مولوی قابض ہے باپ کے انتقال کے بعد الف مولوی کی بہن ح کا انتقال ہوگیا جس کے شوہر اور بچے موجود ہیں۔ الف مولوی کا کہنا ہے کہ ہماری بہن ح کا انتقال ہوگیا اس کا کوئی حصہ نہیں ہوتا۔ تو اس کے لیے شرع کا کیا حکم ہے؟ اور الف مولوی کے پاس باپ کی ساری امانتیں موجود ہیں مگر وہ حلفیہ بیان دیتے ہیں کہ میرے پاس کچھ نہیں ہے تو ان پر کونسا جرم عائد ہوتا ہے؟

الجواب ــــــــ اگر واقعی الف مولوی کل پانچ بھائی اور چھ بہنیں ہیں اور باپ کے انتقال کے وقت یہ سب باحیات تھے اور ان کے علاوہ کوئی دوسرا وارث نہ تھا تو باپ کی جائداد کا کل ۱۶ سولہ حصہ کیا جائے گا۔ جس میں سے دو دو حصے لڑکوں کو ملیں گے اور ایک ایک حصہ لڑکیوں کو۔ قال اللّٰہ تعالیٰ للذکر مثل حظ الانثیین اور اگر واقعی باپ کے انتقال کے بعد کوئی لڑکی فوت ہوگئی تو اس کا حصہ اس کے وارثین کو ملے گا۔ الف مولوی پر لازم ہے کہ اپنی بہن ح کا حصہ اس کے وارثین کے سپرد کردیں اگر وہ ایسا نہیں کریں گے تو حقوق العباد میں گرفتار اور مستحق عذاب نار ہوں گے۔ اگر واقعی باپ کی کوئی امانت الف مولوی کے پاس نہیں ہے جیسا کہ وہ باحلف بیان کرتے ہیں تو ان پر کوئی جرم عائد نہیں ہوتا۔ اور اگر ان کے پاس ہے لیکن دوسرے بھائیوں اور بہنوں کے حقوق غصب کرنے کے لیے وہ جھوٹی قسم کھاتے ہیں تو توبہ لازم ہے اور باپ کی امانت میں بھائیوں اور بہنوں کا حصہ واجب ہے۔ قال اللّٰہ تعالیٰ ان اللّٰہ یامرکم ان تؤدوا الامٰنٰت الیٰ اھلھا الآیہ۔ ھٰذا ما عندی والعلم عند اللّٰہ تعالیٰ ورسولہ جل مجدہ و صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ : از محمد عمر ساکن سکندرپور۔ ضلع بستی۔

متوفیہ کی دو سگی لڑکیاں اور تین سگے بھائی ہیں۔ متوفیہ کی بڑی لڑکی گاؤں میں رہتی ہے اور چھوٹی لڑکی کئی میل پر بیاہی ہے۔ زیادہ خدمت بڑی لڑکی نے کی۔ متوفیہ نے وصیت کی کہ بڑی لڑکی کے لڑکے کو جائداد کا نصف حصہ دیا جائے اور نصف جائداد میں دونوں لڑکیاں آدھا آدھا بانٹ لیں۔ آیا متوفیہ کی وصیت عندالشرع صحیح ہے؟

الجواب ــــــــ متوفیہ نے اگر ہوش و حواس کی درستگی میں وصیت کی ہے تو برصدق مستفتی وانحصار ورثہ فی المذکورین نواسے کے بارے میں اس کی وصیت صحیح ہے کہ نواسہ ذوی الارحام سے ہے۔ بھائیوں اور بیٹیوں کی موجودگی میں وارث نہیں ہوتا لیکن صرف تہائی مال اس کو دیا جائے گا کہ ورثہ کی اجازت کے بغیر اس سے زیادہ میں وصیت جاری نہیں ہوتی پھر مابقی جائداد کا تین حصہ کیا جائے گا ایک ایک حصہ دونوں لڑکیاں پائیں گی اور ایک حصہ میں تینوں

بھائی برابر کے مستحق ہوں گے ۔ جوہرہ نیرہ میں ہے لا یجوز بما زاد علی الثلث الا ان یجیزہ الورثۃ اھ اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے ۔ للبنتین فصاعدا الثلثان کذا فی الاختیار شرح المختار اھ ۔ وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم ۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ : از محمد ثناء الحق متعلم مدرسہ جامع العلوم مظفر پور ۔

زید کے اکلوتے بیٹے کا اس کی زندگی میں انتقال ہوا تو زید نے اپنی پوری جائداد مرض الموت سے پہلے یتیم پوتوں کو دیدیا اور لکھ بھی دیا ۔ البتہ تھوڑی زمین لکھنے سے رہ گئی ۔ پھر زید کا انتقال ہوا تو اس نے بیوی ، یتیم پوتے اور بہن کو چھوڑا تو اس صورت میں زید کی جائداد کے وارث کون لوگ ہیں ؟ یتیم پوتے وارث ہیں یا نہیں ؟ اگر ہیں تو ان کے مال میں ناجائز تصرف کرنے والوں کے لئے شرعاً کیا حکم ہے ؟

الجواب ـــــــــــ اگر زید کی موت کے وقت اس کے کوئی لڑکا اور لڑکی وغیرہ باحیات نہیں تھے صرف بیوی ، بہن اور یتیم پوتے تھے تو اس صورت میں اگر زید اپنی پوری جائداد یتیم پوتوں کو نہ دیا ہوتا تو بعد تقدیم ما تقدم علی الارث اس کی کل جائداد کے آٹھ حصے کئے جاتے جن میں سے سات حصے یتیم پوتوں کو ملتے اور ایک حصہ اس کی بیوی کو ۔ اور بہن کو کچھ نہ ملتا ۔ پارۂ چہارم آیت میراث میں ہے فان کان لکم ولد فلھن الثمن ۔ اور فتاویٰ عالمگیری جلد سادس مطبوعہ مصر صـ۲۲۸ـ میں ہے یسقط الاخوۃ والاخوات بالابن وابن الابن وان سفل ۔ لیکن جب زید نے اپنی زندگی میں مرض الموت سے پہلے پوری جائداد اپنے یتیم پوتوں کو دے دی تو اگرچہ اس طرح اس کی بیوی کا حق ختم ہو گیا جس کے سبب زید گنہگار ہوا مگر اس کے یتیم پوتے لکھی اور بغیر لکھی ہوئی ساری جائداد کے مالک ہو گئے ۔ بحر الرائق جلد ہفتم صـ۲۸۸ـ میں ہے ۔ ان وھب مالہ کلہ لواحد جاز قضاء وھو آثم کذا فی المحیط ۔ اور جو لوگ کہ یتیموں کے مال میں ناجائز تصرف کریں گے وہ سخت گنہگار حق العبد میں گرفتار اور مستحق عذاب نار ہوں گے ۔ قال اللہ تعالیٰ ان الذین یاکلون اموال الیتمیٰ ظلما انما یاکلون فی بطونھم نارا وسیصلون سعیرا ۔ یعنی جو لوگ کہ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں نری آگ بھرتے ہیں ۔ عنقریب وہ (جہنم کی) بھڑکتی ہوئی آگ میں جائیں گے (پ۴ ع ۱۲) اور حدیث شریف میں ہے کہ یتیموں کا مال کھانے والے قیامت کے دن اس طرح اٹھائے جائیں گے ان کی قبروں سے کہ ان کے مونھ سے اور ان کے کان وغیرہ سے دھواں نکلتا ہوگا تو لوگ پہچانیں گے کہ یہ یتیم کا مال کھانے والے ہیں ۔

العیاذ باللہ تعالیٰ ۔ وھو تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم بالصواب ۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۶ رجب المرجب ۱۴۰۲ھ

مسئلہ :۔ مسئولہ مولانا محمد نصر اللہ یار علوی صدر المدرسین دار العلوم امجدیہ سنڈیلہ ضلع ہردوئی ۔

زید انتقال کر گیا جس کی کوئی اولاد نہیں ۔ البتہ ایک بیوی چھوڑی ہے اور اس کے خاندان و متعلقین میں سے کوئی نہیں ہے ۔ سسرال میں اس کے خسر اور ننہال میں اس کے ماموں زندہ ہیں ۔ تو زید کی جائداد میں سے اس کی بیوی، خسر اور ماموں کو کتنا حصہ ملے گا ؟

الجواب ـــــــ صورت مسئولہ میں برصدق مستفتی وانحصار ورثہ فی المذکورین بعد تقدیم ماتقدم علی الارث زید کی پوری جائداد کے کل چار حصے کیے جائیں گے جن میں سے ایک حصہ اس کی بیوی کو ملے گا اور باقی تین حصے کا حقدار اس کا ماموں ہے کہ وہ ذوالارحام میں سے ہے اور جب کہ بیوی کے علاوہ دوسرا کوئی اصحاب فرائض میں سے نہیں ہے ۔ عصبات اور ماموں سے اقرب کوئی ذوی الارحام میں سے بھی نہیں ہے تو بیوی کے ایک ربع پانے کے بعد باقی مال میت کے ماموں کا ہے اور داماد کی جائداد میں خسر کا کوئی حصہ نہیں ۔ پارۂ چہارم آیت میراث میں ہے ۔ ولھن الربع مما ترکتم ان لم یکن لکم ولد ۔ اور فتاویٰ عالمگیری جلد ششم مصری ص۴۳۵ میں ہے ۔ انما یرث ذوالارحام اذا لم یکن احد من اصحاب الفرائض ممن یرد علیہ ولم یکن عصبۃ واجمعوا علیٰ ان ذوی الارحام لا یحجبون بالزوج والزوجۃ ای یرثون معھما فیعطی للزوج والزوجۃ نصیبھما ثم یقسم الباقی بین ذوی الارحام کما لو انفردوا اھ ۔ ھٰذا ما عندی والعلم بالحق عند اللہ تعالیٰ ورسولہ جل مجدہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ :۔ از عبد النبی گورکھپور ۔

ہندہ فوت ہوگئی اس نے شوہر، ایک عینی بھائی اور ایک عینی بہن کو چھوڑا ۔ تو ہندہ کے مال میں اس کے بھائی اور بہن کا حصہ ہے یا نہیں ؟ اگر ہے تو تینوں آدمیوں کو اس کے مال میں سے کتنا کتنا حصہ ملے گا ؟

الجواب ـــــــ صورت مسئولہ میں برصدق مستفتی وبعد تقدیم ماتقدم ہندہ کے کل مال

کا ۶ حصہ کیا جائے گا جن میں سے تین حصہ اس کے شوہر کا، دو حصہ اس کے بھائی کا اور ایک حصہ اس کی بہن کا ہے۔
پارہ چہارم آیت میراث میں ہے۔ ولکم نصف ما ترک ازواجکم ان لم یکن لھن ولد۔ اور فتاوی عالمگیری
جلد ششم ص۴۲۸ پر اخوات لاب وام کے بیان میں ہے۔ مع الاخ لاب وام للذکر مثل حظ الانثیین
کذا فی الکافی۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ : از سید سیف الحق مکان نمبر ۲۴۵۲/۲ پوسٹ آفس دھروا۔ رانچی نمبر ۴ (بہار)

ایک عورت کا خاوند انتقال کرگیا۔ اس خاوند سے عورت کو کوئی اولاد نہیں۔ اس عورت نے پھر دوسری شادی کرلی تو خاوند کی جائداد میں اس کا حصہ ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کتنا؟ اگر خاوند کے ورثہ جائداد کو آپس میں تقسیم کرلیں اور اس کی عورت کو نہ دیں تو ان کے لیے کیا حکم ہے؟ اور عورت اپنے دین مہر کا دعویٰ کرسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب ــــــــ دوسری شادی کرنے کے بعد بھی عورت اپنے متوفی شوہر کی جائداد میں حصہ پانے کی مستحق ہے۔ اگر اس کے خاوند نے کوئی اولاد نہیں چھوڑی تو اس صورت میں اس کی کل جائداد میں سے ۱/۴ حصہ بیوی کا ہے۔ اور اگر لڑکی یا لڑکا کوئی اولاد چھوڑ کر مرا ہے تو ۱/۸ حصہ ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ولھن الربع مما ترکتم ان لم یکن لکم ولد۔ فان کان لکم ولد فلھن الثمن (پ۴ ع ۱۳) اگر خاوند کے ورثہ اس کا پورا حصہ نہیں دیں گے تو سخت گنہگار، حق العبد میں گرفتار اور مستحق عذاب نار ہوں گے۔ اور اگر عورت کو اس کا مہر نہیں ملا ہے اور نہ اس نے معاف کیا ہے تو وہ خاوند کی جائداد سے اپنا مہر وصول کرسکتی ہے اور اس کے ورثہ نہ دیں تو ان پر دعویٰ کرسکتی ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۷ر جمادی الاخری ۱۴۰۲ھ

مسئلہ : از شکیل احمد۔ بڑی مسجد جگتدل ۲۴ پرگنہ (مغربی بنگال)

زید کی اہلیہ انتقال کرگئی اور دین مہر باقی رہ گیا۔ ایسی صورت میں زید کیا کرے گا؟

الجواب ــــــــ زید کی اہلیہ انتقال کرگئی اور اس کا دین مہر باقی رہ گیا تو ترکہ کے مثل اس کا مہر اس کے ورثہ میں تقسیم ہوگا۔ لہٰذا اولاد کی صورت میں شوہر اپنا چوتھائی حصہ وضع کرنے کے بعد باقی حصے بیوی کے ورثہ کو دے۔ اور اولاد نہ ہونے کی صورت میں نصف حصہ وضع کرنے کے بعد باقی مہر اس کے ورثہ کو دے۔
قال اللہ تعالیٰ ولکم نصف ما ترک ازواجکم ان لم یکن لھن ولد فان کان لھن ولد

فلکم الربع (پ۴ آیت میراث) وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۶ر صفر المظفر ۱۴۰۰ھ

مسئلہ:۔ از نسیم الدین۔ محلہ نئی نگر۔ ڈاکٹرا ے۔ ایم گھوش روڈ ڈاکخانہ رانی گنج ضلع بردوان (مغربی بنگال)

مرحوم تاجدار احمد (عمر ۲۷ سال) نے وقت انتقال ذاتی جائداد کے بطور نقد رقم ستر ہزار روپئے (۷۰۰۰۰) اور ۲۵ پچیس ہزار روپئے کی ایک زمین چھوڑی ہے جس کا رجسٹری نامہ مرحوم نے اپنی بیوی کے نام کرایا ہے اس زمین کی خریداری کے سلسلے میں مبلغ بیس ہزار روپئے مرحوم تاجدار احمد نے دئے ہیں۔ جب کہ باقی پانچ ہزار روپئے ان کے بھائی نسیم الدین نے ادا کئے ہیں۔ لہٰذا صورت بالا کے مطابق مرحوم کی بیوہ کو ان کا حق مہر مبلغ نو ہزار روپئے ادا کرنے کے بعد حسب ذیل ورثہ میں سے مرحوم کی جائداد کا کس کو کتنا حصہ ملے گا۔ تفصیل وارثین مرحوم تاجدار احمد۔ ماں، بیوی (عمر ۲۲ سال) لڑکا (عمر چھ سال) دو لڑکیاں (ایک چار سال دوسری یک سالہ) چار بہنیں اور تین بھائی۔ نیز یہ بھی تحریر فرمائیں کہ مرحوم کے بچوں اور بیوہ کی سرپرستی کا حق از روئے شرع کس کو حاصل ہے؟

الجواب: مرحوم تاجدار احمد کو اس کے بھائی نسیم الدین نے اگر پانچ ہزار روپئے بطور قرض دئے تھے اور تاجدار مرحوم نے مرض الموت سے پہلے زمین کی رجسٹری بیوی کے نام کرا کے اسے مالک بنا دیا تھا تو اس میں کسی دوسرے کا حصہ نہیں۔ اور اگر زمین کا مالک بیوی کو نہیں بنایا تھا بلکہ صرف کسی مصلحت سے اس کے نام رجسٹری کرا دی تھی اور مالک خود ہی تھا تو اس صورت میں وہ زمین بھی جملہ ورثہ میں تقسیم ہوگی۔ لیکن اگر نسیم الدین نے پانچ ہزار روپئے زمین میں حصہ دار ہونے کی حیثیت سے دئے تھے تو اس کا پانچواں حصہ نکالنے کے بعد تقسیم ہوگی۔ اور اگر بطور قرض دئے تھے تو بعد ادائگی قرض تاجدار مرحوم کی کل متروکہ جائداد کو تقسیم کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ کل جائداد کے ۲۴ حصے کئے جائیں ان میں سے ۴ یعنی چھٹا حصہ مرحوم کی ماں کو دیا جائے اور ۳ یعنی آٹھواں حصہ اس کی بیوی کو۔ پھر مابقی ۱۷ حصے کے چار حصے بنائے جائیں جن میں سے دو حصے کا مستحق اس کا لڑکا ہے اور ایک ایک حصہ کی حقدار اس کی دونوں لڑکیاں ہیں اور بیٹے کی موجودگی میں بھائیوں اور بہنوں کا کوئی حصہ نہیں قال اللہ تعالیٰ ولابویہ لکل واحد منھما السدس مما ترک ان کان لہ ولد۔ وقال اللہ تعالیٰ فان کان لکم ولد فلھن الثمن۔ وقال عزوجل للذکر مثل حظ الانثیین (پ۴ ع۳) اور فتاویٰ عالمگیری جلد ششم مطبوعہ مصر ص۴۲۸ میں ہے۔

یسقط الاخوت والاخوات بالابن بالاتفاق اھ تلخیصا۔ اور بچوں کی سرپرستی کا حق مرحوم کے بھائیوں

کو ہے کہ بچوں کے ولی اقرب وہی لوگ ہیں۔ وھو تعالیٰ وسبحانہ اعلم بالصواب۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۹ر صفر المظفر ۱۴۰۳ھ

مسئلہ: از بدر النساء زوجہ عبد الحمید شیخ موضع وپوسٹ ڈھالو بیندرروڈ ضلع تھانہ پن ۴۰۱۶۰۱ مہاراشٹر۔

زید کے پاس تین لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں۔ ان تینوں لڑکوں اور دو لڑکیوں میں باپ کی ملکیت سے کیا حصہ ملے گا۔ اور کس طرح تقسیم کیا جائے گا۔ زید کے لڑکے کا کہنا ہے کہ باپ کی ملکیت سے لڑکیوں کا اسلام کے اندر کوئی حصہ نہیں۔ اس لئے جواب طلب امر یہ ہے کہ از روئے فقہی وشرعی مسائل سے تشفی بخش جواب عنایت فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔

الجواب: زید اگر اپنی موت کے بعد صرف تین لڑکے اور دو لڑکیوں کو چھوڑے گا اور ان کے علاوہ بیوی وغیرہ کوئی دوسرا وارث نہ ہوگا تو بعد تقدیم ما تقدم اس کی جائداد کے کل آٹھ حصے کئے جائیں گے جن میں سے دو دو حصے کے حقدار لڑکے ہوں گے اور ایک ایک حصہ کی مستحق لڑکیاں ہوں گی جیسا کہ پارۂ چہارم سورۂ نساء آیت میراث میں ہے۔ یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْ اَوْلَادِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ لہذا باپ کی ملکیت سے لڑکیوں کا اسلام کے اندر کوئی حصہ نہیں یہ کہنا غلط ہے۔ وھو تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۷ر ربیع الاول ۱۴۰۳ھ

مسئلہ: از سید نیاز احمد قادری تاڑ بیڑی ضلع اننت پور۔

بکر کے کل چار بھائی ہیں۔ بکر کے بڑے بھائی عمرو کا انتقال بکر کی والدہ کی موجودگی میں ہوا۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ جو مکان بکر کی والدہ کا تھا اس میں عمرو کے لڑکوں کا حصہ ہے یا نہیں؟

الجواب: صورت مسئولہ میں جو مکان بکر کی والدہ کا تھا اس میں عمرو کے لڑکوں کا حصہ نہیں کہ لڑکوں کی موجودگی میں پوتے وارث نہیں ہوتے جیسا کہ فتاوٰی عالمگیری جلد ششم مصری ص۲۳۰ میں ہے۔ الاقرب یحجب الابعد کالابن یحجب اولاد الابن۔ وھو سبحانہ اعلم بالصواب۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۹ر ربیع الاول ۱۴۰۳ھ

مسئلہ: از عبد العزیز متولی مسجد پارکین گنج گندہ نالہ سلطان پور۔

زید وہندہ کا نکاح ہوا عرصہ تک باہمی تعلقات رہے مگر کچھ کشیدگی کی بنا پر ہندہ کے میکے والوں نے زید کو کچھ نقد دے کر طلاق حاصل کر لی پھر زید کا انتقال ہو گیا چونکہ ہندہ زید کے ماموں کی لڑکی تھی اس وجہ سے زید کا مال و متاع مع جہیز زید کے سسرال ہی میں رکھا تھا اور اب بھی ہے۔ ایسی صورت میں واضح فرمایا جائے کہ زید کی جائداد کا مع جہیز کون مالک ہوگا

الجواب ـــــــ ازروئے شرع ہندہ اپنے جہیز کی مالک ہے اور زید کی بقیہ جائداد کے مالک زید کے ورثہ ہیں۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۲۳ ر ذی القعدہ ۱۳۸۳ھ

مسئلہ:۔ از غلام غوث علوی حاکم مدرسہ عرفان العلوم سنیہ ایلیٹہ (گجرات)

ہندہ متوفیہ کے ماں باپ دو بہنیں اور چار بھائی ہیں اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس کی جائداد کے مستحق کون ہیں؟ نیز ایک مستحق کو کتنا دیا جائے۔

الجواب ـــــــ صورت مستفسرہ میں بر صدق مستفتی وانحصار ورثہ فی المذکورین وعدم مانع ارث ہندہ متوفیہ کی کل جائداد کے مستحق صرف اس کے ماں باپ ہیں۔ ایک سدس یعنی ۱/۶ ماں کو ملے گا اور باقی مال باپ کو ملے گا اور بھائیوں بہنوں کو باپ کی موجودگی میں کچھ نہیں ملے گا۔ قرآن مجید پارۂ چہارم آیت میراث میں ہے۔ فان کان لہ اخوۃ فلامہ السدس اور فتاویٰ عالمگیری جلد ششم مصری ص۴۲۸ میں ہے۔ ویسقط الاخوۃ والاخوات بالابن وابن الابن وان سفل وبالاب بالاتفاق کذا فی الکافی۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۲۷ ر ربیع الاول ۹۸ھ

مسئلہ: از صوفی اکبر علی۔ پوسٹ گورکھناتھ۔ ضلع گورکھپور۔

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید ایک آم کا باغ اور دو مکان چھوڑ کر انتقال کر گیا جس کے پسماندگان میں صرف دو بچے ہیں ایک لڑکا ایک لڑکی تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس کے جائداد سے کتنا لڑکے کو ملے گا کتنا لڑکی کو۔ زید کو انتقال کئے قریب سو سال ہوا ہوگا زید کے لڑکے کا نام بکر ہے اور لڑکی کا نام ہے ہندہ آج کل وکیل صاحبان کہتے ہیں کہ نئے قانون سے لڑکی کا باغ میں حق نہیں ہوتا ہے صرف مکان پائے گی باغ میں حق اس لیے نہیں ہوتا ہے کہ باغ لگانے کے لیے زمیندار کو کچھ نذرانہ دے کر زمین اس شرط پر حاصل کی جاتی رہی کہ ہم سال

پورا ہونے پر زمین کا لگان دیں گے اور جو درخت اس میں تیار ہوں گے تو اگر ہم کبھی اسے فروخت کریں گے تو تم زمیندار کا حصہ ہوگا جسے عرف عام میں چہارم کہتے ہیں اگر باغ کے کل درخت کاٹ لئے گئے اور زمین پرتی ہو گئی تو زمیندار پھر زمین کا مالک ہو جاتا ہے ایسی جائداد میں لڑکی کا حق نہیں ہوتا تو کیا شریعت میں بھی ایسا ہے؟ ہندہ ابھی تک باحیات ہے تو باغ سے اس کو کچھ مل سکتا ہے یا نہیں؟

(۲) بکر کے پاس کل جائداد بحفاظت چلی آرہی ہے اب بکر کا بھی انتقال ہو گیا جس کے پسماندگان میں بکر کی بیوی زینب اور تین لڑکے اور چار لڑکیاں ہیں تو بکر کو ترکہ میں جو جائداد ملے گی اس میں اس کی بیوی زینب کو کتنا ملے گا اور تین لڑکے اور چار لڑکیوں کو کتنا کتنا ملے گا۔ باغ میں لڑکیوں کا حصہ ملے گا یا نہیں جب کہ باغ کی نوعیت بدل گئی ہے پہلے بکر زمیندار کو لگان دے رہا تھا لیکن جب زمینداری ٹوٹی ہے لگان نہیں ادا کرنا پڑتا ہے زمیندار کا زمیندارانہ حصہ ختم ہو گیا بکر مکمل طور پر زمین کا مالک ہو گیا ہے۔

الجواب ـــــــ اللھم ھدایۃ الحق والصواب (۱) زید نے اپنے وارثین میں سے اگر صرف ایک لڑکا اور ایک لڑکی کو چھوڑا تو اس کی ہر قسم کی جائداد کے تین حصے کئے جائیں گے جس میں سے دو حصے لڑکے کے ہیں اور ایک حصہ لڑکی کا۔ قال اللہ تعالیٰ یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین (پارہ چہارم رکوع ۱۳)۔ اور جس بنیاد پر وکلاء کو باغ میں لڑکے کا حق تسلیم ہے اسی بنیاد پر لڑکی کا حق بھی اس میں تسلیم کرنا ضروری ہے یعنی جب کہ زید کا لڑکا ہونے کے سبب باغ مذکور میں بکر کا حصہ ہے تو زید کی لڑکی ہونے کے سبب اس میں ہندہ کا بھی حصہ ہے واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) بکر کے انتقال کے وقت اس کے پسماندگان ورثہ میں اگر صرف ایک بیوی تین لڑکے اور چار لڑکیاں تھیں تو چونکہ اس کی اولاد کے حصوں میں کسر واقع ہے اس لیے بکر کو ترکہ میں جو جائداد ملی ہے بعد تقدیم ماتقدم اس کا اسّی حصہ کیا جائے گا جس میں سے دس حصے اس کی بیوی زینب کو ملیں گے چودہ چودہ حصوں کے حقدار اس کے لڑکے ہیں اور سات سات حصے اس کی لڑکیوں کو ملیں گے۔ باغ اور اس کی زمین میں جتنا بکر کو حصہ ملے گا ان میں جس طرح لڑکے حقدار ہیں لڑکیاں بھی اپنے اپنے حصے کے مطابق حقدار ہیں۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۱ رجب المرجب ۹۸ھ

مسئلہ: از محمد عمر لال پور کمدہ۔ پوسٹ اٹوا بازار۔ ضلع بستی۔ یوپی

زید کا انتقال ہو گیا اور وہ انتقال سے پہلے الگ تھا۔ اور اس کے دو بیٹیاں اور دو بھائی ہیں۔ تو زید مرحوم کے ترکہ میں مذکور بالا وارثین کا کتنا کتنا حق ہوتا ہے۔ اور دونوں بھائی تقریباً دو سال سے کھیت پر قبضہ کر کے اس کا غلہ کھاتے ہیں۔ تو

اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے۔

الجواب ــــــــ زید نے اگر اپنے وارثین میں سے صرف دو لڑکیوں اور دو بھائیوں کو چھوڑا تو بعد تقدیم ما تقدم علی الارث اس کی کل متروکہ جائداد کے چھ حصے کئے جائیں گے۔ جن میں سے دو دو حصے اس کی دونوں لڑکیوں کو ملیں گے اور ایک ایک حصہ کے حقدار اس کے دونوں بھائی ہیں۔ فتاویٰ عالمگیری جلد ششم مطبوعہ مصر صـ ۴۳۷ میں ہے: للبنتین فصاعدا الثلثان کذا فی الاختیار شرح المختار۔ اور الگ ہونے کے سبب بھائی وراثت سے محروم نہیں ہوں گے۔ اور نہ بھائیوں کے قبضہ کے سبب لڑکیوں کا حق ختم ہوگا۔ لہذا بھائی لوگ شریعت کے مطابق لڑکیوں کا حق ادا کریں۔ اور جتنے زمانے تک اپنے متوفی بھائی کی زمین پر تنہا قابض رہے اس زمانے کی پیداوار سے بھی لڑکیوں کو حصہ دیں یا ان سے معاف کرائیں۔ اگر ایسا نہیں کریں گے تو حقوق العباد میں گرفتار، سخت گنہگار اور مستحق عذاب نار ہوں گے۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۸ ر ذو قعدہ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از شیر محمد شاہدی۔ لکھاہی پوسٹ مرزا پور وایا بلرام پور۔ ضلع گونڈہ۔

زید نے قبل وفات یہ وصیت کی کہ میری جملہ جائداد دونوں بھائی میری بیوی کی وفات کے بعد برابر تقسیم کرلینا، جو بھائی پرورش میں شریک نہ ہوگا وہ جائداد سے محروم رہے گا۔ زید کی وفات کے کچھ دنوں بعد دونوں بھائیوں کے درمیان زید کے گھر کا سب سامان تقسیم ہوگیا صرف پانچ بگھہ آراضی جو کہ متوفی کی ملک تھی بعد وفات بیوہ کے نام درج ہوگئی جس کے بارے میں چھوٹے بھائی نے اپنے نام بیوہ سے معاہدہ بیع رجسٹری کرالیا۔ اب دریافت طلب یہ امور ہیں کہ زید کی وصیت صحیح ہے یا نہیں؟ اور زید کے گھر کا سب سامان صرف دونوں بھائیوں کا لے لینا کیسا ہے؟ اور چھوٹے بھائی نے جو اپنے نام معاہدۂ بیع رجسٹری کرالیا تو اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے۔ اس کے اور حاشیہ گواہ کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب ــــــــ زید کی وصیت صحیح نہیں اس لیے کہ توریث ورثہ بحکم شریعت ہے مورث کو وراثت کے باطل کرنے یا اسے کسی چیز پر معلق کرنے کا اختیار نہیں۔ یہاں تک کہ وارث کو بھی حق ارث سے دست بردار ہونے کا اختیار نہیں۔ ھکذا قال الامام احمد رضا البریلوی رضی عنہ ربہ القوی فی الجزء السادس عشر من الفتاوی الرضویہ۔ لہٰذا کوئی بھائی ان میں سے بیوہ کی پرورش کرے یا نہ کرے بہر حال زید کی پوری متروکہ جائداد سے حصہ پائے گا۔ اگر دو بھائی اور ایک بیوی کے علاوہ زید کا دوسرا کوئی وارث نہیں ہے تو اس

کی کل جائداد کے آٹھ حصے کیے جائیں گے۔ جن میں سے دو حصے بیوہ کے ہیں اور تین تین حصے دونوں بھائیوں کے یعنی ایک چوتھائی کی حقدار بیوہ ہے اور مابقی میں آدھے آدھے کے مستحق دونوں بھائی ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ ولھن الربع مما ترکتم ان لم یکن لکم ولد (پ ۴ سورۂ نساء ع ۲) لہٰذا متوفی زید کے گھر کا سب سامان صرف دونوں بھائیوں کا لے لینا اور اس میں سے چوتھائی اس کی بیوہ کو نہ دینا جائز نہیں۔ ہاں اگر بیوہ اپنا حصہ قبل از مرض موت دونوں بھائیوں کو ہبہ کر کے قبضہ دیدے تو شرعاً کوئی قباحت نہیں۔ دونوں بھائی پورے سامان کے مالک ہوجائیں گے۔ اور پانچ بیگھہ آراضی جو متوفی کی ملک تھی بعد وفات پوری آراضی کا بیوہ کے نام درج ہونا اور پھر چھوٹے بھائی کا بیوہ سے پوری آراضی کا معاہدۂ بیع رجسٹری کرانا غلط ہے۔ بیوہ پر لازم ہے کہ پوری آراضی کی ایک چوتھائی یعنی سوا بیگھہ کے علاوہ باقی پونے چار بیگھہ کی آدھی آدھی آراضی دونوں بھائیوں کو دیدے اگر وہ ایسا نہیں کرے گی تو سخت گنہگار مستحق عذاب نار اور حق العبد میں گرفتار ہوگی اور مسلمانوں پر لازم ہوگا کہ اس کا بائیکاٹ کریں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ قال اللہ تعالیٰ واما ینسینک الشیطن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین (پ ۷ ع ۱۴) ہاں آراضی میں سوا بیگھہ جو اس کا اپنا حصہ ہے اگر اسے مرض الموت سے پہلے کسی کے ہاتھ بیع کردے یا ہبہ کر کے قبضہ دیدے تو وہ اس کا مالک ہوجائے گا۔ ورنہ بیوہ کی موت کے بعد اس کے ماں باپ یا بھائی وغیرہ اس آراضی کے عندالشرع وارث ہوں گے۔ ان کی موجودگی میں متوفی زید کے بھائیوں کا بیوہ کی سوا بیگھہ آراضی میں کوئی حصہ نہ ہوگا۔ اور چھوٹے بھائی پر لازم ہے کہ پوری پانچ بیگھہ آراضی کا جو اپنے نام معاہدۂ بیع رجسٹری کرالیا ہے اسے ختم کرے اور بیوہ کو حتی الامکان اس بات پر مجبور کرے کہ وہ دونوں بھائیوں کا حصہ آراضی مذکور سے دیدے اگر وہ ایسا نہ کرے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں۔ اور حاشیہ گواہ توبہ واستغفار کرے ورنہ اس کی اقتدا میں بھی نماز پڑھنا جائز نہیں۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۲۰ ذی الحجہ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ :۔ از نعیم اختر قریشی۔ قریشی لاج رامپور۔

زید کے دو لڑکے خالد و محمود تھے خالد کا انتقال زید کی حیات میں ہوگیا اور خالد نے کچھ اولاد چھوڑی اب زید کا بھی انتقال ہوگیا۔ اس طرح زید نے ایک لڑکا محمود اور خالد کی اولاد کو چھوڑا۔ ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا۔ خالد کی اولاد کو زید کی میراث اس صورت میں ملے گی یا نہیں؟ اگر خالد کی اولاد کو ترکہ نہیں ملے گا تو کیوں؟ جو بھی صورت ہو مدلل جواب عنایت فرمائیں؟

الجواب ــــــ صورت مسئولہ میں خالد کی اولاد کو زید کی میراث سے حصہ نہیں ملے گا اس لیے کہ جس طرح باپ کی موجودگی میں دادا کو حصہ نہیں ملتا اسی طرح بیٹا کی موجودگی میں پوتا کو نہیں ملے گا اگرچہ یتیم پوتوں کو مال کی زیادہ ضرورت ہے کہ وراثت کا دارومدار قرابت پر ہے نہ کہ ضرورت پر۔ اسی لیے لنجے بھائی کو بیٹا کی موجودگی میں حصہ نہیں ملے گا اگرچہ اسے مال کی زیادہ ضرورت ہے۔ فتاویٰ عالم گیری جلد ششم مصری ص۴۳۰ میں ہے۔ الاقرب یحجب الابعد کالابن یحجب اولاد الابن۔ لیکن محمود کو چاہئے کہ وہ اپنے بھتیجوں کے ساتھ احسان کرے خدائے تعالیٰ اس پر احسان فرمائے گا۔ کما تدین تدان۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۲۸ر جمادی الاولیٰ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از سید اعجاز احمد قادری بمنی تاڑ بیڑی ضلع اننت پور۔

زید کا انتقال ہوا اس نے ایک بیوی تین بیٹے اور تین بیٹیاں چھوڑا تو زید کا ترکہ ان ورثہ میں کیسے تقسیم ہوگا؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــ صورت مستفسرہ میں بعد تقدیم ما تقدم علی الارث وانحصار ورثہ فی المذکورین زید کی کل جائداد کے ۷۲ حصے کئے جائیں گے جن میں سے نو حصے اس کی بیوی کے ہیں۔ چودہ چودہ حصے اس کے بیٹوں کے ہیں اور سات سات حصے اس کی بیٹیوں کے ہیں۔ پارہ چہارم آیت میراث میں ہے فان کان لکم ولد فلھن الثمن۔ اور اسی آیت کریمہ میں ہے۔ للذکر مثل حظ الانثیین۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۱۵ر ربیع الاول ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از نور محمد مستری د بند ھو شاہ وارثی۔ ہریا چندر سی ضلع گونڈہ۔

اکبر، اختر، اصغر تین بھائی تھے۔ موصوف کے باپ کا انتقال ہوگیا۔ سات سو روپیہ چاندی کا ترکہ چھوڑ گیا اور کچھ زمین کو۔ تینوں بھائیوں نے آپس کے مشورہ سے بانٹ لیا لیکن نقدی سکہ اصغر نے تنہا ہڑپ کرلیا۔ کیا شریعت میں باقی دو بھائیوں کا حصہ پرورش نہ کرنے میں ختم ہو جائے گا؟ مرحوم اصغر کے ساتھ رہتے تھے۔

الجواب ــــــ باپ نے اگر مرض الموت سے پہلے ہوش وحواس کی درستگی میں اصغر کو رقم مذکور کا مالک بنادیا تھا تو اس رقم کا تنہا مالک اصغر ہے۔ اور اگر باپ نے رقم مذکور کا اس سے پہلے اصغر کو مالک

نہیں بنایا تھا بلکہ اس کے پاس یوں ہی رکھ دیا تھا تو اس صورت میں بعد تقدیم ما تقدم علی الارث متوفیٰ کے جملہ وارثین رقم مذکور کے حقدار ہیں۔ وھو تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۱۳ر ربیع الاول ۱۳۹۷ھ

مسئلہ: از رضاء الدین لکھا ہی ڈاک خانہ مرزا پور بلرام پور ضلع گونڈہ۔

متوفی نے قبل وفات منجھلے اور چھوٹے بھائی کو وصیت نامہ تحریری لکھا اور زبانی بھی فرمایا کہ میری ساری جائداد علاوہ اشیاء موہوبہ دونوں بھائی برابر تقسیم کر لینا۔ اور میری بیوہ کی پرورش دونوں آدمی برابر کرنا۔ جو پرورش میں شریک نہ رہے گا وہ میری جائداد میں حصہ نہیں پائے گا۔ وفات کے بعد دونوں بھائی بیوہ کی پرورش کرتے رہے اور سارا اثاثہ دونوں نے تقسیم کر لیا صرف پانچ بیگھہ آراضی جو بیوہ کے نام سے تھی وہ تقسیم نہیں ہوئی کچھ دنوں کے بعد منجھلے بھائی نے بیوہ کو کھلانے سے اور خرچ دینے سے انکار کر دیا اور بیوہ نے بھی منجھلے بھائی کے یہاں کھانے سے انکار کر کے پانچ بیگھہ آراضی چھوٹے بھائی کے نام معاہدۂ بیع رجسٹری کر کے صرف انھیں کی پرورش میں رہنے لگی اور آج بھی ہے اب چھوٹے بھائی کا یہ فیصلہ ہے کہ بیوہ صرف میری پرورش میں بسر کرنا چاہتی ہے۔ لہٰذا آپ اس کی پرورش کا نصف (گذارہ) کی صورت میں ادا کرتے رہیں اور پانچ بیگھہ آراضی کا نصف غلہ لیتے رہیں بعد وفات بیوہ دونوں بھائیوں کے نام آراضی کرالی جائے گی۔ اگر اس طرح یا بیوہ کو رضامند کر کے کسی طرح بھی آپ پرورش میں شرکت نہیں کروگے تو آراضی مذکورہ میں حصہ نہیں پاؤ گے۔ منجھلے بھائی کہتے ہیں میں گذارہ نہیں ادا کروں گا۔ صرف اپنے یہاں کھلاؤں گا۔ وہ بھی بغیر آراضی میں میرا نام درج ہوئے پرورش میں حصہ نہیں لوں گا۔ چھوٹے بھائی اور بیوہ دونوں وفات بیوہ سے قبل آراضی مذکورہ میں منجھلے بھائی کا نام نہیں لانا چاہتے ہیں۔ اب دریافت طلب یہ امور ہیں۔

(۱) صورت مذکورہ میں اگر چھوٹے بھائی اکیلے پرورش کرتے رہیں اور منجھلے بھائی کسی طرح پرورش میں حصہ نہ لیں تو آراضی مذکور پانچ بیگھہ کل کا کل چھوٹے بھائی کو تنہا لینا جائز ہے کہ نہیں؟

(۲) منجھلے بھائی کو بیوہ کی پرورش میں کسی طرح شریک نہ ہونے کی بنا پر پانچ بیگھہ آراضی مذکورہ اور بچی کھچی متوفیٰ کی جائداد میں حصہ پانے کا حق ہے یا نہیں؟

الجواب: پانچ بیگھہ آراضی جو بیوہ کے نام سے ہے اگر متوفیٰ نے یہ آراضی اپنی بیوی کو مرض الموت سے پہلے مہر میں دیا تھا یا مرض الموت سے پہلے ہبہ کے بعد قبضہ دیدیا تھا تو بیوہ اپنے مرض الموت سے پہلے

اگر چھوٹے بھائی کے ہاتھ بیچ ڈالے یا ہبہ کے بعد قبضہ کرا دے تو اس صورت میں اسے پوری آراضی مذکورہ تنہا لینا جائز ہے۔

۲ اگر بیوہ کا مہر روپیہ تھا اور مرض الموت میں متوفی نے مہر میں آراضی مذکور دی یا مرض الموت میں اسے ہبہ کیا تو منجھلے بھائی کا حصہ ختم نہ ہوگا اس لیے کہ جب مہر روپیہ ہو تو اس کے عوض آراضی دینا بیع ہے اور بیوی اس کی وارث اور مرض الموت میں وارث کے ہاتھ مریض کا کوئی چیز بیچنا دیگر ورثہ کی اجازت کے بغیر باطل ہے جیسا کہ فتاوی عالمگیری میں ہے۔ اذا باع المریض فی مرض الموت من وارثه عینا من اعیان ماله ان صح جاز بیعه وان مات من ذلك المرض ولم یجز الورثة بطل البیع اھ اور ہبہ مرض میں وصیت ہے اور وارث کے لیے وصیت بے اجازت ورثہ نافذ نہیں ہو سکتی۔ لقوله علیه السلام لا وصیة لوارث الا ان یجیزها الورثة۔ لہذا ان صورتوں میں منجھلا بھائی اس آراضی سے حصہ پائے گا چاہے وہ بیوہ کی پرورش کرے یا نہ کرے۔ اس لیے کہ متوفی کا یہ وصیت کرنا کہ جو میری بیوی کی پرورش میں شریک نہ ہوگا وہ میری جائداد سے حصہ نہیں پائے گا محض لغو اور عبث ہے۔ اس لیے کہ توریث ورثہ بحکم شرع ہے مورث کا اسے باطل کرنا یا کسی چیز پر معلق کرنا ممکن نہیں۔ ھذا خلاصة ما فی الجزء الحادی عشر من الفتاوی الرضویه وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۵ر ذی الحجہ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از حافظ سید جاوید حسین نوری معرفت حافظ عبد الحفیظ قادری رضوی مکان نمبر ۹۱/۱۴۹ ہیرامن کا پوروہ کانپور

زید نے تین لڑکے اور چار لڑکیاں اور ایک پختہ و خام مکان چھوڑ کر انتقال کیا اس زید کی بیوی کا بھی انتقال ہو گیا اور تین لڑکوں میں ایک لڑکے کا بھی انتقال ہو گیا جس لڑکے کا انتقال ہو گیا اس کا ایک لڑکا ہے اب سوال خاص یہ ہے کہ پختہ و خام ایک مکان جو چھوڑا ہے اس کو ان سات لڑکی لڑکوں کو کس طرح تقسیم کیا جائے تخمیناً مکان ایک ہزار قیمت کا ہوگا لڑکیوں کو جب کہ چار لڑکیاں ہیں مثال کے طور پر ایک ہزار کا ہے تو کتنا کتنا روپیہ لڑکیوں کا حق ہوا تحریر کریں؟

الجواب: ایک ہزار میں سے آٹھواں حصہ یعنی ۱۲۵ روپیہ بیوی کا ہوا مابقی ۸۷۵ آٹھ سو پچھتر روپیہ کا دس حصہ کیا جائے گا جس میں سے دو دو حصے لڑکوں کے ہوئے ایک ایک حصہ لڑکیوں کا۔ قال اللہ تعالیٰ فان کان لکم ولد فلھن الثمن وقال اللہ تعالیٰ للذکر مثل حظ الانثیین پھر بیوی کے انتقال پر اس کا ۱۲۵ روپیہ اس کے ورثہ میں تقسیم ہوگا۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۲۳ر ذی الحجہ ۹۴ھ

مسئلہ : از غلام جیلانی. بحر العلوم خلیل آباد۔ بستی

زید کے تین لڑکے خالد، حامد اور شاہد تھے۔ زید کی موجودگی میں حامد کا انتقال ہوگیا۔ حامد نے ایک بیوی ہندہ اور تین لڑکیاں شاکرہ، زاہدہ اور خالدہ کو چھوڑا۔ اب زید کے انتقال کے بعد حامد متوفی کی لڑکیوں اور بیوی کو زید کی جائداد میں سے حصہ ملے گا یا نہیں؟ اور اگر ملے گا تو کتنا؟ بینوا توجروا۔

الجواب صورت مسئولہ میں حامد کی بیوی اور لڑکیوں کو زید کی جائداد میں سے کوئی حصہ نہیں ملے گا۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ۔ رحیم الدین احمد القادری

۱۵ ربیع النور ۱۳۸۹ھ

مسئلہ : از محمد سعید۔ قصبہ بانسی۔ بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ محمد عمر نے اپنا مکان اپنی بیوی آسیہ کو مرض الموت سے پہلے مہر دین میں لکھ دیا پھر محمد عمر کا انتقال ہوگیا تو ان کی بیوی آسیہ نے گھر کا سب سامان اور دوکان کا سارا اسباب اور کپڑا وغیرہ لے کر اپنی بڑی بہن کے لڑکوں کے پاس چلی گئی پھر وہیں آسیہ کا انتقال ہوگیا۔ آسیہ کے انتقال کے بعد روپیہ اور زیورات اور دوکان کا جو اثاثہ لے کر گئی تھی ان سب سامانوں پہ ان کی بہن کے لڑکوں نے قبضہ کر لیا اور وہ مکان جو ان کی مہر دین میں تھا اس پہ متوفیہ کے شوہر کے حقیقی بھائی محمد داؤد قابض ہیں اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ متوفیہ کے جائیداد کے جائز وارث ازروئے شرع کون لوگ ہیں۔ متوفیہ نے اپنے وارثین میں صرف اپنی بہن ہاجرہ کے دو لڑکے عبد العزیز اور مسعود کو اور سسرال میں اپنے شوہر کے بھائی محمد داؤد اور محمد سعید کو چھوڑا اب جائیداد وارثین میں کس طرح سے تقسیم ہوگی۔؟ بینوا توجروا۔

الجواب بعون الملک الوھاب صورت مستفسرہ میں برصدق مستفتی وانحصار ورثہ فی المذکورین محمد عمر کے انتقال کے بعد اس کی جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے وارث اس کی بیوی اور اس کے دونوں بھائی محمد داؤد و محمد سعید ہیں۔ ایک ربع یعنی ¼ حصہ بیوی کا ہوتا ہے اور باقی دونوں بھائیوں کا۔ قال اللہ تعالیٰ ولھن الربع مما ترکتم ان لم یکن لکم ولد۔ البتہ جو مکان مرض الموت سے پہلے محمد عمر نے مہر میں لکھا اس میں محمد داؤد و محمد سعید کا حق نہیں۔ اور محمد عمر کے انتقال کے بعد اس کی ملکیت کے سب زیورات اور سارے اسباب سامان اٹھائے جانے کے سبب اس کی بیوی سخت گنہگار حق العبد میں گرفتار ہوئی کہ محمد عمر کے ترکہ میں اس کا ¼ ہی حصہ تھا اور آسیہ کے انتقال کے بعد جب کہ ذوی الفروض وعصبات میں سے کوئی نہیں تو ذوی الارحام ہونے کی حیثیت سے

اس کی ملکیت کے وارث اس کی بہن کے لڑکے ہیں۔ علامہ شیخ سراج الدین محمد بن عبد الرشید سجاوندی اپنی مشہور کتاب سراجی میں فرماتے ہیں یبدأ باصحاب الفرائض ثم بالعصبات ثم الرد علیٰ ذوالفروض النسبیۃ بقدر حقوقھم ثم ذوی الارحام اھ ملخصًا بقدر الضرورۃ وفی شرح الشیخ ای یبدأ بذوی الارحام عند عدم اصحاب الفروض النسبیۃ وجمیع العصبات فلا شی لھم عند ھؤلاء والا فالکل او الباقی لھم لانھم لا یحجبون بالزوجین اھ ملخصًا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۲ شعبان المعظم ۱۳۹۷ھ

مسئلہ: از گلاب خاں مقیم گوپال پور ضلع گورکھ پور

تین بھائی نے حسب ذیل وارثین چھوڑے۔

منّا خاں — حیات خاں — چھوٹے خاں
عبد الکریم خاں متوفی — عبد الستار خاں — دوست محمد خاں متوفی — وارث خاں — سبحان متوفی
محمد حسین خاں — امجد علی خاں — گلاب خاں — نور حسین خاں — عبد الوہاب خاں — جمعہ خاں

(۱) دریافت طلب یہ امر ہے کہ منّا خاں کی موجودگی میں عبد الکریم خاں کا انتقال ہوچکا تو کیا امجد علی خاں اور محمد حسین خاں عبد الستار یا ان کی اولاد کے حصہ میں حصہ پائیں گے یا نہیں؟

(۲) عبد الوہاب خاں نور حسین خاں نے جمعہ خاں جو کہ ابھی پاکستان میں زندہ اور صاحب اولاد ہیں ان کو مردہ قرار دے کر جمعہ خاں کے حصہ کو لے لینا چاہتے ہیں تو کیا اس طرح ان کا حصہ لے لینا جائز اور درست ہے۔ وضاحت کے ساتھ جواب ارشاد ہو۔ اور شروع سے ابھی تک عبد الستار خاں اور جمعہ خاں ایک میں ہیں گویا عبد الستار خاں مالک اور پرورش کنندہ ہیں۔

الجواب: (۱) منا خاں کی موجودگی میں اگر عبد الکریم خاں کا انتقال ہوگیا ہے اور اس وقت ان کے دوسرے بیٹے عبد الستار خاں زندہ تھے تو (ذوی الفروض ورثہ نہ ہونے کی صورت میں بعد ادائیگی دین وغیرہ) عبد الستار خاں اپنے باپ کی کل میراث کے مالک ہوں گے۔ امجد علی خاں اور محمد حسین خاں (جو منا خاں کے پوتے ہیں) ان کو اس میراث میں سے کچھ بھی حصہ نہیں ملے گا۔ کہ بیٹے کی موجودگی میں پوتے محروم ہوتے ہیں۔ ایسے ہی عبد الستار کے انتقال کے بعد (ذوی الفروض ورثہ نہ ہونے کی صورت میں بعد ادائیگی دین وغیرہ) ان کی کل میراث کے مالک ان کے لڑکے گلاب ہوں گے۔ امجد علی خاں محمد حسین خاں اس میراث میں سے نہیں پائیں گے اس لیے کہ یہ دونوں ان کے بھتیجے ہیں اور اس مرحوم عبد الستار کے بیٹے گلاب موجود ہیں بیٹے کی موجودگی میں بھتیجے محروم ہوتے ہیں (یہ جواب ایک صورت خاص

میں ہے اگر اس کے سوا کوئی صورت ہو گی تو جواب کی صورت میں کچھ تبدیلی ہو گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) جمعہ خاں کی جتنی ملکیت یہاں موجود ہے بلا ان کی اجازت کے اس پر مالکانہ تصرف ناجائز ہے۔ ان سے دریافت کر لیا جائے وہ چاہیں تو خود آ کر لے لیں یا فروخت کر دیں یا جس کو چاہیں ہبہ کر دیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ غلام جیلانی قادری چشتی
۱۵ ر جمادی الاولیٰ ۱۳۹۱ھ

مسئلہ: از عبید الحشمت رضوی محلہ نوشہرہ۔ بلرامپور۔ گونڈہ

(۱) کیا مرتد اولاد اپنے سنی مسلمان باپ کے انتقال کے بعد جائداد کا وارث قرار دیا جائیگا اور حصہ پائے گا؟

(۲) ایک شخص نے اپنے انتقال سے پہلے اپنے بیٹوں میں اور متوفی بیٹے کے بیٹے (پوتے) میں اپنی جائداد کا کچھ حصہ تقسیم کر دیتا ہے کچھ اپنے لئے رکھ چھوڑتا ہے اور وصیت کر دیتا ہے کہ میرے انتقال کے بعد میری اولاد اور میرے پوتے یعنی متوفی بیٹے کے بیٹے میں برابر برابر تقسیم ہو گا۔ ایسی صورت میں اس شخص کے پوتے کو جائداد کا حصہ حسب وصیت ملے گا یا نہیں؟

الجواب اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔ (۱) کوئی مرتد کسی سنی مسلمان (چاہے وہ باپ ہی کیوں نہ ہو) کی جائداد کا وارث ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتا۔ سراجی ص ۶۵ پر ہے۔ واما مرتد فلا یرث من احد لا من مسلم ولا من مرتد مثلہ "

(۲) صورت مسئولہ میں اگر مرنے والے نے دو یا دو سے زیادہ بیٹے اور ایک پوتا چھوڑا اب تو بقیہ مال میں حسب وصیت سب برابر برابر حصہ پائیں گے۔ اور اگر ایک بیٹا اور ایک پوتا چھوڑا تو کل مال کا ایک تہائی پوتے کو ملے گا اور دو تہائی بیٹے کو۔ ھذا ما ظہر لی والعلم بالحق عند المولیٰ الکریم ورسولہ العظیم۔

کتبہ محمد الیاس خاں
۸ ر صفر المظفر ۹۳ھ

الجواب صحیح

بدر الدین احمد القادری

مسئلہ:۔ از سلامت اللہ بادھو پور۔ ضلع فیض آباد

زید نے انتقال کیا۔ اس نے ایک بیوی ایک لڑکی اور ایک بھائی چھوڑا پھر اس کی بیوی ہندہ کا انتقال ہوا اس نے ایک بیٹا چھوڑا۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ زید کے وارثان کون کون ہیں اور ہر ایک کا حصہ کتنا ہے اور ہندہ مساۃ

کا بیٹا کتنا حصہ پائے گا۔ ہندہ کا یہ بیٹا ہندہ کے پہلے شوہر سے ہے۔ زید ہندہ کا دوسرا شوہر تھا۔

الجواب ــــــــ صورت مستفسرہ میں برتقدیر صدق مستفتی وانحصار ورثہ فی المذکورین زید کی کل جائداد کے آٹھ حصے کئے جائیں گے۔ جس میں سے چار حصے اس کی لڑکی کو ایک حصہ اس کی بیوی کو اور رجب بیوی بعد میں مرگئی تو وہ حصہ اس کے لڑکے کو ملے گا اور باقی تین حصے زید کے بھائی کو ملیں گے۔ ھٰذا ما ظھر لی والعلم عند اللّٰہ ورسولہ۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۵ محرم الحرام ۹۳ھ

مسئلہ: از لیاقت علی صدیقی مدرسہ اسلامیہ نونہواں پوسٹ برڈپور۔ بستی

خالد کا انتقال ہوا۔ اس نے بیوی، بیٹی اور بکر، محمود، حامد تین بھائیوں کو چھوڑا تو اس کی متروکہ جائداد میں سے ان سب کو کتنا کتنا ملے گا؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــ صورت مسئولہ میں برصدق مستفتی بعد تقدیم ما تقدم علی الارث خالد کا کل متروکہ جائداد کے آٹھ حصے کیے جائیں گے جن میں سے ایک حصہ اس کی بیوی کو ملے گا چار حصے اس کی بیٹی کو اور ایک ایک حصے اس کے بھائیوں کو۔ پارہ چہارم آیت میراث میں ہے۔ فان کان لکم ولد فلھن الثمن۔ اور لڑکی کے بارے میں ہے۔ وان کانت واحدۃ فلھا النصف اھ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۵ رجب المرجب ۱۳۸۷ھ

مسئلہ: از سید اعجاز احمد قادری۔ تاڑپتری (آندھرا پردیش)

زید ایک بیوی دو لڑکیاں اور ایک بہن چھوڑ کر مر گیا تو اس کی جائداد سے ان لوگوں کو کتنا کتنا حصہ ملے گا؟

الجواب ــــــــ صورت مستفسرہ میں بعد تقدیم ما تقدم علی الارث وانحصار ورثہ فی المذکورین زید کی کل جائداد کے چوبیس ۲۴ حصے کئے جائیں گے جن میں تین حصے اس کی بیوی کو ملیں گے۔ قال اللّٰہ تعالیٰ فان کان لکم ولد فلھن الثمن اور دونوں لڑکیاں آٹھ آٹھ حصے پائیں گی۔ لانہ للاختین بقولہ تعالیٰ فلھما الثلثان مما ترک فھما اولیٰ ولان البنت تستحق الثلث مع الذکر فمع الانثیٰ اولیٰ۔ اور بہن کو ما بقی پانچ حصے ملیں گے۔ لقولہ علیہ الصلاۃ والسلام اجعلوا الاخوات مع البنات عصبۃ وھو تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۴ ربیع الاول ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از دوست محمد پیپری جوکی ضلع گونڈہ۔

زینب کا انتقال ہوا۔ اس نے شوہر دو لڑکا، ایک لڑکی، ماں، تین بہن اور ایک بھائی کو چھوڑا تو اس کے مال میں سے ان لوگوں کو کتنا کتنا ملے گا۔

الجواب ـــــــ زینب میت مسئلہ ۱۲ × ۵ / ۶۰

ماں	شوہر	لڑکا	لڑکا	لڑکی	بہن	بہن	بہن	بھائی
۱۰	۱۵	۱۴	۱۴	۷	+	+	+	+

صورت مستفسرہ میں برصدق مستفتی وانحصار ورثہ فی المذکورین وعدم مانع ارث زینب کے مال کا کل ساٹھ حصہ کیا جائے گا اس میں سے دس حصہ ماں کو، پندرہ حصہ شوہر کو، چودہ چودہ حصہ دونوں لڑکوں کو اور سات حصہ لڑکی کو ملے گا اور بھائی بہنوں کو کچھ نہیں ملے گا جیسا کہ مذکورہ بالا نقشہ سے ظاہر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح

غلام جیلانی الاعظمی

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۲ / من ذی القعدہ ۱۳۸۸ھ

مسئلہ: ۔ از رفاقت خاں مؤذن جامع مسجد شاہ آباد۔ ہردوئی

(۱) خالد کی پہلی بیوی سے چار لڑکے اور ایک لڑکی ہے اور دوسری بیوی سے تین لڑکیاں اور ایک لڑکا ہے خالد کی پہلی بیوی کا انتقال ہو چکا ہے۔ خالد نے موجودہ بیوی کو مہر میں ایک مکان دیا ہے، خالد کا ترکہ اس کی اولاد میں کس طرح تقسیم ہوگا؟ خالد اپنے چار لڑکوں میں سے ایک لڑکے سے ناراض ہے اس کو جائداد میں حصہ دینا نہیں چاہتا تو کیا خالد کا اس طرح کرنا شرعاً درست ہے؟

(۲) بکر کے دو لڑکے ہیں دونوں لڑکوں کی اولاد موجود ہے اچانک بکر کے بڑے لڑکے کا انتقال ہو جاتا ہے تو کیا از روئے شرع بکر کی جائداد میں اس کے بڑے لڑکے کی اولاد کو حصہ مل سکتا ہے جب کہ اس اولاد کا باپ فوت ہو چکا ہے اور دادا موجود ہے تو کیا باپ کے انتقال ہونے پر دادا کی جائداد میں پوتے کا حق شرعاً ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ـــــــ اللھم ھدایۃ الحق والصواب

(۱) اگر خالد کی موت کے وقت اس کے کل پانچوں لڑکے چاروں لڑکیاں اور بیوی زندہ رہے اور ان کے علاوہ ماں باپ وغیرہ کوئی دوسرا وارث نہ ہو تو جو مکان کہ مہر میں دے چکا ہے اس کے بعد خالد کی کل جائداد کے سولہ حصے کئے جائیں گے جس میں سے دو حصے اس کی بیوی کو ملیں گے اور دو دو حصے کے حقدار اس کے پانچوں لڑکے ہیں اور ایک ایک حصہ کی

مستحق اس کی چاروں لڑکیاں ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ فی آیۃ المیراث ۔ فان کان لکم ولد فلھن الثمن ۔ وقال تعالیٰ للذکر مثل حظ الانثیین ۔ اور کسی لڑکے کو وراثت سے محروم کردینا ناجائز وگناہ ہے حدیث شریف میں ہے کہ سرکار ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ من قطع میراث وارثہ قطع اللہ میراثہ من الجنۃ یوم القیمۃ ۔ یعنی جو شخص اپنے وارث کی میراث کاٹے گا تو قیامت کے دن خدائے تعالیٰ جنت سے اس کی میراث کاٹے گا یعنی اسے جنت میں نہ جانے دیگا (ابن ماجہ، بیہقی، مشکوٰۃ صفحہ ۲۶۶) ہاں اگر لڑکا فاسق ہے اور گمان یہ ہے کہ مال کو بدکاری اور شراب نوشی وغیرہ برائیوں میں خرچ کرڈالے گا تو اس صورت میں اسے میراث سے محروم کرنے میں گناہ نہیں کہ یہ حقیقت میں میراث سے محروم کرنا نہیں ہے بلکہ اپنے مال اور اپنی کمائی کو حرام میں خرچ ہونے سے بچانا ہے۔ فتاوی عالمگیری جلد چہارم مصری صفحہ ۳۷۳ میں ہے۔ لوکان ولدہ فاسقا واراد ان یصرف مالہ الی وجوہ الخیر ویحرمہ عن المیراث ھذا اخیر من ترکہ کذا فی الخلاصۃ اھ پھر خالد اپنی جائداد کا مالک ہے، حالت صحت میں اگر اپنا مال بعض لڑکوں کو دیدے اور بعض کو نہ دے تو اس کا یہ تصرف اس کی ملک میں نافذ ہوجائے گا جسے دے دیا وہ پاجائے گا اور جسے محروم کردیا وہ محروم ہوجائے گا لیکن بلا وجہ ایسا کرنا گناہ ہے درمختار کتاب الھبہ میں ہے لو وھب فی صحتہ کل المال للولد جاز واثم اھ اور بحر الرائق جلد ہفتم صفحہ ۲۸۸ میں ہے ان وھب مالہ کلہ لواحد جاز قضاء وھو آثم کذا فی المحیط اھ اور اگر خالد اپنی زندگی میں اپنی جائداد کا کسی کو مالک نہ بنائے بلکہ بطور وصیت لکھدے یا زبانی کہدے کہ فلاں کو میراث نہ ملے تو یہ لکھنا اور کہنا فضول وبیکار ہے وہ محروم نہ ہوگا۔ خالد کی موت کے بعد حصے کے مطابق اس کو میراث ملے گی۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

(۲) جب کہ بکر کا بڑا لڑکا فوت ہوچکا ہے تو بکر کی موت کے وقت اس کا چھوٹا لڑکا اگر باحیات رہے تو بکر کے بڑے لڑکے کی اولاد بکر کی جائداد کے وارث نہ ہوں گے۔ اگرچہ چھوٹے بچوں کو مال کی زیادہ ضرورت ہے کہ وراثت کی بنیاد قرابت پر ہے نہ کہ ضرورت پر۔ لہٰذا بیٹا کی موجودگی میں پوتا وارث نہ ہوگا۔ فتاوی عالمگیری جلد ششم مصری صفحہ ۴۲۹ میں ہے فاقرب العصبات الابن ثم ابن الابن اور شیخ سراج الدین محمد بن عبد الرشید السجاوندی تحریر فرماتے ہیں۔ الاقرب فالاقرب یرجحون بقرب الدرجۃ اعنی اولٰھم بالمیراث جزء المیت ای البنون ثم بنوھم (سراجی صفحہ ۱۳) لیکن چچا اگر بطور صلہ رحمی یتیم بچوں کو اپنے باپ کی جائداد سے کچھ دے تو بہت ثواب پائے گا۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

۱۳ر محرم الحرام ۱۴۰۰ھ

مسئلہ :۔ از سلیم الدین نقوی چندوریہ جاگیر پوسٹ بیگم گنج (بھوپال)

(۱) مساۃ ذاکیہ بی بی کے انتقال کے بعد مندرجہ ذیل ورثا شوہر نعیم اللہ اور چار لڑکے علیم اللہ، فصیح اللہ، اسلام اللہ فہیم اللہ تھے تو شرعاً ہر ایک کا کیا حق ہوتا ہے ؟

(۲) علیم اللہ فصیح اللہ اسلام اللہ کا یکے بعد دیگرے انتقال ہو گیا اب ورثا میں والد نعیم اللہ اور سگا بھائی فہیم اللہ اور ایک سوتیلا بھائی کلیم اللہ رہے متوفیوں کی کچھ جائداد فہیم اللہ کو منتقل ہوئی کیا کلیم اللہ کا شرعاً اپنے سوتیلے بھائیوں کی جائداد میں کچھ حق ہوتا ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا ۔

الجواب ــــــــــ بعون الملک الوھاب جب مساۃ ذاکیہ بی بی نے انتقال کیا اس وقت اس کے شوہر اور چار بیٹوں کے علاوہ اگر باپ یا بیٹی وغیرہ کوئی دوسرا وارث نہ تھا تو بعد تقدیم ماتقدم علی الارث ذاکیہ بی بی کی کل متروکہ جائداد کا سولہ حصہ کیا جائے گا جس میں سے چار حصہ اس کے شوہر نعیم اللہ کا ہے اور تین تین حصہ اس کے چاروں لڑکوں کا قال اللہ تعالیٰ فان کان لھن ولد فلکم الربع الآیہ وھو تعالیٰ اعلم ۔

(۲) جب علیم اللہ فصیح اللہ اور اسلام اللہ نے یکے بعد دیگرے انتقال کیا اس وقت ان کے ورثا میں باپ اور بھائیوں کے علاوہ اگر بیوی اور بیٹا بیٹی وغیرہ کوئی دوسرا وارث نہ تھا تو ماتقدم علی الارث کے بعد کل جائداد اس کے باپ کی ہے اور متوفیوں کی کچھ جائداد فہیم اللہ کو منتقل ہونا غلط ہے کہ باپ کی موجودگی میں فہیم اللہ اور کلیم اللہ یعنی حقیقی اور سوتیلے بھائی کا شرعاً کوئی حصہ نہیں ۔ فتاویٰ عالمگیری مطبوعہ مصر جلد ششم صفحہ ۴۲۸ میں ہے ۔ یسقط الاخوۃ والاخوات بالاب بالاتفاق اھ وھو تعالیٰ وسبحانہ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۱ رجب المرجب سنہ ۹۹ھ

مسئلہ :۔ از عبد المجید رضوی محلہ گلے منڈی خرادی واڑ سورت (گجرات)

قاسم بھائی کے تین لڑکے تھے (۱) چھوٹے میاں (۲) نور محمد (۳) کاظم میاں ۔ چھوٹو میاں اور نور محمد کا قاسم میاں کی حیات میں انتقال ہو گیا صرف کاظم میاں ایک لڑکا رہا لیکن چھوٹو میاں اور نور محمد کے دو لڑکے رہے فیض محمد اور میاں محمد تو قاسم بھائی کے لڑکے کاظم میاں نے اپنے بھائی کے لڑکے فیض محمد اور میاں محمد کا نام اپنی ملکیت میں شامل کر لیا اب کاظم میاں کے لڑکے یہ کہتے ہیں کہ تمھارے والد دادا کی گود میں گذر گئے ہیں اس لئے تمھارا کوئی حق نہیں ہے تو شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ وہ تحریر فرمائیں ۔

قاسم بھائی

چھوٹو میاں | نور محمد | کاظم میاں (زندہ ہیں)

یہ دونوں والد کی حیات میں فوت گئے

فیض محمد | میاں محمد | فیض محمد | میاں محمد

کاظم میاں اپنے بھائی کے دونوں لڑکوں فیض محمد، میاں محمد کو اپنی حاصل کی ہوئی ملکیت میں داخل کرنے کے بعد تیس سال زندہ رہے اور ان کی حیات میں تین حصے سے مکان کی مرمت اور منسپل ٹیکس وغیرہ دیا جاتا تھا اور کاظم میاں کے مرنے کے پندرہ سال بعد اس طرح مکان کی مرمت اور گورنمنٹ ٹیکس لے رہے ہیں اب سات سال سے اس کا انکار فرماتے ہیں تو اس مسئلہ میں شرع شریف کا کیا حکم ہے؟ بینوا

الجواب ـــــــ قاسم بھائی کی موت کے وقت اگر صرف اس کا ایک لڑکا کاظم میاں زندہ تھا اور چھوٹو میاں و نور محمد کا پہلے انتقال ہو چکا تھا تو قاسم میاں کی کل جائداد منقولہ وغیر منقولہ کا وارث کاظم میاں ہوا کہ بیٹا کی موجود گی میں پوتا کا کوئی حصہ دادا کی جائداد میں نہیں ہوتا۔ فتاوی عالمگیری جلد ششم مصری صفحہ ۴۳۰ میں ہے الابن یحجب اولاد الابن لیکن جب کہ کاظم میاں نے اپنے بھائیوں کے لڑکے فیض محمد اور محمد میاں کا نام اپنی ملکیت میں شامل کرلیا تو یہ دونوں کاظم میاں کی جائداد میں حصہ دار ہو گئے بلکہ کاظم میاں اگر کسی اجنبی شخص غیر متعلق کو اپنی کل جائداد دے دیتا تو وہ اجنبی کاظم میاں کی کل جائداد کا مالک ہو جاتا تو فیض محمد اور محمد میاں بدرجۂ اولیٰ کاظم میاں کی دی ہوئی جائداد کے مالک ہوئے کاظم میاں کی اولاد کا اس حق سے انکار کرنا غلط ہے۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:۔ از ایس۔ ایم یوسف قادری درگاہ محلہ اُرَنْ ضلع قلابہ۔

زید کا انتقال ہوا اس نے اپنے ورثہ میں ایک بیوی ایک لڑکی ایک حقیقی بہن اور ایک حقیقی بھائی کو چھوڑا۔ لہٰذا مرحوم کی جائیداد اس کے ورثہ میں کس طرح تقسیم ہوگی۔ تحریر فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

الجواب ـــــــ صورت مستفسرہ میں برصدق مستفتی وانحصار ورثہ فی المذکورین و عدم مانع ارث زید کی کل جائداد کا آٹھ حصہ کیا جائے۔ اس میں سے ایک حصہ بیوی کو چار حصہ لڑکی کو دو حصہ حقیقی بھائی کو اور

ایک حصہ حقیقی بہن کو دیا جائے۔ جیسا کہ بیوی کے متعلق پارۂ چہارم رکوع ۱۲ میں ہے۔ فَاِنْ کَانَ لَکُمْ وَلَدٌ فَلَھُنَّ الثُّمُنُ اور لڑکی کے بارے میں ہے۔ اِنْ کَانَتْ وَاحِدَۃً فَلَھَا النِّصْفُ اور فتاوی عالمگیری جلد ششم مصری صفحہ ۴۴۸ پر حقیقی بہن کے بارے میں فرمایا۔ مع الاخ لاب وام للذکر مثل حظ الانثیین ولھن الباقی مع البنات اھ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۲۹؍ ربیع الاول ۹۲ھ

مسئلہ: ۔ از محمد شبیر خاں موضع پیپری پوسٹ بنگھری ضلع گونڈہ

(۱) نصیب دار کا انتقال ہوا اس نے صرف دو بیٹی خاتون اور لیسن اور پانچ بھتیجے عین اللہ۔ نذیر احمد بالے محمد حنیف چھیدی ایک بھتیجی بصیرہ چھوڑے اس صورت میں مذکورہ ورثہ کو نصیب دار کے مال سے کتنا کتنا حصہ ملے گا؟

(۲) طیب کا انتقال ہوا اس نے ایک بیٹی بصیرہ اور پانچ بھتیجے عین اللہ۔ نذیر احمد بالے محمد حنیف۔ چھیدی اور دو بھتیجی لیسن اور خاتون چھوڑے اس صورت میں مذکورہ ورثہ کو طیب کے ترکہ سے کتنا کتنا حصہ ملے گا؟ بینوا۔

الجواب (۱) صورت مستفسرہ میں برصدق مستفتی وانحصار ورثہ فی المذکورین بعد تقدیم ماتقدم علی الارث نصیب دار کی کل متروکہ جائداد کے پندرہ حصے کئے جائیں گے جن میں سے پانچ پانچ حصے دونوں لڑکیوں کے ہیں۔ لان الثلثین للاختین بقولہ تعالیٰ فلھما الثلثٰن مما ترک فھما اولیٰ ولان البنت تستحق الثلث مع الذکر فمع الانثیٰ اولیٰ اور ایک ایک حصے بھتیجوں کے ہیں۔ لانھم من العصبات کما فی الکتب الفقھیۃ۔ اور بھتیجی کا کوئی حصہ نہیں جیسا کہ شیخ سراج الدین محمد بن عبد الرشید السجاوندی تحریر فرماتے ہیں۔ من لا فرض لھا من الاناث واخوھا عصبۃ لاتصیر عصبۃ باخیھا (سراجی صفحہ ۱۴) وھو تعالیٰ اعلم۔

(۲) بعد تقدیم ماتقدم علی الارث طیب کی جائداد کے کل دس حصے کئے جائیں گے جن میں سے پانچ حصے اس کی بیٹی بصیرہ کے ہیں جیسا کہ پارۂ چہارم آیت میراث میں ہے ان کانت واحدۃ فلھا النصف اور ایک ایک حصہ کے حقدار اس کے بھتیجے ہیں اور بھتیجیوں کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ ھٰذا ماظھرلی والعلم عند المولیٰ۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۱۳؍ صفر المظفر ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: ۔ از محمد حارث محلہ اتربٹی قصبہ مہنداول ضلع بستی۔

قاسم اور موسیٰ دو بھائی تھے موسیٰ نے انتقال کیا اور اپنے تین لڑکوں رشود علی، عاشق علی اور محمد علی کو چھوڑا قاسم نے انتقال سے پہلے اپنی مزروعہ زمین کو اپنے تینوں بھتیجوں کو بانٹ دیا اور یہ کہا کہ باقی چیزیں میری بیوی کے پاس رہیں گی اس کے انتقال کے بعد سب لوگ بانٹ لیں۔ واضح ہو کہ قاسم کے کوئی اولاد ذکور نہیں ہے اور یہ کہ قاسم نے تین شادیاں کیں ان کے انتقال کے وقت صرف ان کی تیسری بیوی زندہ تھی۔ اور پہلی دونوں بیویاں اس کی موجودگی میں انتقال کر چکی تھیں البتہ اس کی فوت شدہ دوسری بیوی سے دو لڑکیاں بصیر النساء اور شکور النساء زندہ ہیں۔ قاسم کی تیسری بیوی نے انتقال سے پہلے یک بیک کئی گواہ سے ایکا ایکی بلا کر کہا کہ ہمارے پاس جو زیور ہے وہ ہم محمد علی کو دیتے ہیں البتہ کچھ زیور لڑکی کو بھی دے دینا اور کچھ کفن دفن میں لگا دینا یہ بات اپنی لڑکی کے بارے میں کہا جو قاسم کی دوسری بیوی سے تھی قاسم کی تیسری بیوی قاسم کے انتقال کے بعد کچھ روز رشود علی کے پاس تھی پھر محمد علی کے پاس رہنے لگی کچھ گواہ کہتے ہیں کہ اس کے زیور رشود علی کو دینے سے منع کیا اور کہا کہ اگر یہ زیور رشود علی لیں گے تو میں حشر میں دامن گیر ہوں گی۔ کچھ گواہ کہتے ہیں کہ یہ بات غلط ہے حشر وغیرہ کا نام نہیں لیا اور نہ کوئی لکھا پڑھی ہوئی ہے تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ قاسم نے جو زیورات وغیرہ چھوڑے تھے اس کے بعد اس کی بیوی نے چھوڑا وہ کس کس کو کتنا کتنا ملے گا۔ بینوا توجروا۔

الجواب ـــــــــــ اللھم ھدایۃ الحق والصواب قاسم نے انتقال سے پہلے اپنی مزروعہ زمین جو اپنے بھتیجوں کو بانٹ دی وہ ہبہ ہے لہٰذا اگر حالت صحت میں زمین دی اور بھتیجوں نے اس پر قبضہ بھی کر لیا تو وہ لوگ اس زمین کے مالک ہو گئے اور اگر بھتیجوں نے زمین پر قبضہ نہ کیا اور قاسم انتقال کر گیا تو ہبہ صحیح نہ ہوا وہ زمین حسب قانون شریعت ورثہ میں تقسیم ہوگی۔ لانہ لابد من القبض فی الھبۃ لثبوت الملک ھٰکذا فی البحر الرائق۔

اور اگر حالت مرض میں ہبہ کیا اور وہ زمین قاسم کے کل ترکے کی تہائی یا تہائی سے کم ہے تو بھتیجے زمین کے مالک ہو گئے بشرطیکہ قاسم کی زندگی میں قبضہ کر لیا ہو ورنہ نہیں۔ اور اگر زمین مذکور کل تہائی ترکہ سے زیادہ ہو تو بشرط قبضہ صرف تہائی کے مالک ہوئے فتاوٰی عالمگیری جلد چہارم صفحہ ۳۸۲ میں ہے لا تجوز ھبۃ المریض ولا صدقتہ الا مقبوضۃ فاذا قبضت جازت من الثلث واذا مات الواھب قبل التسلیم بطلت اھ اور قاسم نے جو یہ کہا کہ باقی چیزیں میری بیوی کے پاس رہیں گی اس کا ظاہر مطلب یہ ہے کہ میرے مرنے کے بعد زیورات وغیرہ میری بیوی کے پاس رہیں گے ان میں کسی کا حق نہ ہوگا لہٰذا یہ وصیت ہے اور بیوی چونکہ ورثہ میں سے ہے اس سبب سے اس کے لیے وصیت جائز نہیں جیسا کہ حدیث شریف میں ہے لا وصیۃ لوارث (رواہ الترمذی) لہٰذا قاسم کی بیوی کا یہ کہنا کہ ہم زیور فلاں کو دیتے ہیں اور فلاں کو نہیں دیتے ہیں سب لغو ہے اس لیے کہ اس صورت میں وہ مال پورے ورثہ کا ہے اور قاسم کی موت کے وقت تین بھتیجے، دو بیٹی اور

ایک بیوی اگر صرف یہی ورثہ تھے تو جتنے ترکہ میں قاسم کا ہبہ اور وصیت صحیح نہیں بعد تقدیم ما تقدم علی الارث اس ترکہ کے ۲۴ حصے کئے جائیں گے۔ جن میں سے آٹھ آٹھ حصے دونوں لڑکیوں کے ہیں تین حصے اس کی بیوی کے ہیں اور مابقی پانچ حصے تینوں بھتیجوں کے ہیں۔ لان الثلثین للاختین بقوله تعالیٰ فلهما الثلثان مما ترك فهما الاولی ولان البنت تستحق الثلث مع الذكر فمع الانثیٰ اولیٰ۔ وقال الله تعالیٰ فان كان لكم ولد فلهن الثمن۔ (پ۴ آیت میراث) وبنو الاخ من العصبات كما فی الكتب الفقهية ہاں قاسم کے ترکہ میں جتنا حصہ اس کی بیوی کا تھا اتنے میں حالت مرض وصحت وغیرہ کی شرطوں کے ساتھ جو اوپر مذکور ہوئیں اس کی وصیت یا ہبہ صحیح ہے۔ اور اگر وصیت و ہبہ صحیح نہ ہوئے یا صرف وصیت صحیح ہوئی تو مابقی مال بیوی کے ورثہ باپ بھائی اور بھتیجہ وغیرہ میں تقسیم ہوگا۔ وھو تعالیٰ ورسوله الاعلیٰ جل جلاله وصلے المولیٰ تعالیٰ علیه وسلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۶ ذی الحجہ ۱۴۰۰ھ

مسئلہ: ۔ نور محمد خاں مقام بازدپور پوسٹ ڈالی پورہ ضلع گونڈہ

خضر محمد	اکبر خاں	مرتضیٰ خاں
		اختری بیگم
نور محمد خاں	احمد خاں	عقد ثانی سبحانی بیگم
زوجہ سبحانی بیگم		

خضر محمد کے لڑکے نور محمد خاں کی والدہ سبحانی بیگم نے بعد وفات شوہر خود مرتضیٰ خاں سے عقد کیا مرتضیٰ خاں نے اپنی جائداد دین مہر کے طور پر مع مکان سبحانی بیگم کو دے دیا اب سوال یہ ہے کہ نور محمد خاں ولد خضر محمد خاں اور اختری بیگم جو علاتی بہن ہے ان دونوں کے مابین مکان کی تقسیم کیوں کر ہوگی احمد خاں ولد اکبر خاں جو چچا مرتضیٰ خاں کی حیات میں لاولد مر گئے ان کے حصہ کے بارے میں بھی سوال ہے تفصیل سے آگاہ فرما کر ممنون ومشکور فرمائیں؟

الجواب: ــــــــــ سبحانی بیگم کے انتقال کے وقت اگر اس کے ماں باپ اور شوہر وغیرہ نہ تھے صرف اس کا لڑکا نور محمد خاں تھا اور اختری بیگم نور محمد کی علاتی بہن ہے جیسا کہ سوال میں مذکور ہے یعنی وہ سبحانی بیگم کی لڑکی نہیں بلکہ اس کے سابق شوہر خضر محمد کی کسی دوسری عورت سے ہے تو اس صورت میں سبحانی بیگم کی کل جائداد کا وارث

صرف نور محمد ہے اختری بیگم کا اس میں کوئی حصہ نہیں۔ اور اگر سبحانی بیگم کے بطن سے ہے یعنی نور محمد خاں کی اخیافی بہن ہے تو قرآن مجید کی آیت کریمہ للذکر مثل حظ الانثیین کے مطابق ⅔ حصہ نور محمد کا ہے اور ⅓ اختری بیگم کا ہے اور احمد خاں کے انتقال کے وقت اگر مرتضیٰ خان کے علاوہ کوئی دوسرا وارث نہ تھا تو بعد تقدیم ماتقدم علی الارث عصبہ احمد خاں کی کل جائداد کا مالک مرتضیٰ خاں ہوا۔ پھر اگر مرتضیٰ خاں نے اپنی صحت میں احمد خاں کی جائداد کسی کو دیا نہیں تو اس کی موت کے بعد اس جائداد کا نصف اس کی لڑکی اختری بیگم کا ہے اور نصف حصہ بحیثیت عصبہ نور محمد کا ہے۔ پارۂ چہارم آیت میراث میں ہے ان کانت واحدۃ فلها النصف یہ اس صورت میں ہے جب کہ مرتضیٰ خاں سے پہلے اس کی بیوی سبحانی بیگم فوت ہو چکی ہو۔ اگر مرتضیٰ خاں کی موت کے وقت سبحانی بیگم زندہ تھی تو احمد خاں کی جائداد کا کل آٹھ حصہ کیا جائے گا جس میں سے چار حصہ مرتضیٰ خاں کی لڑکی اختری بیگم کا ہے اور ایک حصہ اس کی بیوی کا اور تین حصہ نور محمد خاں کا۔ قال اللہ تعالیٰ فان کان لکم ولد فلهن الثمن (پ ۴ آیت میراث) وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۷ ذوالقعدہ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ :- از سلیمان موضع مہندوپار پوسٹ نہریا خرد ضلع گورکھپور

زید کے تین لڑکے ہیں جن میں سے دو الگ رہتے ہیں اور زید کو تکلیف بھی دیتے ہیں اور زید کے خرچ وغیرہ کا بھی خیال نہیں رکھتے اور صرف منجھلا لڑکا باپ کے پاس رہ کر اس کی خدمت کرتا ہے اور زید کے ہر ضرورت پر کام آتا ہے۔ اور زید نے کچھ زمین صحت میں فروخت کرکے روپیہ منجھلے لڑکے کے نام جمع کر دیا ہے تو زید کی وفات کے بعد وہ دونوں لڑکے اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ جمع شدہ رقم ہمارا ہے اور ان کی ماں اس بات کی تصدیق بھی کرتی ہے تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ جمع شدہ رقم صرف منجھلے لڑکے کو ملنی چاہئے یا اور سب کا بھی حق ہوتا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب :- زید کے چھوٹے اور بڑے لڑکے جب کہ زید سے الگ رہتے تھے اسے ایذا دیتے تھے اور اس کے خرچ وغیرہ کا خیال نہیں رکھتے تھے۔ اس صورت میں زید نے زمین بیچ کر روپیہ منجھلے لڑکے کے نام جمع کر دیا تو ظاہر یہی ہے کہ اس نے اپنی زندگی میں وہ رقم منجھلے لڑکے کو دیدی اس میں بڑے اور چھوٹے لڑکے کا کوئی حصہ نہیں۔ ہاں اگر اس نے لوگوں کے سامنے کہا ہو کہ روپیہ اگرچہ ہم نے منجھلے لڑکے کے نام جمع کر دیا ہے مگر اس میں میرے ہر لڑکے کا حصہ ہے تو اس صورت میں ضرور رقم مذکور میں ہر لڑکے کا حصہ ہے وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۴ شوال ۱۴۰۰ھ

مسئلہ:۔ از عبدالعزیز فردوسی بگان شاہی مسجد روڈ جمشید پور (بہار)

۱ زید اور بکر دو بھائی تھے بکر کا انتقال ہوگیا ان کی اہلیہ ایک سال قبل انتقال کر گئی تھی بکر کی ایک لڑکی شادی شدہ ہے دونوں بھائی کا مکان ایک ہی آنگن میں ہے لڑکی باپ کا حصہ لینا چاہتی ہے از روئے شریعت لڑکی کو حصہ ملیگا یا نہیں؟

۲ یہ بات مشہور ہے بیوی کے جنازہ کو کاندھا نہیں لگانا چاہئے اور نماز جنازہ کے لیے شوہر سے اجازت نہیں لی جائے گی کیا یہ صحیح ہے یا غلط؟

الجواب ــــــ اگر بکر کی صرف ایک ہی لڑکی ہے اور کوئی لڑکا وغیرہ نہیں ہے تو بعد تقدیم ماتقدم علی الارث بکر کی کل جائداد منقولہ اور غیر منقولہ کا نصف حصہ لڑکی کو ملے گا اور باقی نصف بکر کے بھائی کا ہے بشرطیکہ کوئی دوسرا اس سے قریبی عصبہ نہ ہو۔ پارۂ چہارم سورۂ نساء آیت میراث میں ہے ان کانت واحدۃ فلھا النصف یعنی اگر ایک لڑکی ہو تو اس کا حصہ نصف ہے۔

۲ یہ بات جو عوام میں مشہور ہے کہ بیوی کے جنازہ کو شوہر کاندھا نہیں دے سکتا یہ محض غلط ہے۔ صرف نہلانے اور اس کے بدن کو بلا حائل ہاتھ لگانے کی ممانعت ہے۔ (بہار شریعت۔ انوار الحدیث صفحہ ۱۶۹) اور نماز جنازہ کے لیے میت کے ولی سے اجازت لی جائے گی ولی سے مراد میت کے عصبہ ہیں یعنی باپ۔ بیٹا۔ دادا۔ پردادا۔ بھائی چچا وغیرہ الاقرب فالاقرب جیسے کہ نکاح میں مگر جنازہ کے بارے میں میت کے باپ کو بیٹے پر تقدم حاصل ہے اور جب کوئی ولی نہ ہو تو شوہر سے اجازت لی جائے۔ کسی ولی کی موجودگی میں شوہر سے اجازت لینا غلط ہے۔ درمختار میں ہے الولی بترتیب عصوبۃ الانکاح الا الاب فیقدم علی الابن اتفاقا اور فتاوی عالمگیری جلد اول مصری صـ۱۵۳ میں ہے الاولیاء علی ترتیب العصبات الاقرب فالاقرب الا الاب فانہ یقدم علی الابن کذا فی خزانۃ المفتیین اور درمختار میں ہے ان لم یکن لہ ولی فالزوج۔ ھذا ما عندی والعلم بالحق عند اللہ تعالیٰ۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۱۳ رجب المرجب ۱۴۰۰ھ

مسئلہ: از تصدق حسین بنگال پورہ بھیونڈی۔ تھانہ۔

زید نے اپنے پیچھے ماں۔ بیوی دو بہنیں اور ایک چچا اور ترکہ چھوڑ کر انتقال کیا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کے ترکہ سے مذکورین میں سے کن کن کو کس قدر حصہ پہونچے گا؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــ میت کے ترکہ سے چار حقوق ترتیب وار متعلق ہوتے ہیں۔ اوّل

میت کے ترکہ سے بغیر افراط و تفریط کے اس کی تجہیز و تکفین کی جائے گی پھر اگر میت قرضدار و مدیون ہو تو مابقی جمیع مال سے اس کے قرض و دیون ادا کئے جائیں گے۔ پھر دیون ادا کرنے کے بعد اگر کچھ مال بچا ہے اور اس نے وصیت کی ہے تو مابقی کے ثلث سے اس کی وصیت نافذ کی جائے گی پھر مابقی مال کو اس کے ورثہ میں تقسیم کیا جائے گا جیسا کہ فتاوی عالمگیری جلد ششم مصری ص ۴۴۶ میں ہے۔ التركة تتعلق بها حقوق اربعة جهاز الميت و دفنه والدين والوصية والميراث فيبدأ اولا بجهازه وكفنه ثم بالدين ثم تنفذ وصاياه من ثلث ما يبقى بعد الكفن والدين ثم يقسم الباقي بين الورثة اھ ملخصا لہٰذا صورت مستفسرہ میں بعد تقدیم ما تقدم علی الارث زید کے مال متروک کے تیرہ ۱۳ حصے کئے جائیں گے جس میں سے دو حصے اس کی ماں کو ملیں گے۔ تین حصے کی مستحق اس کی بیوی ہے اور چار چار حصے اس کی دونوں بہنوں کو ملیں گے اور صورت مسئولہ میں چچا کو کچھ نہ ملے گا۔ پارۂ چہارم سورۂ نساء رکوع دوم میں ہے فان كان له اخوة فلامه السدس اور فتاوی عالمگیری جلد ششم مصری ص ۴۴۸ میں ہے للام السدس مع الولد و ولد الابن او اثنين من الاخوة والاخوات من اى جهة كانوا۔ اور خدائے تعالیٰ نے بیوی کے بارے میں ارشاد فرمایا ولهن الربع مما تركتم ان لم يكن لكم ولد (پارۂ چہارم آیت میراث) اور دونوں بہنوں کے بارے میں ارشاد فرمایا فان كانتا اثنتين فلهما الثلثان مما ترك (پارۂ پنجم آخری آیت سورۂ نساء)۔ وهو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۱۱ر جمادی الاخری ۱۴۰۰ھ

مسئلہ: از حکیم اللہ بستوی پوسٹ و مقام بھیلوڑا ضلع سابر کانٹھا۔ گجرات۔

ایک عورت ماں باپ دو بیٹے ایک بیٹی اور شوہر کو چھوڑ کر مر گئی جس کا مہر شوہر نے نہیں دیا اور نہ عورت نے معاف کیا تو اب اس مہر کا حقدار کوئی ہے یا نہیں؟ اور شوہر پر مہر ادا کرنا لازم ہے یا نہیں؟

الجواب ــــــــ شوہر پر مہر ادا کرنا لازم ہے جس کے حقدار عورت کے ورثہ ہیں لہٰذا بعد تقدیم ما تقدم علی الارث و انحصار ورثہ فی المذکورین عورت کے کل مہر کا بارہ حصہ کیا جائے گا جس میں سے تین حصے کا حقدار خود شوہر ہے اور دو دو حصے کے حقدار ماں باپ اور دونوں بیٹے ہیں اور ایک حصہ کی حقدار اس کی لڑکی ہے قال اللہ تعالیٰ فان كان لهن ولد فلكم الربع مما تركن من بعد وصية يوصين بها او دين۔ وقال اللہ تعالیٰ ولابويه لكل واحد منهما السدس۔ وقال اللہ تبارک و تعالیٰ يوصيكم الله في اولادكم للذكر مثل حظ الانثيين (پ ۴ آیت میراث)۔ وهو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۲ر ذی الحجہ ۱۴۰۱ھ

مسئلہ: از محمد حنیف جامع مسجد بھیونڈی ۔ ضلع تھانہ

زید کا انتقال ہوا اس نے اپنے دو لڑکے اور تین لڑکیاں وارث چھوڑے تو زید کا ترکہ ہر ایک کو کتنا ملے گا۔ برائے کرم جلد تشفی بخش جواب مرحمت فرمائیں ۔

الجواب

میت مسئلہ/ ۷

ابن	ابن	بنت	بنت	بنت
۲	۲	۱	۱	۱

صورت مستفسرہ میں برصدق مستفتی وانحصار ورثہ فی المذکورین وعدم مانع ارث زید کے ترکہ کے کل سات حصے کئے جائیں گے ـــــ جن میں سے دو دو حصے دونوں لڑکے پائیں گے اور ایک ایک حصہ تینوں لڑکیاں پائیں گی کما قال اللہ تعالیٰ للذکر مثل حظ الانثیین ۔ ھذا ما عندی والعلم بالحق عند اللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ جل جلالہ وصلی المولی تعالٰی علیہ وسلم ۔

الجواب صحیح — کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

غلام جیلانی القادری — ۱۶ رجب المرجب ۱۳۸۶ھ

مسئلہ: از مقام حمید پور پوسٹ روضہ درگاہ ضلع گورکھ پور مرسلہ :۔ محمد عبد الحمید

محمد شفیع نے انتقال کیا اس نے دو لڑکے اور چار لڑکیاں چھوڑیں جس میں سے ایک لڑکا نظام الدین محمد شفیع مرحوم کی حیات میں انتقال کر گیا ۔ لڑکوں کے نام یہ ہیں کلب حسین حشم الدین ۔ لڑکیوں کے نام یہ ہیں ۔ امیر النساء ، شاکر النساء ، طاہر النساء ، جمیل النساء ۔ پھر کلب حسین نے انتقال کیا تو اس نے ایک لڑکا تبارک حسین ایک لڑکی صغیر النساء اور ایک بیوی مدینہ خاتون کو چھوڑا مدینہ خاتون دوسرے کے نکاح میں ہے ۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ بحکم شرع ورثہ مذکورین کے الگ الگ کیا حصے ہوں گے جب کہ سب اپنا اپنا حق چاہ رہے ہیں ۔

محمد شفیع — مسئلہ/ ۸ × ۱۲ / ۹۶

میت

ابن	ابن	بنت	بنت	بنت	بنت
کلب حسین	حشم الدین	امیر النساء	شاکر النساء	طاہر النساء	جمیل النساء
۲	۲/۲۴	۱/۱۲	۱/۱۲	۱/۱۲	۱/۱۲

مسئلہ/ ۸×۳/۲۴ بینھما توافق بالنصف   کلب حسین ۔   مافی الید ۲
میت

زوجہ	ابن	بنت
مدینہ خاتون	تبارک حسین	صغیر النساء
۱/۳	۱۴	۲۱/۷ ‏ ۷

الاحیاء المبلغ

حشم الدین	امیر النساء	شاکر النساء	طاہر النساء	جمیل النساء	مدینہ خاتون	تبارک حسین	صغیر النساء
۲۴	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲	۳	۱۴	۷

الجواب (برتقدیر صدق مستفتی وانحصار ورثہ فی المذکورین وعدم مانع ارث و تقدیم ما یجب ان یقدم) محمد شفیع مرحوم کے متروکہ کے کل چھیانوے ۹۶ حصے کئے جائیں گے جن میں چوبیس ۲۴ حصے حشم الدین کو ملیں گے اور ان کی چار لڑکیوں (امیر النساء، شاکر النساء، طاہر النساء، جمیل النساء) میں سے ہر ایک کو بارہ ۱۲ بارہ ۱۲ حصے ملیں گے۔ اور مسماۃ مدینہ خاتون کو تین ۳ اور تبارک حسین کو چودہ ۱۴ اور صغیر النساء کو سات ۷ حصے ملیں گے جیسا کہ مد الاحیاء میں ہر ایک وارث کے نام کے نیچے درج ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ اویس حسن عرف غلام جیلانی
۲۳ر صفر المظفر ۱۳۸۲ھ

مسئلہ: از عبد الصمد محلہ پرانا گورکھپور ۔ شہر گورکھپور

مورث اعلیٰ وزیرن بی بی زوجۂ علی بخش مرحوم نے ایک قطعہ مکان بوسیدہ شکستہ چھوڑا اور دو لڑکیاں موسومہ حمیدن و فہیمو اور ایک لڑکا عبد الشکور اور ایک ناجائز لڑکا عبد الغفور کو چھوڑا بعدہٗ مکان مذکور کی تعمیر از سر نو عبد الشکور مذکور کے لڑکے علی رضا، قاسم، صابر نے اپنی کمائی سے کرائی۔ اور عبد الغفور کو مکان سے نکال کر ترکہ میں سے کچھ بھی نہیں دیا۔ تھوڑے دنوں کے بعد عبد الغفور نے اپنی کمائی سے زمین خرید کر اس پر مکان بنوانا شروع کیا ابھی تعمیر نامکمل ہی تھی کہ مرض الموت میں گرفتار ہوگیا دو تین ہفتہ ایک دوسرے صاحب مثلاً زید کے گھر رہ کر دوا علاج کیا لیکن جانبر نہ ہو سکا بالآخر رحلت کر گیا۔ عبد الغفور نے مرض الموت کے دوران اپنا مکمل مکان اور زمین زید کے لیے ہبہ وصیت کر دی حالانکہ اس کی لڑکی محمود النساء بقید حیات اپنے سسرال تھی وصیت نامہ کی نقل منسلک استفتاء ہے۔ محمود النساء کو اپنے باپ کے مرنے کی اطلاع ہوئی تو وہ آئی اور

حالات معلوم کرکے اپنے باپ کا لین دین اور امانت وغیرہ کچھ وصول بھی کیا اور کچھ رہ بھی گیا محمود النساء اپنے باپ کے مکان مذکرہ بالا میں گئی جس کی ایک کوٹھری میں متوفی کا کچھ سامان تھا کوٹھری کھول کر سامان نکالا جس میں سے ایک درجن رکابی بطور عطیہ مدرسہ ضیاء العلوم محلہ پرانا گورکھپور کو دیا۔ دو ایک روز بعد مکان مقفل کرکے چلی گئی۔ ہفتہ عشرہ بعد آئی تو دیکھا کہ زید موصی لہٗ تالا توڑ کر مکان پر قابض ہو گیا ہے اور ملک تام کا مدعی ہے۔ تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ وزیرن بی بی مورث اعلیٰ کے ترکہ سے عبد الغفور کو کیا ملے گا۔ اور عبد الغفور کے ترکہ سے موصی لہٗ زید کو بھی کچھ ملے گا یا نہیں اگر ملے گا تو کتنا؟ بینوا توجروا

الجواب ـــــــــــ اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔

میت	مسئلہ/۶		وزیرن بی بی
عبد الشکور	عبد الغفور	حمیدو	فہیمو
۲	۲	۱	۱

بر صدق مستفتی وانحصار ورثہ فی المذکورین وعدم مانع ارث وتقدیم ما یجب ان یقدم صورت مستفسرہ میں وزیرن بی بی کی جائداد کے کل چھ حصے کئے جائیں گے جس میں سے عبد الشکور اور عبد الغفور کو دو دو حصے ملیں گے حمیدو وفہیمو کو ایک ایک حصہ ملے گا۔ کما قال اللہ تبارک وتعالیٰ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ ھٰذا ما عندی والعلم عند اللہ تعالیٰ ورسولہ جل جلالہ وصلے المولیٰ تعالیٰ علیہ وسلم۔

عبد الغفور نے اپنے مکان اور زمین سے متعلق جو تحریر لکھی ہے اس کی عبارتیں آپس میں متعارض ہیں اس لیے کہ شروع تحریر میں ہبہ کرنے اور قبضہ دلانے کا ذکر کیا گیا ہے اور آخر میں وصیت کے الفاظ ہیں اس لیے کہ "بعد ہمارا انتقال محمد اسحق مکان کے مالک کامل ہوں گے" لکھا گیا ہے تو عبد الغفور کی تحریر کو اگر وصیت پر محمول کیا جائے اور زمین ومکان مذکور متوفی کی کل جائداد کے ثلث سے زائد ہے تو محمد اسحاق عبد الغفور کی زمین ومکان مذکور کل نہیں پائے گا بلکہ متوفی کی کل جائداد کا صرف تہائی پائے گا اور اگر زمین ومکان مذکور متوفی کی کل جائداد کا ثلث یا ثلث سے کم ہے تو اس صورت میں محمد اسحق پورے زمین ومکان کا مالک ہوگا لان الوصیۃ لا تجری فی اکثر من ثلث مال المتوفی۔ اور اگر ہبہ قبضہ کے ساتھ مان لیا جائے جیسا کہ تحریر میں قبضہ دلانے کا ذکر ہے تو چونکہ یہ ہبہ بقول مستفتی مرض الموت میں کیا گیا ہے اس لیے اس صورت میں بھی محمد اسحق، عبد الغفور کی زمین ومکان مذکور میں سے کل جائداد کا صرف ثلث پائے گا۔ اگر وہ زمین ومکان کل جائداد کے ثلث سے زائد ہو ورنہ کل پائے گا۔ بہار شریعت جلد چہار دہم صفحہ ۷۹ پر ہے "مریض صرف ثلث مال سے ہبہ کر سکتا ہے اور یہ ہبہ اس وقت صحیح ہے کہ اس کی زندگی میں موہوب لہٗ قبضہ کرلے قبضہ سے پہلے مریض مر گیا تو ہبہ باطل ہو گیا۔

(انتھی بالفاظہ) اور فتاویٰ عالمگیری جلد چہارم مصری صفحہ ۳۸۲ میں ہے لا تجوز ھبۃ المریض ولا صدقتہ الا مقبوضۃ

فاذا قبضت جازت من الثلث واذا مات الواهب قبل التسليم بطلت۔ خلاصہ یہ کہ وصیت والی صورت اور عبدالغفور کی موت سے پہلے قبضہ کے ساتھ ہبہ والی صورت۔ ان دونوں صورتوں میں متوفی کی زمین ومکان مذکور اگر اس کی کل جائداد کا ثلث یا ثلث سے کم ہے تو محمد اسحٰق پورے زمین ومکان کا مالک ہوگا اور اگر ثلث سے زائد ہے تو اس زمین و مکان میں سے کل جائداد کا صرف ثلث پائے گا باقی متوفی کے ورثہ پائیں گے۔ ھٰذا ما عندی والعلم عند اللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ۔

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۲۶ ربیع الآخر ۱۳۸۸ھ

اس ہبہ نامہ کی نقل جس کا ذکر استفتاء میں ہے

ہمکہ عبدالغفور ولد علی بخش ساکن محلہ پرانا گورکھ پور کا ہوں۔ چوں ہمقر ضعیف العمر ولاولد ہیں (جھوٹ لکھایا تھا) ہماری اس کمپرسی میں ہماری خدمت وتیمارداری محمد اسحٰق ولد عبدالشکور میری اولاد کی طرح برابر کرتے آرہے ہیں اس لیے ہماری خواہش ہے کہ اس خدمت کے صلہ میں اپنی پرتی متصل مکان ہمقر واقع دسہری باغ محلہ رسول پور شہر گورکھ پور کو ان کے حق میں ہبہ کردیں اس کے قبل روبرو گواہان زبانی بھی ہبہ کر چکے ہیں اس لئے آج زمین مذکور ان کے حق اوس شرط تحریری ہبہ کردیا کہ محمد اسحٰق ولد عبدالشکور میری پرورش تاحیات کرتے رہیں اور اس زمین موہوبہ پر ان کا قبضہ دخل بھی کرادیا اور یہ اختیار بھی دے دیا کہ موہوب اپنے مکان کی دیوار پر بنالیں اس میں مجھے ہرگز کوئی عذر واعتراض نہ ہے اور نہ آئندہ ہوگا اگر کوئی عذر واعتراض کریں تو وہ باطل وبیکار ہوگا یا میرے ورثاء قائمتامان کسی وقت اپنا استحقاق ظاہر کریں تو وہ بھی بہر صورت ناقابل سماعت عدالت۔ بعد انتقال ہمقر عبدالشکور کے لڑکے محمد اسحٰق موہوب لہٗ مکان ہمقر کے بھی مالک ہوں گے۔ لہٰذا یہ ہبہ نامہ سمجھ بوجھ کر لکھ دیا کہ وقت پر کام آوے۔

نشانی انگوٹھا — نشانی انگوٹھا عبدالغفور ولد علی بخش ساکن محلہ پرانا گورکھپور۔

گواہ ابوالحسن ولد شہادت علی
گواہ محمد بشیر ولد روزن

مسئلہ: از محمد ابراہیم موضع چتیوا ڈاک خانہ سکھوئی۔ ضلع بستی

زید کا لڑکا بکر تھا جو انتقال کر گیا۔ زید کی ایک لڑکی زبیدہ ہے اور بکر کے ایک لڑکا خالد پیدا ہوا اس کے بعد وہ فوت ہوا۔ بکر کے بعد اس کے باپ زید کا انتقال ہوا جس کی بیوی پہلے فوت ہو چکی تھی یعنی زید نے اپنے بعد صرف اپنی بیٹی زبیدہ اور پوتے خالد کو چھوڑا تو زید کی جائداد میں اس کی لڑکی زبیدہ کا کچھ حصہ ہے یا نہیں؟ خالد اپنی پھوپھی زبیدہ کو اپنے دادا

زید کی جائداد سے کچھ نہیں دینا چاہتا تو اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب ـــــ صورت مسئولہ میں برصدق مستفتی بعد تقدیم ماتقدم علی الارث زید کی جائداد میں اس کی لڑکی زبیدہ کا نصف حصہ ہے اور نصف اس کے پوتے خالد کا۔ پارہ چہارم آیت میراث میں ہے۔ وان کانت واحدۃ فلہا النصف اور شرح وقایہ جلد دوم مجیدی ص۱۶۰ میں ہے الارث نصفان بین البنت وابن الابن لہٰذا خالد پر لازم ہے کہ وہ دادا کی جائداد سے اپنی پھوپھی زبیدہ کو آدھا حصہ دے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرے گا تو سخت گنہگار حق العبد میں گرفتار ہوگا اور حدیث شریف کے مطابق قیامت کے دن تین پیسے کے بدلے میں سات سو نماز باجماعت کا ثواب دینا پڑے گا۔ العیاذ باللہ تعالیٰ (الملفوظ۔ اعلیٰ حضرت) وھو سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از مقام سوپا تحصیل خلیل آباد ضلع بستی مرسلہ لال زادے

بنا چودھری نے انتقال کیا انھوں نے دو بیوی مسماۃ رسومن اور مسماۃ مریم اور چار لڑکے لال زادے[۱] وکیل[۲]، مختار[۳]، تحصیلدار کو چھوڑا لال زادے مسماۃ رسومن کے بطن سے ہیں اور بقیہ تین لڑکے مسماۃ مریم کے بطن سے ہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ بنا چودھری کی جائداد کس طرح تقسیم ہوگی؟

۷۸۶/۹۲

میت بنا چودھری مسئلہ ۸×۴/۳۲

زوجہ رسومن	زوجہ مریم	ابن لال زادے	ابن وکیل	ابن مختار	ابن تحصیلدار
۲	۲	۷	۷	۷	۷

(زوجات: ۱/۸ — ابناء: ۷/۲۸)

الجواب ـــــ (برتقدیر صدق مستفتی وانحصار ورثہ فی المذکورین، وعدم مانع ارث) بنا چودھری مرحوم کے ترکہ کے (بعد ادائے دین وغیرہ اگر وہ مدیون ہو) کل بتیس حصے کیے جائیں گے جن میں سے دو دو حصے ان کی دونوں زوجہ رسومن اور مریم کو ملیں گے اور باقی اٹھائیس حصوں میں سے سات سات حصے ان کے چاروں لڑکوں کو ملیں گے یعنی ایک روپیہ میں سے ایک ایک آنہ ان کی دونوں بیویوں کو ملیں گے اور بقیہ چودہ آنوں میں سے ساڑھے تین تین آنے ان کے چاروں لڑکوں میں سے ہر ایک کو ملیں گے جیسا کہ نقشہ مذکورہ بالا سے ظاہر ہے۔

تنبیہ :- مسماۃ رسومن اور مریم نے اگر اپنا دین مہر معاف نہ کیا ہو تو ان کو ترکہ میں سے پہلے ان کا دین مہر ادا کیا جائے گا اس کے بعد بقیہ ترکہ کے بتیس ۳۲ حصے کرکے مذکورہ بالا طریقے پر تقسیم کیا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ اویس حسن عرف غلام جیلانی
۹ ربیع الاول ۱۳۸۳ھ

مسئلہ :- مسئولہ لال زادے ولد بناجودھری موضع سوپا پوسٹ بچپکھری نیو مہنی ضلع بستی

زید نے دو شادی کی پہلی بیوی مسماۃ رسومن سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوئی اور دوسری بیوی مسماۃ مریم سے ایک لڑکی اور تین لڑکے پیدا ہوئے زید نے اپنی وفات سے تقریباً دس سال پہلے اپنی آراضی کو اس طرح تقسیم کیا کہ نصف حصہ مسماۃ رسومن اور اس کے لڑکے کو اور دوسرا نصف حصہ مسماۃ مریم اور اس کے تینوں لڑکوں کو دیا۔ تقسیم کے بعد مسماۃ رسومن کا لڑکا نصف حصہ آراضی کو جوتتا بوتا رہا اور اسی طرح مسماۃ مریم کے لڑکے دوسرے نصف حصہ کو جوتتے بوتے رہے۔ اور زید نے اپنے مکان مسکونہ کو چار حصوں پر تقسیم کرکے ایک حصہ مکان مسماۃ رسومن اور اس کے لڑکے کو دیا اور تین حصہ مکان مریم اور اس کے لڑکوں کو دیا لیکن زید نے اپنی دونوں لڑکیوں میں سے کسی کو نہ تو آراضی سے کچھ دیا اور نہ مکان میں کچھ حصہ دیا پھر تقریباً دس سال بعد زید کا انتقال ہو گیا۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس وقت جب کہ زید مر گیا اس کی پہلی تقسیم جاری رہے گی یا اب از سر نو آراضی اور مکان کی تقسیم ہو گی ؟

الجواب ـــــــ صورت مسئولہ میں زید کی تقسیم جاری رہے گی رہا یہ کہ زید نے اپنی جائداد کی تقسیم اس طرح پر نہیں کی جس طرح اس کے مرنے کے بعد ہوتی تو اس کی وجہ سے تقسیم کے نافذ رہنے میں کوئی فرق نہ پڑے گا کیونکہ وہ اپنے مال کا مالک ہے جس کو جتنا چاہے دے۔ مسائل شرعیہ کی متداول کتاب بہار شریعت حصہ چہار دہم مطبوعہ لاہور ص ۲۱۵۲ میں ہے " اور قضا کا حکم یہ ہے کہ وہ (یعنی باپ) اپنے مال کا مالک ہے حالت صحت میں اپنا سارا سامان ایک ہی لڑکے کو دیدے اور دوسرے کو کچھ نہ دے یہ کر سکتا ہے دوسرے لڑکے کسی قسم کا مطالبہ نہیں کر سکتے مگر ایسا کرنے میں گنہ گار ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ بدر الدین احمد الرضوی
۱۵ ربیع الاول ۱۳۸۳ھ

مسئلہ :- مرسلہ (حاجی) عبد المصطفیٰ بھوتہیا۔ ضلع بستی

(۱) منشی محمد رضا خاں مرحوم کا انتقال ہوا انھوں نے اپنے بعد ایک زوجہ مسماۃ سلیمانی اور تین بیٹے محمد نذیر خاں، محمد ادریس خاں، عبد المصطفیٰ خاں اور دو بیٹیاں مسماۃ میمونۃ النساء، نفیس النساء کو وارث چھوڑا (۲) پھر ان کے بعد محمد نذیر خاں

کا انتقال ہوا انھوں نے اپنے بعد اپنی ماں مسماۃ سلیمانی اور ایک زوجہ مسماۃ رب النساء اور تین بیٹیاں مسماۃ ذوالنور ستارا اور گل صنوبر اور دو بھائی محمد ادریس خاں اور عبد المصطفٰے خاں اور دو بہنیں مسماۃ میمون النساء اور نفس النساء کو وارث چھوڑا۔ ③ پھر ان کے بعد مسماۃ سلیمانی کا انتقال ہوا انھوں نے اپنے دو بیٹے عبد المصطفٰے خاں، محمد ادریس خاں اور دو بیٹیاں میمون النساء نفس النساء کو وارث چھوڑا۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ منشی محمد رضا خاں مرحوم کے متروکہ میں سے مذکورہ بالا ورثاء کو کتنا کتنا حصہ ملے گا؟

① مسئلہ ۸×۸ — ۴۶۰۸ (۷۲ × ۶۴) — ۷۸۶ / ۹۲ — منشی محمد رضا خاں

زوجہ	ابن	ابن	ابن	بنت	بنت
سلیمانی	محمد نذیر خاں	محمد ادریس خاں	عبد المصطفٰے خاں	میمون النساء	نفس النساء
۱	۱۴	۱۴	۱۴	۷	۷
۵۷۶		۱۰۰۸	۱۰۰۸	۵۰۴	۵۰۴

② مسئلہ ۶×۲۴ — ۱۴۴ وقف ۷۲ (بینھما توافق بالنصف) محمد نذیر خاں ۔ ما فی الید ۱۴ وقف ۷

ماں	زوجہ	بنت	بنت	بنت	اخ	اخ	اخت	اخت
سلیمانی	رب النساء	ذوالنور	ستارا	گل صنوبر	محمد ادریس خاں	عبد المصطفٰے خاں	میمون النساء	نفس النساء
۲۴/۱۶۸	۱۸/۱۲۶	۳۲/۲۲۴	۳۲/۲۲۴	۳۲/۲۲۴	۲/۱۴	۲/۱۴	۱/۷	۱/۷

(۱۶/۹۶) (۱/۶)

③ مسئلہ ۶ وقف (بینھما توافق بالسدس) سلیمانی ما فی الید ۱۴۴ ۱۶۸ ۵۷۶ وقف ۱۲۴

ابن	ابن	بنت	بنت
عبد المصطفٰے	محمد ادریس	میمون النساء	نفس النساء
۲	۲	۱	۱
۲۴۸	۲۲۴۸	۱۲۴	۱۲۴

الاحیاء المبلغ ۴۶۰۸

محمد ادریس خاں	عبد المصطفٰے خاں	میمون النساء	نفس النساء	رب النساء	ذوالنور	ستارا	گل صنوبر
۱۲۷۰	۱۲۷۰	۶۳۵	۶۳۵	۱۲۶	۲۲۴	۲۲۴	۲۲۴

الجواب ـــــ (برتقدیر صدق مستفتی وانحصار ورثہ فی المذکورین، عدم مانع ارث وتقدیم ما یجب ان یقدم) منشی محمد رضا مرحوم کے متروکہ کے کل چار ہزار چھ سو آٹھ حصے کیے جائیں گے جن میں سے ایک ہزار دو سو ستر حصے محمد ادریس خاں کو ایسے ہی ایک ہزار دو سو ستر حصے عبد المصطفٰے خاں کو ملیں گے اور چھ سو پینتیس حصے میمون النساء کو اسی

طرح چھ سو پینتیس حصے نفس النساء کو ملیں گے اور ایک سو چھبیس حصے رب النساء کو ملیں گے اور دو سو چوبیس حصے ذوالنور کو اسی طرح دو سو چوبیس حصے ستارا کو ایسے ہی دو سو چوبیس حصے گل صنوبر کو ملیں گے جیسا کہ مد الاحیاء میں ہر وارث کے نام کے نیچے لکھا گیا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ اویس حسن غلام جیلانی جہانگیری
۲۸ رجمادی الاخریٰ ۱۳۸۳ھ

مسئلہ: از مسماۃ رب النساء زوجہ محمد نذیر خاں مرحوم موضع بڑھیا پوسٹ کھنڈسری بازار ضلع بستی۔

① محمد نذیر خاں کا انتقال ہوا انھوں نے اپنے بعد اپنی ماں مسماۃ سلیمانی اور ایک زوجہ مسماۃ رب النساء اور تین بیٹیاں مسماۃ ذوالنور، ستارا اور گل صنوبر اور دو بھائی محمد ادریس خاں اور عبد المصطفیٰ خاں اور دو بہنیں مسماۃ میمون النساء اور نفس النساء کو وارث چھوڑا ② پھر ان کے بعد مسماۃ سلیمانی کا انتقال ہوا انھوں نے اپنے بعد دو بیٹے عبد المصطفیٰ محمد ادریس خاں اور دو بیٹیاں میمون النساء، نفس النساء کو وارث چھوڑا۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ منشی محمد نذیر خاں کے متروکہ میں سے مذکورہ بالا ورثاء کو کتنا حصہ ملے گا جبکہ میمون النساء و نفس النساء دونوں وہابیہ دیوبندیہ مرتدہ ہیں۔

① مسئلہ ۶ / ۹۶ × ۱۴۴ — ۷۸۶ / ۹۲

میت محمد نذیر خاں

ماں سلیمانی	زوجہ رب النساء	بنت ذوالنور	بنت ستارا	بنت صنوبر	اخ محمد ادریس خاں	اخ عبد المصطفیٰ خاں	اخت میمون النساء	اخت نفس النساء
۴	۳							
۲۴	۱۸	۳۲	۳۲	۳۲	۳	۳	محروم	محروم

(بنات: ۱۶ / ۹۶ — اخوان: ۱ / ۶)

② مسئلہ ۲ وقف ۱

میت سلیمانی — مافی الید ۲۴ — وقف ۱۲

ابن محمد ادریس خاں	ابن عبد المصطفیٰ خاں	بنت میمون النساء	بنت نفس النساء
۱	۱		
۱۲	۱۲	محروم	محروم

الاحیاء المبلغ ۱۴۴

رب النساء	ذوالنور	ستارا	گل صنوبر	محمد ادریس خان	عبد المصطفیٰ خان
۱۸	۳۲	۳۲	۳۲	۱۵	۱۵

الجواب: (برتقدیر صدق مستفتی وانحصار ورثہ فی المذکورین، وعدم مانع ارث، وتقدیم مایجب ان یقدم وبرتقدیر ارتداد مذکورتین) ترکہ محمد نذیر خان مرحوم کے کل ایک سو چوالیس حصے کئے جائیں گے

جن میں سے مسماۃ رب النساء کو اٹھارہ حصے اور ذوالنور، ستارا، گل صنوبر میں سے ہر ایک کو بتیس بتیس حصے اور محمد ادریس خان اور عبد المصطفیٰ خان میں سے ہر ایک کو پندرہ پندرہ حصے ملیں گے جیساکہ مد الاحیاء کے نیچے ہر وارث کے لیے لکھا گیا ہے۔ اور میمون النساء و نفس النساء بشرطیکہ وہ وہابیہ، دیوبندیہ مرتدہ ہوں محروم ہوں گی ورنہ اگر یہ دونوں سنّیہ ہوں تو جواب کی صورت اور ہوگی یہ محروم نہ ہونگی۔ سائلہ مسماۃ رب النساء نے دونوں عورتوں کے وہابیہ مرتدہ ہونے کے دلائل بہت کمزور بیان کیے ہیں مثلاً یہ کہ وہ وہابیوں کے یہاں کھانے پینے میں شریک ہوتی ہیں اور باوجود منع کرنے کے نہیں مانتیں۔ واضح ہو کہ اتنی بات سے کوئی سنّی کافر نہ ہوگا بلا عذر شرعی ایسا کرنے والا گنہ گار ہے مگر کافر نہیں لہٰذا پہلے اس امر کی تحقیق کرلی جائے اگر ان کا کفر وارتداد ثابت ہو جائے تب اس جواب پر عمل کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ اویس حسن غلام جیلانی جہانگیری

۶؍ رجب المرجب ۱۴۸۳ھ

مسئلہ: مسئولہ محمد سمیع نعیمی بانسوی۔ پیر محمد مدرسہ لہرسن۔ قاسم علی۔

زید و بکر دونوں حقیقی بھائی ہیں بغیر جائداد بٹوارہ ایک ساتھ رہتے تھے۔ زید نے اپنی منکوحہ بیوی اور حقیقی بھائی و بہن کو چھوڑ کر مرگیا اور پھر زید کی بیوی نے اپنا دوسرا نکاح نہیں کیا۔ کچھ دنوں کے بعد زید کا بھائی بکر اس مشترکہ جائداد میں سے اپنا حصہ ایک دوسرے شخص کو اپنی زندگی میں دیدیا اور بعد میں خود مرگیا۔ اس کے بعد زید کی بیوی نے اپنا حق وحصہ ایک دینی ادارہ میں دے دیا اور اس کا بھی انتقال ہوگیا۔ ایسی صورت میں اس مشترکہ جائداد کا بٹوارہ کس طرح ہوگا؟ واضح فرمائیں۔

الجواب

زید میت ــــ مسئلہ ۴

زوجہ زید	اخ زید	اخت زید
۱	۲	۱

(برتقدیر صدق مستفتی وانحصار ورثہ فی المذکورین وعدم مانع ارث وتقدیم ما یجب ان یقدم) زید و بکر دونوں اگر اس جائداد میں برابر کے حصہ دار تھے تو بٹوارہ کی صورت یہ ہوگی ـــ اس مشترکہ منقولہ، غیر منقولہ مال میں سے پہلے بکر کا آدھا حصہ الگ کر دیجئے پھر زید کی ملکیت کا جو آدھا حصہ بچا ہے اس کے چار حصے کیجئے اس میں سے زوجہ زید کو ایک حصہ۔ اور بکر کو دو حصے۔ اور زید کی بہن کو ایک حصہ ملے گا۔ اس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

(الف) زید کے بھائی بکر نے جس شخص کو اپنا حصہ اپنی زندگی میں دے دیا تھا اس کو کل جائداد کا آدھا حصہ اور زید کے متروکہ کا نصف حصہ یعنی کل مشترکہ مال میں سے روپیہ میں ۱۲ آنے ملیں گے (یہ جب ہے کہ اس شخص کو مرض الموت میں نہ دیا ہو بلکہ صحت کے زمانہ میں دیا ہو)

(ب) زید کی بیوی نے اپنا حصہ جو کسی دینی ادارے میں دیا ہے اس ادارہ کو زید کے متروکہ میں سے چوتھائی اور زید و بکر کے مشترکہ مال میں سے آٹھواں حصہ یعنی روپیہ میں دو آنے ملیں گے۔

(ج) اور زید کی بہن کو زید کے متروکہ حصہ کا چوتھائی ۔ اور زید و بکر کے مابین کل مشترکہ مال کا آٹھواں حصہ یعنی روپیہ میں دو آنے ملیں گے۔

خلاصہ یہ ہے کہ زید و بکر کا مشترکہ مال جتنا بھی ہے اس کے مجموعے میں سے روپیہ میں بارہ آنے اس شخص کے ہوئے جس کو بکر نے اپنا کل حصہ دیا ہے ۔ اور دو آنے اس دینی ادارے کو ملیں گے جس کو زید کی بیوی نے دیا ہے ۔ اور دو آنے زید کی بہن کو ملیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ اویس حسن غلام جیلانی جہانگیری

۲۳ ر ذی القعدہ ۱۳۸۵ھ

مسئلہ: از سوہا پوسٹ بچپکھری ضلع بستی مرسلہ لال زادہ، محمد وکیل، مختار احمد و تحصیلدار

غلام محمد نبی نے اپنی حیات میں اپنی پوری جائداد کو دو حصے میں منقسم کر کے ایک حصہ اپنے ایک لڑکا مسمی لال زادہ کو جو زوجۂ اولیٰ سے ہے دیا اور ایک حصہ اپنے تین لڑکوں مسمیان محمد وکیل و مختار احمد اور تحصیلدار میں تقسیم کیا اور مکان کو چار حصوں میں تقسیم کر کے ہر ایک لڑکے کا حصہ متعین کر دیا ۔ اور خود اپنا گذر بسر اپنے چھوٹے لڑکے مسمیٰ لال زادہ کے ہمراہ کرتا رہا اسی طرح تقریباً پندرہ سال کا عرصہ گذرا سال گذشتہ غلام محمد نبی نے انتقال کیا اور اپنے ورثا میں انھیں چار لڑکوں اور دو زوجہ کو چھوڑا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا جائداد کی وہی تقسیم اب بھی باقی رہے گی یا کہ ہر ایک لڑکے کو کل جائداد میں مساویانہ حصہ ملے گا؟

الجواب ـــــ ہندوستان و پاکستان کے حنفی مسلمانوں کی معتمد علیہ مشہور کتاب بہار شریعت جلد چہار دہم مطبوعہ لاہور ص ۲۱۴۱ میں ہے ۔ "کسی چیز کا دوسرے کو بلا عوض مالک کر دینا ہبہ ہے"، پھر اسی صفحہ میں فرماتے ہیں کہ "ہبہ کے صحیح ہونے کی چند شرطیں ہیں واہب کا عاقل ہونا، بالغ ہونا، مالک ہونا پھر جلد مذکور ص ۲۱۴۳ میں فرماتے ہیں "ہبہ تمام ہونے کے لیے قبضہ کی بھی ضرورت ہے بغیر اس کے ہبہ تمام نہیں ہوتا" پھر جلد مذکور ص ۲۱۵۲ میں فرماتے ہیں۔ اور قضاء کا حکم یہ ہے کہ وہ (یعنی باپ) اپنے مال کا مالک ہے حالت صحت میں اپنا سارا سامان ایک ہی لڑکے کو دیدے اور دوسروں کو کچھ نہ دے یہ کر سکتا ہے دوسرے لڑکے کسی قسم کا مطالبہ نہیں کر سکتے مگر ایسا کرنے میں گنہ گار ہے پھر جلد مذکور ص ۲۱۵۵ میں فرماتے ہیں کہ "مریض صرف ثلث مال سے ہبہ کر سکتا ہے اور یہ ہبہ بھی اس وقت صحیح ہے کہ اس کی زندگی میں موہوب لہ قبضہ کرلے قبضہ سے پہلے مریض مر گیا تو ہبہ باطل ہو گیا" ـــــ ان حوالجات کی روشنی میں ثابت ہوا کہ اگر کوئی باپ بحالت صحت و

بحالت ہوش وحواس اپنی جائداد مکان تقسیم کرکے اپنے لڑکوں کو دیدے اور اس کے لڑکے اپنے اپنے حصے پر قابض ہو جائیں تو جو لڑکا اپنے باپ کی تقسیم کے مطابق جتنا حصہ پائے گا اتنے کا وہ مالک ہو جائے گا اگرچہ باپ کی تقسیم مساویانہ طور پر نہ ہو پھر باپ کے انتقال کے بعد وہ جائداد و مکان خود باپ کا مال نہیں رہ گیا کہ اس میں وراثت کے طور پر دوبارہ تقسیم کی جائے اور ہر لڑکا مساویانہ حصہ پائے۔

تو اگر غلام محمد نبی نے بحالت صحت وبحالت ہوش وحواس اپنی جائداد و مکان کو تقسیم کرکے جائداد کا نصف حصہ اور مکان کا چوتھائی حصہ اپنے لڑکے لال زادہ کو اور جائداد کا دوسرا نصف حصہ اور مکان کا تین چوتھائی حصہ لال زادہ کے بھائیوں کو دیا اور لال زادہ اپنے حصہ پر اور اس کے بھائی اپنے حصہ پر قابض ہو گئے تو لال زادہ اپنے حصہ کا مالک ہو گیا۔ اور اس کے بھائی اپنے حصہ کے مالک ہو گئے اب غلام محمد نبی کے انتقال کے بعد جائداد مذکور و مکان مذکور میں وہی تقسیم باقی رہے گی جو غلام محمد نبی نے اپنی زندگی میں کردی تھی۔ کیونکہ وہ تقسیم شدہ جائداد و مکان غلام محمد نبی کا ترکہ نہیں رہ گیا کہ اس میں وراثت کے طور پر دوبارہ تقسیم ہو اور اس کے لڑکے مساویانہ حصہ پائیں تو جس طرح لال زادہ اپنے باپ کی زندگی میں اس کی تقسیم کے مطابق نصف جائداد کا مالک تھا اسی طرح اپنے باپ غلام محمد نبی کے انتقال کے بعد بھی وہ مالک رہے گا۔ اب رہا یہ امر کہ غلام محمد نبی کا تقسیم میں کمی وبیشی کرنا درست تھا یا نہیں تو اگر تقسیم مذکور بالا سے غلام محمد نبی کا یہ مقصد نہ تھا کہ لال زادہ کے بھائیوں کو ضرور نقصان پہونچے تو تقسیم میں کمی بیشی درست تھی جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری جلد چہارم الباب السادس فی الھبۃ للصغیر مطبوعہ مصر ص۳۷۲ میں ہے۔ وروی المعلی عن ابی یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ انہ لا باس بہ (بالتفضیل بین الاولاد) اذا لم یقصد بہ الاضرار۔ یعنی اپنی اولاد کے درمیان تقسیم میں کمی بیشی سے جب ضرر کا مقصد نہ ہو تو کمی بیشی میں حرج نہیں" اور اگر اس تقسیم سے لال زادہ کے بھائیوں کو ضرر ونقصان پہونچانے کا قصد تھا تو وہ گنہ گار ہے جیسا کہ بہار شریعت جلد چہاردہم ص۵۲ ۲۱ میں ہے " اور عطیہ میں اگر یہ ارادہ ہو کہ بعض کو ضرر پہونچادے تو سب میں برابری کرے کم وبیش نہ کرے کہ یہ مکروہ ہے" اور اس صورت میں کہ باپ نے ضرر کا قصد کیا تھا اس کو گناہ سے بچانے کے لیے بہتر یہ ہے کہ یا تو باپ کی تقسیم مذکور پر لال زادہ کے تینوں بھائی راضی ہو جائیں یا پھر لال زادہ اور اس کے بھائی آپس میں رضامند ہو کر نئی تقسیم کریں۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ بدر الدین احمد الرضوی
یکم ربیع الآخر ۱۳۸۳ھ

مسئلہ: از محمد اسماعیل متعلم دار العلوم ھذا

زید نے انتقال کیا چھوڑا اپنی بھاوج کو اور چچازاد بھائی اور جائداد کو بھاوج کے نام وصیت کردیا اور خود مقروض تھا

ایسی صورت میں پہلے اس کا قرضہ ادا کیا جائے گا یا اس کی وصیت پوری کی جائے گی؟

الجواب ـــــ صورت مسئولہ میں قرض کی ادائیگی مقدم ہے فقط واللہ ورسولہ اعلم

کتبہ بدر الدین احمد قادری رضوی
۲۸ ذی الحجہ ۷۶ھ

مسئلہ: ـ از منشی عابد علی محلہ بھتری قصبہ مہنداول بستی

زید کا انتقال ہوگیا اس نے ایک بہن ایک لڑکی اور بیوی کو چھوڑا بیوی نے بعد عدت نکاح کر لیا تو عورت کو حصہ ملے گا کہ نہیں اگر ملے گا تو کتنا؟ بینوا توجروا۔

الجواب ـــــ صورت مسئولہ میں زید کی بیوی کو زید کے ترکہ میں سے آٹھواں حصہ ملے گا خواہ اس کی عورت نکاح کرے یا نہ کرے۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ بدر الدین احمد القادری الرضوی
۴ اگست ۵۷ء

مسئلہ: از نوگڈھ تتری بازار ضلع بستی مرسلہ حاجی نفیسدار میاں

ایک عورت ہے اس کے حقیقی کوئی لڑکا یا لڑکی نہیں ہے اس کے پاس دین مہر کی جائداد ہے اس کی وفات کے بعد اس جائداد میں کن کن لوگوں کا حصہ ہوگا البتہ اس کا بھائی موجود ہے اور سوت کا لڑکا بھی بالغ ہے۔

الجواب ـــــ صورت مستفسرہ میں بعد تقدیم ما یجب ان یقدم علی الارث عورت کی جائداد کا مالک صرف اس کا بھائی ہے سوت کے لڑکے کو عورت کی جائداد سے کوئی حصہ نہیں ملے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ قدرۃ اللہ الرضوی
۳۰ ذی القعدہ ۱۳۸۲ھ

مسئلہ: مسئولہ محمد حدیث ساکن ٹنڈوا ضلع بستی۔

زید نے محمد حدیث کو تین سو روپے قرض دیا تھا پھر اس کا انتقال ہوگیا۔ زید اپنی زندگی میں اپنے وارثوں سے ناراض تھا اس لیے اس نے انتقال سے پہلے ہی اپنی جائداد منقولہ ایک غیر شخص کو دیدیا تھا۔ اب دریافت طلب امر ہے کہ محمد حدیث وہ تین سو روپے کس کو سپرد کریں۔

الجواب ـــــ صورت مستفسرہ میں وہ روپیہ محمد حدیث زید کے وارثوں کو سپرد کردیں۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم جل جلالہ وصلی المولیٰ تعالیٰ علیہ وسلم

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۹ صفر ۱۳۸۴ھ

مسئلہ:۔ از محمد آدم نوری موضع مٹیسر پوسٹ کربی۔ ضلع بستی۔

زید نے انتقال کیا۔ اس نے ایک بیوی، دو عینی بھائی، ایک عینی بہن، تین علاتی بھائی اور دو علاتی بہن کو چھوڑا۔ تو اس کی متروکہ جائداد ان لوگوں میں کس طرح تقسیم ہوگی۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ صورت مسئولہ میں برصدق مستفتی وانحصار ورثہ فی المذکورین بعد تقدیم مایقدم کالمہر والدین والوصیۃ۔ اس کی جائداد کے بیس حصے کئے جائیں گے جن میں سے پانچ حصے اس کی بیوی کے ہیں، چھ چھ حصے اس کے عینی بھائیوں کے ہیں اور تین حصے اس کی عینی بہن کے ہیں۔ اور آسان صورت یہ ہے کہ کل جائداد کے چار حصے کردئے جائیں جن میں سے ڈیڑھ ڈیڑھ حصے دونوں عینی بھائیوں کو دئے جائیں اور ایک حصہ عینی بہن کو۔ اور علاتی بھائیوں و بہنوں کا کوئی حصہ نہیں۔ پارۂ چہارم آیت میراث میں ہے۔ ولھن الربع مما ترکتم ان لم یکن لکم ولد۔ اور فتاویٰ عالمگیری جلد ششم مصری ص۴۲۸ پر اخوات لاب وام کے بیان میں ہے۔ مع الاخ لاب وام للذکر مثل حظ الانثیین کذا فی الکافی۔ پھر اسی کتاب کے اسی صفحہ پر ہے۔ یسقط اولاد الاب بالاخ لاب وام کذا فی الکافی۔ ھٰذا ما عندی وھو اعلم بالصواب

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:۔ مسئولہ مولوی عبد الرحیم اوجھاگنج ضلع بستی۔

زید کا انتقال ہوگیا اس کی دو حقیقی بہنیں زندہ ہیں۔ اور باپ شریکی ایک بھائی اور ایک بہن موجود ہیں۔ ان کے علاوہ اور کوئی زید کا وارث نہیں ہے۔ تو ان لوگوں کو زید کے ترکہ سے کتنا کتنا دیا جائے؟

الجواب:۔ صورت مسئولہ میں اگر واقعی مذکورہ لوگوں کے علاوہ کوئی اور وارث نہیں ہے تو زید کی جائداد کے نو حصے کیے جائیں۔ جن میں سے تین تین حصے اس کی حقیقی بہنوں کو دئے جائیں، دو حصے اس کے باپ شریکی بھائی کو اور ایک حصہ اس کی باپ شریکی بہن کو دیا جائے۔ سورۂ نساء کی آخری آیت میں ہے۔ فان کانتا اثنتین فلھما الثلثٰن مما ترک۔ اور فتاویٰ عالمگیری جلد ششم مصری ص۴۲۸ پر بیان اخوات لاب میں ہے۔ لا یرثن مع الاختین لاب وام الا ان یکون معھن اخ لاب فیعصبھن فیکون للاختین لاب وام الثلثان والباقی بین اولاد الاب للذکر مثل حظ الانثیین۔ ھٰذا ما عندی وھو اعلم بالصواب۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ: از محمد ابراہیم نونہواں ـ ضلع سدھارتھ نگر

تیلام کی پہلی بیوی سے دو لڑکے محمد حنیف اور محمد شریف ـ اور دوسری بیوی سے تین لڑکے محمد ابراہیم، محمد سمیع اور غلام محمد رسول ـ تیلام کی پہلی بیوی کا ان کی زندگی میں انتقال ہوا ـ پھر تیلام فوت کر گئے ـ پھر محمد شریف کا انتقال ہوا جس نے حقیقی بھائی محمد حنیف اور تین باپ شریکی بھائیوں اور سوتیلی ماں کو چھوڑا ـ اس کے بعد محمد حنیف کا انتقال ہوا جن کے چار لڑکے ہیں مقبول احمد، عبدالرحمٰن، عبدالرزاق اور عیش محمد ـ دریافت طلب یہ ہے کہ تیلام کی جائداد سے ان لوگوں کو کتنا کتنا حصہ ملے گا؟

الجواب: صورت مسئولہ میں برصدق مستفتی وانحصار ورثہ فی المذکورین وعدم مانع ارث تیلام کی متروکہ جائداد کی تقسیم کا آسان طریقہ یہ ہے کہ اس کی کل جائداد کا آٹھ حصہ کیا جائے جن میں سے ایک حصہ اس کی بیوی کو دیا جائے جیسا کہ پارۂ چہارم سورۂ نساء آیت میراث میں ہے ـ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ ـ پھر باقی سات حصے کے پانچ بنا دئے جائیں جن میں سے ایک ایک حصے اس کے پانچوں لڑکوں کو دئے جائیں ـ اور محمد شریف کی جائداد کا حقدار صرف اس کا حقیقی بھائی محمد حنیف ہوا ـ اس کی موجودگی میں باپ شریکی بھائیوں اور سوتیلی ماں کا کوئی حصہ نہیں جیسا کہ فتاوٰی عالمگیری جلد ششم مطبوعہ مصر ص۴۲۶ میں ہے ـ یسقط اولاد الاب بالاخ لاب وام اھ ملخصًا اور محمد حنیف کے فوت ہونے پر اس کی جائداد کے وارث اس کے چاروں لڑکے ہیں ـ ھذا ما ظھر لی والعلم بالحق عند اللہ ورسولہ جل مجدہ وصلی اللہ علیہ وسلم

جلال الدین احمد الامجدی
کتبہ

مسئلہ: از محمد حنیف میاں سمہنیاں کلاں ـ ضلع گونڈہ ـ

باپ نے اپنی زندگی میں ایک بیٹے کو کچھ جائداد دے کر الگ کر دیا اور بیٹے نے یہ منظور کر لیا کہ باپ کے انتقال پر اب ہم کو اس کے ترکہ میں کچھ حق نہ رہے گا ـ تو اس صورت میں باپ کے فوت ہونے پر اس کی جائداد میں اس کے بیٹے کا حق ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا ـ

الجواب: صورت مسئولہ میں باپ کے انتقال پر اس بیٹے کا ترکہ میں کوئی حق نہیں ـ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں ـ بزرگ موصوف نے اپنی حیات میں صاحبزادی صاحبہ کو کچھ عطا فرما کر میراث سے علیحدہ کر دیا اور وہ بھی راضی ہو گئیں کہ میں نے اپنا حصہ پا لیا اور بعد انتقال مورث کے ترکہ میں میرا حق نہیں اشباہ میں طبقات علامہ شیخ عبدالقادر سے اس صورت کا جواز نقل کیا اور اسے علامہ ابوالعباس ناطفی پھر جرجانی صاحب خزانہ پھر شیخ عبدالقادر پھر فاضل زین الدین صاحب اشباہ پھر علامہ سید احمد حموی نے مقرر و مسلم رکھا اور فقیہ ابوجعفر محمد بن یمانی نے اس پر فتویٰ دیا اور ایسا ہی فقیہ محدث ابوعمرو طبری اور اصحاب احمد بن ابی الحارث نے روایت کیا (فتاویٰ رضویہ جلد یازدہم ص۹۵) ھذا ما عندی وھو تعالیٰ اعلم بالصواب ـ

جلال الدین احمد الامجدی
کتبہ

مسئلہ از خورشید احمد خاں رضوی رموا پور خرد پوسٹ گڑھا کپتان گنج۔ بستی

عبدالوحید کا انتقال ہوا تو انھوں نے اپنے بعد چار بھائی۔ عبدالعزیز، عبداللطیف، وعبدالرشید وعبدالحمید اور دو لڑکیاں بتول وزہرا کو چھوڑا۔ پھر ان کے بعد عبدالحمید کا انتقال ہوا جنھوں نے مذکورہ تین بھائیوں اور دو بھتیجیوں کو چھوڑا۔

دریافت طلب یہ امر ہے کہ عبدالوحید اور عبدالحمید کی متروکہ جائداد میں سے ان سب کا کتنا کتنا حصہ ہے نیز بتول نے اپنے والد عبدالوحید کی ساری جائداد پر قبضہ کرلیا ہے اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب صورت مستفسرہ میں برصدق مستفتی وانحصار ورثہ فی المذکورین وعدم موانع ارث بعد تقدیم ماتقدم عبدالوحید کی منقولہ وغیر منقولہ ساری جائداد کے کل بارہ حصے کئے جائیں گے جن میں سے چار چار حصے ان کی لڑکیوں کے ہیں۔ لان الثلثین للاختین بقولہ تعالٰی فلھما الثلثان مما ترک فھما اولٰی۔ ولان البنت تستحق الثلث مع الذکر فمع الانثی اولی۔ اور بحیثیت عصبہ باقی چار حصوں سے ایک ایک حصہ ان چار بھائیوں کا ہے۔ اور عبدالحمید کی متروکہ جائداد کے حقدار صرف تینوں بھائی ہیں بھتیجیوں کا اس میں کوئی حصہ نہیں۔ اور بتول کا اپنے باپ کی پوری جائداد پر قبضہ کرلینا سخت ناجائز وحرام ہے۔ اس پر لازم ہے کہ شریعت کے مطابق ہر وارث کا جتنا حصہ ہے ان کو واپس کرے اور یا تو معاف کرائے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرے گی تو سخت گنہگار حق العباد میں گرفتار اور مستحق عذاب نار ہوگی۔ حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کے دن تین پیسے کی مالیت کے بدلے میں سات سو نماز باجماعت کا ثواب دینا پڑے گا۔ اگر نمازوں کا ثواب نہیں ہوگا تو دیگر نیکیوں کا ثواب دینا پڑے گا اور دوسری نیکیاں بھی اس کے پاس نہیں ہوں گی تو حقدار کی برائیاں اس پر لاد دی جائیں گی اور اسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ العیاذ باللہ تعالٰی۔ ھٰذا ما عندی وھو اعلم بالصواب۔

کتبہ جلال الدین احمد الامجدی
۲۱ رجب المرجب ۱۴۱۲ھ

مسئلہ از سید عبدالقادر قادری نیر پوسٹ آفس تاڑپتری ضلع اننت پور (آندھرا پردیش)

زید کے دو بیٹے خالد وبکر۔ خالد کے اولاد نرینہ نہیں صرف لڑکیاں ہیں۔ بکر کے بیٹے بھی ہیں۔ زید وبکر تو وفات پا چکے لیکن بکر کے بیٹے حامد وغیرہ کہتے ہیں کہ چچا خالد کو دادا زید کے مکان میں حصہ پانے کا شرعاً کوئی حق نہیں ہے۔ اس وجہ سے کہ ان کی لڑکیاں اپنے گھر چلی گئیں اور ان کے کوئی اولاد نرینہ نہیں لہذا دادا نے ترکہ میں

جو مکان چھوڑا ہے اس میں ان کا کوئی حق نہیں۔ تو کیا اولاد نرینہ نہ ہونے کی وجہ سے خالد کو شرعاً باپ کی جائداد میں ترکہ پانے سے محروم قرار دیا جائے گا؟ یا خالد کو ترکہ والے مکان میں حصہ ملے گا اور ملے گا تو کتنا؟ اس باب میں جو بھی حکم شرع ہو آپ صادر فرمائیں۔ اور ادلۂ شرعیہ سے مزین و مبرہن فرمائیں۔ بینوا توجروا

الجواب صورت مسئولہ میں بعد تقدیم ما تقدم علی الارث وانحصار ورثہ فی المذکورین اگر زید کا انتقال بعد میں ہوا اور بکر پہلے فوت ہوا تو زید کی چھوڑی ہوئی کل جائداد مکان وغیرہ کا مالک تنہا خالد ہے بکر کے ورثہ کا اس میں کوئی حصہ نہیں جیسا کہ فتاوی عالمگیری مطبوعہ مصر جلد ششم صفحہ ۴۲۳ پر ہے۔ الاقرب یحجب الابعد کالابن یحجب اولاد الابن۔ اور اگر زید پہلے فوت ہوا پھر بکر کا انتقال ہوا تو زید کی کل جائداد کا آدھا حصہ بکر کا ہے اور اس کے فوت ہونے پر اس کے ورثہ حامد وغیرہ کا۔ اور آدھا حصہ خالد کا ہے بہر حال کسی صورت میں نرینہ اولاد نہ ہونے کے سبب وہ اپنے باپ کی جائداد سے محروم نہ ہوگا۔ حامد وغیرہ کا یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ چچا خالد کو نرینہ اولاد نہ ہونے کے سبب دادا زید کے مکان میں حصہ پانے کا شرعاً کوئی حق نہیں۔ ھذا ما عندی وھو اعلم بالصواب۔

کتبہ
جلال الدین احمد الامجدی
۲۲ ربیع الآخر ۱۴۱۳ھ

مسئلہ از مختار احمد دودھولیا بازار۔ ضلع بستی

(۱) زید کی پہلی بیوی کا انتقال ہوا اس سے ایک لڑکا ایک لڑکی ہیں پھر اس نے دوسری شادی کی اس سے دو لڑکے اور چار لڑکیاں ہیں جب زید کا انتقال ہوا تو اس نے دوسری بیوی اور مذکورہ بالا لڑکے اور لڑکیوں کو چھوڑا دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کی منقولہ اور غیر منقولہ کل جائداد سے ان کے بیوی بچوں کو کتنا کتنا حصہ ملے گا؟ اور چھوٹے لڑکے کی شادی ابھی تک نہیں ہوئی ہے تو شادی کے عوض اس کو کچھ زیادہ حصہ ملے گا یا نہیں؟ (۲) زید کی دوسری بیوی نے اپنا کل زیور اپنی زندگی میں اپنے چھوٹے لڑکے کو دے دیا تھا زید کے دونوں بڑے لڑکوں کی شادی ہو چکی ہے جن کی عورتوں کے پاس زیورات ہیں کیا اس میں سے چھوٹے لڑکے کو حصہ ملے گا یا نہیں؟

الجواب (۱) صورت مسئولہ میں بعد تقدیم ما تقدم وانحصار ورثہ فی المذکورین زید کی جائداد منقولہ و غیر منقولہ میں کل اٹھاسی ۸۸ حصے ہوں گے جن میں سے گیارہ حصے دوسری بیوی کو ملیں

گے۔ کما قال اللہ تعالیٰ فان کان لکم ولد فلھن الثمن مما ترکتم (سورۂ نساء آیت ۱۲) یعنی اگر تمہارے مرنے کے بعد) تمہارا کوئی بیٹا بیٹی یا پوتا پوتی ہو تو تمہارے ترکہ میں سے تمہاری بیویوں کا آٹھواں حصہ ہے اور چودہ چودہ تینوں لڑکوں کو اور سات سات حصے پانچوں لڑکیوں کو ملیں گے۔ کما قال تعالیٰ یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین (سورۂ نساء آیت ۱۱) یعنی حکم دیتا ہے تمہیں اللہ تعالیٰ تمہاری اولاد (کی میراث) کے بارے میں کہ ایک لڑکے کا حصہ برابر ہے دو لڑکیوں کے حصے کے۔ صورت مسئلہ یوں ہوگی

زید مسئلہ ۸ × ۱۱ تص ۸۸

بیوی	۳ لڑکے	۵ لڑکیاں
۱	۷	
۱۱	۴۲	۳۵

اور چھوٹے لڑکے کو شادی کے عوض باپ کی میراث میں سے کچھ نہیں ملے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) زید نے اپنے دونوں بڑے لڑکوں کی بیویوں کو شادی میں جو زیورات دیئے تھے اگر انھیں ان زیورات کا مالک بنا دیا تھا یا کم از کم علاقہ یا زید کی برادری میں مالک بنا دیئے جانے کا عرف ہے جب تو اس میں سے چھوٹے لڑکے کو کچھ نہیں ملے گا ورنہ وہ زیورات بھی زید کے ترکہ میں شامل ہوکر سبھی وارثین پر ان کے حصوں کی مقدار تقسیم ہو جائیں گے۔ فقط ھٰذا ما عندی واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

کتبہ محمد قدرت اللہ الرضوی غفرلہٗ
۱۷ ربیع النور ۱۴۱۳ھ

الجواب صحیح۔ تقسیم جائداد کی ایک صورت یہ بھی ہے جو آسان ہے کہ زید کے کل ترکے کا آٹھ حصہ کیا جائے۔ ان میں سے ایک حصہ دوسری بیوی کو دیا جائے (اور جب کہ بعد میں وہ بھی فوت ہو گئی تو اس کا حصہ اس کے ورثہ کو دیا جائے) اور مابقی سات حصوں کے گیارہ حصے کر دیئے جائیں جن میں سے دو دو تینوں لڑکوں کو اور ایک ایک حصے پانچوں لڑکیوں کو دیئے جائیں۔ ھٰذا ما عندی وھو اعلم بالصواب۔

کتبہ جلال الدین احمد امجدی
۶ ربیع الآخر ۱۴۱۳ھ

مسئلہ۔ ازجملہ مسلمانان اہلسنت رمواپورکلاں۔ پوسٹ کوڑی کول کپتان گنج ضلع بستی۔
عبدالغنی ایک عورت لائے جواپنے ساتھ پہلے شوہر کا ایک لڑکا لائی اس لڑکا کا نام محمد شفیع تھا جو عبدالغنی کی پرورش میں رہا عبدالغنی کی اس بیوی سے چار لڑکے بخش اللہ۔ علی رضا۔ محمد صدیق۔ عنایت اللہ۔ اور دو لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ جب عبدالغنی کا انتقال ہوا تو مذکورہ بالا سب لڑکے لڑکیاں زندہ تھیں چک بندی کے موقع پر عبدالغنی کے حقیقی لڑکوں نے اپنے ماں شریکی بھائی کو برابر حصّہ دیا پھر محمد صدیق کی بیوی کا انتقال ہوگیا اس کے بعد صدیق ایک لڑکی چھوڑکر فوت ہوئے ان کی جائداد عبدالغنی کے تینوں حقیقی لڑکوں اور محمد شفیع نے بانٹ لیا اس کے بعد محمد شفیع کا انتقال ہوا جنھوں نے ایک بیوی چار لڑکیاں تین ماں شریکی بھائی۔ بخش اللہ۔ علی رضا عنایت اللہ کو چھوڑا اور دو ماں شریکی بہنوں کو۔ محمد شفیع کی متروکہ جائداد میں ان سب کا کتنا کتنا حصّہ ہے؟ محمد شفیع کے انتقال کے بعد ان کی کل جائداد عنایت اللہ نے ان کی بیوی کے نام وراثت کرادی۔ جب محمد شفیع کی بیوی نے لوگوں سے یہ کہنا شروع کیا کہ ہم کل جائداد اپنی بہن کے نام رجسٹری کردیں گے۔ تو بخش اللہ۔ علی رضا۔ عنایت اللہ کی طرف سے کورٹ میں یہ درخواست دی گئی کہ محمد شفیع کی چھوڑی ہوئی جائداد ہم لوگوں کی ہے اس پر ہم لوگوں کا نام درج ہونا چاہئے تو یہ درخواست کچھ لوگوں نے خارج کرادی اس کے بعد محمد شفیع کی بیوی نے کل جائداد اپنی بہن کے نام رجسٹری کردی۔ بخش اللہ کے لڑکے مولینا معین الدین اور علی رضا کے لڑکے جمال الدین نے محمد شفیع کی طرف سے ایک فرضی وصیت نامہ بنواکر کورٹ میں داخل کیا کہ ہماری کل جائداد ہمارے مرنے کے بعد بخش اللہ اور علی رضا کو ملے چونکہ عنایت اللہ محمد شفیع کے ساتھ رہے اسلئے وہ وصیت نامہ جو کورٹ میں داخل کیا گیا ہے اس کے جواب میں انھوں نے یہ درخواست دی ہے کہ محمد شفیع کی بیوی کے نام منتقلی وراثت برقرار رکھی جائے تو مذکورہ بالا معاملات میں جو غلطی پر ہوں ان کیلئے شریعت کا کیا حکم ہے قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل طور پر تحریر فرماکر عنداللہ ماجور ہو۔

الجواب۔ صورت مستفسرہ میں جب کہ محمد شفیع کے ورثہ میں لڑکیاں باحیات ہیں تو محمد شفیع کے ماں شریکی بھائی بخش اللہ۔ علی رضا۔ اور عنایت اللہ نیز ماں شریکی بہنوں کا محمد شفیع کی جائداد میں کوئی حق نہیں جیسا کہ سراجی ص۲۳ اولادام کے بیان میں ہے ویسقطون بالولد وولد الابن وان سفل وبالاب والجد بالاتفاق۔ اور تنویر الابصار ودرمختار مع شامی جلد پنجم ص۴۹۹ میں ہے۔ ویسقط بنو الاخیاف وهم الاخوة والاخوات لام بالولد وولد الابن وان سفل وبالاب والجد بالاجماع

لانهم من قبیل الکلالۃ کما بسطہ السید۔ اور ردالمحتار میں ہے (قولہ بالولد) ای ولو انثی فیسقطون بستۃ بالابن والبنت وابن الابن وبنت الابن والاب والجد ویجمعهم قولك الفرع الوارث والاصول الذکور۔ اور فتاوی عالمگیری جلد پنجم مطبوعہ مصر ص۴۴۸ میں ہے ویسقط اولاد الام بالولد وان کان بنتا وولد الابن والاب والجد بالاتفاق کذا فی الکافی۔ لہذا بخش اللہ، علی رضا کے لڑکے معین الدین اور جمال الدین یا عنایت اللہ کا محمد شفیع کی جائداد سے حصہ کا مطالبہ کرنا ہرگز جائز نہیں کہ یہ مطالبہ حقیقت میں دوسرے کا مال غصب کرنے کی کوشش کرنا ہے جو بلاشبہہ حرام وناجائز ہے۔

رہی یہ بات کہ پھر محمد شفیع کی متروکہ جائداد آراضی وغیرہ کے وارث کون لوگ ہیں۔ تو سوال میں جن ورثہ کا ذکر کیا گیا ہے یعنی بیوی اور چار لڑکیوں کے علاوہ اگر دوسرا کوئی وارث باپ، حقیقی بھائی یا حقیقی بہن وغیرہ نہیں ہیں تو تقسیم ترکہ کی آسان صورت یہ ہے کہ پوری جائداد کے آٹھ حصے کئے جائیں جن میں سے ایک حصہ بیوی کو دیا جائے اور باقی سات حصے کے چار حصے بنا کر ہر لڑکی کو ایک ایک حصہ دیا جائے۔ لہذا محمد شفیع کی بیوی اگر کل جائداد اپنے نام وراثت کرانے پر راضی رہی تو وہ لڑکیوں کا حق غصب کر لینے کے سبب اور عنایت اللہ وراثت اس کے نام کرانے کے سبب سخت گنہگار اور حق العباد میں گرفتار ہوئے۔ البتہ اگر لڑکیاں پوری جائداد ماں کے نام وراثت ہو جانے پر راضی ہیں تو محمد شفیع کی بیوی اور عنایت اللہ پر کوئی مواخذہ نہیں۔ پھر اس صورت میں اگر محمد شفیع کی بیوی نے کل جائداد اپنی بہن کے نام رجسٹری کر دی تو درست ہے اور اگر لڑکیاں راضی نہ ہوں تو صرف بیوی کے حصہ کی رجسٹری درست ہے اور بقیہ حصے لڑکیوں کو وصول کر لینے کا اختیار ہے۔

اور معین الدین وجمال الدین نے جو وصیت نامہ کورٹ میں پیش کیا ہے جبکہ وہ فرضی ہے جیسا کہ سوال میں ظاہر کیا گیا ہے تو ان دونوں پر لازم ہے کہ کورٹ سے وصیت نامہ واپس لے کر مقدمہ اٹھالیں۔ اور جو ناحق دوسرے کا مال لینے کی کوشش کی اور بیجا پیسہ خرچ کیا اس سے توبہ کریں۔ اور جو دوسرے کو پریشان کیا اور اس کا پیسہ خرچ کردایا اس سے معذرت کریں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل وتدلوا بها الی الحکام لتاکلوا فریقا من اموال الناس بالاثم وانتم تعلمون۔ یعنی اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور نہ حاکموں کے پاس

مقدمہ اس لئے پہنچاؤ کہ لوگوں کا کچھ مال ناجائز طور پر جان بوجھ کر کھالو (پ ۲ ع ۷) اور بخاری شریف کی حدیث ہے سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ من اخذ من الارض شیأً بغیر حقه خسف به یوم القیامة الی سبع ارضین۔ یعنی جو شخص دوسرے کی زمین کا کچھ بھی حصہ لے لیا وہ قیامت کے دن سات زمینوں تک دھنسا دیا جائے گا۔ (انوار الحدیث ص۳۲۷) اور بخاری و مسلم دونوں میں حدیث شریف مروی ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا من اخذ شبرا من الارض ظلما فانه یطوقه یوم القیامة من سبع ارضین۔ یعنی جس نے ایک بالشت زمین ظلم سے لیلی قیامت کے دن ساتوں زمینوں سے اتنا حصہ طوق بناکر اس کے گلے میں ڈال دیا جائے گا (انوار الحدیث ص۳۲۷) اور طبرانی کی حدیث ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے جو شخص دوسرے کا مال لے گا وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے کوڑھی ہو کر ملے گا۔ (بہار شریعت حصہ یازدہم ص۱۶۱) لہذا معین الدین و جمال الدین اللہ واحد قہار کے عذاب سے ڈریں۔ اور دوسرے کا مال ناحق لے کر اپنی عاقبت برباد کرنے کی کوشش نہ کریں۔

سوال میں معین الدین کے نام کے ساتھ شاید غلطی سے مولانا لکھدیا گیا ہے اس لئے کہ جو مولانا ہوگا اللہ سے ڈرے گا فرضی وصیت نامہ بناکر وہ دوسرے کی جائداد لینے کی کوشش نہیں کرے گا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ انما یخشی الله من عباده العلمٰؤا۔ یعنی اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔ (پ ۲۲ ع ۱۶) حضرت علامہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ دلت هٰذه الاية علیٰ ان العالم یکون صاحب الخشیة۔ یعنی اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ خشیت اور خوف الٰہی عالموں کا خاصہ ہے۔ (تفسیر کبیر جلد ہفتم ص۲۶۰) اور حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں حاصله ان العلم یورث الخشیة وهی تنتج التقویٰ وهو موجب الاکرمیة والافضلیة وفیه اشارة الی انه من لم یکن علمه کذلك فهو کالجاهل بل هو الجاهل۔ یعنی آیت مبارکہ کا خلاصہ یہ ہے کہ علم دین خشیت الٰہی پیدا کرتا ہے جس سے تقویٰ حاصل ہوتا ہے اور وہی عالم کی اکرمیت و افضلیت کا سبب ہے اور آیت میں اس بات کا اشارہ ہے کہ جس شخص کا علم ایسا نہ ہو وہ جاہل کے مثل ہے بلکہ وہ جاہل ہے (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۱ ص۲۳۱) اور حضرت امام شعبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے۔ انما العالم من خشی الله عزوجل۔

یعنی عالم صرف وہ ہے جسے خدائے تعالیٰ کا خوف اور اس کی خشیت حاصل ہو (تفسیر خازن ومعالم التنزیل جلد پنجم ص۳۰۲) اور امام ربیع بن انس علیہ الرحمۃ والرضوان نے فرمایا من لم یخش اللہ فلیس بعالم۔ یعنی جسے اللہ کا خوف اور اس کی خشیت حاصل نہ ہو وہ عالم نہیں (تفسیر خازن جلد پنجم ص۳۰۲)

خلاصہ یہ کہ معین الدین وجمال الدین اگر کورٹ سے فرضی وصیت نامہ واپس لے کر مقدمہ نہ اٹھائیں تو وہ ظالم جفاکار، حق العبد میں گرفتار اور مستحق عذاب نار ہیں۔ سب مسلمانوں پر لازم ہے کہ ایسے ظالموں کا سختی کے ساتھ بائیکاٹ کریں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وامّا ینسینّک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظّٰلمین (پ ۷ ع ۱۴) اور ارشاد فرمایا ولا ترکنوآ الی الذین ظلموا فتمسّکم النّار۔ (پ۱۲ ع ۱۰) ھذا ما عندی وھو تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

کتبہ
جلال الدین احمد امجدی
۲۶ رمضان المبارک ۱۴۱۳ھ

مسئلہ ۔ از عبدمناف ساکن جمڑی۔ تحصیل ڈومریا گنج۔ ضلع سدھارتھ نگر

زید کا انتقال ہوا اس نے اپنے پیچھے بیوی دو لڑکیاں اور دو بھائی چھوٹے اور ایک بہن تھی زید کی آراضی مکان اور باغ وغیرہ کی تقسیم کی کیا صورت ہوگی؟ ہر ایک کا حصہ بمطابق شرع مطہرہ مع حوالہ درج فرمائیں۔

الجواب صورت مسئولہ میں بعد تقدیم ماتقدم علی الارث زید کی آراضی مکان اور باغ وغیرہ منقولہ اور غیر منقولہ کل جائداد کے ۲۴ حصے کئے جائیں گے جن میں سے تین حصے اس کی بیوی کے ہیں جیساکہ پارۂ چہارم آیت میراث میں ہے۔ فان کان لکم ولد فلھن الثمن اور آٹھ آٹھ حصے اس کی دونوں لڑکیوں کے ہیں۔ جیساکہ فتاویٰ عالمگیری جلد ششم مطبوعہ مصر ص۴۲۷ میں ہے وللبنتین فصاعدًا الثلثان کذا فی الاختیار شرح المختار۔ اور باقی پانچ حصوں میں سے دو دو حصے اس کے بھائیوں کے ہیں اور ایک حصہ اس کی بہن کا ہے جیساکہ پارۂ ششم سورۂ نساء کی آخری آیت میں ہے وان کانوا اخوۃً رجالًا ونساءً فللذکر مثل حظ الانثیین۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ
جلال الدین احمد امجدی
۱۷ ربیع الاول ۱۴۱۴ھ

(1) سرِ اسم مفسر کا کھانا کب ہے۔

(2) جسم کے نقش بدن سے خلل واقع ہونا۔

(3) زخم کا رے جرمانہ لینا = 598 690-632-576

(4) آنسو کا قطرہ = 666

بیوی کو طلاق کا کاغذ نہ ملنے سے طلاق پڑ جانا ص ۱۵۲
ص ۱۵۴
ص ۲۴۳

مذاق سے کہا بس حلفاً اور بیوی کو طلاق ص ۱۷۲

(تحریری طلاق کو پھاڑنا اور اس کا حکم) ص ۱۲۶ ص ۱۴۲ ص ۱۴۴ ص ۱۶۷ ص ۱۷۲

ص ۳۳۱

Jabbas